قاموس الفقہ

جلد اوّل

اُردو زبان میں مُرتب ہونے والی فقہ اسلامی کی پہلی انسائیکلوپیڈیا، جس میں فقہی اصطلاحات، حُروفِ تہجی کی ترتیب سے فقہی احکام حسبِ ضرورت احکامِ شریعت کی مصالح اور معاندینِ اسلام کے شبہات کے رد پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور مذاہبِ اربعہ کو اُن کے اصل مأخذ سے نقل کیا گیا ہے۔ نیز جدید مسائل اور اصولی مباحث پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ ہر بات مستند حوالہ کے ساتھ دل آویز اُسلوب اور عام فہم زبان۔

تالیف

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

زمزم پبلشرز

قاموس الفقہ

جلد اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

" ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی ، یعظکم لعلکم تذکرون . (النحل:۹۰)

بے شک اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور قرابت داروں کوحقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، بے حیائی کی باتوں ، برائیوں اور ظلم وسرکشی سے منع فرماتا ہے، اللہ تمہیں اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت کو قبول کرو"

رسول ﷺ نے فرمایا :

" من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین . (بخاری و مسلم : عن معاویہ)

اللہ تعالیٰ جس کے حق میں بہتری چاہتے ہیں اس کو دین کا تفقہ عطا فرماتے ہیں"

قَامُوسُ الفِقہ

جلد اوّل

اُردو زبان میں مُرتّب ہونے والی فقہ اسلامی کی پہلی انسائیکلو پیڈیا،
جس میں فقہی اصطلاحات، حُروفِ تہجی کی ترتیب سے فقہی احکام، حسبِ
ضرورت احکامِ شریعت کی مصالح اور معاندینِ اسلام کے شبہات
کے رد پر روشنی ڈالی گئی ہے اور مذاہبِ اربعہ کو اُن کے اصل مأخذ
سے نقل کیا گیا ہے۔ نیز جدید مسائل اور اُصولی مباحث پر خصوصی توجّہ
دی گئی ہے۔ ہر بات مستند حوالہ کے ساتھ، دل آویز اسلوب اور عام فہم زبان۔

تالیف

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد، اُردو بازار، کراچی

کتاب کا نام ـــــــ قاموس الفقہ جلد اول

تاریخ اشاعت ـــــــ اگست ۲۰۰۷ء

باہتمام ـــــــ

کمپوزنگ ـــــــ

سرورق ـــــــ

مطبع ـــــــ

ناشر ـــــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-2760374

فیکس: 021-2725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: http://www.zamzampub.com

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ بیت العلم نیو ٹاؤن کراچی۔ فون۔ 2018342
- قدیمی کتب خانہ، بالمقابل آرام باغ کراچی
- صدیقی ٹرسٹ، لسبیلہ چوک کراچی۔
- مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
- کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
- مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
- ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- دارالاشاعت، اردو بازار کراچی

Books Also Available in :

* United Kingdom

AL-FAROOQ INTERNATIONAL
68, Asfordby Street Leicester
LE5-3QG

* United States of America

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE

* South Africa

Madrasah Arabia Islamia
P.O. Box 9786
Azaadville 1750 South Africa
E-mail: darululum@webmail.co.za

''یہ بات مناسب سمجھی گئی کہ کتاب کی ہر جلد میں اس جلد کی فہرست دینے کے ساتھ ساتھ پانچوں جلدوں کی فہرست پہلی جلد میں بھی شریک اشاعت کردی جائے، تاکہ مسائل کو ڈھونڈنے کے لئے تمام جلدیں دیکھنی نہیں پڑے، بلکہ ایک ہی جگہ کتاب میں شامل احکام ومسائل کی نشاندہی ہو جائے، چنانچہ آئندہ صفحہ سے یہ پوری فہرست شامل کتاب ہے''

فہرست مضامین

- تقریظات : اکابر علماء ہند ۱۵۹—۱۸۸
- قاموس الفقہ - ایک تعارف : شاہد علی قاسمی ۱۸۹—۱۹۹
- حرف چند- صاحبِ کتاب کے بارے میں : اشرف علی قاسمی ۲۰۰—۲۴۳
- سخن ہائے گفتنی : مؤلف ۲۴۴—۲۴۸
- حرف آخریں : مؤلف ۲۴۹—۲۵۵
- فقہی اصطلاحات : مؤلف ۲۵۶—۳۱۶
- مقدمہ ''فقہ اسلامی، تدوین وتاریخ'' : مؤلف ۳۱۷—۴۰۶

قانون خداوندی کی ضرورت ۳۱۸
شریعت اسلامی کے امتیازی اوصاف ۳۱۹
عدل ۳۱۹
توازن واعتدال ۳۲۰
عقل وحکمت سے مطابقت ۳۲۰
فطرت انسانی سے ہم آہنگی ۳۲۱
جامعیت ۳۲۲
○ ابدیت ودوام ۳۲۲
تنفیذ کی قوت ۳۲۳
○ قانون شریعت کے مصادر ۳۲۴
منصوص مصادر ۳۲۴
کتاب اللہ ۳۲۴
آیات احکام ۳۲۴
احکام القرآن پر کتابیں ۳۲۵
○ سنت رسول ۳۲۶
سنت رسول کی اہمیت ۳۲۶
احادیث احکام کی تعداد ۳۲۶
احادیث احکام پر کتابیں ۳۲۷
○ شرائع ما قبل ۳۳۰
○ آثار صحابہ ﷺ ۳۳۱
○ غیر منصوص ادلہ ۳۳۱
○ اجماع ۳۳۱
اجماعی احکام پر کتابیں ۳۳۱
○ قیاس ۳۳۲
دوسرے دلائل ۳۳۲
○ استحسان ۳۳۳
○ مصالح مرسلہ ۳۳۳
○ استصحاب ۳۳۳
○ ذریعہ ۳۳۳
○ عرف ۳۳۳
○ اتباع وتقلید ۳۳۳
○ اسباب اختلاف ۳۳۴
علمی اختلاف رحمت ہے نہ کہ زحمت ۳۳۴
(۱) بعض اُمور کے دلیل شرعی ہونے نہ ہونے میں اختلاف ۳۳۵
(۲) نصوص کے معتبر ہونے نہ ہونے کی وجہ سے اختلاف ۳۳۵
(۳) بعض دلیلوں پر واقف نہ ہونے کی وجہ سے اختلاف ۳۳۵
(۴) ادلۂ شرعیہ میں ظاہری تعارض اور ترجیح ۳۳۶
(۵) ایک سے زیادہ معنوں کی گنجائش ۳۳۶
(۶) تغیر احوال کی وجہ سے اختلاف رائے ۳۳۶
اسباب اختلاف پر کتابیں ۳۳۷
فقہی اختلاف اور مجتہدین کا اختلاف ذوق ۳۳۷

○ فقہ — لغوی و اصطلاحی معنی ۳۳۸
فقہ اور دین و شریعت ۳۳۹
○ فقہ اسلامی کا دائرہ ۳۴۰
فقہ کی فضیلت ۳۴۱
○ تدوین فقہ کے مراحل ۳۴۳
○ عہد نبوی ۳۴۳
احکام شریعت کے مصادر ۳۴۳
مکی زندگی میں عملی احکام ۳۴۴
قرآن مجید کے فقہی احکام کی دو نوعیتیں ۳۴۴
بشری حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض احکام ۳۴۴
آپ ﷺ کے طبعی افعال ۳۴۵
وقتی تدبیر کے تحت کئے جانے والے افعال ۳۴۵
کیا آپ ﷺ نے اجتہاد فرمایا ہے؟ ۳۴۵
آپ ﷺ کے عہد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہاد ۳۴۵
آپ ﷺ کی موجودگی میں اجتہاد ۳۴۶
زمانۂ جاہلیت کے بعض احکام کو باقی رکھنا اور بعض کی اصلاح ۳۴۶
○ دوسرا مرحلہ — خلافت راشدہ ۳۴۸
احکام کے مصادر ۳۴۸
اجماع کی کوشش ۳۴۸
اختلاف رائے ۳۴۸
کم سے کم جمہور کو متحد کرنے کی سعی ۳۴۹
مصلحت کے تحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے ۳۵۰
صحابہ رضی اللہ عنہم اختلاف رائے کو برا نہیں سمجھتے تھے ۳۵۰
صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف رائے کے اسباب ۳۵۱
اختلاف رائے میں اختلاف ذوق کا اثر ۳۵۱
قرآن مجید کی جمع و تدوین ۳۵۲
اصحاب افتاء صحابہ رضی اللہ عنہم ۳۵۲
○ تیسرا مرحلہ — اصاغر صحابہ اور اکابر تابعین ۳۵۳
صحابہ کا مختلف شہروں میں ورود ۳۵۳
اختلاف رائے کی کثرت ۳۵۳
اصحاب حدیث اور اصحاب رائے اور دونوں کی خصوصیات ۳۵۴
فرق باطلہ کا ظہور ۳۵۵
روایت حدیث کی کثرت ۳۵۵
اس عہد کے اہم فقہاء اور ارباب افتاء ۳۵۶
○ چوتھا مرحلہ — اوائل دوسری صدی تا نصف چوتھی صدی ۳۵۶
تدوین حدیث ۳۵۷
فن جرح و تعدیل کا آغاز ۳۵۷
فن قراءت کا عروج ۳۵۷
اُصولِ فقہ کی تدوین ۳۵۸
فقہی اصطلاحات کا ظہور ۳۵۸
اجتہاد کی کثرت اور اس کے اسباب ۳۵۸
فقہ کی باضابطہ تدوین ۳۵۹
امام ابوحنیفہؒ کے شرکاء کار ۳۶۰
امام اوزاعیؒ ۳۶۱
سفیان ثوریؒ ۳۶۲
لیث بن سعدؒ ۳۶۲
داؤد ظاہریؒ ۳۶۲
ابن جریر طبریؒ ۳۶۲
○ پانچواں مرحلہ — سقوط بغداد تک (۶۵۶ھ) ۳۶۲
تقلید شخصی کا رواج اور اس کے اسباب ۳۶۳
فقہی تعصب و تنگ نظری ۳۶۳
مذاہب فقہیہ کے دلائل پر متبعین مذہب کی توجہ ۳۶۳
ایک ہی مذہب کے مختلف اقوال میں ترجیح ۳۶۳
تقلید پر انحصار کا ایک سبب: علمی انحطاط ۳۶۳
تقلید کا منفی اثر ۳۶۴
اس عہد کے اہم فقہاء ۳۶۶
حنفیہ ۳۶۶
مالکیہ ۳۶۶
شوافع ۳۶۷
○ چھٹا مرحلہ — سقوط بغداد تا اختتام تیرہویں صدی ۳۶۸
مذہبی تنگ نظری میں اضافہ ۳۶۸
جزئیات زیادہ جمع کرنے کا اہتمام ۳۶۸
تعبیر میں اغلاق ۳۶۹
اس عہد کے اہم فقہاء ۳۶۹
حنفیہ ۳۶۹
مالکیہ ۳۶۹
شوافع ۳۷۰
حنابلہ ۳۷۰
○ فقہ اسلامی عہد جدید میں ۳۷۰

فقہی وسیع النظری ۳۷۰
ظاہریت نئے لباس میں ۳۷۰
نئے مسائل کی طرف توجہ ۳۷۱
دفعہ وار فقہی کتابوں کی ترتیب ۳۷۱
قدیم کتابوں پر تحقیق وترقیم کا کام ۳۷۲
فقہی انسائیکلوپیڈیاؤں کی ترتیب ۳۷۲
مجامع فقہیہ کا قیام ۳۷۳
فقہ کے عربی ذخیروں کو دوسری زبانوں میں منتقل کرنا ۳۷۴
○ ائمۂ اربعہ ۳۷۴
امام ابوحنیفہؒ ۳۷۵
امام ابویوسفؒ ۳۷۷
امام محمدؒ ۳۷۸
فقہ حنفی کی کتابیں ۳۷۸
المبسوط ۳۷۸
الجامع الصغیر ۳۷۹
الجامع الکبیر ۳۷۹
الزیادات ۳۷۹
کتاب السیر الصغیر ۳۷۹
کتاب السیر الکبیر ۳۷۹
مختصر الطحاوی ۳۸۰
المنتقی فی فروع الحنفیہ ۳۸۰
مختصر کرخی ۳۸۰
مختصر قدوری ۳۸۰
المبسوط للسرخسی ۳۸۰
تحفۃ الفقہاء ۳۸۱
لصنائع ۳۸۱
فتاویٰ قاضی خاں ۳۸۱
بدایۃ المبتدی ۳۸۱
بدائع الہدایہ ۳۸۱
وقایۃ الروایہ ۳۸۲
المختار ۳۸۲
مجمع البحرین ۳۸۲
کنز الدقائق ۳۸۲
الجامع الوجیز ۳۸۲
البنایہ ۳۸۳
فتح القدیر ۳۸۳
ملتقی الأبحر ۳۸۳
فتاویٰ ہندیہ ۳۸۳
تنویر الابصار ۳۸۳
الدر المختار ۳۸۳
رد المحتار ۳۸۴
امام مالک بن انسؒ ۳۸۴
فقہ مالکی کی اہم کتابیں اور ان کے مصنفین ۳۸۴
امام شافعیؒ ۳۸۶
فقہ شافعی کی اہم کتابیں ۳۸۷
امام احمد بن حنبلؒ ۳۸۷
فقہ حنبلی کی اہم کتابیں ۳۸۹
○ ادب وقضاء کے موضوع پر اہم کتابیں ۳۹۰
○ أصول افتاء پر اہم کتابیں ۳۹۱
○ محکمۂ احتساب پر کتابیں ۳۹۱
○ نظام حکومت پر اہم کتابیں ۳۹۲
○ مالیاتی نظام سے متعلق اہم کتب ۳۹۳
○ خاص موضوعات پر کتابیں ۳۹۳
○ اختلاف فقہاء پر کتابیں ۳۹۴
○ قواعد فقہ ۳۹۵
لغوی معنی اور تعریف ۳۹۵
قاعدہ اور ضابطہ کا فرق ۳۹۵
أصول فقہ اور قواعد فقہ کا فرق ۳۹۶
اشباہ ونظائر سے مراد ۳۹۶
قواعد فقہ کا ماخذ ۳۹۶
قرآن میں فقہی قواعد ۳۹۶
حدیث میں فقہی قواعد ۳۹۷
آثار صحابہؓ میں فقہی قواعد ۳۹۸
امام ابویوسفؒ اور دوسرے فقہاء کی عبارتوں میں فقہی قواعد ۳۹۸
قواعد فقہ کی باضابطہ تدوین ۳۹۹
قواعد فقہ پر کتابیں ۴۰۰
فقہ حنفی ۴۰۰
فقہ مالکی ۴۰۰
فقہ شافعی ۴۰۱
فقہ حنبلی ۴۰۱
عصر حاضر کی کچھ اہم تالیفات ۴۰۲
○ فقہی اصطلاحات پر کتابیں ۴۰۲
فقہ حنفی ۴۰۲
فقہ مالکی ۴۰۳
فقہ شافعی ۴۰۳
فقہ حنبلی ۴۰۴
○ طبقات فقہاء ۴۰۴
طبقات احناف ۴۰۴
طبقات مالکیہ ۴۰۵
طبقات شافعیہ ۴۰۵
طبقات حنابلہ ۴۰۵
○ تاریخ فقہ پر کتابیں ۴۰۶

● پیش لفظ : حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۴۰۷

اللہ جل جلالہ ۴۱۳
خدا پر ایمان انسانی فطرت کا حصہ ہے ۴۱۳
○ کیا اسلام کا خدا صرف غضبناک اور قاہر و جابر ہے؟ ۴۱۳
اللہ تعالیٰ کی صفات غضب ۴۱۴
صفاتِ رحمت ۴۱۴
صفاتِ غضب اور اس پر یقین کی ضرورت ۴۱۵
○ ''اللہ'' کی تحقیق؟ ۴۱۵
○ اسماءِ حسنیٰ ۴۱۶
○ کیا اسماءِ الٰہی توقیفی ہیں؟ ۴۲۰
○ اللہ تعالیٰ کے لئے دیگر مذاہب اور زبانوں میں استعمال ہونے والے الفاظ کا حکم ۴۲۱
○ اسماءِ الٰہی سے بندوں کے نام ۴۲۳
○ اللہ کا نام لینا کب مکروہ ہے؟ ۴۲۴
استنجاء کی حالت ۴۲۴
نماز میں ۴۲۴
حیض و نفاس کی حالت میں ۴۲۴
ہم بستری کے وقت ۴۲۴
○ اسماءِ الٰہی سے قسم ۴۲۴
○ بعض تجویدی احکام ۴۲۴
○ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر حمدیہ کلمہ ۴۲۵

احمد ﷺ ۴۲۶
احمد آپ کا اسم گرامی ہے ۴۲۶
○ احمد ﷺ نام رکھنا ۴۲۶
○ بعض روایتوں کی تحقیق ۴۲۶
○ صلوٰۃ وسلام ۴۲۷
○ صلوٰۃ وسلام پر کتابیں ۴۲۷
○ صلوٰۃ وسلام سے متعلق مسائل ۴۲۸
○ اسم مبارک آنے پر صلوٰۃ وسلام ۴۲۸
○ اگر ایک مجلس میں بار بار ذکر آئے؟ ۴۲۸
اگر محمد احمد سے آپ کی ذات مراد نہ ہو؟ ۴۲۸
اگر اسم مبارک آنے پر درود نہیں پڑھ سکا؟ ۴۲۹
○ اگر تحریر میں اسم مبارک آئے؟ ۴۲۹
○ درود وسلام کے مواقع ۴۳۰
○ جب درود بھیجنا خلاف ادب ہے ۴۳۰
○ درود سے متعلق متفرق مسائل ۴۳۰
تلاوت کے درمیان آپ کا ذکر آجائے؟ ۴۳۰
اگر ضمیر آئی ہو؟ ۴۳۰
اوقاتِ مکروہ میں درود پڑھنا ۴۳۱
آپ کے علاوہ دوسروں پر صلاۃ وسلام ۴۳۱
○ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی ۴۳۱

آبق (بھاگا ہوا غلام) ۴۳۲

آثار ۴۳۲
آثار صحابہ کی اہمیت ۴۳۲
○ شوافع کا نقطۂ نظر ۴۳۲
کیا امام شافعی آثار صحابہ کو حجت نہیں مانتے تھے؟ ۴۳۲
○ حنابلہ کی رائے ۴۳۳
○ حنفیہ کا نقطۂ نظر ۴۳۳
○ آثار صحابہ سے حدیث کی تخصیص ۴۳۶

آفاقی	۴۳۶
○ مواقیت	۴۳۷
○ ہندوستانی حجاج کے لئے میقات	۴۳۷
○ ہوائی جہاز کا احرام	۴۳۷
آفت	۴۳۸
آل	۴۳۸
عربی لغت میں آل کے معنی	۴۳۸
○ وقف کا ایک مسئلہ	۴۳۸
○ آل (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)	۴۳۹
○ پہلی رائے	۴۳۹
○ دوسری رائے	۴۳۹
○ تیسری رائے	۴۳۹
○ بعض محققین کا مسلک	۴۴۰
○ آل نبی کے معصوم ہونے کا عقیدہ	۴۴۱
آلہ	۴۴۱
○ آلۂ مکبر الصوت	۴۴۱
لاؤڈ اسپیکر	۴۴۱
لاؤڈ اسپیکر پر نماز	۴۴۲
لاؤڈ اسپیکر پر اذان	۴۴۳
لاؤڈ اسپیکر پر وعظ و خطبہ	۴۴۳
آمہ (زخم کی ایک خاص صورت)	۴۴۳
آمین	۴۴۳
آمین کا تلفظ	۴۴۳
آمین صرف نماز میں ہے یا خارج صلاۃ بھی؟	۴۴۴
○ آمین کون کہے؟	۴۴۴
○ زور سے کہے یا آہستہ؟	۴۴۴
آنیہ	۴۴۵
○ سونے چاندی اور دوسری دھاتوں کے برتن	۴۴۵
○ برتن کی نجاست اور پاکی	۴۴۵
○ بعض برتنوں کی ممانعت اور دوبارہ اجازت	۴۴۶
○ مخلوط پاک اور ناپاک برتن	۴۴۶
○ رفقاء سفر کے ساتھ برتنوں کا اختلاط	۴۴۷
○ غیر مسلموں کے برتن کے احکام	۴۴۷
○ سپلائنگ کمپنی کے برتنوں کا حکم	۴۴۷
آہ	۴۴۸
○ ایجاب نکاح کے وقت آہ	۴۴۸
آئسہ (بوڑھی عورت)	۴۴۸
آئسہ عورتوں کی عدت	۴۴۸
آیت	۴۴۸
○ قرأت قرآن کا اطلاق	۴۴۹
○ آیات مکی و مدنی	۴۴۹
○ مکی اور مدنی آیات و سورتوں کی بعض علامات	۴۴۹
○ اوقات و حالات کے لحاظ سے آیات قرآنی کی قسمیں	۴۵۰
○ سب سے پہلی آیت	۴۵۱
○ سب سے آخری آیت	۴۵۱
آیۃ الکرسی	۴۵۲
آیاتِ سجدہ	۴۵۲
فقہاء کے اقوال	۴۵۲
أب (باپ)	۴۵۴
باپ کا درجہ و مقام	۴۵۴
○ نسبی باپ	۴۵۴

○ حق پرورش ۴۵۴
○ باپ کا نفقہ ۴۵۴
○ باپ کے وارث ہونے کی صورتیں ۴۵۵
○ کفر کے باجود باپ کا حق ۴۵۵
○ حدود وقصاص میں ۴۵۵
○ رضاعی باپ ۴۵۶
○ ایک اور صورت ۴۵۶

اباحت ۴۵۶
○ درجۂ عفو ۴۵۶
○ مباح کا حکم ۴۵۶
○ ایک اہم مسئلہ (ایجاب مباح) ۴۵۶
○ تحریم حلال ۴۵۷
○ انفرادی حقوق میں دخل اندازی ۴۵۷
○ عسرفی الدین ۴۵۹
احکام میں فرق مراتب ۴۵۹
○ اجتماعی اور انفرادی حیثیتوں کا فرق ۴۶۱
○ مباحات رخصت ۴۶۲
○ منصوص مباحات ۴۶۲
○ مباحات عفو ۴۶۳
○ اشیاء میں اصل اباحت ہے یا ممانعت؟ ۴۶۳

ابانت ۴۶۶
○ طلاق میں ابانت کی صورتیں ۴۶۶
○ کٹے ہوئے اعضاء کا حکم ۴۶۷

اِباء (انکار) ۴۶۷
○ زوجین میں سے ایک کا اسلام ۴۶۷
○ اہل کتاب کا اسلام ۴۶۸
○ مہر کے احکام ۴۶۸

اَبد (ہمیشہ) ۴۶۸

اِبداء (ظاہر کرنا) ۴۶۸
○ سجدہ کا طریقہ ۴۶۸

اِبراد ۴۶۸
○ ظہر کا وقت ۴۶۸

اِبراء ۴۶۹
○ خلع کے معنی میں ۴۶۹
○ جملہ حقوق سے سبکدوشی ۴۶۹
○ طلاق کے معنی میں ۴۶۹
○ عیب سے براءت ۴۶۹
○ قرض اور حقوق سے براءت ۴۷۰
○ الفاظ اور شرائط ۴۷۰

اِبط (بغل) ۴۷۰
○ کیا بغل ستر میں داخل ہے؟ ۴۷۰
تیمم اور بغل کا مسح ۴۷۰

اَبطح (ایک وادی کا نام) ۴۷۰
○ حجاج کا وادی محصر میں قیام ۴۷۰

اِبل (اونٹ) ۴۷۱
○ اونٹ کے احکام ۴۷۱
○ بدبودار اونٹ ۴۷۱
○ اونٹ کی زکوٰۃ شرعی ۴۷۱
○ اونٹ کا پیشاب ۴۷۱
○ اونٹ کی قربانی ۴۷۲
○ اونٹ کے اصطبل میں نماز ۴۷۲

○ اونٹ کی زکوٰۃ ۴۷۳

اِبن (بیٹا) ۴۷۳

○ حرمتِ نکاح ۴۷۳

○ نفقہ ورضاعت ۴۷۳

○ باپ کے مال سے چوری ۴۷۳

○ گواہی ۴۷۴

○ بیٹے کو زکوٰۃ ۴۷۴

○ حق پرورش ۴۷۴

○ اولاد میں مساوات ۴۷۴

○ مساوات سے کیا مراد ہے؟ ۴۷۵

○ متبنّٰی کا مسئلہ ۴۷۵

○ اسوۂ رسالت ۴۷۵

○ تبنیت کا اثر قانونِ نکاح پر ۴۷۶

○ تبنیت کا اثر قانونِ وراثت پر ۴۷۸

○ تبنیت کا اثر دوسرے قوانین پر ۴۷۸

اِبن الابن (پوتا) ۴۷۹

پوتے سے متعلق احکام ۴۷۹

○ پوتے کی وراثت کا مسئلہ ۴۷۹

○ قرآنی اُصول ۴۷۹

○ محتاجی وراثت کا معیار نہیں ہے ۴۸۰

○ وراثت میں قائم مقامی ۴۸۱

○ اجماعِ اُمت ۴۸۱

○ وصیت وہبہ کی گنجائش ۴۸۱

○ یتائی کی پرورش کا مسئلہ ۴۸۱

اِبہام ۴۸۲

○ نکاح میں ۴۸۲

○ مہر میں ۴۸۲

○ طلاق میں ۴۸۲

○ بیع میں ۴۸۳

○ دعویٰ واقرار میں ۴۸۳

○ بمعنی انگوٹھا ۴۸۳

○ انگوٹھے کی دیت ۴۸۳

○ انگوٹھا بہ حیثیت وسیلۂ ثبوت ۴۸۳

اَبوالقاسم ۴۸۴

رسول اللہ صلی اللہ کا نام نامی ۴۸۴

محمد اور ابوالقاسم کا اجتماع ۴۸۴

اتباع ۴۸۴

حدیث فعلی کی حجیت ۴۸۴

امام نماز کی اتباع ۴۸۵

○ پانچ اُمور میں اتباع واجب ہے ۴۸۵

○ چار چیزیں جن میں امام کی اقتداء نہ کی جائے ۴۸۵

○ نو چیزیں کہ امام انھیں نہ کرے تب بھی مقتدی کرے ۴۸۵

اِتقان ۴۸۶

راوی کے لئے چار ضروری شرطیں ۴۸۶

○ عقل ۴۸۶

○ اسلام ۴۸۶

○ عدالت ۴۸۶

○ ضبط ۴۸۷

اِتکاء (ٹیک لگانا) ۴۸۷

○ نماز میں ۴۸۷

○ خطبہ میں ۴۸۷
○ کھانے کے درمیان ۴۸۸

اِتلاف (ہلاک کرنا) ۴۸۹
انسان کا اتلاف ۴۸۹
مال کا اتلاف ۴۸۹
ضامن ہونے کے لئے شرطیں ۴۸۹
تلف کردہ شی مال ہو ۴۸۹
قابل قیمت ہو ۴۸۹
تلف کنندہ پر زمان عائد کیا جاسکتا ہو ۴۸۹
اگر نابالغ مال تلف کردے ۴۹۰
ضامن ہونے سے مراد ۴۹۰

اثبات ۴۹۰
اثبات دعوی کے ذرائع ۴۹۰

اَثر ۴۹۰
علم حدیث کی اصطلاح میں ۴۹۰

اجارہ ۴۹۱
تعریف ۴۹۱
اجارہ کا جواز ۴۹۱
اجارہ کے الفاظ ۴۹۱
○ شرائط ۴۹۱
ناجائز افعال پر اجارہ ۴۹۲
○ اجارۂ فاسدہ ۴۹۲
اجارۂ فاسدہ کا حکم ۴۹۲
○ اجارۂ باطلہ ۴۹۲
○ اجارۂ لازمہ ۴۹۲
○ اجارہ کی نوعیت ۴۹۳
○ عقد اجارہ کا فسخ ۴۹۳
○ دینی کاموں پر اُجرت ۴۹۳
○ فریقین کے دلائل ۴۹۴
تعلیم قرآن پر اُجرت اور متاخرین حنفیہ ۴۹۴
○ ایصال ثواب کی اُجرت ۴۹۵
علامہ شامی کا چشم کشا بیان ۴۹۶
○ وعظ و پند کی اُجرت ۴۹۷
○ تراویح کی اُجرت اور اس کے جواز و عدم جواز کی صورتیں ۴۹۷
○ مدرسین اور ائمہ کی تعطیلات اور رخصتوں کی تنخواہ کا مسئلہ ۴۹۷
○ جزو عمل کو اُجرت بنانا ۴۹۸
اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف اور اختلاف کے اثرات ۴۹۹
جانور کی بٹائی ۴۹۹
ادھیا پر سوت ۴۹۹
درزی کو بطور اُجرت کپڑے کا کترن دینا ۴۹۹
قصاب کی اُجرت بشکل چرم ۴۹۹
پھل توڑنے پر بطور اُجرت پھل دینا ۴۹۹
تجارت میں کمیشن ۴۹۹
اعانت کی وصولی پر کمیشن ۴۹۹
○ تعویذ پر اُجرت ۵۰۰
○ ناجائز کاموں کی ملازمت ۵۰۰
○ غیر اسلامی ملک میں کلیدی عہدہ عدلیہ کی ملازمت ۵۰۰

اجازت ۵۰۱
نکاح فضولی کا مسئلہ ۵۰۱

اِجبار ۵۰۱
○ نکاح میں ولایت اجبار ۵۰۲

اجتہاد ۵۰۲
○ اسلامی قانون میں اجتہاد کی اہمیت ۵۰۲

○اجتہاد، لغت واصطلاح میں	۵۰۳
○اجتہاد کی روح	۵۰۳
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجتہاد	۵۰۴
○ پہلا نقطۂ نظر	۵۰۴
○دوسرا نقطۂ نظر	۵۰۴
○ تیسرا نقطۂ نظر	۵۰۵
○ترجیح	۵۰۵
○عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کا اجتہاد	۵۰۶
○ پہلی رائے	۵۰۶
○دوسری رائے	۵۰۷
○ تیسری رائے	۵۰۷
○چوتھی رائے	۵۰۷
○ترجیح	۵۰۷
○رسول ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کا اجتہاد	۵۰۸
○اجتہاد کی شرطیں	۵۰۹
○ قرآن کا علم	۵۰۹
○حدیث کا علم	۵۱۰
○اجماعی احکام کا علم	۵۱۰
○ قیاس کے اُصول وطریق کا علم	۵۱۱
○عربی زبان کا علم	۵۱۱
○ بعض قابل لحاظ اُمور	۵۱۱
○مقاصدِ شریعت سے آگہی	۵۱۱
○زمانہ آگہی	۵۱۲
○ایمان وعدل	۵۱۳
○ شرائط اجتہاد کا خلاصہ	۵۱۳
○ جزوی اجتہاد	۵۱۳
○ جن مسائل میں اجتہاد کیا جاسکتا ہے	۵۱۴
○ کار اجتہاد	۵۱۵
○ تنقیح مناط	۵۱۵
○ تخریج مناط	۵۱۶
○ تحقیق مناط	۵۱۶
○ مجتہد کے دوسرے کام	۵۱۷
○ کیا کوئی عہد مجتہد سے خالی ہوسکتا ہے؟	۵۱۷
○اجتہاد جو باقی ہے!	۵۱۸
○ مجتہد فی المذہب	۵۱۹
○ مجتہد فی المسائل	۵۲۰
○شورائی اور اجتماعی اجتہاد	۵۲۱
○ مجتہدین سے خطا کا مسئلہ	۵۲۲
○اجتہادی غلطی کا حکم	۵۲۴
اجذم	۵۲۵
جذام — ایک عیب	۵۲۵
○ جذام کی بناپر فسخ نکاح	۵۲۵
اُجرت	۵۲۵
جو چیزیں اُجرت بن سکتی ہیں	۵۲۵
○ادائیگی میں عجلت	۵۲۵
اجل	۵۲۶
مدت سے مربوط بیع کی دو قسمیں	۵۲۶
○اجارہ میں	۵۲۶
○مضاربت میں	۵۲۶
○عاریت میں	۵۲۶
○مزارعت میں	۵۲۶
○نامرد شوہر	۵۲۷
○مہر مؤجل	۵۲۷

○ اجل کی دو قسمیں	۵۲۷
اجلاء (جلاوطن کرنا)	۵۲۷
زانی کی جلاوطنی	۵۲۷
اجماع (اُصولِ فقہ کی ایک اہم اصطلاح)	۵۲۸
لغوی معنی	۵۲۸
اصطلاحی تعریف	۵۲۸
○ اجماع کی حجیت	۵۲۹
○ اجماع دلیل قطعی ہے یا ظنی؟	۵۳۰
○ کیا ہر اجماعی حکم کا انکار کفر ہے؟	۵۳۰
○ کن لوگوں کا اجماع معتبر ہے؟	۵۳۱
اگر بعض مجتہدین مبتدع ہوں؟	۵۳۱
کیا صحابہ کا اجماع ہی معتبر ہے؟	۵۳۱
عہد صحابہ میں تابعین کا اختلاف	۵۳۱
امام مالک اور اہل مدینہ کا اجماع	۵۳۲
اہل تشیع اور اہل بیت کا اجماع	۵۳۲
○ کیا اکثریت کا نقطۂ نظر اجماع ہے؟	۵۳۳
○ کیا اجماع کے لئے کوئی تعداد متعین ہے؟	۵۳۳
○ کیا مجتہدین کے لئے ان کے عہد کا گذر جانا ضروری ہے؟	۵۳۳
○ اختلاف کے بعد اتفاق	۵۳۴
○ ایک رائے پر اتفاق کے بعد مخالف رائے پر اتفاق	۵۳۴
○ اجماع سکوتی	۵۳۵
○ اجماع سکوتی کے معتبر ہونے کے لئے شرطیں	۵۳۵
○ کیا پہلوں کے مقابلہ کسی نئی رائے کا اظہار اجماع کی خلاف ورزی ہے؟	۵۳۵
○ کیا اجماع کا تعلق صرف احکام سے ہے یا دلائل سے بھی؟	۵۳۶
○ نقل کے اعتبار سے اجماع کی قسمیں	۵۳۷
اجماع بنقل متواتر	۵۳۷
اجماع بنقل مشہور	۵۳۷
اجماع بنقل خبر واحد	۵۳۷
○ احتیاطی تعبیر	۵۳۷
○ سندِ اجماع	۵۳۸
○ اجماع موجودہ دور میں	۵۳۸
○ اجماعی اور اختلافی مسائل پر اہم کتابیں	۵۳۸
اجمال	۵۳۹
معنی اور حکم	۵۳۹
مجمل کی توضیح کے ذرائع	۵۳۹
اجیر (مزدور)	۵۴۰
○ مزدوروں کی اہمیت	۵۴۰
○ اُجرت کی مقدار	۵۴۰
○ اُجرت کی ادائیگی	۵۴۲
○ کاموں کی مقدار	۵۴۲
○ حسن سلوک	۵۴۲
○ منافع میں شرکت	۵۴۳
○ حقوق کا تحفظ	۵۴۳
○ نقصانات کی ذمہ داری	۵۴۳
○ بندھوا مزدور	۵۴۴
○ مزدوروں کی ذمہ داریاں	۵۴۴
○ ناجائز ملازمتیں	۵۴۵
○ عمر ملازمت کے درمیان سبکدوشی	۵۴۵
○ بچہ مزدوری	۵۴۶

○ ○ ○ ○

جلد دوم

پیش لفظ : حضرت مولانا محمد تقی عثمانی	۳۵
احتباء (اکڑوں بیٹھنا)	۳۷
بیٹھنے کی اس کیفیت کا حکم	۳۷
نماز میں احتباء	۳۷
○ اگر عذر ہو؟	۳۷
احتساب	۳۷
○ نہی عن المنکر کے تین شعبے	۳۷
○ محتسب کے اوصاف	۳۷
احتضار (قریب الموت ہونا)	۳۸
قریب الموت شخص کو کس طرح لٹایا جائے؟	۳۸
تلقین	۳۸
○ مستحب اعمال واحکام	۳۸
○ کلمات کفر، بحرانی کیفیت میں	۳۸
○ موت کے بعد کے فوری اعمال	۳۸
احتکار	۳۹
احتکار سے مراد	۳۹
کن چیزوں میں احتکار کی ممانعت ہے؟	۳۹
○ احتکار کی مذمت	۳۹
○ قانونی چارہ جوئی	۳۹
○ ضروری اشیاء کی فراہمی	۴۰
احتلام (بلوغ)	۴۰
لغوی واصطلاحی معنی	۴۰
○ علامات بلوغ	۴۰
○ خواب کی وجہ سے	۴۱
احتیاط	۴۱
تعریف	۴۱
○ حقوق اللہ میں	۴۱
○ کمتر عدد پر فیصلہ	۴۱
○ مواقع گناہ سے احتیاط	۴۱
○ افراط وتفریط	۴۲
احداد (سوگ)	۴۲
سوگ کی مدت	۴۲
○ احداد کن عورتوں کے لئے ہے؟	۴۲
○ احداد کے احکام	۴۳
احدب (کمر خمیدہ)	۴۳
نماز میں کمر خمیدہ شخص کا حکم	۴۳
کمر خمیدگی پیدا ہو جانے کا تاوان	۴۳
احراق (جلانا)	۴۳
○ جلانے کی ممانعت	۴۳
○ جلانے کی وجہ سے پاکی	۴۳
احرام	۴۴
لغوی واصطلاحی معنی	۴۴
○ احرام کے آداب	۴۴
○ احرام کی ممنوعات	۴۴
احصار	۴۴
لغوی واصطلاحی معنی	۴۴

○ احصار کی صورتیں	۴۴
○ محصَر کے احکام	۴۵
دم احصار کے علاوہ حج وعمرہ کی قضاء	۴۵
إحصان	۴۵
لغوی واصطلاحی معنی	۴۵
○ احصان رجم	۴۵
إحیاء موات (زمین کو قابل کاشت بنانا)	۴۶
اُفتادہ اراضی کا حکم	۴۶
أخ (بھائی)	۴۶
○ رضاعی بھائی	۴۶
○ نسبی بھائی	۴۷
○ نفقہ وحضانت	۴۷
○ وراثت کے احکام	۴۷
○ اخوت ہجرت	۴۷
إخبار (خبر دینا)	۴۸
خبر وانشاء کا فرق	۴۸
○ جھوٹی خبر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے	۴۸
○ تحریر اور ترسیل بھی خبر دینا ہے	۴۸
○ رؤیت ہلال کی خبر	۴۸
○ خبر وشہادت کا فرق	۴۹
○ مفقود الخبر کی موت کی اطلاع	۴۹
○ ثبوتِ نسب کا ایک مسئلہ	۴۹
○ مغربی ممالک کے گوشت کا حکم	۵۰
○ محدثین کی اصطلاح میں	۵۰
أخبثین (پیشاب وپائخانہ)	۵۱
طبعی تقاضا کے وقت نماز	۵۱
إختصاء (آختہ ہو جانا)	۵۱
اختصاء کی ممانعت	۵۱
○ تغییر خلق اور اس کا حکم	۵۱
○ جانوروں کا اختصاء	۵۱
○ نس بندی کا شرعی حکم	۵۲
○ قوتِ تولید کا ضیاع، قابل سرزنش جرم	۵۲
○ صلاحیتِ حمل کا ضائع کر دینا	۵۲
○ ایک مغالطہ اور اس کا جواب	۵۳
○ نس بندی کی واضح نظیر	۵۳
○ جنسی خواہش مقصود نہیں	۵۴
○ خلاصۂ بحث	۵۴
إختصار (نماز میں اختصار)	۵۴
اختصار سے مراد	۵۴
○ دیگر رائیں	۵۵
إختلاس (اُچک لینا)	۵۵
جیب کترے کا حکم	۵۵
إختلاف	۵۵
○ اختلاف بر ہان وزمان	۵۵
○ فقہی اختلاف	۵۵
○ اختلاف کے اسباب	۵۶
اختیار (پسند کرنا)	۵۷
اُصولِ افتاء میں	۵۷
○ فقہی اصطلاح میں	۵۷
○ تفویض طلاق کے لئے	۵۷
أخرس (گونگا)	۵۷
گونگے کے احکام	۵۷
نماز، نکاح وطلاق، قضاء وشہادت، قذف ولعان	۵۸

إخفاء (آہستہ پڑھنا) ۵۸
○ غیر جہری نمازیں ۵۸
○ آہستہ پڑھنے کی حد ۵۸
جانور پر بسم اللہ اور نکاح وطلاق ۵۸
آمین آہستہ کہے ۵۸
اداء (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۵۸
○ اداء کامل ۵۹
○ اداء قاصر ۵۹
○ اداء شبیہ بالقضاء ۵۹
○ احکام ۵۹
إدام (سالن) ۵۹
إدام سے مراد ۵۹
○ سالن نہ کھانے کی قسم ۶۰
○ آنحضور ﷺ کا سالن ۶۰
○ آپ ﷺ کا پسندیدہ سالن ۶۰
ادب ۶۰
لغوی واصطلاحی معنی ۶۰
○ ادب کا ثبوت ۶۱
ادب کا حکم ۶۱
○ ادب کا دوسرا وسیع مفہوم ۶۱
○ شعر وسخن ۶۱
ظرائف نبوی ۶۲
○ ادب قاضی ۶۲
ادیم (دباغت شدہ چمڑہ) ۶۲
دباغت کی وجہ سے چمڑے کی پاکی کا مسئلہ ۶۲
إذ ۶۳
○ إذ کے معانی ۶۳
إذا ۶۳
إذا کے معانی ۶۳
أذی ۶۴
أذان ۶۴
○ اذان کی ابتداء ۶۴
○ الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ ۶۵
○ کلمات اذان کی جامعیت اور اثر انگیزی ۶۵
○ کلمات اذان کی تعداد ۶۵
○ اذان کے آداب ۶۶
○ بعض تجویدی غلطیاں ۶۶
○ کلماتِ اذان میں تقدیم وتاخیر ۶۶
○ مسنون طریقہ ۶۶
○ اذان کن نمازوں میں ہے؟ ۶۷
○ اذان شعارِ دین ہے ۶۷
○ قبل از وقت اذان ۶۷
○ جن کی اذان مکروہ ہے ۶۷
○ جب از سرِ نو اذان دی جائے گی ۶۸
○ مؤذن کے اوصاف ۶۸
○ اذان کا جواب ۶۸
○ قبر پر اذان ۶۹
○ اذان میں انگوٹھے چومنا ۷۰
إذن ۷۰
○ اجازت برائے داخلہ ۷۰
○ إستیذان کا طریقہ ۷۱
○ إستیذان کی صورتیں ۷۱
○ پردہ کی رعایت ۷۲

○ اطلاع اپنے گھر میں بھی مستحب ہے	۷۲
○ عموی مقامات کے احکام	۷۲
○ ٹیلیفون کا حکم	۷۲
○ نکاح کی اجازت اور اس کا طریقہ	۷۳
اُذن (کان)	۷۳
○ کان کا دھونا اور مسح	۷۳
○ کان کو نقصان پہنچانے کی سزا	۷۳
اِرتثاث	۷۴
لغوی و اصطلاحی معنی	۷۴
مرتث شہید کا حکم	۷۴
اِرتداد	۷۴
لغوی و اصطلاحی معنی	۷۴
○ ارتداد کی سزا	۷۴
○ فقہی ثبوت	۷۴
○ ارتداد کا ثبوت	۷۵
○ مرتد کے احکام	۷۵
○ ارتداد کی سزا دار الاسلام میں	۷۶
اِرسال	۷۶
لغوی و اصطلاحی معنی	۷۶
حدیث مرسل کی تعریف	۷۶
○ صحابہ کی مراسیل	۷۷
○ اکابر تابعین کی مراسیل	۷۸
○ صغار تابعین کی مراسیل	۷۹
○ تبع تابعین کی مراسیل	۷۹
○ تبع تابعین کے بعد کی مُرسَل روایتیں	۸۰
○ مُرسَل کو قبول کرنے کی شرطیں	۸۰
○ احناف کے نقطۂ نظر کی توضیح	۸۱
○ قائلین کے دلائل	۸۲
○ ارسال کرنے والے کچھ اہم رواۃ اور ان کے بارے میں محدثین کا کلام	۸۳
○ مرسل احادیث پر کتابیں	۸۴
○ نماز میں ارسال	۸۴
اَرش (زخم کا تاوان)	۸۵
اَرملہ	۸۵
○ نکاح بیوگان کا مسئلہ	۸۵
اَرنَب (خرگوش)	۸۵
خرگوش کا حکم	۸۵
اِزار	۸۶
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار	۸۶
اِسباغ	۸۶
اسباغ سے مراد	۸۶
اِسبال	۸۶
○ لباس میں	۸۶
○ نماز میں	۸۷
اِستبراء	۸۷
استبراء کا حکم	۸۷
استبراء کی مدت	۸۷
استبراء واجب ہونے کے اسباب	۸۸
○ استنجاء میں	۸۸
○ استبراء سے طلاق	۸۸
استثناء	۸۸
○ استثناء تعطیل	۸۹

○ استثناء تحصیل	۸۹
○ استثناء کب معتبر ہوگا؟	۸۹
○ ایک اُصولی بحث	۸۹
○ بیع میں استثناء	۹۰
○ اقرار میں استثناء	۹۰
اِستجمار (استنجاء میں ڈھیلے کا استعمال)	۹۰
استحاضہ	۹۰
استحاضہ سے مراد	۹۰
○ استحاضہ سے متعلق احکام	۹۰
مستحاضہ کا خون کب تک حیض سمجھا جائے گا؟	۹۱
اِستحالہ (حقیقت کی تبدیلی)	۹۱
تبدیلی حقیقت کا حکم	۹۲
تبدیلی حقیقت سے مراد	۹۳
اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی تجویز	۹۴
اِستحسان (ایک اہم اُصولی اصطلاح)	۹۴
○ لغوی معنی	۹۴
اصطلاحی مراد	۹۵
اُصولِ فقہ میں	۹۵
○ اصطلاحات کا تاریخی سفر	۹۶
استحسان کا حکم	۹۶
○ حنفیہ	۹۶
○ مالکیہ	۹۶
○ حنابلہ	۹۷
امام شافعی اور استحسان	۹۷
○ تعبیر سے غلط فہمی	۹۸
○ استحسان کے معتبر ہونے کی دلیل	۹۹
○ استحسان اور مصالح مرسلہ میں فرق	۱۰۰
○ استحسان کی قسمیں	۱۰۰
○ کتاب اللہ سے استحسان	۱۰۰
○ حدیث سے استحسان	۱۰۰
○ آثارِ صحابہ سے استحسان	۱۰۱
○ استحسان بالاجماع	۱۰۱
○ استحسان بالتعامل	۱۰۱
○ استحسان بالقیاس الخفی	۱۰۲
○ استحسان بالضرورة	۱۰۲
○ ضرورت کا دائرہ	۱۰۳
○ کس استحسان کا حکم متعدی ہوتا ہے اور کس کا نہیں؟	۱۰۳
اِستحلاف (قسم کھلانا)	۱۰۵
○ مدعیٰ علیہ سے قسم کھلائی جائے گی	۱۰۵
○ جن اُمور میں قسم نہیں کھلائی جائے گی	۱۰۵
○ حلف لینے کے آداب	۱۰۵
استخارہ	۱۰۶
لغوی و اصطلاحی معنی	۱۰۶
○ استخارہ کن اُمور میں ہے؟	۱۰۶
○ دُعاء استخارہ	۱۰۶
○ کچھ اور احکام	۱۰۷
○ دُعاء پر اکتفاء	۱۰۷
استخارہ سے پہلے مشورہ	۱۰۷
استخلاف	۱۰۸
○ نماز میں استخلاف	۱۰۸
استدارہ	۱۰۸
فقہ کی اصطلاح میں	۱۰۸

مینارہ وسیع ہو تو موذن کیا کرے؟ ۱۰۸

اِستدبار (کسی چیز کو پشت کی جانب رکھنا) ۱۰۸

استنجاء کی حالت میں ۱۰۸

اِستدلال ۱۰۸

○ اُصولِ فقہ کی اصطلاح میں ۱۰۸

اِستسعاء (محنت کرانا) ۱۰۹

فقہ کی اصطلاح میں ۱۰۹

غلاموں سے متعلق خاص مسئلہ ۱۰۹

استسقاء ۱۰۹

پانی اللہ کی ایک بڑی نعمت ۱۰۹

استسقاء کے معنی ۱۱۰

نماز استسقاء کب پڑھی جائے؟ ۱۱۰

صرف دُعاء پر اکتفاء کرنا ۱۱۰

نماز استسقاء سے پہلے ۱۱۰

نماز کے لئے نکلنے کے آداب ۱۱۰

کون لوگ ساتھ ہوں؟ ۱۱۰

نماز کہاں پڑھی جائے؟ ۱۱۰

نماز استسقاء انفرادی طور پر ۱۱۰

نماز استسقاء کی رکعت اور سورتیں ۱۱۱

استسقاء میں خطبہ ۱۱۱

دُعاء اور اس کا طریقہ ۱۱۱

چادر پلٹنے کا حکم ۱۱۱

استسقاء کی دُعاء ۱۱۲

اِستصحاب ۱۱۲

لغوی معنی ۱۱۲

○ تعریف ۱۱۲

○ استصحاب کی صورتیں ۱۱۳

پہلی صورت ۱۱۳

دوسری صورت ۱۱۳

تیسری صورت ۱۱۳

چوتھی صورت ۱۱۳

پانچویں صورت ۱۱۳

○ کیا استصحاب حجت ہے؟ ۱۱۳

○ حجت ہونے کی دلیلیں ۱۱۴

○ استصحاب اجماع ۱۱۵

○ کچھ فقہی قواعد ۱۱۶

استطاعت ۱۱۶

○ دو صورتیں ۱۱۶

اِستعارہ (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۱۱۷

○ دو طرح کی مناسبت ۱۱۷

○ علت کی مثال ۱۱۷

○ سبب کی مثال ۱۱۷

اِستفاضہ (خبر کا مشہور ہو جانا) ۱۱۷

اِستفتاح ۱۱۸

○ ثناء ۱۱۸

○ کلمات توجیہ ۱۱۸

○ کیا کلمات توجیہ بھی پڑھنا مستحب ہے؟ ۱۱۹

○ چند ضروری مسائل ۱۱۹

ثناء کے آخر میں "وجل ثناؤک" ۱۲۰

ثناء کون پڑھے؟ ۱۲۰

استفتاء ۱۲۰

○ کس سے سوال کیا جائے؟ ۱۲۰

○ سوال کے آداب ۱۲۰
○ سوال نامہ اور تعبیر ۱۲۱
○ ناپسندیدہ اور بے مقصد سوالات ۱۲۱
اِستقبال (قبلہ رُخ ہونا) ۱۲۳
○ کیا استقبالِ قبلہ بت پرستی ہے؟ ۱۲۳
اِستلام ۱۲۳
○ لغوی معنی ۱۲۳
○ حجرِ اسود کا استلام اور چند ضروری احکام ۱۲۳
کتنی بار استلام کرے؟ ۱۲۳
استلام کا طریقہ ۱۲۴
اگر حجرِ اسود کا بوسہ لینے میں دوسروں کو تکلیف ہو؟ ۱۲۴
اگر طواف کے شروع اور آخر میں استلام کیا، درمیان میں نہیں؟ ۱۲۴
حالتِ احرام میں حجرِ اسود کو چھونا یا بوسہ دینا ۱۲۴
رکن یمانی کا استلام ۱۲۴
○ کیا حجرِ اسود کا بوسہ لینا سنگ پرستی ہے؟ ۱۲۴
اِستمناء (جلق) ۱۲۵
○ جلق کا حکم ۱۲۵
اِستناد ۱۲۵
○ اُصولِ فقہ کی اصطلاح میں ۱۲۶
اِستنجاء ۱۲۶
○ استنجاء کا حکم ۱۲۶
○ استنجاء کے ارکان ۱۲۶
○ استنجاء کرنے والے سے متعلق احکام ۱۲۷
○ کن چیزوں سے استنجاء کیا جائے؟ ۱۲۷
○ اگر بے ستری کا اندیشہ ہو؟ ۱۲۸
○ خارج ہونے والی اور باہر لگنے والی نجاست ۱۲۸
○ استنجاء کی کیفیت ۱۲۸
○ مستحبات و آداب ۱۲۸
○ حالتِ استنجاء میں قبلہ کا سامنا یا پیچھا ۱۲۹
○ جہاں استنجاء کرنا مکروہ ہے ۱۲۹
حالتِ استنجاء ۱۲۹
○ ذکر و دُعاء ۱۳۰
○ جانے اور نکلنے کے آداب ۱۳۰
○ فراغت کے بعد ۱۳۰
اِستہلال (نومولود کا رونا) ۱۳۰
○ نومولود کی موت ۱۳۰
اِستیعاب ۱۳۱
وضوء میں سر کے مسح کا حکم ۱۳۱
اِستیلاد (اُم ولد ہونا) ۱۳۱
اُم ولد باندی کا حکم ۱۳۱
○ غلامی کے سدباب کی حکیمانہ تدبیر ۱۳۱
اِستیلاء ۱۳۱
○ کفار کا غلبہ ۱۳۱
اَسد (شیر) ۱۳۲
شیر سے متعلق احکام ۱۳۲
اِسراف (فضول خرچی) ۱۳۲
○ کھانے میں اسراف ۱۳۳
○ دینی اُمور میں اسراف ۱۳۳
اِسفار (صبح کا روشن ہو جانا) ۱۳۳
نمازِ فجر کا افضل وقت ۱۳۳
اِسقاطِ حمل ۱۳۴
○ روح پیدا ہونے کے بعد ۱۳۴
○ روح سے پہلے ۱۳۵
○ جنین کا حکم ۱۳۵
○ دو حیثیتیں ۱۳۵

○ اسقاطِ حمل کا تاوان	۱۳۶
○ ایک شبہ کا ازالہ	۱۳۷
○ قاضی خاں کا استدلال	۱۳۸
اسلام	۱۳۸
اسلام اور ایمان	۱۳۸
اسم (نام)	۱۳۹
○ ناموں کا انتخاب	۱۴۰
کنیت	۱۴۰
نام کب رکھا جائے؟	۱۴۰
اِسناد	۱۴۰
○ سند حدیث کی اہمیت	۱۴۱
○ اسلام کا اعجاز	۱۴۱
اَسودین (سانپ، بچھو)	۱۴۱
○ نماز میں سانپ مارنے کا حکم	۱۴۱
○ سانپ، بچھو کے شرعی احکام	۱۴۱
○ سانپ، بچھو کے لئے جھاڑ پھونک کا جواز	۱۴۲
اَسیر (قیدی)	۱۴۲
خواتین اور بچے	۱۴۳
مشرکین عرب کے مرد	۱۴۳
اہل کتاب و غیر عرب مشرکین	۱۴۳
قیدیوں کا تبادلہ	۱۴۳
اشارہ	۱۴۳
اشارہ اور تسمیہ	۱۴۳
اشارۃ النص (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح)	۱۴۴
تعریف و مثال	۱۴۴
○ حکم	۱۴۴
اِشتمال (کپڑے پہننے کی ایک خاص صورت)	۱۴۵
اَشربہ (نشہ آور مشروبات)	۱۴۵
○ ۱۔خمر	۱۴۵
○ خمر کے احکام	۱۴۵
○ ۲۔مُنَصَّف و باذق	۱۴۶
○ ۳۔سکر	۱۴۶
○ ۴۔نقیع زبیب	۱۴۶
○ حکم	۱۴۶
○ حلال مشروبات	۱۴۷
اِشعار (حج کے جانور کے ساتھ کیا جانے والا ایک خاص عمل)	۱۴۷
○ حدیث سے اشعار کا ثبوت	۱۴۸
○ امام ابوحنیفہؒ کا نقطۂ نظر	۱۴۸
اِشہاد (گواہ بنانا)	۱۴۸
○ حق شفعہ میں اشہاد	۱۴۸
اَشہرِ حرم (حرام مہینے)	۱۴۹
○ اسلام سے پہلے	۱۴۹
○ نسخ یا استثناء	۱۴۹
اَشْہُرِ حج (حج کے مہینے)	۱۴۹
○ فقہاء کی رائیں	۱۵۰
○ عمرہ کا حکم	۱۵۰
اِصبع (انگلی)	۱۵۰
لغت میں	۱۵۰
تسبیح اور حساب کے لئے	۱۵۰
انگلی کی دیت	۱۵۰
اِصفرار (آفتاب کا زرد پڑ جانا)	۱۵۱
نماز کے لئے مکروہ وقت	۱۵۱
اصفرار شمس سے مراد	۱۵۱

اصل	۱۵۱
لغوی واصطلاحی معنی	۱۵۱
قیاس وقضاء میں	۱۵۱
اَصَم (قوت سماعت سے محروم)	۱۵۱
بہرہ اور سجدۂ تلاوت	۱۵۱
بہرے گواہ اور نکاح	۱۵۱
اُصولِ دین	۱۵۲
اُصولِ شرع	۱۵۲
احکام شرعیہ کے مستقل اور ضمنی ماٰخذ	۱۵۲
اُصولِ فقہ	۱۵۲
اصطلاحی تعریف	۱۵۲
اُضحیہ (قربانی)	۱۵۲
اسلام سے پہلے	۱۵۳
○ قربانی کا ثبوت	۱۵۳
ابراہیم واسماعیل کی یادگار	۱۵۴
○ حکم	۱۵۴
○ شرطیں	۱۵۵
○ جانور اور ان کی عمریں	۱۵۵
○ جو عیوب قربانی میں مانع ہیں	۱۵۶
○ جو عیوب قربانی میں مانع نہیں ہیں	۱۵۶
○ ایام واوقات	۱۵۷
○ شرکت کے ساتھ قربانی	۱۵۸
○ گوشت اور چرم کے مصارف	۱۵۸
○ قربانی کی قضاء	۱۵۸
○ چند آداب واحکام	۱۵۹
اضطباع (حج کا ایک خاص عمل)	۱۶۰
اضطباع کی کیفیت	۱۶۰
○ حج میں اضطباع کی حکمت	۱۶۰
اِضطجاع (لیٹنا)	۱۶۰
○ سونے کا مسنون طریقہ	۱۶۰
○ ناپسندیدہ طریقہ	۱۶۱
○ سونا ناقض وضو ہے	۱۶۱
○ سجدہ میں اضطجاع	۱۶۱
○ لیٹ کر نماز پڑھنا	۱۶۱
اِضطراب (حدیث کی ایک خاص اصطلاح)	۱۶۱
○ متن کا اضطراب	۱۶۱
○ معنی کا اضطراب	۱۶۲
○ سند کا اضطراب	۱۶۲
○ ایک دلچسپ مثال	۱۶۲
حدیث مضطرب کا حکم	۱۶۳
اَطْرَش (گراں گوش)	۱۶۳
کیا گراں گوش قاضی بن سکتا ہے؟	۱۶۳
اِطلاق (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح)	۱۶۳
قرآن مجید کے مطلق کا حکم	۱۶۳
○ اگر ایک جگہ حکم مطلق ہو اور دوسری جگہ مقید؟	۱۶۳
○ اطلاق اور طلاق	۱۶۴
أظفار (ایک طرح کی خوشبو)	۱۶۴
اعادہ	۱۶۴
قضاء اور اعادہ کا فرق	۱۶۴
اعانت	۱۶۴
نیکی میں تعاون	۱۶۴
معصیت میں تعاون	۱۶۵
○ تعاون کے مختلف درجات	۱۶۵
○ غیر مقصود تعاون	۱۶۶

○ غیر مسلموں کو مکان دینا ۱۶۷
○ ناجائز تعاون کی تین صورتیں ۱۶۷
ایسے کام میں تعاون جس کا مقصود ہی معصیت ہو ۱۶۷
معلوم ہو کہ معصیت کے لئے استعمال ہوگا ۱۶۸
معصیت کی نیت سے تعاون ۱۶۸
إعتاق (آزاد کرنا) ۱۶۹
حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ۱۶۹
اعتراض (ایک جنسی بیماری) ۱۶۹
اعتراض کی بناء پر فسخ نکاح ۱۶۹
مناظرہ کی اصطلاح میں ۱۷۰
اعتکاف ۱۷۰
لغوی و اصطلاحی معنی ۱۷۰
اعتکاف کا ثبوت ۱۷۰
اعتکاف کی حکمت ۱۷۰
○ اعتکاف کی قسمیں ۱۷۱
○ اعتکاف واجب ۱۷۱
○ اعتکاف مسنون ۱۷۱
○ اعتکاف نفل ۱۷۲
○ اعتکاف کی شرطیں ۱۷۲
○ اعتکاف کی بہتر جگہ ۱۷۲
○ عورتوں کا اعتکاف ۱۷۲
○ اعتکاف کے مستحبات ۱۷۳
○ مفسداتِ اعتکاف ۱۷۳
○ مسجد سے باہر نکلنا ۱۷۳
طبعی و شرعی ضرورتیں ۱۷۳
○ اعتکاف کی قضاء ۱۷۴
أعرج (لنگڑا) ۱۷۴
لنگڑے کی امامت ۱۷۴
لنگڑے جانور کی قربانی ۱۷۴
إعسار (تنگ حال ہونا) ۱۷۴
○ جن کا نفقہ بہر حال واجب ہوتا ہے ۱۷۴
○ نفقہ زوجیت میں کس کے حالات کی رعایت ہوگی؟ ۱۷۴
○ ادائیگی سے قاصر ہونے کے سبب فسخ نکاح ۱۷۵
○ قائلین اور ان کا مسلک ۱۷۵
أعمیٰ (نابینا) ۱۷۶
○ نابینا کے خصوصی احکام ۱۷۶
○ نابینا جانور کے احکام ۱۷۷
إغارہ (شب خوں مارنا) ۱۷۷
○ حدیث سے شب خوں کا ثبوت ۱۷۷
إغلاق ۱۷۷
اغلاق سے مراد ۱۷۷
○ اغلاق کے معنی میں محدثین کا اختلاف ۱۷۸
إغلال (دھوکہ دینا) ۱۷۸
مالِ غنیمت کی چوری اور اس کا حکم ۱۷۸
إغماء (بے ہوش ہو جانا) ۱۷۸
○ وضوء و نماز پر بے ہوشی کا اثر ۱۷۸
○ بے ہوشی کی حالت میں طلاق اور کفریہ کلمات ۱۷۹
○ حج کے درمیان بے ہوشی ۱۷۹
○ روزہ اور اعتکاف میں بے ہوشی ۱۷۹
إفاضہ (عرفات سے مزدلفہ جانا) ۱۸۰
○ افاضہ کے آداب ۱۸۰
إفاقہ ۱۸۰
إفتاء ۱۸۰
لغوی معنی ۱۸۰

اصطلاحی تعریف ۱۸۱

○ افتاء وقضاء ۱۸۲

پہلا فرق ۱۸۲

دوسرا فرق ۱۸۲

تیسرا فرق ۱۸۳

چوتھا فرق ۱۸۳

پانچواں فرق ۱۸۳

○ افتاء واجتہاد ۱۸۳

○ فتاویٰ کے نام سے مطبوعہ کتابیں ۱۸۴

○ منصب افتاء کی اہمیت اور کار افتاء کی نزاکت ۱۸۴

○ فتویٰ، عہد نبوی میں ۱۸۵

○ عہد صحابہ میں ۱۸۷

○ تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں ۱۸۸

○ عہد زریں ۱۸۸

○ موجودہ دور میں کار افتاء ۱۸۸

○ ۱-تخریج ۱۸۸

○ ۲-ترجیح ۱۸۹

○ ۳-نقل فتویٰ ۱۸۹

○ فتویٰ-شرعی احکام ۱۸۹

جب فتویٰ دینا فرض عین ہے ۱۹۰

جب فتویٰ دینا فرض کفایہ ہے ۱۹۰

ممکن الوقوع مسائل پر فتویٰ ۱۹۰

○ اُصول افتاء پر کتابیں ۱۹۰

افضاء (ایک نسوانی بیماری) ۱۹۱

افضاء کی بناء پر فسخ نکاح ۱۹۱

افطار ۱۹۱

○ افطار میں عجلت ۱۹۲

○ مستحب افطار اور اس کی دُعاء ۱۹۲

جن اعذار کی بناء پر روزہ توڑنا جائز ہے ۱۹۲

اِقالہ ۱۹۳

لغوی واصطلاحی معنی ۱۹۳

○ اقالہ کی شرطیں ۱۹۳

○ اقالہ کی حیثیت ۱۹۴

اقامت ۱۹۴

اقامت کی ابتداء ۱۹۴

○ اقامت کن نمازوں میں ہے؟ ۱۹۴

○ جو باتیں اقامت میں مکروہ ہیں ۱۹۴

○ اقامت کے بعض احکام ۱۹۵

○ اقامت کا زیادہ مستحق ۱۹۵

○ مقتدی کب کھڑے ہوں؟ ۱۹۵

اقرار ۱۹۶

تعریف ۱۹۶

○ اقرار کب معتبر ہوگا؟ ۱۹۷

○ اقرار کا اعتبار ۱۹۷

○ اقرار سے استثناء ۱۹۷

○ مرض موت میں اقرار ۱۹۷

○ قرابت کا اقرار ۱۹۸

○ طلاق کا اقرار ۱۹۸

اَقطاع (جاگیریں) ۱۹۸

اقطاع سے مراد ۱۹۸

○ اقطاع تملیک ۱۹۸

اقسام واحکام ۱۹۸

○ اقطاع استغلال ۱۹۹

○ اقطاع ارفاق ۱۹۹

اِقعاء (ایک مخصوص بیٹھک)	۱۹۹
قعدہ کی بیٹھک	۱۹۹
اِکتحال (سرمہ لگانا)	۱۹۹
معمول نبوی ﷺ	۲۰۰
○ روزہ اور عدت میں سرمہ لگانا	۲۰۰
○ سرمہ لگانے کی سنت	۲۰۰
اِکتراء (کرایہ پر لینا)	۲۰۰
○ سواری کے کرایہ کے احکام	۲۰۰
○ ریلوے وغیرہ کا بے ٹکٹ سفر	۲۰۱
○ قانون سے زیادہ مال	۲۰۱
○ ریلوے کو نقصان	۲۰۱
○ قانون کی خلاف ورزی پر سزا	۲۰۱
○ بے ٹکٹ مسافروں سے سابقہ کرایہ کی وصولی	۲۰۱
○ ریلوے حادثات میں مسافرین کو ہرجانہ	۲۰۲
○ ریلوے ٹکٹ کا موجودہ نظام	۲۰۲
○ مکان کے کرایہ کے احکام	۲۰۲
اِکراہ	۲۰۲
○ اکراہ تام	۲۰۲
○ اکراہ ناقص	۲۰۳
○ اکراہ کی شرطیں	۲۰۳
○ احکام کے اعتبار سے اکراہ کی صورتیں	۲۰۳
پہلی صورت	۲۰۳
دوسری صورت	۲۰۳
تیسری صورت	۲۰۳
چوتھی صورت	۲۰۴
○ قولی تصرفات کے احکام	۲۰۴
○ بیس چیزیں جن میں اکراہ اور اختیار برابر ہے	۲۰۴
○ حالت اکراہ کی طلاق	۲۰۵
○ حنفیہ کے دلائل	۲۰۶
○ ان دلائل پر ایک نظر	۲۰۶
○ صفوان بن عمرو کی روایت	۲۰۷
○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر	۲۰۷
○ طلاق میں ارادہ کی حیثیت	۲۰۸
○ جمہور کے دلائل	۲۰۸
○ دین میں اکراہ	۲۰۹
○ ایک مغالطہ	۲۱۰
اِکسال (صحبت کے درمیان انزال نہ ہونا)	۲۱۱
مُوجب غسل ہے یا نہیں؟	۲۱۱
اَکل (کھانا)	۲۱۲
○ کھانے کا اطلاق	۲۱۲
○ روزہ میں انجکشن	۲۱۲
○ نہ کھانے کی قسم	۲۱۲
○ کھانا اور اس کی مقدار	۲۱۲
○ سنتیں اور آداب	۲۱۳
اِلتفات	۲۱۴
نماز میں التفات کے تین درجات اور ان کے احکام	۲۱۴
اَمارت (علامت)	۲۱۴
علامت اور اَمارت میں فرق	۲۱۴
اِمارت	۲۱۴
○ اِمارت ایک شرعی فریضہ	۲۱۵
○ دارالکفر میں شرعی اِمارت	۲۱۵
○ کتاب وسنت کی شہادت	۲۱۵
○ فقہاء کی رائے	۲۱۶
○ ماضی بعید کی نظیریں	۲۱۶

○ شاہ عبدالعزیز صاحب کا فتویٰ ۲۱۷
○ برطانوی ہند میں امارت شرعیہ ۲۱۷
○ اسلامی ریاست اور جمہوریت ۲۱۷
امام و امامت ۲۱۸
لغوی و اصطلاحی معنی ۲۱۸
○ منصب امامت کی اہمیت ۲۱۸
○ جو لوگ امام بن سکتے ہیں ۲۱۸
○ بعض اہم فقہی اختلافات ۲۱۹
○ جن کی امامت مکروہ ہے ۲۱۹
○ عورت کی امامت ۲۱۹
○ تراویح میں نابالغوں کی امامت ۲۲۰
○ ناپسندیدگی کے باوجود امامت ۲۲۰
○ امامت کا زیادہ حقدار ۲۲۰
○ ٹیپ ریکارڈ اور ٹی وی کے ذریعہ امامت ۲۲۱
○ خلاف مسلک امام کی اقتداء ۲۲۱
امان ۲۲۲
○ امان کی مصلحت ۲۲۲
○ اسلام کی فراخدلی ۲۲۳
○ مسلمانوں کی دارالحرب میں آمد ۲۲۳
○ کافروں کا دارالاسلام میں داخلہ ۲۲۳
○ حق شہریت ۲۲۴
امانت ۲۲۴
فقہ کی اصطلاح میں ۲۲۴
امانت اور ودیعت کا فرق ۲۲۴
○ امانت کا حکم ۲۲۴
○ مال امانت کی حفاظت ۲۲۴
○ مال امانت کی واپسی ۲۲۵
○ مضاربت میں امانت کا حکم ۲۲۵
○ شرکت میں امانت کا حکم ۲۲۵
○ وکیل بہ حیثیت امین ۲۲۵
○ مال لقطہ کا امین ۲۲۶
○ کرایہ کا سامان ۲۲۶
○ کاریگر کو حوالہ کیا ہوا سامان ۲۲۶
○ عاریت کا سامان ۲۲۶
امر ۲۲۶
○ قابل توجہ بحثیں ۲۲۷
○ امر کے صیغے ۲۲۷
○ استعمالی معانی ۲۲۷
○ امر کا معنی حقیقی ۲۲۸
○ کیا امر تکرار کا متقاضی ہے؟ ۲۳۰
○ کیا امر فی الفور عمل کا تقاضا کرتا ہے؟ ۲۳۰
○ کیا امر مامور کی ضد کی ممانعت ہے؟ ۲۳۱
امر بالمعروف ۲۳۱
معروف سے مراد ۲۳۱
○ امر بالمعروف کا حکم ۲۳۱
○ شعبۂ احتساب ۲۳۲
اِمساک بالمعروف ۲۳۲
اِملاجہ (دودھ پلانا) ۲۳۲
اَملاکِ مرسلہ ۲۳۳
○ قاضی کا فیصلہ باطنا بھی نافذ ہوگا ۲۳۳
○ املاک مرسلہ کا خصوصی حکم ۲۳۳
اُمّ (ماں) ۲۳۳
○ ماں کے حقوق کی اہمیت ۲۳۳

○ مشترک احکام	۲۳۴
○ حقیقی ماں کے خصوصی احکام	۲۳۴
حق حضانت	۲۳۴
○ ماں کا نفقہ	۲۳۵
○ ماں کا موروثی حق	۲۳۵
○ سوتیلی ماں کے بعض احکام	۲۳۵
اُمّی	۲۳۵
اُمی سے مراد	۲۳۵
○ مصحف دیکھ کر نماز میں قراءت	۲۳۵
○ اُمی کی نماز کا طریقہ	۲۳۶
○ اُمی کی امامت	۲۳۶
○ طلب علم کی ضروری مقدار	۲۳۶
امیر	۲۳۶
امیر سے مراد	۲۳۶
○ امیر المؤمنین کا لقب	۲۳۷
○ امیر کے اوصاف	۲۳۷
○ امیر کے قریشی ہونے کا مسئلہ	۲۳۷
○ امیر کا انتخاب	۲۳۹
پہلا طریقہ	۲۳۹
دوسرا طریقہ	۲۳۹
تیسری صورت	۲۳۹
چوتھی صورت	۲۳۹
○ قہری امارت	۲۴۰
○ موجودہ دور میں انتخاب امیر کی صورت	۲۴۰
○ ووٹ کی شرعی حیثیت	۲۴۰
○ امیر المومنین کے حقوق	۲۴۰
○ امیر المومنین کے فرائض	۲۴۱
○ امیر المومنین کی معزولی	۲۴۲
○ اہل تشیع کا مسلک	۲۴۲
امین	۲۴۳
انسان	۲۴۳
قرآن میں انسان کے بنیادی حقوق	۲۴۳
○ حیاتِ انسانی کے مختلف ادوار — فقہی نقطۂ نظر سے	۲۴۴
پہلا دور	۲۴۴
دوسرا دور	۲۴۴
تیسرا دور	۲۴۴
چوتھا دور	۲۴۵
اِنشاء	۲۴۵
اصطلاح میں	۲۴۵
○ انشاء کے لئے صیغہ	۲۴۵
اَنصار	۲۴۶
اَنعام	۲۴۶
اِنفاق	۲۴۶
انفاق کی مختلف صورتیں	۲۴۶
اِنقلاب	۲۴۷
○ حقیقت بدل جائے تو حکم بدل جاتا ہے	۲۴۷
○ اُصولِ فقہ کی اصطلاح میں	۲۴۷
فقہ کی اصطلاح میں	۲۴۷
انکار	۲۴۷
منکر سے قسم کا مطالبہ	۲۴۷
اِنہار (خون بہانا)	۲۴۷
مردار اور ذبیحہ کا فرق	۲۴۷
اَوساطِ مفصل	۲۴۸

اولوالامر ۲۴۸
اولوالامر سے مراد ۲۴۸
اولوالامر کی اطاعت ۲۴۸
خدا ورسول واولوالامر کی اطاعت میں فرق ۲۴۸
اہاب (کچا چمڑا) ۲۴۹
○ تطہیر کی دو صورتیں ۲۴۹
ذبح ۲۴۹
دباغت ۲۴۹
اہل ۲۴۹
اہل بیت ۲۴۹
اہل بیت کی فضیلت ۲۵۰
اہل ذمہ ۲۵۰
ذمہ کے معنی ۲۵۰
○ معاہدین ۲۵۰
○ مفتوحین ۲۵۰
○ فوجداری قوانین ۲۵۱
○ مالی قوانین ۲۵۱
○ معاشرتی قوانین ۲۵۱
○ مذہبی آزادی ۲۵۱
○ عبادت گاہوں کی تعمیر ۲۵۲
○ مال واسباب کا تحفظ ۲۵۲
○ تہذیب کا تحفظ ۲۵۲
○ جزیہ ۲۵۳
○ نقض معاہدہ ۲۵۳
○ عہد ذمہ کا قصاص اور دیت ۲۵۳
○ اہل ذمہ کے حقوق، ایک نظر میں ۲۵۴
اہل کتاب ۲۵۵
اہل کتاب سے مراد ۲۵۵
○ عصر حاضر کے اہل کتاب ۲۵۵
○ نکاح کی اجازت ۲۵۵
موجودہ دور میں کتابی عورتوں سے نکاح ۲۵۵
○ اہل کتاب کا ذبیحہ ۲۵۶
○ اہل کتاب کو سلام ۲۵۶
○ قادیانیوں کا حکم ۲۵۶
اہل ہویٰ ۲۵۸
اہل ہویٰ سے مراد ۲۵۸
○ اقتداء میں کراہت ۲۵۸
اہلال ۲۵۹
اہلیت ۲۵۹
اہلیت سے مراد ۲۵۹
○ عوارض اہلیت ۲۵۹
ایاس (مایوس ہونا) ۲۵۹
○ ایاس کی عمر ۲۶۰
ایام عشرہ ذی الحجہ ۲۶۰
عشرہ ذی الحجہ کا روزہ ۲۶۰
ایام بیض ۲۶۰
ایام بیض میں روزے ۲۶۰
ایام تشریق ۲۶۱
ایام تشریق میں تکبیر تشریق ۲۶۱
ایام تشریق میں روزہ ۲۶۱
ایام نحر ۲۶۱
○ قربانی کے دن ۲۶۱

ایام نحر میں روزہ	۲۶۱
ایتار (کسی کام کو طاق عدد میں کرنا)	۲۶۱
○ استنجاء میں ایتار	۲۶۲
○ طاق عدد کی اہمیت	۲۶۲
ایجاب	۲۶۲
ایصالِ ثواب	۲۶۲
معتزلہ کا نقطۂ نظر	۲۶۳
اہل سنت والجماعت کا نقطۂ نظر	۲۶۳
مالی عبادات کے ذریعہ	۲۶۳
حج کے ذریعہ	۲۶۴
خالص بدنی عبادات کے ذریعہ	۲۶۴
ایصالِ ثواب پر حدیثیں	۲۶۵
لیس للانسان الا ماسعی سے مراد	۲۶۵
ایصالِ ثواب کی بعض قبیح صورتیں	۲۶۶
دعوت کا اہتمام	۲۶۷
قبر پر قاری کو بٹھانا	۲۶۷
اجرت لے کر ایصالِ ثواب	۲۶۷
ایلاء	۲۶۷
لغوی معنی	۲۶۷
○ اصطلاح فقہ میں	۲۶۷
○ شرطیں	۲۶۷
○ ایلاء موقت ومؤبد	۲۶۸
○ ایام جاہلیت میں	۲۶۸
○ اسلام میں	۲۶۸
○ قسم کے بغیر مباشرت نہ کرنے کا عزم	۲۶۹
○ ائمہ اربعہ کا نقطۂ نظر	۲۶۹
○ فقہ مالکی کی تفصیلات	۲۷۱
اَیِّم (مطلقہ و بیوہ)	۲۷۱
نکاح کی اہمیت	۲۷۱
ایمان	۲۷۲
لغوی معنی	۲۷۲
○ ایمان کی حقیقت	۲۷۲
○ بسیط ہے یا مرکب؟	۲۷۲
تصدیق سے مراد	۲۷۲
اعمال کے جزء ایمان نہ ہونے کی دلیلیں	۲۷۳
○ ایمان میں کمی وزیادتی	۲۷۳
○ ایمان واسلام	۲۷۴
ایماء (اشارہ کرنا)	۲۷۴
○ اشارہ سے نماز	۲۷۴
○ برہنہ تن کی نماز	۲۷۵
○ اشارہ سے نماز پڑھنے والے کی امامت	۲۷۵
ب	۲۷۶
بمعنی اتصال	۲۷۶
بمعنی استعانت	۲۷۶
بمعنی سبب	۲۷۶
بمعنی علیٰ	۲۷۶
زائد	۲۷۶
بمعنی بعض اور اس میں فقہاء کے اختلافات	۲۷۶
امام شافعی کا نقطۂ نظر	۲۷۷
بات	۲۷۸
طلاق بائن کے معنی	۲۷۸
بادیہ (صحرا)	۲۷۸
دیہات وصحرا میں نماز جمعہ وعیدین	۲۷۸
باذق (ایک خاص شراب)	۲۷۸

بازل (آٹھ سالہ اونٹ یا اونٹنی) ۲۷۸
بازی (باز-پرندہ) ۲۷۸
باز پرندہ کا حکم ۲۷۸
باضعہ (زخم کی ایک خاص صورت) ۲۷۸
اس زخم کا قصاص اور دیت ۲۷۸
باطل ۲۷۸
○ باطل و فاسد کا فرق ۲۷۹
باطل طریقہ پر کھانا ۲۷۹
باطنیہ ۲۷۹
فرقۂ باطنیہ کے عقائد اور ان کا حکم ۲۸۰
باغی ۲۸۰
مختلف صورتیں ۲۸۰
○ باغیوں سے کب جنگ کی جائے؟ ۲۸۰
○ جنگ میں نرم رویہ ۲۸۱
○ باغیوں کے تصرفات ۲۸۱
○ مفسدین کے خصوصی احکام ۲۸۱
باکرہ (کنواری لڑکی) ۲۸۱
غیر شوہر دیدہ باکرہ کے حکم میں ہے ۲۸۲
زانیہ کا حکم ۲۸۲
○ نکاح کی اجازت ۲۸۲
رونا، ہنسنا اور سکوت رضامندی کی علامت ہے ۲۸۲
○ باری کی تقسیم ۲۸۲
○ زنا کی سزا ۲۸۲
بالغ ۲۸۳
بالوعہ (گندہ کنواں) ۲۸۳
گندے کوئیں کے احکام ۲۸۳
گندے کنویں سے کتنے فاصلہ پر کنواں کھودا جائے ۲۸۳
بائن (طلاق کی ایک خاص صورت) ۲۸۳
○ طلاق بائن صغریٰ ۲۸۳
بائن ہونے کی سات صورتیں ۲۸۳
○ طلاق بائن کبریٰ ۲۸۴
○ طلاق بائن کا حکم ۲۸۴
بَبغاء (طوطا) ۲۸۵
طوطے کی تلاوت پر سجدہ؟ ۲۸۵
بِتع (شہد کی نبیذ) ۲۸۵
بَتلہ ۲۸۶
○ لفظ بتلہ سے طلاق ۲۸۶
بَتّہ ۲۸۶
لفظ بتہ سے طلاق ۲۸۶
بُجر (ناف کے نیچے ورم آجانا) ۲۸۶
غلام اور باندی میں عیب ۲۸۶
بَحِیرہ ۲۸۷
بَحِیرہ سے مراد ۲۸۷
○ غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور ۲۸۷
بحر (سمندر) ۲۸۸
○ سمندر کا پانی ۲۸۸
○ بحری جانوروں کے بارے میں فقہاء کی رائیں ۲۸۸
○ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک اور دلیل ۲۸۹
○ سمک طافی کا حکم ۲۸۹
○ بحری سفر میں نماز ۲۸۹
○ سمندری سفر میں تدفین ۲۹۰
○ سمندری سفر کی دُعاء ۲۹۰
بَخر (منہ اور شرمگاہ کی بدبو) ۲۹۰

○ اگر بیوی میں یہ مرض ہو؟	۲۹۰
بَخقاء (نابینا جانور)	۲۹۱
نابینا جانور کی بیع اور قربانی	۲۹۱
بدعت	۲۹۱
○ لغوی معنی	۲۹۱
○ اصطلاحی تعریف	۲۹۱
○ کوئی بدعت حسنہ نہیں ہے	۲۹۲
○ بدعت — حدیث رسول کی روشنی میں	۲۹۴
○ بدعت اور سلف وصوفیاء کے اقوال	۲۹۵
○ مرتکب بدعت، فقہا کی نظر میں	۲۹۷
○ علامات	۲۹۸
○ انفرادی عبادت اجتماعی طور پر ادا کی جائے؟	۲۹۹
○ اذکار سری کو جہری پڑھنا	۲۹۹
○ وقت کا تعین	۲۹۹
○ خاص ہیئت وکیفیت کی تعیین	۲۹۹
○ اضافہ وکمی کا ابہام	۳۰۰
○ مستحبات کو واجب کا درجہ دینا	۳۰۰
○ موقع ومحل کی عدم رعایت	۳۰۱
○ غیر مسلموں سے تشبہ	۳۰۱
بدعی طلاق	۳۰۱
○ طلاق بدعی کا حکم	۳۰۱
طلاق دینے کا صحیح طریقہ	۳۰۱
○ بدعی باعتبار وقت	۳۰۲
○ حالت حیض میں طلاق کا حکم	۳۰۲
○ غیر مدخولہ بیوی کو حیض میں طلاق	۳۰۳
○ بدعی بہ لحاظ عدد	۳۰۳
کیا طلاق بائن طلاق بدعی ہے؟	۳۰۳
بدل خلو (پگڑی)	۳۰۳
○ پگڑی کی مختلف مروجہ صورتیں	۳۰۴
○ زرضمانت	۳۰۴
مالک مکان کا ابتداء معاملہ میں پگڑی لینا	۳۰۵
○ حق ملکیت اور حق قبضہ	۳۰۶
○ حقوق کی خرید وفروخت	۳۰۶
○ زیر بحث مسئلہ میں فقہاء کے ارشادات	۳۰۷
مانعین کے دلائل اور ان کا جائزہ	۳۱۰
○ دوسری اور تیسری صورتوں کا حکم	۳۱۱
○ چوتھی صورت	۳۱۱
بَدَنہ (اونٹ)	۳۱۱
بُدوِ صلاح (پھل کی تیاری)	۳۱۲
بدو صلاح سے مراد	۳۱۲
براءت (ایک خاص دستاویز)	۳۱۲
بَراء (صحت یابی)	۳۱۳
مریض کی درمیان نماز صحت یابی	۳۱۳
براز (پاخانہ)	۳۱۳
○ فقہی احکام	۳۱۳
پاخانہ ناپاک ہے	۳۱۳
استنجاء کب واجب ہے؟	۳۱۳
پاخانہ کی راکھ کا حکم	۳۱۳
براغیث وبعوض (مچھر اور پسو)	۳۱۳
مچھر اور پسو کے احکام	۳۱۳
مچھر اور پسو کھانا درست نہیں	۳۱۳
مچھر اور پسو سے پانی ناپاک نہیں ہوتا	۳۱۳

مچھر کو برا بھلا کہنے کی ممانعت	۳۱۴
برص	۳۱۴
بُروک (اونٹ کی بیٹھک)	۳۱۴
بَرید (ایک مخصوص مقدار مسافت)	۳۱۴
○ برید کی مسافت	۳۱۴
○ پوسٹل نظام کی فقہی حیثیت	۳۱۴
○ منی آرڈر کا شرعی حکم	۳۱۵
○ عبد ضعیف کی ایک رائے	۳۱۵
بَز (کاٹن کا کپڑا)	۳۱۵
بُستان (باغ)	۳۱۶
بَسملہ	۳۱۶
حدیث لم یبدأ باسم اللہ کی تحقیق	۳۱۶
کیا بسم اللہ جزو سورت ہے؟	۳۱۶
○ نماز میں	۳۱۶
○ کھانے سے پہلے	۳۱۷
○ جماع اور ذبح سے پہلے	۳۱۷
بضاعت	۳۱۷
قرض کی ایک خاص صورت	۳۱۷
بُصاق (تھوک)	۳۱۸
تھوک کے احکام	۳۱۸
انسان کا تھوک پاک ہے	۳۱۸
تھوک چاٹنے سے کب روزہ ٹوٹے گا؟	۳۱۸
مسجد میں تھوکنا	۳۱۸
بَصل (پیاز)	۳۱۸
پیاز کھا کر مسجد میں جانا	۳۱۹
بُضعہ	۳۱۹
عصمت انسانی کی اہمیت	۳۱۹
وطی بالشبہ کی صورت میں مہر کا وجوب	۳۱۹
بَطّ (بطخ)	۳۱۹
بطخ اور اس کا جھوٹا	۳۱۹
بطخ کا کھانا	۳۱۹
بُطلان	۳۱۹
○ باطل اور فاسد کا فرق	۳۱۹
○ صاحب کشاف کی وضاحت	۳۲۰
بَغل (خچر)	۳۲۱
○ خچر کا جھوٹا اور دوسرے احکام	۳۲۱
بَقل (سبزی)	۳۲۲
○ سبزیوں میں زکوٰۃ	۳۲۲
بَقر (گائے)	۳۲۲
○ گائے کا فضلہ	۳۲۲
○ گوشت، ذبح اور قربانی	۳۲۲
○ گائے کی زکوٰۃ	۳۲۲
○ ہندوستان میں ذبح گاؤ کی ممانعت	۳۲۳
بُکاء (رونا)	۳۲۵
○ نکاح میں	۳۲۵
○ نماز میں	۳۲۵
○ مردہ پر رونا	۳۲۶
بَلغم	۳۲۶
○ بلغم پاک ہے اور ناقض وضو نہیں	۳۲۶
کھانے کے ساتھ مخلوط بلغم کا حکم	۳۲۶
بلوغ	۳۲۶
بلوغ سے احکام شرعیہ کا تعلق	۳۲۶

○ علاماتِ بلوغ ۳۲۷
○ بلوغ کی عمر ۳۲۷
بناء ۳۲۷
○ درمیانِ نماز وضوٹوٹ جائے ۳۲۷
○ معذور نماز کے دوران صحت مند ہو جائے ۳۲۸
○ ضعیف قوی کی امامت نہیں کرسکتا ۳۲۸
○ عمارت کی بیع اور وقف ۳۲۸
○ عمارت کا اجارہ ۳۲۹
○ عمارت کا غصب ۳۲۹
○ عمارت رہن کے احکام ۳۲۹
بنت (بیٹی) ۳۲۹
اسلام سے پہلے بیٹی کے ساتھ سلوک ۳۳۰
○ کفالت و پرورش ۳۳۰
○ نکاح ۳۳۱
○ میراث ۳۳۲
بیٹی اور بیٹے میں فرق کی وجہ ۳۳۲
○ ہبہ ۳۳۳
○ رضاعی بیٹی کے احکام ۳۳۳
○ سوتیلی بیٹی کے احکام ۳۳۳
بنت لبون (دوسالہ اونٹنی) ۳۳۴
زکوٰۃ میں کب بنت لبون واجب ہوتی ہے؟ ۳۳۴
بنت مخاض (ایک سالہ اونٹنی) ۳۳۴
زکوٰۃ میں کب بنت مخاض واجب ہوتی ہے؟ ۳۳۴
بنج (بھنگ) ۳۳۴
○ دواءً بھنگ کھانا ۳۳۴
○ بھنگ کھا کر طلاق دیدے؟ ۳۳۴
بندقہ (بندوق) ۳۳۶
بندوق سے شکار کا مسئلہ ۳۳۶
بنصر (انگلی) ۳۳۷
انگلی کی دیت ۳۳۷
بُوم (اُلو) ۳۳۷
○ اُلو کے فقہی احکام ۳۳۷
اُلو کو منحوس سمجھنا ۳۳۷
اُلو حلال ہے یا حرام؟ ۳۳۷
اُلو کا جھوٹا ۳۳۷
بول (پیشاب) ۳۳۷
پیشاب کے فقہی احکام ۳۳۷
پیشاب کس کا پاک، کس کا ناپاک؟ ۳۳۸
پیشاب سے پاکی کا طریقہ ۳۳۸
کیا بچوں اور بچیوں کے پیشاب کا حکم ایک ہے ۳۳۸
بہائی (ایک گمراہ فرقہ) ۳۳۸
اس فرقہ کے عقائد ۳۳۸
بہیمہ (چوپایہ) ۳۳۹
بہیمہ کی تعریف ۳۳۹
○ حلال وحرام چوپائے ۳۳۹
○ چوپایہ کے ساتھ بدفعلی ۳۳۹
بیات (شب خون) ۳۴۰
بیان (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۳۴۰
بیان کی تعریف ۳۴۰
○ بیان کے ذرائع ۳۴۰
○ قولی وفعلی بیان ۳۴۱
○ درجات کے لحاظ سے بیان کی پانچ صورتیں ۳۴۱

○ بیانِ تقریر ۳۴۲
○ بیانِ تفسیر ۳۴۳
○ بیانِ تغییر ۳۴۳
○ بیانِ تبدیل ۳۴۴
○ بیانِ ضرورت ۳۴۴
○ بیانِ حال ۳۴۴
○ بیانِ عطف ۳۴۴
○ بیان میں تاخیر کا مسئلہ ۳۴۴
بیت (چھت دار کمرہ) ۳۴۵
○ بیت میں داخل ہونے کی قسم ۳۴۵
بیت اللہ ۳۴۶
بیت اللہ کے مختلف نام ۳۴۶
○ تعمیر کعبہ کی تاریخ ۳۴۶
○ کعبہ میں نماز ۳۴۸
○ کعبہ کی چھت پر نماز ۳۴۹
بیت المال ۳۴۹
○ ذرائع آمدنی ۳۴۹
○ مصارف ۳۵۰
بیع (خرید وفروخت) ۳۵۰
○ خرید وفروخت کے احکام میں چند بنیادی اُصول ۳۵۰
○ دھوکہ نہ ہو ۳۵۱
○ معصیت میں تعاون نہ ہو ۳۵۱
○ غرر سے محفوظ ہو ۳۵۱
○ نزاع کا اندیشہ نہ ہو ۳۵۲
○ دیکھنے کا موقع دیا جائے ۳۵۲
○ تقاضۂ بیع کے خلاف شرط نہ ہو ۳۵۲
○ بیع کی تعریف ۳۵۳
○ بیع کے ارکان ۳۵۳
○ شرائط انعقاد ۳۵۴
○ شرائط نفاذ ۳۵۵
○ شرائطِ صحت ۳۵۵
○ شرطِ لزوم ۳۵۵
○ حکم ۳۵۵
○ بیع نافذ لازم اور غیر لازم ۳۵۶
○ بیع موقوف ۳۵۶
○ ناجائز بیع کی صورتیں ۳۵۶
○ بیع مکروہ ۳۵۶
○ بیع باطل وفاسد ۳۵۶
○ باعتبار قیمت بیع کی قسمیں ۳۵۷
○ باعتبار مبیع بیع کی قسمیں ۳۵۷
○ باعتبار مدت بیع کی قسمیں ۳۵۸
○ بیع غرر ۳۵۸
○ بیع حبل الحبلہ ۳۵۸
○ بیع ملامسہ ۳۵۹
○ بیع منابذہ ۳۵۹
○ بیع حصاۃ ۳۵۹
○ مزابنہ اور محاقلہ ۳۶۰
○ بیع المضامین والملاقیح ۳۶۰
○ بیع حاضر للبادی ۳۶۰
○ تلقی جلَب ۳۶۱
○ نجش ۳۶۲
○ بیع مزایدہ (نیلام) ۳۶۲
○ بیع عربان (بیعانہ) ۳۶۲
بیع عریہ ۳۶۳
بیع سنین ومعاومہ ۳۶۳
○ بیع عینہ (قرض پر نفع حاصل کرنے کا حیلہ) ۳۶۳

○ خرید وفروخت میں تنافس ۳۶۴
○ بیع مصراۃ ۳۶۵
○ بیع بالتعاطی ۳۶۵
○ بیع جا مکیہ ۳۶۶
○ بیع الوفاء ۳۶۶
○ تالاب میں مچھلی کی بیع ۳۶۷
○ حدیث نبوی کی روشنی میں ۳۶۷
○ فقہاء کی رائیں ۳۶۸
○ حنفیہ کا نقطۂ نظر ۳۶۸
○ سرکاری تالاب کا اجارہ ۳۶۹
○ یہ معاملہ باطل ہے یا فاسد؟ ۳۷۰
○ شخصی تالاب کی مچھلیوں کی خرید وفروخت ۳۷۱
○ حوض یا تالاب میں از خود مچھلیاں آجائیں ۳۷۱
○ درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع ۳۷۲
○ نوٹوں پر بٹہ لینا ۳۷۲
○ فرضی بیع ۳۷۳
○ قبضہ سے پہلے بیع کا مسئلہ ۳۷۳
احادیث نبوی کی روشنی میں ۳۷۳
شوافع کا نقطۂ نظر ۳۷۳
مالکیہ کا نقطۂ نظر ۳۷۴
حنابلہ کا نقطۂ نظر ۳۷۴
حنفیہ کی رائے اور ان کی دلیل ۳۷۴
حنفی نقطۂ نظر کی تفصیل ۳۷۵
قبضہ سے مراد ۳۷۶
فقہاء کے یہاں مذکورہ قبضہ کی مختلف صورتیں ۳۷۶
قبضہ سے پہلے بیع کی ممانعت کی اصل علت ۳۷۸
خلاصہ بحث ۳۸۰
○ خرید وفروخت میں شرط ۳۸۰

بیعت ۳۸۱
○ بیعت امارت کی تعبیر ۳۸۱
○ بیعت کا طریقہ ۳۸۲
○ عصر حاضر میں بیعت کی ممکن العمل صورت ۳۸۲
○ رائے دہی کی شرعی عمر ۳۸۲
○ عورتوں سے بیعت ۳۸۳
○ بیعت تصوف اور اس کا ماخذ ۳۸۳

بیئر (کنواں) ۳۸۳
○ جب پورا پانی نکالا جائے ۳۸۳
○ بعض مستثنیات ۳۸۴
○ چھوٹے جانوروں کے مرجانے کا حکم ۳۸۴
○ مردہ کی پاکی اور ناپاکی ۳۸۴
○ اگر پورا پانی نکالنا ممکن نہ ہو؟ ۳۸۴
○ جب پانی نکالنا مستحب ہے ۳۸۵
○ دوسرے فقہاء کی آراء ۳۸۵

بیّنہ (ثبوت کے ذرائع) ۳۸۵
ثبوت کے مختلف ذرائع ۳۸۶

تابعی ۳۸۷
تابعی کی تعریف ۳۸۷
○ مخضرمین ۳۸۷
○ افاضل تابعین ۳۸۸
○ فقہاء مدینہ ۳۸۸
○ امام ابوحنیفہؒ تابعی تھے ۳۸۸

تابیر ۳۸۹

تابوت ۳۸۹
تابوت میں تدفین ۳۸۹

تاتا (توتلانے والا) ۳۸۹
○ توتلانے والے کی امامت ۳۹۰

○ توتلانے والے کی طلاق ۳۹۰
تادیب ۳۹۰
○ شوہر کو تادیب کا حق ۳۹۰
○ استاذ کو تادیب کا حق ۳۹۱
تاسیس (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۳۹۱
تافیف (اُف کہنا) ۳۹۱
○ نماز میں اُف کہنا ۳۹۱
○ والدین کو اُف کہنا ۳۹۲
تاکید ۳۹۲
○ طلاق میں تاکید ۳۹۳
تامین ۳۹۳
○ انشورنس کا مسئلہ ۳۹۳
○ انشورنس کی مختلف صورتیں ۳۹۴
○ باہمی تعاون پر مبنی انشورنس ۳۹۴
○ کمرشیل انشورنس ۳۹۵
○ سرکاری انشورنس ۳۹۵
○ تعاون پر مبنی انشورنس کا حکم ۳۹۶
○ سرکاری انشورنس کا حکم ۳۹۶
○ تجارتی انشورنس کے متعلق علماء کی رائیں ۳۹۶
○ مجوزین کے دلائل ۳۹۷
○ ان دلائل پر ایک نظر ۳۹۸
○ ناجائز قرار دینے والوں کی دلیلیں ۴۰۱
○ ان دلائل پر ایک نظر ۴۰۲
○ حادثات کا انشورنس ۴۰۴
○ ہندوستان کے موجودہ حالات میں ۴۰۶
○ خلاصۂ بحث ۴۰۶
تاویل ۴۰۸
لغوی معنی ۴۰۸
○ مفسرین کے نزدیک ۴۰۸
○ اُصولِ فقہ کی اصطلاح میں ۴۰۹
تأبط (کھلی کہنیوں میں نماز کی کراہت) ۴۰۹
تباین ۴۰۹
میراث کی اصطلاح میں ۴۰۹
تُبّان (لنگوٹ) ۴۰۹
لنگوٹ اور جانگیہ کا حکم ۴۰۹
تبدیل ۴۰۹
بیانِ تبدیل ۴۰۹
تبذیر (فضول خرچی) ۴۱۰
اسراف اور تبذیر میں فرق ۴۱۰
اسراف کی ممانعت ۴۱۱
روٹی کا ٹکڑا پھینک دینا ۴۱۱
تبر (ڈھیلا) ۴۱۱
تبسم ۴۱۱
ضحک، تبسم اور قہقہہ کا فرق ۴۱۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ۴۱۱
○ نماز میں تبسم ۴۱۲
○ ایجاب نکاح کے وقت تبسم ۴۱۲
تبع تابعین ۴۱۲
تبلیغ ۴۱۲
○ نماز میں تبلیغ ۴۱۲
تبویہ ۴۱۳
تبیع (ایک سالہ گائے) ۴۱۳
تبییت (رات میں نیت کرنا) ۴۱۳
○ روزہ کی نیت کا وقت ۴۱۳
تبیین ۴۱۴
تتابع (مسلسل کسی کام کو انجام دینا) ۴۱۴
قضاء رمضان میں تتابع ۴۱۴
کفارۂ ظہار میں تتابع ۴۱۴

اعتکاف میں تتابع ۴۱۵

تَثاؤب (جمائی لینا) ۴۱۵

جمائی کے آداب ۴۱۵

تَثویب ۴۱۶

○ ہمارے زمانہ میں تثویب کا حکم ۴۱۶

○ خواص کے لئے اہتمام ۴۱۷

تجارت ۴۱۷

تجارت کے آداب ۴۱۷

تجارت میں جھوٹی قسم ۴۱۷

عیب پوشی ۴۱۸

تجلیل (جانور پر اوڑھنا ڈالنا) ۴۱۸

مویشی کا ٹھنڈک سے تحفظ ۴۱۸

قربانی کے جانور کا اوڑھنا ۴۱۸

تَجمیر (کفن کو دھونی دینا) ۴۱۸

کتنی بار دھونی دے ۴۱۸

تَجہیز ۴۱۹

اگر حالتِ احرام میں موت ہو؟ ۴۱۹

تَحجیر ۴۱۹

اُفتادہ زمین کی آبادکاری ۴۲۰

تَحرّی ۴۲۰

استقبالِ قبلہ میں تحری ۴۲۰

کیا استقبالِ قبلہ، قبلہ پرستی ہے؟ ۴۲۱

○ پاک و ناپاک برتنوں اور کپڑوں کا اختلاط ۴۲۱

○ نماز کی رکعات میں شبہ ۴۲۱

○ زکوٰۃ میں اشتباہ ۴۲۲

تحریر (غلام آزاد کرنا) ۴۲۲

تحریم ۴۲۲

○ نماز میں تحریمہ اور اس کے الفاظ ۴۲۲

○ حرام کرنا اللہ ہی کا حق ہے ۴۲۳

تحصیب (وادیٔ محصب میں ٹھہرنا) ۴۲۳

تحقیق (تجوید کی ایک اصطلاح) ۴۲۴

تحقیق مَناط (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۴۲۵

تحکیم (ثالثی) ۴۲۵

ثالثی کے اُصول ۴۲۶

تحلیل ۴۲۶

○ طلاق مغلظہ میں تحلیل ۴۲۶

○ حلالہ کی نیت سے نکاح ۴۲۶

○ نماز میں سلام پھیرنے کا حکم ۴۲۷

○ حلال کرنا اللہ ہی کا حق ہے ۴۲۸

تحلیف (قسم کھانا) ۴۲۸

قسم کب کھلائی جائے؟ ۴۲۸

کن اُمور میں قسم کا اعتبار نہیں؟ ۴۲۸

تحنیک ۴۲۹

تحنیک کا طریقہ اور اس کا ثبوت ۴۲۹

تحیۃ المسجد ۴۲۹

بیٹھنے کے بعد ۴۲۹

خطبۂ جمعہ کے دوران ۴۲۹

تحیۃ الوضوء ۴۳۰

تخارج (میراث کی ایک اصطلاح) ۴۳۰

تخریج مناط (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۴۳۰

تخصیص ۴۳۱

○ تخصیص اور استثنا میں فرق ۴۳۱

○ تخصیص اور نسخ کے درمیان فرق ۴۳۱

○ تخصیص کے ذرائع ۴۳۲
○ تخصیص اور تقیید میں فرق ۴۳۳
تخفیف ۴۳۳
○ شرعی احکام میں تخفیف کے اسباب ۴۳۳
○ سفر ۴۳۴
○ بیماری ۴۳۴
○ دشواری و تنگی ۴۳۴
○ نقص ۴۳۴
○ تخفیف کی مختلف صورتیں ۴۳۵
○ اسقاط ۴۳۵
○ تنقیص ۴۳۵
○ اِبدال ۴۳۵
○ تقدیم ۴۳۵
○ تاخیر ۴۳۵
○ تغییر ۴۳۵
○ ترخیص ۴۳۵
تخییر ۴۳۵
○ طلاق میں اختیار ۴۳۵
تداخُل ۴۳۶
سزاؤں میں تداخل ۴۳۶
○ فرائض کی اصطلاح میں ۴۳۷
تداعی ۴۳۷
نماز میں تداعی کا مفہوم ۴۳۸
تداوی ۴۳۸
جَمادات سے علاج ۴۳۸
نَباتات سے علاج ۴۳۹
حَیْوانات سے علاج ۴۳۹
حرام اشیاء سے علاج ۴۴۰
ناپاک اشیاء سے علاج ۴۴۱
انسانی اجزاء سے علاج ۴۴۱
اعضاء کی پیوندکاری ۴۴۲
اعضاء انسانی کی خرید و فروخت ۴۴۵
تدبیح ۴۴۷
رکوع کا مستحب طریقہ ۴۴۷
تدبیر (غلام کو آزاد کرنے کی ایک صورت) ۴۴۷
تدویر (تجوید کی ایک اصطلاح) ۴۴۸
تذکیہ ۴۴۸
تُراب (مٹی) ۴۴۸
مٹی سے تیمم ۴۴۸
مٹی کا کھانا ۴۴۸
تراویح ۴۴۸
○ حکم اور رکعات ۴۴۸
جماعت ۴۴۹
○ وقت ۴۵۰
قضاء ۴۵۰
○ نیت ۴۵۰
○ قرأت کی مقدار ۴۵۱
متفرق احکام ۴۵۱
ترویحہ کا عمل ۴۵۱
اگر دو رکعت فاسد ہوگئی؟ ۴۵۱
امام خوش خواں یا درست خواں؟ ۴۵۲
ایک سے زیادہ امام ۴۵۲
کوئی سورت یا آیت چھوٹ گئی؟ ۴۵۲
تربع (پالتی مار کر بیٹھنا) ۴۵۲
نماز میں پالتی مار کر بیٹھنا ۴۵۲
ترتیب ۴۵۲

وضو میں ترتیب ۴۵۲
نمازوں میں ترتیب ۴۵۳
○ سورتوں میں ترتیب ۴۵۳
○ کلماتِ اذان میں ترتیب ۴۵۳
تُرجمان ۴۵۳
طلاق میں ترجمان سے مدد لینا ۴۵۳
ترجیع ۴۵۳
اذان میں ترجیع ۴۵۴
تُرس (ڈھال) ۴۵۴
تَرَسُّل ۴۵۴
اذان میں ترسل ۴۵۴
تزکیہ ۴۵۴
گواہوں کا تزکیہ ۴۵۵
○ حدیث کی اصطلاح میں ۴۵۵
تسبیح ۴۵۶
رکوع اور سجدہ کی تسبیح ۴۵۶
تَسحیم (سیاہ کرنا) ۴۵۶
تسلیم ۴۵۷
○ نماز میں سلام ۴۵۷
○ سلام کا طریقہ ۴۵۷
○ سلام کے آداب ۴۵۷
○ سلام کے الفاظ ۴۵۸
○ سلام کے بعض آداب ۴۵۸
تَسمِیَہ ۴۵۹
نام رکھنا ۴۵۹
نام رکھنے کے اسلامی اُصول ۴۶۰
○ بسم اللہ کی فقہی حیثیت ۴۶۱
○ بسم اللہ سے کاموں کی ابتداء ۴۶۱
○ ۷۸۶ کافی نہیں ۴۶۲
تسمیع (سمع اللہ لمن حمدہ کہنا) ۴۶۲
کون کہے؟ ۴۶۲
تسنیم (کوہان کی طرح بنانا) ۴۶۲
قبر میں تسنیم ۴۶۲
تشبیک ۴۶۲
○ غیر نماز میں تشبیک ۴۶۲
تشہد ۴۶۳
○ تشہد کے کلمات ۴۶۳
○ دوسرے احکام ۴۶۳
تصحیح (علم فرائض کی ایک اصطلاح) ۴۶۴
تصدیق ۴۶۴
ایمان کی حقیقت ۴۶۴
تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مارنا) ۴۶۴
تصویر ۴۶۵
○ بے جان تصویریں ۴۶۵
○ جاندار کی تصویر ۴۶۵
○ تصویریں بطریق احترام ۴۶۶
○ بے سایہ تصویریں ۴۶۸
○ مشرکانہ تصویریں ۴۶۹
○ بعض اور احکام ۴۷۰
تطبیق ۴۷۰
ترجیح سے پہلے تطبیق ۴۷۰
پہلا نقطۂ نظر ۴۷۱

دوسرا نقطۂ نظر ۴۷۱
○ تطبیق کی صورتیں ۴۷۳
○ رکوع میں تطبیق ۴۷۵
تطلیق (طلاق دینا) ۴۷۵
تَطَوّع ۴۷۵
تعاطی (خرید و فروخت کی ایک صورت) ۴۷۵
زبان سے بولے بغیر خرید و فروخت ۴۷۵
تعدیل ۴۷۶
نماز میں تعدیل کا حکم ۴۷۶
تعزیر ۴۷۷
○ تعزیر کا ثبوت ۴۷۷
○ تعزیر کن جرائم پر ہوگی؟ ۴۷۷
○ تعزیر کی حد ۴۷۸
○ تعزیراً قتل کی سزا ۴۷۸
○ تعزیر مالی ۴۷۹
تعلیق ۴۷۹
○ طلاق میں تعلیق ۴۷۹
تعنت (ظلم و زیادتی) ۴۸۰
○ متعنت شوہر کا حکم ۴۸۰
تعوّذ (اعوذ باللہ الخ پڑھنا) ۴۸۰
آغاز تلاوت میں تعوذ ۴۸۰
نماز میں تعوذ ۴۸۰
ثنا کے تابع ہے یا قراءت کے ۴۸۱
تعیّن ۴۸۱
تعیین کی مختلف صورتیں ۴۸۱
تغریب (شہر بدر کرنا) ۴۸۱
○ زانی کو شہر بدر کرنے کی سزا ۴۸۲
راہزن اور شہر بدر ۴۸۲
تغییر ۴۸۲
حقیقت کی تبدیلی کا اثر ۴۸۲
خلق اللہ میں تبدیلی سے مراد ۴۸۳
تفخید (جنسی خواہش کی تکمیل کی ایک صورت) ۴۸۳
تفریع (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۴۸۳
تفریق ۴۸۴
○ دائمی فرقت کے اسباب ۴۸۴
○ وقتی فرقت کے اسباب ۴۸۴
○ جو صورتیں طلاق کے حکم میں ہیں ۴۸۵
○ جن صورتوں میں قاضی کے فیصلہ کی ضرورت نہیں ۴۸۵
○ قانونِ طلاق میں شریعت کا توازن و اعتدال ۴۸۶
تفسیر ۴۸۶
○ لغوی معنی ۴۸۶
○ اصطلاحی تعریف ۴۸۷
○ تفسیر قرآن کے مآخذ ۴۸۷
○ تفسیر بالرائے ۴۸۹
○ تفسیر کے لئے ضروری علوم ۴۹۰
تفصیل ۴۹۱
تقبیل ۴۹۱
○ بچوں کا بوسہ ۴۹۱
○ بالغوں کے بوسہ کا حکم ۴۹۲
○ بیوی کا بوسہ اور نقض وضوء کا مسئلہ ۴۹۳
○ بوسہ سے حرمت مصاہرت ۴۹۳
تقریر (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۴۹۳

تقصیر (بال کاٹنا) ۴۹۳
حج میں بال کٹانے سے متعلق چند ضروری احکام ۴۹۴
تقلید ۴۹۴
لغوی معنی ۴۹۴
اصطلاحی تعریف ۴۹۵
تقلید کا حکم ۴۹۶
فروعی احکام میں تقلید ۴۹۶
ایمان وعقیدہ میں تقلید ۴۹۶
○ تقلید — ایک ضرورت ۴۹۸
○ تقلید شخصی ۵۰۰
○ تقلید شخصی کا ائمہ اربعہ میں انحصار ۵۰۲
○ جزوی تقلید اور تجزی اجتہاد کا مسئلہ ۵۰۳
○ مجتہد کے لئے تقلید ۵۰۴
○ بعض مسائل میں ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف عدول ۵۰۵
○ قوتِ دلیل کی بنا پر عدول ۵۰۶
○ ضرورت اور مقتضیات زمانہ میں تغیر کی بنا پر عدول ۵۰۹
○ سہولت اور آسانی کے لئے عدول ۵۱۱
○ تقلید عالم اور تقلید عامی میں فرق ۵۱۳
مقلدین کی قسمیں ۵۱۳
شاہ ولی اللہ صاحب کا نقطۂ نظر ۵۱۵
○ فقہاء شوافع کے یہاں طبقات ۵۱۶
○ فقہاء حنابلہ کے یہاں طبقات ۵۱۷
○ ابن کمال پاشاہ کی تقسیم اور اس کی جامعیت ۵۱۸
تقیہ ۵۱۹
اہل سنت والجماعت کا مسلک ۵۲۰
حضرت علی ﷺ کی طرف تقیہ کی نسبت ۵۲۱
تکبیر ۵۲۱
○ تکبیرات تشریق ۵۲۲
مالکیہ اور شوافع کا نقطۂ نظر ۵۲۲
تکلیف ۵۲۳
○ شرع اسلامی کا توازن ۵۲۴
کیا کفار احکام اسلامی کے مکلف ہیں؟ ۵۲۴
تلاوت ۵۲۵
○ تلاوت کی مقدار ۵۲۵
○ تلاوت کے آداب ۵۲۶
تلبیہ ۵۲۷
تلبیہ کے الفاظ ۵۲۷
دوسرے احکام ۵۲۷
تلبینہ (ایک خاص قسم کا کھانا) ۵۲۸
تلجینہ (خرید وفروخت کی ایک خاص صورت) ۵۲۸
فرضی خرید وفروخت کا حکم ۵۲۸
تلقیح (ٹسٹ ٹیوب سے تولید) ۵۲۸
○ اجنبی مرد وعورت کے مادہ کا اختلاط ۵۲۸
○ زن وشو کے مادے کا اختلاط ۵۳۰
ٹسٹ ٹیوب سے ثبوت نسب کا مسئلہ ۵۳۱
تلفیق (اُصول فقہ کی اصطلاح) ۵۳۲
تلفیق سے مراد ۵۳۲
جواز وعدم جواز کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء ۵۳۳
○ تلقیح (کاشتکاری کا ایک قدیم طریقہ) ۵۳۵
تلقی (خرید وفروخت کی ایک خاص صورت) ۵۳۵
تلقی جلب سے مراد ۵۳۵
تلقی جلب کا حکم ۵۳۵
تلقین ۵۳۶
موت کے وقت تلقین ۵۳۶
موت کے بعد تلقین ۵۳۶

تماثل (فرائض کی ایک اصطلاح)	۵۳۶
تملیک	۵۳۷
تملیک کے لفظ سے نکاح کا انعقاد	۵۳۷
تمتع (حج کی ایک خاص قسم)	۵۳۷
تمتع کا طریقہ	۵۳۷
کون سا حج افضل ہے؟	۵۳۷
تِمثال	۵۳۷
مجسمہ سازی کی حرمت	۵۳۷
تنفیل	۵۳۸
○ جنگ میں خصوصی انعام	۵۳۸
تَمیمہ (جھاڑ پھونک)	۵۳۸
تعویذ لٹکانا	۵۳۹
○ تعویذ پر اُجرت	۵۴۲
○ تعویذ اور گنڈے میں بعض بے احتیاطیاں	۵۴۳
تناجش (بولی لگانا)	۵۴۳
تنحنح (کھانسنا)	۵۴۳
نماز میں کھانسنا	۵۴۳
تجہیز	۵۴۳
تنقیح مناط (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح)	۵۴۴
توافق (فرائض کی ایک اصطلاح)	۵۴۴
توی (ہلاک ہوجانا)	۵۴۴
حوالہ کا ایک مسئلہ	۵۴۴
توجیہ	۵۴۵
قریب موت کو سمت قبلہ میں لٹانا	۵۴۵
تورک	۵۴۵
○ نماز میں بیٹھنے کا طریقہ	۵۴۵
توریہ (خلاف ظاہر مفہوم مراد لینا)	۵۴۶
توکیل (وکیل بنانا)	۵۴۶
تولیہ (خریدی ہوئی قیمت پر فروخت کرنا)	۵۴۶
تہجد	۵۴۷
نمازِ تہجد کی فضیلت	۵۴۷
تہجد کا وقت	۵۴۷
تعداد رکعت	۵۴۷
قراءت کی مقدار	۵۴۷
تیامُن (دائیں حصہ کا استعمال)	۵۴۸
مختلف اُمور میں دائیں حصہ سے کام کا آغاز	۵۴۸
تیمّم	۵۴۸
○ فرض اور سنتیں	۵۴۹
○ کن چیزوں سے تیمم جائز ہے؟	۵۴۹
○ تیمم کی شرطیں	۵۴۹
○ نواقض تیمم	۵۵۰
○ تیمم غسل کا بھی بدل ہے	۵۵۰
ٹرین میں تیمم	۵۵۰
دیگر فقہاء کی رائیں	۵۵۰

○ ○ ○ ○

جلد سوم

● پیش لفظ: ''قاموس الفقہ'' ایک تاریخ ساز علمی اور دینی عظیم نئی افادی خدمت! — حضرت مولانا محمد سالم قاسمی ۳۱

ثبات (ثابت قدمی) ۳۵
کب دشمن کے مقابلہ پسپائی جائز ہے؟ ۳۵
ثبوت نسب ۳۵
○ نکاح صحیح میں ثبوت نسب ۳۵
ثبوت نسب کی شرطیں ۳۶
مطلقہ کے بچوں کا حکم ۳۶
○ نکاح فاسد میں ثبوت نسب ۳۷
○ وطی بالشبہہ میں ثبوت نسب ۳۷
○ باندی کے بچہ کا ثبوت نسب ۳۷
○ نسب ثابت کرنے کے طریقے ۳۷
○ نسب کی نفی ۳۸
○ بچہ کا تعین ۳۸
ثخین ۳۹
○ گاڑھے موزوں پر مسح کی اجازت ۳۹
○ نائیلون کے موزے کا حکم ۳۹
ثدی (تھن) ۳۹
○ پستان اعضاء ستر میں ہے ۳۹
○ پستان کی دیت ۴۰
ثرید (خاص قسم کا کھانا) ۴۰
ثعبان (اژدہا) ۴۰
چمڑا اور تیل کا حکم ۴۰
ثعلب (لومڑی) ۴۱
جھوٹا حلال ہے یا حرام؟ ۴۱

ثقہ (معتبر) ۴۱
○ ثقہ کی تعریف ۴۱
عدل سے مراد ۴۱
○ توثیق کے اُصول ۴۲
○ احادیث میں زیادت ثقہ کا حکم ۴۲
○ ابن صلاح کی تقسیم ۴۲
○ احناف کا نقطۂ نظر ۴۳
○ توثیقی الفاظ میں مراتب و درجات ۴۳
ثمر ۴۴
○ درخت کی بیع میں پھل داخل نہ ہوگا ۴۴
○ باغات اور پھلوں کی خرید وفروخت ۴۴
○ پھلوں کی خرید وفروخت کی صورتیں ۴۴
○ بدوِ صلاح سے مراد ۴۵
○ پہلی صورت ۴۵
○ دوسری صورت ۴۵
○ تیسری صورت ۴۶
○ چوتھی صورت ۴۹
○ جو شرطیں مروج ہو جائیں ۵۰
○ پھلوں کی بیع میں مروج استثناء ۵۲
○ نزاع کے اندیشہ کی وجہ سے کب عقد فاسد ہوگا؟ ۵۳
○ خلاصۂ بحث ۵۳
○ پھلوں میں حق شفعہ ۵۳
○ پھلوں کی چوری ۵۴
○ راہ گیر کا درخت کے پھل کھانا ۵۴

ثُمّ	۵۵
ثم کے معنی اوراحکام شرعیہ پراس کا اثر	۵۵
ثمن (ثمن، قیمت اوردین)	۵۵
○ مبیع اورثمن میں تمیز	۵۶
مثلی اشیاء	۵۶
○ ثمن اورمبیع کے درمیان احکام میں فرق	۵۶
○ نوٹ اورسکے	۵۷
○ نوٹ کی شرعی حیثیت	۵۷
○ دواہم فقہی قواعد	۵۸
○ اہم سوالات	۵۸
○ نوٹ ثمن ہیں یاسند؟	۵۸
○ نوٹ مثلی ہیں یاقیمی؟	۶۰
○ مثلی اشیاء میں قدرکالحاظ	۶۱
○ مثلی اشیاء میں عیب کی تلافی	۶۲
○ بعض فقہی عبارتوں سے شبہ	۶۲
○ رباکاشبہ	۶۴
○ نوٹوں کی قدرکے لئے معیار	۶۴
○ خلقی واصطلاحی ثمن کے احکام میں فرق	۶۴
○ کچھ اوراحکام	۶۵
ثناء	۶۶
○ ثناءاوراس کے احکام	۶۶
نمازمیں توجیہ	۶۶
ثنایا (آگے کے دانت)	۶۶
○ دانت ٹوٹے جانورکی قربانی	۶۶
○ دانتوں کونقصان کاتاوان	۶۷
ثنویہ (دوخداکے پرستار)	۶۷
○ بعض مشرک فرقے اوران کے احکام	۶۷
ثنی (خاص عمرکے جانور)	۶۷
○ مختلف جانورمیں ثنی	۶۷
ثوب (کپڑا)	۶۷
اگر'ثوب' کی وصیت کرے؟	۶۷
ثور (بیل)	۶۸
○ بیل کی قربانی اوراس کے احکام	۶۸
ثولاء (پاگل جانور)	۶۸
ایسے جانورکی قربانی	۶۸
ثوم (لہسن)	۶۸
ثفل (کھرچن)	۶۸
ثیبہ (شوہردیدہ عورت)	۶۸
○ شوہردیدہ عورت کے نکاح کے احکام	۶۸
○ نئی ثیبہ بیوی کے لئے خصوصی رعایت	۶۹
جار (پڑوسی)	۷۰
اسلام میں پڑوسی کی اہمیت	۷۰
○ پڑوسی کے لئے حق شفعہ	۷۰
جاری (بہتاہواپانی)	۷۱
○ آب جاری کی ایک خاص صورت	۷۱
○ جاری پانی کاحکم	۷۲
جاسوس	۷۲
○ مسلمان جاسوس کی سزا	۷۳
جامع	۷۳
احناف کے یہاں جمعہ کے لئے شہرجامع کی شرط	۷۳
○ جامع مسجدمیں اعتکاف	۷۳
جامکیہ (بیت المال کاوظیفہ)	۷۳
وظیفہ کی بیع	۷۳

جائحہ (آفت سماوی) ۷۴
عشر کا ایک مسئلہ ۷۴
جائز (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۷۴
جائفہ (خاص قسم کا زخم) ۷۴
اس زخم کی دیت ۷۵
جَب (عضوِ تناسل کا کٹا ہونا) ۷۵
عضوِ تناسل کٹے ہونے کی وجہ سے تفریق ۷۵
جُبار (ضائع ہو جانا) ۷۵
جانور سے پہنچنے والے نقصان کا حکم ۷۶
جَبر (کمی کی تلافی) ۷۶
عبادات میں تلافی کی مختلف صورتیں ۷۶
جُبن (پنیر) ۷۷
○ پنیر کا حکم ۷۷
جَبہہ (پیشانی) ۷۷
وضو، سجدہ اور تیمم میں پیشانی کا حکم ۷۷
جَبیرہ (پٹی) ۷۷
○ مسح کی مشروعیت ۷۸
○ پٹی پر مسح جائز ہونے کی شرطیں ۷۸
○ پٹی کے کتنے حصہ پر مسح ضروری ہے؟ ۸۰
○ غسل اور پٹی پر مسح ۸۰
○ نواقض مسح ۸۰
○ موزوں پر مسح اور پٹی پر مسح میں فرق ۸۱
جُحفہ (ایک مقام کا نام) ۸۱
اہل شام کے لئے میقات ۸۱
جَد (دادا) ۸۲
○ ولایت ۸۲
○ میراث ۸۲
جدال (جھگڑا) ۸۳
آدابِ حج ۸۳
جدّاء (جس جانور کا تھن کٹا ہوا ہو) ۸۳
جدعاء (ناک کٹا جانور) ۸۳
ایسے جانور کی قربانی ۸۳
جَدّہ (دادی، نانی) ۸۳
○ میراث کے احکام ۸۴
جُذام (کوڑھ) ۸۴
○ جذام کی وجہ سے فسخ نکاح ۸۵
○ جذام کے شرعی احکام ۸۵
○ متعارض روایتوں میں تطبیق ۸۶
جَذَع (جوان) ۸۶
قربانی کی عمر ۸۷
جراحت (آپریشن) ۸۷
جَراد (ٹڈی) ۸۷
ٹڈی کی حلت ۸۷
جَرح (علم حدیث کی ایک اصطلاح) ۸۸
○ الفاظ جرح کے درجات ۸۸
○ کیا جرح مبہم کا اعتبار ہے؟ ۸۹
○ جس راوی پر جرح و تعدیل دونوں ہو ۸۹
جُرم ۹۰
○ اسلام کا تصور جرم ۹۰
○ اسلام کا تصور سزا ۹۱
○ اسلام میں سزا کے مقاصد ۹۱
○ اسلام کے قانون جرم و سزا کی چند خصوصیات ۹۲

مساوات ۹۲
جرم کی مقدار کی رعایت ۹۳
شبہ کا فائدہ ۹۳
انسانی پہلو کی رعایت ۹۴
○ جرائم اور سزاؤں کی قسمیں ۹۵
○ حدود و قصاص اور تعزیر میں فرق ۹۵
○ تحقیقِ جرم کے لئے طریق کار ۹۶
جُرموق (موزے کے اوپر غلاف) ۹۷
جرموق پر مسح ۹۷
جرموق پر مسح کے لئے شرطیں ۹۷
جُریث (ایک خاص قسم کی بام مچھلی) ۹۷
جَزاء ۹۸
○ مماثلت معنوی مطلوب ہے یا صوری؟ ۹۸
○ جزاء کے متفرق احکام ۹۹
جُزاف (اندازہ سے خرید و فروخت) ۹۹
جزیہ ۱۰۰
جزیہ پر اعتراض ۱۰۰
جزیہ کے فقہی و اجتماعی احکام ۱۰۱
جزیرۃ العرب ۱۰۲
جزیرۃ العرب اور مشرکین اجتماعی احکام ۱۰۲
جُعالہ (گم شدہ شخص کو پہنچانے کی اُجرت) ۱۰۳
جُعل ۱۰۳
○ جہاد میں اُجرت ۱۰۳
○ فقہاء مالکیہ کی ایک خصوصی اصطلاح ۱۰۴
جلّالہ (غلاظت خور جانور) ۱۰۵
ایسے جانور کا حکم ۱۰۵
جَلَب ۱۰۵
بیع میں ۱۰۵
○ زکوٰۃ میں ۱۰۶
○ کھیل میں ۱۰۶
جِلباب (نقاب) ۱۰۶
چہرہ کا پردہ ۱۰۷
جَلد (کوڑے لگانا) ۱۰۷
○ جسمانی سزاؤں کی مصلحت ۱۰۷
○ کوڑوں کی سزا کے اُصول ۱۰۸
جَلسہ (بیٹھک) ۱۰۹
○ دو سجدوں کے درمیان ۱۰۹
○ جلسہ میں دُعاء ۱۰۹
○ جلسۂ استراحت ۱۱۰
○ نشست کی کیفیت ۱۱۰
جمار و جمرات ۱۱۱
رمی جمار کے احکام ۱۱۱
جماع (ہم بستری) ۱۱۲
○ آداب ۱۱۲
○ خاص ہدایات ۱۱۳
○ عزل ۱۱۴
○ کیفیت و ہیئت ۱۱۴
○ جماع میں عورت کا حق ۱۱۵
○ جماع سے متعلق احکام ۱۱۵
جماعت ۱۱۶
○ جماعت کی اہمیت ۱۱۶
جماعت کا حکم ۱۱۷

○ نفل نماز کی جماعت ۱۱۷
○ جماعت میں کھڑے ہونے کی ترتیب ۱۱۸
○ جماعت شروع ہونے کے بعد سنت ۱۱۸
○ جماعت ثانیہ کا مسئلہ ۱۱۹
○ خواتین کی جماعت ۱۲۰
○ نماز کے بعد جماعت میں شرکت ۱۲۰

جمعہ ۱۲۱
○ وجہ تسمیہ ۱۲۱
○ تلفظ ۱۲۲
○ جمعہ کی فرضیت ۱۲۲
○ یوم جمعہ کی فضیلت ۱۲۲
○ وقت ۱۲۳
○ دوسری شرطیں ۱۲۳
○ اذن عام ۱۲۳
○ جماعت ۱۲۴
○ امام المسلمین کی شرط ۱۲۴
○ دیہات میں نماز جمعہ کا مسئلہ ۱۲۵
○ مصر سے مراد ۱۲۶
○ جمعہ کی اذان ثانی ۱۲۷
○ جمعہ کے دن غسل ۱۲۸
○ جمعہ کے دن سفر ۱۲۹
○ مقبولیت کی گھڑی ۱۳۰
○ ایک شہر میں ایک سے زیادہ جمعہ ۱۳۱
○ جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں ۱۳۲
○ جمعہ سے متعلق چند ضروری مسائل ۱۳۲
○ یوم جمعہ کی چند خصوصیات ۱۳۳

جن ۱۳۴
○ احکام شرعیہ کے مخاطب ہیں ۱۳۴
○ جنوں میں نبوت ۱۳۴
○ جنوں سے نکاح ۱۳۵
○ جنوں کے ساتھ نماز ۱۳۵
○ جنوں کے چند خاص احکام ۱۳۶

جنابت ۱۳۶
○ انزال کی وجہ سے غسل کا وجوب ۱۳۷
○ جماع کی وجہ سے غسل کا وجوب ۱۳۸
○ ٹسٹ ٹیوب کی صورت میں غسل کا وجوب ۱۳۸
○ فقہاء کا اختلاف ۱۳۹
○ جنابت سے متعلق احکام ۱۳۹
نماز ۱۳۹
طواف ۱۳۹
مس قرآن ۱۴۰
تلاوت ۱۴۰
مسجد میں داخل ہونا ۱۴۰
جماع کے بعد وضو ۱۴۰

جنازہ ۱۴۱
○ غسل ۱۴۱
○ جنازہ اُٹھانے کے آداب ۱۴۲
○ نماز جنازہ ۱۴۳
○ غائبانہ نماز جنازہ ۱۴۴
○ نماز جنازہ کے ارکان ۱۴۵
○ نماز جنازہ کا طریقہ ۱۴۵

جنایت ۱۴۶
○ احرام میں جنایت ۱۴۶

نقشۂ جنایات	۱۴۸
○ زخم اور اس کی دیت	۱۵۱
○ جنایت کی بعض صورتیں اور "شجاج"	۱۵۱
جراح (زخم لگانا)	۱۵۲
○ جانور کے ذریعہ نقصان	۱۵۲
○ جانور پر تعدی	۱۵۳
○ آتش زنی کا نقصان	۱۵۳
○ نقصان پہنچانے کی ایک خاص صورت "سعایہ"	۱۵۴
جنس (اُصولِ فقہ کی ایک خاص اصطلاح)	۱۵۴
احکام فقہ میں جنس کا مفہوم	۱۵۵
جنون (پاگل پن)	۱۵۵
○ عبادات و معاملات	۱۵۵
○ جو اُمور معتبر ہیں	۱۵۵
○ دین و عقیدہ	۱۵۶
○ جنون کی قسمیں	۱۵۶
○ جنون کے سبب تفریق	۱۵۷
○ جنون کے متعلق فقہ شافعی کے احکام	۱۵۷
جنین (زیر حمل بچہ)	۱۵۸
○ ثبوت نسب	۱۵۹
○ وراثت	۱۵۹
○ وصیت و وقف	۱۵۹
○ اسقاط	۱۶۰
○ غسل و نماز	۱۶۰
جورب (غیر چرمی موزے)	۱۶۰
ایسے موزے پر مسح	۱۶۱
جہاد	۱۶۱
○ جہاد کا اسلامی تصور	۱۶۱
○ قانون جنگ کی تہذیب	۱۶۲
○ جہاد اقدامی و دفاعی	۱۶۳
○ جہاد کے چند فقہی احکام	۱۶۳
جہاد کا حکم	۱۶۳
دار الحرب کا مال	۱۶۳
جن کی اجازت ضروری ہے	۱۶۴
پسپائی اختیار کرنا	۱۶۴
امیر کے تحت	۱۶۴
جنگ سے پہلے دعوت	۱۶۴
جن کا قتل جائز نہیں	۱۶۴
جہر	۱۶۵
○ جہر کی حد اور جہری نمازیں	۱۶۵
جہل (ناواقفیت)	۱۶۵
○ احناف کے نزدیک جہل کے احکام	۱۶۶
○ جہل باطل	۱۶۶
○ موقع اجتہاد میں جہل	۱۶۷
○ دار الحرب میں جہل	۱۶۷
○ جہل کی چوتھی قسم	۱۶۷
○ جہل کے متعلق ایک اُصول	۱۶۷
○ شوافع کے نزدیک جہل کے احکام	۱۶۸
○ پہلی صورت	۱۶۸
○ دوسری صورت	۱۶۸
○ تیسری صورت	۱۶۸
○ چوتھی صورت	۱۶۸
○ جہل کے معتبر ہونے کے لئے دو بنیادی اُصول	۱۶۹
حاجت	۱۷۱
○ اُصولِ فقہ کی اصطلاح میں	۱۷۱

○ صلوٰۃ حاجت	۱۷۱
○ حاجاتِ اصلیہ	۱۷۲
○ حاجاتِ اصلیہ کے استثناء کی دلیل	۱۷۳
حارصہ (زخم کی ایک خاص صورت)	۱۷۳
حارصہ کا تاوان	۱۷۴
حاقن (پیشاب روکنے والا)	۱۷۴
ایسے شخص کی نماز	۱۷۴
حاکم	۱۷۴
احکام شرعیہ میں عقل کا مقام	۱۷۵
حبس	۱۷۵
○ قید کرنے کی مشروعیت	۱۷۶
○ کن بنیادوں پر قید کیا جائے گا؟	۱۷۶
○ دَین کی وجہ سے قید	۱۷۷
○ محبوس (قیدی) کے احکام	۱۷۸
حجاب (پردہ)	۱۷۹
حجاب سے مراد	۱۷۹
○ اجنبی سے پردہ کا ثبوت	۱۷۹
○ کیا چہرہ حکم حجاب میں داخل ہے؟	۱۸۰
○ مثبتین کے دلائل	۱۸۱
○ احناف کے دلائل	۱۸۲
○ موجودہ حالات کا تقاضا	۱۸۳
○ حجاب کے درجات	۱۸۴
اجنبیوں سے پردہ	۱۸۴
غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ	۱۸۴
محرم رشتہ داروں سے پردہ	۱۸۴
شوہر کا حکم	۱۸۴
○ دو طبقوں کا استثناء	۱۸۴
جن کو عورت کی حاجت نہ ہو	۱۸۵
کم عمر بچے	۱۸۵
حجامت (پچھنے لگانا)	۱۸۵
○ روزہ کی حالت میں	۱۸۶
○ حالتِ احرام میں	۱۸۶
حَجب (میراث کی اصطلاح)	۱۸۶
○ حجب نقصان	۱۸۷
○ حجب حرمان	۱۸۷
○ حجب حرمان کے قاعدے	۱۸۸
○ یتیم پوتے کی میراث کا مسئلہ	۱۸۸
حج	۱۸۹
○ حج کی فرضیت	۱۸۹
○ حج کی حکمت و مصلحت	۱۹۰
○ اوقاتِ حج	۱۹۱
○ میقات	۱۹۲
○ اقسامِ حج	۱۹۲
○ قران	۱۹۳
○ تمتع	۱۹۳
○ کون سا حج افضل ہے؟	۱۹۴
○ شرائط وجوب	۱۹۵
○ ارکان حج	۱۹۶
○ طواف زیارت	۱۹۷
○ واجباتِ حج	۱۹۸
○ سعی	۱۹۸
○ وقوف مزدلفہ	۱۹۸
○ رمی جمار	۱۹۹

○ حلق وقصر ۱۹۹
○ طواف صدر ۱۹۹
○ حج کی سنتیں ۲۰۰
○ طواف قدوم ۲۰۰
○ رمل ۲۰۱
○ آداب حج ۲۰۱
○ حج صحیح ہونے کی شرطیں ۲۰۱
○ اِحرام ۲۰۱
○ ممنوعاتِ حج ۲۰۲
○ حج کی مجموعی کیفیت ۲۰۲
○ حجِ بدل کے احکام ۲۰۳
○ میت کی طرف سے حج ۲۰۴
○ حج میں خواتین کے احکام ۲۰۵
○ اگر حج فوت ہوجائے؟ ۲۰۵
حَجر ۲۰۵
○ حجر کے مقاصد اور اسباب ۲۰۶
○ سفیہ ۲۰۶
○ مجور کے تصرفات ۲۰۸
○ سفیہ کب مجور ہوگا؟ ۲۰۸
○ رشد اور سفاہت میں فرق ۲۰۹
حجرِ اسود ۲۱۰
حَدَث (وضو یا غسل ٹوٹ جانا) ۲۱۰
○ حقیقی وحکمی ۲۱۰
○ سبیلین سے خروج نجاست ۲۱۱
○ خون اور قئے کے متعلق فقہاء کی رائیں ۲۱۱
○ خون سے نقضِ وضوء کے احکام ۲۱۲
○ قئے سے نقض وضوء کے احکام ۲۱۳
○ حدثِ حکمی ۲۱۳
○ نیند کے متعلق فقہاء کی رائیں ۲۱۴
○ نیند کے متعلق ضروری احکام ۲۱۵
○ جنون و بے ہوشی اور نشہ ۲۱۵
○ نماز میں قہقہہ ۲۱۵
تبسم، ضحک اور قہقہہ کا فرق ۲۱۵
○ مباشرتِ فاحشہ ۲۱۶
○ عورتوں کو چھونا ۲۱۶
○ شرمگاہ کا مساس ۲۱۷
○ بعض فقہاء کے نزدیک نقض وضوء کے مزید اسباب ۲۱۸
آگ میں پکی ہوئی چیز کا استعمال ۲۱۸
○ وضو ٹوٹنے کا شک ہو ۲۱۸
○ حالتِ حدث کے احکام ۲۱۸
حُدود ۲۱۹
○ حد کی تعریف ۲۱۹
○ حدود کے مشترک احکام ۲۲۰
○ حقوق اللہ اور حقوق الناس میں فرق ۲۲۰
○ حدود میں تداخل ۲۲۱
○ مجرم کی توبہ ۲۲۲
○ حدود کون نافذ کرے؟ ۲۲۲
○ محدود کا حکم ۲۲۲
○ محدود کی گواہی ۲۲۳
○ کیا حدود کفارہ ہیں؟ ۲۲۳
○ حدود میں شریعت کی ایک خاص رعایت ۲۲۳
شبہات کی وجہ سے حدود کا معاف ہوجانا ۲۲۳

○ حدود، قصاص اور تعزیرات ۲۲۴
حدود اور قصاص کے احکام میں فرق ۲۲۴
○ قانونِ حدود کے فوائد ۲۲۴
مغرب کا بے جا اعتراض ۲۲۴
حدیث ۲۲۶
○ حدیث کی اہمیت ۲۲۶
○ حدیث کی حجیت ۲۲۷
○ تعلیمِ کتاب ۲۲۹
○ تعلیمِ حکمت ۲۳۱
○ احادیث بھی وحی ہیں ۲۳۱
○ حدیث اور کتاب اللہ ۲۳۲
○ حجیت حدیث ــــ حدیث کی روشنی میں ۲۳۳
○ آثارِ صحابہ ؓ ۲۳۳
○ اجماعِ اُمت ۲۳۴
○ اقسام و اصطلاحات حدیث و کتب حدیث ۲۳۵
○ حدیث، اصطلاحِ محدثین میں ۲۳۵
○ احادیث کی تقسیم، بہ لحاظ صحت و قبولیت ۲۳۶
○ اقسامِ حدیث باعتبار تعارض ۲۳۷
○ انقطاعِ سند کی وجہ سے ضعیف روایات ۲۳۷
○ وجوہِ طعن ۲۳۸
○ ضعیف احادیث کی قسمیں ۲۳۸
○ اقسامِ حدیث بلحاظ نسبت ۲۳۹
○ علم حدیث کی متفرق اصطلاحات ۲۴۰
○ کتب حدیث کی قسمیں ۲۴۰
○ اقسام حدیث باعتبار تعداد روات ۲۴۱
حرابہ (رہزنی) ۲۴۲
○ تعریف ۲۴۲
○ شرطیں ۲۴۳
○ رہزنی کے لئے مطلوبہ ثبوت ۲۴۵
مجرم سے متعلق شرطیں ۲۴۵
جس کے ساتھ جرم ہو، اس سے متعلق شرطیں ۲۴۵
مال سے متعلق شرطیں ۲۴۵
مقام رہزنی سے متعلق شرطیں ۲۴۵
○ حرابہ (رہزنی) کی سزا ۲۴۵
○ حرابہ حقوق اللہ میں ہے ۲۴۶
○ کن صورتوں میں حرابہ کی سزا معاف ہو جاتی ہے؟ ۲۴۶
حرام ۲۴۷
○ حرام کے لئے اسالیب ۲۴۷
○ حرام لذاتہٖ ۲۴۸
○ حرام لغیرہٖ ۲۴۹
حربی ۲۴۹
حربی، معصوم الدین نہیں ۲۴۹
حربی کا مال معصوم نہیں ۲۵۰
حربیوں سے اسلحہ کی فروخت ۲۵۰
حربی اور جرائم ۲۵۰
حربی کے لئے صدقہ جائز نہیں ۲۵۰
حربی کو اسلامی ملک میں کتنے دنوں قیام کی اجازت ہوگی؟ ۲۵۰
حرم ۲۵۰
○ حرم میں اجراءِ قصاص ۲۵۱
○ حرم کے درخت ۲۵۱
○ حرم میں شکار ۲۵۲
○ جن جانوروں کا قتل جائز ہے؟ ۲۵۲
○ حرم کا لقطہ ۲۵۲

○ کیا مدینہ حرم ہے؟ ۲۵۳
حریر (ریشم) ۲۵۳
ریشم کی کتنی مقدار مردوں کے لئے جائز ہے؟ ۲۵۴
○ دوسرے فقہاء کی رائیں ۲۵۴
لباس کے علاوہ میں ریشم ۲۵۴
حریم (کنویں کی منڈھیر) ۲۵۵
○ احناف کا نقطۂ نظر ۲۵۵
○ دوسرے فقہاء کا مسلک ۲۵۶
حسبہ ۲۵۶
○ محکمۂ قضاء اور احتساب ۲۵۶
○ محکمۂ دفع مظالم اور احتساب ۲۵۷
○ امر بالمعروف ۲۵۷
○ نہی عن المنکر ۲۵۸
○ جن اُمور میں گواہی کے لئے دعویٰ ضروری نہیں ۲۵۹
حشفہ (سپاری) ۲۵۹
عضو تناسل کے دخول سے متعلق احکام ۲۶۰
○ اگر حشفہ کٹا ہوا ہو؟ ۲۶۲
○ قصاص و دیت ۲۶۲
حضانت (پرورش) ۲۶۲
○ پرورش کے حقدار ۲۶۳
○ حق پرورش کے لئے شرطیں ۲۶۴
○ حق پرورش کی مدت ۲۶۵
○ پرورش کس جگہ کی جائے؟ ۲۶۶
○ چند ضروری احکام ۲۶۶
حق ۲۶۷
لغوی معنی ۲۶۷
اصطلاحی تعریف ۲۶۷
○ حق کی تقسیم ۲۶۹
○ صاحب حق کے اعتبار سے حق کی قسمیں ۲۶۹
قابل اسقاط اور نا قابل اسقاط حقوق ۲۶۹
○ کن حقوق میں وراثت جاری ہوتی ہے؟ ۲۷۰
○ مالی اور غیر مالی حقوق ۲۷۱
○ حقوقِ مجردہ اور غیر مجردہ ۲۷۱
○ حق شخصی اور حق عینی ۲۷۲
○ حق عینی اور حق شخصی کے احکام میں فرق ۲۷۲
○ حق عینی کے عمومی احکام ۲۷۳
○ حق عینی اور حق انتفاع میں فرق ۲۷۴
○ حقوقِ ارتفاق کے عمومی احکام ۲۷۵
○ حقوقِ ارتفاق ۲۷۶
○ حق شرب ۲۷۶
○ حق مجریٰ ۲۷۷
○ حق مسیل ۲۷۷
○ حق مرور ۲۷۸
○ حق تعلّی ۲۷۸
حق جوار ۲۷۹
○ حقوق کی خرید و فروخت کی مروجہ صورتیں ۲۷۹
○ ۱-حق تالیف و ایجاد و حق طباعت ۲۷۹
○ ۲-رجسٹرڈ ناموں اور نشانات کی بیع ۲۸۳
○ ۳-فضا کی بیع ۲۸۴
خلاصۂ بحث ۲۸۴
حقنہ (پیچھے کی راہ سے دوا کا ایصال) ۲۸۴
○ ضروری احکام ۲۸۴

حقنہ سے علاج	۲۸۴
حقنہ سے روزہ کا فاسد ہوجانا	۲۸۵
حقیقت (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح)	۲۸۵
حقیقت کی قسمیں	۲۸۵
حقیقت لغوی	۲۸۵
حقیقت عرفی	۲۸۵
حقیقت اصطلاحی	۲۸۵
حقیقت شرعی	۲۸۵
○ حقیقت کے احکام	۲۸۵
○ معنیٔ حقیقی کو چھوڑنے کے قرائن	۲۸۶
استعمال اور عادت	۲۸۶
خود کلام کا تقاضا	۲۸۶
سیاق و سباق	۲۸۶
متکلم کی کیفیت	۲۸۶
موقع و محل	۲۸۶
○ حقیقت و مجاز کا اجتماع	۲۸۷
حُکم (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح)	۲۸۷
حاکم	۲۸۷
محکوم فیہ	۲۸۷
محکوم علیہ	۲۸۷
حکم کی تعریف	۲۸۷
حکم تکلیفی	۲۸۹
حکم وضعی	۲۹۰
سبب	۲۹۰
شرط	۲۹۰
مانع	۲۹۰
○ اسلام کے نظامِ قانون کی روح	۲۹۰
حکومۃ (مشورہ سے مالی تاوان کی تعیین)	۲۹۱
حَلف	۲۹۱
○ اسم باری تعالیٰ سے قسم	۲۹۲
○ صفاتِ باری سے قسم	۲۹۲
○ قسم کی ایک خاص صورت	۲۹۲
○ حلف میں ''انشاء اللہ''	۲۹۳
○ چند فقہی قواعد	۲۹۳
قسم کی بنیاد الفاظ پر ہے	۲۹۳
کس کی نیت معتبر ہے؟	۲۹۳
عام میں خاص کی نیت دیانۃً معتبر ہے	۲۹۳
حُلی (زیور)	۲۹۴
○ زیورات میں زکوٰۃ	۲۹۴
حِمیٰ (عوامی چراگاہ)	۲۹۵
کیا حضور ﷺ کے بعد حمی کا حکم باقی ہے؟	۲۹۶
حِمار (گدھا)	۲۹۶
گدھے کے احکام	۲۹۶
حَمام (کبوتر)	۲۹۶
کبوتر کے احکام	۲۹۶
حمل	۲۹۶
مدتِ حمل	۲۹۶
○ حاملہ کے لئے افطار	۲۹۸
حِنّاء (مہندی)	۲۹۸
مہندی لگانے کا حکم	۲۹۸
مہندی کا خضاب	۲۹۸
حِنث (قسم ٹوٹ جانا)	۲۹۸

عنوان	صفحہ
○ حنث کے لئے ارادہ ضروری نہیں	۲۹۹
○ فعل یا ترک کا جزوی ارتکاب	۲۹۹
○ کفارہ	۲۹۹
○ کفارہ کب ادا کیا جائے؟	۲۹۹
○ متعدد اسماء خداوندی کے ذریعہ قسم	۳۰۰
حَوالہ	۳۰۰
حوالہ کی تعریف	۳۰۰
حوالہ کا ثبوت	۳۰۰
○ ارکان وشرائط	۳۰۰
○ ضروری احکام	۳۰۱
○ حوالہ کب ختم ہوجاتا ہے؟	۳۰۲
○ کب مقروض سے رجوع کرے گا؟	۳۰۲
رُجوع کرنے سے متعلق شرطیں	۳۰۲
○ کس مال سے دَین وصول کیا جائے گا؟	۳۰۳
حیات	۳۰۳
حیات سے متعلق احکام	۳۰۳
جنین میں حیات کا آغاز	۳۰۳
حیض	۳۰۴
○ کم سے کم عمر	۳۰۴
○ حیض کی مدت	۳۰۴
○ حیض ونفاس کے مشترک احکام	۳۰۵
○ نماز وروزہ	۳۰۵
○ مسجد میں توقف اور اس سے مرور	۳۰۶
○ طواف	۳۰۶
○ تلاوتِ قرآن	۳۰۷
○ قرآن مجید چھونا اور اٹھانا	۳۰۷
○ جماع اور تلذذ	۳۰۸
○ اسلام کا اعتدال وتوازن	۳۰۹
○ کچھ ہدایات نبوی ﷺ	۳۱۰
حیلہ	۳۱۰
لغوی واصطلاحی معنی	۳۱۰
حیلہ کا ثبوت	۳۱۰
احناف پر ناروا تنقید	۳۱۲
احناف کا طرزِ عمل	۳۱۳
○ ابن قیم کی تنقیدات پر ایک نظر!	۳۱۳
حیوان	۳۱۴
لحمی غذا — انسانی فطرت کا تقاضا	۳۱۵
○ جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک	۳۱۵
○ چارہ کا انتظام	۳۱۶
○ کام لینے میں اعتدال	۳۱۷
○ حلال اور حرام جانور	۳۱۷
○ جانور کی خرید وفروخت	۳۱۸
○ دو مختلف جنس کے جانوروں کا اختلاط	۳۱۹
○ ان جانوروں کی حلت وحرمت اور قربانی	۳۱۹
خاتم (انگوٹھی)	۳۲۱
○ خاتمِ مبارک	۳۲۱
خاتمِ مبارک کی گمشدگی	۳۲۱
○ خواتین کا انگوٹھی پہننا	۳۲۲
○ انگوٹھی پہننے کا حکم اور اس کا وزن	۳۲۲
○ کس چیز کی انگوٹھی ہو؟	۳۲۲
○ نگینہ کیسا ہو؟	۳۲۳
○ کس ہاتھ اور انگلی میں پہنی جائے؟	۳۲۳

نگینہ کس طرف رکھا جائے؟ ٣٢٣
اگر انگوٹھی پر اسم الٰہی کا نقش ہو اور بیت الخلاء جائے؟ ٣٢٣
خادم ٣٢٤
آزاد شخص سے خدمت لینا ٣٢٤
خادم کے ساتھ حسن سلوک ٣٢٤
خاص ٣٢٤
لغوی واصطلاحی معنی ٣٢٤
○ خاص کی قسمیں ٣٢٤
○ خاص کا حکم ٣٢٥
خاطر ٣٢٦
قصد وارادہ کے مختلف درجات اور خاطر سے مراد ٣٢٦
ثواب وعذاب میں کس درجہ کا ارادہ معتبر ہے؟ ٣٢٦
خال، خالہ (ماموں اور خالہ) ٣٢٦
نفقہ ومیراث کے احکام ٣٢٦
خبر ٣٢٧
خبر کا معتبر ہونا ٣٢٧
○ معاملات ٣٢٧
○ دیانات ٣٢٨
مستور الحال شخص کی خبر ٣٢٨
○ جب شہادت ضروری ہے ٣٢٩
○ خبر اور شہادت میں فرق ٣٢٩
خُبز (روٹی) ٣٢٩
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روٹی تناول فرمانا ٣٢٩
روٹی کا بحیثیت رزق احترام ٣٣٠
بعض نامعتبر روایتیں ٣٣٠
آٹا شراب میں گوندھنا ٣٣٠
خِتان ٣٣٠
ختنہ میں مصلحت اور اہمیت ٣٣٠
انبیاء کرام اور ختنہ ٣٣٠
○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ختنہ ٣٣١
○ ختنہ کا طریقہ اور عمر ٣٣١
○ ختنہ کا حکم ٣٣٢
عورتوں کا ختنہ ٣٣٢
○ دعوتِ ختنہ ٣٣٢
○ غیر مختون کے احکام ٣٣٣
غیر مختون کا ذبیحہ ٣٣٣
خَراج (ایک زرعی ٹیکس) ٣٣٣
لغوی واصطلاحی معنی ٣٣٣
خراج کی ابتداء ٣٣٣
کیا خراج غیر مسلم کے ساتھ ظلم ہے؟ ٣٣٣
○ خراجی زمینیں ٣٣٤
○ خراج کی دو قسمیں ٣٣٤
خراجِ مُقاسمہ ٣٣٤
خراجِ وظیفہ ٣٣٤
○ خراج کا مصرف ٣٣٥
خَذف ٣٣٥
لغوی معنی ٣٣٥
کسی پر کنکری پھینکنے کی ممانعت ٣٣٥
خَرص (اندازہ وتخمین) ٣٣٥
اندازہ سے بٹائی ٣٣٥
○ زکوۃ میں اندازہ وتخمین ٣٣٦
خَرقاء (جس جانور کے کان میں سوراخ ہو) ٣٣٦

ایسے جانور کی قربانی	۳۳۶
خز (ایک خاص کپڑا)	۳۳۷
مردوں کے لئے بھی جائز	۳۳۷
خسوف (گہن)	۳۳۷
لغوی معنی	۳۳۷
کسوف اور خسوف	۳۳۷
نماز خسوف کی حکمت	۳۳۷
خشوع	۳۳۸
خشوع سے مراد	۳۳۸
نماز میں خشوع کا حکم	۳۳۸
خصی (آختہ)	۳۳۸
خصی سے مراد	۳۳۸
خصی کے احکام	۳۳۸
○ خصی شوہر سے تفریق کا حق	۳۳۸
○ آختہ کی قربانی	۳۳۹
خضاب	۳۳۹
لغوی معنی	۳۳۹
○ خضاب لگانے کا حکم	۳۳۹
○ خضاب کا رنگ	۳۴۰
○ استعمال بہتر ہے یا ترک؟	۳۴۰
○ معمول نبوی ﷺ	۳۴۱
خضروات (سبزی)	۳۴۲
○ سبزیوں میں زکوٰۃ	۳۴۲
خطأ	۳۴۲
اصطلاح فقہ میں	۳۴۲
خطأ پر مواخذہ	۳۴۲
خطأ سے بعض احکام کا معاف ہو جانا	۳۴۳
مختلف ابواب فقہ میں خطا کا اثر	۳۴۳
○ نماز میں	۳۴۳
○ روزہ میں	۳۴۳
○ زکوٰۃ میں	۳۴۳
○ حج میں	۳۴۳
○ طلاق میں	۳۴۴
○ معاملات میں	۳۴۴
○ نیت میں	۳۴۴
○ حقوق الناس میں	۳۴۴
خطبہ	۳۴۵
امر بالمعروف ایک اہم ذریعہ	۳۴۵
○ خطبۂ جمعہ کا وقت	۳۴۵
○ مقدار	۳۴۶
○ مضامین	۳۴۷
○ واجبات	۳۴۷
○ سنتیں	۳۴۸
○ مکروہات	۳۴۹
○ خطبہ کے درمیان تحیۃ المسجد	۳۴۹
○ سلام وکلام اور ذکر وتلاوت	۳۴۹
○ آداب	۳۵۰
○ خطبے کے لئے نکلنے کے بعد	۳۵۱
اگر نماز کے درمیان خطبہ شروع ہو	۳۵۱
○ خطبۂ عیدین	۳۵۱
خطبہ کا وقت	۳۵۱
تکبیر تشریق سے آغاز	۳۵۲

مضامین خطبہ ۳۵۲
○ کسوف اور استسقاء میں ۳۵۲
نماز کسوف میں خطبہ کی حیثیت ۳۵۲
نماز استسقا میں خطبہ اور فقہاء کے نقاط نظر ۳۵۲
○ خطباتِ حج ۳۵۳
○ خطبۂ نکاح ۳۵۳
○ ختم قرآن مجید پر ۳۵۳
خِطبہ (پیام نکاح) ۳۵۴
پیغام پر پیغام دینے کی ممانعت ۳۵۴
عدت کے درمیان پیغام ۳۵۴
○ مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت ۳۵۴
○ لڑکی کا پیام دینے والے کو دیکھنا ۳۵۵
مخطوبہ کو دیکھنے کے اُصول وآداب ۳۵۵
غیر محسوس طریقہ پر دیکھنا ۳۵۵
نکاح سے پہلے خلوت ۳۵۶
کتنے حصہ دیکھ سکتا ہے؟ ۳۵۶
خُفّین (موزہ) ۳۵۶
موزوں پر مسح کا ثبوت ۳۵۶
○ کس قسم کے موزے ہوں؟ ۳۵۷
فوم اور نائلون کے موزے ۳۵۷
موزوں میں بہت پھٹن نہ ہو ۳۵۷
○ مسح کا طریقہ ۳۵۸
حنفیہ کے مسلک کی تفصیل ۳۵۸
○ مسح کی مدت ۳۵۹
مدت کب سے شمار ہوگی؟ ۳۵۹
○ مسح کے نواقض اور ضروری احکام ۳۵۹
○ حالت احرام میں موزے ۳۶۰
خَل (سرکہ) ۳۶۰
حضور ﷺ کا سرکہ تناول فرمانا ۳۶۰
○ شراب کو سرکہ بنانا ۳۶۰
شراب کب سرکہ بن جاتی ہے؟ ۳۶۰
شراب سے سرکہ بننے والے سیال برتن کا حکم ۳۶۱
خلال ۳۶۱
کھانے کے بعد خلال کرنا ۳۶۱
خلع ۳۶۱
لغوی اور اصطلاحی معنی ۳۶۱
○ ثبوت ۳۶۲
○ شریعت کی نظر میں! ۳۶۲
○ خلع کے الفاظ ۳۶۳
○ بدل خلع کی مقدار ۳۶۳
○ بدل خلع ۳۶۴
بچہ کے حق پرورش کے عوض خلع ۳۶۴
حق سکنٰی کے عوض خلع ۳۶۴
○ احکام اور نتائج ۳۶۴
طلاق ہے یا فسخ؟ ۳۶۴
لفظ خلع اور حقوق سے براءت ۳۶۵
متفرق احکام ۳۶۵
خلع میں قاضی اور حکم کے اختیارات ۳۶۵
فقہاء کے نقاط نظر ۳۶۶
○ احناف کے دلائل ۳۶۶
○ امام مالکؒ کے دلائل ۳۶۶
○ احادیث ۳۶۷
○ آثار صحابہ ۳۶۷
خلوت (یک جائی وتنہائی) ۳۶۸
خلوت بحکم صحبت ۳۶۸

○ خلوت صحیحہ؟ ۳۶۹
○ جب خلوت جماع کے حکم میں ہے؟ ۳۶۹
○ جب خلوت جماع کے حکم میں نہیں؟ ۳۷۰
○ غیر محرم کے ساتھ تنہائی ۳۷۰

خلوق (زعفرانی عطر) ۳۷۱
مردوں کے لئے زعفرانی عطر کی ممانعت ۳۷۱
کپڑے اور جسم کا حکم ۳۷۱

خلیط (ایک قسم کا مشروب) ۳۷۱
مخلوط مشروب ۳۷۱

خمر (انگوری شراب) ۳۷۲
شراب کی ممانعت اور اس پر وعید ۳۷۲
○ خمر کی حقیقت ۳۷۳
حنفیہ کا مستدل ۳۷۳
جمہور کا مستدل ۳۷۳
○ شراب کی سزا ۳۷۴
بھنگ وغیرہ کا نشہ ۳۷۴
سزا جاری کرنے کی کیفیت ۳۷۴
○ شراب ساز سے رس فروخت کرنا ۳۷۵
○ مختلف احکام ۳۷۵

خمار (دوپٹہ) ۳۷۵
○ خمار کا شرعی حکم ۳۷۶
○ نماز میں ۳۷۶
○ کفن میں خمار اور اس کی مقدار ۳۷۶
○ وضوء میں خمار پر مسح ۳۷۷

خنثیٰ ۳۷۷
خنثیٰ سے مراد ۳۷۷
خنثیٰ مشکل ۳۷۷
○ احکام ۳۷۷
○ ختنہ اور غسل ۳۷۸
○ دوسرے احکام ۳۷۸
صف کی ترتیب ۳۷۸
کفن ۳۷۸
احرام ۳۷۸
ریشم اور زیورات ۳۷۸
غیر محرم کے ساتھ خلوت ۳۷۸
بلا محرم سفر ۳۷۸

خنزیر (سُوَر) ۳۷۸
چمڑا اور جھوٹا ۳۷۸
خرید و فروخت ۳۷۸
سور کے بال ۳۷۸

خوان (کھانے کا چوبی میز) ۳۷۹
خوان سے مراد ۳۷۹
خوان پر کھانا کھانا ۳۷۹

خوف (صلاۃ خوف) ۳۷۹
حضور ﷺ اور صلاۃ خوف ۳۷۹
○ نماز خوف کا طریقہ ۳۸۰
○ متفرق اور ضروری مسائل ۳۸۱

خیار ۳۸۱
لغوی اور اصطلاحی معنی ۳۸۱
○ خیار شرط ۳۸۲
○ متفرق ضروری احکام ۳۸۲
فروخت کردہ سامان کی ملکیت ۳۸۳

○ کن معاملات میں خیارِشرط ہے؟ ۳۸۳
○ خیارِتعیین اوراس کے احکام ۳۸۴
○ خیارِرؤیت ۳۸۴
○ متفرق اورضروری احکام ۳۸۵
سامان کانمونہ دیکھنا ۳۸۵
نابینا کی خریدوفروخت ۳۸۶
○ تجارت میں عیب پوشی کی ممانعت ۳۸۶
○ عیب سے مراد ۳۸۷
○ خیارِعیب کے لئے شرطیں ۳۸۷
○ خیارِعیب کے حق کا استعمال کس طرح کیا جائے؟ ۳۸۸
○ مدت ۳۸۸
○ جن صورتوں میں عیب دار سامان واپس نہیں کیا جاسکتا! ۳۸۸
○ خیارِعیب کا حکم ۳۸۹
○ خیارِنقد ۳۸۹
○ خیارِمجلس ۳۹۰
○ خیار کی اورقسمیں ۳۹۰
خیانت ۳۹۰
خیل (گھوڑا) ۳۹۱
گھوڑے کی پرورش ۳۹۱
○ گھوڑ دوڑ ۳۹۱
○ گھوڑے کا گوشت ۳۹۱
○ گھوڑے کی زکوٰۃ ۳۹۲
○ مالِ غنیمت میں گھوڑے کا حصہ ۳۹۳
○ گدھے سے اختلاط ۳۹۳
○ جھوٹا اوردودھ ۳۹۴
الدار ۳۹۵
لغوی معنی ۳۹۵
اصطلاحی تعریف ۳۹۵
○ دارالاسلام اوردارالحرب ۳۹۵
امام ابوحنیفہ کی رائے ۳۹۵
صاحبین کانقطۂ نظر ۳۹۵
راجح قول ۳۹۵
امام ابوحنیفہؒ کی رائے راجح ہے ۳۹۶
○ دارالعہد یادارالموادعہ سے مراد ۳۹۷
کفراورحرب میں فرق ۳۹۷
○ عہدنبوی کے نظام ہائے مملکت ۳۹۷
○ دارالامن ۳۹۸
دارکی تین قسمیں ۳۹۸
○ موجودہ دورکے غیرمسلم اکثریتی ممالک ۳۹۹
دارالاسلام کے احکام ۳۹۹
دارالحرب کے احکام ۳۹۹
ہجرت کن لوگوں پرواجب ہے؟ ۴۰۰
دارالحرب میں سود ۴۰۱
دارالحرب کے احکام کے سلسلے میں بنیادی اُصول ۴۰۲
○ دارالامن کے احکام ۴۰۳
○ موجودہ دورکے غیرمسلم ممالک ۴۰۴
دامِعہ، دامِیہ، دامِغہ ۴۰۵
تعریفات ۴۰۵
دِباغت ۴۰۵
دباغت کے معنی ۴۰۵
○ دباغت کے ذریعہ پاکی ۴۰۵
ہاتھی کاچمڑا ۴۰۵
○ دوسرانقطۂ نظر ۴۰۶
○ فریقین کے دلائل ۴۰۶
○ دباغت کے ذرائع ۴۰۷
دباغت کی دوصورتیں ۴۰۷

شوافع کا نقطۂ نظر ۴۰۷
○ فی زمانہ تاجران چرم کی دشواری کا حل ۴۰۷
دَجاجہ ۴۰۸
مرغی کا حکم ۴۰۸
نجاست خور مرغی کا حکم ۴۰۸
دُخان ۴۰۸
تمباکو نوشی ۴۰۸
تمباکو نوشی کے حکم میں اہل علم کا اختلاف ۴۰۸
محرمین کے دلائل ۴۰۸
قائلین اباحت کے دلائل ۴۰۸
○ روزہ میں تمباکو نوشی ۴۰۹
کفارہ واجب ہونے کا مسئلہ ۴۰۹
دِرہم، دِینار ۴۰۹
مقدار و معیار کی تعیین میں درہم و دینار کی اہمیت ۴۰۹
درہم کی مقدار ۴۰۹
درہم و دینار کا وزن فاروقی ۴۱۰
موجودہ اوزان میں درہم و دینار کی مقدار ۴۱۰
دُعاء ۴۱۰
لغوی اور شرعی معنی ۴۱۰
اسلام میں دُعاء کا تصور ۴۱۰
○ دُعاء کے آداب ۴۱۱
○ نماز میں دُعاء ۴۱۱
قراءت کے درمیان دُعاء ۴۱۱
○ سجدہ میں دُعاء ۴۱۲
○ دو سجدوں کے درمیان دُعاء ۴۱۲
○ نماز میں غیر عربی زبان میں دُعاء ۴۱۳
○ نماز کے بعد دُعاء ۴۱۳
فقہاء کا نقطۂ نظر ۴۱۴
حنفیہ کا نقطۂ نظر ۴۱۴
○ اجتماعی دُعاء ۴۱۴
مولانا بنوری کا چشم کشا بیان ۴۱۵
دَعوت ۴۱۵
اسلام کا اہم ترین فریضہ ۴۱۵
جہاد سے پہلے دعوت ۴۱۶
کھانے کی دعوت ۴۱۶
○ مسلمان کی دعوت ۴۱۷
○ جس دعوت میں منکر ہو ۴۱۷
○ غیر مسلموں کی دعوت ۴۱۹
○ مسلمان کی دعوت کے متعلق ضروری ہدایت ۴۱۹
دعویٰ ۴۲۰
لغوی معنی ۴۲۰
اصطلاحی معنی ۴۲۰
مختلف تعریفیں ۴۲۰
دعویٰ کا رکن ۴۲۰
○ دعویٰ صحیح ہونے کی شرطیں ۴۲۰
غائب شخص کے خلاف دعویٰ ۴۲۱
○ مدعی اور مدعی علیہ کا تعین ۴۲۲
مدعی اور مدعی علیہ کی شناخت کے سلسلے میں مختلف اقوال ۴۲۳
راجح قول ۴۲۳
○ دعویٰ صحیحہ اور دعویٰ فاسدہ ۴۲۴
○ دعویٰ کا حکم ۴۲۴
مدعی علیہ کا خاموشی اختیار کرنا ۴۲۴
○ دعویٰ کی سات قسمیں ۴۲۵
دُف ۴۲۵
دف بجانے کا حکم ۴۲۶

دِفاع ۴۲۶
دفاع ایک فطری حق ۴۲۶
مظلوموں کی مدافعت ۴۲۶
○ مدافعت کے شرعی اُصول ۴۲۷
بقدرِ ضرورت طاقت کا استعمال ۴۲۷
○ مدافعت کا حکم ۴۲۷
جان و مال کی مدافعت ۴۲۷
عزت و آبرو کی مدافعت ۴۲۸
○ کیا مدافعت کنندہ پر ضمان ہے؟ ۴۲۹
مدافعت میں پاگل اور بچہ کا قتل ۴۲۹
جانور کا قتل ۴۲۹
○ متفرق احکام ۴۲۹
دانت کاٹنے والے کا دانت ٹوٹ جائے ۴۲۹
جھانکنے والے کی آنکھ پھوٹ جائے ۴۲۹
دَفن ۴۳۰
انسانی تکریم کی رعایت ۴۳۰
تدفین، فطری اور شائستہ طریقہ ۴۳۰
اسلامی طریقۂ تدفین پر شبہ اور اس کا ازالہ ۴۳۱
○ نعش قبر میں کس طرح اتاری جائے؟ ۴۳۱
حنفی نقطۂ نظر ۴۳۱
دوسرا نقطۂ نظر ۴۳۱
○ تدفین کی دُعاء ۴۳۲
○ متفرق ضروری مسائل ۴۳۲
قبر میں کتنے لوگ اُتریں؟ ۴۳۲
خواتین کی قبر میں اُترنے والے ۴۳۲
مردوں کے لئے حکم ۴۳۳
نعش قبلہ رُخ کردی جائے ۴۳۳
ایک قبر میں کئی مردے ۴۳۳
○ سمندر میں تدفین کا طریقہ ۴۳۳
○ مقام تدفین ۴۳۴
مکانات میں تدفین ۴۳۴
صالحین کے قبرستان ۴۳۴
خاندان کے لوگ ایک جگہ ۴۳۴
شہداء کا مدفن ۴۳۴
نعش کو دور دراز لے جانا ۴۳۴
بوسیدہ قبر میں دوسرے مردے کی تدفین ۴۳۴
مسلمانوں کے قبرستان میں غیر مسلم اور غیر مسلم کے قبرستان میں مسلمان کی تدفین ۴۳۴
○ تدفین کے بعد ۴۳۵
مٹی ڈالنے کا طریقہ ۴۳۵
تدفین کے بعد دعاء ۴۳۵
سورہ بقرہ کی ابتدائی اور اختتامی آیات پڑھنا ۴۳۵
دَلیل ۴۳۵
دلیل سے مراد ۴۳۵
دلیل کی دو قسمیں ۴۳۵
حجت ۴۳۶
دَم (خون) ۴۳۶
○ خون — پاک اور ناپاک ۴۳۶
دم غیر مسفوح ۴۳۶
شہداء کا خون ۴۳۶
مچھلی کا خون ۴۳۶
○ مقدار عضو ۴۳۶
دَمع (آنسو) ۴۳۶
آنسو کا حکم ۴۳۶

دِیَت (خون بہا) ۴۳۷
دیت کی تعریف ۴۳۷
دیت، اَرش اور حکومتِ عدل کا فرق ۴۳۷
دیت کا ثبوت ۴۳۷
○ دیت کب واجب ہوتی ہے ۴۳۷
○ دیت واجب ہونے کی شرطیں ۴۳۷
○ کن اشیاء سے دیت ادا کی جائے ۴۳۸
فقہاء کا اختلاف رائے ۴۳۸
○ عورتوں کی دیت ۴۳۹
عورت کی دیت کم ہونے کی وجہ ۴۳۹
○ غیر مسلموں کی دیت ۴۳۹
حنفیہ کی رائے ۴۳۹
دوسرا نقطۂ نظر ۴۳۹
○ دیت میں شدت اور تخفیف ۴۴۰
○ دیت کی ادائیگی میں اہل تعلق (عاقلہ) کا تعاون ۴۴۱
عاقلہ کے تعاون کی مقررہ شرح ۴۴۱
○ ادائیگی کی مدت ۴۴۱
○ جن اعضاء کے کاٹنے پر مکمل دیت واجب ہے ۴۴۱
○ کسی جسمانی منفعت کا ضیاع ۴۴۲
اگر جزوی نقصان پہنچے؟ ۴۴۳
○ سر اور چہرے کے زخم ۴۴۳
○ سر اور چہرے کے ماسواء زخم ۴۴۳
○ حکومت کی تعیین کا طریقہ ۴۴۴
دَین ۴۴۴
لغوی معنی ۴۴۴
اصطلاحی معنی ۴۴۴
○ دین اور قرض میں فرق ۴۴۵
○ دین واجب ہونے کے اسباب ۴۴۵
○ دین پر وثیقہ اور ثبوت کی صورتیں ۴۴۶
دستاویز کی شرعی حیثیت ۴۴۶
○ دین پر قبضہ سے پہلے تصرف ۴۴۶
مدیون کو دین کا مالک بنانا ۴۴۷
فقہاء کا اختلاف ۴۴۷
غیر مدیون کو دین کا مالک بنانا ۴۴۷
○ دین کی دین سے بیع ۴۴۷
○ دین ادا نہ کرنے والوں کے ساتھ سلوک ۴۴۸
مدیون مفلّس کا حکم ۴۴۸
دین کی اور ایک اصطلاح ۴۴۸
○ دین کے خصوصی احکام ۴۴۹
ذَبح ۴۵۱
لحمی غذا، ایک ضرورت ۴۵۱
ذبح و نحر ۴۵۱
○ طریقۂ ذبح ۴۵۱
ذبح اضطراری ۴۵۱
ذبح اختیاری ۴۵۱
کن جانوروں میں ذبح افضل ہے اور کن میں نحر؟ ۴۵۱
○ ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا ۴۵۲
عمداً تسمیہ چھوڑ دے ۴۵۲
سہواً چھوڑ دے ۴۵۲
○ آلۂ ذبح ۴۵۲
دانت اور ناخن سے ذبح ۴۵۳
دھاردار آلہ ۴۵۳
○ مستحباب و مکروہات ۴۵۳
ذبح کے سلسلہ میں اسلام کی اصلاحات ۴۵۳

ذابح کا قبلہ رُخ ہونا ۴۵۳
گردن کی طرف سے ذبح ۴۵۴
گردن الگ ہوجائے ۴۵۴
چمڑا کب نکالا جائے؟ ۴۵۴
○ ذبح کیا جانے والا جانور کیسا ہو؟ ۴۵۴
ذبیحہ سے متعلق شرطیں ۴۵۴
حیات سے مراد ۴۵۴
○ ذبح کنندہ کے لئے شرطیں ۴۵۴
بچہ اور نشہ خوار کا ذبیحہ ۴۵۴
مشرکین ومرتدین کا ذبیحہ ۴۵۵
اہل کتاب سے مراد ۴۵۵
اہل کتاب کا ذبیحہ کب حلال ہے؟ ۴۵۵
شوافع کا نقطہ نظر ۴۵۵
مالکیہ کی رائے ۴۵۵
حنفیہ کی رائے قوی ہے ۴۵۵
جن کا ذبیحہ حلال ہے ۴۵۶
○ کچھ ضروری احکام ۴۵۶
بسم اللہ پڑھنے کا وقت ۴۵۶
بسم اللہ کون پڑھے؟ ۴۵۶
اگر حرام جانور کو ذبح کیا جائے؟ ۴۵۶
ذبح سے پہلے برقی صدمات ۴۵۶
○ مشینی ذبیحہ ۴۵۶
ذراع ۴۵۹
ماء کثیر سے مراد ۴۵۹
ذراع کی مقدار ۴۵۹
فقہاء کے اقوال ۴۵۹
ذکورۃ (مرد ہونا) ۴۶۰
مرد وعورت کے فرائض کی عادلانہ تقسیم ۴۶۰
○ مردوں کے خصوصی احکام ۴۶۰
جہاد ۴۶۰
جزیہ ۴۶۰
خلافت ۴۶۰
حدود میں قضا ۴۶۰
نکاح کی بابت عورتوں کی گواہی ۴۶۱
اگر راہزنوں کی ٹولی میں عورت بھی ہو؟ ۴۶۱
ذِمہ ۴۶۱
لغوی معنی ۴۶۱
فقہی اصطلاح ۴۶۱
○ احکام وخصوصیات ۴۶۱
ذمہ — انسانی شخصیت کے لئے ۴۶۲
پیدائش کے ساتھ ہی ذمہ ۴۶۲
ذمہ کب ختم ہوتا ہے؟ ۴۶۲
فقہاء کا نقطہ نظر ۴۶۲
حنفیہ کی رائے ۴۶۲
ذھب (سونا) ۴۶۲
مردوں اور عورتوں کے لئے سونا کا استعمال ۴۶۳
سونے کی انگوٹھی ۴۶۳
نابالغ لڑکوں کو سونا پہنانا ۴۶۳
سونا کا برتن ۴۶۳
سونے کے قلم اور زریں تار کے کپڑے ۴۶۳
مصحف قرآن پر طلائی نقش ۴۶۳
برتنوں پر سونے کا پانی ۴۶۳
سونا برائے علاج ۴۶۳
راھب ۴۶۵
جنگ میں بھی قتل کی ممانعت ۴۶۵

اگر خود شریک جنگ یا شریک سازش ہو؟	۴۶۵
ربا (سود)	۴۶۵
لغوی معنی	۴۶۵
اصطلاح شرع میں	۴۶۵
○ سود کی حرمت	۴۶۵
اجماع	۴۶۵
آیات	۴۶۵
احادیث	۴۶۶
صحابہ کی احتیاط	۴۶۷
سود کی علت	۴۶۸
جنس سے مراد	۴۶۸
قدر سے مراد	۴۶۸
ربا تفاضل	۴۶۸
ربا نسیہ	۴۶۸
حنفیہ کا نقطۂ نظر	۴۶۸
جنس اور قدر ہی علت کیوں؟	۴۶۸
حنابلہ کا نقطۂ نظر	۴۶۹
شوافع کا مسلک	۴۶۹
مالکیہ کا مسلک	۴۶۹
مالکیہ کی دلیل	۴۶۹
راجح قول	۴۶۹
تجارتی سود	۴۷۰
دار الحرب میں سود	۴۷۱
روپیہ اور پیسہ کی آپس میں خرید و فروخت	۴۷۱
ایک شبہ اور اس کا جواب	۴۷۱
عمدہ اور معمولی کا فرق نہیں	۴۷۱
رہن سے استفادہ	۴۷۱
اموال ربویہ کی اندازہ سے خرید و فروخت	۴۷۲
اگر نفع ہی متعین ہو؟	۴۷۲
رَجعت	۴۷۲
لغوی معنی	۴۷۲
اصطلاحی تعریف	۴۷۲
○ طلاق رجعی	۴۷۲
طلاق مغلظہ	۴۷۲
○ رجعت کا ثبوت	۴۷۲
○ رجعت کا طریقہ	۴۷۳
بہتر طریقہ	۴۷۳
فعل کے ذریعہ رجعت	۴۷۳
○ دوسرے فقہاء کی آراء	۴۷۴
○ رجعت صحیح ہونے کی شرطیں	۴۷۴
○ رجعت کی بابت اختلاف	۴۷۵
عدت گذرنے کے متعلق اختلاف	۴۷۵
رَجم	۴۷۵
رجم پر اجماع	۴۷۵
○ کس قسم کے زانی پر رجم کیا جائے	۴۷۶
○ رجم کرنے کا طریقہ	۴۷۶
دار الاسلام میں ہی رجم کی سزاء	۴۷۶
رُخصت	۴۷۷
لغوی معنی	۴۷۷
اصطلاحی معنی	۴۷۷
○ اطلاق کے اعتبار سے چار قسمیں	۴۷۷
اعلیٰ درجہ	۴۷۷

دوسرا درجہ ۴۷۷
رخصت مجازی کی پہلی قسم ۴۷۷
دوسری قسم ۴۷۷
○ احکام کے اعتبار سے رخصت ۴۷۷
قسمیں ۴۷۷
ترک رخصت باعث گناہ ۴۷۷
فعل اور ترک کا اختیار ۴۷۸
رخصت پر عمل خلاف مستحب ۴۷۸
رخصت پر عمل مستحب ۴۷۸
○ رخصت وتخفیف کی سات صورتیں ۴۷۸
اسقاط ۴۷۸
تنقیص ۴۷۸
ابدال ۴۷۸
تقدیم ۴۷۸
تاخیر ۴۷۸
ترخیص ۴۷۸
تغییر ۴۷۸
○ رخصت کے اسباب ۴۷۸
رسول ۴۷۹
لغوی معنی ۴۷۹
○ رسول اور وکیل کا فرق ۴۷۹
قاصد کے ذریعہ نکاح ۴۷۹
قاصد خود اپنا نکاح کرلے ۴۷۹
قاصد کا مہر پر قبضہ ۴۷۹
رُشد (شعور وآگہی) ۴۷۹
ذہنیت کے اعتبار سے چار ادوار ۴۷۹
سفیہ سے مراد ۴۸۰
سفیہ کو کب مال حوالہ کیا جائے؟ ۴۸۰
○ رشد سے مراد ۴۸۰
سفیہ کے تصرفات ۴۸۱
رُشوت ۴۸۱
لغوی معنی ۴۸۱
اصطلاح فقہ میں ۴۸۱
○ رشوت لینا حرام ہے ۴۸۱
○ رشوت دینے کا حکم ۴۸۲
قاضی کے لئے ہدیہ ۴۸۲
رضا ۴۸۳
رضا اور اختیار میں فرق ۴۸۳
رضا کی حقیقت ۴۸۳
رضا کے بغیر منعقد ہونے والے معاملات ۴۸۳
○ اظہار رضا کے ذرائع ۴۸۳
فعل سے اظہار رضامندی ۴۸۳
اشارہ سے رضا کا اظہار ۴۸۳
تحریر بھی اظہار کا ذریعہ ۴۸۳
سکوت بحکم رضا ۴۸۴
رَضاعت ۴۸۴
لغوی معنی ۴۸۴
رضاعت، حرمت نکاح کا سبب ۴۸۴
○ دودھ کی مقدار ۴۸۴
کب دودھ کا معدے تک پہنچنا باعث حرمت ہے؟ ۴۸۴
مخلوط دودھ کا حکم ۴۸۵
دو عورتوں کا مخلوط دودھ ۴۸۵
○ ثبوت رضاعت ۴۸۵

مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانا ۴۸۶
اگر شوہر دودھ پی لے؟ ۴۸۶
○ رضاعت سے حرام ہونے والے رشتے ۴۸۶
حرمت رضاعت سے مستثنیٰ رشتے ۴۸۶
حرمت کا ایک بنیادی قاعدہ ۴۸۷
○ رضاعت کا ثبوت ۴۸۶
اقرار اور گواہان سے ثبوت کا فرق ۴۸۸
رَفَث ۴۸۸
○ رفث سے مراد ۴۸۸
رَقَبہ (گردن) ۴۸۸
گردن کا مسح ۴۸۸
مسح کا طریقہ ۴۸۹
رُقبیٰ ۴۸۹
تعریف ۴۸۹
رقبیٰ کا حکم ۴۸۹
رَقص ۴۹۰
رقص کی حرمت ۴۹۰
صوفیاء کا رقص (حال و وجد) ۴۹۰
مصنوعی حال جائز نہیں ۴۹۰
رقص کرنے والے کی گواہی ۴۹۱
رُقیہ ۴۹۱
لغوی معنی ۴۹۱
جھاڑ پھونک کا حکم ۴۹۱
رکاز ۴۹۲
رکاز سے مراد ۴۹۲
○ دفینہ کا حکم ۴۹۲
دارالاسلام کی غیر مملوکہ اراضی کا دفینہ ۴۹۲
دفینہ پر عہد اسلام کی علامت ہو ۴۹۲
مملوکہ اراضی کا دفینہ ۴۹۲
دارالحرب میں دفینہ دستیاب ہو ۴۹۲
○ معادن میں خمس کا مسئلہ ۴۹۳
رُکن ۴۹۳
لغوی معنی ۴۹۳
اصطلاح میں ۴۹۳
رکن اور شرط کا فرق ۴۹۳
رُکن یمانی ۴۹۴
رکن یمانی کا استلام ۴۹۴
بوسہ لینا درست نہیں ۴۹۴
استلام کا طریقہ ۴۹۴
رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان دعاء ۴۹۴
رکوع ۴۹۴
لغوی معنی ۴۹۴
اصطلاحی معنی ۴۹۴
○ رکوع کا طریقہ ۴۹۴
رکوع میں تطبیق ۴۹۵
تذبیح اور اس سے مراد ۴۹۵
○ رکوع میں تعدیل ۴۹۵
فقہاء کا اختلاف رائے ۴۹۵
○ رکوع کی تسبیحات اور اس کی مقدار ۴۹۶
امام کتنی بار پڑھے ۴۹۶
رکوع کی حالت میں تلاوت قرآن ۴۹۶
○ متفرق احکام ۴۹۶
بیٹھ کر رکوع ۴۹۶
خواتین کے لئے رکوع کا طریقہ ۴۹۶

کوزہ پشت کا حکم	۴۹۶
رکوع میں جاتے ہوئے تسبیح	۴۹۶
رکوع سے اُٹھتے ہوئے کیا کہے؟	۴۹۷
رَماد (راکھ)	۴۹۷
ناپاک چیز کی راکھ	۴۹۷
راکھ سے تیمم	۴۹۷
رَمی	۴۹۷
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار	۴۹۷
○ ایام واوقات	۴۹۸
دس ذوالحجہ کی رمی	۴۹۸
○ گیارہ، بارہ ذوالحجہ کی رمی	۴۹۸
○ تیرہ ذوالحجہ کی رمی	۴۹۸
تیرہ کی رمی کا وقت	۴۹۹
○ رمی کا مسنون طریقہ	۴۹۹
○ کچھ ضروری اور اہم احکام	۵۰۰
کنکری پھینکنا ضروری ہے	۵۰۰
کنکریاں الگ الگ ماری جائیں	۵۰۰
عذر کی بناء پر نیابت	۵۰۰
سن رسیدہ اور حاملہ کی طرف سے رمی میں نیابت کی اجازت	۵۰۰
رمی میں ترتیب	۵۰۰
○ اگر رمی فوت ہوجائے؟	۵۰۱
رَہن	۵۰۱
لغوی معنی	۵۰۱
اصطلاحی تعریف	۵۰۱
رہن کا ثبوت	۵۰۱
○ ارکان	۵۰۱
○ شرطیں	۵۰۱
○ ایجاب وقبول کا صیغہ	۵۰۲
○ فریقین کی طرف سے شرط	۵۰۲
○ مالِ رہن سے متعلق شرط	۵۰۲
دوسرے کا مال رہن رکھنا	۵۰۲
○ دین مرہون سے متعلق شرطیں	۵۰۳
رہن قابلِ ضمان حق کے لئے ہے	۵۰۳
رہن سے حق وصول کرنا ممکن ہو	۵۰۳
○ رہن قبضہ سے لازم ہوگا؟	۵۰۴
قبضہ کب درست ہے؟	۵۰۴
نیابتاً قبضہ	۵۰۴
تیسرے شخص کے پاس مال مرہون	۵۰۴
○ رہن کے احکام	۵۰۴
مالِ مرہون سے حق کا حصول	۵۰۴
حفاظت کی ذمہ داری	۵۰۵
مالِ رہن سے نفع اٹھانا	۵۰۵
اجازت سے نفع اٹھانے کا مسئلہ	۵۰۵
مالِ مرہون میں تصرف	۵۰۶
اگر سامانِ رہن ضائع ہوجائے؟	۵۰۶
مالِ مرہون میں اضافہ ہوجائے	۵۰۷
○ فاسد رہن اور اس کا حکم	۵۰۷
راہن اور مرتہن کے درمیان اختلاف	۵۰۷
رِیق (تھوک)	۵۰۷
کن جانوروں کا تھوک پاک ہے؟	۵۰۷
انسان کا لعاب	۵۰۸
سوتے ہوئے شخص کا لعاب	۵۰۸

○ ○ ○ ○

جلد چہارم

● پیش لفظ : ''کتاب ہذا'' حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ۵۷

زاغ (کوا) ۵۹
حلال وحرام کوے ۵۹
کوے کا جھوٹا ۵۹
کوا پانی میں گر کر مر جائے ۵۹
زکوٰۃ ۵۹
اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت ۵۹
اسلام سے پہلے ۵۹
زکوٰۃ کب فرض ہوئی؟ ۵۹
○ شرائط زکوٰۃ ۶۰
○ زکوٰۃ ادا کرنے والے سے متعلق شرائط ۶۰
مسلمان ہونا ۶۰
بالغ ہونا ۶۰
عاقل ہونا ۶۰
پاگل کا حکم ۶۰
○ مال سے متعلق شرطیں ۶۱
مکمل ملکیت ۶۱
امانت رکھی ہوئی چیز کا حکم ۶۱
فکسڈ ڈپازٹ کی ہوئی رقم ۶۱
○ دیون کی زکوٰۃ ۶۱
جس قرض کی وصولی متوقع نہ ہو ۶۱
دین قوی ووسط ۶۲
دین ضعیف ۶۳

○ حاجت اصلیہ سے زائد ہو ۶۳
حاجت اصلیہ سے مراد ۶۳
صنعتی اشیاء کا حکم ۶۳
○ مال نامی ۶۴
○ سال کا گذرنا ۶۴
درمیانِ سال مقدار نصاب سے کم ہو جائے ۶۴
○ دین کی منہائی ۶۵
عشر میں دین مانع زکوٰۃ نہیں ۶۵
اگر سال گذرنے کے بعد دین ہو؟ ۶۵
حقوق اللہ سے متعلق دین ۶۵
بیوی کا مہر ۶۵
صنعتی اور ترقیاتی قرضے ۶۵
○ دوسرے فقہاء کی رائیں ۶۶
○ اموال زکوٰۃ اور نصاب زکوٰۃ ۶۶
معدنی اشیاء ۶۶
سامان تجارت ۶۶
مویشی ۶۶
زرعی پیداوار ۶۶
○ سونے اور چاندی کا نصاب ۶۷
مقدار نصاب کے بارے میں علماء ہند کا اختلاف رائے ۶۷
جدید اوزان میں ۶۷
○ سونا چاندی کا باہم ملایا جانا ۶۸

○ نصاب پر اضافہ ۶۸
○ سونے چاندی میں ملاوٹ ۶۸
اگر سونا چاندی مخلوط ہو ۶۹
○ زیورات ۶۹
زکوٰۃ کی مقدار ۶۹
○ نوٹوں پر زکوٰۃ ۶۹
سونا معیار ہے یا چاندی؟ ۷۰
○ سامان تجارت میں زکوٰۃ اور اس کا نصاب ۷۰
○ سامان کب سامان تجارت ہوگا؟ ۷۱
تجارت کے ارادہ سے لیا اور ارادہ بدل گیا ۷۱
مویشی کی تجارت کرے تو شرح زکوٰۃ ۷۱
○ زکوٰۃ بصورت سامان یا قیمت؟ ۷۱
○ سال گذرنا ۷۱
○ شیئرز، بانڈز اور مال مضاربت میں زکوٰۃ ۷۲
○ جانوروں میں زکوٰۃ ۷۲
زکوٰۃ واجب ہونے کی شرط ۷۲
چارہ عوامی چراگاہ سے حاصل ہو جائے ۷۳
ایک ہی جانور کا مکمل نصاب ۷۳
مادہ کی جگہ نر ۷۳
متوسط جانور ہو ۷۳
جو دو مختلف جنس کے اختلاط سے پیدا ہو ۷۳
○ اونٹ کا نصاب اور مقدار ۷۳
○ گائے ۷۴
بھینس کا حکم ۷۴
○ بکری ۷۴
بھیڑ اور دنبہ کا حکم ۷۴
○ گھوڑے ۷۴
○ جانوروں کی زکوٰۃ میں شراکت کا اثر ۷۴
اشتراک کی دو صورتیں ۷۴
○ کمپنی کی زکوٰۃ ۷۵
مچھلی اور جھینگے کی زکوٰۃ ۷۵
○ معدنیات کی زکوٰۃ ۷۵
موجودہ حالات میں معدنیات قومی ملکیت ہوں یا شخصی؟ ۷۶
○ سمندری معدنیات ۷۶
○ دفینے ۷۶
○ عشر ۷۷
نابالغوں اور ناعاقلوں پر بھی ۷۷
پیداوار ہی سے متعلق ۷۷
زمین کا مالک ہونا ضروری نہیں ۷۷
○ مصارف زکوٰۃ ۷۷
ایک ہی مد میں ادائیگی زکوٰۃ ۷۸
○ فقراء و مساکین ۷۸
فقیر و مسکین کا فرق ۷۸
○ فقر و احتیاج کا معیار ۷۹
کس کے لئے زکوٰۃ جائز نہیں؟ ۷۹
جو شخص کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو ۷۹
○ کچھ اہم ضروری مسائل ۷۹
جس کو کرایہ ضروریات کے لئے ناکافی ہو ۷۹
پیداوار سے صرف ضرورت ہی پوری ہو ۷۹
دوسرے کے ذمہ دیر سے ادا طلب دین ہو ۷۹

بیوی کا مہر مؤجل باقی ہو	۸۰
غلط فہمی میں فقیر سمجھ لے	۸۰
زکوٰۃ دیتے وقت مستحق ہونا ضروری ہے	۸۰
مال زکوٰۃ خرید کرنا	۸۰
نابالغ بچوں کا حکم	۸۰
بالغ لڑکوں کا حکم	۸۰
طلبہ کے لئے زکوٰۃ	۸۰
فقیر عالم کو زکوٰۃ	۸۰
○ عاملین	۸۰
○ ہاشمی عاملین	۸۰
○ زکوٰۃ کے حساب و تقسیم کا دوسرا عملہ	۸۱
○ متفرق احکام	۸۱
اگر عامل صاحب نصاب ہو	۸۱
عامل کی اجرت کی مقدار	۸۱
جہاں نظام امارت قائم ہو	۸۲
○ مؤلفۃ القلوب	۸۲
مؤلفۃ القلوب سے مراد	۸۲
حنفیہ کا نقطۂ نظر	۸۲
مالکیہ کا نقطۂ نظر	۸۳
شاہ ولی اللہ صاحب کا نقطۂ نظر	۸۳
○ غلام کی آزادی	۸۳
○ غارمین	۸۳
احناف کا نقطۂ نظر	۸۴
شوافع کا نقطۂ نظر	۸۴
○ فی سبیل اللہ	۸۴
فی سبیل اللہ سے مراد	۸۴
رفاہی کاموں میں زکوٰۃ	۸۵
○ مسافرین	۸۵
اگر سفر کے بعد کچھ رقم بچ رہے؟	۸۵
وطن میں ہو لیکن مال تک رسائی نہ ہو	۸۵
○ بنو ہاشم و سادات اور زکوٰۃ	۸۵
بنو ہاشم سے مراد	۸۵
○ صدقات نافلہ اور صدقات واجبہ	۸۶
موجودہ حالات میں	۸۶
○ نسبی یا ازدواجی قرابت	۸۶
○ جن مستحقین کو زکوٰۃ دینی مستحب ہے	۸۷
زیادہ ضرورت مند	۸۷
قرابت دار	۸۷
اہل شہر	۸۷
دینی ادارے	۸۷
○ زکوٰۃ کی کتنی مقدار دی جائے؟	۸۷
ضرورت پوری ہو جائے	۸۷
مقدار نصاب زکوٰۃ دینا	۸۷
○ تملیک ضروری ہے	۸۸
○ حیلۂ تملیک اور فی زمانہ اس کی اہمیت	۸۸
○ زکوٰۃ کا اجتماعی نظام	۸۹
○ اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ	۸۹
اگر اموال باطنہ میں تفحص کی ضرورت نہ پڑے؟	۸۹
کسی علاقہ کے لوگ زکوٰۃ ادا نہ کریں	۹۰
○ امیر کب زکوٰۃ وصول کرے؟	۹۰

کیا حفاظت وحمایت بھی شرط ہے؟ ۹۱
○ مسلمانان ہند کے لئے راہ عمل ۹۱
○ زکوۃ کی ادائیگی ۹۲
فوری اداطلب یا بہ دیر اداطلب ۹۲
○ مال زکوۃ ضائع ہوجائے یا کردیا جائے ۹۲
اگر پورا مال صدقہ کردے ۹۲
کچھ حصۂ نصاب ضائع ہوجائے؟ ۹۳
○ مالک نصاب کی وفات ۹۳
○ پیشگی زکوۃ کی ادائیگی ۹۴
تین شرطیں ۹۴
قبل از وقت کتنی مدت کی زکوۃ ادا کرسکتا ہے؟ ۹۴
○ نیت ۹۵
اگر نیت کرتے وقت مال زکوۃ مستحق کے پاس موجود ہو؟ ۹۵
زکوۃ میں دین معاف کردے ۹۵
عیدی یا تحفہ کے نام سے زکوۃ ۹۵
○ اصل مال یا قیمت کے ذریعہ زکوۃ؟ ۹۵
○ کس وقت کی قیمت معتبر ہوگی؟ ۹۵
○ زکوۃ میں حیلہ ۹۶
امام ابویوسفؒ کی طرف غلط نسبت ۹۶
○ آداب زکوۃ ۹۶
○ من واذی ۹۶
○ ریاء ونمائش نہ ہو ۹۷
کب علانیہ زکوۃ دینا بہتر ہے؟ ۹۷
○ بہتر مال کا انتخاب ۹۸
○ حلال وطیب مال ۹۸
○ بہتر مصرف کا انتخاب ۹۸
○ ان آداب کا حاصل ۹۹
زلزلہ ۹۹
زلزلہ کے موقعہ سے نماز نفل ۹۹
جماعت ثابت نہیں ۹۹
زلۃ القاری (قراءت میں غلطی) ۱۰۰
سہو ونسیان کا احکام پر اثر ۱۰۰
نماز میں سہواً کلام ۱۰۰
امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا اصول ۱۰۰
امام ابویوسفؒ کا اصول ۱۰۰
○ اعراب میں غلطی ۱۰۰
○ وقف میں غلطی ۱۰۰
○ الفاظ وحروف کی تبدیلی ۱۰۰
طرفین کا نقطۂ نظر ۱۰۱
امام ابویوسفؒ کی رائے ۱۰۱
زمزم ۱۰۱
زمزم کے لغوی معنی ۱۰۱
زمزم سے شفاء ۱۰۱
کھڑے ہوکر پینا ۱۰۱
زمزم پینے کے آداب ۱۰۱
پینے کے بعد کی دعاء ۱۰۲
تبرکاً دوسری جگہ لے جانا ۱۰۲
○ آب زمزم سے غسل ووضو ۱۰۲
○ زمزم کی تاریخ پر ایک نظر ۱۰۲
زنا ۱۰۳
عفت وعصمت کا محکم نظام ۱۰۳

زنا کی حرمت وشناعت ۱۰۴
○ فقہی تعریف ۱۰۴
جو صورتیں زنا میں داخل نہیں ۱۰۵
○ بعض صورتوں کی بابت فقہاء کا اختلاف ۱۰۵
○ ثبوت زنا کے ذرائع ۱۰۶
اقرار سے ثبوت اور اس کی شرطیں ۱۰۶
شہادت وگواہی سے ثبوت ۱۰۶
تقادم سے مراد ۱۰۶
زنبور (بھڑ) ۱۰۷
بھڑ کھانا جائز نہیں ۱۰۷
بھڑ کا چھتہ ۱۰۷
زندیق (بددین) ۱۰۷
زندیق کی تعریف ۱۰۷
زندیق اور منافق ۱۰۷
زندیق کی توبہ مقبول نہیں ۱۰۷
زندیق کے مال کا حکم ۱۰۷
زنار ۱۰۷
○ زنار پہننا-شدید گناہ ۱۰۷
زوج (شوہر) ۱۰۸
شوہر کے حقوق ۱۰۸
اطاعت وفرماں برداری ۱۰۸
○ گھر کی نگرانی وحفاظت ۱۰۹
○ بلا اجازت باہر نہ جانا ۱۰۹
○ تادیب کا حق اور اس کے حدود ۱۱۰
سرزنش-آخری مرحلہ ۱۱۰
ہجر فی المضاجع سے مراد ۱۱۱
ضرب غیر مبرح سے مراد ۱۱۱
○ کن اُمور پر تادیب کی جائے؟ ۱۱۱
○ طلاق کا حق ۱۱۲
○ میراث کا حق ۱۱۲
○ بیوی کے اخلاقی واجبات ۱۱۲
زوجہ (بیوی) ۱۱۲
○ بیوی کے حقوق ۱۱۲
ت ۱۱۳
○ حق میراث ۱۱۳
زیتون ۱۱۴
زیتون میں زکوٰۃ ۱۱۴
ساعی ۱۱۵
لغوی واصطلاحی معنی ۱۱۵
عامل زکوٰۃ کے اوصاف ۱۱۵
عامل کے ساتھ حسن سلوک ۱۱۵
زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو دعاء ۱۱۵
سائبہ ۱۱۵
لغوی واصطلاحی معنی ۱۱۵
سائبہ سے مراد ۱۱۵
اس رسم مشرکانہ کا بانی ۱۱۵
سباق ۱۱۶
سَبْق اور سَبَق ۱۱۶
مسابقہ کی اجازت ۱۱۶
جن چیزوں میں مسابقہ جائز اور مستحب ہے ۱۱۶

○ کھیل میں انعام کی شرط ۱۱۶
جائز ہونے کے لئے پہلی شرط ۱۱۶
شرط یکطرفہ ۱۱۷
دوسری شرط ۱۱۷
تیسرے شخص کو غیر مشروط داخل کیا جائے ۱۱۷
انعام کسی اور کی طرف سے ہو ۱۱۷
تیسری شرط ۱۱۷
○ انعام کی شرط سے استحقاق ثابت نہیں ہوتا ۱۱۷
○ مباح و مکروہ کھیل ۱۱۸
○ علمی مسائل میں شرط ۱۱۸
سَبّ ۱۱۸
لغوی معنی ۱۱۸
سب و شتم باعث فسق ۱۱۸
اللہ اور رسول کی شان میں گستاخی ۱۱۸
سبب ۱۱۸
لغوی معنی ۱۱۸
اصطلاحی تعریف ۱۱۸
○ چار صورتیں ۱۱۸
سبب مجاز ۱۱۸
سبب محض ۱۱۹
سبب بہ معنی علت ۱۱۹
سبب مشابہہ بہ علت ۱۱۹
○ دوسرے علماءِ اُصول کی رائے ۱۱۹
○ ایک فقہی قاعدہ ۱۱۹
سبع (درندہ) ۱۲۰
درندہ سے مراد ۱۲۰
درندہ کا گوشت ۱۲۰
درندہ کا جھوٹا ۱۲۰
سترہ ۱۲۰
نمازی کے آگے سے گذرنے کی ممانعت ۱۲۰
سترہ سے مراد ۱۲۰
سترہ رکھنے کا حکم ۱۲۰
○ نمازی اور سترہ کے درمیان فصل ۱۲۱
○ کیا چیزیں سترہ ہو سکتی ہیں؟ ۱۲۱
سترہ کی لمبائی ۱۲۱
سترہ کی چوڑائی ۱۲۲
سترہ کے لئے خط کھینچنا ۱۲۲
خط کی شکل ۱۲۲
امام کا سترہ مقتدی کے لئے کافی ہے ۱۲۲
کیا آدمی سترہ بن سکتا ہے؟ ۱۲۲
○ نمازی کے کتنے آگے سے گذرا جائے؟ ۱۲۳
چھوٹی مسجد کا حکم ۱۲۳
صحرا اور مسجد کبیر کا حکم ۱۲۳
مسجد صغیر اور کبیر سے مراد ۱۲۳
○ متفرق ضروری اور اہم مسائل ۱۲۳
کپڑے کا سترہ ۱۲۳
اگر نمازی کی جگہ اونچی ہو ۱۲۳
نمازی کے آگے سے گذرنے کی چار صورتیں ۱۲۳
گذرنے والے کو روکنا ۱۲۴
روکنے کے طریقے ۱۲۴
نہ رکنے والے سے قتل وقتال ۱۲۴
سجدہ ۱۲۴
لغوی و اصطلاحی معنی ۱۲۴

عنوان	صفحہ
سجدہ، اہم ترین رکن	۱۲۳
○ سجدہ کا طریقہ	۱۲۵
تکبیر کب کہی جائے؟	۱۲۵
تسبیح	۱۲۵
تسبیح کی مقدار	۱۲۵
امام کتنی بار پڑھے؟	۱۲۶
○ سجدہ میں تلاوت ودعاء	۱۲۶
○ اعضاء سجدہ	۱۲۶
زمین پر پاؤں رکھنا واجب ہے	۱۲۶
ہاتھ اور گھٹنے رکھنا	۱۲۶
پیشانی اور ناک	۱۲۷
اگر رخسار اور ٹھوری زمین پر رکھ دی جائے؟	۱۲۷
○ سجدہ کی مسنون ہیئت	۱۲۷
اعضاء کے رکھنے اور اٹھانے کی ترتیب	۱۲۷
ہاتھ کہاں رکھے؟	۱۲۷
عورتوں کے لئے	۱۲۷
ہاتھ کی انگلیاں	۱۲۸
مختلف اعضاء کی ہیئت	۱۲۸
○ سجدہ کیسی جگہ پر کیا جائے؟	۱۲۸
روئی یا برف پر سجدہ	۱۲۸
ہتھیلی اور عمامہ پر سجدہ	۱۲۸
سجدہ گاہ نمازی کی جگہ سے اونچی ہو	۱۲۹
ازدحام کے موقعہ پر	۱۲۹
پیشانی کا اکثر حصہ زمین پر ہو	۱۲۹
○ کچھ اور ضروری احکام	۱۲۹
نگاہ کا محل	۱۲۹
اگر سجدہ گاہ میں کنکریاں ہوں؟	۱۲۹
تسبیحات کی تعداد انگلیوں سے گننا	۱۲۹
اعتدال واجب ہے	۱۲۹
○ سجدہ کا حکم	۱۲۹
دوسرا سجدہ	۱۲۹
سجدۂ تلاوت	۱۲۹
سجدۂ تلاوت کا حکم	۱۲۹
○ کب واجب ہوتا ہے؟	۱۳۰
مقتدی پر سجدۂ تلاوت	۱۳۰
اگر کلمۂ سجدہ کی تلاوت نہ کریں؟	۱۳۰
○ آیات سجدہ	۱۳۰
بعض آیات کی بابت اختلاف	۱۳۱
○ سجدۂ تلاوت کن لوگوں پر واجب ہے؟	۱۳۱
غیر مکلف کی تلاوت	۱۳۱
ریڈیو وغیرہ سے تلاوت کا حکم	۱۳۱
کلمۂ سجدہ کا ہجے	۱۳۱
نمازی کا غیر نمازی سے سنا	۱۳۱
غیر نمازی کا نمازی سے سنا	۱۳۱
○ سجدۂ تلاوت کا طریقہ	۱۳۱
○ سجدہ کی جگہ رکوع	۱۳۱
○ کچھ ضروری احکام	۱۳۲
اگر نماز میں سجدہ نہیں کر پایا؟	۱۳۲
آیات سجدہ کو چھوڑ کر تلاوت	۱۳۲
آیت سجدہ کی مکرر تلاوت	۱۳۲

عنوان	صفحہ
سجدۂ سہو	۱۳۲
○ حکم	۱۳۲
فقہاء کا اختلاف	۱۳۲
○ طریقہ	۱۳۳
ایک سلام یا دو سلام؟	۱۳۳
درود و دعاء	۱۳۳
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر	۱۳۳
صرف افضلیت کا اختلاف	۱۳۳
○ کن مواقع پر واجب ہوتا ہے؟	۱۳۳
اگر فرض چھوٹ جائے؟	۱۳۳
سنتیں چھوٹ جائیں	۱۳۳
قصداً واجب ترک کردے	۱۳۳
سہواً واجب فوت ہوجائے	۱۳۳
ترک واجب کی چھ صورتیں	۱۳۴
تاخیر رکن سے مراد	۱۳۴
سجدۂ سہو واجب ہونے کا ایک اُصول	۱۳۴
○ سجدۂ سہو واجب ہونے کی کچھ صورتیں	۱۳۴
سورۂ فاتحہ بھول جائے	۱۳۵
فرض کی آخری رکعتوں میں سورہ ملالے	۱۳۵
قعدۂ میں قرآن پڑھے	۱۳۵
قرآن میں ترتیب غلط ہوجائے	۱۳۵
نماز میں دیر سے سجدۂ تلاوت کرے	۱۳۵
تعدیل کا لحاظ رکھے	۱۳۵
تشہد بھول جائے	۱۳۵
قعدہ اولیٰ میں درود پڑھ لے	۱۳۵
تشہد مکرر پڑھ لے	۱۳۵
قعدہ بھول جائے	۱۳۵
قعدۂ ثانیہ میں کھڑا ہوجائے	۱۳۵
دُعاء قنوت بھول جائے	۱۳۵
تکبیرات چھوٹ جائیں	۱۳۵
تکبیرات عیدین میں کمی وزیادتی	۱۳۵
جہر کی جگہ سر یا اس کے برعکس	۱۳۵
تعوذ وغیرہ جہراً پڑھ دے	۱۳۶
○ شک کی وجہ سے سجدۂ سہو	۱۳۶
جو شک کا عادی نہ ہو	۱۳۶
جسے بار بار شک پیش آئے	۱۳۶
جس کا کسی ایک طرف رجحان قلب نہ ہو پائے	۱۳۶
○ کچھ ضروری احکام	۱۳۶
امام سے بھول ہوجائے	۱۳۶
مقتدی مسبوق ہو	۱۳۶
جمعہ وعیدین میں سہو	۱۳۶
فرائض اور نوافل میں کوئی فرق نہیں	۱۳۶
اگر وقت تنگ ہو؟	۱۳۶
سجدۂ شکر	۱۳۷
حکم	۱۳۷
قول مفتی بہ	۱۳۷
مشروعیت کی دلیل	۱۳۷
○ سجدۂ شکر کا طریقہ	۱۳۷
نماز شکر اولیٰ ہے	۱۳۷
سجن (قید خانہ)	۱۳۸
"ونفی من الارض" سے مراد	۱۳۸

عہد اسلامی کی پہلی جیل	۱۳۸
○ قید کے احکام	۱۳۸
قیدی سے ملاقات	۱۳۸
جمعہ و جماعت اور جنازہ و حج	۱۳۸
اگر قیدی بیمار ہو؟	۱۳۸
قیدی کو مار پیٹ	۱۳۸
مجرم کو کس جیل میں ڈالا جائے؟	۱۳۸
سحاق	۱۳۸
باہمی تلذذ حرام ہے	۱۳۸
سحر (جادو)	۱۳۹
لغوی معنی	۱۳۹
اصطلاحی تعریف	۱۳۹
سحر ایک حقیقت ہے	۱۳۹
معتزلہ کا نقطۂ نظر	۱۳۹
سحر اور کرامت کا فرق	۱۳۹
قرآن سے سحر کا ثبوت	۱۳۹
حضور ﷺ پر سحر کا اثر	۱۳۹
حضرت عائشہؓ پر سحر	۱۳۹
○ جادوگر کی سزا	۱۳۹
اگر مسحور کی موت ہو جائے؟	۱۴۰
جادوگر کی توبہ	۱۴۰
سحری	۱۴۰
سحری مستحب ہے	۱۴۰
مستحب وقت	۱۴۰
سحری میں کیا کھائے؟	۱۴۱
سدّ ذریعہ	۱۴۱
لغت اور اصطلاح میں	۱۴۱
○ چار درجات	۱۴۱
○ احکام	۱۴۱
سد ذریعہ کے معتبر ہونے پر دلیلیں	۱۴۱
○ حنفیہ کے یہاں	۱۴۱
سِدْر (بیری)	۱۴۲
مردہ کو غسل دینے میں بیری کے پتے کا استعمال	۱۴۲
سَدْل	۱۴۲
سدل سے مراد	۱۴۲
نماز میں سدل کا حکم	۱۴۲
نماز سے باہر	۱۴۳
سِرّ (آہستہ)	۱۴۳
سر کی حد اور اس سلسلہ میں مشائخ کا اختلاف	۱۴۳
سَرِقہ (چوری)	۱۴۳
تحفظ مال - مقاصد شریعت میں سے ایک	۱۴۳
○ فقہی تعریف	۱۴۳
مختلف تعریفات کا خلاصہ	۱۴۴
○ سرقہ کی سزا	۱۴۴
اسلام سے پہلے چوری کی سزا	۱۴۵
بار بار چوری کرنے والے کی سزا	۱۴۵
پاؤں کاٹنے کی حد	۱۴۵
○ سزا کی تنفیذ کا طریقہ	۱۴۵
اگر مجرم بیمار ہو؟	۱۴۵
کم سے کم تکلیف دہ طریقہ	۱۴۶

چور کی گردن میں ہاتھ لٹکانا ۱۴۶
○ سزا کے لئے شرطیں ۱۴۶
○ سارق سے متعلق شرطیں ۱۴۶
دوسرے ملک کے شہری پر حد سرقہ ۱۴۶
○ مسروقہ مال سے متعلق شرطیں ۱۴۷
مسروقہ چیز مال ہو ۱۴۷
مال محفوظ ہو ۱۴۷
اس مال کا لینا مقصود ہو ۱۴۷
دیرپاشی ہو ۱۴۷
قبضہ درست رہا ہو ۱۴۷
○ سرقہ کا نصاب ۱۴۸
موجودہ اوزان میں ۱۴۸
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر ۱۴۸
مال مسروقہ میں ملکیت کا شبہ نہ ہو ۱۴۸
○ مالک مال سے متعلق شرطیں ۱۴۹
ملکیت کی تین صورتیں ۱۴۹
مال مسروقہ کا سرقہ ۱۴۹
○ مکانِ سرقہ سے متعلق شرط ۱۴۹
○ ثبوت سرقہ کے ذرائع ۱۴۹
○ شہادت ۱۴۹
○ اقرار ۱۴۹
گونگے کا اقرار ۱۴۹
○ جن اسباب کی وجہ سے حد سرقہ ساقط ہو جاتی ہے ۱۵۰
شہادت میں تقادم ۱۵۰
تقادم کی مدت اور مشائخ کے اقوال ۱۵۱
دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر ۱۵۱
چور کسی طرح شبہ پیدا کردے ۱۵۱
○ مال مسروق کا حکم ۱۵۱
○ حد کا مقدمہ عدالت میں نہ لے جانا بہتر ہے ۱۵۱
حدود میں سفارش ۱۵۲
○ جن صورتوں کے ارتکاب پر حد واجب نہیں ۱۵۲
○ حد سرقہ نافذ نہ ہونے کی صورت تعزیر ۱۵۳
سرقین (جانوروں کا فضلہ) ۱۵۳
فضلہ آلود غبار ۱۵۳
سعی (حج کا ایک عمل) ۱۵۳
سفتجہ ۱۵۳
لفظ سفتجہ کی تحقیق ۱۵۳
اصطلاحی معنی ۱۵۳
ممانعت کی وجہ ۱۵۴
○ حکم ۱۵۴
فقہاء کے نقاط نظر ۱۵۴
آثار صحابہ ۱۵۴
ابن قدامہ کا بیان ۱۵۴
سفری ڈرافٹ کا حکم ۱۵۵
سفر ۱۵۵
بلا ضرورت سفر ۱۵۵
دینی اور جائز مقاصد کے لئے سفر ۱۵۵
○ سفر سے دوسروں کے حقوق متاثر نہ ہوں ۱۵۵
اگر بیوی سفر حج پر جانا چاہے؟ ۱۵۵
○ عورت کے لئے سفر ۱۵۶

متعارض روایات میں تطبیق ۱۵۶
سفرِ حج کے لئے بھی محرم شرط ہے ۱۵۶
○ سفر کے آداب ۱۵۶
کم سے کم تین رفقاء ۱۵۶
امیر مقرر کرلے ۱۵۷
رخصت کرنے کی دُعاء ۱۵۷
سفر کا بہتر وقت ۱۵۷
سفر پر نکلتے ہوئے دُعاء ۱۵۷
جب کسی آبادی میں داخل ہو ۱۵۸
جب دورانِ سفر کہیں اُترے ۱۵۸
واپسی پر مسجد میں نماز دوگانہ ۱۵۸
گھر میں داخل ہونے کی دُعاء ۱۵۸
واپس ہونے والوں کا استقبال ۱۵۸
○ سفر سے متعلق رُخصتیں ۱۵۸
○ نماز میں قصر ۱۵۹
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر ۱۵۹
قصر واجب ہونے کی دلیلیں ۱۵۹
○ سفر میں روزہ ۱۶۰
اگر صبح ہونے کے بعد شروع کرے؟ ۱۶۰
روزہ رکھنا بہتر ہے ۱۶۰
اگر سفر پر مشقت ہو؟ ۱۶۰
حنابلہ کی رائے ۱۶۰
○ جمع بین الصلوتین ۱۶۱
جمہور کا مسلک ۱۶۱
حنفیہ کا نقطۂ نظر ۱۶۱
جمہور کا استدلال ۱۶۱
بہ وقت مشقت حنفیہ کے یہاں بھی اجازت ہے ۱۶۲
شوافع کے نزدیک جمع کے لئے شرطیں ۱۶۲
○ مسافت سفر ۱۶۲
متقدمین حنفیہ کی رائے ۱۶۲
متاخرین کا نقطۂ نظر ۱۶۲
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر ۱۶۳
جمہور کا مستدل ۱۶۳
اگر ایک مقام کے لئے دو راستے ہوں ۱۶۳
○ وطن اصلی و اقامت ۱۶۳
وطن اصلی سے مراد ۱۶۴
سسرال کا حکم ۱۶۴
وطن اقامت ۱۶۴
وطن اصلی کب ختم ہوتا ہے؟ ۱۶۴
وطن اقامت کب باطل ہوتا ہے؟ ۱۶۴
فقہاء کے اقوال ۱۶۵
○ متفرق، ضروری اور اہم احکام ۱۶۵
کب قصر شروع کرے؟ ۱۶۵
طویل مدت تک بلا نیت اقامت ۱۶۵
نیت اقامت کب معتبر ہوگی؟ ۱۶۵
جو شخص سفر میں تابع ہو ۱۶۵
سفر میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضاء ۱۶۵
آخیر وقت کا اعتبار ہے ۱۶۵
مسافر مقیم کی اقتداء کرے ۱۶۵
اگر مقیم مسافر کی اقتداء کرے؟ ۱۶۶

سفر معصیت کا حکم	۱۶۶
قصر صرف فرائض میں ہے	۱۶۶
سفر میں سنتوں کا حکم	۱۶۶
سفر میں مقدار قراءت	۱۶۶
سفیر	۱۶۷
سفیر کا قتل درست نہیں	۱۶۷
سفینہ	۱۶۷
ساحل سے بندھی ہوئی کشتی میں نماز	۱۶۷
چلتی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر نماز	۱۶۷
استقبال قبلہ کا حکم	۱۶۷
جہاز اور بس کا حکم	۱۶۸
○ حق شفعہ	۱۶۸
سِقْط	۱۶۸
جنین پر نماز جنازہ	۱۶۸
دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر	۱۶۸
اسقاط حمل سے عدت کی تکمیل	۱۶۸
سکتہ (وقفۂ خموشی)	۱۶۸
نماز میں تین وقفہ	۱۶۸
سورۂ فاتحہ کے بعد وقفہ کا مقصد	۱۶۹
سَکْران (مبتلائے نشہ)	۱۶۹
نشہ حرام ہے	۱۶۹
طلاق سکران	۱۶۹
اذان، روزہ واعتکاف اور وقوف عرفہ	۱۶۹
نشہ کی حقیقت	۱۶۹
سُکنیٰ (رہائش گاہ)	۱۶۹
سُکوت (خاموشی)	۱۶۹
جب خاموشی کلام اور رضا کے حکم میں نہیں؟	۱۶۹
جب خاموشی رضامندی کے درجہ میں ہے	۱۷۰
سلاح (ہتھیار)	۱۷۰
اہل فتنہ سے ہتھیار کی فروخت	۱۷۰
غیر مسلم طاقتوں سے ہتھیار کی تجارت	۱۷۰
سَلَب	۱۷۰
سلب کے معنی	۱۷۰
سلب انعام ہے یا حق؟	۱۷۰
احناف کے نقطۂ نظر پر شواہد	۱۷۱
سَلَسِ بول (بار بار پیشاب آنا)	۱۷۱
سلطان	۱۷۱
سَلَم	۱۷۱
تعریف	۱۷۱
مشروعیت	۱۷۱
○ سلم کے ارکان	۱۷۲
ایجاب وقبول کے الفاظ	۱۷۲
○ سلم کی متعلقات	۱۷۲
○ معاملہ سے متعلق شرط	۱۷۳
○ قیمت سے متعلق شرطیں	۱۷۳
○ سامان سے متعلق شرطیں	۱۷۳
○ کن چیزوں میں سلم جائز ہے؟	۱۷۴
○ ایک اہم شرط	۱۷۴
○ سلم کی شرائط میں فقہاء کا اختلاف رائے	۱۷۴
○ جانور، گوشت اور روٹی میں سلم	۱۷۵

○ سلم کے احکام وآثار	۱۷۵
سمک (مچھلی)	۱۷۶
مچھلی کا خون	۱۷۶
سؤر	۱۷۶
سور سے مراد	۱۷۶
○ جھوٹے کی چار قسمیں	۱۷۶
پاک اور پاک کرنے والا	۱۷۶
ناپاک	۱۷۶
مکروہ	۱۷۷
مشکوک	۱۷۷
مشکوک پانی کا حکم	۱۷۷
○ دوسرے فقہاء کی رائیں	۱۷۷
○ چند اہم مسائل	۱۷۷
غیر محرم کا جھوٹا	۱۷۷
نجاست خور اونٹ اور بیل کا جھوٹا	۱۷۸
پسینہ کا حکم	۱۷۸
شارب (مونچھ)	۱۷۹
مونچھیں تراشی جائیں	۱۷۹
تراشنے کی مقدار	۱۷۹
مونچھ مونڈانے کے بارے میں فقہاء کے اقوال	۱۷۹
مونچھ کے دونوں کنارے	۱۷۹
کس طرح تراشے؟	۱۷۹
شاہین (ایک پرندہ)	۱۷۹
شاہین کا کھانا	۱۷۹
شاہین سے شکار	۱۷۹
شبہہ	۱۷۹
اصطلاحی معنی	۱۷۹
○ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں	۱۷۹
○ شبہہ کی تین قسمیں	۱۸۰
شبہہ فی المحل	۱۸۰
شبہہ فی الفعل	۱۸۰
شبہۃ العقد	۱۸۰
○ قصاص و تعزیر میں شبہہ	۱۸۱
شجّہ (زخم کی ایک صورت)	۱۸۱
شجر (درخت)	۱۸۱
درخت کے سایہ میں قضاء حاجت	۱۸۱
درخت کو کرایہ پر لینا	۱۸۱
سرکاری زمین میں درخت لگانا	۱۸۱
درخت کے لئے حریم	۱۸۱
حرم کے درختوں کا حکم	۱۸۱
شخصیت	۱۸۱
طبعی شخصیت	۱۸۲
موت کے بعد شخصیت سے متعلق حقوق کا ثبوت	۱۸۲
○ شخصیت اعتباری	۱۸۲
شخصیت اعتباری کے لئے فقہی اصل	۱۸۲
شراء (خریدنا)	۱۸۲
شرب	۱۸۲
لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۸۲
شرب اور شفعہ کا فرق	۱۸۲
○ پانی کی چار صورتیں	۱۸۲

○ برتن میں محفوظ پانی	۱۸۳
○ شخصی حوض اور کنویں کا پانی	۱۸۳
○ شخصی نہر کا پانی	۱۸۳
○ ندی اور دریا کا پانی	۱۸۳
حق شرب کی خرید و فروخت	۱۸۴
علماء بلخ کی رائے	۱۸۴
شرط (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح)	۱۸۴
شرط کی اصطلاحی تعریف	۱۸۴
شرط اور رکن کا فرق	۱۸۴
○ شرعی اور جعلی شرطیں	۱۸۴
○ دو اور قسمیں	۱۸۴
شرط شرعی سے مراد	۱۸۴
شرط جعلی سے مراد	۱۸۴
حکم میں شرط	۱۸۴
سبب میں شرط	۱۸۴
سرخسی اور شرط کی چھ قسمیں	۱۸۴
شرکت	۱۸۵
لغوی معنی	۱۸۵
اصطلاحی معنی	۱۸۵
حنابلہ کی تعریف	۱۸۵
○ شرکت کا ثبوت	۱۸۵
حدیث میں شرکت کی ترغیب	۱۸۵
○ شرکت اَملاک اور اس کا حکم	۱۸۶
○ شرکت عقود اور اس کی قسمیں	۱۸۶
شرکت اموال	۱۸۶
شرکت اعمال	۱۸۶
شرکت وجوہ	۱۸۶
○ شرکت مفاوضہ	۱۸۶
تعریف اور وجہ تسمیہ	۱۸۶
○ شرکت عنان	۱۸۷
وجہ تسمیہ	۱۸۷
اصطلاحی تعریف	۱۸۷
○ شرکت کی قسموں کی بابت، فقہاء کی رائیں	۱۸۷
○ شرکت کی عمومی شرطیں	۱۸۸
○ شرکتِ اَموال سے متعلق خصوصی شرطیں	۱۸۸
○ شرکتِ مفاوضہ سے متعلق خصوصی شرطیں	۱۸۹
○ شرکتِ مفاوضہ کے احکام	۱۸۹
○ شرکتِ اعمال کے احکام	۱۹۰
○ شرکتِ اعمال سے متعلق شرطیں	۱۹۰
○ شرکتِ وجوہ - شرائط و احکام	۱۹۰
○ شرکتِ عنان کے احکام	۱۹۱
○ شرکاء کے تصرفات	۱۹۱
○ شرکت لازمی معاملہ ہے یا غیر لازمی؟	۱۹۲
○ کچھ ضروری احکام	۱۹۳
شطرنج	۱۹۳
اگر شطرنج کے ساتھ جوا ہو؟	۱۹۳
بغیر جوئے کے شطرنج کا حکم	۱۹۳
شعائر	۱۹۴
لغوی معنی	۱۹۴
شعائر اللہ سے مراد	۱۹۴
شعائر اللہ کا احترام	۱۹۵
شعائر دین کا تمسخر	۱۹۵
شعبان	۱۹۵
شب براءت	۱۹۶

افراط وتفریط ۱۹۷

شَعر (بال) ۱۹۷

○ بال جوڑنے کی ممانعت ۱۹۷

○ بال سے متعلق، متفرق احکام ۱۹۷

سفید بال اُکھاڑنا ۱۹۷

عورت کا بال کٹانا ۱۹۷

سینہ اور پشت کا بال ۱۹۷

بال ترشوانا بہتر ہے یا مونڈانا؟ ۱۹۷

زلف مبارک ۱۹۷

بغل کے بال ۱۹۷

شِعر ۱۹۸

شعر گوئی کا حکم ۱۹۸

اباحیت پسند شاعروں کی تادیب ۱۹۸

اشعار میں استعارات وتشبیہات ۱۹۸

شِغار (ایک خاص طریقۂ نکاح) ۱۹۹

شغار کا لغوی معنی ۱۹۹

نکاح شغار سے مراد ۱۹۹

نکاح شغار کی بابت فقہاء کا اختلاف ۱۹۹

شُفعہ ۱۹۹

لغوی معنی ۱۹۹

اصطلاحی معنی ۱۹۹

○ شفعہ کے اسباب ۱۹۹

○ چند اہم شرطیں ۲۰۰

○ مطالبۂ شفعہ کا طریقہ ۲۰۰

طلب مواثبت ۲۰۰

طلب تقریر ۲۰۰

طلب تملیک ۲۰۱

○ شفعہ کب ساقط ہو جاتا ہے؟ ۲۰۱

فقہاء کا اختلاف ۲۰۱

جوار کی بنا پر حق شفعہ ۲۰۱

شفہ ۲۰۱

شق (قبر کی ایک خاص صورت) ۲۰۱

شک ۲۰۱

اصطلاحی تعریف ۲۰۱

یقین شک سے ختم نہیں ہوتا ۲۰۲

حدیث میں اس قاعدہ کی اصل ۲۰۲

○ وضوء میں شک ۲۰۲

○ نماز میں شک ۲۰۲

○ حج میں شک ۲۰۳

○ طلاق میں شک ۲۰۳

شکر ۲۰۳

شوریٰ ۲۰۳

اسلام میں مشورہ کی اہمیت ۲۰۳

کن اُمور میں مشورہ کیا جائے؟ ۲۰۳

کن لوگوں سے مشورہ لیا جائے؟ ۲۰۳

فی زمانہ شورائی نظام پر مبنی اسلامی حکومت کے قیام کی صورت ۲۰۵

شہادت ۲۰۵

لغوی واصطلاحی معنی ۲۰۵

○ تحمل شہادت اور اس کی شرطیں ۲۰۶

تین اُمور میں شہرت کی بناء پر گواہی ۲۰۶

○ اداء شہادت کی شرطیں	۲۰۶
کن رشتہ داروں کی گواہی معتبر نہیں؟	۲۰۶
نابینا کی گواہی	۲۰۶
گواہی قبول نہ ہونے کے سلسلہ میں اُصول	۲۰۶
دشمن کی شہادت	۲۰۷
○ شہادت سے متعلق شرطیں	۲۰۷
○ بعض شہادتوں کے خصوصی احکام	۲۰۷
حقوق اللہ سے متعلق گواہی	۲۰۷
حدود و قصاص	۲۰۷
شہادت، مجلس قضاء میں	۲۰۷
○ نصاب شہادت	۲۰۷
ثبوت زنا کے لئے	۲۰۸
دوسرے حدود و قصاص میں	۲۰۸
نکاح و طلاق وغیرہ اور مالی معاملات میں	۲۰۸
اگر قاضی کو کوئی بات تحقیق طلب ہو؟	۲۰۸
جن اُمور سے عورتیں ہی آگاہ ہوسکتی ہیں	۲۰۸
○ شہادت پر شہادت	۲۰۸
○ کن صورتوں میں شہادت واجب ہے اور کن صورتوں میں نہیں؟	۲۰۹
○ دعویٰ اور شہادت میں مطابقت	۲۰۹
○ شہادت میں اختلاف	۲۰۹
الفاظ کا فرق	۲۱۰
قول اور فعل کا فرق	۲۱۰
○ شہادت کا حکم	۲۱۰
○ گواہی سے رُجوع	۲۱۰
○ گواہ کا مرتبہ و مقام اور جھوٹی گواہی	۲۱۱
شہید	۲۱۱
وجہ تسمیہ	۲۱۱
شہادت کی فضیلت	۲۱۱
○ شہید بہ اعتبار اجر	۲۱۲
○ اصطلاحی تعریف	۲۱۲
○ غیر مکلف کی اور حالت ناپاکی کی شہادت	۲۱۳
○ شہداء پر نماز جنازہ	۲۱۳
شَیب (سفید بال)	۲۱۳
سفید بال اُکھاڑنے کا حکم	۲۱۳
شیخ فانی	۲۱۴
شیخ فانی سے مراد	۲۱۴
روزہ کے بدلہ فدیہ کی اجازت	۲۱۴
صابی	۲۱۵
لغوی معنی	۲۱۵
صابئین کے سلسلہ میں فقہاء اور مفسرین کے اقوال	۲۱۵
اختلاف کی اصل بنیاد	۲۱۵
جس کا اہل کتاب میں ہونا مشکوک ہو	۲۱۶
صاع	۲۱۶
صاع کی مقدار	۲۱۶
صَبی	۲۱۶
عمر کے مختلف مراحل کے لئے عربی زبان کی تعبیرات	۲۱۶
○ بچوں سے متعلق خصوصی احکام	۲۱۶
بچوں کا ایمان	۲۱۷
بچے اور عبادات	۲۱۷
عشر و خراج	۲۱۷

صدقۃ الفطر اور قربانی ۲۱۷
بیوی اور اقارب کا نفقہ ۲۱۷
عبادت کا ثواب ۲۱۷
مفسد عبادت عمل ۲۱۷
منافی احرام فعل ۲۱۷
نماز میں قہقہہ ۲۱۷
امامت ۲۱۷
بچہ سے آیت سجدہ سنے ۲۱۷
ناقض وضوء پیش آئے ۲۱۷
اذان دینے کا حکم ۲۱۷
حدود وقصاص ۲۱۷
ولایت اور شہادت وقضاء ۲۱۷
بچہ کا متولی اور وصی بننا ۲۱۷
بلا وضوء قرآن مجید چھونا ۲۱۷
عدت کے احکام ۲۱۷
روایت وخبر ۲۱۷
بچہ کا علاج ۲۱۸
کان چھیدنا ۲۱۸
غیر محرم کے ساتھ بچیوں کا سفر ۲۱۸
بچہ کی اَملاک ۲۱۸
معاملات میں وکالت ۲۱۸
بچوں کا ذبیحہ ۲۱۸
غیر محرم عورتوں کو دیکھنا ۲۱۸
نابالغ کی طلاق اور قسم ۲۱۸
کسی معاملہ کو قبول کرنا ۲۱۸
بچے کسی کا مال تلف کردیں ۲۱۸
بچوں کی سرزنش ۲۱۸
صحبت کی وجہ سے حرمت مصاہرت ۲۱۸
بچوں سے ناجائز کا ارتکاب کرایا جائے ۲۱۸
○ بچوں پر جنازہ کی دُعاء ۲۱۸
صحابی ۲۱۹
لغوی معنی ۲۱۹
صحابی کسے کہتے ہیں؟ ۲۱۹
اصحمہ نجاشی کا حکم ۲۱۹
○ صحابیت کا ثبوت ۲۱۹
تواتر کے ذریعہ ۲۱۹
شہرت کے ذریعہ ۲۱۹
معروف صحابی کی اطلاع ۲۱۹
عادل ومعتبر شخص کا دعویٰ ۲۱۹
۱۱۰ھ کے بعد دعویٔ صحابیت ۲۱۹
○ تمام صحابہ عادل ہیں ۲۲۰
○ صحابہ میں مراتب ۲۲۰
○ روایت کے اعتبار سے درجات ۲۲۰
منکرین حدیث ۲۲۰
○ فقہ کے اعتبار سے درجات ۲۲۰
○ صحابہ کے بارے میں احتیاط ۲۲۱
صحابہ کے ساتھ گستاخی کرنے والے کا حکم ۲۲۱
صدقہ ۲۲۲
صدقہ کا لغوی معنی ۲۲۲
اصطلاحی معنی ۲۲۲

○ صدقاتِ واجبہ	۲۲۲
○ صدقاتِ نافلہ	۲۲۲
جس کے لئے صدقۂ نافلہ جائز نہیں	۲۲۳
صدقہ کے آداب	۲۲۳
صَرْف (ثمن کا ثمن سے تبادلہ)	۲۲۳
لغوی معنی	۲۲۳
اصطلاحی تعریف	۲۲۳
○ درست ہونے کی شرطیں	۲۲۴
○ مجلس میں قبضہ	۲۲۴
○ مقدار میں برابری	۲۲۵
○ خیارِ شرط نہ ہونا چاہئے	۲۲۵
☆ فریقین کی طرف سے عوض کی حوالگی میں مہلت لینے اور دینے کا حکم	۲۲۵
○ کرنسی کا کرنسی اور سونا چاندی سے تبادلہ	۲۲۵
کرنسی کا سونے چاندی سے تبادلہ	۲۲۵
ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک کی کرنسی کے بدلہ	۲۲۵
بینکوں کے ذریعہ رقم کی منتقلی	۲۲۶
صَفْراء (پت کی قئے)	۲۲۶
کیا وضوء ٹوٹ جائے گا؟	۲۲۶
صَفْقَہ (خرید و فروخت)	۲۲۶
تفریق صفقہ کا حکم	۲۲۶
صَحْو (نشہ سے خالی ہونا)	۲۲۷
حدود کے اقرار کے لئے شرط ہے	۲۲۷
صُلْح	۲۲۷
لغوی معنی	۲۲۷
فقہ کی اصطلاح میں	۲۲۷
○ صلح کی مشروعیت	۲۲۷
○ ارکان	۲۲۷
○ صلح کی شرطیں	۲۲۷
○ بدلِ صلح سے متعلق شرطیں	۲۲۸
○ حق سے متعلق شرطیں	۲۲۸
○ اقرار کے ساتھ صلح	۲۲۸
○ انکار کے ساتھ صلح	۲۲۹
○ سکوت کے ساتھ صلح	۲۲۹
○ صلح کے اثرات و نتائج	۲۲۹
○ صلح کے احکام	۲۳۰
○ جن صورتوں میں صلح باطل ہو جاتی ہے	۲۳۱
○ صلح میں واسطہ	۲۳۱
صلوٰۃ	۲۳۱
لغوی معنی	۲۳۱
وجہ تسمیہ	۲۳۲
اسلام میں نماز کی اہمیت	۲۳۲
○ نماز پنجگانہ کا ثبوت	۲۳۳
○ اوقاتِ نماز	۲۳۴
○ جائز اوقات	۲۳۴
○ فجر	۲۳۴
صبح صادق سے مراد	۲۳۴
○ ظہر	۲۳۴
سایۂ اصلی کو مستثنیٰ کرنے کی وجہ	۲۳۴
○ عصر	۲۳۵
○ مغرب	۲۳۶

شفق سے مراد ۲۳۶
○ عشاء ۲۳۶
○ مستحب اوقات ۲۳۶
○ فجر ۲۳۶
○ ظہر ۲۳۷
○ عصر ۲۳۸
○ مغرب ۲۳۸
○ عشاء ۲۳۸
○ مکروہ اوقات ۲۳۹
تین اوقات مکروہہ ۲۳۹
نفل کے لئے دو مکروہ اوقات ۲۳۹
○ ارکان نماز ۲۳۹
○ قیام ۲۴۰
نفل نمازیں بیٹھ کر پڑھنے کا حکم ۲۴۰
○ قراءت ۲۴۰
قراءت سے مراد ۲۴۰
○ مقدار فرض ۲۴۱
تین چھوٹی آیتوں سے مراد ۲۴۱
قرآن کی طویل تر آیتیں ۲۴۱
ایک ہی آیت پر اکتفاء کرنا ۲۴۱
○ مقدار واجب ۲۴۱
○ مسنون قراءت ۲۴۲
طِوال مفصل اور اوساط وقصار سے مراد ۲۴۲
آیات کی مقدار ۲۴۲
کب ٹھہر ٹھہر کر اور کب میانہ روی کے ساتھ پڑھے؟ ۲۴۲
○ مکروہات قراءت ۲۴۲
شاذ قراءتیں ۲۴۲
دوسری رکعت میں زیادہ طویل قراءت ۲۴۲
خلاف ترتیب قراءت ۲۴۲
○ امام کے پیچھے قراءت ۲۴۳
حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کی روایت ۲۴۳
حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت ۲۴۳
حضرت ابوہریرہ ؓ کی ایک اور روایت ۲۴۳
حضرت جابر ؓ کی روایت ۲۴۴
صحابہ کے اقوال وآثار ۲۴۴
ائمۂ اربعہ کا مسلک ۲۴۵
○ جہر وسر ۲۴۶
جن نمازوں میں جہری قراءت ہے ۲۴۶
جن صورتوں میں سری قراءت ہے ۲۴۶
منفرد کا حکم ۲۴۶
○ قعدۂ اخیرہ ۲۴۶
خروج بصنعہ کے قول کی حقیقت ۲۴۶
○ واجبات نماز ۲۴۷
واجبات کا حکم ۲۴۷
○ نماز کی سنتیں ۲۴۸
نماز کی سنتوں کا حکم ۲۴۸
○ رفع یدین ۲۴۸
ہاتھ کہاں تک اُٹھایا جائے؟ ۲۴۸
اُنگلیوں کی کیفیت ۲۴۸
رفع یدین کس موقعہ پر ہے؟ ۲۴۸

رفع یدین کی بعض صورتیں منسوخ ہیں	۲۴۹	عورتوں کے رُکوع کا طریقہ	۲۶۲
○ ہاتھ کہاں باندھا جائے؟	۲۴۹	سجدہ کا طریقہ	۲۶۲
حضرت علی ﷺ کی روایت	۲۴۹	قعدہ کا طریقہ	۲۶۲
حضرت ابومجلز ﷺ کی روایت	۲۴۹	مرد وعورت کی نماز میں فرق، ائمہ اربعہ کے درمیان متفق علیہ	۲۶۳
○ کچھ اور سنتیں	۲۴۹	○ مفسداتِ صلوٰۃ	۲۶۴
○ آمین	۲۵۰	○ نماز میں کلام	۲۶۴
کون لوگ آمین کہیں؟	۲۵۰	کلام سے مراد	۲۶۴
آہستہ کہنا اولیٰ ہے	۲۵۰	بہ طور جواب کسی آیت کا پڑھنا	۲۶۵
کچھ سنتیں	۲۵۰	چھینک کا جواب	۲۶۵
رُکوع سے اُٹھتے ہوئے کیا کہے؟	۲۵۰	○ کھانسی جمائی وغیرہ	۲۶۵
اعتدال کے ساتھ تحریمہ	۲۵۰	ڈکار کا حکم	۲۶۵
تکبیر انتقال	۲۵۰	نماز میں رونا	۲۶۵
قومہ	۲۵۱	○ سلام	۲۶۵
تشہد میں اشارہ	۲۵۱	زبان سے سلام	۲۶۵
فرائض کی تیسری، چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ	۲۵۱	ہاتھ کے اشارہ سے سلام	۲۶۵
درودِ شریف	۲۵۱	○ نماز میں لقمہ دینا	۲۶۶
دُرود کے بعد دُعاء	۲۵۱	○ نماز میں قرآن دیکھ کر تلاوت	۲۶۶
سلام کا مسنون طریقہ	۲۵۲	○ عمل کثیر سے مراد	۲۶۶
○ آداب ومستحبات	۲۵۲	○ نماز میں چلنا	۲۶۷
○ نماز کی مجموعی کیفیت	۲۵۳	مختلف صورتیں اور ان کا حکم	۲۶۷
○ نقشۂ اختلاف احکام نماز	۲۵۴	محل نماز سے مراد	۲۶۷
بعض کیفیات میں مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق	۲۶۱	○ نماز میں کھانا پینا	۲۶۸
ہاتھ اُٹھانے میں	۲۶۱	○ کچھ اور مفسدات	۲۶۸
ہاتھ کہاں باندھیں؟	۲۶۱	ناپاک شی پر سجدہ	۲۶۸
کیسے باندھیں؟	۲۶۱	بے ستری	۲۶۸

قبلہ سے انحراف	۲۶۸
معذور کا عذر دور ہو جائے	۲۶۸
نماز فجر میں سورج نکل آئے	۲۶۹
امام پر مقتدی کی سبقت	۲۶۹
مرد و عورت کا برابر میں کھڑا ہونا	۲۶۹
○ نماز کی مکروہات	۲۶۹
مکروہات نماز سے مراد	۲۷۰
مکروہات کے ارتکاب کا حکم	۲۷۰
ترک واجب اور ترک سنت و مستحب کا حکم	۲۷۰
کچھ اہم مکروہات	۲۷۰
○ فوت شدہ نمازوں کی قضاء	۲۷۲
تارک نماز کا حکم	۲۷۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل	۲۷۳
جب ترتیب واجب نہیں	۲۷۳
○ فوت شدہ نمازیں کس طرح ادا کی جائیں؟	۲۷۳
○ فائتہ نمازوں کا فدیہ	۲۷۴
○ نفل نمازیں	۲۷۴
○ سنن مؤکدہ	۲۷۴
○ زیادہ مؤکد سنت	۲۷۵
○ سنن غیر مؤکدہ	۲۷۵
عشاء سے پہلے کی چار رکعت	۲۷۵
○ سنت فجر سے متعلق ایک اہم مسئلہ	۲۷۶
○ سنتوں کی قضاء	۲۷۷
اگر ظہر سے پہلے کی سنت نہ پڑھ پائے؟	۲۷۷
○ نماز جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں	۲۷۷
○ نماز چاشت	۲۷۸
○ نماز سفر	۲۷۹
○ صلاۃ اوابین	۲۷۹
○ صلاۃ الزوال	۲۷۹
○ نماز اشراق	۲۸۰
محدثین اور صوفیاء کا اختلاف	۲۸۰
نماز توبہ	۲۸۱
○ صلاۃ التسبیح	۲۸۱
صلاۃ التسبیح کی ایک ماثور دعاء	۲۸۱
○ نفل میں افضل طریقہ چار رکعت ہے یا دو رکعت؟	۲۸۲
کثرت رکعات افضل ہے یا طویل قیام؟	۲۸۳
صلیب	۲۸۳
○ صلیب لگانا	۲۸۳
عیسائیوں کا عقیدۂ کفارہ	۲۸۳
صنم (بت)	۲۸۴
خرید و فروخت	۲۸۴
اگر مسلمان کی مورتی توڑ دی جائے؟	۲۸۴
غیر مسلموں کی مورتیاں	۲۸۴
نماز کی حالت میں جیب میں مورتی	۲۸۴
صُوف (اُون)	۲۸۴
اُونی کپڑوں کا استعمال	۲۸۴
اُون کی خرید و فروخت	۲۸۴
صَوم (روزہ)	۲۸۵
اسلام میں روزہ کی اہمیت	۲۸۵
○ روزہ کا مقصد	۲۸۵

عنوان	صفحہ
○ صوم - لغت واصطلاح میں	۲۸۶
○ روزہ کی قسمیں	۲۸۶
فرض متعین وغیر متعین	۲۸۶
واجب متعین وغیر متعین	۲۸۶
○ روزہ سے متعلق شرائط	۲۸۶
○ نیت	۲۸۷
کن روزوں میں نصف نہار تک نیت کی گنجائش ہے؟	۲۸۷
جن میں رات ہی کی نیت ضروری ہے	۲۸۷
○ حیض ونفاس سے پاک ہونا	۲۸۸
روزہ اور جنابت	۲۸۸
○ روزۂ رمضان کی فرضیت اوراس کی شرطیں	۲۸۸
○ ادائیگی کب واجب ہے؟	۲۸۸
○ سفر کی وجہ سے روزہ توڑنے کی اجازت	۲۸۸
روزہ رکھ لینا بہتر ہے	۲۸۸
○ بیمار اور حاملہ کا حکم	۲۸۸
دودھ پلانے والی عورت کا حکم	۲۸۹
○ شیخ فانی کا حکم	۲۸۹
روزہ رکھتے ہوئے کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا	۲۸۹
○ فوت شدہ روزوں کی قضاء	۲۸۹
تاخیر کی وجہ سے فدیہ واجب نہیں	۲۸۹
○ فدیہ کی مقدار	۲۸۹
○ کفارہ کب واجب ہوتا ہے؟	۲۹۰
کھینی کھانے اور بیڑی پینے کا حکم	۲۹۰
ایسی چیز کو مفسد صوم سمجھ لیا جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۲۹۰
○ کفارات	۲۹۱
○ جن صورتوں میں صرف قضاء واجب ہوتی ہے	۲۹۱
○ جن صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا	۲۹۲
انجکشن کا حکم	۲۹۳
معدہ کا میڈیکل ٹیسٹ	۲۹۳
○ روزہ کی مکروہات	۲۹۴
○ سحری - ضروری احکام	۲۹۴
وقت کے بارے میں غلط فہمی	۲۹۵
○ افطار - آداب واحکام	۲۹۵
○ افطار کے سنن ومستحبات	۲۹۵
افطار کی دُعاء	۲۹۶
○ روزہ کے آداب	۲۹۶
○ واجب روزے	۲۹۶
کفارات کے روزے	۲۹۶
نفل روزہ شروع کرنے کے بعد	۲۹۷
نذر کا روزہ	۲۹۷
○ واجب روزوں کی نیت کا وقت	۲۹۷
○ مسنون روزہ	۲۹۷
یوم عاشورہ	۲۹۷
○ مستحب روزے	۲۹۸
یوم عرفہ	۲۹۸
شوال کے چھ روزے	۲۹۸
پیر وجمعرات کے روزے	۲۹۸
○ ماہ میں تین دن	۲۹۹
○ صوم داؤدی	۲۹۹
○ عشرہ ذی الحجہ اور ۱۵/شعبان کو روزے	۲۹۹
○ جن دنوں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے	۲۹۹
○ جن دنوں مکروہ تنزیہی ہے	۳۰۰

○ صوم دہر ۳۰۰
○ صوم وصال ۳۰۱
○ شوہرومیزبان کی رعایت ۳۰۱
○ کن لوگوں کے لئے روزہ دار سے مشابہت واجب ہے؟ ۳۰۱
صِہر (سسرالی رشتہ داری) ۳۰۴
سسرالی رشتہ داروں کے لئے وصیت ۳۰۴
صہری رشتہ کے اسباب ۳۰۴
صَید (شکار کرنا) ۳۰۴
حیوانات کے بارے میں اسلام کی معتدل تعلیم ۳۰۴
○ شکار کی اجازت ۳۰۴
○ شکار سے ملکیت کا حصول ۳۰۴
○ شکار کرنے والے سے متعلق شرطیں ۳۰۵
○ شکار سے متعلق شرطیں ۳۰۵
جانور کو زندہ حالت میں پالے ۳۰۶
○ متفرق ضروری مسائل ۳۰۶
شکار کی تعیین ضروری نہیں ۳۰۶
اگر پرندہ پہلے پہاڑ یا مکان پر گرے؟ ۳۰۶
کوئی عضو کٹ کر علاحدہ ہوجائے ۳۰۶
جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ۳۰۶
اگر جال میں پرندے آجائیں؟ ۳۰۶
ضرب (مارنا) ۳۰۸
○ بیوی کی سرزنش ۳۰۸
کب سرزنش کی اجازت ہے؟ ۳۰۸
○ سرزنش کی حدود ۳۰۸
ضرب غیر مبرح سے مراد ۳۰۹
اگر سرزنش حد اعتدال سے گذر جائے؟ ۳۰۹
○ اولاد اور شاگردوں کی سرزنش ۳۰۹
اگر سرزنش میں ہلاکت واقع ہوجائے؟ ۳۰۹
ضَرَر (نقصان) ۳۰۹
ازالۂ ضرر ۔ شریعت کا مقصود ۳۱۰
فقہی قاعدہ: ''لاضرر ولاضرار'' ۳۱۰
ضرورتیں ناجائز کو جائز کردیتی ہیں ۳۱۰
ضرورتاً جائز ہونے والی چیزیں بقدر ضرورت ہی جائز ہیں ۳۱۰
ضرر پہنچا کر ضرر دور نہیں کیا جائے ۳۱۰
ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص گوارا ۳۱۱
بڑے نقصان سے بچنے کے لئے کمتر نقصان ۳۱۱
مفاسد کا ازالہ مصالح کے حصول پر مقدم ہے ۳۱۱
حاجت، ضرورت کے درجہ میں ۳۱۱
اضطرار دوسرے کا حق ختم نہیں کرتا ۳۱۲
ضرر قدیم نہیں ہوتا ۳۱۲
ضرورت ۳۱۲
لغوی معنی ۳۱۲
اصطلاحی تعریف ۳۱۲
دو نقطۂ نظر ۳۱۳
○ حاجت ۳۱۳
○ شریعت میں ضرورت کا اعتبار ۳۱۳
○ ضرورت کے معتبر ہونے کی شرطیں ۳۱۴
○ ضرورت پر مبنی احکام کبھی مباح کبھی واجب ۳۱۵
○ ضرورت کا اُصول تمام ابواب فقہیہ میں مؤثر ۳۱۶
ضَرِیبہ (ٹیکس) ۳۱۶
○ ٹیکس کی فقہی اور شرعی حیثیت ۳۱۶

ٹیکس عبادت نہیں	۳۱۷
ضَفِیر (چوٹی، جوڑا)	۳۱۷
عورتوں کے لئے چوٹی اور جوڑے کا حکم	۳۱۷
مردوں کے لئے	۳۱۷
○ کیا غسل میں چوٹی اور جوڑا کھولنا ضروری ہے؟	۳۱۷
ضِمَار	۳۱۸
ضمار سے مراد	۳۱۸
مالِ ضمار میں زکوٰۃ واجب نہیں	۳۱۸
ضَمَان (تاوان)	۳۱۸
لغوی معنی	۳۱۸
اصطلاحی تعریف	۳۱۸
○ قرآن میں وجوبِ ضمان کی طرف اشارہ	۳۱۸
○ حدیث میں وجوبِ ضمان کی اصل	۳۱۹
○ ضمان واجب ہونے کے اسباب	۳۱۹
مباشرت اور تسبب سے مراد	۳۱۹
○ ضمان واجب ہونے کی شرطیں	۳۱۹
تلف کردہ شئی مال ہو	۳۱۹
مالک کے حق میں قابل قیمت ہو	۳۲۰
قاضی کے فیصلہ سے پہلے دور نہ ہوا ہو	۳۲۰
تلف کنندہ ضمان واجب ہونے کا اہل ہو	۳۲۰
ضمان عائد کرنا مفید ہو	۳۲۰
○ ضمان واجب ہونے کی وجوہ	۳۲۰
معاملہ کی وجہ سے ضمان	۳۲۰
قبضہ	۳۲۰
اتلاف	۳۲۱
○ جن اشیاء کا ضمان ہے	۳۲۱
اعیان	۳۲۱
منافع	۳۲۱
زوائد	۳۲۲
نواقص	۳۲۲
اَوصاف	۳۲۲
○ ضمان کا حکم	۳۲۲
○ ضمان سے متعلق فقہی قواعد	۳۲۲
ضَیف (مہمان)	۳۲۳
○ مہمان نوازی کی اہمیت	۳۲۵
○ قرآن میں مہمان نوازی کے آداب	۳۲۵
حدیث میں آدابِ ضیافت	۳۲۶
جائزہ	۳۲۶
مہمانی کی مدت	۳۲۶
کیا میزبانی پر مجبور کیا جاسکتا ہے؟	۳۲۶
مہمان کا نفل روزہ رکھنا	۳۲۷
○ مہمان اور میزبان سے متعلق آداب	۳۲۷
ایک دوسرے کو کھانا لگانا	۳۲۷
یہ احکام عرف وعادت پر مبنی ہیں	۳۲۷
طاعت (فرماں برداری)	۳۲۸
معصیت پر اطاعت	۳۲۸
طاعون (پلیگ)	۳۲۸
طاعون کی ابتداء	۳۲۸
طاعون عمواس	۳۲۸
○ بیماری کا متعدی ہونا	۳۲۸

○ طاعون زدہ شہر میں آنا ۳۲۸

○ طاعون زدہ شہر سے باہر جانا ۳۲۹

طب و طبیب ۳۲۹

علاج کی حوصلہ افزائی ۳۲۹

فن طب کی اہمیت ۳۳۰

○ طبی تحقیق کی حوصلہ افزائی ۳۳۰

○ علاج، خلاف توکل نہیں ۳۳۰

اہلیت علاج ۳۳۱

طبیب حاذق سے مراد ۳۳۱

○ علاج باعث نقصان ہو جائے ۳۳۱

اہل نہ ہو اور علاج کرے ۳۳۱

طریقۂ علاج میں کوتاہی سے کام لے ۳۳۱

○ بلا اجازت آپریشن ۳۳۲

اگر اجازت لینا ممکن نہ ہو؟ ۳۳۲

اگر اجازت لینے کا موقع ہو؟ ۳۳۲

○ مریض کے راز کا افشاء ۳۳۲

طرار (جیب کترا) ۳۳۳

کیا جیب کترے کے ہاتھ کاٹے جائیں گے؟ ۳۳۳

طریق (راستہ) ۳۳۳

شاہراہ عام کی وسعت ۳۳۳

مملوکہ راستہ کی خرید و فروخت ۳۳۳

حق راہ داری کی خرید و فروخت ۳۳۳

کیا ایک کمرہ کا خریدار راستہ کا مستحق ہوگا؟ ۳۳۴

راستہ میں اشتراک کی وجہ سے حق شفعہ ۳۳۴

طعام (کھانا) ۳۳۴

طفل (بچہ) ۳۳۴

طلاق ۳۳۴

لغوی معنی ۳۳۴

طلاق اور اطلاق میں فرق ۳۳۴

○ اصطلاح میں ۳۳۴

○ ایک ناپسندیدہ فعل ۳۳۴

○ طلاق کی مشروعیت ۳۳۵

○ طلاق — ایک ناخوشگوار ضرورت ۳۳۵

○ حالات کے اعتبار سے طلاق کا حکم ۳۳۶

○ طلاق سے پہلے کے مراحل ۳۳۶

○ کن لوگوں کی طلاق واقع ہوتی ہے؟ ۳۳۷

نابالغ کی طلاق ۳۳۷

مجنون کی طلاق ۳۳۷

مزاحاً طلاق دے دے ۳۳۷

فضولی کی طلاق ۳۳۷

حالت اکراہ اور حالت نشہ کی طلاق ۳۳۷

○ طلاق بذریعہ وکیل و قاصد ۳۳۸

○ وکیل کی طلاق کا حکم ۳۳۸

قاصد کی طلاق کا حکم ۳۳۸

○ تفویض طلاق ۳۳۹

تفویض کے مختلف کلمات اور ان کا حکم ۳۳۹

○ دار القضاء کو تفویض طلاق ۳۳۹

○ کس عورت پر طلاق واقع ہوگی؟ ۳۴۰

اجنبی عورت کو نکاح سے مشروط طلاق ۳۴۰

عورت کے بعض اعضاء کی طرف طلاق کی نسبت ۳۴۱
○ الفاظ طلاق ۳۴۱
صرف دل میں طلاق کا خیال پیدا ہو؟ ۳۴۱
صریح الفاظ ۳۴۱
طلاق کا غلط تلفظ ۳۴۱
صریح الفاظ کا حکم ۳۴۱
الفاظ کنایہ سے طلاق ۳۴۱
○ کنایہ کی تین صورتیں ۳۴۲
طلاق کی تین حالتیں ۳۴۲
کنایہ بہ درجۂ صریح ۳۴۲
فارغ خطی اور ''جواب دیا'' کا حکم ۳۴۲
الفاظ کنایہ سے طلاق کا حکم ۳۴۲
○ ناواقف کو الفاظ طلاق کی تلقین ۳۴۳
○ تحریر سے طلاق ۳۴۳
کتابت مستبینہ ۳۴۳
کتابت غیر مستبینہ ۳۴۳
کتابت مرسومہ ۳۴۳
کتابت غیر مرسومہ ۳۴۳
○ اشارہ سے طلاق ۳۴۳
طلاق کا صیغہ ۳۴۴
طلاق منجز ۳۴۴
طلاق مشروط ۳۴۴
طلاق مضاف ۳۴۴
○ طلاق رجعی ۳۴۴
○ طلاق بائن ۳۴۴
کن صورتوں میں طلاق بائن واقع ہوتی ہے؟ ۳۴۴
○ طلاق مغلظہ ۳۴۵
ایک مجلس کی تین طلاقیں ۳۴۵
آیت قرآنی ۳۴۵
احادیث نبوی ﷺ ۳۴۵
آثار صحابہ ۳۴۷
بعض تابعین کے اقوال ۳۴۷
تقاضۂ قیاس ۳۴۷
تحقیقاتی کمیٹی سعودی عرب کا فیصلہ ۳۴۸
○ طریقۂ طلاق ۳۴۸
○ طلاق احسن ۳۴۹
○ طلاق حسن ۳۴۹
○ طلاق بدعی ۳۴۹
○ طلاق بائن، بدعی یا سنی؟ ۳۴۹
○ متفرق ضروری مسائل ۳۴۹
طلاق میں استثناء ۳۵۰
طلاق کے بعد انشاء اللہ ۳۵۰
عدت گذرنے کے بعد طلاق ۳۵۰
عدت کے دوران طلاق ۳۵۰
طلاق صریح کی عدت میں لفظ صریح سے طلاق ۳۵۰
طلاق بائن کی عدت میں لفظ صریح سے طلاق ۳۵۰
طلاق بائن کی عدت میں لفظ کنایہ سے طلاق ۳۵۰
طواف ۳۵۰

طہارت ۳۵۰
لغوی واصطلاحی معنی ۳۵۰
○ طہارت کی اہمیت ۳۵۰
○ کب واجب ہے؟ ۳۵۱
پاک کرنے کے ذرائع ۳۵۱
پانی ۳۵۱
سیال چیزیں ۳۵۱
مٹی ۳۵۱
○ مسح (پوچھنا) ۳۵۱
○ فرک (کھرچنا) ۳۵۱
رگڑنا ۳۵۱
خشک ہوجانا ۳۵۱
جلانا ۳۵۱
تبدیلئ حقیقت ۳۵۱
دباغت ۳۵۱
ذبح ۳۵۱
پانی کا نکالنا ۳۵۱
تقسیم ۳۵۱
تطہیر کے کچھ اور ذرائع ۳۵۲
طُہر
لغوی واصطلاحی معنی ۳۵۲
طہر کی کم سے کم مدت ۳۵۲
زیادہ سے زیادہ مدت ۳۵۲
حیض سے فراغت کی علامت ۳۵۲

طِیب (خوشبو) ۳۵۲
خوشبو رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ شی ۳۵۲
روزہ کی حالت میں خوشبو کا استعمال ۳۵۳
روزہ دار کے لئے خوشبو کی دھونی ۳۵۳
حالت احرام میں خوشبو لگانا ۳۵۳
طَیر (پرندہ) ۳۵۳
درندہ پرندوں کا حکم ۳۵۳
کوا حلال ہے یا حرام؟ ۳۵۳
عام پرندوں کا حکم ۳۵۳
طِین (مٹی) ۳۵۳
قبر کو مٹی سے لیپنا ۳۵۳
مٹی کھانے کا حکم ۳۵۴
ظِئر (دودھ پلانے والی عورت) ۳۵۵
دودھ پلانے پر اُجرت کا معاملہ ۳۵۵
کیا اُجرت کی تعیین ضروری ہے؟ ۳۵۵
ظُفر (ناخن) ۳۵۵
اس لفظ کا اعراب ۳۵۵
ناخن کاٹنے کی ہدایت ۳۵۵
ناخن کاٹنے کی مدت ۳۵۵
ناخن کس طرح کاٹیں؟ ۳۵۵
کچھ اور آداب ۳۵۵
ظفر بالحق (حق کی دستیابی) ۳۵۶
اگر بعینہ اپنی چیز ہاتھ آجائے؟ ۳۵۶
اگر اس کی جنس ہاتھ آئے؟ ۳۵۶

خلاف جنس مال کا حکم ۳۵۶
موجودہ حالات میں علامہ شامیؒ کی رائے ۳۵۶
ظہار ۳۵۶
زمانۂ جاہلیت کی ایک بے جا رسم ۳۵۶
ظہار کی حقیقت ۳۵۶
○ ظہار سخت گناہ ۳۵۶
○ شوہر سے متعلق شرطیں ۳۵۷
○ بیوی سے متعلق شرطیں ۳۵۷
اگر عورت مرد سے ظہار کرے؟ ۳۵۷
مطلقۂ رجعیہ سے ظہار ۳۵۷
○ جس عورت سے تشبیہ دی جائے ۳۵۸
مرد سے تشبیہ ۳۵۸
○ تعبیر و الفاظ ۳۵۸
صریح الفاظ ۳۵۸
کنایہ الفاظ ۳۵۸
صریح و کنایہ الفاظ کا حکم ۳۵۸
تحریر و اشارہ سے ۳۵۸
○ مختلف انواع اور ان کا حکم ۳۵۸
غیر مشروط ظہار ۳۵۸
مشروط ظہار ۳۵۸
دائمی ظہار ۳۵۹
محدود وقت کے لئے ظہار ۳۵۹
○ کفارات ۳۵۹
اگر ایک سے زیادہ بیویوں سے ظہار کیا ہو؟ ۳۵۹
ایک ہی مجلس میں متعدد بار کلمات ظہار کہے؟ ۳۵۹
مختلف مجلسوں میں کہے؟ ۳۵۹
روزوں میں تسلسل ۳۵۹
مسکین کو کھلانے کی تین صورتیں ۳۵۹
اگر کھانا کھلانے کے درمیان صحبت کرلے؟ ۳۶۰
اگر ادائیگی کفارہ سے پہلے صحبت کرلے؟ ۳۶۰
بیوی بھی استمتاع سے روکے ۳۶۰
اگر شوہر جلد کفارہ ادا نہ کرے؟ ۳۶۰
عادت ۳۶۱
لغوی معنی ۳۶۱
اصطلاحی تعریف ۳۶۱
عاریت ۳۶۱
لفظ کا ماخذ اور اس سلسلہ میں اہل لغت کے اقوال ۳۶۱
اصطلاحی تعریف ۳۶۱
○ مشروعیت ۳۶۱
○ ارکان ۳۶۲
○ شرطیں ۳۶۲
عاریت دہندہ کے لئے شرط ۳۶۲
عاریت پر لینے والے کے لئے شرط ۳۶۲
اشیاء عاریت ۳۶۲
○ حکم ۳۶۲
عاریت گیرندہ کس حد تک نفع اٹھا سکتا ہے؟ ۳۶۲
مطلق عاریت کا حکم ۳۶۳
مشروط عاریت کا حکم ۳۶۳

○ عاریت — غیر لازم معاملہ	۳۶۳
اگر سامان عاریت ضائع ہو جائے؟	۳۶۳
اگر ضائع ہونے پر ضامن ہونے کی شرط لگادی ہو؟	۳۶۳
عاشر	۳۶۴
وجہ تسمیہ	۳۶۴
عاشر کے اوصاف	۳۶۴
○ محصول کی وصولی کے احکام	۳۶۵
اموال ظاہرہ سے مراد	۳۶۵
غیر مسلم تجار کے لئے حکم	۳۶۵
غیر ملکی تاجروں کا حکم	۳۶۵
اگر جلد خراب ہو جانے والا مال چوکی سے گذرے؟	۳۶۵
عاشوراء (دس محرم)	۳۶۵
عاشوراء سے مراد	۳۶۵
عاشورہ — ایک کثیر الاستعمال غلطی	۳۶۵
○ اہل وعیال پر فراخی کی روایت	۳۶۵
○ سرمہ لگانے کی روایت	۳۶۶
عاقلہ	۳۶۶
عاقلہ سے مراد	۳۶۶
عاقلہ کو دیت میں شریک کرنے کی حکمت	۳۶۶
○ عاقلہ پر واجب ہونے والی مقدار	۳۶۷
○ عاقلہ کون ہیں؟	۳۶۷
اہل دیوان	۳۶۷
اہل خاندان	۳۶۷
غیر مسلموں کے حق میں	۳۶۷
بچے اور پاگل عاقلہ میں شامل نہیں	۳۶۷
○ کس صورت میں عاقلہ پر دیت واجب ہوگی؟	۳۶۷
عام	۳۶۷
لغوی معنی	۳۶۷
اصطلاحی تعریف	۳۶۷
○ عام کا حکم	۳۶۸
○ تخصیص کے ذرائع	۳۶۸
دلیل عقلی	۳۶۸
خود قرآن کے ذریعہ	۳۶۸
سنت کے ذریعہ سنت کی تخصیص	۳۶۸
سنت کے ذریعہ قرآن کی تخصیص	۳۶۸
اجماع کے ذریعہ تخصیص	۳۶۸
صحابہ کے اقوال وافعال سے تخصیص	۳۶۹
عانہ (موئے زیر ناف)	۳۶۹
موئے زیر ناف کے بارے میں احکام وآداب	۳۶۹
عاہتہ (آفت)	۳۷۰
○ اگر مال زکوۃ ضائع ہو جائے؟	۳۷۰
○ خرید کئے ہوئے سامان پر آفت	۳۷۰
عبد	۳۷۰
عتق	۳۷۰
عتہ (کم عقلی)	۳۷۰
معتوہ اور مجنون کا فرق	۳۷۰
اہلیت کے اعتبار سے معتوہ کا درجہ	۳۷۱
عتیرہ (رجب کی قربانی)	۳۷۱
رجب کی قربانی کا حکم	۳۷۱

○ منسوخ ہونے کی دلیل ۳۷۱

عدالت ۳۷۲

لغوی معنی ۳۷۲

عدالت کی حقیقت ۳۷۲

اس سلسلہ میں، فقہاء ومحدثین کے اقوال ۳۷۲

موجودہ عہد کا تقاضہ ۳۷۴

عداوت (دشمنی) ۳۷۴

دشمن کے خلاف شہادت ۳۷۴

عدت ۳۷۴

لغوی معنی ۳۷۴

اصطلاح فقہ میں ۳۷۴

عدت کا مقصود اور اس کی مصلحت ۳۷۵

○ ثبوت ۳۷۵

○ عدت وفات ۳۷۵

○ عدت طلاق ۳۷۶

عدت طلاق کی مقدار ۳۷۶

حاملہ عورت ۳۷۶

جوان عورت ۳۷۶

کمسن یا سن رسیدہ عورت ۳۷۷

○ اگر مرض وفات میں طلاق دے دے؟ ۳۷۷

○ طویل وقفۂ حیض والی عورت ۳۷۷

○ عدت کے احکام ۳۷۷

عدت کی حالت میں پیغام نکاح ۳۷۷

○ باہر نکلنے کی ممانعت ۳۷۸

○ نفقہ ورہائش ۳۷۸

○ مطلقہ کے ساتھ سفر ۳۷۸

○ سوگ ۳۷۸

○ میراث کا مسئلہ ۳۷۹

عذر ۳۷۹

اصطلاحی تعریف ۳۷۹

عَرایا ۳۸۰

عریہ سے مراد اور اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ۳۸۰

شوافع اور حنابلہ کا نقطۂ نظر ۳۸۰

حنفیہ کی رائے ۳۸۰

مالکیہ کی رائے ۳۸۰

عُربان (بیعانہ) ۳۸۱

بیعانہ کا حکم ۳۸۱

عُرس ۳۸۱

لغوی معنی ۳۸۱

قبروں کا عرس ۳۸۱

عرس کی شرعی حیثیت ۳۸۱

عُرف ۳۸۲

لغوی واصطلاحی معنی ۳۸۲

○ عرف وعادت میں فرق ۳۸۲

○ محل کے اعتبار سے عرف کی قسمیں ۳۸۲

عرف قولی ۳۸۲

عرف فعلی ۳۸۲

○ دائرۂ رواج کے اعتبار سے عرف کی قسمیں ۳۸۳

عرف عام	۳۸۳
عرف خاص	۳۸۳
○ مقبول ونامقبول ہونے کے اعتبار سے قسمیں	۳۸۳
عرف صحیح	۳۸۳
عرف فاسد	۳۸۳
○ عرف کے معتبر ہونے کی دلیلیں	۳۸۳
○ عرف لفظی وفعلی کا اعتبار	۳۸۴
○ کیا عرف فعلی سے کلام میں تخصیص پیدا ہوتی ہے؟	۳۸۴
○ عرف عام وخاص کا حکم	۳۸۴
عرف کے معتبر ہونے کی شرطیں	۳۸۵
عرف —ایک اہم ماخذ	۳۸۵
عَرَفہ	۳۸۶
عرفات کی وجہ تسمیہ	۳۸۶
وقوف عرفہ	۳۸۶
عَرَق (پسینہ)	۳۸۶
پسینے کا حکم	۳۸۶
ابن قدامہ کی چشم کشا بحث	۳۸۶
عُریان (برہنہ)	۳۸۷
اسلام میں ستر پوشی کی اہمیت	۳۸۷
غسل خانوں میں بے لباسی	۳۸۷
نماز میں ستر	۳۸۷
مجبوراً بے لباسی کی حالت میں نماز	۳۸۷
عزا	۳۸۸
عزل (عورت سے صحبت کی ایک خاص صورت)	۳۸۸
عزل کا حکم	۳۸۸
○ عارضی موانع حمل کا حکم	۳۸۸
عزم	۳۸۹
لغوی واصطلاحی معنی	۳۸۹
ارادہ کے پانچ درجات اوران کے احکام	۳۸۹
عزیمت (اُصول فقہ کی ایک اصطلاح)	۳۹۰
لغوی معنی	۳۹۰
شریعت کی اصطلاح میں	۳۹۰
عَسْب فَحَل (کرایۂ جفتی)	۳۹۰
جانوروں کی جفتی کرانے کی اجرت وہدیہ کا حکم	۳۹۰
حیوانی وانسانی مادۂ تولید کی خرید وفروخت	۳۹۱
عسل (شہد)	۳۹۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ غذا	۳۹۱
شہد میں شفا	۳۹۱
○ زکوۃ	۳۹۱
عشر	۳۹۲
عشر کا وجوب	۳۹۲
○ زکوۃ اور عشر کا فرق	۳۹۲
○ کس پیداوار میں عشر ہے؟	۳۹۲
○ عشر کا نصاب	۳۹۳
○ عشری زمینیں	۳۹۴
خراجی زمینیں	۳۹۴
○ ہندوستان کی اراضی کا حکم	۳۹۵
مولانا عبدالصمد رحمانی کا نقطۂ نظر	۳۹۵
دوسرے علماء ہند کی رائیں	۳۹۶
○ عشر کی مقدار	۳۹۷

○ متفرق ضروری احکام ۳۹۷
عشر واجب ہونے کا وقت ۳۹۷
اگر کھیت بونے سے پہلے عشر ادا کردے؟ ۳۹۷
پھل نکل آنے کے بعد عشر ۳۹۷
اگر عشری زمین تجارت کے لئے خریدی؟ ۳۹۸
بٹائی پر دی گئی زمین کا عشر ۳۹۸
عشر کے مصارف ۳۹۸
عَصِیر (نچوڑا ہوا رس) ۳۹۸
پھلوں کے رس سے طہارت ۳۹۸
○ شراب بنانے والوں سے رس کا فروخت کرنا ۳۹۸
عُضْو ۳۹۸
عَظْم (ہڈی) ۳۹۹
انسان کی ہڈی کا حکم ۳۹۹
خنزیر کی ہڈی کا حکم ۳۹۹
دوسرے حیوانات کی ہڈی کا حکم ۳۹۹
ہڈی کے پاک ہونے کا مطلب ۳۹۹
عَفَل (ایک نسوانی بیماری) ۳۹۹
عَفْو ۳۹۹
عقار ۳۹۹
غیر منقولہ اشیاء ۳۹۹
غیر منقولہ اشیاء کی خرید وفروخت ۳۹۹
عقد ۳۹۹
لغوی معنی ۳۹۹
اصطلاح فقہ میں ۳۹۹
عقد اور التزام کا فرق ۴۰۰
ایجاب وقبول کے سلسلہ میں حنفیہ اور دوسرے فقہاء کی اصطلاح ۴۰۰
○ ارکان ۴۰۰
○ عاقدین ۴۰۱
○ عقد کا محل ۴۰۱
○ محل عقد سے متعلق شرطیں ۴۰۱
○ تعبیر ۴۰۲
○ واضح ہونا ۴۰۲
○ ایجاب وقبول میں موافقت ۴۰۲
○ عقد میں جزم ۴۰۲
○ ایجاب وقبول کے ذرائع ۴۰۳
تحریر ۴۰۳
○ اشارہ ۴۰۳
○ فعل کے ذریعہ ۴۰۳
○ سکوت ۴۰۴
○ عقد کا حکم ۴۰۴
○ عقد کی اقسام ۴۰۴
عقد صحیح ۴۰۴
عقد غیر صحیح ۴۰۴
باطل ۴۰۴
عقد باطل کا حکم ۴۰۴
عقد فاسد ۴۰۴
عقد فاسد کا حکم ۴۰۵
عقد مکروہ ۴۰۵

نافذ ۴۰۵
موقوف ۴۰۵
لازم ۴۰۵
غیرلازم ۴۰۵
عقد مسمّٰی ۴۰۵
غیر مسمّٰی ۴۰۵
اثرات ونتائج کے اعتبار سے عقد کی قسمیں ۴۰۶
تملیکات ۴۰۶
اسقاطات ۴۰۶
اطلاقات ۴۰۶
تقییدات ۴۰۶
توثیقات ۴۰۶
شرکات ۴۰۶
حفظ ۴۰۶
عقد کا نتیجہ کب مرتب ہوگا؟ ۴۰۶
عقد منجز ۴۰۶
عقد مضاف ۴۰۶
جو معاملات مستقبل کی طرف منسوب کرکے منعقد نہیں ہوتے ۴۰۶
جو عقود دونوں طرح منعقد ہوتے ہیں ۴۰۶
جو عقد مستقبل ہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں ۴۰۶
عقد عینی ۴۰۶
عقد غیر عینی ۴۰۶
عُقر (زانیہ کا مہر) ۴۰۷
عَقرب (بچھو) ۴۰۷
ضروری احکام ۴۰۷
عقل ۴۰۷
عقل کی وجہ تسمیہ ۴۰۷
○ احکام شرعیہ میں عقل کا مقام ۴۰۷
اشاعرہ کا نقطۂ نظر ۴۰۷
معتزلہ اور امامیہ کی رائے ۴۰۸
ماتریدیہ کا نقطۂ نظر ۴۰۸
حاکم، شریعت ہے نہ کہ عقل ۴۰۸
عُقُوبت (سرزنش) ۴۰۸
لغوی معنی ۴۰۸
اصطلاحی تعریف ۴۰۸
حدود ۴۰۸
جنایات ۴۰۹
تعزیرات ۴۰۹
○ عقوبات کی قسمیں ۴۰۹
مقاصد کے اعتبار سے عقوبات ۴۰۹
عقوبات کب ساقط ہو جاتی ہیں؟ ۴۰۹
عقیقہ ۴۰۹
لغوی معنی ۴۰۹
○ اُسوۂ نبوی ﷺ ۴۱۰
○ فقہاء کی آراء ۴۱۰
امام ابوحنیفہؒ کا نقطۂ نظر ۴۱۰

○ کس دن عقیقہ کرے؟ ۴۱۰
○ عقیقہ کا گوشت ۴۱۰
○ متفرق احکام ۴۱۱
علّت ۴۱۱
لغوی معنی ۴۱۱
اصطلاحی تعریف ۴۱۱
علت وحکمت کا فرق ۴۱۱
علم ۴۱۲
حکماء کی اصطلاح میں ۴۱۲
اصطلاح شرع میں ۴۱۲
احکام شرعیہ میں علم کی اہمیت ۴۱۲
عمامہ ۴۱۲
عمامہ کے سلسلہ میں اُسوۂ نبوی ۴۱۲
○ عمامہ پر مسح ۴۱۲
عمرہ ۴۱۳
لغوی واصطلاحی معنی ۴۱۳
عمرہ کی فضیلت ۴۱۳
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے ۴۱۳
○ عمرہ کا حکم ۴۱۳
○ اوقات ۴۱۴
ایک سال میں عمرہ کی تکرار ۴۱۴
جن ایام میں عمرہ مکروہ ہے ۴۱۴
○ ارکان وواجبات ۴۱۴
○ ضروری احکام ۴۱۴
سنن وآداب ۴۱۴
○ حدود میقات سے بلا احرام گذرنا ۴۱۵
عُمریٰ (ہبہ کا ایک خاص طریقہ) ۴۱۵
ماقبل اسلام ۴۱۵
فقہاء اسلام کے نقاط نظر ۴۱۵
عمل ۴۱۵
عمل کی حقیقت ۴۱۵
عمل صالح ۴۱۵
نماز میں عمل کثیر ۴۱۶
عمل کثیر سے مراد ۴۱۶
عمل کے سلسلہ میں بعض فقہی قواعد ۴۱۶
زیادہ پُرمشقت کام افضل ہے ۴۱۶
دوسروں کے لئے نافع عمل زیادہ باعث ثواب ہے ۴۱۶
عَمیٰ (اندھا ہونا) ۴۱۷
عِنَب ۴۱۷
شراب بنانے والے سے انگور کی فروخت ۴۱۷
عنبر ۴۱۷
عنبر میں خمس ۴۱۷
عَنوۃ ۴۱۷
بہ قوت مفتوح علاقوں کا شرعی حکم ۴۱۷
حنابلہ کا نقطۂ نظر اور موجودہ حالات میں اس کی اہمیت ۴۱۷
عِنّین (نامرد) ۴۱۷
عَوْراء (یک چشم) ۴۱۸
یک چشم جانور کی قربانی ۴۱۸

عیادت ۴۱۸
اسلام میں عیادت کی اہمیت ۴۱۸
عیادت کا فقہی حکم ۴۱۸
عیادت کا مسنون طریقہ ۴۱۸
بچوں اور غیر مسلموں کی عیادت ۴۱۹
عیادت کے بعض آداب ۴۱۹
عیب ۴۱۹
عیب کی تعریف ۴۱۹
عیب فاحش اور عیب یسیر ۴۱۹
عیدین ۴۱۹
لفظ عید کا ماخذ ۴۱۹
○ عیدین کا ثبوت ۴۲۰
○ ایام و اوقات ۴۲۰
اگر چاند کی اطلاع دیر سے ہو؟ ۴۲۰
اگر کسی شخص کی تنہا نماز چھوٹ جائے؟ ۴۲۰
○ ادائیگی نماز کی جگہ ۴۲۱
○ یوم عید کی سنتیں ۴۲۱
○ عیدین کے ملبوسات ۴۲۱
○ عیدگاہ جانے سے پہلے کھانا ۴۲۱
○ عیدگاہ کی آمد و رفت ۴۲۲
○ طریقۂ نماز ۴۲۲
○ تکبیرات زوائد کے احکام ۴۲۲
○ تکبیر کی تعداد میں فقہاء کا اختلاف ۴۲۲
○ عیدین سے پہلے نفل ۴۲۳
○ خواتین کا عیدگاہ جانا ۴۲۳
○ عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر ۴۲۴
عین ۴۲۴
○ عین اور دین میں فرق ۴۲۴
عینہ ۴۲۵
اس لفظ کا ماخذ ۴۲۵
○ عینہ سے مراد اور اس کی ممانعت ۴۲۵
○ عینہ کی ایک اور اصطلاح ۴۲۵
علامہ شامی کے یہاں عینہ کی دو اور تعریفیں ۴۲۵
علامہ دردیر کی رائے ۴۲۶
○ عینہ کا حکم ۴۲۶
اختلاف رائے، اختلاف تعبیر کی بناء پر ۴۲۶
آج کل کے بعض نام نہاد غیر سودی ادارے ۴۲۶
غائص ۴۲۷
غوطہ میں ملنے والے سامان کی فروخت ۴۲۷
حائضہ شوہر کو آگاہ نہ کرے ۴۲۷
شوہر سے جھوٹ بولے کہ وہ حائضہ ہے ۴۲۷
غائط ۴۲۷
غارمین ۴۲۷
غارمین سے مراد قرض دہندہ ۴۲۷
غارمین سے مراد — مقروض ۴۲۷
شوافع کا نقطۂ نظر ۴۲۸
کفارات اور میت کے قرض کی ادائیگی کے لئے زکوۃ ۴۲۸
غایت ۴۲۸
غایت سے مراد ۴۲۸

غایت ابتدا اور غایت انتہاء کے لئے عربی الفاظ ۴۲۸
○ غایت کا مفہوم مخالف ۴۲۸
○ کیا غایت مغیا کے حکم میں داخل ہوتا ہے؟ ۴۲۸
غبن ۴۲۹
غبن یسیر سے مراد ۴۲۹
غبن فاحش سے مراد ۴۲۹
معاملہ پر غبن فاحش کا اثر ۴۲۹
اگر وکیل غبن فاحش کے ساتھ کوئی چیز خرید کرلے؟ ۴۲۹
غدہ ۴۳۰
غدہ سے مراد ۴۳۰
غدہ کھانے کی ممانعت ۴۳۰
غراب (کوا) ۴۳۰
کوئل کا حکم ۴۳۰
نجاست خور کوا ۴۳۰
زاغ کا حکم ۴۳۰
غرر ۴۳۰
لغت میں ۴۳۰
اصطلاحی تعریف ۴۳۰
غرر اور غرور کا فرق ۴۳۰
غرر اور جہالت میں فرق ۴۳۰
غرر اور قمار ۴۳۱
○ غرر کی ممانعت ۴۳۱
○ تجارتی معاملات میں غرر کا اثر ۴۳۱
○ دوسرے معاملات میں غرر ۴۳۲
○ غرر کب اثر انداز ہوتا ہے؟ ۴۳۲
غرّہ ۴۳۳
غرہ سے مراد ۴۳۳
زیر حمل، بچے کی ہلاکت کی دیت ۴۳۳
وضو میں غرہ ۴۳۳
غریق (ڈوبا ہوا شخص) ۴۳۳
شہادت کا اجر ۴۳۳
غسل دینے کا طریقہ ۴۳۳
مورث اور وارث ایک ساتھ ڈوب کر مر جائے تو میراث کا حکم ۴۳۴
مالکیہ اور شوافع کی رائے ۴۳۴
حنابلہ کی رائے ۴۳۴
غسالہ (دھوون) ۴۳۴
غسالہ سے مراد ۴۳۴
وضو اور غسل کے غسالہ کا حکم ۴۳۴
نجاست کے غسالہ کا حکم ۴۳۴
حنابلہ اور شوافع کی رائے ۴۳۴
مالکیہ کی رائے ۴۳۵
غسل ۴۳۵
لغوی معنی ۴۳۵
غُسل اور غَسل میں فرق ۴۳۵
شریعت میں نظافت کی اہمیت ۴۳۵
○ غسل کے فرائض ۴۳۵
دوسرے فقہاء کی آراء ۴۳۵
○ غسل کا مسنون طریقہ ۴۳۵

○ غسل کے آداب ۴۳۶
پانی کی مقدار ۴۳۶
خواتین کے خصوصی احکام ۴۳۶
غسل واجب ہونے کے اسباب ۴۳۶
جب غسل کرنا مسنون اور مستحب ہے ۴۳۶
غصب ۴۳۶
○ غصب کی حقیقت، فقہ حنفی میں ۴۳۶
○ فقہ مالکی میں ۴۳۷
شوافع اور حنابلہ کا نقطۂ نظر ۴۳۷
غصب کی حرمت ۴۳۷
غصب کا حکم ۴۳۷
○ غیر منقولہ اموال میں ۴۳۸
○ مال مغصوب میں غاصب کے یہاں اضافہ ۴۳۹
○ مال مغصوب کے منافع ۴۴۰
○ متفرق اہم مسائل ۴۴۰
○ غصب کی ہوئی زمین پر نماز ۴۴۱
غضب ۴۴۱
غضب کے تین درجات ۴۴۱
حالتِ غضب کی طلاق ۴۴۲
شوافع اور حنابلہ کا نقطۂ نظر ۴۴۲
غناء ۴۴۲
لغوی معنی ۴۴۲
غنیمت ۴۴۳
لغت اور اصطلاح میں ۴۴۳
غنیمت اور نفل کا فرق ۴۴۳
غنیمت اور فئی کا فرق ۴۴۳
○ مال غنیمت کا حکم ۴۴۴
○ کس طرح تقسیم کیا جائے؟ ۴۴۴
○ مجاہدین اور بیت المال کے حصے ۴۴۴
○ فقہاء کا اختلاف ۴۴۴
غیبت ۴۴۵
ممانعت و مذمت ۴۴۵
غیبت کی حقیقت ۴۴۵
○ کن صورتوں میں غیبت جائز ہے ۴۴۵
ظلم سے بچنے کے لئے ۴۴۵
اصلاح کے لئے ۴۴۵
مسئلہ شرعی دریافت کرنے کے لئے ۴۴۵
کچھ اور صورتیں، جن میں غیبت جائز ہے ۴۴۵
غیلہ ۴۴۶
دودھ پلانے والی عورت سے ہم بستری ۴۴۶
ف ۴۴۷
ف کے معنی ۴۴۷
جزاء پر بھی ف داخل ہوتی ہے ۴۴۷
معلول پر ف کا داخل ہونا ۴۴۷
ف تفسیریہ ۴۴۷
ف بمعنی و ۴۴۷
فار بالطلاق ۴۴۷
فار بالطلاق سے مراد ۴۴۷
جب شوہر و بیوی ایک دوسرے سے وارث ہوتے ہیں ۴۴۸
جب ایک دوسرے سے وارث نہیں ہوتے ۴۴۸
جب شوہر وارث نہیں ہوگا ۴۴۸

طلاق کے باوجود عورت کا استحقاق میراث ۴۴۸
فَتح (لقمہ دینا) ۴۴۸
لغوی اور اصطلاحی معنی ۴۴۸
حرکات وسکنات کی غلطی پر تنبیہ کا طریقہ ۴۴۸
قراءت قرآن میں لقمہ دینے کا حکم ۴۴۸
اگر غیر مصلی امام کو لقمہ دے ۴۴۹
لقمہ دینے کے آداب ۴۴۹
فَتق (ایک جنسی عیب) ۴۴۹
فتق سے مراد ۴۴۹
فتق کی بناء پر فسخ نکاح ۴۴۹
فتویٰ ۴۴۹
فدیہ-و-فداء ۴۴۹
لغوی واصطلاحی معنی ۴۴۹
○ روزے کا فدیہ ۴۴۹
○ غیر رمضان کے روزوں کا فدیہ ۴۵۰
○ فدیہ کی مقدار ۴۵۰
○ حاملہ اور دودھ پلانے والی کے لئے فدیہ کا حکم ۴۵۱
فِراش ۴۵۱
فراش سے مراد ۴۵۱
فراش کے چار درجات ۴۵۱
فرض ۴۵۲
لغت اور اصطلاح میں ۴۵۲
کن دلائل سے فرض کا ثبوت ہوتا ہے؟ ۴۵۲
کن دلائل سے واجب کا ثبوت ہوتا ہے؟ ۴۵۲
کن دلائل سے سنن ومستحبات کا ثبوت ہوتا ہے؟ ۴۵۲
فرع ۴۵۲
فرک ۴۵۲
جن چیزوں میں بالاتفاق سبب طہارت ہے ۴۵۳
مادۂ منویہ میں فرک ۴۵۳
فساد-و-فاسد ۴۵۳
فاسد سے مراد ۴۵۳
عبادات میں فاسد وباطل کا فرق نہیں ۴۵۳
معاملات میں فاسد وباطل کا فرق ۴۵۳
فسق-و-فاسق ۴۵۳
لغوی واصطلاحی معنی ۴۵۳
○ عادل وفاسق سے مراد ۴۵۳
فاسق وعادل کے سلسلے میں فقہاء کے اقوال ۴۵۴
اس کا مدار احوال وزمانہ پر ہے ۴۵۴
○ فاسق قاضی ۴۵۴
○ فاسق گواہ ۴۵۴
روایت حدیث اور فسق ۴۵۴
فَضل (استعمال کے بعد بچا ہوا) ۴۵۵
خواتین کے بچے ہوئے پانی سے وضوء وغسل ۴۵۵
فضولی ۴۵۵
فضولی سے مراد ۴۵۵
فضولی کے ذریعہ نکاح ۴۵۵
فضولی کے ذریعہ خرید وفروخت ۴۵۵
فَضِیخ (شراب کی ایک خاص قسم) ۴۵۶
فضیخ سے مراد ۴۵۶

فسخ کا حکم	۴۵۶
فقر-و-فقیر	۴۵۶
فقیر و مسکین کا فرق	۴۵۶
○ زکوۃ کا استحقاق	۴۵۶
فَلْس (سکے)	۴۵۷
سکوں کا حکم	۴۵۷
سونے چاندی کے سکے اور دوسرے سکوں میں فرق	۴۵۷
فِنَاء	۴۵۸
فناء مصر سے مراد	۴۵۸
فناء شہر کا حکم	۴۵۸
فئے	۴۵۸
فئے کی تعریف	۴۵۸
مال فئے کا حکم	۴۵۸
قابلہ (دایہ)	۴۶۰
عورت کی گواہی سے بچے کا ثبوت نسب	۴۶۰
ولادت پر دعوے کی شہادت	۴۶۰
ہاسپٹل کے برتھ سرٹیفکٹ کی حیثیت	۴۶۰
قاطع طریق	۴۶۰
قاعدہ	۴۶۰
لغوی معنی	۴۶۰
○ اصطلاحی تعریف	۴۶۰
○ اُصول و قواعد کا فرق	۴۶۱
○ قاعدہ و ضابطہ کا فرق	۴۶۱
○ قواعد فقہ کی تدوین	۴۶۱
دور اول	۴۶۱
○ دوسرا دور	۴۶۲
○ تیسرا دور	۴۶۳
قباء	۴۶۳
قباء کا مقام	۴۶۳
مسجد قباء کی فضیلت	۴۶۳
مسجد قباء میں نماز پڑھنا	۴۶۴
قبر	۴۶۴
جلانے کے بجائے تدفین کی حکمت	۴۶۴
○ قبر کیسی ہو؟	۴۶۴
شق	۴۶۴
لحد	۴۶۴
قبر کی گہرائی	۴۶۴
تابوت میں تدفین	۴۶۵
قبر کی وضع اور اُونچائی	۴۶۵
قبر پر تعمیر اور مٹی سے لیپنا	۴۶۵
قبر پر کتبہ	۴۶۵
○ قبر کے آداب	۴۶۵
قبر کی بے احترامی	۴۶۵
قبر پر خیمہ	۴۶۵
قبر پر گنبد کی تعمیر	۴۶۵
قبر پر چراغ جلانا	۴۶۵
مسجد کی تعمیر	۴۶۵
قبر پر کیا کرے؟	۴۶۶

○ متفرق مسائل ۴۶۶
گھر میں تدفین ۴۶۶
ایک قبر میں ایک سے زیادہ مردوں کی تدفین ۴۶۶
بوسیدہ قبر میں دوسرے مردہ کی تدفین ۴۶۶
مسلمانوں اور کافروں کی ایک دوسرے کی قبرستان میں تدفین ۴۶۶
قبض ۴۶۶
لغوی معنی ۴۶۶
اصطلاحی معنی ۴۶۶
عرف ورواج کے لحاظ سے قبضہ کی مختلف صورتیں ۴۶۶
اشیاء کی نوعیت کے اعتبار سے قبضہ کی مختلف صورتیں ۴۶۷
○ قبضہ سے پہلے تصرف ۴۶۷
○ حنفیہ کا نقطۂ نظر ۴۶۷
○ شوافع کا نقطۂ نظر ۴۶۸
○ مالکیہ کی رائے ۴۶۸
○ حنابلہ کا نقطۂ نظر ۴۶۸
○ موجودہ حالات میں ۴۶۸
قبلہ ۴۶۹
لغوی معنی ۴۶۹
اصطلاح شرع میں ۴۶۹
○ قضاء حاجت کے درمیان استقبال قبلہ ۴۶۹
فقہاء کی آراء ۴۶۹
○ جسم دھونے کے وقت استقبال ۴۷۰
○ استنجاء میں استقبال سے متعلق کچھ ضروری مسائل ۴۷۰
چھوٹے بچوں کو قبلہ رخ بیٹھانا ۴۷۰
خروج ریح کی حالت میں قبلہ کا سامنا یا پیچھا ۴۷۱
عذر کی بناء پر استقبال قبلہ ۴۷۱
ہمبستری کی حالت میں ۴۷۱
قبلہ کی طرف پاؤں کرنا ۴۷۱
بچوں کو سمت قبلہ پاؤں رکھ کر سلانا ۴۷۱
○ اذان واقامت میں استقبال ۴۷۱
حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کا حکم ۴۷۱
اذان خانہ میں سمت قبلہ سے انحراف ۴۷۱
○ نماز میں استقبال ۴۷۱
اگر قبلہ مشتبہ ہو جائے؟ ۴۷۲
○ جب استقبال سے عاجز ہو ۴۷۲
ٹرین اور بس کا حکم ۴۷۲
○ نفل نماز میں استقبال کا حکم ۴۷۲
قبول ۴۷۲
اصطلاحی تعریف ۴۷۲
قتال ۴۷۳
قتل ۴۷۳
اسلام میں قتل کی مذمت ۴۷۳
○ قتل عمد اور اس کے احکام ۴۷۳
○ شبہ عمد ۴۷۴
○ قتل خطاء ۴۷۵
○ قائم مقام خطاء ۴۷۵
○ خودکشی ۴۷۵
قدرت ۴۷۶
اصطلاحی تعریف ۴۷۶

قدرت — تکلیف شرعی کی بنیاد ۴۷۶
○ قدرت ممکنہ ۴۷۶
○ قدرت میسّرہ ۴۷۷
قدریہ ۴۷۷
تقدیر کے بارے میں اہل سنت والجماعت کی رائے ۴۷۷
جبریہ کا نقطۂ نظر ۴۷۷
قدریہ کا نقطۂ نظر ۴۷۷
قدریہ کا ظہور کب ہوا؟ ۴۷۷
قدریہ کا حکم ۴۷۸
قدیم ۴۷۸
علم کلام میں ۴۷۸
اصطلاح فقہ میں ۴۷۸
○ قدیم کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے ۴۷۸
○ ضرر میں قدامت معتبر نہیں ۴۷۹
شیخ محمد زرقاء کی تطبیق ۴۷۹
قذف (تہمت تراشی) ۴۷۹
لغوی و اصطلاحی معنی ۴۷۹
○ تہمت تراشی کا گناہ ۴۷۹
○ انسانی عزت و آبرو کی اہمیت ۴۸۰
○ دو صورتیں ۴۸۰
○ جس پر حد شرعی جاری ہوتی ہے ۴۸۰
○ احصان سے مراد ۴۸۱
○ تہمت لگانے والے سے متعلق شرطیں ۴۸۱
○ زنا کی صریح تہمت ۴۸۱
○ حد قذف کس ملک میں جاری ہوگی؟ ۴۸۱
○ دعویٔ قذف کا حکم ۴۸۱
○ حد قذف کی مقدار ۴۸۲
○ حد قذف کا تداخل ۴۸۲
قذف ثابت کرنے کا طریقہ ۴۸۲
○ جب حد قذف ساقط ہو جاتی ہے ۴۸۲
قرء ۴۸۳
قراءت ۴۸۳
پڑھنے کا اطلاق کس کیفیت پر ہوگا؟ ۴۸۳
ہندوانی اور فضلی کا قول ۴۸۳
امام احمد اور بشر مریسی کا قول ۴۸۳
امام کرخی اور ابو بکر بلخی کا قول ۴۸۳
قرآن ۴۸۳
○ اصطلاحی تعریف ۴۸۳
○ وجہ تسمیہ ۴۸۴
قران (حج کی ایک خاص صورت) ۴۸۴
قربت ۴۸۴
لغوی و اصطلاحی معنی ۴۸۴
○ ثواب کے کاموں میں ایثار ۴۸۴
○ حنفیہ کا نقطۂ نظر ۴۸۵
تطبیق کی ایک صورت ۴۸۵
قرد (بندر) ۴۸۵
بندر کا حکم ۴۸۵
مالکیہ کی طرف غلط نسبت ۴۸۵
بندر کا جھوٹا ۴۸۶

○ خرید وفروخت ۴۸۶

قرض

لغوی معنی ۴۸۶
فقہ کی اصطلاح میں ۴۸۶
○ ثبوت ۴۸۶
○ قرض دینے کا حکم ۴۸۷
○ قرض — صدقہ سے بھی افضل ۴۸۷
جب قرض دینا درست نہیں ۴۸۷
○ قرض لینے کا حکم ۴۸۷
○ قرض دہندہ اور مقروض، شرعی ہدایات ۴۸۸
○ ارکان قرض ۴۸۸
○ قرض دینے کی اہلیت ۴۸۸
○ قابلِ قرض مال ۴۸۹
مثلی چیزوں میں ۴۸۹
قیمی چیزوں میں قرض جائز نہیں ۴۸۹
مالکیہ اور حنابلہ کا نقطۂ نظر ۴۸۹
شوافع کا نقطۂ نظر ۴۸۹
منفعت کا قرض ۴۸۹
○ معاملہ قرض جائز ہے یا لازم؟ ۴۸۹
قرض لینے والے کے حق میں ۴۹۰
قرض دہندہ کے حق میں ۴۹۰
○ اداء قرض کی صورت ۴۹۰
قیمت کے ذریعہ قرض کی واپسی ۴۹۰
مالکیہ اور شوافع کی رائے ۴۹۰
حنابلہ کی رائے ۴۹۰
○ مقروض اضافہ کے ساتھ ادا کرے ۴۹۱
○ اداء قرض کی جگہ ۴۹۱
حنفیہ کا نقطۂ نظر ۴۹۱
شوافع کی رائے ۴۹۱
مالکیہ کی رائے ۴۹۲
حنابلہ کا نقطۂ نظر ۴۹۲
امام ابو یوسفؒ کی رائے ۴۹۲
○ قرض کی ادائیگی کب واجب ہوگی؟ ۴۹۲
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر ۴۹۲
مالکیہ کی رائے ۴۹۲
○ وثیقۂ قرض ۴۹۳
دستاویز ۴۹۳
کفیل ۴۹۳
رہن ۴۹۳
○ قرض پر نفع حاصل کرنا ۴۹۳
○ قرض پر بالواسطہ نفع ۴۹۳
○ مقروض کا تحفہ ۴۹۴
○ متفرق ضروری مسائل ۴۹۴
کاغذ کا قرض کے طور پر لین دین ۴۹۴
گوشت کا لین دین ۴۹۴
قرض میں قبضہ سے پہلے تصرف ۴۹۴
محل قرض مال کو عاریت پر لینا ۴۹۴

قرض پر قبضہ کے لئے وکیل بنانا ۴۹۴
قرض کے ساتھ شرط فاسد ۴۹۴
قرطاس ۴۹۴
کاغذ سے استنجاء ۴۹۴
قرعہ ۴۹۵
قرعہ کے ذریعہ حق کا اثبات ۴۹۵
دل داری کے لئے قرعہ ۴۹۵
قرعہ کے ذریعہ حصہ کی تعیین ۴۹۵
○ بیویوں میں باری کے آغاز کے لئے قرعہ ۴۹۵
○ رفاقت سفر کے لئے قرعہ اندازی ۴۹۵
قرن (ایک نسوانی بیماری) ۴۹۶
قریب ۴۹۶
○ اقارب سے مراد ۴۹۶
○ دیگر فقہاء کا نقطۂ نظر ۴۹۶
○ اَقارب کے لئے وصیت ۴۹۷
قرینہ ۴۹۷
○ قضاء میں قرائن سے مدد لینا ۴۹۷
ابن فرحون کی چشم کشا بحث ۴۹۷
ابن قیم کا نقطۂ نظر ۴۹۸
قزع (کچھ بال رکھنا اور کچھ مونڈ دینا) ۴۹۸
قزع کی ممانعت ۴۹۸
قسامت ۴۹۸
لغوی معنی ۴۹۸
اصطلاح فقہ میں ۴۹۸
قسامت کا مقصد ۴۹۹
قسامت کا طریقہ ۴۹۹
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر ۴۹۹
قِسمت (بٹوارہ) ۴۹۹
لغوی معنی ۴۹۹
اصطلاحی معنی ۴۹۹
تقسیم کا ثبوت ۵۰۰
○ کون تقسیم کرے؟ ۵۰۰
○ کیا قاضی ثبوت ملکیت بھی طلب کرے؟ ۵۰۰
○ مطالبۂ تقسیم کب قبول کرنا ضروری ہے؟ ۵۰۱
تقسیم نامہ کی ترتیب ۵۰۱
○ تقسیم کا طریقہ ۵۰۱
امام ابو یوسفؒ کا نقطۂ نظر اور فی زمانہ اس کی معقولیت ۵۰۱
○ جب تقسیم ٹوٹ جاتی ہے ۵۰۲
اگر کچھ حصہ پر دوسرے فریق کا قبضہ ہو؟ ۵۰۲
مقررہ قیمت میں اختلاف ہو جائے ۵۰۲
تقسیم شدہ شئی میں دوسرا حصہ دار نکل آئے ۵۰۲
اگر تقسیم کے بعد میت پر دَین کا علم ہو؟ ۵۰۳
○ مہایاۃ (باری باری استفادہ) ۵۰۳
مہایاۃ کا ثبوت ۵۰۳
اگر دو فریق میں سے ایک کی موت ہو جائے؟ ۵۰۳
سواری میں مہایاۃ ۵۰۳
قَسَم ۵۰۳
قَسِیس ۵۰۳

قِصاص	۵۰۴
لغوی معنی	۵۰۴
اصطلاح شرع میں	۵۰۴
○ ثبوت	۵۰۴
○ قانون قصاص کی حکمت	۵۰۴
○ قصاص واجب ہونے کی شرطیں	۵۰۵
○ قاتل سے متعلق	۵۰۵
اکراہ کی حالت میں، قتل کا ارتکاب	۵۰۶
○ مقتول سے متعلق	۵۰۶
○ اگر مرد عورت کا قاتل ہو؟	۵۰۷
○ غیر مسلم کا قتل	۵۰۷
حنفیہ اور دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر	۵۰۷
حنفیہ کے دلائل	۵۰۷
○ غلام کا قتل	۵۰۷
○ ایک شخص کے قتل میں متعدد لوگ شریک ہوں	۵۰۸
○ بالواسطہ قتل	۵۰۸
○ مطالبۂ قصاص کا حق کس کو ہے؟	۵۰۹
○ حق قصاص کون وصول کرے؟	۵۰۹
○ اسلام سے پہلے انتقام کے طریقے	۵۱۰
طریقہ قصاص میں حنفیہ کا نقطۂ نظر	۵۱۰
شوافع اور مالکیہ کی رائے	۵۱۰
○ جزوی نقصان کا قصاص	۵۱۰
○ قصاص کب ساقط ہو جاتا ہے؟	۵۱۱
قصر	۵۱۱
قضاء	۵۱۱
لغوی معنی	۵۱۱
اصطلاحی تعریف	۵۱۱
الزام معنوی	۵۱۲
الزام حسی	۵۱۲
○ نظام قضاء کا قیام واجب ہے	۵۱۲
○ کار قضاء کی فضیلت	۵۱۲
○ قضاء کے چھ ارکان	۵۱۳
○ قاضی مقرر کرنے کا حق	۵۱۳
○ قاضی کا دائرۂ عمل	۵۱۴
○ قاضی کے اوصاف	۵۱۴
احکام شرعیہ سے آگہی کا معیار	۵۱۴
فاسق کا عہدۂ قضاء پر تقرر	۵۱۴
خواتین کا عہدۂ قضاء پر تقرر	۵۱۴
○ قاضی کے آداب	۵۱۵
○ قاضی کو تحفہ	۵۱۵
○ قاضی کی نشست گاہ	۵۱۵
○ مسجد میں قضاء	۵۱۵
○ ساعت مقدمہ کے آداب	۵۱۶
○ فریقین کے ساتھ سلوک	۵۱۶
○ لباس و پوشاک	۵۱۶
○ عزل اور استعفیٰ	۵۱۶
موت	۵۱۶
عجز	۵۱۷

مرض ۵۱۷
جرح ۵۱۷
قاضی کا مبتلائے فسق ہوجانا ۵۱۷
○ فیصلہ کے لئے شرعی دلیلیں ۵۱۷
○ پہلے فیصلہ کو توڑنا ۵۱۷
○ مقضی لہ (جس کے حق میں فیصلہ ہو) ۵۱۸
اپنے اور اپنے قریب ترین رشتہ دار کے حق میں فیصلہ ۵۱۸
امام المسلمین اور اس کے متعلقین کا مقدمہ ۵۱۸
○ مقضی فیہ (قاضی کا دائرہ اختیار) ۵۱۸
○ مقضی علیہ (جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہے) ۵۱۹
○ اگر مدعی علیہ غائب ہو؟ ۵۱۹
○ وکیل مسخر کا تقرر ۵۲۰
○ جس سے عداوت ہو ۵۲۰
○ غیر مسلموں کا مقدمہ ۵۲۰
○ قضاء کی کیفیت ۵۲۰
○ فیصلہ — زیر تصفیہ مسئلہ تک محدود ۵۲۱
○ کب قضاء قاضی ضروری ہے اور کب نہیں؟ ۵۲۱
○ کاروائی کی ایک جگہ سے دوسری جگہ ترسیل ۵۲۱
موجودہ حالات میں مناسب طریقۂ کار ۵۲۲
قضاء کے موضوع پر کچھ اہم کتابیں ۵۲۲
قطع ۵۲۳
قعدہ ۵۲۳
قلس (قے) ۵۲۳
قلس اور قے میں فرق ۵۲۳
قلنسوۃ (ٹوپی) ۵۲۳
لغوی معنی ۵۲۳
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی ۵۲۳
ٹوپی پر عمامہ ۵۲۳
قلّہ ۵۲۴
پانی کے کثیر وقلیل ہونے کے بارے میں شوافع اور حنابلہ کا نقطۂ نظر ۵۲۴
جدید اوزان میں قلّہ کی مقدار ۵۲۴
قمار (جوا) ۵۲۴
لغوی و اصطلاحی معنی ۵۲۴
○ حرمت قمار کی بابت قرآن مجید کی تاکید ۵۲۴
قمار — احادیث میں ۵۲۵
زمانہ جاہلیت میں قمار کی مروجہ صورتیں ۵۲۵
قُمّل (جوں) ۵۲۵
جوں مارنے کا حکم ۵۲۵
حالت احرام میں جوں مارنا ۵۲۶
قمیص (لباس کی ایک خاص وضع) ۵۲۶
قمیص نبوی ﷺ ۵۲۶
قن (غلام کی ایک خاص صورت) ۵۲۶
قنوت ۵۲۶
لغوی معانی ۵۲۶
○ قنوت وتر ۵۲۶
○ قنوت نازلہ ۵۲۷
○ دُعاء ۵۲۷
قَوَد (قصاص) ۵۲۸
قول بموجب العلۃ (ایک اُصولی اصطلاح) ۵۲۸

قہقہہ ۵۲۹
ہنسنے کے تین درجات ۵۲۹
نماز میں تبسم ۵۲۹
نماز میں ضحک ۵۲۹
نماز میں قہقہہ ۵۲۹
حنفیہ کا نقطۂ نظر ۵۲۹
امام ابوحنیفہ کی طرف شذوذ کی نسبت درست نہیں ۵۲۹
حنفیہ کا مستدل ۵۲۹
جمہور کا مستدل ۵۲۹
قئی ۵۳۰
○ کیا قئے ناقض وضو ہے؟ ۵۳۰
○ روزہ کی حالت میں قئے ۵۳۰
قیاس ۵۳۰
قیاس کی ضرورت ۵۳۱
قیاس اور اجتہاد ۵۳۱
قیاس کے بارے میں غلط فہمی ۵۳۱
○ لغوی معنی ۵۳۱
○ اصطلاح میں ۵۳۲
○ قیاس کے منکرین ۵۳۳
○ قیاس کی حجیت ۵۳۳
○ احادیث سے قیاس کا ثبوت ۵۳۴
○ عہد صحابہ میں قیاس ۵۳۵
○ ارکان قیاس ۵۳۶
○ علت اور حکمت کا فرق ۵۳۷
خلاف قیاس ہونے کا مطلب ۵۳۸
○ شرائط ۵۳۸
○ مقیس علیہ سے متعلق ۵۳۸
○ حکم سے متعلق ۵۳۸
○ مقیس سے متعلق ۵۳۹
○ علت سے متعلق شرطیں ۵۴۰
○ مسالک علت ۵۴۰
○ نص ۵۴۰
علت صراحتاً مذکور ہو ۵۴۱
علت کی طرف اشارہ اور اس کی صورتیں ۵۴۱
○ اجماع ۵۴۱
○ اجتہاد و استنباط ۵۴۱
استنباط علت کے مراحل ۵۴۲
تخریج مناط ۵۴۲
تنقیح مناط ۵۴۲
تحقیق مناط ۵۴۲
○ وصف مناسب کی چار صورتیں ۵۴۳
وصف مؤثر ۵۴۳
وصف ملائم ۵۴۳
مناسب غریب ۵۴۳
وصف مرسل ۵۴۴
○ شبہ اور اس سے مراد ۵۴۴
○ طرد و عکس ۵۴۴
○ طرد ۵۴۴

ثمر و تقسیم ۵۴۴

قیافہ ۵۴۵

لغوی معنی ۵۴۵

قیافہ سے ثبوت نسب ۵۴۵

حنفیہ کا نقطۂ نظر ۵۴۵

ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر ۵۴۵

○ میڈیکل ٹسٹ سے نسب کی تحقیق ۵۴۶

قیام (کھڑا ہونا) ۵۴۶

نماز میں قیام کی کیفیت ۵۴۶

قیام اللیل (تراویح و تہجد) ۵۴۷

قیح (پیپ) ۵۴۷

○ کیا پیپ کا نکلنا ناقض وضو ہے؟ ۵۴۷

حنفیہ کی رائے ۵۴۷

○ دیگر فقہاء کی رائیں ۵۴۷

قیراط (ایک پیمانہ) ۵۴۷

قیراط کی مقدار ۵۴۷

قیلولہ (نصف نہار میں استراحت) ۵۴۷

معمول نبوی ﷺ ۵۴۷

جمعہ کے دن کب قیلولہ کرے؟ ۵۴۸

قیمت ۵۴۸

قیمت اور ثمن میں فرق ۵۴۸

کالی (دین) ۵۴۹

لغوی معنی ۵۴۹

دوطرفہ ادھار کی ممانعت ۵۴۹

کبیر (بڑا) ۵۴۹

کبیرہ ۵۴۹

خطاء کے مختلف درجات ۵۴۹

گناہ کبیرہ کی تعریف اور اس سلسلہ میں اہل علم کے اقوال ۵۴۹

صغائر کا تکرار ۵۵۰

کبائر کے ارتکاب سے متعلق دنیوی احکام ۵۵۰

کتاب ۵۵۰

لغوی معنی ۵۵۰

الکتاب سے مراد ۵۵۱

کتابت ۵۵۱

تحریر کے ذریعہ خرید و فروخت ۵۵۱

تحریر کے ذریعہ نکاح ۵۵۱

تحریر کے ذریعہ طلاق ۵۵۱

تحریری اقرار ۵۵۱

تحریری وثائق ۵۵۱

کتمان ۵۵۱

کحل (سرمہ) ۵۵۱

سرمہ کا استعمال ۵۵۱

سرمہ لگانے کا مسنون طریقہ ۵۵۲

سرمہ لگانے کا وقت ۵۵۲

○ روزہ کی حالت میں ۵۵۲

○ حالت احرام میں ۵۵۲

کذب ۵۵۲

○ جب جھوٹ کی اجازت ہے ۵۵۳

○ توریہ وتعریض ۵۵۳
اُسوۂ ابراہیمی ۵۵۳
کراء (کرایہ پر دینا) ۵۵۴
کراہت ۵۵۴
کسب (کمانا) ۵۵۴
کسب معاش — اسلامی نقطۂ نظر ۵۵۴
کسب معاش کے تین ذرائع ۵۵۴
سب سے بہتر ذریعۂ معاش ۵۵۴
کسوف (سورج گہن) ۵۵۵
کسوف اور خسوف کے معنی ۵۵۵
○ نماز کسوف اور اس کا طریقہ ۵۵۵
نماز کسوف کا حکم ۵۵۵
ایک رکوع یا دو رکوع؟ ۵۵۶
○ قراءت ۵۵۶
قراءت کی مقدار ۵۵۶
قراءت کی کیفیت ۵۵۶
○ خطبہ ۵۵۶
اذان واقامت نہیں ۵۵۶
○ متفرق احکام ۵۵۶
اوقات مکروہ میں نماز کسوف ۵۵۶
کس جگہ پڑھی جائے؟ ۵۵۶
نماز کسوف میں جماعت ۵۵۷
کیا یہ نماز شہر ہی میں پڑھی جائے گی؟ ۵۵۷
نماز کے علاوہ دوسرے افعال ۵۵۷
کسوہ (پوشاک) ۵۵۷
کعبہ ۵۵۷
لغوی معنی ۵۵۷
کعبہ کے نام رکھنے کی وجہ ۵۵۷
قرآن مجید میں کعبہ کا ذکر ۵۵۷
○ پہلا وہ گھر خدا کا! ۵۵۷
○ کعبہ کی تعمیرات ۵۵۷
تعمیر اول ۵۵۷
تعمیر ابراہیمی ۵۵۸
چوتھی، پانچویں اور چھٹی تعمیر ۵۵۸
تعمیر قریش اور اس میں آپ ﷺ کی شرکت ۵۵۸
حضرت عبداللہ بن زبیر کی تعمیر ۵۵۸
تعمیر حجاج ۵۵۹
خلافت عثمانیہ کی تعمیر ۵۵۹
○ کعبہ میں نماز ۵۵۹
○ حطیم میں نماز ۵۵۹
کفارہ ۵۶۰
کفالت ۵۶۰
لغوی معنی ۵۶۰
اصطلاح فقہ میں ۵۶۰
○ کفالت کا ثبوت ۵۶۰
○ ارکان والفاظ ۵۶۱
○ کفالت بالنفس (شخصی کفالت) ۵۶۱
○ کفالت کی چار صورتیں ۵۶۱

○ مطلق کفالت ۵۶۱
○ مقید کفالت ۵۶۲
○ مشروط کفالت ۵۶۲
○ مستقبل کی طرف منسوب کفالت ۵۶۲
○ کفیل سے متعلق شرط ۵۶۲
○ اصیل سے متعلق شرطیں ۵۶۲
○ مکفول لہ سے متعلق شرط ۵۶۳
○ مکفول بہ سے متعلق شرطیں ۵۶۳
○ کفالت کے احکام ۵۶۴
پہلا حکم ۵۶۴
دوسرا حکم ۵۶۴
○ کفالت کب ختم ہوگی؟ ۵۶۴
○ کفیل کب مکفول عنہ سے رجوع کرے؟ ۵۶۴
○ کس چیز کے لئے رجوع کرے گا؟ ۵۶۴
کفن ۵۶۴
تجہیز و تکفین فرض کفایہ ۵۶۴
○ کفن ضرورت ۵۶۵
○ کفن سنت ۵۶۵
○ کفن پہنانے کا طریقہ ۵۶۵
خواتین کا کفن ۵۶۵
○ کفن کفایہ ۵۶۵
○ متفرق احکام ۵۶۶
کفن میں اعتدال ۵۶۶
○ کپڑے کا رنگ ۵۶۶
رنگین کفن ۵۶۶
کفن کو دھونی ۵۶۶
میت کو عمامہ باندھنا ۵۶۶
مردوں کو تین سے زیادہ کپڑے ۵۶۶
محرم کا کفن ۵۶۶
کلأ ۵۶۶
گھاس — مباح عام ۵۶۶
گھاس — کاٹنے کے بعد ۵۶۶
کلب (کتا) ۵۶۶
لغوی معنی ۵۶۶
○ کتوں کی پرورش ۵۶۷
○ کتے کا جھوٹا ۵۶۷
کیا کتا نجس العین ہے؟ ۵۶۷
○ کتوں کی خرید و فروخت ۵۶۸
حنفیہ کے بارے میں بعض غلط فہمیاں ۵۶۸
کنایہ ۵۶۸
تعریف اور حکم ۵۶۸
کنز ۵۶۹
○ آیت کنز کے مخاطب ۵۶۹
○ کنز سے مراد ۵۶۹
حضرات صحابہ کا اختلاف ۵۶۹
کنیسہ (چرچ) ۵۶۹
دوسری قوموں میں عبادت گاہوں کے معاملہ میں بہتر سلوک ۵۷۰
حضرت خالد کی طرف سے غیر مسلم عبادت گاہوں کے لئے دستاویز ۵۷۰

علامہ شبلی کا بصیرت افروز بیان ۵۷۰
ابن ہمام کا نقطۂ نظر ۵۷۱
لاحق ۵۷۲
لاحق سے مراد ۵۷۲
لاحق فوت شدہ رکعتیں کس طرح ادا کرے؟ ۵۷۲
کیا وہ امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے ۵۷۲
کیا امام لاحق کو نائب بنا سکتا ہے؟ ۵۷۲
لباس ۵۷۲
لغوی معنی ۵۷۲
انسان میں لباس کا فطری ذوق ۵۷۲
برہنگی — خلاف فطرت ۵۷۲
○ فرض لباس ۵۷۳
○ مستحب ۵۷۳
○ مباح و جائز ۵۷۳
○ مکروہ ۵۷۳
○ لباس شہرت ۵۷۴
○ مرد و عورت کے لباس میں تشبہ ۵۷۴
○ غیر مسلموں سے تشبہ ۵۷۵
مولانا تھانوی کی چشم کشا وضاحت ۵۷۵
○ مکروہ رنگ ۵۷۶
○ سرخ کپڑے ۵۷۶
○ دوسرے رنگ ۵۷۷
○ ٹخنہ سے نیچے ۵۷۷
خواتین کے لئے ۵۷۸
○ آستین کی مقدار ۵۷۸
○ ستر پوشی کی رعایت ۵۷۸
○ باریک اور چست لباس ۵۷۸
○ ریشمی کپڑے ۵۷۹
○ کپڑے پہننے کے آداب ۵۷۹
دائیں طرف سے آغاز ۵۷۹
نیا کپڑا پہننے کی دعاء ۵۷۹
بائیں طرف سے کپڑا اتارنا ۵۷۹
لبن (دودھ) ۵۷۹
دودھ کا حکم گوشت کے مطابق ۵۷۹
اگر حلال جانور کی پرورش حرام جانور کے دودھ سے ہو؟ ۵۷۹
○ انسانی دودھ کی خرید و فروخت ۵۸۰
○ جانور کے تھن میں موجود دودھ کی فروخت ۵۸۰
○ مصراۃ کی بیع ۵۸۰
لبن (کچی اینٹ) ۵۸۰
اینٹ کو پاک کرنے کا طریقہ ۵۸۰
اگر اینٹ فرش کی صورت میں ہو ۵۸۱
لحد (بغلی قبر) ۵۸۱
لحم (گوشت) ۵۸۱
کن جانوروں کا گوشت پاک اور کن کا ناپاک ہے؟ ۵۸۱
○ جانور کی گوشت کے بدلہ خرید و فروخت ۵۸۱
○ گوشت ادھار ہو؟ ۵۸۱
○ مختلف جانوروں کا گوشت ایک دوسرے کے بدلہ ۵۸۲

لحن	۵۸۲
لغوی معنی	۵۸۲
علماء قراءت کی اصطلاح میں	۵۸۲
علامہ حلوانی اور علامہ شامی کی توضیحات	۵۸۲
لحیہ (داڑھی)	۵۸۲
لغوی معنی	۵۸۲
داڑھی رکھنے کا حکم	۵۸۲
○ داڑھی کی مقدار	۵۸۳
○ داڑھی سے متعلق مکروہات	۵۸۳
○ ہونٹ کے دونوں کنارے اور نیچے کے بال	۵۸۳
لسان (زبان)	۵۸۴
لعاب	۵۸۴
لعاب کا حکم	۵۸۴
لعان	۵۸۴
لغوی معنی	۵۸۴
اصطلاحی تعریف	۵۸۴
○ حکم لعان کا پس منظر	۵۸۴
لعان کی حکمت	۵۸۵
○ لعان کی شرائط	۵۸۵
○ لعان کا طریقہ	۵۸۵
○ لعان کے بعد	۵۸۶
○ بچہ کے نسب کا انکار	۵۸۶
○ بعض مسائل میں فقہاء کا اختلاف	۵۸۷
○ لعان سے انکار	۵۸۷
لعب (کھیل)	۵۸۷
○ کھیل کے بارے میں بنیادی اُصول	۵۸۷
ساتر لباس	۵۸۷
مختصر وقت کا کھیل	۵۸۷
دوسروں کے لئے ایذاء رساں نہ ہو	۵۸۸
مردانہ و زنانہ کھیل کا فرق	۵۸۸
جوا نہ ہو	۵۸۸
جسمانی ریاضت	۵۸۸
○ جن کھیلوں کا احادیث میں ذکر ہے	۵۸۸
○ دوڑ	۵۸۸
○ کشتی	۵۸۸
○ تیراکی	۵۸۹
○ گھوڑ دوڑ	۵۸۹
○ تیر اندازی	۵۸۹
لعنت	۵۸۹
لغوی معنی	۵۸۹
اصطلاح شرع میں	۵۸۹
جن افعال پر لعنت بھیجی گئی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے	۵۸۹
○ لعنت کے احکام	۵۹۰
متعین شخص پر لعنت	۵۹۰
مذموم اوصاف پر عمومی لعنت	۵۹۰
کافر پر لعنت کی تین صورتیں	۵۹۰
دوسری مخلوقات پر لعنت	۵۹۰

لغو ۵۹۰
لقطہ (گری پڑی چیز) ۵۹۰
لغوی معنی ۵۹۰
اصطلاح فقہ میں ۵۹۱
○ اٹھانے کا حکم ۵۹۱
○ کب امانت ہے اور کب قابل ضمان؟ ۵۹۱
○ لقطہ کا اعلان ۵۹۱
مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان ۵۹۲
اگر لقطہ کا مالک آجائے؟ ۵۹۲
اگر لقطہ کا مالک نہیں آئے ۵۹۲
لقیط (لاوارث بچہ) ۵۹۳
لغوی معنی ۵۹۳
اصطلاح فقہ میں ۵۹۳
لقیط کو اٹھانے کا حکم ۵۹۳
○ لقیط کے احکام ۵۹۳
مسلمان متصور ہوگا یا کافر ۵۹۳
لقیط کا نفقہ ۵۹۳
اگر اس پر دیت واجب ہو ۵۹۴
○ لقیط کا نسب ۵۹۴
اگر مرد نسب کا دعویٰ کرے ۵۹۴
اگر عورت مدعی ہو ۵۹۴
اگر دو عورتیں مدعی ہوں ۵۹۴
لواطت (فعل خلاف فطرت) ۵۹۴
اسلام کی نگاہ میں اس جرم کی شناعت ۵۹۴
○ لواطت کی سزا ۵۹۵
ائمہ ثلاثہ کی رائے ۵۹۵
حنفیہ کی رائے ۵۹۵
○ بیوی کے ساتھ ۵۹۶
لوث (قانون قصاص کی ایک اصطلاح) ۵۹۶
لغوی معنی ۵۹۶
○ لوث سے مراد ۵۹۶
○ مالی مقدمات میں ۵۹۷
حنفیہ کا نقطۂ نظر ۵۹۷
لہو ۵۹۷
لغوی معنی ۵۹۷
لیلۃ البراءۃ (شب قدر) ۵۹۷
لیلۃ القدر نام رکھنے کی وجہ ۵۹۷
○ شب براءت کے اعمال ۵۹۸
اس شب کی قدر و منزلت ۵۹۸
○ لیلۃ القدر ۵۹۹
○ کون سی رات؟ ۵۹۹
○ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعمال ۶۰۰
○ دوسری راتیں ۶۰۰
○ خصوصی راتوں کے اعمال ۶۰۰

○ ○ ○ ○

جلد پنجم

● پیش لفظ	: حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی صاحب	۴۳

ماء (پانی) ۴۷
○ پانی کی اہمیت ۴۷
○ پاک اور پاک کرنے والا ۴۷
○ مکروہ ۴۸
○ پاک، لیکن پاک نہ کرے ۴۸
○ مستعمل پانی ۴۸
○ ناپاک پانی ۴۸
حنفیہ کے نزدیک ماء کثیر سے مراد ۴۹
مالکیہ کا نقطۂ نظر ۴۹
○ جاری پانی اور اس کا حکم ۵۰
○ مشکوک پانی ۵۰
○ پانی پر ملکیت ۵۰
○ پانی کی خرید و فروخت — ایک نامناسب عمل ۵۱
مائع (بہنے والی شی) ۵۱
نجاست حقیقی و حکمی ۵۱
نجاست حکمی دور کرنے کے لئے پانی ضروری ۵۱
نجاست حقیقی دور کرنے کے لئے پانی ضروری نہیں ۵۱
ماجن (غیر ذمہ دار) ۵۲
آوارہ خیال شخص کو فتویٰ دینے کا حق نہیں ۵۲
ماعون ۵۲
ماعون سے مراد ۵۲
مال ۵۲
مال کا ماخذ ۵۲
اعیان مال ہیں ۵۳
کیا منافع اور مالی حقوق مال ہیں؟ ۵۳
یہ مسئلہ عرف پر مبنی ہے ۵۳
موجودہ عرف کا تقاضا ۵۴
مانع (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۵۴
لغت و اصطلاح میں ۵۴
مانع کی پانچ قسمیں ۵۴
○ مانع کی تین صورتیں ۵۵
مباح ۵۵
مبارأت (خلع کی ایک صورت) ۵۵
مباشرت (ایک فقہی اصطلاح) ۵۵
مباشر اور متسبب سے مراد؟ ۵۶
مباشرت فاحشہ سے مراد اور اس کا حکم ۵۶
مباہلہ ۵۶
لغوی و اصطلاحی معنی ۵۶

عہد نبوی میں مباہلہ کا واقعہ	۵۶
کیا مباہلہ کا حکم اب بھی باقی ہے؟	۵۶
مبتوتہ (مطلقۂ بائنہ)	۵۶
مبیع (فروخت کی جانے والی چیز)	۵۷
○ اگر ایک طرف سے ثمن ہو اور دوسری طرف سے سامان؟	۵۷
اگر ایک طرف سے مثلی شئ ہو اور دوسری طرف سے قیمی؟	۵۷
اگر دونوں طرف سے ایک ہی طرح کی چیز ہو؟	۵۷
متارکہ	۵۷
متارکہ سے مراد	۵۷
کیا متارکہ کے لئے زبان سے کہنا ضروری ہے؟	۵۷
متحیرہ	۵۷
متشابہ (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح)	۵۷
تعریف	۵۷
معنی کے اعتبار سے متشابہ	۵۸
کیفیت کے اعتبار سے متشابہ	۵۸
متشابہ کا حکم	۵۸
اہل علم کے یہاں اس اصطلاح میں توسع	۵۸
متعہ (مطلقہ کو رخصتانہ)	۵۸
مختلف مطلقہ عورتوں کے لئے متعہ کے احکام	۵۸
○ متعہ کی مقدار	۵۸
زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم	۵۸
متعہ — ایک حسن سلوک	۵۹
متقوم (شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت)	۵۹
متواتر (حدیث کی ایک اصطلاح)	۵۹
مثقال	۵۹
جدید اوزان میں مثقال کا وزن	۵۹
مثلہ	۵۹
اسلام میں مثلہ کی ممانعت	۶۰
جنگ میں تکریم انسانی کی رعایت	۶۰
جانوروں کے ساتھ بدسلوکی کی ممانعت	۶۰
قصاص صرف تلوار سے	۶۰
مثلی	۶۰
مثلی اور قیمی کا فرق	۶۰
○ قیمی کب مثلی کے حکم میں ہو جاتی ہے؟	۶۱
○ مثلی اشیاء کے احکام	۶۱
مجاز (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح)	۶۲
لغوی معنی	۶۲
اصطلاحی معنی	۶۲
مجاز اور معنی حقیقی کے درمیان مناسبت	۶۲
○ مجاز کا حکم	۶۲
بیک وقت حقیقی و مجازی معنی	۶۲
عموم مجاز	۶۲
مجبوب	۶۲
لغوی و اصطلاحی معنی	۶۲
مجبوب کا فسخ نکاح	۶۳
مجری (پانی کے بہاؤ کی جگہ)	۶۳
دوسرے کی زمین سے پانی لے جانے کا مسئلہ	۶۳

مجلس (ایک فقہی اصطلاح) ۶۳
جگہ کی تبدیلی سے مجلس کی تبدیلی ۶۳
کام کی تبدیلی سے مجلس کی تبدیلی ۶۳
اعراض وگریز سے بھی مجلس کی تبدیلی ۶۴
مجمل (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۶۴
لغوی واصطلاحی معنی ۶۴
حکم ۶۴
مجنون (پاگل) ۶۴
مجوس ۶۴
مجوس کا شکار اور ذبیحہ ۶۴
مجوس کے دوسرے کھانے ۶۵
اگر خود مجوس کھانے کے حلال ہونے کی اطلاع دے؟ ۶۵
مجوس سے نکاح جائز نہیں ۶۵
مجہول ۶۵
○ مجہول النسب ۶۵
○ معاملہ میں عوض کا مجہول ہونا ۶۵
○ محدثین کی اصطلاح میں ۶۵
○ مجہول کی تین قسمیں ۶۶
محاقلہ (بٹائی کی ایک ناجائز صورت) ۶۶
غلہ کے بدلہ کھیتی ۶۶
متعین مقدار پر بٹائی ۶۶
محتضر (قریب بہ مرگ شخص) ۶۶
قریب بہ مرگ کی علامت ۶۶
اس موقع کی مستحبات ۶۶
محراب ۶۷
محراب وسط میں ہو ۶۷
محراب کے اندر نہ کھڑا ہو ۶۷
محراب سے ہٹ کر دوسری جماعت ۶۷
محصب ۶۷
حجاج کا وادیٔ محصب میں وقوف ۶۷
وادیٔ محصب کا مقام ۶۷
محظور (ممنوع) ۶۷
محکم (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۶۷
تعریف ۶۷
اگر محکم ومفسر میں تعارض ہو؟ ۶۸
محکم کی ایک اور تعریف ۶۸
مخابرہ ۶۸
مخابرہ اور مزارعۃ ۶۸
مخابرہ کا مادۂ اشتقاق ۶۸
مدبر (غلام کی ایک صورت) ۶۹
مُد (ایک پیمانہ) ۶۹
موجودہ اوزان میں ۶۹
مدرک (شروع سے شریک نماز) ۶۹
مدینہ ۶۹
○ سب سے افضل شہر ۶۹
زمین کا سب سے اشرف حصہ ۶۹
مالکیہ کا نقطۂ نظر ۶۹
جمہور کی رائے ۶۹

○ مدینہ منورہ کا نام ۷۰
○ مدینہ کی حدود ۷۰
○ کیا مدینہ حرام ہے؟ ۷۰
حنفیہ کا نقطۂ نظر ۷۰
○ مدینہ میں قیام کی فضیلت ۷۱
مسجد نبوی کے توسیع شدہ حصہ کا حکم ۷۱
○ مدینہ کے کچھ مبارک مقامات ۷۱
ریاض الجنہ ۷۱
جنت البقیع ۷۱
مذی ۷۲
مذی سے مراد ۷۲
مذی وقذی میں فرق ۷۲
مذی سے وضوء کا وجوب ۷۲
نجس ہونے پر اتفاق ۷۲
پاک کرنے کا طریقہ ۷۲
مرأۃ (عورت) ۷۲
مرابحہ (نفع کے ساتھ فروخت) ۷۲
لغوی معنی ۷۲
اصطلاحی تعریف ۷۲
مرابحہ، تولیہ اور مساومہ میں فرق ۷۲
مرابحہ سابق معاملہ سے مربوط ۷۲
اگر سلائی وغیرہ کی وجہ سے قیمت زیادہ پڑ جائے؟ ۷۳
○ درست ہونے کی شرط ۷۳
○ اگر بیچنے والے نے دھوکہ دیا؟ ۷۳
○ نقد اور اُدھار قیمت میں فرق ۷۴
○ بیع یا وعدۂ بیع ۷۴
مراطلہ (فقہ مالکی کی ایک اصطلاح) ۷۴
مراہق (قریب البلوغ) ۷۴
عمر مراہقت ۷۵
○ مراہق کا حکم ۷۵
مرتد ۷۵
مرسل ۷۵
مرض (بیماری) ۷۵
○ بیماری کا عذاب ہونا ضروری نہیں ۷۵
○ مریض اور اس کے احکام ۷۶
○ بیٹھ کر نماز ۷۶
○ لیٹ کر نماز ۷۷
○ اشارہ سے نماز ۷۷
○ متفرق مسائل ۷۷
○ مریض اور جماعت ۷۸
○ نماز کے درمیان بیمار ہو جائے ۷۸
○ درمیان میں صحت ہو جائے ۷۸
○ امام مرض کی وجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کرے ۷۸
○ مریض اور روزہ ۷۹
○ مریض کے لئے حج میں سہولتیں ۷۹
○ مرض وفات سے مراد ۷۹

○ مرض وفات کی طلاق ۸۰
○ مرض وفات میں اقرار ۸۰
○ وصولی دین کا اقرار ۸۰
○ مرض وفات کا ہبہ، صدقہ اور وقف ۸۱

مرور (گذرنے کا حق) ۸۱
شارع عام کا حکم ۸۱
مملوک راستہ ۸۱
مروت ۸۱

مزابنہ (ٹوٹے ہوئے پھل کی درخت پر لگے ہوئے پھل سے فروخت) ۸۱
لغوی معنی ۸۱
مزابنہ حرام ہے ۸۱
حرام ہونے کی وجوہ ۸۱

مزاح ۸۲
مزاح اور استہزاء ۸۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح فرمانا ۸۲
مزاح میں جھوٹ جائز نہیں ۸۲
مزاح میں افراط ۸۳

مزارعت (بٹائی داری) ۸۳
بٹائی کے سلسلہ میں امام صاحب اور صاحبین کا نقطۂ نظر ۸۳
○ مزارعت کے ارکان ۸۳
○ بٹائی داری درست ہونے کی شرطیں ۸۳
○ چھ صورتیں اور ان کا حکم ۸۳
اگر بٹائی میں مقدار متعین کردے؟ ۸۴
اگر زمین کا کوئی حصہ مقرر کردے؟ ۸۴
○ بٹائی دار سے متعلق احکام ۸۴
کھیتی کے اخراجات کی ذمہ داری ۸۴
یہ معاملہ لازم ہے ۸۴
مدت ختم ہوگئی اور کھیتی تیار نہیں ۸۴
فریقین میں سے ایک کا انتقال ہوجائے ۸۵
اگر معاملہ فاسد ہوجائے؟ ۸۵

مزایدہ (ڈاک لگاکر بیچنا) ۸۵
ڈاک لگانا جائز ہے؟ ۸۵

مزدلفہ (ایک مقام کا نام) ۸۵
○ قیام مزدلفہ کا حکم ۸۵

مساقات (درخت کی بٹائی) ۸۵
○ مشروعیت اور اس میں فقہاء کا اختلاف ۸۵
○ شرطیں ۸۶
○ مساقات سے متعلق احکام ۸۶

مساومہ ۸۶
لغوی معنی ۸۶
اصطلاحی تعریف ۸۶
مساومہ، مرابحہ، تولیہ اور وضیعہ کا فرق ۸۶

مسبوق ۸۷
○ تعوذ اور ثناء کب پڑھے؟ ۸۷
○ باقی رکعتیں ابتدائی رکعتیں ۸۷

○ امام کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد کیا پڑھے؟	۸۷
○ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کیا کرے؟	۸۷
○ سجدۂ سہو میں امام کی اتباع	۸۸
○ چار صورتیں جن میں مسبوق مقتدی کے حکم میں ہے	۸۸
○ اگر امام مسبوق کو نائب بنادے؟	۸۸
مستحاضہ	۸۹
مستحب	۸۹
مسجد	۸۹
مساجد شعائر اللہ ہیں!	۸۹
○ تعمیر مسجد کی اہمیت	۸۹
کعبہ کی تعمیر	۸۹
قبا میں تعمیر مسجد	۸۹
مسجد نبوی کی تعمیر	۸۹
○ مسجد شرعی کب بنے گی؟	۹۰
امام ابو یوسفؒ کی رائے	۹۰
طرفین کا نقطۂ نظر	۹۰
متاخرین کی رائے	۹۰
○ مسجد ہونے کے لئے عمارت ضروری نہیں	۹۰
○ تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد	۹۰
اگر تعمیر کے وقت ہی نچلی منزل میں مسجد کی نیت نہ تھی	۹۱
بعد میں مسجد سے استثناء کی نیت معتبر نہیں!	۹۱
مساجد کی کھلی ہوئی جگہ پر دکان وغیرہ کی تعمیر	۹۱
مکتب اور بیت الخلاء مسجد کے حکم میں نہیں!	۹۱
○ تعمیر مسجد میں حلال پیسے ہی استعمال ہوں	۹۲
اگر حرام روپیہ سے مسجد تعمیر کی؟	۹۲
○ تعمیر میں غیر مسلم بھائیوں کا تعاون	۹۲
ہندوؤں کا تعاون	۹۳
○ غصب کی زمین پر مسجد کی تعمیر	۹۳
○ قبرستان میں مسجد کی تعمیر و توسیع	۹۳
○ مساجد کی تزئین و آرائش	۹۴
آرائش میں غلو	۹۴
زمانہ و حالات کی رعایت	۹۴
دیواروں پر نقش و نگار	۹۴
○ مساجد کو کسی کے نام سے موسوم کرنا	۹۴
○ مسجد میں داخل ہونے کے آداب	۹۵
○ مسجد کے آداب	۹۵
تحیۃ المسجد	۹۵
مسجد میں وضوء، استنجاء وغیرہ	۹۵
مسجد کی دیوار وغیرہ سے مٹی پونچھنا	۹۵
مسجد میں تھوکنا	۹۵
حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونا	۹۵
بدبودار چیز کھا کر مسجد آنا	۹۶
کوڑھی اور جس کے زخم سے بو آتی ہو	۹۶
سگریٹ، بیڑی پینے کے بعد	۹۶
بے شعور بچوں کی مسجد میں آمد	۹۶
مسجد میں خرید و فروخت، شعر گوئی اور گفتگو	۹۶

○ مسجد میں سونا	۹۶
مسجد میں اخراج ریح	۹۷
○ کسی مسلمان کو مسجد سے روکنا درست نہیں!	۹۷
مسجد میں جگہ کی تخصیص	۹۷
مساجد میں تعلیم	۹۷
تعلیم کے لئے مسجد کی اشیاء کا استعمال	۹۸
مساجد میں چراغاں	۹۸
○ متفرق احکام	۹۸
مقدمات کا فیصلہ	۹۸
سزاؤں کا اجراء	۹۸
غیر مسلموں کا داخلہ	۹۸
درس و تذکیر	۹۹
ذکر بہ آواز بلند	۹۹
بھیک مانگنا	۹۹
دینی اغراض کے لئے اعانت کی اپیل	۹۹
گھر کی مسجد	۹۹
افضل مسجد	۹۹
مسح	۹۹
مسکین	۱۰۰
مسیل (پانی کی نکاسی کی جگہ)	۱۰۰
سرکاری نالی سے پانی کا اخراج	۱۰۰
دوسرے کی زمین سے پانی کا گذرنا	۱۰۰
مشاع (مشترک چیز)	۱۰۰
مشاع سے مراد	۱۰۰
مشترک (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح)	۱۰۰
تعریف	۱۰۰
کیا مشترک الفاظ کا وجود ہے؟	۱۰۱
بہ یک وقت ایک سے زیادہ معنی مراد لیا جانا	۱۰۱
○ حکم	۱۰۱
مشترک سے مؤول	۱۰۱
مشترک اور مجمل میں فرق	۱۰۱
مشترک میں تاویل کی مثال	۱۰۱
مشکل (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح)	۱۰۲
تعریف و مثال	۱۰۲
حکم	۱۰۲
مصادرہ (ظلماً مال لینا)	۱۰۲
مصادرہ اور غصب میں فرق	۱۰۲
ایسے مال میں زکوٰۃ کا حکم	۱۰۲
مصافحہ	۱۰۲
لغوی معنی	۱۰۲
مصافحہ کی فضیلت	۱۰۲
مصافحہ مستحب ہے	۱۰۳
○ بعض نمازوں کے بعد مصافحہ	۱۰۳
ملا علی قاری کا چشم کشا بیان	۱۰۳
○ مصافحہ کا مسنون طریقہ	۱۰۳
○ دو ہاتھوں سے مصافحہ کی دلیلیں	۱۰۴
امام بخاریؒ کا نقطۂ نظر	۱۰۴

ید کے لفظ سے غلط فہمی ۱۰۵

ایک ہاتھ سے بھی جائز ۱۰۵

مولانا گنگوہیؒ کی رائے ۱۰۵

علامہ کشمیریؒ کی رائے ۱۰۵

مصالح مرسلہ ۱۰۵

○ مصلحت سے مراد ۱۰۵

○ شریعت میں مصلحت کی رعایت ۱۰۶

○ غالب مصلحت کو ترجیح ۱۰۶

○ شریعت کے مقاصد ۱۰۶

احکام شریعت کے مدارج ۱۰۷

○ ضروریات ۱۰۷

○ حاجیات ۱۰۷

○ تحسینیات ۱۰۷

مصالح مرسلہ ۱۰۸

○ مصالح ملغاۃ ۱۰۸

مصالح معتبرہ ۱۰۸

○ مرسل مصلحتیں ۱۰۸

معتبر ہونے کی دلیلیں ۱۰۸

مالکی نقطۂ نظر ۱۰۹

احناف ۱۱۰

حنابلہ ۱۱۱

شوافع ۱۱۲

○ عملاً مصالح مرسلہ کے معتبر ہونے پر اتفاق ۱۱۳

مصالح مرسلہ کے لئے شرطیں ۱۱۳

○ مصلحت اور مقاصد شریعت میں ہم آہنگی ۱۱۳

○ اُمور تعبدی نہ ہوں ۱۱۳

○ دفع حرج یا حفظ شریعت مقصود ہو ۱۱۳

○ امام غزالیؒ کی تنقیحات ۱۱۳

○ خلاصۂ بحث ۱۱۴

اگر مصالح اور نصوص میں تعارض ہو ۱۱۵

○ فقہاء کے نقاط نظر ۱۱۵

مصر (شہر) ۱۱۶

○ مصر سے مراد ۱۱۶

مصراۃ ۱۱۶

○ مصراۃ کے لغوی معنی ۱۱۶

○ دھوکہ دینے کے لئے دودھ روکے ہوئے جانور کا حکم ۱۱۶

○ حنفیہ کا نقطۂ نظر ۱۱۶

مضاجعت (ایک ساتھ سونا) ۱۱۷

○ جب بستر الگ کر دینا ضروری ہے ۱۱۷

مضاربت ۱۱۷

○ لغوی و اصطلاحی معنی ۱۱۷

ثبوت ۱۱۷

○ مضاربت کی حکمت ۱۱۸

ارکان ۱۱۸

درست ہونے کی شرطیں ۱۱۹

○ عاقدین وکیل بنانے کے اہل ہوں ۱۱۹

○ رأس المال کرنسی ہو ۱۱۹
○ اصل سرمایہ معلوم و متعین ہو ۱۱۹
○ سرمایہ نقد ہو نہ کہ دَین ۱۱۹
○ سرمایہ مضارب کے حوالہ کردے ۱۱۹
○ نفع میں دونوں کی شرکت ہو ۱۱۹
○ نفع کا تناسب متعین ہو نہ کہ قطعی مقدار ۱۲۰
شرط لگانا ۱۲۰
حکم ۱۲۰
○ امین، پھر وکیل، پھر شریک ۱۲۰
○ اگر معاملہ فاسد ہو جائے ۱۲۰
○ مضارب سرمایہ کار کی خلاف ورزی کرے ۱۲۰
○ اگر اصل سرمایہ میں بھی نقصان ہو جائے ۱۲۰
مضاربت کی دو قسمیں ۱۲۰
مضاربت مطلقہ میں مضارب کے تصرفات ۱۲۱
مضارب کسی اور سے مضاربت کرے ۱۲۱
جو تصرفات بلا صراحت جائز نہیں ۱۲۲
جو تصرفات صراحت کے باوجود معتبر نہیں ۱۲۲
مقید مضاربت ۱۲۲
○ جگہ کی تحدید ۱۲۲
○ اشخاص و افراد کی تعیین ۱۲۲
○ مال کی تعیین ۱۲۲
○ مدت کی تحدید ۱۲۳
○ شرائط و قیود کے سلسلہ میں بنیادی اُصول ۱۲۳
مضارب کے حقوق ۱۲۳
سرمایہ کاری کا حق ۱۲۳
مضاربت فاسد ہو جائے ۱۲۴
مضاربت عقد لازم نہیں؟ ۱۲۴
مضاربت ختم ہونے کی صورتیں ۱۲۴
مضبب (چاندی جڑی ہوئی چیز) ۱۲۴
○ جس برتن میں چاندی سونا جڑا ہوا ہو، اس کا حکم ۱۲۴
مضمضہ (کلی کرنا) ۱۲۴
مطل (ٹال مٹول) ۱۲۴
○ ٹال مٹول کی ممانعت ۱۲۵
مطلق (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۱۲۵
○ تعریف ۱۲۵
○ اگر خطاب الٰہی مطلق ہو؟ ۱۲۵
○ اگر مقید ہو؟ ۱۲۵
اگر ایک جگہ مطلق اور دوسری جگہ مقید ہو؟ ۱۲۵
سبب اور حکم مختلف ہوں ۱۲۵
سبب اور حکم ایک ہوں ۱۲۶
حکم مختلف ہو سبب ایک ہوں ۱۲۶
حکم ایک ہو سبب مختلف ۱۲۶
معانقہ ۱۲۶
معانقہ کا ثبوت ۱۲۶
فقہاء کا نقطۂ نظر ۱۲۷
○ غیر محرم سے معانقہ ۱۲۷
○ معانقہ کی ایک قبیح و ناجائز صورت ۱۲۷

معاوضہ (لین دین) ۱۲۷
○ معاملات کی دوصورتیں ۱۲۷
معاومہ ۱۲۷
کئی سالوں کے لئے درخت اور باغ کو فروخت کرنا ۱۲۷
معدن (کان) ۱۲۷
○ زکوٰۃ کا مسئلہ ۱۲۸
○ مالکیہ کا مسلک ۱۲۸
○ شوافع کی رائے ۱۲۹
○ حنابلہ کا نقطۂ نظر ۱۲۹
○ کان کن مزدور کی موت ہوجائے ۱۲۹
معدوم ۱۲۹
○ معدوم سے مراد ۱۲۹
○ معدوم شی کی بیع ۱۲۹
معروف ۱۳۰
○ لغوی واصطلاحی معنی ۱۳۰
○ شریعت کی مامورات سب کی سب معروف ہیں ۱۳۰
معصوم (لائق حفاظت واحترام) ۱۳۰
○ حربی کی جان ومال کا حکم ۱۳۰
مفاوضہ (شرکت کی ایک قسم) ۱۳۰
مفسر (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۱۳۰
○ تعریف ۱۳۰
○ مفسر کا حکم ۱۳۱
مفقود ۱۳۱
○ مفقود سے مراد ۱۳۱
○ مفقود کے مال کا حکم ۱۳۱
○ مفقود کے مال سے متعلقین کا نفقہ ۱۳۱
○ مفقود کے مال میں میراث ۱۳۱
○ کتنی مدت کے بعد وفات کا حکم لگے گا؟ ۱۳۲
○ مفقود کی بیوی کا فسخ نکاح ۱۳۲
○ فقہ مالکی کی تفصیلات ۱۳۲
○ اگر مفقود نے مال نہ چھوڑا ہو؟ ۱۳۳
مُفلَس (دیوالیہ) ۱۳۴
مفوضہ (جب عورت کو حق طلاق سونپ دیا گیا ہو) ۱۳۴
مفہوم (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۱۳۴
منطوق ۱۳۴
○ مفہوم موافق ۱۳۴
○ مفہوم مخالف ۱۳۵
○ مفہوم مخالف کے معتبر ہونے کی شرطیں ۱۳۶
مقاصہ (دین کا ادل بدل) ۱۳۷
مقایضہ (سامان سے سامان کی فروخت) ۱۳۷
مقتضیٰ (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۱۳۷
مکاتب (غلام کی ایک قسم) ۱۳۷
مکروہ ۱۳۷
مکہ ۱۳۷
○ سب سے افضل جگہ ۱۳۷

○ مکہ میں داخل ہونے کے آداب ۱۳۷
○ مکہ میں بلا احرام داخل ہونا ۱۳۸
بلا احرام داخل ہونے والوں کے لئے حیلہ ۱۳۸
ڈرائیوروں کے لئے حکم ۱۳۸
ملتزم ۱۳۹
ملک ۱۳۹
تعریف ۱۳۹
○ شیخ زرقاء کا نقطۂ نظر ۱۳۹
○ ملک کی دو قسمیں ۱۳۹
ملک تام ۱۳۹
○ اباحت ۱۴۰
اباحت اور ملکیت نفع میں فرق ۱۴۰
○ ملکیت تامہ حاصل ہونے کے اسباب ۱۴۰
مباح چیز کا حصول ۱۴۰
عقد کے ذریعہ ملکیت ۱۴۰
نیابت کے ذریعہ ملکیت ۱۴۰
مملوکہ شی میں اضافہ ۱۴۰
○ ملکیت تامہ کی خصوصیات ۱۴۰
دائمی ملکیت ۱۴۰
مالک کو تصرف کا پورا حق ۱۴۱
ضائع ہو جائے تو تاوان نہیں ۱۴۱
○ منافع کا مالک ہونے کے تین ذرائع ۱۴۱
○ منافع سے متعلق چند احکام ۱۴۱
وقت و جگہ وغیرہ کی قید ۱۴۱
منافع میں میراث نہیں ۱۴۱
مالک کو سپردگی ضروری ہے ۱۴۱
حفاظت کے اخراجات کی ذمہ داری ۱۴۱
مدت گذرنے کے بعد واپسی ۱۴۱
منیٰ (ایک مقام کا نام) ۱۴۱
○ منیٰ کا محل وقوع اور پیمائش ۱۴۲
منابذہ (بیع کی ایک خاص صورت) ۱۴۲
مناسب (اُصولِ فقہ کی ایک اصطلاح) ۱۴۲
مناسخہ (علم الفرائض کی ایک اصطلاح) ۱۴۲
مناسک ۱۴۲
منخنقہ (گلا گھونٹ کر مارا گیا جانور) ۱۴۲
مندوب ۱۴۲
مندیل (رومال) ۱۴۲
وضوء کے بعد تولیہ استعمال کرنے کا حکم ۱۴۳
منفعت ۱۴۳
منفعت کی ملکیت اور حق میں فرق ۱۴۳
منقول ۱۴۴
○ مال منقول و غیر منقول ۱۴۴
منکر ۱۴۴
منی ۱۴۴
غسل کا وجوب ۱۴۴

پاک ہے یا ناپاک ہے؟	۱۴۴
موات (اُفتادہ زمین)	۱۴۵
مواقیت	۱۴۵
موت	۱۴۵
○ موت کی تمنا	۱۴۵
موضحہ	۱۴۵
موقوف (فقہ وحدیث کی ایک اصطلاح)	۱۴۵
مؤلفۃ القلوب	۱۴۵
مولیٰ	۱۴۶
مولی الموالات	۱۴۶
مہایاۃ (باری باری استفادہ)	۱۴۶
مہر	۱۴۶
مہر کی حیثیت	۱۴۷
○ مہر اور اس کا وجوب	۱۴۷
مہر کے دس نام	۱۴۷
فقہی تعریف	۱۴۷
وجوب مہر کا ثبوت	۱۴۷
اگر نکاح میں مہر نہ ہونے کی شرط ہو؟	۱۴۷
اگر زندگی میں مہر ادا نہیں کیا؟	۱۴۷
○ کون سی چیزیں مہر بن سکتی ہیں؟	۱۴۷
تعلیم قرآن اور مہر	۱۴۸
معلوم ومتعین ہونا ضروری ہے	۱۴۸
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر	۱۴۸
○ مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار	۱۴۸
○ مختلف حالتوں میں مہر کے احکام	۱۴۹
مہر متعین ہو اور خلوت ہوگئی	۱۴۹
مہر متعین ہو اور خلوت نہ ہو	۱۴۹
مہر متعین نہ ہو اور خلوت ہوگئی ہو	۱۴۹
مہر متعین ہو اور خلوت کی نوبت نہ آئے	۱۴۹
مہر میں اضافہ وکمی	۱۴۹
جن خواتین کے لئے متعہ مستحب ہے	۱۵۰
○ دو حالتوں میں مشروط مہر کی مقدار	۱۵۰
○ مہر مثل	۱۵۰
مہر مثل سے مراد	۱۵۰
اگر مہر مثل کے بارے میں اختلاف ہو جائے؟	۱۵۰
○ مہر معجل اور مؤجل	۱۵۱
کیا عورت تاادائیگی مہر اپنے نفس کو روک سکتی ہے؟	۱۵۱
اگر مقدار مہر میں اختلاف ہو جائے؟	۱۵۱
نکاح فاسد کی صورت میں مہر کا حکم	۱۵۱
شبہ کی بنا پر وطی کی صورت میں مہر کا حکم	۱۵۱
میت	۱۵۱
مرنے کے بعد کیا کیا جائے؟	۱۵۱
پڑوسیوں اور اہل تعلق کو وفات کی اطلاع	۱۵۲
مردہ کے پاس قرآن شریف کی تلاوت	۱۵۲
لاش کی منتقلی	۱۵۳
بلا اجازت دوسرے کی زمین میں تدفین	۱۵۳

میتہ (مردار) ۱۵۳

میتہ اور میت ۱۵۳

○ پاکی وناپاکی کے احکام ۱۵۳

پانی کا جانور ۱۵۳

خشکی کا جانور جس میں خون نہ ہو ۱۵۳

خشکی کا جانور جس میں خون ہو ۱۵۳

سینگ، ہڈی وغیرہ کا حکم ۱۵۳

دودھ اور چمڑا ۱۵۴

○ مردار کی خرید وفروخت ۱۵۴

میراث ۱۵۴

قانون میراث میں اسلام کا عدل واعتدال ۱۵۴

○ متروکہ سے متعلق چار حقوق ۱۵۴

تجہیز وتکفین کا انتظام ۱۵۴

دَین کی ادائیگی ۱۵۵

وصیت کی تکمیل ۱۵۵

ترکہ کی تقسیم ۱۵۵

○ ورثاء میں ترتیب ۱۵۵

اصحاب فرائض ۱۵۵

نسبی عصبہ رشتہ دار ۱۵۵

اگر عصبات نہ ہوں؟ ۱۵۵

اگر ذوی الفروض بھی نہ ہوں؟ ۱۵۵

اگر ذوی الارحام بھی نہ ہوں؟ ۱۵۵

بیت المال ۱۵۵

○ موانع میراث ۱۵۵

قتل ۱۵۶

اختلاف دین ۱۵۶

اختلاف دار ۱۵۶

غلامی ۱۵۶

○ مردوں میں میراث کے حقدار ۱۵۶

○ خواتین میں میراث کے حقدار ۱۵۶

○ ورثاء کی چار قسمیں ۱۵۷

ذوی الفروض ۱۵۷

عصبہ ۱۵۷

دوہری حیثیت ۱۵۷

○ ورثہ کے احوال ۱۵۷

شوہر ۱۵۸

بیوی ۱۵۸

باپ ۱۵۸

دادا ۱۵۸

ماں ۱۵۸

دادی ونانی ۱۵۸

بیٹی ۱۵۸

پوتی ۱۵۹

ماں شریک بھائی ۱۵۹

سگی بہن ۱۵۹

باپ شریک بہن ۱۵۹

ماں شریک بہن	۱۵۹
○ عصبہ کی تین صورتیں	۱۶۰
عصبہ بنفسہ	۱۶۰
○ عصبہ بغیرہ	۱۶۰
○ عصبہ مع غیرہ	۱۶۰
○ محجوب	۱۶۰
حجب نقصان	۱۶۰
حجب حرمان	۱۶۱
میل	۱۶۱
میل کی مسافت	۱۶۱
میلین اخضرین	۱۶۲
میلین اخضرین کے درمیان فاصلہ	۱۶۲
نار (آگ)	۱۶۳
آگ مباحات میں داخل ہے	۱۶۳
آگ میں جلانا	۱۶۳
جلنے کی وجہ سے پاکی	۱۶۳
ناصیہ	۱۶۳
ناقہ (اونٹنی)	۱۶۳
نبات (پودا)	۱۶۳
نباتات اصلاً حلال ہیں	۱۶۳
تین صورتوں میں حرمت	۱۶۳
نبش (کفن کی چوری)	۱۶۴
○ تدفین کے بعد قبر کھولنے کا حکم	۱۶۴
اگر کسی کی زمین میں بلا اجازت دفن کردیا جائے؟	۱۶۴
اگر کوئی قیمتی سامان رہ جائے؟	۱۶۴
اگر میت کا رُخ درست نہ ہو؟	۱۶۴
○ قبر پر نماز جنازہ	۱۶۴
اگر بغیر غسل کے دفن کردیا گیا ہو؟	۱۶۴
○ قبرستان میں مسجد	۱۶۴
○ کفن چور کی سزا	۱۶۵
نبی	۱۶۵
نبی کا ماخذ	۱۶۵
○ نبی اور رسول میں فرق	۱۶۶
○ انبیاء کی عصمت	۱۶۶
کبیرہ کا ارتکاب	۱۶۶
خسیس افعال کا ارتکاب	۱۶۷
کفریہ قول و فعل	۱۶۷
جھوٹ عمداً یا سہواً	۱۶۷
صغائر کا صدور	۱۶۷
زلتیں اور لغزشیں	۱۶۷
○ سہو و نسیان	۱۶۷
○ اہانت انبیاء	۱۶۷
○ شاتم رسول کی توبہ	۱۶۸
○ انبیاء کے فضلات	۱۶۸
○ نیند ناقض وضوء نہیں	۱۶۸
○ انبیاء اور ان کے خاندان کے لئے زکوٰۃ	۱۶۸

انبیاء اور میراث ۱۶۹

○ انبیاء کے مال میں زکوۃ نہیں ۱۶۹

نبیذ ۱۶۹

لغوی و اصطلاحی معنی ۱۶۹

○ نبیذ کی حلت و حرمت ۱۶۹

کشمش اور کھجور کی شراب ۱۷۰

فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ۱۷۰

جو، گیہوں وغیرہ کی شراب ۱۷۰

○ بعض برتنوں کے استعمال کی ممانعت پھر اجازت ۱۷۰

○ نبیذ تمر سے وضوء ۱۷۰

امام ابو حنیفہؒ کا رجوع ۱۷۱

نتاج ۱۷۱

نتن (سڑی ہوئی چیز) ۱۷۱

سڑی ہوئی چیز کھانے کا حکم ۱۷۱

نثار (لٹانا) ۱۷۱

خوشی کے موقع پر پیسے یا شیرینی لٹانا ۱۷۱

حنفیہ کا نقطۂ نظر ۱۷۱

دوسرے فقہاء کی رائے ۱۷۱

نکاح کے موقع پر ۱۷۲

○ متفرق احکام ۱۷۲

لٹانے کے بجائے تقسیم ۱۷۲

نجاست (ناپاکی) ۱۷۲

نجاست حقیقی و حکمی ۱۷۲

نجاست مرئیہ و غیر مرئیہ ۱۷۲

○ مرئی نجاست کو دور کرنے کا طریقہ ۱۷۲

○ غیر مرئی نجاست سے پاکی کا طریقہ ۱۷۳

نئے گھڑے وغیرہ پاک کرنے کا طریقہ ۱۷۳

○ نجاست غلیظہ و خفیفہ ۱۷۳

○ نجاست غلیظہ کا حکم ۱۷۳

درہم کا وزن اور مساحت ۱۷۳

○ نجاست خفیفہ کا حکم ۱۷۳

جامد اور سیال اشیاء کا فرق ۱۷۴

○ مختلف نجاستیں ۱۷۴

انسان کے فضلات ۱۷۴

حرام جانوروں کا فضلہ ۱۷۴

حلال جانوروں کا فضلہ ۱۷۴

پرندوں کی بٹ ۱۷۴

مردار ۱۷۴

سور ۱۷۴

کتا ۱۷۴

کتا اور درندوں کا جھوٹا ۱۷۵

شراب ۱۷۵

نجاست کا دھون ۱۷۵

مستعمل پانی ۱۷۵

○ نجاست دور کرنے کے ذرائع ۱۷۵

نجاست حکمی زائل کرنے والی اشیاء ۱۷۵

نجاست حقیقی	۱۷۵
پانی اور سیال اشیاء	۱۷۵
پونچھنا	۱۷۵
کھرچنا	۱۷۵
خشک ہوجانا	۱۷۵
ناپاک زمین سوکھنے کے بعد دوبارہ تر ہوجائے؟	۱۷۵
جلنے کی وجہ سے پاکی	۱۷۵
ناپاک مٹی کا برتن	۱۷۶
تنورناپاک پانی سے پونچھا جائے	۱۷۶
حقیقت کی تبدیلی	۱۷۶
دباغت وذبح	۱۷۶
پانی نکالنا	۱۷۶
○ پٹرول سے نجاست کا ازالہ	۱۷۶
○ کاغذ سے استنجاء	۱۷۶
○ نجاست حقیقی وحکمی میں پاک کرنے کے اعتبار سے فرق	۱۷۶
○ کیا پاکی کے لئے نجاست پر پانی ڈالنا ضروری ہے؟	۱۷۷
نجش	۱۷۷
نجش کے معنی	۱۷۷
نجش کی ممانعت	۱۷۷
نحر (ذبح کی ایک خاص صورت)	۱۷۷
اصطلاحی معنی	۱۷۷
نخامہ، نخاعہ (بلغم اور رینٹ)	۱۷۷
بلغم اور تھوک پاک یا ناپاک؟	۱۷۷
○ روزہ کی حالت میں بلغم نگل لے	۱۷۸
ندب	۱۷۸
نذر	۱۷۸
لغوی معنی	۱۷۸
اصطلاحی معنی	۱۷۸
مشروعیت کی دلیلیں	۱۷۸
○ ارکان	۱۷۸
شرائط	۱۷۸
نذر ماننے والے سے متعلق شرطیں	۱۷۸
○ نذر مانی ہوئی شی سے متعلق شرطیں	۱۷۹
وجود ممکن ہو	۱۷۹
اللہ سے تقرب کا ذریعہ ہو	۱۷۹
معصیت کی نذر کا حکم	۱۷۹
مباح کی نذر	۱۷۹
جو عبادت مقصود نہ ہو اس کی نذر	۱۷۹
اعتکاف کی نذر سے متعلق ایک شبہ	۱۷۹
جس کا مالک نہ ہو اس کے بارے میں نذر	۱۷۹
مالک ہونے کی شرط پر نذر	۱۷۹
فرض وواجب کی نذر	۱۸۰
○ ممنوعہ اوقات میں عبادت کی نذر	۱۸۰
○ بیٹے کی قربانی کی نذر	۱۸۰
○ پیدل حج کرنے کی نذر	۱۸۰
○ نذر میں استثناء	۱۸۱

○ نذر ماننے کا حکم	۱۸۱
○ نذر کا اثر	۱۸۱
○ اگر نذر پوری کرنا نہ چاہے؟	۱۸۲
''مجھ پر نذر ہے'' کا حکم	۱۸۲
نذر کسی شرط سے معلق ہو؟	۱۸۲
نذر پوری کرنا کب واجب ہے؟	۱۸۲
اگر نذر معلق ہو؟	۱۸۲
کسی خاص جگہ سے متعلق ہو؟	۱۸۲
وقت سے متعلق ہو؟	۱۸۲
○ ادائیگی فوراً واجب ہے، یا بہ تاخیر؟	۱۸۲
○ حکم کے اعتبار سے نذر کی چار صورتیں	۱۸۳
طاعات کی نذر	۱۸۳
معصیت کی نذر	۱۸۳
مکروہات کی نذر	۱۸۳
مباحات کی نذر	۱۸۳
نساء (عورتیں)	۱۸۳
عورتوں پر اسلام کے احسانات	۱۸۳
مردوں اور عورتوں کے درمیان کن احکام میں فرق ہے؟	۱۸۴
نسخ	۱۸۶
لغوی و اصطلاحی تعریف	۱۸۶
○ تخصیص اور قید بھی نسخ ہے	۱۸۷
○ نسخ اور تخصیص میں فرق	۱۸۷
○ ملحدین کا شبہ	۱۸۷
○ نسخ کا ثبوت	۱۸۸
○ نسخ جاننے کے ذرائع	۱۸۹
شارع کی صراحت	۱۸۹
صحابی کی اطلاع	۱۸۹
تاریخ کے علم سے	۱۸۹
اجماعِ اُمت	۱۸۹
متاخر الاسلام راوی کی روایت	۱۸۹
قرآن کی موجودہ ترتیب سے نسخ کا فیصلہ	۱۹۰
○ نسخ سے متعلق شرائط	۱۹۰
○ جن نصوص میں نسخ کا احتمال نہیں	۱۹۰
○ نسخ کی چار صورتیں	۱۹۱
قرآن کا نسخ قرآن سے	۱۹۱
حدیث کا نسخ حدیث سے	۱۹۱
آیات سے احادیث کا نسخ	۱۹۱
احادیث سے آیات کا نسخ	۱۹۱
○ تلاوت و حکم کے اعتبار سے نسخ کی صورتیں	۱۹۲
تلاوت و حکم دونوں منسوخ	۱۹۲
تلاوت باقی، حکم منسوخ	۱۹۲
حکم باقی، تلاوت منسوخ	۱۹۲
کیا شرط و قید کا اضافہ بھی نسخ ہے؟	۱۹۲
○ قرآن مجید میں نسخ کی تعداد	۱۹۳
○ احکام پر نسخ کا اثر	۱۹۳
نسخ صریحی	۱۹۴

نسخ ضمنی	۱۹۴
نسخ کلی	۱۹۴
نسخ جزئی	۱۹۴
نسل	۱۹۴
حفظ نسل — شریعت کا ایک اہم مقصد	۱۹۴
○ نسل پر وقف	۱۹۴
کیا لڑکیوں کی اولاد نسل میں داخل ہے؟	۱۹۴
نسی	۱۹۵
نسیہ	۱۹۵
نسیان	۱۹۵
معنی و مراد	۱۹۵
نسیان اور سہو	۱۹۵
بھول کی وجہ سے گناہ معاف ہے	۱۹۵
نماز میں	۱۹۵
روزہ میں	۱۹۵
بھول کر نہ کرنے والے فعل کی تلافی	۱۹۵
قسم اور طلاق	۱۹۵
ممنوعات احرام کا ارتکاب	۱۹۵
بھول کر موجب حد فعل کا ارتکاب	۱۹۶
علامہ جرجانی کی رائے	۱۹۶
عزالدین بن عبدالسلام کی چشم کشا بحث	۱۹۶
نشوز	۱۹۶
لغت اور اصطلاح میں ناشزہ بیوی کا حکم	۱۹۶
نص	۱۹۷
لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۹۷
وضاحت کے اعتبار سے کلام کی چار قسمیں	۱۹۷
نص سے مراد	۱۹۷
نص کا حکم	۱۹۷
اگر نص اور مفسر میں تعارض ہو؟	۱۹۷
عبارۃ النص	۱۹۸
اشارۃ النص	۱۹۸
اقتضاء النص	۱۹۸
اگر دلالت کی ان صورتوں میں تعارض ہو؟	۱۹۸
نطق (بولنا)	۱۹۹
گونگے کے حق میں اشارہ نطق کے قائم مقام ہے	۱۹۹
گواہی و اقرار اور نطق	۱۹۹
نظر	۱۹۹
نظر لگنا	۱۹۹
نظر لگنے کا علاج	۱۹۹
نعاس (اونگھنا)	۲۰۰
نعل	۲۰۰
وضوء میں نعلین پر مسح	۲۰۰
○ جوتے میں نماز	۲۰۰
نفاس	۲۰۱
لغوی و اصطلاحی معنی	۲۰۱
جو خون اسقاط کے بعد آئے	۲۰۱

○ نفاس کی مدت ۲۰۱
حنفیہ اور حنابلہ کا نقطۂ نظر ۲۰۱
مالکیہ وشوافع کی رائے ۲۰۱
کم سے کم مدت نفاس ۲۰۲
حافظ ابن رشد کا تسامح ۲۰۲
جن اُمور میں حیض ونفاس کے احکام میں فرق ہے؟ ۲۰۲
نفاق ۲۰۲
منافق اور زندیق ۲۰۳
نفقہ ۲۰۳
لغوی معنی ۲۰۳
زمخشری کی نکتہ سنجی ۲۰۳
اصطلاحی تعریف ۲۰۳
○ خود اپنا نفقہ ۲۰۳
○ قرابت داری کی وجہ سے نفقہ کا وجوب ۲۰۳
○ نفقہ — جس سے ضرورت پوری ہو جائے ۲۰۴
○ بیوی کا نفقہ ۲۰۴
وجوب نفقہ کی وجہ ۲۰۴
نفقہ — نکاح صحیح کی وجہ سے ۲۰۴
○ جب بیوی نفقہ کی حقدار نہیں ہوتی! ۲۰۵
مریضہ کا نفقہ ۲۰۵
زمانۂ حج کا نفقہ ۲۰۵
○ ناشزہ کا نفقہ ۲۰۵
ناشزہ سے مراد ۲۰۵
ملازمت پیشہ خواتین کا حکم ۲۰۵
○ نفقہ میں شامل چیزیں ۲۰۶
○ خوراک ۲۰۶
کچا کھانا یا پکا ہوا؟ ۲۰۶
خوراک کی مقدار ۲۰۶
○ سالن — نوعیت اور مقدار ۲۰۶
سالانہ، ماہانہ یا یومیہ ۲۰۶
کھانے سے متعلق دوسری ضروریات ۲۰۶
○ پوشاک ۲۰۷
لباس میں عرف کی رعایت ۲۰۷
سال میں کم سے کم دو جوڑے ۲۰۷
موسمی کپڑے ۲۰۷
جوتا، چپل، موزے ۲۰۷
○ آرائشی اشیاء ۲۰۷
○ بستر اور فرش ۲۰۷
گدے اور لحاف ۲۰۷
شامی کی اُصولی وضاحت ۲۰۷
○ رہائش ۲۰۸
کرایہ وعاریت کا مکان ۲۰۸
مکان کا معیار ۲۰۸
غیر مشترک مکان ۲۰۸
مشترک مکان کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم ۲۰۸
صالحین کا پڑوس ۲۰۸
بیوی کے رشتہ داروں کا قیام ۲۰۸
بیوی کی والدین سے ملاقات ۲۰۹

ضرورت کے لئے والدین کی تیمارداری ۲۰۹
○ خادم کا انتظام ۲۰۹
○ خادم کا نفقہ ۲۰۹
سہولت بخش مشینوں کا نظم ۲۰۹
○ پکوان اور گھریلو کام ۲۰۹
○ گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ ۲۱۰
واجب ہونے کی صورتیں ۲۱۰
حنفیہ کا نقطۂ نظر ۲۱۰
جمہور کا نقطۂ نظر ۲۱۰
○ اگر پیشگی نفقہ ادا کر دیا اور نفقہ کی مقدار نہیں رہی؟ ۲۱۰
○ نفقہ کب ساقط ہو جاتا ہے؟ ۲۱۰
○ اگر قبل از وقت بیوی نفقہ معاف کر دے؟ ۲۱۱
○ نفقہ میں کس کا معیار معتبر ہے؟ ۲۱۱
○ اولاد کا نفقہ ۲۱۱
باپ مالدار اور بچے نابالغ ۲۱۲
باپ مالدار ہو اور بچے بالغ ۲۱۲
باپ محتاج اور بچے نابالغ و مالدار ۲۱۲
باپ محتاج اور بچے بھی محتاج و نابالغ ۲۱۲
○ اگر کفالت کی کوئی صورت نہ ہو ۲۱۳
○ اولاد کی اولاد کا نفقہ ۲۱۳
○ بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری ۲۱۳
کب عورت پر دودھ پلانا واجب ہے؟ ۲۱۳
ماں دودھ کی اجرت طلب کرے ۲۱۳
○ بیٹے کا نکاح ۲۱۳
بہو کا نفقہ ۲۱۴
○ نفقہ میں والدین کو ترجیح ہے یا اولاد کو؟ ۲۱۴
○ والدین کا نفقہ ۲۱۴
والدین کا نفقہ کب واجب ہے؟ ۲۱۴
نفقہ بہ قدر کفایت ۲۱۴
اگر والدین میں سے ایک ہی کی کفالت کر سکتا ہو؟ ۲۱۴
○ باپ کا نکاح ۲۱۴
○ سوتیلی ماں کا نفقہ ۲۱۵
○ خادم کا نظم ۲۱۵
○ دادا، نانا وغیرہ کا نفقہ ۲۱۵
○ تنہا اولاد — نفقہ کی ذمہ دار ۲۱۵
○ دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ ۲۱۵
○ نفقہ واجب ہونے کی مقدار ۲۱۶
○ متفرق اہم احکام ۲۱۶
خوش حال (پسر) سے مراد ۲۱۶
رشتہ داروں کا نفقہ کب واجب ہے؟ ۲۱۶
گذرے ہوئے دنوں کے نفقہ پر قاضی کے فیصلہ کا اثر ۲۱۷
نفقہ کے لئے غائب شخص کے سامان کی فروخت ۲۱۷
○ غلام کا نفقہ ۲۱۷
○ جانوروں کا نفقہ ۲۱۷
○ جمادات کے حقوق ۲۱۸
نفل ۲۱۸
لغوی و اصطلاحی معنی ۲۱۸
○ نفل شروع کرنے کے بعد توڑنا ۲۱۸
○ کیا نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے؟ ۲۱۸

جمہور کا نقطۂ نظر ۲۱۸

بیع کے مسئلہ میں اتفاق ہے! ۲۱۹

نقد ۲۱۹

لغوی و اصطلاحی معنی ۲۱۹

○ کرنسی متعین ہوتی ہے اور کب نہیں؟ ۲۱۹

راقم الحروف کی رائے ۲۱۹

نقص ۲۲۰

مادی اور معنوی نقص ۲۲۰

معمولی نقص اور غیر معمولی نقص ۲۲۰

معمولی اور غیر معمولی کا معیار ۲۲۰

○ معنوی نقص کا احکام پر اثر ۲۲۰

نقیع (کشمش کی خام شراب) ۲۲۰

کشمش کی کچی شراب کا حکم ۲۲۰

نکاح ۲۲۱

لغوی معنی ۲۲۱

○ فقہ کی اصطلاح میں ۲۲۱

○ نکاح کے بارے میں اسلامی تصور ۲۲۱

○ اسلام سے پہلے عربوں میں نکاح کے طریقے ۲۲۱

○ نکاح کی ترغیب ۲۲۲

○ نکاح کے مقاصد ۲۲۲

○ مختلف حالات میں نکاح ۲۲۳

جب نکاح کرنا فرض یا واجب ہے ۲۲۳

جب نکاح کرنا سنت ہے ۲۲۳

جب نکاح مکروہ تحریمی ہے ۲۲۳

○ تعدد ازدواج کا مسئلہ ۲۲۴

○ ایجاب وقبول ۲۲۵

ایجاب وقبول سے متعلق شرطیں ۲۲۵

○ خط اور فون کے ذریعہ نکاح ۲۲۵

○ ایجاب وقبول کے الفاظ ۲۲۵

○ ایجاب وقبول کا صیغہ ۲۲۶

○ مذاق اور دباؤ کے تحت ایجاب وقبول ۲۲۷

○ زبان سے ایجاب وقبول ضروری ہے ۲۲۷

○ ایجاب وقبول مشروط نہ ہو ۲۲۷

○ نکاح کی اجازت میں کنواری اور شوہر دیدہ کا فرق ۲۲۷

○ اجازت کب لی جائے؟ ۲۲۷

○ گواہ ضروری ہیں ۲۲۸

○ گواہان کے اوصاف ۲۲۸

○ موانع نکاح ۲۲۹

○ سسرالی نسبت سے حرام رشتے ۲۲۹

○ زنا سے حرمت مصاہرت ۲۲۹

○ عارضی حرمت کے اسباب ۲۳۱

دو محرم عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ۲۳۱

○ مشرک اور اس سے نکاح ۲۳۱

○ حکم کے اعتبار سے نکاح کی تین قسمیں ۲۳۱

نکاح صحیح ۲۳۱

نکاح فاسد ۲۳۱
○ نکاح باطل اور اس کا حکم ۲۳۱
○ نکاح صحیح کے احکام ۲۳۱
○ نکاح کو ثابت کرنے کے طریقے ۲۳۱
○ عارضی حرمت کے کچھ اور اسباب ۲۳۱
دوسرے کی منکوحہ ۲۳۱
جو عورت عدت میں ہو ۲۳۲
جس کے پہلے سے چار بیویاں موجود ہوں ۲۳۲
لعان کے بعد ۲۳۲
○ مالکہ اور باندی سے نکاح ۲۳۲
○ احرام کی حالت میں نکاح ۲۳۲
○ زنا سے حاملہ ۲۳۲
○ متعہ حرام ہے ۲۳۳
○ نکاح موقت ۲۳۳
○ نکاح میں شرطیں ۲۳۳
جو شرطیں حقوق نکاح کی مؤید ہیں ۲۳۴
جو شرطیں احکام نکاح سے متصادم ہیں ۲۳۴
جو شرطیں نہ مطلوب ہیں نہ ممنوع ۲۳۴
مالکیہ کا نقطۂ نظر ۲۳۴
حنابلہ کا نقطۂ نظر ۲۳۴
موجودہ حالات کا تقاضہ ۲۳۵
○ نکاح کی اہلیت ۲۳۵
نکاح کا خیار اور بالغ لڑکیاں ۲۳۵
ایجاب وقبول بذریعہ وکیل ۲۳۵
فضولی کا کیا ہوا نکاح ۲۳۶
○ نکاح کا مسنون طریقہ ۲۳۶
مخطوبہ کو دیکھنا ۲۳۶
اعلانِ نکاح ۲۳۶
مسجد میں ۲۳۶
دن اور وقت ۲۳۶
خطبہ ۲۳۶
○ عاقدین میں مطلوبہ اوصاف ۲۳۶
○ نکاح میں لین دین ۲۳۶
○ کلمات تبریک اور دعائیں ۲۳۷
حکم کے اعتبار سے نکاح کی تین قسمیں ۲۳۷
نکاح فاسد اور اس کا حکم ۲۳۷
نکاح باطل اور اس کا حکم ۲۳۸
نکاح صحیح کے احکام ۲۳۸
نکاح کو ثابت کرنے کے طریقے ۲۳۹
نکول (قسم کھانے سے انکار) ۲۴۰
○ نکول — فیصلہ کی بنیاد ۲۴۰
کن معاملات میں نکول معتبر ہے اور کن میں معتبر نہیں؟ ۲۴۰
○ جن اُمور میں قسم نہیں لی جاسکتی ۲۴۰
○ شوافع اور مالکیہ کا مسلک ۲۴۰
○ قسم پیش کرنے کا طریقہ ۲۴۰
قاضی ہی کے سامنے انکار کا اعتبار ۲۴۰

خاموشی انکار کے حکم میں!	۲۴۱
ہندوستان میں دارالقضاء کے لئے موزوں طریق کار	۲۴۱
نماص (چہرہ کا بال اکھاڑنا)	۲۴۱
نامصہ اور متنمصہ	۲۴۱
اگر عورتوں کو داڑھی مونچھ اگ آئے	۲۴۱
اگر جسم میں کوئی تکلیف دہ اضافہ ہو جائے	۲۴۱
نوحہ (مردہ پر رونا)	۲۴۱
جائز و ناجائز صورتیں	۲۴۱
نوحہ کے لئے اجیر رکھنا	۲۴۲
نوم (نیند)	۲۴۲
نعاس، سنہ اور نوم کا فرق	۲۴۲
○ نیند کی وجہ سے حکم موخر	۲۴۲
○ نیند میں جو افعال معتبر نہیں	۲۴۲
○ جن احکام میں سویا ہوا شخص بیدار کے حکم میں ہے؟	۲۴۲
نہب (لوٹ)	۲۴۳
کب حرام اور کب جائز؟	۲۴۳
لوٹنے والے کی سزا	۲۴۳
نہر	۲۴۳
نہی	۲۴۳
لغوی معنی	۲۴۳
اصطلاحی تعریف	۲۴۴
○ نہی کی تعبیرات	۲۴۵
○ صیغۂ نہی کے معانی	۲۴۵
○ تین اُصولی اختلاف	۲۴۶
○ نہی تحریم کے لئے ہے یا کراہت کے لئے؟	۲۴۶
○ تطبیق کا اختلاف نہ کہ اُصول کا	۲۴۶
○ نہی میں دوام کے معنی	۲۴۷
○ فعل پر نہی کا اثر	۲۴۷
قبیح لعینہ کا حکم	۲۴۸
وصف غیر لازم کی وجہ سے قبیح کا حکم	۲۴۸
وصف لازم کی وجہ سے قبیح کا حکم	۲۴۸
حسی افعال سے ممانعت کی صورت میں	۲۴۹
شرعی افعال سے ممانعت	۲۴۹
امام سرخسی کی وضاحت	۲۴۹
نیابت	۲۵۰
معاملات میں نیابت	۲۵۰
عبادات میں نیابت	۲۵۰
حج بدل کا مسئلہ	۲۵۰
نیت	۲۵۱
لغوی معنی	۲۵۱
اصطلاحی تعریف	۲۵۱
منہیات سے نیت کا تعلق	۲۵۱
○ نیت کا مقصود	۲۵۱
○ عبادت کی تعیین	۲۵۱
اگر وقت میں وسعت نہ ہو؟	۲۵۱
اگر وقت میں وسعت ہو؟	۲۵۲

حج میں نیت کا حکم	۲۵۲
ایک ہی جنس میں تعیین معتبر نہیں	۲۵۲
اختلاف مقصد سے اختلاف جنس	۲۵۲
○ نیت میں خطا	۲۵۲
○ منوی کی صفت کا متعین کرنا	۲۵۳
○ ایک فعل میں دو عبادتوں کی نیت	۲۵۳
○ نیت کا وقت	۲۵۳
فعل سے حقیقی اتصال	۲۵۳
حکمی اتصال	۲۵۳
قاطع نیت فعل سے مراد	۲۵۳
روزہ کی نیت	۲۵۳
حج کی نیت	۲۵۴
زکوۃ وصدقہ کی نیت	۲۵۴
○ زبان سے نیت کا تلفظ	۲۵۴
کلام اور دل کے ارادہ میں فرق ہو	۲۵۴
حنفیہ کی رائے	۲۵۴
ائمہ ثلاثہ کا نقطۂ نظر	۲۵۴
○ نیت درست ہونے کی شرطیں	۲۵۴
نیت اور عمل کے درمیان کوئی منافی عمل نہ پایا جائے	۲۵۵
واجب	۲۵۶
لغوی واصطلاحی معنی	۲۵۶
واجب علی العین اور واجب علی الکفایہ	۲۵۶
واجب معین اور واجب مخیر	۲۵۶
واجب اور فرض میں فرق	۲۵۶
واشمہ	۲۵۶
لغوی معنی	۲۵۶
گودنے اور گودانے کی ممانعت	۲۵۶
نابالغہ کی گودوائی	۲۵۶
وتر	۲۵۶
لغوی معنی	۲۵۶
وتر نام رکھنے کی وجہ	۲۵۶
○ نماز وتر واجب ہے یا مسنون؟	۲۵۷
امام ابوحنیفہؒ کے تین اقوال	۲۵۷
واجب ہونے کی دلیل	۲۵۷
دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر	۲۵۷
صرف تعبیر کا اختلاف ہے	۲۵۷
○ وتر کی رکعات	۲۵۸
احناف کا نقطۂ نظر	۲۵۸
دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر اور دلائل	۲۵۸
○ نماز وتر کا طریقہ	۲۵۸
وتر میں کن سورتوں کا پڑھنا مسنون ہے؟	۲۵۸
قعدۂ اولیٰ واجب ہے	۲۵۹
کیا پورے سال دُعاء قنوت ہے؟	۲۵۹
جماعت کے ساتھ وتر	۲۵۹
○ دُعاء قنوت	۲۵۹
دُعاء کے آخر میں درود	۲۶۰

اگر دُعاءِ قنوت یاد نہ ہو؟	۲۶۰
○ دُعاءِ قنوت سے متعلق احکام	۲۶۰
زور سے پڑھے یا آہستہ؟	۲۶۰
اگر دُعاء پڑھنا بھول جائے؟	۲۶۰
تیسری رکعت کے رکوع میں امام کو پائے؟	۲۶۱
○ فجر میں دُعاءِ قنوت	۲۶۱
اگر امام شافعی ہو اور مقتدی حنفی؟	۲۶۱
○ نمازِ وتر کا وقت	۲۶۱
اگر بعد میں نمازِ عشاء کا فاسد ہونا معلوم ہو؟	۲۶۱
مستحب وقت	۲۶۱
وجہ	۲۶۱
چہرے کی اہمیت	۲۶۱
چہرہ پر مارنے کی ممانعت	۲۶۲
ودی	۲۶۲
ودی سے مراد	۲۶۲
ودی کے احکام	۲۶۲
ودیعت	۲۶۲
معنی و اصطلاح	۲۶۲
○ ودیعت کا ثبوت	۲۶۲
○ ارکان	۲۶۳
○ شرطیں	۲۶۳
○ حکم	۲۶۳
○ مالِ ودیعت کی حفاظت کس طرح کی جائے؟	۲۶۳
○ امین کب ضامن ہوگا اور کب نہیں؟	۲۶۴
امین کی کوتاہی کی صورتیں	۲۶۴
مالِ ودیعت میں تعدی کی صورتیں	۲۶۴
مالِ ودیعت ساتھ لے کر سفر	۲۶۴
انکار کے بعد اقرار	۲۶۴
صاحبِ ودیعت کی شرطوں کی رعایت	۲۶۵
○ ریلوے امانت گھر اور سائیکل اسٹانڈ کا حکم	۲۶۵
○ صاحبِ ودیعت اور امین میں اختلاف	۲۶۵
ورس	۲۶۶
وسطی	۲۶۶
وسق (ایک پیمانہ)	۲۶۶
جدید اوزان میں	۲۶۶
وسم	۲۶۷
لغوی معنی	۲۶۷
چہرے پر داغنے کی ممانعت	۲۶۷
جسم کو داغنا	۲۶۷
بطورِ علامت حیوان کے کسی اور حصہ جسم پر داغنا	۲۶۷
وسوسہ	۲۶۷
لغوی معنی	۲۶۷
وضوء میں وسوسہ	۲۶۷
استنجاء میں وسوسہ	۲۶۷
وسوسہ، شیطان کی طرف سے	۲۶۷

نماز میں وسوسہ	۲۶۸
وشر (دانت کو گھس کر باریک کرنا)	۲۶۸
○ حدیث میں اس کی ممانعت	۲۶۸
وشم (گودنا)	۲۶۸
گودنے کی ممانعت	۲۶۸
وصال	۲۶۸
صوم وصال سے مراد اور اس کی کراہت	۲۶۸
وصف	۲۶۸
اصطلاحی تعریف	۲۶۸
قیمت اصل کے مقابلہ ہوگی یا وصف کے؟	۲۶۹
وصل	۲۶۹
وصی	۲۶۹
اصطلاحات	۲۶۹
○ ایجاب وقبول	۲۶۹
ذمہ داری قبول کرنے کے بعد اس سے سبکدوشی	۲۶۹
○ ایک سے زیادہ وصی کا تقرر	۲۷۰
○ وصی کے لئے مطلوبہ اوصاف	۲۷۰
○ وصی کی معزولی یا اس کے لئے معاون کا تقرر	۲۷۰
عورت اور نابینا کو وصی بنانا	۲۷۰
○ وصی کے تصرفات	۲۷۰
منقولہ مال کی خرید وفروخت کا حکم	۲۷۰
غیر منقولہ جائداد کی فروخت	۲۷۱
یتیم کے مال میں تجارت	۲۷۱
یتیم کی خدمت کے لئے اجیر	۲۷۱
یتیم کا مکان کرایہ پر لگانا	۲۷۱
صدقۃ الفطر اور قربانی	۲۷۱
تعلیم وتربیت	۲۷۱
خرچ میں اعتدال	۲۷۱
سفر اور خورد ونوش کے اخراجات	۲۷۱
وصی کا کسی اور کو وصی مقرر کرنا	۲۷۱
مال کب حوالہ کرے؟	۲۷۲
○ یتیم کے مال سے اُجرت نگرانی	۲۷۲
وصی کی اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی	۲۷۲
وصیت	۲۷۲
لغوی واصطلاحی معنی	۲۷۲
وصیت وہبہ کا فرق	۲۷۲
○ وصیت کے بارے میں اسلامی مزاج	۲۷۳
○ وصیت کی مشروعیت	۲۷۳
○ حکم کے اعتبار سے وصیت کی چار قسمیں	۲۷۳
○ وصیت کے ارکان	۲۷۴
فعل کے ذریعہ قبولیت کا اظہار	۲۷۴
○ ایجاب وقبول کے لئے شرط	۲۷۴
○ وصیت کنندہ سے متعلق شرطیں	۲۷۴
○ جس کے لئے وصیت کی جائے اس سے متعلق شرطیں	۲۷۴
○ جس چیز کی وصیت کی جائے اس سے متعلق شرطیں	۲۷۵

ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت ۲۷۵
وارث کے حق میں وصیت ۲۷۶
○ معصیت کی وصیت ۲۷۶
○ وصیت عقد لازم نہیں ۲۷۶
○ وصیت کے مطابق ملکیت ۲۷۶
○ وصیت سے رجوع ۲۷۷

وضع ۲۷۷

اہل لغت کی اصطلاح میں ۲۷۷
علماء اُصول کی اصطلاح میں ۲۷۷

وضوء ۲۷۷

نظافت کا ایک کامل نظام ۲۷۷
○ وضوء — لغت اور اصطلاح میں ۲۷۸
کیا وضوء اس اُمت کی خصوصیت ہے؟ ۲۷۸
مکی و مدنی زندگی میں وضوء کا حکم ۲۷۹
وضوء کے احکام میں تدریج ۲۷۹
○ وضوء کے ارکان ۲۷۹
چہرہ سے مراد ۲۷۹
پیشانی سے مراد ۲۷۹
اگر سر کے اگلے حصہ میں بال نہ ہوں ۲۷۹
داڑھی مونچھ کی جڑوں تک پانی پہنچانا ۲۷۹
○ ہاتھ دھونا ۲۸۰
○ سر کا مسح ۲۸۰
سر کے مسح کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ۲۸۰
○ نیت ۲۸۱
○ افعال وضوء میں ترتیب کا حکم ۲۸۱
○ پے درپے دھونا ۲۸۱
○ وضوء کی سنتیں ۲۸۲
شروع میں ہاتھ دھونا ۲۸۲
شروع میں بسم اللہ کہنا ۲۸۲
بسم اللہ کے الفاظ ۲۸۲
مسواک ۲۸۲
مسواک کی تعداد اور طریقہ ۲۸۲
کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ ۲۸۳
داڑھی میں خلال سنت یا مستحب؟ ۲۸۳
خلال کا طریقہ ۲۸۳
انگلیوں کا خلال ۲۸۳
اعضاء وضوء تین تین بار دھونا ۲۸۳
پورے سر کا مسح ۲۸۴
کانوں کا مسح ۲۸۴
اعضاء کو مل کر دھونا ۲۸۴
دائیں حصہ سے ابتداء ۲۸۴
سر کے مسح کی ابتداء ۲۸۴
○ کچھ اور سنتیں ۲۸۴
○ مستحبات و آداب ۲۸۴
وضوء میں دوسروں سے مدد لینے کا حکم ۲۸۴
قبل از وقت وضوء ۲۸۵

وضوء کے بعد کی دُعاء	۲۸۵
بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا	۲۸۵
○ وضوء میں مکروہ باتیں	۲۸۵
پانی میں اسراف	۲۸۵
مسجد میں وضوء	۲۸۶
○ وضوء واجب ہونے کی شرطیں	۲۸۶
○ وضوء درست ہونے کی شرطیں	۲۸۶
○ متفرق احکام	۲۸۶
اگر اعضاء وضوء پر زخم ہو	۲۸۶
اگر ہاتھ کا کچھ حصہ کٹا ہوا ہو؟	۲۸۶
اعضاء وضوء میں زائد عضو کا حکم	۲۸۷
○ وضوء کب فرض و واجب ہے اور کب سنت و مستحب؟	۲۸۷
قرآن مجید چھونے کے لئے	۲۸۷
سونے کے لئے وضوء	۲۸۷
جن صورتوں میں وضوء مستحب ہے	۲۸۷
وضیعہ (قیمت خرید سے کم میں فروخت کرنا)	۲۸۷
وطن	۲۸۸
وطن اصلی سے مراد	۲۸۸
وطن اصلی کا تعدد	۲۸۸
وطن اصلی کا حکم	۲۸۸
وطن اقامت سے مراد	۲۸۸
وطن اقامت کا حکم	۲۸۸
حجاج کب قصر کریں؟	۲۸۸
وطن سکنیٰ	۲۸۸
وطن اقامت کے سلسلہ میں دوسرے فقہاء کی آراء	۲۸۸
وطی	۲۸۹
لغوی واصطلاحی معنی	۲۸۹
وطی سے متعلق احکام	۲۸۹
احکام وطی سے متعلق ابن نجیمؒ کی بعض وضاحتیں	۲۹۰
بیوی سے وطی کی ممانعت کی صورتیں	۲۹۱
دواعی وطی کا حکم	۲۹۱
وعدہ	۲۹۱
اسلام میں وعدہ کی اہمیت	۲۹۱
ایفاءِ وعدہ قضاءً واجب ہے یا نہیں؟	۲۹۲
حنفیہ اور مشروط وعدہ	۲۹۲
مالکیہ کا نقطۂ نظر	۲۹۲
وفرہ (زلف کی ایک خاص صورت)	۲۹۲
گیسوئے نبی ﷺ	۲۹۲
وقص	۲۹۲
اصطلاحی معنی	۲۹۲
نصاب زکوۃ کی دو مقدار کے درمیان پر زکوۃ کا حکم	۲۹۳
وقف	۲۹۳
لغوی معنی	۲۹۳
امام ابوحنیفہؒ کے نقطۂ نظر پر وقف کی تعریف	۲۹۳
صاحبین کا نقطۂ نظر	۲۹۳
شوافع وحنابلہ کا مسلک	۲۹۳

فقہاء مالکیہ کی رائے ۲۹۳
○ وقف — اسلام کے امتیازات میں ۲۹۴
○ اسلام میں وقف کی فضیلت ۲۹۴
صحابہ کے اندر وقف کا ذوق ۲۹۴
○ صفت وقف ۲۹۴
امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وقف جائز نہ کہ لازم ۲۹۵
وقف کے لازم ہونے کی صورتیں ۲۹۵
صاحبین کا موقف ۲۹۵
○ وقف کا رکن ۲۹۵
وقف کے لئے الفاظ ۲۹۵
کیا وقف کے لئے قبول ضروری ہے؟ ۲۹۵
○ وقف کے احکام ۲۹۶
○ وقف صحیح ہونے کی شرطیں ۲۹۶
واقف سے متعلق شرطیں ۲۹۶
غیر مسلم کا وقف ۲۹۶
مرض وفات میں ایک تہائی سے زیادہ کا وقف ۲۹۶
○ وقف کی ہوئی چیز سے متعلق شرطیں ۲۹۶
غیر منقولہ اشیاء کا وقف ۲۹۶
ہتھیار اور جانوروں کا وقف ۲۹۶
شریعت کی نظر میں قابل قیمت مال ہو ۲۹۷
وقف کرنے کے وقت ملکیت ۲۹۷
جاگیر کی زمین کا وقف ۲۹۷
مال وقف کا تعین ضروری ہے ۲۹۷
کیا وقف کی جائداد کا منقسم اور غیر مشترک ہونا ضروری ہے؟ ۲۹۷
شوافع کا نقطۂ نظر ۲۹۷
مالکیہ کی رائے ۲۹۸
حنابلہ کی رائے ۲۹۸
روپے پیسے کا وقف ۲۹۸
مساجد میں وقف کے قرآن ۲۹۸
○ کن مقاصد پر وقف درست ہے؟ ۲۹۸
معصیت کے کاموں پر وقف درست نہیں ۲۹۸
جائز مصارف وقف کی تین صورتیں ۲۹۸
کیا مصرف وقف کا دائمی ہونا ضروری ہے؟ ۲۹۸
○ تعبیر وقف سے متعلق شرطیں ۲۹۸
وقف کی شرط کے ساتھ مشروط نہ ہو ۲۹۸
ہمیشہ کے لئے ہو ۲۹۹
فی الفور لازم کئے جانے کا معنی ہو ۲۹۹
مقصد وقف کو متاثر کرنے والی شرط نہ ہو ۲۹۹
وقف مسجد کے ساتھ شرطیں ۲۹۹
○ واقف کی ملکیت کب ختم ہوگی؟ ۲۹۹
مسجد، عیدگاہ اور جنازہ کا حکم ۲۹۹
○ مساجد اور دوسرے اوقاف کے درمیان فرق ۳۰۰
وقف کرنے والے کی شرطوں کی اہمیت ۳۰۰
سات مسائل جن میں شرط واقف کا اعتبار نہیں ۳۰۱

جن شرطوں کی رعایت واجب ہے ۳۰۱
غیر مسلم پر وقف ۳۰۱
اگر وقف کا مصرف ختم ہو جائے؟ ۳۰۱
○ وقف کا استبدال ۳۰۲
اگر واقف نے متولی کے لئے حق تبادلہ کی شرط لگائی ہو؟ ۳۰۲
وقف نا قابل انتفاع ہو جائے ۳۰۲
زیادہ نفع کے لئے وقف کا استبدال ۳۰۲
استبدال وقف کی شرائط ۳۰۲
دوسرے مکاتب فقہ کا نقطۂ نظر ۳۰۲
○ تولیت کا حق ۳۰۲
اپنے لئے حق تولیت ۳۰۲
دوسروں کے لئے حق تولیت ۳۰۳
یکے بعد دیگرے متولیان کا تقرر ۳۰۳
اگر واقف متولی مقرر نہ کرے؟ ۳۰۳
○ متولی ہونے کی شرائط ۳۰۳
○ متولی کن اوصاف کا حامل ہو؟ ۳۰۳
حق تولیت میں واقف کے منشا کی اہمیت ۳۰۳
○ اگر متولی کا نا اہل ہونا ثابت ہو جائے؟ ۳۰۴
متولی کو معزول کرنے کا حق ۳۰۴
متولی استعفاء دے دے ۳۰۴
متولی دماغی توازن کھو دے ۳۰۵
○ متولی کے فرائض واختیارات ۳۰۵
وقف کی جائداد کو کرایہ پر دینا ۳۰۵
اگر منتظم وقف کم کرایہ مقرر کرے؟ ۳۰۵
وقف کی جائداد پر قرض حاصل کرنا ۳۰۵
وقف کی جائداد والد اور اولاد کو کرایہ پر دینا ۳۰۵
وقف کی اراضی کی بٹائی کا حکم ۳۰۵
وقف کی زمین غصب کر لی جائے ۳۰۵
وقف کی آمدنی سے کوئی جائداد حاصل کی جائے ۳۰۶
○ متولی کی اُجرت ۳۰۶
واقف زیادہ اُجرت متعین کر دے ۳۰۶
کارکن کا اضافہ ۳۰۶
انتظام وقف کے لئے ملازم کا تقرر ۳۰۶
○ مصالح مسجد کے اوقاف ۳۰۶
غیر آباد مسجد کی جائداد کا حکم ۳۰۶
○ قبرستان کے اوقاف ۳۰۷
اولاد پر وقف ۳۰۸
واحد کے صیغہ سے ۳۰۸
تین پشت کی صراحت کر دے ۳۰۸
''بنین'' کا لفظ استعمال کرے ۳۰۸
لڑکیوں پر وقف ۳۰۸
نسل پر وقف ۳۰۸
عقب کا لفظ ۳۰۸
آل، جنس اور اہل بیت ۳۰۸

اہل قرابت اور ذی رحم پر وقف ۳۰۸
وقف میں فقراء کی قید ۳۰۸
وقف میں صالح کی قید ۳۰۹
○ وقف ثابت کرنے کا طریقہ ۳۰۹
وکالت ۳۰۹
لغوی معنی ۳۰۹
اصطلاح میں ۳۰۹
○ وکالت کا ثبوت ۳۰۹
قرآن مجید سے ۳۰۹
سنت اور اجماع وآثار ۳۱۰
○ ارکان ۳۱۰
○ موکل سے متعلق شرط ۳۱۰
سمجھدار نابالغ کن تصرفات کا مالک ہے؟ ۳۱۰
○ وکیل سے متعلق شرطیں ۳۱۱
نابالغ کو وکیل بنانے کا حق ۳۱۱
وکیل متعین ہونا چاہئے ۳۱۱
اپنے وکیل بنائے جانے سے واقف ہو ۳۱۱
وکیل نے بالقصد تصرف کیا ہو ۳۱۱
○ مفوضہ کام وکیل کے دائرۂ اختیار میں ہو ۳۱۱
○ حقوق اللہ کی ادائیگی میں وکیل بنانا ۳۱۱
حدود میں توکیل ۳۱۲
○ حقوق العباد میں توکیل ۳۱۲
○ مقدمہ میں وکالت ۳۱۲
○ گواہی میں وکیل ۳۱۲
○ معاملات میں وکالت ۳۱۲
○ وکالت عامہ اور اس کا حکم ۳۱۳
○ وکالت خاصہ اور اس کا حکم ۳۱۳
معمولی اور غیر معمولی ابہام سے مراد اور ان کا حکم ۳۱۳
○ وکیل کے اختیارات ۳۱۳
کن مقدمات میں وکیل بنایا جا سکتا ہے؟ ۳۱۳
کیا مالی مقدمہ کا وکیل مال پر قبضہ بھی کر سکتا ہے؟ ۳۱۳
کیا وصولی دین کا وکیل ثبوت دین کے مقدمہ میں فریق بن سکتا ہے؟ ۳۱۴
قبضہ کا وکیل دوسرے کو وکیل بنائے؟ ۳۱۴
قید کے ساتھ توکیل ۳۱۴
مطلق وکیل بنانا ۳۱۴
وکیل کا بہت کم قیمت میں فروخت کرنا ۳۱۴
وکیل کا بہت زیادہ قیمت میں خرید کرنا ۳۱۴
سامان کے کچھ حصہ کو فروخت کرے ۳۱۵
مطلوبہ سامان کے کچھ حصہ کی خریداری ۳۱۵
خرید وفروخت میں وکیل کے اختیارات ۳۱۵
وکیل دوسرے کو فروخت کرنے کا وکیل بنادے ۳۱۵
وکیل اپنے آپ یا قریبی رشتہ داروں سے فروخت کرے ۳۱۵
○ ایک ہی کام کے لئے ایک سے زیادہ وکیل ۳۱۵
○ حقوق وکیل سے متعلق ہوں گے یا مؤکل سے؟ ۳۱۵

جو حقوق وتصرفات وکیل سے متعلق ہیں	۳۱۵
جو حقوق مؤکل سے متعلق ہیں	۳۱۶
○ جن صورتوں میں وکالت ختم ہو جاتی ہے	۳۱۶
وکالت عقد لازم نہیں	۳۱۶
وکیل کی معزولی	۳۱۶
اگر وکیل کو جنون ہو جائے؟	۳۱۶
ولاء	۳۱۷
ولایت	۳۱۷
لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۱۷
○ ولایت ثابت ہونے کے اسباب	۳۱۷
ولایت عامہ	۳۱۷
○ نفس پر ولایت	۳۱۷
ولایت اجبار	۳۱۷
ولایت استحباب	۳۱۸
بالغ لڑکی کے خود نکاح کرنے کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کے اقوال	۳۱۸
امام ابو یوسفؒ کے اقوال	۳۱۸
○ لڑکوں اور لڑکیوں پر ولایت اجبار	۳۱۸
حنفیہ کا نقطۂ نظر	۳۱۸
دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر	۳۱۹
○ کیا لڑکیاں خود اپنا نکاح کر سکتی ہیں؟	۳۱۹
ائمۂ ثلاثہ کا نقطۂ نظر	۳۱۹
حنفیہ کا مسلک	۳۱۹
○ ولایت اجبار کن اقارب کو حاصل ہے؟	۳۲۰
ائمۂ ثلاثہ کا نقطۂ نظر	۳۲۰
حنفیہ کا مسلک	۳۲۰
خیار بلوغ	۳۲۱
○ ولایت کے لئے اہلیت	۳۲۱
فاسق کی ولایت	۳۲۱
ولایت کی اہلیت کے لئے وارث ہونے سے مراد	۳۲۱
○ ولایت میں کون مقدم ہے؟	۳۲۱
○ اگر قریبی ولی موجود نہ ہو؟	۳۲۲
○ غیبت منقطعہ سے مراد	۳۲۲
شوافع اور دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر	۳۲۲
○ ولایت ختم ہونے کی صورتیں	۳۲۳
○ مال میں ولایت	۳۲۳
○ مال پر ولایت حاصل ہونے کی شرطیں	۳۲۳
ولیمہ	۳۲۴
ولیمہ سے مراد	۳۲۴
ولیمہ کی مصلحت	۳۲۴
ولیمہ کا حکم	۳۲۴
کس طرح کے کھانے بنائے جائیں؟	۳۲۴
ولیمہ کب کیا جائے؟	۳۲۴
دعوت ولیمہ قبول کرنا	۳۲۴
غیر مسلم کی دعوت نکاح	۳۲۴

اگر دعوت ولیمہ میں منکرات شرعی کا ارتکاب ہو ۳۲۴
ولیمہ کتنے دنوں تک ۳۲۴

وہم ۳۲۵
وہم سے مراد ۳۲۵
وہم، یقین، ظن اور شک ۳۲۵
وضوء ٹوٹنے کا وہم ۳۲۵

ہاشمہ (زخم کی ایک خاص صورت) ۳۲۶
ہاشمہ سے مراد ۳۲۶
ہاشمہ کی دیت ۳۲۶

ہبہ ۳۲۶
اصطلاحی تعریف ۳۲۶
ہبہ وعطیہ ۳۲۶
ہدیہ اور صدقہ ۳۲۶
ہبہ کا حکم ۳۲۶
دنیوی غرض سے ہبہ ۳۲۶
○ ارکان ۳۲۶
ایجاب وقبول اور قبضہ کی حیثیت ۳۲۶
قبول کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ۳۲۶
○ ہبہ کے الفاظ ۳۲۶
''تمہارے نام سے کردیا'' کا حکم ۳۲۷
معاملات کی تعبیر میں عرف کی اہمیت ۳۲۷
عمری ورقبی کے الفاظ ۳۲۷
○ شرائط ۳۲۷
○ ایجاب وقبول سے متعلق شرط ۳۲۷
○ ہبہ کرنے والے سے متعلق شرط ۳۲۷
نابالغ ومجنون کا ہبہ ۳۲۷
نابالغ کی طرف سے ولی کا ہبہ ۳۲۷
○ ہبہ کی جانے والی شی سے متعلق شرطیں ۳۲۷
وہ شی موجود ہو ۳۲۷
شریعت کی نگاہ میں مال ہو ۳۲۸
مباح عام نہ ہو ۳۲۸
اس شی پر ملکیت ہو ۳۲۸
قابل تسلیم ہو ۳۲۸
وہ شی مشغول نہ ہو ۳۲۸
○ ہبہ کی ہوئی شی پر قبضہ ۳۲۸
قبضہ کرنے کے لئے ہبہ کرنے والے کی اجازت ۳۲۸
○ قبضہ کی اہلیت ۳۲۸
اصالۃ اور نیابۃ قبضہ ۳۲۸
اگر ہبہ کی ہوئی چیز پہلے سے قبضہ میں ہو؟ ۳۲۹
○ ہبہ کا حکم ۳۲۹
ہبہ لازم نہیں ۳۲۹
ہبہ اور شرائط فاسدہ ۳۲۹
ہبہ سے رُجوع کرنے کا حکم ۳۲۹
محرم رشتہ داروں کو ہبہ کے بعد رُجوع ۳۲۹
موانع رُجوع ۳۳۰

شی میں اضافہ	۳۳۰
طرفین میں سے ایک کی وفات	۳۳۰
عوض کی ادائیگی	۳۳۰
ملکیت باقی نہ رہے	۳۳۰
زوجین اور محرم اعزہ کا ہبہ	۳۳۰
ہبہ کی ہوئی شی ہلاک ہو جائے	۳۳۰
○ عوض کے ساتھ ہبہ کی دو صورتیں	۳۳۰
اولاد کو ہبہ	۳۳۱
اولاد میں سے کس کو زیادہ دینا	۳۳۱
کیا ہبہ میں لڑکے اور لڑکی کو برابر دے؟	۳۳۱
ھجر (ترک کلام)	۳۳۱
مسلمان سے ترک گفتگو	۳۳۱
کیا سلام ترک کلام کے گناہ سے بچنے کے لئے کافی ہے؟	۳۳۲
خط کے ذریعہ سلام	۳۳۲
بالواسطہ سلام پہنچانا	۳۳۲
ہجرت	۳۳۲
لغوی واصطلاحی معنی	۳۳۲
ہجرت نبوی ﷺ	۳۳۲
اسلامی تقویم کا نقطۂ آغاز	۳۳۲
○ ہجرت کا حکم باقی ہے!	۳۳۳
○ موجودہ دور میں ہجرت کے احکام	۳۳۳
جن پر ہجرت واجب ہے!	۳۳۳
جن پر واجب نہیں	۳۳۳
جن کے لئے مستحب ہے	۳۳۴
جن کے لئے ہجرت نہ کرنا اولیٰ ہے	۳۳۴
ہدمیٰ (انہدام میں مرنے والا شخص)	۳۳۴
اگر پہلے اور بعد میں مرنے والا معلوم ہو؟	۳۳۴
اگر یہ معلوم نہ ہو؟	۳۳۴
ہدنہ	۳۳۴
فقہی تعریف	۳۳۴
دوسری تعبیرات	۳۳۴
کتاب وسنت سے غیر مسلموں کے ساتھ صلح کا ثبوت	۳۳۴
○ عوض پر اور بلا عوض صلح	۳۳۵
بلا عوض صلح کی نظیر	۳۳۵
غیر مسلموں سے عوض لینے کی نظیر	۳۳۵
غیر مسلموں کو معاوضہ دینے کی نظیر	۳۳۵
○ صلح کا حکم	۳۳۵
کیا صلح کے لئے حکومت کی اجازت ضروری ہے؟	۳۳۵
○ کیا صلح لازمی معاہدہ ہے؟	۳۳۵
○ صلح کب ختم ہوتی ہے؟	۳۳۵
معاہدہ کی مدت	۳۳۶
ہدی (قربانی کا جانور)	۳۳۶
لغوی معنی	۳۳۶
اصطلاح فقہ میں	۳۳۶
○ نفل قربانی	۳۳۶

نفل قربانی کا گوشت	۳۳۶
○ واجب قربانی	۳۳۶
تمتع وقران کی قربانی	۳۳۶
جنایت اور نذر کی قربانی کا حکم	۳۳۶
ہدی کی نذر مانے تو کس جانور کی قربانی دے؟	۳۳۷
قربانی کی جگہ	۳۳۷
قربانی کے اوقات	۳۳۷
○ ہدی کا جانور ساتھ لے جانا	۳۳۷
ہدی کے آداب	۳۳۷
ہدی پر سوار ہونا	۳۳۷
ہدی کا دودھ	۳۳۷
قلادہ لٹکانا	۳۳۷
○ ہدی پہلے ہی ہلاک ہو جائے	۳۳۷
○ بعض مسائل میں اختلاف رائے	۳۳۷
جانور کو عرفات لے جانا	۳۳۷
قربانی کی جگہ میں اختلاف	۳۳۷
قربانی کا گوشت	۳۳۷
ہدیہ	۳۳۸
ہدیہ وصدقہ میں فرق	۳۳۸
ہدیہ دینا	۳۳۸
ہدیہ قبول کرنا	۳۳۸
ہدیہ کے آداب	۳۳۸
○ ہدیہ واپس کرنا	۳۳۸
○ واعظ ومفتی اور امام کے لئے ہدیہ	۳۳۸
○ قاضی اور تحفہ	۳۳۹
عہدیداروں کو تحفہ	۳۳۹
قرض دہندہ کو تحفہ	۳۳۹
○ غیر مسلموں کو ہدیہ	۳۳۹
غیر مسلموں کا ہدیہ	۳۳۹
○ اگر ہدیہ دینے والے کے پاس مال حرام ہو؟	۳۴۰
ہرۃ (بلی)	۳۴۰
بلی کا جھوٹا	۳۴۰
اگر بلی نے ناپاک چیز کھائی ہو؟	۳۴۰
اگر کوئی اور پانی موجود نہ ہو؟	۳۴۱
اگر انسان کے ہاتھ کو چاٹ لے؟	۳۴۱
کھانے کی چیز میں سے کھالے؟	۳۴۱
کراہت پر حنفیہ کی دلیل	۳۴۱
بلی کے چمڑے کا حکم	۳۴۱
پسینہ، رطوبت چشم اور لعاب کا حکم	۳۴۱
ہرم (بہت بوڑھا)	۳۴۱
ہزل	۳۴۱
لغوی واصطلاحی معنی	۳۴۱
○ جن اُمور میں مزاح بھی ارادے کے حکم میں ہے	۳۴۱
نکاح وطلاق میں	۳۴۲
رجعت میں	۳۴۲
غلام آزاد کرنے میں	۳۴۲

ہلال ۳۴۲
ہلال سے مراد ۳۴۲
○ چاند دیکھنے کا حکم ۳۴۲
جن مہینوں کا چاند دیکھنا واجب ہے ۳۴۲
جن مہینوں کا چاند دیکھنا سنت یا مستحب ہے ۳۴۲
○ چاند دیکھنے کی دُعاء ۳۴۳
○ چاند دیکھنے سے روزہ وعید وغیرہ کا تعلق ۳۴۳
فلکیاتی حساب اور علوم نجوم کا اعتبار نہیں ۳۴۳
○ رؤیت ہلال کا ثبوت ۳۴۳
○ حنفیہ کا نقطۂ نظر ۳۴۴
اگر مطلع صاف ہو؟ ۳۴۴
رمضان کے چاند میں مطلع ابر آلود ہو ۳۴۴
قاضی یا ذمہ دار کو رویت ہلال کی اطلاع دینا واجب ہے ۳۴۴
اگر آسمان ابر آلود ہو اور رمضان کے علاوہ کا چاند ہو؟ ۳۴۴
اگر ۳۰ رمضان کو چاند نظر نہ آئے؟ ۳۴۴
دن میں نظر آنے والا چاند ۳۴۵
○ مالکیہ کی رائے ۳۴۵
○ شوافع کا مسلک ۳۴۵
حنابلہ کا نقطۂ نظر ۳۴۶
○ کیا اختلاف مطالع معتبر ہے؟ ۳۴۶
اختلاف مطالع کی حد ۳۴۷
○ ہندوستان میں رؤیت ہلال کا فیصلہ کون کرے؟ ۳۴۷
○ تحریری اطلاع ۳۴۷
○ ریڈیو اور ٹی وی کی خبر ۳۴۹
ہوام (کیڑے مکوڑے) ۳۴۹
کھانے کی حرمت ۳۴۹
خرید وفروخت ۳۵۰
یاقوت ۳۵۱
○ اگر یاقوت کی کان مل جائے؟ ۳۵۱
انگوٹھی میں یاقوت کا نگینہ ۳۵۱
یتیم ۳۵۱
لغوی اور اصطلاحی معنی ۳۵۱
اسلام میں یتیموں کے ساتھ شفقت کی اہمیت ۳۵۱
ید (ہاتھ) ۳۵۲
○ ہاتھ کو نقصان پہنچانے کا تاوان ۳۵۲
یربوع (خاص قسم کا چوہا) ۳۵۲
○ اس جانور کا حکم ۳۵۲
یسار (خوش حالی) ۳۵۲
○ یسار سے مراد اور اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال ۳۵۲
یلملم ۳۵۲
○ اہل مشرق کی میقات ۳۵۳
○ یلملم کا محل وقوع ۳۵۳
یمین ۳۵۳
لغوی واصطلاحی معنی ۳۵۳
○ قسم کی مشروعیت ۳۵۳
○ قسم کھانے کا حکم ۳۵۳

جب قسم مستحب ہے ۳۵۴
جب قسم کھانا مباح ہے ۳۵۴
جب قسم مکروہ ہے ۳۵۴
جب قسم حرام ہے ۳۵۴
○ قسم کی قسمیں ۳۵۴
یمین غموس کی تعریف ۳۵۴
یمین غموس کا حکم اور فقہاء کی آراء ۳۵۴
○ یمین منعقدہ ۳۵۴
تعریف اور حکم ۳۵۴
جبر و اکراہ اور بھول کر قسم کھانا ۳۵۵
بھول کر یا بے ہوشی وغیرہ میں قسم توڑ دے ۳۵۵
○ یمین لغو ۳۵۵
تعریف ۳۵۵
شوافع کا نقطۂ نظر ۳۵۵
یمین لغو کا حکم ۳۵۵
○ قسم کا رکن ۳۵۵
قسم زبان کا فعل ہے نہ کہ دل کا ۳۵۵
اللہ کی ذات کی قسم کھانا ۳۵۶
صفات سے قسم کھانا ۳۵۶
پہلی قسم کی صفات ۳۵۶
دوسری قسم کی صفات ۳۵۶
تیسری قسم کی صفات ۳۵۶
○ قرآن مجید کی قسم ۳۵۶
○ غیر اللہ کی قسم ۳۵۶
○ ...... ورنہ میں یہودی ہوں گا ۳۵۷
○ یمین منعقد ہونے کی شرطیں ۳۵۷
قسم کھانے والے سے متعلق شرطیں ۳۵۷
جس بات پر قسم کھائی جائے وہ ممکن ہو ۳۵۷
اگر قسم کے ساتھ انشاء اللہ کہے؟ ۳۵۷
مطلق اور مقید قسمیں ۳۵۷
اگر مثبت سے متعلق مطلق قسم کھائے؟ ۳۵۸
منفی بات پر مطلق قسم ۳۵۸
وقت کی قید کے ساتھ قسم ۳۵۸
○ یمین فور اور اس کا حکم ۳۵۸
○ یمین کی ایک اور صورت ۳۵۸
حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینا بھی یمین ہے ۳۵۸
اگر یمین کسی عبادت سے مشروط ہو؟ ۳۵۸
فعل کے ساتھ طلاق کی شرط ۳۵۸
یمین کی اسی صورت سے متعلق شرطیں ۳۵۸
○ قسم کا کفارہ ۳۵۹
کفارہ کے روزے مسلسل رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ ۳۵۹
روزہ کے ذریعہ کفارہ کے لئے کس وقت کا فقرہ معتبر ہے؟ ۳۵۹
حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرے یا بعد میں؟ ۳۶۰
○ مسکینوں کو کھانا کھلانا ۳۶۰

ادا ء کفارہ کے لئے حیلہ ۳۶۰

○ مسکینوں کے لئے کپڑوں کا انتظام ۳۶۰

ایک سے زیادہ دنوں میں کفارہ کی ادائیگی ۳۶۱

○ اگر کوئی چیز اپنے اوپر حرام کرلے؟ ۳۶۱

○ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا یا کھلانے والے کی؟ ۳۶۱

اگر قسم لینے والا مظلوم ہو؟ ۳۶۱

اگر قسم کھانے والا مظلوم ہو؟ ۳۶۱

اگر کوئی مظلوم نہ ہو؟ ۳۶۱

مستقبل کی قسم میں قسم کھانے والے کی نیت ہی معتبر ہے ۳۶۱

یوم ۳۶۲

لغوی معنی ۳۶۲

یوم سے کب دن مراد ہوتا ہے اور کب مطلق وقت؟ ۳۶۲

اگر یوم سے پہلے یوم ممتد آئے اور بعد میں فعل غیر ممتد؟ ۳۶۲

□ مراجع ومصادر ۳۶۳—۳۸۲

□ اشاریہ بہ ترتیب مضامین ۳۸۳—۶۲۰

○ ○ ○ ○

تقریظات

سینکڑوں کتابوں سے بے نیاز کردینے والی کتاب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

ہمارا یہ دور خالص مادی دور ہے، حکمراں طبقہ اور عوام دونوں ذاتی منافع میں ڈوبے ہوئے ہیں، علم وعمل کا قحط ہے، اس ملک میں سکھوں کی قدر وقیمت ہے، اگر نہیں ہے تو اہل علم بالخصوص علماء کرام کی، مذہب کے خلاف زوردار پروپیگنڈا ہے، مگر بایں ہمہ علماء کرام زندہ ہیں اور علوم اسلامیہ کی تعلیم وترویج قائم ہے، مدارس دینیہ نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں، اس ملک میں جو خوبیاں نظر آرہی ہیں وہ سب دینی مدارس اور علماء کا صدقہ ہے، ماشاءاللہ علماء عظام درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کی خدمت بھی انجام دے رہے ہیں، اور بہت سی دفعہ ان کا ایک فرد ایک انجمن اور ادارہ کا کام کرجاتا ہے۔

اس وقت خاکسار کے سامنے ''قاموس الفقہ'' کی ایک جلد ہے، اسے پڑھ کر اور دیکھ کر حیرت ہے کہ شخص واحد نے اتنا اہم علمی کام تنہا کیسے انجام دیا، سینکڑوں کتابیں اس کے سامنے ہیں، ان کتابوں سے احکام ومسائل نکال کر ان پر بحث وتحقیق کررہا ہے، کتب فقہ میں جتنے الفاظ آئے ہیں، اس نے ان سب کو حروف تہجی کے اعتبار سے جمع کردیا ہے، اور اس لفظ سے متعلق جس قدر بحثیں آئی ہیں، ان کو ایک خاص ترتیب سے یکجا کردیا ہے، اگر کہا جائے کہ ایک ایک لفظ پر ایک مستقل کتاب لکھ دی ہے، تو اس میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں ہوگا، بحث وتحقیق عالمانہ اور محققانہ ہے، کوئی ضروری گوشہ چھوٹنے نہیں پایا ہے، بہت سارے الفاظ پر مقالے لکھے گئے ہیں اور اتنے دل پذیر اور سلیقہ سے کہ شروع کرنے کے بعد چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ہے جب تک ختم نہ کردے۔

اہتمام سے ائمہ اربعہ کے مسلک پر روشنی ڈالی گئی ہے، ان کے دلائل نقل کئے گئے ہیں، جو مؤلف کے نزدیک راجح قول ہے اس کو بھی ظاہر کیا گیا ہے، اور بہت سلیقہ سے، کسی کی شان کے خلاف کوئی جملہ نہیں آنے پایا ہے، ہر پڑھنے والا خواہ وہ کسی مسلک کا ماننے والا ہو پڑھ کر خوشی سے جھوم اُٹھے گا، اور مؤلف کو داد دینے پر مجبور ہوگا اور اس کے دل سے مؤلف سلمہ کے لئے دُعائیں نکلیں گی۔

سچ پوچھئے تو یہ کتاب علم الفقہ کی جیتی جاگتی انسائیکلوپیڈیا ہے اور یقین ہے کہ یہ کتاب بہت ساری کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کردے گی اور پڑھنے والا اس ایک کتاب کو پڑھ کر سینکڑوں کتابوں سے بے نیاز ہوجائے گا، انشاءاللہ۔

اس کتاب کے مرتب ومؤلف عزیز گرامی قدر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی زید مجدہ ہیں جو المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کے بانی واستاذ ہیں، بہت سارے کاموں کے ساتھ یہ علمی کام وہ کرتے ہیں، ان کا علم مستحضر ہے، دماغ بیدار ہے، ذہن ثاقب ہے، جو کام حکومت وقت کے کرنے کا تھا اور جہاں بیسیوں اہل علم کے تعاون کی ضرورت تھی، اسے اس اللہ تعالیٰ کے نیک بندے نے تنہا خاموشی کے ساتھ انجام دیا ہے، دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف عزیز کو ہر شر وفتنہ سے محفوظ رکھے، ان کی اس خالص علمی خدمت کو قبول فرمائے اور ان کے لئے سرمایۂ عاقبت بنائے۔ (آمین یارب العالمین)

۵/ جمادی الآخر ۱۴۲۳ھ
۱۵/ اگست ۲۰۰۲ء

محمد ظفیر الدین
(مفتی دارالعلوم دیوبند، وصدر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

○ ○ ○ ○

ایک انجمن کا کام

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

موجودہ حالات اہل علم کے لئے کچھ زیادہ موزوں نہیں ہیں، یہ دور فتنہ وفساد کا ہے، امن وامان سے تقریباً محروم ہے، لیکن یہ دیکھ کر اللہ رب العالمین کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا ہم پر فرض ہے کہ اہل علم اور اربابِ فضل وکمال ایسے حالات میں بھی علمی کاموں سے غافل نہیں ہیں، علماء کرام درس وتدریس کے ساتھ علم وفن کی خدمت میں ہمہ تن مشغول ومصروف ہیں، اس وقت میرے سامنے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی استاذ وبانی المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کی کتاب ''قاموس الفقہ'' ہے، جو فقہ اسلامی کی انسائیکلو پیڈیا ہے، اس میں فقہ کے تمام الفاظ و اصطلاحات کو یکجا کرلیا گیا ہے، حروف تہجی کے اعتبار سے ان کی تشریح کی گئی ہے اور اس کے ایک ایک گوشہ پر حوالہ کتب کے ساتھ بحث کی گئی ہے، مثلاً زکوٰۃ کا لفظ، اس کے ضمن میں ان گوشوں پر بحث کی گئی ہے: اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت، زکوٰۃ اسلام میں کب فرض ہوئی؟ شرائط زکوٰۃ، زکوٰۃ ادا کرنے والے اور ان کے شرائط، مال سے متعلق شرطیں، مال نامی، سال کا گزرنا، ''قاموس الفقہ'' دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مولانا موصوف نے کس دماغ سوزی سے کام لیا ہے اور ایک ایک لفظ پر کتنی قیمتی بحثیں کی ہیں!

مولانا ہر طرح لائق مبارکباد ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے، جب بھی ''قاموس'' کی تمام جلدیں چھپ کر اہل علم کے سامنے آئیں گی اور ان کے مطالعہ سے گذریں گی تو انشاء اللہ وہ حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ شخص واحد نے اس طرح کا پھیلا ہوا کام کس طرح انجام دیا اور اتنے پھیلے ہوئے الفاظ فقہ کو جمع کرنے پر کیسے قابو پایا، کوئی شبہ نہیں کہ ''الموسوعۃ الفقہیہ'' کے نام سے کویت نے چالیس جلدوں میں ایک کتاب چھاپ دی ہے، مگر اولاً یہ کام حکومت کے زیر نگرانی انجام پایا ہے دوسرے پچاسوں علماء کرام کا اس میں حصہ ہے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اُردو میں یہ کام ایسا انجام دیا ہے کہ جو ایک انجمن کا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور لوگوں کے لئے نفع بخش بنائے۔ (آمین)

محمد نعمت اللہ اعظمی

(استاذ حدیث وصدر شعبۂ تخصص فی الحدیث: دارالعلوم دیوبند)

۲۵/۸/۱۴۲۳ھ

۱/۱۱/۲۰۰۲ء

○ ○ ○ ○

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً '' (بقرہ:) (جسے حکمت دی گئی اسے خیر عظیم عطا کیا گیا) اور رسول ﷺ نے گویا یہی بات اس طرح بیان فرمائی: ''من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین '' (بخاری:۱/۱۶) حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ وعبداللہ بن عباس ؓ کے قول: ''ربانی'' کی تفسیر کرتے ہوئے دونوں نے فرمایا: ''انہ الحکیم الفقہ '' (عمدۃ القاری، شرح البخاری:۲/۴۳) سے مترشح ہوتا ہے اور امام بخاریؒ کے طرز نیز بعض شراحِ حدیث (مثلاً مولانا شبیر احمد عثمانیؒ) کی صراحت سے پتہ چلتا ہے کہ ''حکمت'' و ''تفقہ'' کی مراد (قریب قریب) ایک ہی ہے، مذکورہ آیت وحدیث میں بیان کی گئی بشارت کے مطابق واقعتاً وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب ہے، جسے یہ خیر عظیم (حکمت وتفقہ) حاصل ہو جائے۔ (اللھم ارزقنا)

عام قارئین کے ذہن میں سوال پیدا ہوگا کہ آخر وہ ''خیر عظیم'' ہے کیا جس کی اتنی اہمیت اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتائی؟ اس کا جواب امام غزالیؒ کے الفاظ میں یہ ہے: ''الفقہ عبارۃ عن العلم والفھم فی اصل الوضع ..... لکن صار بعرف الفقھاء عن العلم بالأحکام الشرعیۃ لأفعال المکلفین''۔ (المستصفیٰ:۱/۴)

مطلب یہ ہے کہ: ''فقہ'' کے لغوی معنی تو ''علم'' اور ''سمجھ'' کے ہیں، لیکن بعد میں علماء وفقہاء کے یہاں اس کا استعمال ''عاقل بالغ انسانوں کے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے احکامِ شریعت کے لئے ہونے لگا'' چنانچہ اس حدیث (من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین) کا مفہوم امام شراحِ حدیث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے یہ بتایا ہے: ''مفھوم الحدیث أن من لم یتفقہ فی الدین ، ای یتعلم قواعد الاسلام ومایتصل بھا من الفروع ، فقد حرم الخیر '' (فتح الباری:۱/۱۶۵) یعنی ''جو اسلام کے قواعد اور متعلقات سے بے بہرہ ہے وہ بڑا ہی محروم ہے''۔

''احکامِ شریعت'' کی تشریح بایں طور کی گئی ہے: ''مالا یدرک لولا خطاب الشارع ، سواء کان الخطاب بنفس الحکم او بنظیرہ المقیس علیہ''۔ (تلویح مع التوضیح:۱۱)

حاصل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو احکام براہِ راست کتاب اللہ میں دیئے گئے ہوں یا سنتِ رسول اللہ ﷺ میں یا ان دونوں کی روشنی میں اجماع وقیاس کے ذریعہ اخذ کئے گئے ہوں وہ سب ''احکامِ شریعت'' ہیں، اگرچہ ان کے وسائل متعدد اور مختلف ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اصطلاحاتِ فقہ کی عام فہم انداز میں تشریح کی جائے اور فقہی مسائل کو ایسے انداز میں پیش کر دیا جائے جس سے (ڈکشنری میں لفظ کے معنی کی طرح) مسئلہ کا جواب تلاش کرنا آسان ہو جائے، چنانچہ عرصۂ دراز سے علماء کرام اس میدان میں بھی

گراں قدر نقوش قائم کرتے رہے ہیں، اس قسم کا بہت مفید کام الامام العلامہ ابوالفتح ناصر بن عبدالسید بن علی المطرزی (مولود: ۵۳۸ھ متوفی: ۶۱۶ھ) نے صدیوں پہلے ''المغرب'' نامی کتاب کی شکل میں پیش کیا، جس سے بہت فائدہ اٹھایا گیا، اسے ایک اہم مرجع کی حیثیت حاصل رہی، ادھر جب سے ''علوم'' کی شاخوں پر مستقل وسیع کام کرنے کا دور شروع ہوا (یا یوں کہہ لیجئے کہ ''انسائیکلوپیڈیا'' کا زمانہ آیا) تو علماء نے اس طرز پر بھی بہت سے کام کئے جن میں اب تک کا سب سے زیادہ نمایاں اور مفید ترین کام، کویت کی وزارۃ الاوقاف والشؤن الإسلامیہ کی طرف سے عربی میں شائع کردہ ''الموسوعۃ الفقہیۃ'' کے نام سے ۴۰ جلدوں میں سامنے آچکا ہے، (اندازہ ہے کہ ابھی کئی جلدیں اور آئیں گی، خوش قسمتی سے اس کے اُردو ترجمہ کا اہتمام ہورہا ہے)۔

عربی چوں کہ اسلام کی گویا ''سرکاری'' زبان ہے، اس میں اس طرح کے چھوٹے بڑے بہت سے مفید کام صدیوں سے منظر عام پر آرہے ہیں، مگر اُردو زبان، جو بلاشبہ (جیسا کہ مبصرین کا کہنا ہے) عربی کے بعد سب سے زیادہ اسلامی لٹریچر اپنے جلو میں لئے ہوئے ہے ــــ کچھ عرصہ پہلے تک اس طرح کے کسی مفید کام سے تہی دست نظر آرہی تھی، مگر خدا کا شکر ہے کہ فاضل گرامی محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی زید مجدہم (فاضل دیوبند) تقریباً بیس سال قبل اس راہ میں مبارک قدم اٹھانے پر آمادہ ہوئے اور بحمد اللہ و بتوفیقہ (نقش اول کے بعد) اس کا نقش ثانی نہایت بہتر شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، موصوف کتب فقہ پر وسیع و عمیق نظر رکھنے کے ساتھ بہت زور قلم بھی ہیں اور ان کا قلم نہ صرف رواں شستہ و شگفتہ ہے بلکہ شیریں بھی، (جس کے بہت سے نمونے سامنے آچکے ہیں) ''فقہ'' جیسے خشک موضوع پر بھی آں محترم نے نہایت مفید جاذبِ قلب وتوجہ تحریریں رقم فرمائیں، ان میں زیرنظر بیش قیمت علمی تحفہ ''قاموس الفقہ'' بھی ہے، جس کی پوری قدر و قیمت کا اندازہ تو مطالعہ کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے، مگر سرسری نظر ڈالنے پر بھی مرتب کی وسعتِ نظر، دقتِ فہم اور محنتِ مطالعہ کا نقشِ جمیل لوحِ قلب پر مرتسم ہوجاتا ہے، یوں تو کسی بھی انسانی کوشش کو فروگذاشتوں اور نقائص سے مبرئ قرار دینا ممکن نہیں؟ لیکن یہاں یہ بات بے محل نہ ہوگی کہ اب زیادہ تر ''فقہ'' دوسرے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے، یہی (شریعت یا بالفاظِ دیگر ''فقہ'' کا علم) دراصل وہ علم ہے جو انسان کو سعادتِ دارین سے ہمکنار کرتا اور اور زندگی کے تمام مراحل میں رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے، یہیں سے اس کی اہمیت، بلکہ ضرورت واضح ہوجاتی ہے، بنابریں اس علم کی طرف علماء راسخین ہمیشہ پوری طرح متوجہ رہے، کہ عمریں کھپادیں، دور صحابہ اور اس کے بعد ائمہ اربعہ نیز ان کے (بالواسطہ اور بلاواسطہ) تلامذہ نے جو کارہائے نمایاں، محنتِ شاقہ برداشت کرکے، بلکہ اپنا سب کچھ قربان کرکے، انجام دیئے ان کی افادیت کا اعتراف نہ صرف اپنوں بلکہ بہت سے، انصاف پسند واقفِ حال، غیروں نے بھی کیا، ان حضرات نے اُمت کو سہولت فراہم کرنے کی خاطر دن ورات ایک کرکے اسے درجۂ کمال تک پہنچا دیا کہ یہ ان علوم میں شامل ہوگیا جو اچھی طرح پختہ، بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہوگئے، علامہ حصکفیؒ کے بقول یہ ان تین علوم میں ہے جن کے بارے میں ''نضج و احترق'' (خوب پختہ ہوگئے) کہا گیا ہے۔ (ردالمحتار مع الدر: ۱/۳۴)

انسانی مسائل خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، تمدنی ہوں یا مالی، ثقافتی ہوں یا تعزیراتی، سب کا حل اسلامی شریعت میں مکمل طور پر موجود

ہے، کیوں کہ شرعِ اسلامی کے اُصولوں میں ایسی گہرائی و گیرائی ہے کہ ان کی روشنی میں ہر زمانہ، حتی کہ آج کے جیسے ترقی یافتہ دور میں بھی، رونما ہونے والے مسائل کا شافی حل پیش کیا جا سکتا ہے، بلکہ ہمیشہ پیش کیا جاتا رہا ہے، جس پر پوری تاریخ شاہد ہے، خلافتِ راشدہ کے متصل بعد (پہلی صدی ہجری میں) جب کہ اسلامی حکومتوں کا دائرہ جزیرۃ العرب سے نکل کر ایشیاء کے دور دراز علاقوں بلکہ افریقہ و یورپ تک وسیع ہو گیا تھا، (جہاں کے حالات اور معاملات جزیرۃ العرب سے بہت کچھ مختلف تھے) وہاں بھی اسلامی شریعت نے فقہاء کی اجتہادی مساعی کی بدولت پوری رہنمائی کی اور آج جب کہ ٹکنالوجی وغیرہ کے میدانوں میں دنیا نے بہت ترقی کر لی ہے، اسلامی شریعت رہنمائی سے عاجز نہیں ہوئی ہے، بلکہ اس کے حقیقی نمائندے (علماء راسخین وفقہاء کرام) برابر رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، جس پر دنیا کے مختلف حصوں میں قائم ہونے والی مجالس فقہ، دار الافتاء اور مفتی حضرات کے فتاویٰ شاہد عدل ہیں، اس سلسلہ میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے زائد از نصف صدی قبل اٹھائے گئے اقدامات (تحقیقات وفتاویٰ وغیرہ کی شکل میں) سنگ میل کا درجہ رکھتے ہیں۔

راقم الحروف نے تھوڑا بہت جتنا حصہ دیکھا، پوری کتاب قلیل مدت میں کسی مشغول ومصروف شخص کے لئے دیکھنا ممکن بھی نہیں، اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی، جسے قابل نقد وحذف کہا جا سکے، بلکہ مطالعہ پر دل سے دُعاء نکلی "اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ" کتاب میں تقریباً ہر اہم موضوع پر (حروف تہجی کی ترتیب سے) نہایت بسط وتفصیل کے ساتھ مدلل بحثیں کی گئی ہیں اور مراجع کے ذکر کا پورا اہتمام بھی ملتا ہے — جو علماء وطلبہ کے لئے خاصے کی چیز ہے — ترتیب اتنی سہل کہ ڈکشنری میں کسی لفظ کے معنی تلاش کرنے جیسے انداز میں آسانی کے ساتھ مطلوب حاصل ہو سکتا ہے، یہ کہنا تو غالباً صحیح نہ ہوگا کہ مؤلف کی ہر رائے سے تمام علماء اور احقر پورا اتفاق کر لیں گے، مگر اس میں مبالغہ نہیں کہ بڑی حد تک جمہور کی رائے کو ترجیح دی گئی ہے اور مسائل جدیدہ وحاضرہ کے حل کی بھی بھرپور کوشش کی گئی ہے، خداوند تعالیٰ سے دُعاء ہے کہ یہ خدمت اس کی بارگاہ میں قبول اور خلق کے اندر مقبول ہو، نیز پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ (وما ذالک علی اللہ بعزیز)

بجا طور مؤلف تمام علماء بالخصوص فقہ وفتاوی سے اشتغال رکھنے والے افراد کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ موصوف نے نہ صرف ان کی مشکلات کے حل کرنے کا راستہ کھول دیا بلکہ سب کی طرف سے گویا فرض کفایہ بھی ادا کیا۔

(فجزاہ اللہ عنا و عن سائر المسلمین أحسن الجزاء)

محمد برہان الدین سنبھلی

(استاذ حدیث وتفسیر: دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

○ ○ ○ ○

تحقیق کا حق ادا کردیا ہے!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ایک ممتاز عالم دین ہیں، فقہ اسلامی پر اچھا عبور ہے، خصوصیت کے ساتھ جدید فقہی مسائل کا حل فقہ اسلامی کی روشنی میں مولانا کا خاص موضوع رہا ہے اور اس عنوان کے تحت متعدد کتابیں اور مقالے لکھے ہیں، جو اہل علم کی نگاہ میں کافی مقبول ہوئے ہیں۔

مولانا کی موجودہ تالیف ''قاموس الفقہ'' اُردو زبان میں فقہ اسلامی کے اہم مسائل کو قاموس کے انداز پر مرتب کرنا میں سمجھتا ہوں کہ پہلی کامیاب کوشش ہے، اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فقہی مسائل کو پوری تفصیل اور پوری وضاحت کے ساتھ معتبر حوالوں کے ذریعہ مدلل بیان کیا گیا ہے اور ائمہ اربعہ کے اقوال بھی ان کے پورے احترام کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں، نیز ان اقوال کے حوالہ جات بھی انھیں کی معتبر کتابوں سے دیئے گئے ہیں۔

میں نے جزوی طور پر کتاب کو دیکھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا موصوف نے تحقیق کا حق ادا کیا ہے اور ان کے مخصوص اندازِ تحریر نے اس کو پر کشش و دلچسپ بھی بنادیا ہے، مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب فقہ اسلامی سے دلچسپی رکھنے والے خصوصاً علماء اور طلبہ کے لئے ایک قیمتی سرمایہ ہے، اُمید ہے کہ اس کتاب کے شائع ہونے سے فقہ اسلامی پر شائع ہونے والی کتابوں میں ایک اہم اور ضروری موضوع کا اضافہ ہوگا اور اس سے بہت لوگوں کو استفادہ کا موقع ملے گا، میری دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محترم کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو علمی بصیرت عطا فرمایا ہے اور تصنیف و تالیف کا جو سلیقہ قدرت کی طرف سے ان کو ملا ہے، اس میں مزید اضافہ ہو اور مولانا کے تحقیقی جذبے اور ان کی قلمی کاوشوں سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔ (آمین)

سید نظام الدین

۱/۹/۲۰۰۲ء (امیر شریعت بہار واڑیسہ وجھارکھنڈ و جنرل سکریٹری: آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ)

○ ○ ○ ○

عظیم کارنامہ

بسم الله الرحمن الرحیم ، نحمده ونصلي علی رسوله الکریم .

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی زید مجدہم ملک کے ممتاز عالم دین اور معروف اہل قلم ہیں، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے رکن رکین اور کل ہند اسلامک فقہ اکیڈمی کے ناظم عمومی ہیں ، المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد کے مؤسس و ناظم ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مولانائے موصوف کو خامۂ زر نگار عطا فرمایا ہے اور تحریر و نگارش کی بہترین صلاحیتوں سے نوازا ہے، آپ کی متعدد گراں قدر تصنیفات منظر عام پر آچکی ہیں اور قبول عام پا چکی ہیں، اکابر علماء اور اصحاب دانش نے ان کو نگاہِ قدر سے دیکھا ہے۔

''قاموس الفقہ'' مولانائے محترم کی شاہکار تصنیف ہے، جس میں فقہی احکام ومسائل کو حروفِ تہجی کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہے، کسی بھی لفظ سے متعلق احکام شرعیہ نہایت آسانی سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

میں مولانائے محترم کو اس عظیم کارنامے پر بہ صمیم قلب مبارکباد دیتا ہوں :

این کار از آید و مرداں چنیں کنند

اللہ رب العزت اس خدمتِ جلیلہ کو قبول فرمائے اور عامۃ المسلمین کے لئے مفید بنائے۔ (آمین)

والسلام

اشرف سعودی

(امیر شریعت کرناٹک و مہتمم: دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور)

۲/۸/۱۴۲۳ھ

۱/۱۱/۲۰۰۲ء

○ ○ ○ ○

عظیم تالیف

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے ـــــ جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فقہ پر کافی عبور عطا فرمایا ہے، قدیم وجدید فقہی مسائل پر جن کی گہری نظر ہے، دقیق سے دقیق مسائل کو وہ نہ صرف حل کرتے ہیں بلکہ حوالوں کے ساتھ اس کو قابل قبول بناتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''من یرد اللہ بہ خیراً یفقھه فی الدین'' (جس کے لئے اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو تفقہ کے اعلیٰ مقام پر فائز کرتا ہے) کے مصداق ہیں، ـــــ سے اللہ تعالیٰ نے خیر کا ارادہ فرمایا ہے اور ان کو فقہ اور علوم اسلامی میں ید طولیٰ عطا فرمایا ہے، چنانچہ مولانائے محترم کی کتابوں نے علماء وفقہاء اور عوام کے طبقے میں یکساں مقبولیت حاصل کی ہے۔

حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے نام کی برکت ہمارے مولانا خالد سیف اللہ صاحب کو حاصل ہوئی ہے کہ وہ اگر میدان جہاد میں سیف اللہ (اللہ کی تلوار) تھے، تو یہ ان کے خادم اور ہم نام میدان علوم دینیہ میں سیف اللہ بنے ہوئے، ان لوگوں کے خیالات کے چھکے چھڑا رہے ہیں جو اپنی نادانی سے قرآن وحدیث کو چودہ سوسالہ قدیم اور موجودہ دور میں ان کے احکام کو نا قابل عمل ٹھہرا کر نوجوانوں کے ذہنوں کو تشکیک کا شکار کر رہے ہیں اور فقہ کو اس دور کے مسائل کے حل اور جدید چیلنجز کا جواب دینے سے قاصر سمجھتے ہیں، مولانا نے اپنی گرانقدر ضخیم کتابوں (۱) جدید فقہی مسائل، (۲) اسلام اور جدید معاشی مسائل، (۳) اسلام اور جدید سماجی مسائل، (۴) اسلام اور جدید میڈیکل مسائل، (۵) اسلامی عبادات وجدید مسائل اور مختلف پیش آنے والے مسائل کا اپنی تحریروں سے مدلل جواب دے کر ثابت کردیا ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہر دور میں پیش آنے والے مسائل حل کرنے پر اہل علم قادر ہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے ـــــ جو صاحب تصانیف کثیرہ ہیں اور زیر نظر کتاب ''قاموس الفقہ'' کے مؤلف ہیں ـــــ اس عظیم تالیف کی تقریظ کے لئے مجھ خاکسار سے خواہش کی، جو مولانا کی اعلیٰ ظرفی اور فطری انکساری وتواضع کی دلیل ہے، میں کتاب کے بارے میں کچھ لکھنے کا اپنے کو اہل نہیں پاتا، کیوں کہ ہم نے تو فقہ پڑھی ہے، لیکن مولانا تو اس سمندر کے غواص ہیں اور ہر قسم کے تعارفی کلمات سے بے نیاز، تاہم مولانائے محترم کے ارشاد کی تعمیل میں یہ چند سطریں لکھ دی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ موصوف کے فیوض وبرکات سے ملت کو زیادہ سے زیادہ مستفیض ومستفید ہونے کا موقع عطا فرمائے۔

محمد حمید الدین عاقل

(امیر ملت اسلامیہ آندھرا پردیش وبانی: دار العلوم حیدرآباد)

○ ○ ○ ○

لائقِ فخر کارنامہ

یہ دنیا عجائبات کا گھروندا ہے، یہاں خیر کو شر، شر کو خیر بتانے اور سمجھانے کے لئے معمولی چابک دستی درکار ہے، طلاقت لسانی، نگارش کی تاثیر اگر میسر ہو تو بوقلمونیوں کا مرقع تیار کرنے میں کوئی تاخیر نہیں، طغیانِ عقل کے جب دورے پڑنے لگیں تو انسان اسفل السافلین سے بھی نیچے جانے کی سوچتا ہے، ہندوستان کے ایک معروف شاعر نے ابلیس لعین کو موحد اعظم قرار دیا، دلیل کی ندرت اور استدلال کی قوت ملاحظہ ہو کہ اگر مسجود حقیقی صرف خدا تعالیٰ ہے تو فرشتے آدم کو سجدہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے، ایک شیطان ہی توحید سے اس قدر سرشار اور وحدانیت کی گھاٹیوں سے اس درجہ آشنا کہ کسی طرح بھی آدم کو سجدہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوا، حالاں کہ غور طلب بات یہ بھی تھی کہ سجدہ کا حکم دینے والا کوئی اور نہیں بلکہ خود وحدہ لاشریک لہ ہے، الامر فوق الادب تو ہمیشہ آپ اور ہم سنتے رہے، دنیا نے اس کا بھی مشاہدہ کیا کہ بادشاہوں کے اشارہ چشم وابرو پر خزانہ شاہی کے گراں قیمت موتیوں کو بھی پاش پاش کر دینے والوں پر جب بعض بلید وسفہاء نے اعتراض کیا کہ خزانہ شاہی کے سب سے قیمتی موتی کو توڑ دیا تو اس سفاہت کا جواب یہی تھا اور یہی ہونا چاہئے کہ شاہی حکم کی اگر تعمیل نہ ہوتی تو بادشاہ کے قلب کا تکدر لاکھوں کروڑوں موتیوں کو توڑنے سے زیادہ ضرر رساں ہے، جب دلائل خواہ وہ کتنے ہی عنکبوتی ہوں مہیا کرنے پر دماغ آمادہ ہو تو علم بے سود، دانش ناکارہ، بنیش مہمل، ہر چیز نکمی ثابت ہو کر خرافات کا انبار لگا دیتا ہے، ابوحنیفہ الامامؒ کے تلمیذ خاص محمد بن حسن الشیبانیؒ نے جنھیں براہ راست سید الاذکیاء الشافعی الامامؒ کے استاذ ہونے کا فخر حاصل ہے فقہ کو حدیث سے جدا کیا، جو بجائے خود جلیل کارنامہ تھا تو کائنات علم میں بھونچال آ گیا، پھر خود یہ ہی کائنات امام محمدؒ کے اساسی نقوش پر چل نکلی، حالاں کہ قدیم کتاب جو اس موضوع پر اب مطبوعہ ہے زید بن علی کی ہے، جس کا نام "المجموع فی الفقہ" ہے، یہ پہلے مجرم ہیں جنھوں نے اس طرز کی ابتداء کی تھی فقہ کیا ہے؟ اسلامی قانون، جسے فقہاء کی دیدہ وری نے قرآن وحدیث اجماع وقیاس کے صاف وشفاف سرچشموں سے نکال کر قانون کی باقاعدہ تدوین کی اور اس طرح اسلام کو "رومن لا" کی اتباع وتقلید سے ہمیشہ کے لئے بے نیاز ومستغنی کر دیا، مگر بات وہی ہے کہ گدھے کو نمک دیا گیا تو بجائے شکر وتشکر کے بولا کہ میری آنکھیں پھوڑ دیں، بات کو سمجھانے کے لئے جو مثال پیش کی گئی اس کے غیر لطافتی پہلو کو خود بھی تسلیم کرتا ہوں، مگر کیا کیا جائے، کبھی حقائق کو ذہن نشین کرنے کے لئے ایسے سہارے بھی ڈھونڈنے پڑتے ہیں، جنھیں ہمارا خود ساختہ ذوق لطیف برداشت نہیں کرتا اور یہ اشکالات تو خود حق تعالیٰ کے بیانات پر بھی ہو چکے ہیں کہ کہیں مکھی کا تذکرہ، تو کہیں مکڑی کا، جواب اصدق القائلین نے دیا تھا کہ "ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلاً الخ" (القرآن) بھلا بتایئے کہ وہ اُمت جس کا اختتامی سرا صبح قیامت سے جڑا ہوا ہے کیا دنیا میں پھیلی ہوئی اس اُمت کو بنیادی چند عقائد کی تعلیم دے کر کائنات سے جانے والا (روحی فداہٗ) خود انھیں

کے حوالے کر کے رخصت ہو جاتا ہے۔

اور اس طرح ایک جیتی جاگتی اُمت کو وحشیوں کے انداز میں مطلق العنان زندگی کے لئے گمراہی کے تاریک گڑھوں میں دھکیل دیا جاتا، خدانخواستہ اگر ایسا ہوتا تو اس اُمت کی خیریت جسے القرآن میں منصوص کیا گیا ہر جہت سے مشکوک و مشتبہ ہوتی، قانون کی تدوین ایک منظّم، مربوط، باقاعدہ اُمت کے لئے ہر حال میں ضروری تھی، قوموں نے بھی قانون کی ضرورت محسوس کی، ممالک نے بھی، وحشی قبائل نے بھی اور لق ودق صحراؤں میں رہنے والے چرند و پرند اور درندوں نے بھی، حیوانات پر جو نت نئی کتابیں آرہی ہیں سرسری مطالعے کے بعد محسوس کریں گے کہ گوریا کی محدود زندگی بھی قانون سے بالاتر نہیں، یہ اور بات ہے کہ ناقص اور ادھورا یا جامع اور مکمل قانون شہد کی مکھیاں ان کی لگی بندھی اور قانون میں جکڑی زندگی، اپنے اپنے دائرہ میں جہد مسلسل ایک ملکہ کی قانونی حکمرانی جس سے انحراف کے لئے جنبش بھی گردن زنی کا پیغام لے کر آتی ہے، پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ احکم الحاکمین اور اس کا رسول خاتم النبیین ﷺ اباحتی زندگی کے لئے آزاد چھوڑ دیتا۔

ابتداء اسلام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے عرف و رواج کو بھی اپنایا اور وہاں کی روایات کو بھی، یہ وہ وقت ہے کہ ابھی اسلام کے قوانین کی ترتیب و تدوین کی راہیں ہموار نہیں ہوئی تھی اور تو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد تک جن گوشوں میں واضح راہنمائی نہیں تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے دیدہ ور دوسری قوموں کے قانون پر عمل کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتے، چنانچہ ان کے دور میں گورنر نے پوچھا کہ غیر ملکی تجارت کے لئے آئے ہیں ان سے کیا وصول کیا جائے؟ امیر المومنین کا جواب یہ تھا کہ اسی حد تک وصول کیا جائے جو وہ ہم سے وصول کرتے ہیں، یہ اُصول اسلامی قوانین میں 'مماثلت'' کے نام سے مشہور ہوا، فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کی چیرہ دستیوں اور دھمکیوں کے توڑ میں جو اہم قدم اُٹھائے، ان میں مدینہ منورہ کی آزاد مملکت کا قیام دوررس نتائج کا حامل ہے، یہ عجیب بات ہے کہ مدینہ اس وقت مہاجرین جن کی تعداد کم تھی انصار جن کا عدد زیادہ تھا کچھ وہ جنھوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا، یہود اور نصاریٰ قلیل تر، خود انصار کے دو بازو ایک دوسرے سے برسرِ پیکار اور جنگ سے پیدا شدہ نفرت و عداوت چند ماہ چند سالوں کی نہیں بلکہ ایک صدی سے زائد لیکن حیرت ہے اور یہاں آکر قلم و مطالعہ بھی استعجاب میں ڈوب جاتا ہے کہ ان مختلف طبقات نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سربراہ کیسے تسلیم کر لیا۔

واقعاتی طور پر تجزیہ کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ طبقاتی کشمکش میں متفق علیہ شخصیت تو صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہو سکتی تھی، لیکن اگر دور تک جائیے تو وہ فراست، معاملہ فہمی، مآل کار پر گہری نظر، جو انبیاء علیہم السلام کا خصوصی سرمایہ اور بمطابق اُصول ''حصہ بقدر جثہ'' ہرگز نہ سمجھئے کہ اس تعبیر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری جسم و جثہ کو مراد لے رہا ہوں بلکہ مراتب بین الانبیاء کا تفاوت مرکوز ذہن ہے، ان ممیّزات کا خزانہ عامرہ تو رسول اکرم ﷺ ہی کی نبوت کبریٰ کے حصہ میں لگنے والا تھا۔

اس لئے جزماً کہہ سکتا ہوں کہ سربراہی کے انتخاب میں عام نظریں ان خصوصیات پر بھی جمی ہوئی تھیں، عجیب تر بات یہ ہے کہ

گروہی عصبیت جس کی گرفت میں عرب صدیوں سے جکڑا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے ختم تو ضرور کیا مگر جو کچھ باقی رہ گئی وہ اسلام کے دفاعی نظام میں بڑی کارآمد ثابت ہوئی، بہر حال! اب مدینہ ایک ایسے قانون کی تلاش اور سراغ میں تھا جو اسے انسانی تمدن، اجتماعی زندگی اور مہذب معاشرہ کی تشکیل میں پورا تعاون دے، ظاہر ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں سب سے بڑی اور سب سے اہم قانون ساز شخصیت تو آپ ﷺ ہی کی تھی، علاوہ آپ کے خصائص کبریٰ کے وحی الٰہی قدم قدم پر آپ کی راہ نمائی میں سرگرم تھی، آپ کی وفات کے ساتھ وحی کا یہ معدن یہ آبشار، ہمیشہ کے لئے روک دیا گیا، خلفاء راشدین، اجلۂ صحابہ، ارباب فتاویٰ، اجتہاد کی بلندیوں پر راسخ قدم، اُمت کی برابر راہ نمائی کرتا رہا، درپیش مسائل میں اجتماع عام کو دعوت دی جاتی اور مسئلہ کے زوایا پر ہر صاحب رائے کو قیل وقال کا حق ہوتا، چھن چھنا کر جو بات قرار پاتی وہی اسلام کا قانون ہوتی۔

وقت نے ماضی وحال کی حد بندیوں کو توڑ کر جب مستقبل کی جانب قدم بڑھایا تو اُمت کا مکمل طبقہ موجود تھا، امام مالکؒ بھی موجود تھے اور اوزاعی امام شافعیؒ بھی، لیث ابن سعدؒ بھی اور سفیان ثوریؒ بھی وغیرہ، قانون کی تدوین کی انفرادی کوششیں مسلسل چل رہی تھیں، لیکن اسے ماننا پڑے گا کہ اس تدوین کی باقاعدہ مہم میں ابوحنیفہؒ کی منفرد صلاحیتوں نے جو گل کاریاں کیں اور چمن بندی کے لئے جو دست کاری دکھائی اس کی انفرادیت کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا، مختلف جہات میں تقسیم صلاحیتوں کے حاملین کو ایک شورائی نظام کے تحت جمع کرنا اور ان سے اسلامی قانون کی تدوین میں مدد لینا ابوحنیفہؒ کا جلیل کارنامہ ہے، اس شوریٰ میں کسی فرضی مسئلہ پر یک روزہ بحث نہیں بلکہ بعض اوقات ایک ایک ماہ تک گفتگو چلتی اور یہ ارکان جو اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے اسلام کے ستون تھے ہر جہت سے مسئلہ کو پرکھتے، جانچتے اور تولتے اور جب کسوٹی پر کھرا اُترتا تو وہی اسلام کا قانون بنایا جاتا، جاننے والے جانتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ الامام نے ان ارکان کو اس قدر آزادی دی تھی کہ سامعین بحث ومباحثہ کی بلند آوازیں درسگاہ سے باہر بھی سنتے، اس کو بھی تسلیم کیجئے کہ فیاض ازل نے سیدنا الامامؒ کو جو ذہانت وفطانت، ذکاوت ورزانت، دوراندیشی ودوربینی، فراست مومنانہ، تبحر وتعمق بھرپور عطا کیا تھا اس کے جلوے آج بھی فقہ حنفی میں نمایاں ہیں۔

اسے بھی مت بھولئے کہ اس شورائی نظام میں اتنی لچک بھی باقی رکھی گئی کہ بعد کے ادوار میں اگر کسی فقیہ کی رائے میں مدوجزر پیدا ہو تو تحقیق وتفتیش کے تمام مراحل طے کرنے کے بعد وہ بلاتامل رجوع بھی کر لیتا، اب اسے فقہ حنفی کہہ لیجئے یا اسلامی قانون، عرض کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اباحتی زندگی اسلام کے مزاج کے مطابق ہے یا قوانین اسلامی کی گرفت میں ایک پاکیزہ صاف وشفاف زندگی، پھر یہ ردوقدح، یہ تقلید وعدم تقلید کے جھگڑے، یہ چاروں فقہ کی آویزشیں اسلام سے قریب ہیں، یا اسلام سے دور پھینکنے والی، مکروہ کوششیں۔

کبھی کبھی لکھنے والا اپنی دماغی الجھنوں کو نالۂ نیم شبی نہیں، بلکہ ہمہ وقت کی سوز وتپش آشکارا کرنے پر مجبور ہوتا ہے، اگرچہ بات وہ ہی ہے جو شاد عظیم آبادی نے کہی اور خوب کہی:

بہے چشم تر کب تلک جائے گی
یہ ندی چڑھی ہے اُتر جائے گی

لیکن راقم السطور کے بھی اس اعتذار کو شعر ہی میں سن لیجئے :

رونا کہاں ہوا مجھے دل کھول کر نصیب
دو آنسوؤں میں نوح کا طوفان آگیا

اجتہاد کا دروازہ تو بہت پہلے بند ہو چکا اور اُمت کی موجودہ زبوں حالی اسی کی متقاضی تھی، لیکن غالباً پچھلی تین صدیوں سے تفقہ بھی مفقود ہے، اب جو کچھ موجود ہے کبھی کبھی ذہانت اس میں پھول بوٹوں کا اضافہ کر دیتی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، ضرورت اس کی تھی کہ فقہی اصطلاحات پر کچھ تمثیلات و مسائل کی تفصیل سے ایسا ذخیرہ تیار کر دیا جائے جو اسلامی قانون کی تشکیل کے جلی عنوانات کو روشناس کرانے میں مددگار ہو، مسرت ہے کہ قاسمی برادری کے رکن رکین عزیزم محترم ومکرم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے جن کی صلاحیتیں ہم ایسوں کے لئے قابل رشک اور اُمت مرحومہ کے لئے لائق فخر ہیں، چند ضخیم مجلدات میں اس کارنامے کو انجام تک پہنچایا۔

خدا کرے کہ یہ سعی وکاوش یہ جگر کاوی ودماغ سوزی، یہ محنت وعرق ریزی اُمت کے لئے ہر طرح سودمند ثابت ہو، راقم السطور سفر کے لئے پابہ رکاب ہے، بھاگتے دوڑتے یہ سطور ارتجالاً قلم بند ہوگئیں جو ہیچ پوچ بھی ہیں اور ہیچ میرز بھی، اس سے پہلے کہ قارئین محاسبہ کا کام انجام دیں لکھنے والا ''حاسبوا قبل ان تحاسبوا'' پر عمل کرتا ہوا قصورِ علم، قصورِ نظر، بلکہ تقصیرات کے مجموعے کا اقبال کرتا ہے اور مستفیدین سے عفو وصفح کا طالب، بلکہ آرزومند۔

وانا الاحقر الاوّاہ محمد انظر شاہ کشمیری
(شیخ الحدیث بدار العلوم وقف دیوبند)

۲۵/۸/۱۴۲۳ھ
۱/۱۱/۲۰۰۲ء

○ ○ ○ ○

عظیم الشان کتاب

میں مقدمہ و تقریظ لکھنے کے کام کو اس وقت تک ٹالتا رہتا ہوں جب تک لکھنے سے کوئی مفر باقی نہ رہے، میری تحریریں جب تک دل کا تقاضہ نہ بن جائیں میرے قلم سے نہیں نکلتیں اور جب کوئی مضمون یا کتاب کے لکھنے پر دل و دماغ کے تقاضے کا غلبہ رہتا ہے میں کوئی دوسری فرمائشی چیز نہیں لکھ سکتا، اس لئے میرا شمار زود نویس اور بسیار نویس لوگوں میں نہیں ہوتا، ''قاموس الفقہ'' اگر چہ بہت اہم اور شاہکار کتاب ہے، لیکن اس کی تقریظ اس سبب سے تعویق و التواء کا شکار رہی کہ دوسرے تقاضے ذہن پر غالب رہے، تاخیر کچھ زیادہ ہوگئی، یہ خیال بھی سد راہ بنا رہا کہ کتاب اس جلیل القدر عالم کے قلم سے ہے جو فقہ اسلامی پر عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ بہترین انشاء پرداز بھی ہے، اس کی تحریریں آراستگی اور مشاطگی کی بہت شعوری کوششوں اور خون جگر کی کشید کے بغیر ادبی اعتبار سے نفیس اور آبدار ہوتی ہیں، ان کی تحریروں کے درمیان ایسے جملے ملتے ہیں جنھیں پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نسیم سحر کا جھونکا آگیا، ''جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے باد نسیم'' علم الفقہ پر اس اہم کتاب اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جیسے زبان شناس اور ادیب کی تصنیف پر کچھ لکھنے سے بے ادبی کا احساس ہوتا رہا، اس کے علاوہ میں خود کو فقہ کے موضوع پر کسی اہم کتاب کے لئے تقریظ لکھنے کا مستحق نہیں سمجھتا تھا، کیوں کہ فقہ کے معمولی مسائل اور جزئیات تک میں اہل علم سے پوچھتا ہوں، لیکن کہنے والے نے ایک بلیغ بات الأمر فوق الأدب کہی ہے، اور چوں کہ یہ کتاب کئی اجزاء پر محیط ہوگی اور صرف ایک جزء پر یعنی ناقص اور نامکمل کتاب پر تقریظ لکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے ناقص و نامکمل شخص کے لئے تاویل کے ذریعہ جزوی استحقاق وہ بھی ادبا مان لینے میں کوئی حرج نہیں، بس یہی بات اس تحریر کے لئے اہل علم کی بارگاہ میں ایک عذر کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔

دین اسلام انسانی دنیا کے نام خدا کا آخری پیغام ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول ہیں اور ان کی لائی ہوئی شریعت آخری شریعت ہے جو ہر زمانہ کے لئے رشد و ہدایت ہے، ہر شخص کے لئے دستور حیات ہے، ہر شعبہ زندگی کے لئے راہ عمل ہے، خیر و شر معروف و منکر حلال و حرام ہر چیز بین اور واضح ہے، علماء اور فقہاء نے قرآن و سنت سے اس کے احکام کو اور ان کے مآخذ کو اور ان کے اُصولوں کو مدون کر دیا ہے، ہزاروں کتابیں طویل اور مختصر ان کی بصیرت اور محنت کی آئینہ دار ہیں، دنیا کے کسی مذہب میں احکام و قوانین کی وہ تفصیل نہیں ملے گی جو دین اسلام میں ملے گی، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ دین مکمل ضابطہ حیات ہے اور جب تک اس دنیا کا نظام قائم ہے نظام زندگی ہے، جس طرح کائنات کا تکوینی نظام ایک ہے اور اس میں کوئی تعدد نہیں اسی طرح سے تشریعی نظام بھی ایک ہے اور صرف وہی اللہ کی بارگاہ میں معتبر ہے، ومن یبتغ غیر الإسلام دینا فلن یقبل منه ۔

عصر حاضر کے نظام تعلیم میں انسان کے خود ساختہ قوانین کو کلیدی حیثیت حاصل ہے، ماہر قانون وہ ہے جس نے لا کالج سے ڈگری حاصل کی ہو، انصاف کی عدالت میں جج وہ مقرر کیے جاتے ہیں جنھیں ان قوانین میں درک حاصل ہو، زمین اللہ کی قانون غیر اللہ کا، غیر اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے ماہرین عزت و مرتبت کے حامل اور شریعت اسلامی میں فضل و کمال رکھنے والے نادان اور غافل، اس دنیا کا

پورا نظام زندگی ایک انقلاب کا منتظر ہے وہ انقلاب جو معیار علم کو بدل دے انداز نظر میں تبدیلی پیدا کردے، زمانہ ایک زلزلہ کا منتظر ہے، وہ زلزلہ جس سے بلندیاں پست ہو جائیں اور پستیاں بلندیوں سے بدل جائیں، علامہ اقبال نے کہا تھا کہ اس دور کا مجدد وہ ہوگا جو اسلام کے قوانین کی برتری کو دنیا کے سامنے مبرہن کردے یہ زلزلہ بردوش کام اور نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے، اس دعوت حق اور اتمام حجت کے لئے مغربی قوانین اور اسلامی قوانین دونوں پر گہری نظر ضروری ہے، اس تقابلی مطالعہ کے لئے اسلامی قوانین کی ان کتابوں سے بھی مدد ملے گی جو اُردو زبان میں مرتب کی گئی ہیں، اُردو کی ان کتابوں کا فائدہ ان لوگوں کو بھی پہنچے گا جو عربی زبان سے واقف نہیں اور وہ اسلامی نظام قانون اور فقہ اسلامی سے اُردو کے ذریعہ واقف ہونا چاہتے ہیں۔

ہندوستانی علماء کا اُردو زبان میں فقہ اسلامی کی خدمت کا طویل ریکارڈ موجود ہے، گردش روزگار نے تعلیمی نظام کی کیا پلٹ دی ہے، براہ راست عربی زبان کے ذریعہ اسلامی علوم کی تحصیل ہر شخص کے ممکن نہیں، ضرورت اس بات کی تھی کہ ہندوستان اور پاکستان کے لئے اُردو زبان کے ذریعہ اسلامی علوم کو قابل حصول بنایا جائے تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ ہر موضوع پر برصغیر کے علماء نے تصنیفات کا مستند ذخیرہ تیار کردیا ہے، ہندوستان میں جب مسلم حکومت ختم ہو چکی تھی اور اسلامی شریعت کا اقتدار باقی نہیں رہا تھا اس وقت کے نامساعد حالات میں انفرادی علمی کوششوں کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، غالباً سب سے پہلے فتاویٰ عالمگیری اور ہدایہ کا اُردو ترجمہ سامنے آیا جو امیر علی کا کیا ہوا تھا، شرح وقایہ کا اُردو ترجمہ مولوی وحید الزماں لکھنوی نے کیا، درمختار کا اُردو ترجمہ مولوی خرم علی نے غایۃ الاوطار کی نام سے کیا، عقد الجید کا اُردو ترجمہ مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی نے سلک مروارید کے نام سے شائع کیا، قدوری کا اُردو ترجمہ ضروری کے عنوان سے مولوی عبدالعزیز نے کیا، منیۃ المصلی کا اُردو ترجمہ عبدالرحمٰن حسام الدین نے صلوٰۃ الرحمٰن کے نام سے کیا، آخر میں مشہور کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعہ کا ترجمہ عاصم حداد کے قلم سے منظر عام پر آیا، الغرض فقہ کی اہم کتابوں کے ترجمے کی کوششیں شروع ہوئیں تاکہ عربی اور فارسی زبان کی حکومتی سرپرستی کے ختم ہونے پر ہندوستانی مسلمانوں کا رشتہ فقہ کے لٹریچر سے باقی رہے، اُردو زبان میں فقہ کے لٹریچر کا جائزہ لیتے وقت مولانا تھانوی کی بہشتی زیور کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں، اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اب بھی والدین اپنی بیٹیوں کو شادی میں جہیز کے طور پر قرآن مجید کے ساتھ ساتھ یہ کتاب بھی دیتے ہیں، مولانا مجیب اللہ ندوی کی کتاب اسلامی فقہ بھی قابل تذکرہ ہے، اس طرح مولانا منہاج الدین مینائی کی کتاب ''اسلامی فقہ'' مولانا انوار اللہ صاحب خاں فاروقی کی کتاب ''حقیقۃ الفقہ''، مولانا عبدالشکور صاحب کی کتاب ''علم الفقہ'' اور عاصم حداد کی ''فقہ السنۃ'' بھی تذکرہ کے قابل ہے، اُردو زبان میں فتاویٰ کے کئی قابل قدر مجموعے منظر عام پر آئے ہیں، مولانا مودودی کی رسائل ومسائل اور اس سے ملتی جلتی دوسری کتابیں شائع ہو چکی ہیں، بچوں کے لٹریچر میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کی کتاب تعلیم الاسلام بھی مقبول کتاب ہے، اس میں بھی فقہ کے ضروری مسائل آگئے ہیں، فقہ کی الگ الگ جزئیات اور عنوانات پر بھی بے شمار کتابیں اُردو میں آگئی ہیں، جیسے اسلام کا قانون فوجداری اور اسلامی عدالت اور کرایہ کے مکانات کی شرعی حیثیت وغیرہ، عربی زبان میں کویت میں مرتب کردہ فقہ کی ضخیم اور متعدد جلدوں میں انسائیکلو پیڈیا کا اُردو ترجمہ بھی جلد منظر عام پر آنے والا ہے، جو غالباً اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے زیر اہتمام شائع ہوگا اس عظیم کام کی ترتیب اور ترجمہ اور نگرانی میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دست راست ''قاموس الفقہ'' کے مؤلف مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی کوشش شامل رہی ہیں۔

اُردو زبان کے ذریعہ فقہ اسلامی کی خدمت ہندوستان کی فقہی خدمات کا محض ایک گوشہ ہے، اگر عربی اور فارسی زبان کی کتابوں کو بھی شامل کیا جائے تو ہندوستان کا مقام فقہ اسلامی کی خدمت کے میدان میں سب سے زیادہ بلند نہیں تو بہت بلند ضرور ہے فتاویٰ تاتار خانیہ اور فتاویٰ عالمگیری اور فوائد فیروز شاہی فتاویٰ حمادیہ اور فتاویٰ ابراہیم شاہیہ جیسی مبسوط کتابیں تیار کی گئی ہیں، ہدایہ کی ۱۵/ شرحیں اور شرح وقایہ کی ۱۸/ شرحیں لکھی گئیں، اُصولِ فقہ میں ملا محب اللہ بہاری کی مسلّم الثبوت کا مرتبہ مسلم ہے، ابوالبرکات حافظ الدین نسفی کی کتاب المنار کی نو شرحیں ہندوستان میں لکھی گئیں جن میں شیخ احمد امیٹھوی (ملا جیون) کی نورالانوار سب سے زیادہ مقبول اور مشہور ہوئی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید بھی فقہ کے دائرہ میں آتی ہے، یہاں استقصاء مقصود نہیں، مولانا عبدالحی حسنی کی کتاب الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند اور نزہۃ الخواطر میں ان کے علاوہ بھی بہت سے نام مل جائیں گے، یہاں صرف فقہ اسلامی سے متعلق چند نام ہیں جو گنائے گئے ہیں ورنہ قرآن وحدیث ومعقولات وتاریخ اور سیرت وسوانح دیگر اسلامی علوم اور ان کے اصحاب کمال کا ذکر کیا جائے تو ہندوستان کا آسمان علم ہر طرف پھیلی ہوئی کہکشاں سے جگمگ کرتا ہوا نظر آئے گا۔

ہندوستان میں جدید مسائل کے فقہی حل کی کوششوں میں فقہ اکیڈمی کے سالانہ جلسوں کا ذکر بھی ضروری ہے، جس میں پورے ملک سے اور بیرون ہند سے مشاہیر علماء بلا اختلاف مسلک شریک ہوتے رہے ہیں اور نئے پیدا ہونے والے مسائل پر اپنا نقطہ نظر پیش کرتے رہے ہیں پھر ان مقالات پر مشتمل مجلہ فقہ اسلامی کے ضخیم نمبروں کی اشاعت ہوتی رہی، اجتماعی اجتہاد کی یہ وہ کوشش ہے جس کی نظیر اسلامی دنیا میں مشکل سے ملے گی، جس ملک میں اس کی نظیر ہے وہاں اس طرح کے کام کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے اور اس کے لئے بڑے بڑے بجٹ مختص ہوتے ہیں، ہندوستان کی مقہور اقلیت کے کے مفلوک الحال علماء جب اس طرح کی عظیم الشان علمی اور فقہی تحریکیں برپا کرتے ہیں جن کی قوت وتاثیر اور علمی وقار کا بیرون ہند کے علماء اعتراف کرتے ہیں، تو محسوس ہوتا ہے کہ اگرچہ کہ مسلمان کی حکومت و اقتدار کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہو گیا لیکن علم دین اور فکر اسلامی کا شعلہ ابھی تک شعلہ مستعجل نہیں ثابت ہوا ہے، اس کی آب وتاب اس کی حرارت اور ضوء فشانی باقی ہے، بیسویں صدی کے اواخر میں فقہ اسلامی کے میدان میں یہ باوقار کام بلا تشبیہ عہد عباسی کے اس اجتماعی فقہی کام کی یاد دلاتا ہے جس کی امامت امام ابوحنیفہؒ کے ہاتھ میں تھی اور جنکے حلقہ فکر واجتہاد میں علم کے مختلف میدانوں کے ماہرین جمع تھے، قیاس واجتہاد میں امام ابو یوسفؒ امام زفرؒ اور امام محمدؒ جیسے نابغہ روزگار علم حدیث میں یحییٰ بن زکریا اور حفص بن غیاث اور حبان اور مندل جیسے عبقری اور عبداللہ بن مسعودؓ کے پرپوتے قاسم بن معن جیسے عربی زبان وادب اور بلاغت کے ماہر اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاض جیسے متورع اور متقی جیسے لوگ جمع تھے، امام ابوحنیفہؒ کا کارنامہ حیات یہ ہے کہ انھوں نے فقہ اسلامی کے کام کو انفرادی دائرہ سے نکال کر اجتماعی دائرہ میں داخل کر دیا تھا، فقہ اکیڈمی کا کام اسی اصل کی ایک نقل ہے، اسی نمونہ کی پیروی ہے اور اس لئے تحسین وآفرین کے لائق ہے۔

دور آخر میں بھی جب سیاسی طاقت کی کلید ہاتھ سے نکل چکی تھی کتابوں کا یہ عظیم الشان ذخیرہ اور خدمات کا یہ شاندار ریکارڈ فیض رسانی ہے ہندوستان کے ان مخلص علماء حق کی جنھوں نے سلطنتوں کی تخویف وتحریص سے مستغنی ہو کر اور حب جاہ وزر سے بے نیاز ہو کر کتاب وسنت سے وابستگی اختیار کی اور عوام وخواص میں اس وابستگی کا صور پھونکا اور اپنے پیغام اسلام کو ہر گوش حق نیوش تک پہنچایا

ہندوستان کے عظیم الشان مدارس اسلامیہ اور ہندوستان کی بڑی بڑی دینی اور اصلاحی تحریکیں اسلاف کی کوششوں کا نتیجہ اور ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں، حالات کی تبدیلی کی وجہ سے رنگ و روغن اور خد وخال میں کچھ فرق ضرور واقع ہوا ہے، لیکن بنیادی طور پر اسی پودے کا قلم ہے جو ہماری تاریخ میں شجر سایہ دار اور ثمر دار کی طرح نظر آتا ہے، ان ہندوستانی مدارس اور ہندوستانی تحریکوں کا ابر فیض رساں پورے عالم پر برسا ہے، آج عالم اسلام میں اسلامی بیداری پیدا ہوئی اور ہو رہی ہے اس کے پس پردہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی قلم اور قدم سے کوشش شامل ہے، دنیا میں جہاں رُجوع الی اللہ اور تعلق مع اللہ اور عبادات واخلاق کے نظام کو درست کرنے کی جو کوششیں جاری ہیں، ان میں مولانا محمد الیاسؒ کی تحریک تبلیغ بھی ایک عامل ہے، اسلامی ملکوں میں شریعت کے نفاذ کے جو مطالبے ہو رہے ہیں اور اس کے لئے جو کشاکش پیدا ہوئی ہے، اس میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحریک کی بازگشت بھی پائی جاتی ہے، برصغیر کی یہ نمایاں خدمات منصۂ شہود پر نہیں آتیں اگر اس کی تاریخ میں علماء اور فقہاء وفضلاء کا خون دل اور سوز دروں شامل نہ ہوتا، اور فقہ اکیڈمی کی اجتماعی تحریک بھی جس کے بانی حضرت قاضی مولانا مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ تھے اس کے پس منظر میں یہاں کے علماء کا علمی اور تحقیقی ذوق اور سواد قلم ہے جو روشنی پھیلاتا رہا ہے، ''قاموس الفقہ'' کے مصنف اسی مؤخر الذکر مکتب فکر کے دیدہ ور اور صاحب بصیرت عالم ہیں، ''جدید فقہی مسائل'' پر پہلے ان کی کتاب شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہے، ان کا قلم رواں اور علم بحر بے کراں ہے، وہ صرف صرف قلم کے دھنی نہیں عمل کے میدان کے شہسوار بھی ہیں، المعہد العالی ان کی فکر جمیل اور سعی مسلسل کا زندہ اور تابندہ نقش مثالی ہے۔

معاجم اور قوامیس کے اس دور میں فقہی اصطلاحات والفاظ کو حروف تہجی کی بنیاد پر اُردو زبان میں مرتب کرنے کی ضرورت تھی تا کہ فقہی مسئلہ تلاش کرنے والے اسی سہولت کے ساتھ اپنی مراد پالیں جس سہولت کے ساتھ وہ ڈکشنری اور انسائیکلو پیڈیا سے مستفید ہوتے ہیں، اسی ضرورت کے پیش نظر یہ عظیم الشان کتاب ''قاموس الفقہ'' مرتب کی جارہی ہے مجھے اس کے مسودہ میں سے جو حرف دال سے حرف ضاد تک دیکھنے کا موقع ملا ہے، ''د'' سے شروع ہونے والے الفاظ اٹھئے، بالکل شروع میں ''دار'' کے عنوان سے جو بحث ملے گی اسی سے کتاب کی قدر وقیمت کا اندازہ ہو جائے گا، دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے، ہزاروں صفحات کا عطر، ایک پورے کتب خانہ کا لب لباب اور توازن اور اعتدال علمی سفر میں ہم رکاب، خدا کرے پوری کتاب مکمل ہو کر سامنے آئے۔

ایں دُعاء از من و از جملہ جہاں آمین باد

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

(صدر شعبہ عربی: سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف انگلش اینڈ فارن لینگویجز، حیدرآباد)

○○○○

احکامِ شرعیہ کا سمندر

نحمده ونصلي على رسوله الكريم اما بعد!

حدیث کی مستند ومشہور کتاب بخاری شریف میں فرمانِ نبوی ﷺ ہے: ''إنما بعثتم ميسرين ، ولم تبعثوا معسرين'' (بخاری: ۸۹/۱) نیز یہ بھی ارشاد ہے: ''يسروا ولا تعسروا'' (بخاری: ۳۸/۱) ان فرمودات نبوی کا مطالبہ دینی اُمور میں تیسیر وتسہیل ہے، اسی تقاضا پر کاربند ہوتے ہوئے ہمارے علماء نے قدیماً وحدیثاً علوم اسلامیہ کی تسہیل وترتیب کی جانب خاص طور سے توجہ منعطف کی اور ہر علم وفن میں وارد، ان کی خصوصی مصطلحات اور محتاج بیان کلمات کی توضیح وتشریح کے لئے مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں؛ جن میں بعض تو وہ ہیں، جو کسی خاص فن کی اصطلاحوں کی تبیین پر مشتمل نہیں؛ بلکہ تمام علوم اسلامیہ میں واردشدہ اصطلاحات کو شامل ہیں، جب کہ دیگر بعض کسی خاص فن کے کلمات مصطلحہ کے بیان پر مشتمل ہیں۔

چنانچہ فقہ میں مستعمل اصطلاحی کلمات کی وضاحت کے لئے فقہاء اسلام نے بھی باقاعدہ کتابیں تالیف فرمائی ہیں، جن میں عربی زبان میں علامہ مطرزیؒ کی کتاب ''المغرب'' اور علامہ نسفیؒ کی ''طلبة الطلبة في الاصطلاحات الفقهية'' کو نمایاں مقام حاصل ہے، اول الذکر عرصہ سے نایاب ہے، جب کہ ثانی الذکر حال ہی میں بیروت سے طبع ہوئی ہے، ان کے علاوہ سعدی ابوحبیب کی ''القاموس الفقهي'' اور ''لغة الفقهاء'' بھی قابل ذکر ہیں۔

مگر عربی زبان کے بعد سب سے زیادہ علوم اسلامیہ کی حامل اُردو زبان کا دامن اس نوع کی تالیف وتصنیف سے خالی تھا، اس میں اس نوعیت کے کام کی شدت سے ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت ہمارے محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم (بانی ومہتمم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد- جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا) کے لئے مقدر کر رکھی تھی، بلاشبہ موصوف اس کارِ گراں بار کے حقیقی اہل تھے، اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے کہ ان تھک محنت اور بے پناہ سعی کے بعد موصوف نے اس کام کو مکمل فرمایا اور پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل اس گنج گراں مایہ کو ''قاموس الفقہ'' کی صورت میں طالبانِ علم دین وفقہ کی خدمت پیش کرنے جارہے ہیں۔

میں نے اس کتاب کے مسودہ کو نیز جلد اول کو جو پہلے سے طبع شدہ ہے، چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا اور پڑھا، ماشاء اللہ کتاب اسم بامسمی ہے اور مصطلحات فقہیہ ودینیہ اور احکام شرعیہ کا عظیم سمندر ہے، جس کو اُردو زبان کا فقہی انسائیکلوپیڈیا کہنا غلط نہ ہوگا۔

سابق میں ذکر کردہ کتابوں سے یہ کتاب بایں طور مختلف ہے کہ اس میں فقہی اصطلاحوں کے ساتھ ساتھ الف بائی ترتیب پر علم دین وشریعت کی دیگر اصطلاحوں کو بھی مع ان کے احکام، یک جا کر دیا گیا ہے، ایک ممتاز خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر باب سے متعلق جدید مسائل

اوران کے احکام کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

ویسے علمی وفقہی خدمات میں موصوف کی شخصیت محتاج تعارف نہیں؛ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی وساطت اور دیگر کتب فقہیہ کے حوالے سے فقہی میدان میں ان کی جولانی طبع سے ہر کوئی واقف ہے اور حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب نور اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ کے بعد فقہ اکیڈمی کا جنرل سکریٹری مقرر کیا جانا بھی اس کا بیّن ثبوت ہے۔

مسائل حاضرہ پر موصوف گہری نظر رکھتے ہیں، ان کے سیاق وسباق سے اچھی طرح واقف ہیں، قانونی، سیاسی، سماجی، اقتصادی، معاشرتی اُمور میں نئے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے میں موصوف کا انہماک قابل شکر وستائش ہے۔

فن فقہ میں اپنی ژرف نگاہی کے ثبوت کے طور پر کئی مفید اور کارآمد کتابیں اب تک اُمت کی خدمت میں پیش فرما کر دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں، جن میں قابل ذکر کتابیں یہ ہیں: ''جدید فقہی مسائل، حلال وحرام، اسلام کا نظام عشر وزکوٰۃ، طلاق وتفریق'' وغیرہ۔

احقر اس فرض کفایہ کی ادائیگی پر موصوف کی خدمت میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں دُعاء گو ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس تازہ اور قابل قدر تصنیف کو شرف قبولیت عطا کرے، ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور اُمت کو اس غنیمتِ باردہ کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھنے کی توفیق ارزانی کرے۔

این دُعاء از و من از جملہ جہاں آمین باد

۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ — کتبہ: مفتی احمد دیولوی غفرلہ

۲۰۰۲/۱۱/۱ء — (مہتمم: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات)

○ ○ ○ ○

عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین ، وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتے ہیں، اسے تفقہ کی دولت سے سرفراز فرماتے ہیں، من اراد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین ،قرآن وحدیث قانون شریعت کا سرچشمہ ہے،اس سرچشمہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے زندگی کے مسائل کو ہمارے فقہاء کرام نے مرتب شکل میں پیش فرمایا ہے،اس لئے فقہ قرآن وحدیث کے مقابل کوئی علم نہیں ہے، بلکہ انھیں مصادر کی تشریح وتوضیح ہے، جولوگ یہ تأثر دیتے ہیں کہ فقہ پر عمل کرنے والے کتاب وسنت کے تارک ہیں، وہ درحقیقت مغالطہ دیتے ہیں۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دور سے ہی اس فن پر خصوصی توجہ رہی ہے، صحابہ میں بھی عمیق العلم مجتہدین کرام تھے، جن کے فتاویٰ کو ہمیشہ خصوصی اہمیت حاصل رہی ہے، پھر تابعین اور ان کے بعد ائمہ متبوعین کا دور آیا، پھر جب اجتہاد کا کام بڑی حد تک مکمل ہوگیا اور بزرگوں نے محسوس کیا کہ اب اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھنے میں اتباع ہویٰ کا اندیشہ ہے، تو تقلید کا دور شروع ہوا، اور تقلید کے دائرہ میں رہتے ہوئے اُمت کے مسائل حل کئے گئے، یہ سلسلہ آج تک جاری ہے، اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

ہمارے زمانہ میں جن لوگوں نے اس اہم اور مشکل فن کی طرف خصوصی توجہ کی ہے اور جن کی خدمات سے اُمت کو فائدہ پہنچ رہا ہے، ان میں ایک اہم شخصیت حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم (ناظم : المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد، و جنرل سکریٹری: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا) کی ہے، ان کی بہت سی کتابیں ہندوستان اور دوسرے ملکوں سے شائع ہو چکی ہیں، جن میں ''جدید فقہی مسائل'' بہت مقبول ومعروف ہے۔

''قاموس الفقہ'' اُردو زبان میں فقہ اسلامی کی ایک عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا ہے، جس میں فقہ واُصولِ فقہ کی اصطلاحات کی تشریح کے علاوہ ہر لفظ کے تحت اس سے متعلق فقہی احکام کو بھی تفصیل سے لکھا گیا ہے، فقہ حنفی کے علاوہ دوسرے فقہاء کی آراء بھی ذکر کی گئی ہیں اور ہر بات مستند کتابوں کے حوالہ سے لکھی گئی ہے۔

میں دُعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کی اس خدمت کو قبول کرے۔

غلام محمد وستانوی

(بانی ومہتمم : جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر)

○ ○ ○ ○

اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے جنرل سکریٹری اور المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کے بانی و ناظم حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ کی تازہ ترین کتاب ''قاموس الفقہ'' سامنے ہے، اس کی ایک جلد پہلے شائع ہو چکی ہے، جس سے خواص وعوام بھر پور فائدہ اٹھا رہے ہیں، —— حضرت مولانا کا علمی و فقہی مرتبہ بہت ہی بلند ہے، آپ ہندوستان کے بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں، بحث و تحقیق کی عجیب و غریب صلاحیت ہے، قدرت نے نئے مسائل کو کتاب وسنت، اجماع و قیاس و دیگر مصادر شرع کی روشنی میں حل کرنے کا عجیب ملکہ عطا فرمایا ہے، آپ نے مختلف موضوعات پر قلم اُٹھایا ہے اوران کا حق ادا کر دیا ہے، خصوصاً فقہی موضوعات پر کئی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں اور کتنے مقالے مختلف رسالوں میں چھپ چکے ہیں، آپ کی کتابیں ''جدید فقہی مسائل'' پانچ جلدوں میں اور ''حلال وحرام'' عوام وخواص کے درمیان مقبول ہیں اور سبھی یکساں فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

فقہی اصطلاحات اور الفاظ کی تشریح اور ان سے متعلق تمام مسائل کو مفصل و مدلل ذکر کرنے اور ہر مسئلہ میں ائمہ اربعہ کے اقوال کو ان کی اصل کتابوں کے حوالہ کے ساتھ بیان کرنے کا کام عربی زبان میں تو ہوا ہے، لیکن اُردو زبان میں یہ کام نہیں ہوا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا کی یہ پہلی کاوش ہے جو بہت ہی کامیاب ہے اور یہ کتاب ''قاموس الفقہ'' اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے، زبان بھی سادہ اور سلیس ہے، جس سے عوام وخواص دونوں یکساں فائدہ اٹھا سکتے ہیں، جو مسائل کتب فقہ کے مختلف ابواب میں منتشر تھے جن کو تلاش کرنے میں کافی وقت درکار ہوتا اور پریشانیاں بھی ہوتیں، ان بکھرے ہوئے مسائل کو آپ نے معتبر حوالوں کے ساتھ یکجا کر دیا ہے، جس سے کافی سہولت ہوگئی ہے اور اس کے ذریعہ استفادہ آسان ہو گیا ہے، یہ کتاب تو ہر دارالافتاء، ہر لائبریری، ہر دینی ادارہ، ہر مسلم گھر میں بلکہ ہر صاحبِ علم اور ذی شعور کے پاس ہونی چاہئے۔

دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی کاوش کو قبول فرما کر اس کی نافعیت کو عام فرمائے، آپ کے علم وعمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کی خدمات کو قبول فرمائے۔ (آمین)

محمد جنید عالم ندوی قاسمی
(صدر مفتی امارت شرعیہ بہار واڑیسہ وجھارکھنڈ، پھلواری شریف، پٹنہ)

۳/ رجب ۱۴۲۳ھ
۱۱/ ستمبر ۲۰۰۲ء

○ ○ ○ ○

اُردو کے فقہی ذخیرہ میں گرانقدر اضافہ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا ومولانا محمد خاتم النبین وعلی آله وصحبه اجمعین .

بیسویں صدی عیسوی میں علوم وفنون کو آسان بنانے ، انھیں مختلف پہلوؤں سے از سرِ نو مرتب کرنے کی جو کوششیں ہوئی ہیں وہ بڑی قابل قدر اور عالم انسانیت کے لئے بڑی نفع بخش ہیں ، دوسرے علوم کی طرح علوم شرعیہ کی تسہیل و تعبیر کا کام بھی مختلف ملکوں میں بڑے پیمانے پر ہوا ہے ، لیکن ان کاموں میں مزید پیش رفت ، منصوبہ بندی اور ہم آہنگی کی ضرورت ہے ، دورِ حاضر کے انھیں مفید کاموں میں سے مختلف علوم کے موسوعات اور قاموس کی تیاری کا کام بھی ہے ، اسلامی علوم میں علم فقہ پر بھی قریبی دوصدیوں میں کافی گراں قدر کام ہوئے ہیں ، ان میں سب سے اہم کام کویت سے شائع ہونے والی '' الموسوعۃ الفقہیہ '' ہے ، جس کی چالیس جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور چند جلدوں کی اشاعت ابھی باقی ہے ۔

الحمد للہ اُردو زبان کا دامن بھی اسلامی علوم کی تصنیفات سے مالا مال ہے ، اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ عربی زبان کے بعد اسلامیات کا سب سے بڑا اور گراں قدر ذخیرہ اُردو زبان میں ہے ، موجودہ دور میں فقہی موضوعات پر لکھنے والوں میں ایک نمایاں ترین نام جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب (بانی المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد) کا ہے ، اللہ تعالیٰ نے انھیں افراد سازی کی خاص صلاحیت کے ساتھ ساتھ اسلامی علوم خصوصاً فقہ اسلامی پر تصنیف و تالیف کا خاص سلیقہ عطا فرمایا ہے ، نوجوانی ہی سے وہ فقہ اسلامی کے سمندر میں غواصی کرتے رہے ہیں اور اُردو زبان کو انھوں نے اپنی فقہی تصنیفات و مقالات سے مالا مال کیا ہے ۔

ان کا ایک اہم علمی و فقہی کام '' قاموس الفقہ '' کی تیاری کا ہے ، جس میں موصوف نے اہم فقہی الفاظ و اصطلاحات کا انتخاب کر کے انھیں حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا ہے اور ہر لفظ و اصطلاح کے بارے میں فقہی و شرعی نقطۂ نظر سے بنیادی معلومات اختصار کے ساتھ سادہ علمی اُسلوب میں مرتب کردی ہیں ، نیز غیر ضروری تفصیل اور غیر معمولی اختصار سے بچتے ہوئے میانہ روی کا طریقہ اختیار کیا ہے ، '' قاموس الفقہ '' کی ایک جلد ہندو پاک میں شائع ہو کر علمی و دینی حلقوں سے خراج تحسین وصول کر چکی ہے اور اہل نظر اور عوام نے اس کام کو بہ نظرِ استحسان دیکھا ہے ۔

مولانا موصوف نے '' قاموس الفقہ '' کی مکمل اور جدید اشاعت کے لئے اپنے پورے کام پر نظر ثانی کی اور ضروری اضافوں کے ساتھ اس کتاب کی کامل نئی اشاعت کا فیصلہ کیا ، کتاب کی زبان و بیان سادہ و سلیس ہے ، تمام باتیں مستند حوالوں سے لکھنے کا اہتمام کیا ہے ، انشاء اللہ '' قاموس الفقہ '' کی اشاعت سے اُردو کے فقہی ذخیرہ میں ایک اہم اور گراں قدر اضافہ ہوگا ، علماء کے علاوہ عام اُردو دانوں ، ماہرین قوانین اور قانون کے طلبہ کے لئے بھی یہ کتاب علمی سیرابی کا بڑا ذریعہ ثابت ہوگی ، ہماری دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت سے نوازے اور بندوں کو اس سے زائد سے زائد نفع پہنچائے ۔

عتیق احمد بستوی

(استاذ حدیث وفقہ : دار العلوم ندوۃ العلماء ، لکھنو)

۲۷/۳/۲۰۰۲ء

○ ○ ○ ○

بسہولت استفادہ کا موقع

حق تعالیٰ نے اس دین کو زندہ وتابندہ بنایا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے علوم اسلامیہ کی تدوین وترتیب اور نشر واشاعت کا ایک لا متناہی سلسلہ جاری فرمایا ہے، ہر عہد وزمان میں معتمد علماء اُمت نے ضرورت کے مطابق صلاحیتوں کے میدان میں مختلف انداز کے علمی و قلمی کام کئے ہیں، الحمد للہ آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے، جو علماء اسلام پر تھوپے جانے والے الزام ''جمود'' کی تردید کا شاہد بیّن ہے۔

ہمارے ملک میں اور ہماری زبان اُردو میں بھی الحمد للہ برابر خدمات کا سلسلہ جاری ہے، اسی عہد میں بزبان اُردو فقہیات پر نمایاں کام کرنے والوں میں، برادر گرامی وفاضل جلیل القدر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں، فقہ کے میدان میں ان کی متنوع خدمات ہیں، جن سے اہل علم واقف ہیں، ان کی قلمی کاوشوں میں کافی پہلے'' قاموس الفقہ'' کے نام سے ایک سلسلہ کا آغاز ہوا تھا، جس میں مولانا کے بڑھتے ہوئے مشاغل کی وجہ سے تعطل آ گیا تھا، اب الحمد للہ اس کام کو مولانا نے آگے بڑھایا اور مزید جلدیں تیار ہوگئی ہیں۔

اس عہد میں فقہیات پر نئے انداز میں کام کی ضرورت محسوس کی گئی اور مختلف جگہوں میں قاموس ولغوی انداز پر حروف تہجی کی ترتیب سے فقہی موضوعات وعناوین ومسائل کو لے کر مجموعے مرتب کئے گئے اور برابر یہ سلسلہ جاری ہے، ان مخصوص مجموعوں کی وجہ سے اہل علم کو متفرق معلومات سے بسہولت اور یکجائی طور پر استفادہ کا موقع ملتا ہے، اہل علم بالخصوص کویت کے موسوعہ فقہیہ کی افادیت واہمیت سے واقف ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا خالد صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے اُردو میں ایسے مجموعے کی ترتیب وتدوین کی طرف توجہ فرمائی اور اپنی نمایاں صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے اُردو داں علم دوست طبقے اور مدارس کے طلباء نیز ہم جیسے کام کرنے والوں کے لئے یہ سہولت استفادہ کا موقع فراہم کیا اور'' قاموس الفقہ'' کے نام سے فقہی مباحث ومسائل کا مجموعہ مرتب کیا، اللہ تعالیٰ اس کو قبول عام عطا فرماتے ہوئے اس کی افادیت کو عام وتام فرمائے اور مولانا کی تمام شرور وفتن سے حفاظت فرماتے ہوئے بیش از بیش علمی خدمات کے مواقع فراہم فرمائے۔ فقط

محمد عبید اللہ الاسعدی

(شیخ الحدیث: جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ، یو، پی)

۱۴۲۳/۱/۱۲ھ

○ ○ ○ ○

معتدل ومتوازن اور تعصب سے پاک

آج کی علمی دنیا میں موسوعات (ENCYCLO PAEDIAS) اور معاجم کا رواج عام ہے، یہ عمومی نوعیت کے بھی ہوتے ہیں اور متعین موضوعات پر بھی، ان کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ کسی بھی موضوع پر وسیع اور ضخیم تصنیفات میں پھیلا ہوا مواد اختصار کے ساتھ سامنے آجاتا ہے اور مختصر وقت میں ضروری معلومات مل جاتی ہیں اوران سے متعلق مزید معلومات اور بنیادی مآخذ سے بھی واقفیت ہوجاتی ہے، اسلامی علوم میں قرآن و حدیث کے بعد فقہ کو اساسی اہمیت حاصل ہے، یہ زندگی کے مسائل میں اسلام کے موقف کو جاننے کا ایک بڑا ذریعہ ہے، فقہ اسلامی پر عربی زبان میں موسوعات موجود ہیں، خاص طور سے حال میں کویت سے چالیس سے زیادہ جلدوں میں شائع شدہ ''الموسوعۃ الفقہیۃ'' غالباً اپنی نوعیت کی منفرد فقہی دائرۃ المعارف ہے، اُردو میں فقہ پر اس طرح کی کوئی معجم نہیں تھی، خوشی ہے کہ محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی حفظہ اللہ نے ''قاموس الفقہ'' کے ذریعہ اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

فقہ اسلامی، مولانا محترم کا خاص موضوع ہے، اس کا انھوں نے وسیع مطالعہ کیا ہے، وہ مختلف مسالکِ فقہ پر اچھی نظر رکھتے ہیں، ان کی متعدد فقہی تصانیف سامنے آچکی ہیں، ایک فقیہ کا حالاتِ زمانہ اور اس کے تقاضوں سے باخبر ہونا ضروری ہے، وہ موجودہ حالات اور اس کی پیچیدگیوں سے واقف ہیں، انھیں حل کرنے کی بھی انھوں نے اپنی تصنیفات میں کوشش کی ہے، فقہی معاملات ومسائل میں ان کی رائیں غور وفکر اور تلاش وتحقیق پر مبنی ہوتی ہیں، اس وقت ''قاموس الفقہ'' کی تیسری جلد پیش نظر ہے، اس میں جو مسائل زیر بحث آئے ہیں، ان میں پہلے ہر مسئلہ کی نوعیت واضح کی گئی ہے، اس کے بعد اس کے سلسلے میں ائمہ اربعہ اور بعض اوقات دیگر ائمہ کے مسالک اختصار کے ساتھ بیان ہوئے ہیں، ان کے دلائل کا بھی ضروری حوالہ دیا گیا ہے، جزئیات اور تفصیلات زیادہ تر فقہ حنفی کی بیان ہوئی ہیں، بعض اہم مسائل پر کسی قدر تفصیل سے بحث ہے اور اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ مختلف مسالکِ فقہ کو ان کے اصل مآخذ سے پیش کیا جائے، کہیں کہیں احکامِ شریعت کے مصالح اور حکمتوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا قلم بڑا معتدل اور متوازن ہے، وہ بالعموم فقہ حنفی کی ترجمانی اور اس کی حمایت کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی دوسرے مسالکِ فقہ کا بڑے احترام کے ساتھ ذکر کرتے اوران کے دلائل کی روشنی میں بناء اتفاق واختلاف واضح کرتے ہیں، ان کی بحث تعصب اور جذباتیت سے پاک ہوتی ہے۔

یہ دیکھ کر مزید خوشی ہوئی کہ مولانا کا اندازِ بیان بہت صاف اور واضح ہے، فقہ جیسے بظاہر خشک موضوع کو اس سلیقے سے پیش کیا ہے کہ اس کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی، دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبولیت سے نوازے اور دین کی مزید خدمت کی توفیق سے بہرہ ور فرمائے۔ (آمین)

۲۵/نومبر ۲۰۰۲ء
۱۴/رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ

جلال الدین انصر عمری
(امیر جماعت اسلامی ہند وایڈیٹر سہ ماہی تحقیقات اسلامی، دہلی)

○ ○ ○ ○

بے نیاز کردینے والی انسائیکلوپیڈیا

دین اسلام اللہ رب العزت کا وہ پسندیدہ مذہب ہے، جسے تا قیامت باقی رہنا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا خود ہی وعدہ فرمایا ہے، جو اس مذہب کی آسمانی کتاب ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے غیب سے نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے ہر ہر گوشہ کی بھی حفاظت فرمائی، جو اصل میں قرآن مجید کی تشریح وتوضیح ہیں اور آج ہمارے سامنے حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، مذہب اسلام جو اصل میں ایک راہِ حیات اور طرزِ زندگی کا نام ہے، اس کا مدار کتاب وسنت پر ہے، کتاب وسنت میں بہت سے مسائل تو واضح طور پر بیان کردیئے گئے ہیں، جیسے توحید، رسالت، آخرت کی باتیں، احکام شریعت میں شراب کی حرمت، خرید وفروخت کی اجازت، محرمات نکاح کا بیان، سود، خنزیر کی حرمت وغیرہ، مگر زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق ایسے اُصول وقواعد کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے، جو حالات اور زمانہ کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ انسانیت کے لئے مشعل راہ بن سکیں، فقہاءِ کرام جنھیں اللہ تعالیٰ نے دین کی سمجھ کا بہت بڑا حصہ عطا کیا ہے، وہ ان نصوص اور اُصول وقواعد کی روشنی میں مسائل کا استنباط کرتے ہیں، جسے ''فقہ اسلامی'' کے نام سے جانا جاتا ہے، گویا یہ دراصل اسلامی طرزِ حیات کا دوسرا نام ہے۔

فقہ اسلامی یا احکام شریعت دینی علوم میں ایسا فن ہے، جس کی خدمت تاریخ کی ذہین ترین ہستیوں نے کی ہے، کسی نے سچ لکھا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ ذہانت اسی فن پر خرچ کی گئی، واقعہ بھی یہی ہے کہ یہ فن اسی ذہانت کا محتاج بھی تھا، چنانچہ ہر دور اور ہر زمانہ کی علمی ہستیوں نے اس سے اپنا رشتہ استوار رکھا اور مختلف ادوار میں اس فن سے متعلق کتابیں وجود میں آئیں، اگر ایک طرف فقہی مسائل کی ترتیب وتدوین کا کام عمل میں آیا، تو دوسری طرف ان کے دلائل کو ذکر کرنے کی طرف توجہ دی گئی، جہاں مختلف موضوعات پر مستقل رسائل مرتب کئے گئے، تو وہیں اکیڈمیوں کے ذریعے بڑے بڑے تحقیقی کام سامنے آئے، غرضیکہ فقہ اسلامی کی تفہیم وتشریح کا کوئی باب تشنہ نہیں رہا۔

فقہ اسلامی کی خدمت کا ایک منہج یہ اختیار کیا گیا کہ فقہی اصطلاحات کے ضمن میں ان سے متعلق مسائل کی توضیح وتشریح ذکر کی جائے، چنانچہ عربی زبان —— جو علوم اسلامیہ کا مخزن وگہوارہ ہے —— میں اس نہج پر مختلف ادوار میں بہت سی کتابیں مرتب کی گئیں، ''شرح المصطلحات الفقهية، شرح الحدود والاحكام، التعريفات، المعاجم الفقهية'' کے عنوان سے مرتب کتابیں —— جن کی ایک بڑی تعداد ہے —— میں اسی منہج کو اختصار کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے، جب کہ موسوعات فقہیہ —— جن میں کویت، عراق اور دیگر ممالک عربیہ سے شائع ہونے والی موسوعات شامل ہیں —— میں اس نہج کو نہایت تفصیل اور انسائیکلوپیڈیائی انداز اختیار کیا گیا ہے، ان تمام تصانیف میں جو بات قابل ذکر ہے وہ یہ کہ ان میں سے اکثر کتابیں علماءِ احناف کی ہیں۔

''قاموس الفقہ'' جوابھی آپ کے ہاتھوں میں ہے، اسی سلسلہ کی ایک نمایاں کڑی ہے، اُردو کی دنیا میں اب تک اس انداز کی کوئی کتاب موجود نہیں تھی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی حفظہ اللہ نے اپنے سالہا سال کی محنت سے پانچ ضخیم جلدوں میں اس کتاب کو مرتب کیا ہے، جو اپنی نوعیت کی ہندوستان ہی نہیں بلکہ برصغیر میں پہلی لائق مبارکباد اور قابل قدر کاوش ہے، یہ کتاب کسی فقہی اصطلاح کی صرف تشریح ہی نہیں کرتی، بلکہ اس سے متعلق تمام ضروری مسائل کو حاوی اور جامع بھی ہے، کتاب میں جہاں فقہ حنفی کے مطابق مسائل ذکر کئے گئے ہیں، وہیں اہم مسائل میں فقہاء اربعہ کی آراء کا احاطہ بھی کیا گیا ہے، مسائل کے ساتھ ساتھ دلائل کے ذکر کا بھی اہتمام ملتا ہے، آسان اُسلوب، سہل پیرایۂ بیان اور بے جا تفصیل سے گریز نے اس کتاب کو ہر خاص و عام کے لئے قابل استفادہ بنادیا ہے۔

یہ کتاب جہاں اساتذۂ مدارس، ریسرچ اسکالرس، مسلم دانشوران کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے، وہیں مسلم وکلاء کے لئے بہت بڑا قانونی سرمایہ بھی، میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کو بہت ساری شروحات، فقہی ذخیروں سے بے نیاز کردینے والی اس انسائیکلوپیڈیا کی ترتیب پر مبارکباد دیتا ہوں اور دل سے دُعاء کرتا ہوں کہ مولانا موصوف کی جس طرح دوسری تصنیفات مقبول عوام وعلماء ہوئی ہیں، اسی طرح اسے بھی تمام دینی، علمی اور تحقیقی حلقوں میں سند کی حیثیت حاصل ہو اور اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے۔ واللہ هو الموفق .

۲۴/شوال ۱۴۲۵ھ

محمد قاسم مظفر پوری

(قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ، شیخ الحدیث مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ، بہار)

○ ○ ○ ○

مسلک ولی اللّٰہی کا رنگ

طوفانِ مغرب نے جب سے مسلمانوں کو مسلمان کیا ہے، مسلسل ہمہ جہت دینی بیداری اور دین کے احیاء وتجدید کی لہروں کی رفتار بڑھ رہی ہے، اس کا احیاء وتجدید کا ایک عظیم شعبہ اسلامی فقہ کی تدوینِ جدید ہے، جس میں ایک طرف تو انسانی مصالح اور مقاصدِ شریعت کی روشنی میں نئے معاشرتی وتمدنی مسائل کا فقہی حکم بیان کیا جائے اور دوسری طرف مذاقِ زمانہ کے مطابق تعبیر کی جائے، آسان وسہل ترتیب ہو، اور عقل وقلب کی تشفی کا سامان ہو، موجودہ تیز رفتار زندگی اور فکری وعملی انتشار کے زمانے میں فقہی مسائل کو اس کے قدیم طرز ترتیب (ابواب وکتب) سے ڈھونڈنا عام اہلِ دانش کے لئے مشکل واقع ہونے لگا تھا، اس صورتِ حال نے بیدار ذہن فقہاء میں فقہ کی مختلف اور نئی ترتیبوں کا رجحان پیدا کیا، جس میں سے خاص طور پر قاموسی ترتیب (حروفِ تہجی کے مطابق) ایک کامیاب تجربہ ثابت ہوا، جس کا عظیم شاہکار وہ فقہی انسائیکلوپیڈیا (الموسوعة الفقهية) ہے، جو ۴۴ ضخیم جلدوں میں ابھی مکمل ہوا ہے۔

محترم ومکرم جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اُردو میں اسی طرز وترتیب پر ''قاموس الفقہ'' کا سلسلہ ترتیب دیا ہے، جو پانچ بڑی جلدوں میں مکمل ہورہا ہے اور جس کی تیسری جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔

مولانا موصوف اپنی فقہی بصیرت اور متوازن فکر ونظر کے لئے برصغیر میں محتاجِ تعارف نہیں، ان کو یہ وراثت اپنے نامور چچا مرحوم حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب سے ملی ہے، اس کے علاوہ زیرِ نظر کتاب ان کے سلیقۂ تصنیف کی بھی آئینہ دار ہے، شستہ وسادہ زبان، باوقار علمی اُسلوب، الفاظ میں معانی کی گہرائی وآبداری اور حروفِ تہجی پر قائم آسان ترتیب، دوسری طرف اس کا ایک خاص امتیاز، نئے تمدن اور نئی معاشرت کے پیدا کئے ہوئے مسائل کا فقہی حکم ہے، جس میں مولانا کی حقیقت پسندی اور تفقہ فی الدین کی شان نمایاں نظر آتی ہے، کیا اس وقت کی رائج طریقہ دباغت سے چمڑا پاک ہوجاتا ہے؟ سگریٹ وتمباکو نوشی کا کیا حکم ہے؟ کیا مشینی ذبیحہ حلال ہے؟ سود کیا ہے؟ بینک انٹرسٹ کا کیا حکم ہے؟ کیا تجارتی وترقیاتی قرضوں پر سود حرام نہیں ہے؟ اور ہے تو کیوں؟ شیرز اور کمپنی کی زکوٰۃ اور طویل مدتی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ ان جیسے دسیوں مسائل اس جلد میں زیرِ بحث آئے ہیں۔

ان عام مسائل کے علاوہ کتاب میں بہت سے وہ سیاسی مسائل بھی آگئے ہیں جو زمانے کی تبدیلیوں نے اُمتِ مسلمہ کے سامنے کھڑے کئے ہیں، خاص طور پر مسلم اقلیتوں کا سیاسی موقف دار الامن، دار الموادعہ اور دار الحرب کے حوالے سے مظلوم اقلیتوں کا اپنے جان ومال کا دفاع وغیرہ بھی بہت سے مسائل زیرِ بحث آئے ہیں، ہندوستان اور موجودہ جمہوری حکومتوں میں مسلم اقلیتوں کے لئے مولانا نے بہت حقیقت پسندانہ سیاسی موقف پیش کیا ہے، اس سلسلہ میں عہدِ نبوی میں حبشہ کی عیسائی حکومت کے تحت ۷ ہجری تک رہنے والے

مسلمانوں کے اسوہ کی طرف اشارہ کیا ہے، جو اس مسئلہ پر سوچنے کے لئے ایک بہت اہم نکتہ ثابت ہوسکتا ہے اور اس سے بہت سے بنیادی اُصول اخذ کئے جاسکتے ہیں، شاید ایک عام فقہی کتاب میں مولانا نے اس مسئلہ پر زیادہ تفصیل مناسب نہیں سمجھی۔

کئی اُصولی مباحث مثلاً سد ذرائع اور اس کے اُصول، سبب کی تعریف واقسام وغیرہ بھی زیر بحث آئے ہیں، عدالتی احکام میں سے دعوی واُصول دعوی اور شہادت کے احکام پر بھی کلام ملتا ہے، خاص طور پر مدعی اور مدعا علیہ کی تعیین پر جو کلام کیا گیا ہے، وہ نہایت مفید ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ اسلامی عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ کی تعیین ایک نہایت بنیادی اور بسا اوقات مشکل مسئلہ ہوتا ہے۔

کتاب میں مسلک ولی اللہی کا رنگ صاف صاف جھلکتا ہے، عہد جمود میں علم فقہ کا اپنے بنیادی مآخذ (کتاب وسنت) سے تعلق غبار آلود ہونے لگا تھا، فقہاء ومحدثین میں مصنوعی دیوار حائل ہونے لگی تھی، شاہ ولی اللہؒ نے اس تعلق کو مضبوط کرنے کی تحریک کی، جو آج تک جاری ہے، فقہی مسائل پر حدیث وقرآن کے دلائل مستند حوالوں کے ساتھ جابجا ملیں گے، چوں کہ برصغیر میں مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت احناف کی ہے، اس لئے مسلک احناف پر ہی کتاب کی بنیاد ہے، مگر اس طور پر کہ ہر مسئلہ کا ماخذ بیان کردیا گیا ہے، جابجا ولی اللہی فکر کی اجتہادی شان بھی نظر آتی ہے، مثلاً جمع بین الصلاتین کے سلسلے میں صحیح روایات کی بنیاد پر جمہور کی رائے کی طرف میلان ظاہر کیا جارہا ہے، رفع یدین اور قرأت خلف الامام کے مسائل میں شدت اختیار کرنے سے منع کیا جارہا ہے، زکوۃ کے مصرف مؤلفۃ القلوب کے نسخ کو غیر مستقل مانتے ہوئے موجودہ زمانے میں اس کی امکانی تطبیق حجۃ اللہ البالغۃ سے نقل کی جارہی ہے، جو ہندوستانی مسلمانوں اور خاص طور پر ان کے قائدین کے لئے ایک غور طلب مسئلہ ہے، بدعات کے سلسلہ میں ولی اللہی حساسیت کا نمونہ آپ کو نماز کے بعد اجتماعی دُعاء کے اہتمام کے سلسلہ میں ملے گا جہاں امام شاطبی، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ کی یہ رائے ملے گی کہ اگر نماز کے بعد اجتماعی طور پر دُعاء کا التزام کیا جانے لگے تو یہ بدعت ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ یہ کتاب اُردو زبان کے فقہی ذخیرہ میں ایک گراں قدر اضافہ ہے، اُردو میں ہونے کی وجہ سے علماء، ماہرین فن اور طلبہ کے علاوہ عام اہل ذوق بھی فائدہ اٹھاسکتے ہیں اور اس کی الفبائی ترتیب ان کے لئے استفادے میں آسانی بھی پیدا کرے گی، خاص طور پر مدارس کے جدید فارغین اور منتہی درجات کے طلبہ اس کو اپنے مطالعے میں رکھیں تو بہت اچھا ہو، نیز کتاب کا اگر ہندی وانگریزی ترجمہ بھی ہو تو ایک مفید کام ہوجائے، اللہ تعالیٰ مؤلف کو جواں ہمت وباصحت رکھے اور کتاب کا فائدہ عام کرے۔

۲۰/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ

سلمان الحسینی

(دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

○ ○ ○ ○

منظوم تقریظ

قاموس الفقہ

رشحۂ قلم: مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی
(شیخ الحدیث: دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد)

قاموس فقہ ، وقت کا ہے در شاہوار — ہر آنکھ کو تھا جس کا زمانے سے انتظار
ممتاز اپنے فن میں یہ تصنیف مستطاب — جیسے کہ آسمان پہ رخشندہ آفتاب
وسعت ،عمق بھی ،ژرف نگاہی بھی واشگاف — ندرت نثار طرز ہے ، ہر بات صاف صاف
ترکیبیں چست چست ہیں ، جملے سجے سجے — اُسلوب دل نشیں ہے ، مضامیں نئے نئے
تازہ ہے اس کتاب سے دورِ سلف کی یاد — اس پر وقیع تبصرہ ، برہاں جچا تلا
ارواح خوش ہیں چاروں ائمہ کی سر بہ سر — خالدؔ ہیں ترجمانِ ائمہ عظیم تر
چودہ سو بارہ سال تھا ہجرت کا منتخب — اُردو کو جس میں مل گیا یہ گوہر عجب

یہ زین عابدیںؔ کے خلفِ رشید ہیں — خُلق و کمالِ علم میں فرد و وحید ہیں
فضلِ خدا سے فقہ پہ کامل انھیں عبور — ہر راہ کے ہیں راہ بر ، ذی فہم و ذی شعور
پیر مغان بزمِ ''سبیل السلام'' ہیں — ''دارالقضاء'' دکن کے مدار المہام ہیں
طوطیِ نغمہ ریز ہیں ، جانِ بہار ہیں — گلشن کی آبرو ہیں ، گُلِ افتخار ہیں
سرمایۂ خطابت و سحبانِ باوقار — تحریر کے دھنی ہیں ، بلاغت کے شہسوار
نورِ نظر مجاہدؔ دوراں ، ہنر میں طاق — رضوانؔ قاسمی کے ہیں ہم راز و ہم مذاق

''قاموس فقہ'' اُردو کو سوغاتِ بے مثال — تصنیف کے جلو میں مصنف بھی لازوال
شمع سبیل علم سدا ضو فشاں رہے — آبِ حیات بن کے یہ چشمہ رواں رہے

پرسوز مصطفےٰ کی دُعاء ہے یہ صبح و شام
خالدؔ میاں کا فیض ہو سارے جہاں کو عام

○ ○ ○ ○

قاموس الفقہ ــــ ایک تعارف

’’قاموس الفقہ‘‘ محض ایک کتاب نہیں بلکہ علوم اسلامی کا ایک عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا ہے،’’قاموس‘‘ کے لفظ سے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ اس میں محض فقہ کی مصطلحات کا تعارف ہوگا،لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں فقہ کی مصطلحات کے علاوہ تفسیر، حدیث، اُصولِ فقہ اور قواعد فقہ کے اصطلاحی الفاظ سے بھی اعتناء کیا گیا ہے،اور محض مصطلحات کے تعارف پر اکتفاء نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اس کے ذیلی مباحث اور متعلقات کو شرح وبسط سے پیش کیا گیا ہے۔

اس کی ترتیب میں جو طریقۂ کار ملحوظ رکھا گیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ اولاً ان الفاظ کو حروف تہجی کی ترتیب سے رکھا گیا، تا کہ قارئین کو مسائل کی تلاش میں سہولت ہو، پھر عام طور پر بحث کا آغاز اس کی لغوی واصطلاحی تعریف سے کیا گیا ہے اور اس میں فقہی حدود وقیود کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے؛ تا کہ تعریف جامع اور مانع رہے اور ہر طرح کے سقم سے محفوظ ہو، بہ طور نمونہ مؤلف کتاب کی یہ تحریر ملاحظہ ہو :

> دعویٰ کے معنی مطالبہ کے ہیں،علامہ بابرتی کا بیان ہے کہ ایسی بات جس سے انسان دوسرے پر اپنا حق واجب کرتا ہو،لغت میں ’’دعویٰ‘‘ ہے،ھی فی اللغة عبارة عن قول یقصد به الإنسان ایجاب حق علی غیره،دعویٰ کا اصطلاحی مفہوم بھی اس کے لغوی معنی سے قریب تر ہے،...... بابرتی نے لکھا ہے کہ ایسے شخص کی مجلس میں کسی حق کا مطالبہ کہ پایۂ ثبوت کو پہنچنے کی صورت وہ اپنا حق حاصل کر سکے،’’دعویٰ‘‘ ہے، ھی مطالبة حق فی مجلس من له الخلاص عند ثبوته ـــــ اس کو کسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ بعض فقہاء نے اس طرح کہا ہے: اخبار بحق للانسان علی غیره عند الحاکم،’’ایک انسان کے دوسرے پر حق کی بابت قاضی کے سامنے اطلاع دینا‘‘ ـــــ مگر غالباً بابرتی کی تعبیر دعوی کی حقیقت کے اظہار کے لئے زیادہ موزوں ہے اور یہ دوسری تعبیر دعوی کی حقیقت اور روح کے اظہار میں اس درجہ میں مفید نہیں، کیوں کہ دعوی محض اطلاع وخبر نہیں، بلکہ مطالبہ ہے اور دعوی کا تعلق خود مدعی کے حق سے ہوتا ہے، وہ کسی دوسرے انسان کے حق کی بابت اطلاع نہیں دیتا، دوسروں کے حقوق کی بابت اطلاع شہادت ہے نہ کہ دعوی۔ (قاموس الفقہ:۳/۴۲۰)

اگر کسی لفظ کا مفہوم اپنا کچھ پس منظر رکھتا ہو تو اسے بھی ذکر کرنے کا اہتمام کیا گیا، جیسے لفظ ''زمزم'' کہ اس کے ایک معنی ''باندھنے اور گھیرنے'' کے ہیں، تو چوں کہ زمزم کا چشمہ پھوٹنے کے بعد پانی پھیلنے لگا تو حضرت ہاجرہ نے مٹی سے گھیر کر پانی کا بہاؤ باندھ دیا؛ اس لئے ''زمزم'' کا نام زمزم رکھا گیا ہے، اس سلسلہ میں مؤلف کتاب یوں رقم طراز ہیں :

> عربی زبان میں اس مادہ (ز ، م ، م) میں باندھنے کے معنی بھی آتے ہیں ، جب قدرت خداوندی سے یہ چشمہ پھوٹا اور پانی پھیلنے لگا تو حضرت ہاجرہ نے چاروں طرف سے مٹی سے گھیر کر پانی کے بہاؤ کو باندھ دیا، بعض حضرات کا خیال ہے کہ اسی مناسبت سے یہ کنواں زمزم کہلایا۔

مؤلف کتاب نے موقع بہ موقع اس بات کا بھی اہتمام کیا ہے کہ کسی بھی حکم شرعی کی حکمت و مصلحت معرض تحریر میں آجائے، تا کہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ شریعت کے احکام عقل سے کس قدر ہم آہنگ ہیں؟ چنانچہ صاحب کتاب حج کی حکمت و مصلحت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :

> اسلام کی کوئی عبادت نہیں کہ جس میں تربیت اور تزکیہ نفوس کا کوئی پہلو موجود نہ ہو، اور کوئی شبہ نہیں کہ ان میں سے ایک حج بھی ہے، حج کے ذریعہ مسلمانوں کی آپسی بین اقوامی اجتماعیت، یکسانیت اور وحدت کا ظہور ہوتا ہے کہ کالے، گورے، امیر اور غریب، خوبصورت، بدصورت، عالم اور جاہل، وجیہہ و باوقار اور عامی سے عامی، مرد و عورت، مختلف علاقوں کے رہنے والے مختلف بولیوں کے بولنے والے، مختلف تہذیب و تمدن کے نمائندہ اور مختلف مزاج و مذاق کے حامل، ندائے خلیل پر لبیک کہتے ہوئے مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں حاضر ہیں، ان کے لباس کی یکسانیت بھی قابل دید ہے، مقام عبادت بھی ایک ہے، ایک ہی طرح کا عمل ہر ایک کو کرنا ہے، اور ہر زبان ایک ہی کلمۂ تلبیہ سے زمزمہ سنج ہے، عرفات کا میدان ہو یا منیٰ کا صحرا، مزدلفہ کی پہاڑیاں ہوں، یا صفا و مروہ کے درمیان کی شاہراہ اور مومن کے کعبۂ مقصود اور کعبۂ عشق و محبت کے گرد بچھا ہوا مطاف، ہر جگہ اختلاف و تفریق کی ساری دیواریں منہدم ہیں، اور اہل ایمان دوش بدوش اور قدم بہ قدم خدا کی رضا کی طلب میں مشغول ہیں، کوئی بتائے کہ اس سے بڑھ کر مساوات، برابری اور اُخوت و برادری کا بین الاقوامی اظہار اور کیا ہوگا؟
>
> حج کا دوسرا مقصد شعائر اللہ کی تعظیم اور اس سے عبرت خیزی اور نصیحت آموزی ہے، اسی کو قرآن مجید نے کہا :
>
> من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب ، (الحج : ۳۲) —— یہ شعائر اللہ کیا ہیں؟ یہ وہ

یادگاریں ہیں، جن سے خدا کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور خدا کی محبت کی آگ دلوں میں سلگتی اور قلوب کو ضیاپاش کرتی ہے، ایک بندۂ مومن جب حج کے لئے رخت سفر باندھتا ہے اور چشم و دل کھولتا ہے، تو قدم قدم پر وہ خدا کے وجود کا، اس کی رحمتوں اور عنایتوں کا، خدا پرستی اور خدا سے محبت ورضا جوئی کا، کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتا ہے، وہ جب خانہ کعبہ کے سامنے سر رکھتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے خدا کی چوکھٹ پر اس کی جبین خم ہے، غلاف کعبہ تھامتا ہے تو احساس کرتا ہے کہ گویا اس کے گنہگار ہاتھوں میں اللہ کا دامن رحمت اور دامن عفو آگیا ہے، وہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے ہوئے حضرت ہاجرہ کی بے قراری اور انابت الی اللہ کو گویا چشم سر سے دیکھتا ہے اور زمزم کے اُبلتے ہوئے چشمے میں خدا کی اس بے نیاز رحمت اور اپنے دوستوں کے ساتھ عنایات کا مشاہدہ کرتا ہے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی ابدی یادگار ہے، وہ عرفات اور مزدلفہ کے میدانوں میں اس طرح کفن پوش اور وارفتگی کی کیفیت میں سرمست اور سرشار رہتا ہے کہ گویا خدا کے عشق اور اس کی طلب نے اس کو ہر طرح کی راحت اور سامان سکون سے بے نیاز اور اس کے دل کو بے سکوں کر دیا ہے اور جمرات پر کنکری پھینکتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استقامت اور ثبات قدمی کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھتا ہے اور منی کی قربان گاہ میں بارگاہ خداوندی میں اپنی نیاز پیش کرتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بے مثال فدا کاری اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حب الٰہی اور معرفت ربانی کو گویا اپنے سامنے پاتا ہے، خدا کے راستے میں اطاعت وفرماں برداری اور قربانی وفدا کاری کی ان حرارت انگیز اور قلب صادق کے لئے نشہ خیز تاریخی یادگاروں سے بڑھ کر جن کی تعمیر انسانی جذبات رضا ووفا اور جس کی بنیاد عشق ومحبت اور قلب صادق پر ہے کون سی یادگار ہوگی؟ یہی شعائر اللہ اور آیات اللہ ہیں۔ (قاموس الفقہ: ۹۱/۳-۱۹۰)

جو مسائل اہل علم کے درمیان مختلف فیہ ہیں، ان پر تفصیل سے گفتگو کرتے ہوئے ائمہ اربعہ اور دوسرے مجتہدین کے اقوال اور ان کے دلائل بھی پیش کئے گئے ہیں، اور اس کے لئے ہر مسلک کی مستند کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، تاکہ نقل اقوال ودلائل میں کسی طرح کا سقم نہ ہو اور جو بھی بات پیش کی جائے وہ قوی اور ضعف سے خالی ہو، نیز مصنف نے ایسے بہت سے مسائل میں دلائل پیش کرنے کے بعد ان پر منصفانہ تبصرہ اور علمی جائزہ پیش کیا ہے اور یہ صاحب کتاب کی وسعت فکری ہے کہ جس مسئلہ میں فقہ حنفی کے بجائے کسی دوسرے دبستان فقہ کی بات قوت دلیل یا موجودہ حالات یا کسی اور وجہ سے مضبوط معلوم ہوئی تو اسے راجح قرار دیا ہے، چنانچہ خلع کے ایک مسئلہ کی بابت صاحب کتاب رقم طراز ہیں:

خلع سے متعلق ایک اہم بحث یہ ہے کہ اگر زوجین کے درمیان اختلاف بڑھ جائے اور اس کے حل کے لئے قاضی حکم مقرر کرے تو حکم کے کیا اختیارات ہوں گے؟ —— اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، امام ابوحنیفہ کے یہاں اس کا اختیار مکمل طور پر مرد ہی کے ہاتھ میں ہے، قاضی خود یا قاضی کی طرف سے مقرر کئے ہوئے حکم بہ طور خود عورت کو طلاق نہیں دے سکتا، اس کے برخلاف امام مالکؒ کے نزدیک قاضی زوجین کے حد سے گذرے ہوئے باہمی اختلاف کی صورت میں ایک دورکنی مصالحتی کمیٹی قائم کرے گا، جس میں بہتر ہے کہ ایک مرد کا رشتہ دار ہو اور دوسرا عورت کا، اور اتفاق کی کوئی صورت نکل آئے تو دونوں میں مصالحت کرادیں اور اگر یہ ممکن نہ ہوسکے اور دونوں کی رائے ہو کہ باہم تفریق اور علاحدگی کرادی جائے تو وہ یہ بھی کرسکتے ہیں، اس طرح کہ مرد کا رشتہ دار حکم طلاق دے اور عورت کا رشتہ دار حکم مہر معاف کردے، یا جو معاوضہ مناسب سمجھے عورت کو اس کی ادائیگی کا پابند کرے، اور دونوں میں تفریق ہوجائے —— (مؤلف کتاب نے اس کے بعد دونوں فریق کے دلائل پیش کئے ہیں، اور آخر میں اس طرح تبصرہ کیا ''شاہد'') —— ان ہی وجوہ کی بنا پر واقعہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالکؒ کی رائے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے اور یہی اکثر فقہاء اوزاعی، اسحاق، شعبی، نخعی، طاؤس، ابوسلمہ، ابراہیم، مجاہد اور امام شافعی کی ہے اور صحابہ میں حضرت علی، حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک نقل کیا گیا ہے، یہ چند سطریں اس لئے لکھی گئی ہیں کہ علماء کرام اور ارباب افتاء موجودہ حالات کے تناظر میں اس پر غور کریں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔ (قاموس الفقہ: ۳۶۸۳)

تاہم ایسے مقامات کچھ زیادہ نہیں ہیں، مؤلف نے عام طور پر فقہ حنفی کے مسائل کو دلائل کی روشنی میں راجح قرار دیا ہے، اسی لئے دوسرے مسالک کے مقابلہ احناف کے دلائل کچھ زیادہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

فقہ حنفی پر عام اعتراض ایک یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں عقلی دلائل اور قیاس سے زیادہ استفادہ کیا گیا ہے اور جہاں نقلی دلائل ہیں بھی تو ضعیف احادیث کی کثرت ہے، اس لئے مؤلف کتاب نے دلیل پیش کرتے ہوئے پہلے آیات قرآنی اور پھر احادیث نبویہ پیش کرنے کا خوب اہتمام کیا ہے اور بعد میں عقلی دلائل بھی تحریر کئے ہیں، تاکہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہو اور معترضین کو اندازہ ہوسکے کہ احناف کے مسائل نصوص سے کس قدر قریب اور ہم آہنگ ہیں۔

یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں کہ فروعی مسائل میں مجتہدین کرام کا اچھا خاصا اختلاف ہے، چنانچہ بعض مرتبہ ایک مسئلہ میں چاروں دبستان فقہ کا الگ الگ قول ہوتا ہے اور کبھی ایک ہی دبستان فقہ کے محققین اور فقہاء کا آپس میں اختلاف ہوتا ہے، اس طرح ایک ہی

مسلک میں ایک مسئلہ کی بابت چند اقوال منقول ہوتے ہیں، ایسے مقامات پر مؤلف کتاب نے عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے ہر مسلک کے قول راجح کو پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

سائنس وٹکنالوجی کے اس انقلابی دور میں بہت سے ایسے مسائل پیدا ہو گئے ہیں جن کا چند سال پہلے تصور بھی نہیں تھا، اس لئے بعض مسائل کا حکم قرآن وحدیث اور فقہاء کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ نہیں ملتا، صاحب کتاب نے ایسے مسائل کے احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے، اور قرآن وسنت اور مسلمہ اُصول وقواعد اور اقوال فقہاء کی روشنی میں ایک گونہ اجتہاد سے کام لیتے ہوئے اس کا حکم بھی بیان کیا ہے —— یہ مؤلف کتاب کا ایک عظیم کارنامہ ہے جس نے اس کتاب کی اہمیت وافادیت کو دوچند کر دیا ہے۔

اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ شریعت مطہرہ کے بعض احکام پر مستشرقین اعتراض کرتے ہیں، اور اس کے ذریعہ اسلام کو بدنام کرنے کی مذموم کوششیں کرتے ہیں، جیسے جزیہ، جہاد، پردہ وغیرہ، بلکہ بعض مسائل پر تو نام نہاد مسلمانوں کو بھی اطمینان نہیں ہے، جیسے پوتا اپنے چچا کی موجودگی میں دادا کی میراث سے محروم ہوتے ہیں —— اس طرح کے مسائل میں شبہات واعتراضات کو ملحوظ رکھتے ہوئے تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور ان شبہات کا مسکت، مدلل اور مثبت جواب دیا گیا ہے۔

اس کتاب میں ایمانیات سے متعلق مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں، جو عقائد، ایمان واسلام، کفر وبدعت وغیرہ جیسے ابواب پر مشتمل ہیں، اس کے ساتھ ساتھ فرق باطلہ جیسے قدریہ، جبریہ، معتزلہ، مسیحیت، قادیانیت وغیرہ کا تعارف اور ان کا شرعی حکم بھی پیش کیا گیا ہے۔

اسی طرح اس میں اُصول تفسیر اور اس کی مبادیات بھی ہیں، اور حسب موقع بعض آیات قرآنی کی تفسیر بھی، اور جگہ بہ جگہ ان احادیث پر بھی گفتگو کی گئی ہے جو کسی مسئلہ میں بہ طور دلیل آئی ہیں —— نیز کتاب کا ایک معتد بہ حصہ اصول وقواعد فقہ سے بھی متعلق ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اصول وقواعد فقہ سے متعلق مشہور تمام بحثیں آگئی ہیں، چنانچہ اس میں جہاں حکم وحاکم وغیرہ کی بحث ہے وہیں متفق علیہ اور مختلف فیہ ادلہ شرعیہ کو بھی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے، بلکہ بعض ایسے بھی مباحث ہیں، جو بہت سے کتب اصول میں شامل نہیں ہیں، جیسے اُصول افتاء، تقلید، اجتہاد، وغیرہ۔

شریعت کا جو حکم کوئی خاص پس منظر اور کچھ تاریخی پہلو رکھتا ہو تو اسے خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے، مثال کے طور پر اذان کہ اس کی مشروعیت ایک خاص پس منظر میں ہوئی ہے، وہ پس منظر کیا ہے؟ وہ خود مصنف کے الفاظ میں ملاحظہ ہو :

> اذان کی ابتداء کا واقعہ بھی دلچسپ ہے، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے، مسلمانوں کے لئے نماز باجماعت کا اہتمام نہ رہا، اس لئے کہ اس وقت یہ مٹھی بھر مسلمان کفار مکہ کے ساتھ جس کشمکش سے دوچار تھے، اور جیسی کچھ انسانیت سوز حرکتیں ان اہل ایمان کے ساتھ روا رکھی جارہی تھیں، ان حالات میں یہ بات ممکن بھی نہیں تھی، مدینہ آنے کے بعد جب کھلی فضاء میسر آئی تو نماز جماعت سے مسجد میں ادا کی جانے لگی۔

پھر ہر نماز کے لئے جو طویل وقت اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے مقرر فرمایا، اس کے تحت یہ بات بہت دشوار تھی کہ تمام لوگ ایک ہی وقت میں جمع ہو جائیں، ابتداء میں آبادی سمٹی ہوئی تھی، یکے بعد دیگرے لوگ جمع ہو جاتے اور نماز ادا کر لی جاتی، پھر جوں جوں آبادی کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی، اس کی دشواری محسوس کی جانے لگی، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں اجلۂ صحابہ سے مشاورت کی، اس زمانہ کے دیگر مذاہب کے مروجہ طریقہ کے مطابق کسی نے آگ جلانے، کسی نے ناقوس بجانے، کسی نے گھنٹہ بجانے اور حضرت عمر ﷺ نے ایک شخص کو گھر گھر جا کر جماعت قائم کرنے کی اطلاع دینے کا مشورہ دیا، چوں کہ اس آخر الذکر مشورہ میں بہ مقابلہ دوسرے مذاہب کے اسلام کا ایک امتیازی طریقہ قائم ہوسکتا تھا، غالبًا اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسل نے اس کو ترجیح دی اور حضرت بلال اس کام پر مامور کر دیے گئے۔

مگر اس میں ایک تو حضرت بلال کو پانچ وقت پورے مدینہ کا طواف کرنا پڑتا تھا، دوسرے پہلے جن کو اطلاع ملتی تھی وہ پہلے آجاتے، اور آبادی کے آخری حصہ کے لوگوں کو آخر میں اطلاع ملتی اور وہ بہت بعد کو پہنچتے، اس طرح انتظار بہت طویل ہو جاتا تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غالبًا ناقوس کی طرف رجحان ہوا جو عیسائیوں کا طریقہ تھا، اور جو مسلمانوں کے لئے نسبتاً نرم گوشہ رکھتے تھے۔

اسی دوران حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے خواب میں دیکھا کہ انھوں نے ایک شخص سے نماز کی اطلاع دینے کے لئے ناقوس خرید کرنا چاہا، اس نے کہا میں اس سے اچھی چیز نہ بتاؤں، جواب ملا: کیوں نہیں؛ اب انھوں نے کلمات سکھائے، حضرت عبداللہ بن زید کو یہ کلمات نیند میں ذہن نشیں ہو گئے، صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا خواب نقل کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سچا خواب قرار دیا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے جن کی آواز بلند تھی، اذان کہلائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آواز سنی تو اس عجلت سے دوڑتے ہوئے خدمت قدسی میں حاضر ہوئے کہ چادر زمین پر گھسیٹی جارہی تھی، اور عرض کیا کہ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے، اس طرح اذان کی ابتداء ہوئی......۔(قاموس الفقہ:۲/۲۵)

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس کتاب کا مقدمہ انتہائی معلومات افزاء ہے، جو ۸۹؍صفحات پر مشتمل ہے، اس میں مؤلف نے

ابتداء میں مذہب اسلام کے توازن واعتدال، عقل وحکمت سے اس کی مطابقت، فطرت انسانی سے ہم آہنگی اوراس کی جامعیت و ابدیت پر روشنی ڈالی ہے، پھر قانون شریعت کے مصادر جیسے قرآن وسنت، اجماع، قیاس، قول صحابی، شرائع ماقبل نیز اسباب اختلاف مجتہدین کوشرح وبسط سے بیان کیا ہے، اسی طرح فقہ کا مفہوم اوراس کا دائرہ، فقہ کی تدوین عہد بہ عہد پھر ہرعہد کے مشہور اہل علم کا تذکرہ بالخصوص چاروں دبستان فقہ کے اہم فقہاء کے مختصر حالات بھی اس مقدمہ میں شامل ہیں، نیز عہد جدید میں فقہ پر کس نوعیت کی خدمات ہوئی ہیں؟ انھیں بھی بڑی عمدگی سے پیش کیا گیا ہے، اسی طرح چاروں دبستان فقہ کے فقہاء اور کتابوں کے طبقات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

مؤلف نے ایک اہم کام یہ بھی کیا ہے کہ ادب قضاء، محکمۂ احتساب، نظام حکومت، اختلاف فقہاء، قواعد فقہ، فقہی اصطلاحات، طبقات رجال اور تاریخ فقہ جیسے موضوعات سے متعلق اہم کتابوں کا مختصر تعارف بھی پیش کیا ہے، جو چاروں دبستانِ فقہ سے متعلق ہیں ——اس لئے حقیقت یہ ہے کہ یہ مقدمہ اپنی اہمیت وافادیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔

اصل کتاب کے آغاز سے پہلے مؤلف نے حروف تہجی کی ترتیب سے الفاظ اصطلاحیہ کی اصطلاحی تعریف بھی پیش کی ہے، تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ کون لفظ اصطلاحی ہے؟ اور وہ کیا مفہوم رکھتا ہے؟ اس طرح قارئین منشاء کے مطابق مسائل کو آسانی سے تلاش کرسکیں گے، مزید ایک سہولت یہ بھی ہے کہ گو کہ یہ کتاب حروف تہجی کی ترتیب سے ہے، لیکن پانچویں جلد کے آخر میں مؤلف نے تفصیلی اشاریہ بھی تحریر کیا ہے جو فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق ہے، تاکہ مطالعہ کنندگان بہ یک نگاہ اندازہ لگاسکیں کہ اس باب میں کیا کیا مسائل زیر بحث آئے ہیں، اور وہ کن جلدوں اور کن الفاظ کے تحت ہیں؟

اس کتاب کا ایک امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ اس کا اُسلوب بیان سادہ، آسان مگر سلیس ہے، گو کہ فقہی مسائل میں اس کو ملحوظ رکھنا مشکل سمجھا جاتا ہے، لیکن مصنف کے ذوق ادب نے یہاں بھی ادب کی ضیاء پاشی کی ہے، اس لئے کتاب آسان فہم ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ بھی ہے۔

اس سلسلہ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو جو مؤلف نے ''دُعاء'' کے ذیل میں رقم فرمایا ہے :

> دنیا میں انسان کا وجود سب سے محتاج وجود ہے، وہ سورج کی حرارت اور تپش کا محتاج ہے، اسے چاند کی خنکی اوراس کے ذریعہ ہونے والی موسم کی تبدیلیوں کی ضرورت ہے، ہواؤں کے بغیر وہ ایک لمحہ زندہ نہیں رہ سکتا، پانی نہ ہو تو پیاس اس کے لئے پیام اجل بن جائے، غذا اور خوراک اس کے لئے قوام حیات ہے، بے ترتیب جنگلات اس کے لئے مناسب ماحول فراہم کرتے ہیں، بادل اپنی گود میں پانی بھر بھر کر نہ لائے تو کھیت بنجر بن جائیں اور پانی کے سوتے خشک ہو کر رہ جائیں، مویشی اور چوپائے اس کے لئے بار برداری کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ اس کی غذائی ضرورت بھی ہیں اور وہ سانپ کے زہر سے بھی مستغنی نہیں کہ وہ اپنی بہت سی

بیماریوں کے علاج کے لئے اسی پر انحصار کرتا ہے، پس غور کرو کہ انسان کس طرح شبنم کے ایک قطرہ سے لے کر کائنات کی عظیم سے عظیم تر چیزوں کا محتاج ہے، لیکن کائنات کے اس وسیع نظام کو کہیں انسان کی حاجت نہیں۔

اس محتاج انسان کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اسی قدر قادر مطلق ذات کا وجود ضروری ہے جس کے ایک اشارہ پر کائنات متحرک رہتی ہے، جس کے حکم سے مہر وماہ ان لوگوں کے لئے اپنی آنکھوں کو جلاتا اور پاؤں کو تھکاتا ہو، جن سے اس کا کوئی نفع ونقصان متعلق نہیں، یہ ذات خالق کائنات کی ہے، جس کے خزانۂ قدرت میں ہر چیز اتھاہ اور بے پناہ ہے، پس محتاج مطلق کا قادر مطلق کے سامنے ہاتھ پھیلانا ''دُعاء'' ہے، انسان قول وعمل سے ناگواری کا اظہار نہ کرے تو سوال وطلب پر کم سے کم دل میں گرانی محسوس کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ یہ سوال ہی اس کو سب سے زیادہ محبوب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لیس شئ اکرم علی اللہ من الدعاء'' (اور اس کی شانِ کریمی یہ ہے کہ دست سوالکو خالی واپس کرتے ہوئے حیا کرتا ہے)، اسی لئے بندۂ کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعاء کی خاص ترغیب دی اور اس کو عبادت کا مغز قرار دیا: ''الدعاء مخ العبادۃ''۔ (قاموس الفقہ:۳/۱۱-۴۱۰)

حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر نہ صرف اُردو زبان میں ہونے کی وجہ سے منفرد ہے، بلکہ اندازۂ تحریر، اُسلوب بیان، نئے مسائل پر بحث کا خصوصی اہتمام، اختلاف فقہاء اور ہر ایک کی دلیل کا خصوصی ذکر، احکام کی مصلحت، اسلام پر ہونے والے شبہات و اعتراضات، فرقۂ باطلہ کا تعارف اور ان کا حکم، ایمانیات کی باتیں، تحقیقی مضامین تحریر کرتے ہوئے مراجع کا اہتمام، اُصولی مسائل پر خصوصی گفتگو، دلائل میں قرآن وحدیث سے خاص اعتناء وغیرہ کی وجہ سے بے مثال ہے —— ان سب خصوصیات کے ساتھ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صاحب کتاب نے یہ کوشش کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ الفاظ زیر بحث آجائیں تاکہ یہ علمی وتحقیقی گلدستہ کیفاً اور کماً ہر دو اعتبار سے بھرپور ہو، چنانچہ اس مجموعہ میں جن الفاظ پر گفتگو کی گئی ہے ان کی تعداد ایک ہزار ایک سو چون ہے اور ان الفاظ کے تحت مذکور مسائل پر جو عناوین لگائے گئے ہیں ان کی تعداد دو ہزار آٹھ سو چھیالیس ہے اور ایک محتاط اندازہ کے مطابق پوری کتاب میں مسائل کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے اور جن کتب ومراجع سے متعین طور پر استفادہ کیا گیا ہے اور حوالہ دیا گیا ہے، ان کی تعداد ۴۴۶ ہے۔

اس عظیم کتاب کے بارے میں ہمارے بزرگ اساتذہ اور علماء نے جو رائیں قائم کی ہیں انھیں بھی ایک دو جملوں میں قارئین کے گوش گذار کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بھی ان کے لئے دلچسپی کا سامان ہوگا:

- یہ کتاب مکمل ہونے کے بعد انشاء اللہ بڑی مفید اور اپنے موضوع پر منفرد ہوگی، جس میں مصنف کی وسعت مطالعہ، دقتِ نظر، ذہانت، مسائلِ حاضرہ سے واقفیت اور ان کے حل

کی مخلصانہ فکر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ نمایاں ہے۔

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ و سابق صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ)

○ اہم ترین موضوع تک مصنف محترم کی ذہنی رسائی اور پھر اس کے حق واقعی کی ادائیگی ''من یرد اللہ بہ خیراً یفقهه في الدين'' کا مصداق نہ صرف قرار واقعی ہی ہے، بلکہ موضوع تصنیف اور نفس تصنیف کا ملہم من اللہ ہونا بھی یقینی محسوس ہوتا ہے۔

(حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم، مہتمم دار العلوم وقف دیوبند)

○ مسرت ہے کہ قاسمی برادری کے رکن رکین عزیز م محترم و مکرم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے جن کی صلاحیتیں ہم ایسوں کے لئے قابل رشک اور اُمت مرحومہ کے لئے لائق فخر ہیں، پانچ ضخیم مجلدات میں اس کارنامے کو انجام تک پہنچایا۔

(حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری، شیخ الحدیث دار العلوم وقف دیوبند)

○ میں ان کے اس کام کو ایک عظیم علمی کام اور شائقین علم فقہ کے لئے ایک بہت مفید تحفہ شمار کرتا ہوں۔ (حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ و صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ)

○ سچ پوچھئے تو یہ کتاب علم الفقہ کی جیتی جاگتی انسائیکلو پیڈیا ہے، اور یقین ہے کہ یہ کتاب بہت ساری کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے گی۔

(حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی صاحب دامت برکاتہم، سینئر مفتی: دار العلوم دیوبند)

○ آج کل اس قسم کے کام اکیڈمیوں کے کرنے کے سمجھے جاتے ہیں، لیکن مولانا نے تن تنہا اس عظیم کام کا بیڑا اُٹھایا ہے، اس سلسلہ میں ان کی ہمت اور محنت قابل داد ہے۔ (حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم، نائب مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم کراچی و سابق جسٹس وفاقی شریعہ کورٹ، پاکستان)

○ اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا موصوف نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

(حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب دامت برکاتہم، امیر شریعت بہار و اڑیسہ و جھارکھنڈ)

○ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اُردو میں یہ کام ایسا انجام دیا ہے کہ جو کام ایک انجمن کا ہے۔ (حضرت مولانا محمد نعمت اللہ صاحب دامت برکاتہم، استاذ حدیث دار العلوم دیوبند)

○ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا قلم بڑا معتدل اور متوازن ہے...... ان کی بحث تعصب اور جذباتیت سے پاک ہوتی ہے۔

(حضرت مولانا جلال الدین عمری صاحب دامت برکاتہم، امیر جماعت اسلامی ہند)

○ مطالعہ پر دل سے دُعا نکلی ''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ''۔

(حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

○ ''قاموس الفقہ'' مولانائے محترم کی شاہکار تصنیف ہے،...... میں مولانائے محترم کو اس عظیم کارنامے پر بہ صمیم قلب مبارکباد دیتا ہوں۔

(حضرت مولانا مفتی اشرف علی باقوی صاحب دامت برکاتہم، ناظم جامعہ سبیل الرشاد بنگلور)

○ میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کو بہت ساری شروحات اور فقہی کتابوں سے بے نیاز کردینے والی اس انسائیکلو پیڈیا کی ترتیب پر مبارکباد دیتا ہوں۔

(حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوری دامت برکاتہم، قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ سوپول، دربھنگہ بہار)

○ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جو صاحب تصانیف کثیرہ ہیں اور زیر نظر کتاب ''قاموس الفقہ'' کے مؤلف ہیں، اس عظیم تالیف کی تقریظ کے لئے مجھ خاکسار سے خواہش کی جو مولانا کی اعلیٰ ظرفی اور فطری انکساری وتواضع کی دلیل ہے۔

(حضرت مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقل دامت برکاتہم، امیر ملت اسلامیہ آندھرا پردیش)

○ اُردو داں، علم دوست طبقے اور مدارس کے طلبہ نیز ہم جیسے کام کرنے والے کے لئے بہ سہولت استفادہ کا موقع فراہم کیا۔

(حضرت مولانا محمد عبید اللہ اسعدی صاحب دامت برکاتہم، شیخ الحدیث جامعہ عربیہ، ہتھورا باندہ)

○ ''قاموس الفقہ'' اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے،...... یہ کتاب تو ہر دارالافتاء، ہر لائبریری، ہر دینی ادارہ، ہر مسلم گھر میں، بلکہ ہر صاحب علم اور ذی شعور کے پاس ہونی چاہئے۔

(جناب مولانا مفتی محمد جنید عالم ندوی قاسمی، صدر مفتی امارت شرعیہ بہار واڑیسہ وجھارکھنڈ، پھلواری شریف پٹنہ)

○ انشاء اللہ ''قاموس الفقہ'' کی اشاعت سے اُردو کے فقہی ذخیرہ میں گراں قدر اضافہ ہوگا۔

(حضرت مولانا عتیق احمد بستوی دامت برکاتہم، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

○ اس کتاب کی حیثیت...... ایک مختصر فقہی انسائیکلو پیڈیا کی ہوگئی ہے۔

(حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی دامت برکاتہم، نائب صدر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

- مجموعی طور پر کتاب اُردو زبان کے فقہی ذخیرہ میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

(حضرت مولانا سلمان الحسینی دامت برکاتہم، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

- ماشاء اللہ کتاب اسم با مسمیٰ ہے، اور مصطلحات فقہیہ ودینیہ اور احکام شرعیہ کا عظیم سمندر ہے، جس کو اُردو زبان کا فقہی انسائیکلو پیڈیا کہنا غلط نہ ہوگا۔

(حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی دامت برکاتہم، گجرات)

- ''قاموس الفقہ'' اُردو زبان میں فقہ اسلامی کی ایک عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا ہے۔

(حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب دامت برکاتہم مہتمم: جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر)

- ''دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے، ہزاروں صفحات کا عطر ایک پورے کتب خانہ کا لب لباب اور توازن اور اعتدال کا علمی سفر میں ہم رکاب۔

(محترم جناب پروفیسر محسن عثمانی ندوی دامت برکاتہم، صدر شعبۂ عربی: سیفل، حیدرآباد)

- ''قاموس الفقہ، وقت کا ہے در شاہوار   ہر آنکھ کو تھا جس کا زمانے سے انتظار''

(حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی صاحب دامت برکاتہم، شیخ الحدیث: دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد)

شاہد علی قاسمی

(استاذ: المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

○ ○ ○ ○

حرفِ چند — صاحبِ کتاب کے بارے میں

''قاموس الفقہ'' کی کمپوزنگ آخری مرحلہ میں ہے، خدا کرے یہ جلد سے جلد چھپے اور اہل ذوق و اصحابِ نظر کی سیری کا سامان بنے، یہ کتاب کام نہیں بلکہ کارنامہ ہے اور ایک شخص کے ذریعہ ایک جماعت کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے، مصنف کتاب سے میرا اور میرے جیسے بہت سے رفقاء کا تعلق ایسا رہا ہے جیسے اولاد کا اپنے باپ سے، بلکہ بعض پہلوؤں سے شاید اس سے بھی بڑھ کر، اس مبارک موقع پر ہم لوگوں کی خواہش تھی کہ چند سطریں مصنف گرامی کے احوال وافکار کے بارے میں بھی آجائیں؛ کہ یوں تو مصنف کے تعارف کے لئے ان کی فکر انگیز کتابیں ہی کافی ہیں، لیکن جن لوگوں نے حضرت الاستاذ کو قریب سے دیکھا ہے، ان کی صحبتوں سے فائدہ اُٹھایا ہے، اور ان کے کام کرنے، کام لینے اور مٹی کو پارس بنانے کا خاص ڈھنگ دیکھا ہے، انھیں اس کا خوب احساس ہے کہ آپ کی ذات تدریس وتربیت کا کام کرنے والوں کے لئے بہترین نمونہ ہے اور اگر یہ دل ودماغ کے صفحات سے کاغذ کے صفحات پر منتقل ہوجائیں تو علم وتحقیق اور تربیت وتدریب کی راہ کے مسافروں کے لئے بہترین سوغات ہے، اسی پس منظر میں راقم الحروف نے حضرت الاستاذ سے ان سطور کے لکھنے کی اجازت چاہی اور آپ نے کسی قدر پس وپیش اور تردد کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت الاستاذ کا اسم گرامی خالد سیف اللہ، تاریخی نام نورخورشید، جائے پیدائش قاضی محلہ، جالہ، ضلع دربھنگہ (بہار) ۴ر جمادی الاولی ۱۳۷۶ھ م نومبر ۱۹۵۶ء کو پیدائش، آپ کا خاندان ایک علمی خاندان ہے، آپ کا علاقہ علاء الدین خلجی کے زمانہ میں فتح ہوا اور مسلم مملکت کا حصہ بنا، اسی وقت اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ قاضی مقرر ہوئے، آپ کے دادا حضرت مولانا عبدالاحد صاحبؒ اپنے عہد کے بڑے علماء میں تھے، دارالعلوم دیوبند سے امتیاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی، مدرسہ احمدیہ مدھوبنی میں شیخ الحدیث رہے، بہار میں آپ کے بہت سے تلامذہ ابھی بھی باحیات ہیں، اور آپ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حکیم زین العابدینؒ تھے، جنھوں نے علالت کے سبب زیادہ تر اپنے والد ہی سے کسبِ فیض کیا، کئی رسائل آپ کے طبع ہو چکے ہیں اور احادیث کا ایک مجموعہ تشنۂ طبع ہے، آپ کے چچا حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی (جن کو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہوئے کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے) تھے، جن کے علم وتفقہ کا شہرہ آج بھی عرب وعجم میں ہے، جو نائب امیر شریعت بہار واڑیسہ وجھارکھنڈ اور صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ رہنے کے علاوہ کتنی ہی تنظیموں اور اداروں اور درسگاہوں کے مؤسس، سربراہ یا رکن رکین تھے اور جدہ فقہ اکیڈمی نیز رابطہ عالم اسلامی کی فقہ اکیڈمی نے بھی آپ کو اپنا رکن منتخب کیا تھا، آپ کا ننیہالی خاندان بہار کے ایک مردِ حق آگاہ مولانا بشارت کریم گڑھولوی سے وابستہ تھا، اور آپ کے سسرالی خاندان کے مورث اعلیٰ ملا سید محمد علیؒ ہیں، جو ملا سیسو کے نام سے جانے جاتے تھے، سید احمد شہیدؒ کی تحریک میں

شریک تھے اور معرکۂ بالاکوٹ کے بعد ہجرت کرکے بہار آئے تھے، بہار کے بڑے علاقہ میں آپ کے ذریعہ اصلاح کا کام ہوا ہے۔

حضرت الاستاذ نے قرآن مجید اور ابتدائی اُردو وغیرہ کی تعلیم اپنی دادی، والدہ اور پھوپھا مولانا وجیہ احمد مرحوم سے حاصل کی، فارسی اور عربی زبان کی ابتدائی کتابیں والد ماجد سے پڑھیں، نیز ایک دو سال مدرسہ قاسم العلوم حسینیہ دوگھرا (ضلع دربھنگہ) میں بھی زیر تعلیم رہے، یہاں حضرت مولانا عبدالحمید قاسمی (نیپال) آپ کے خاص استاذ تھے، متوسطات سے دورۂ حدیث تک جامعہ رحمانی مونگیر میں کسب فیض کیا، جہاں امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ کی آپ پر خصوصی شفقت تھی، یہاں آپ نے حضرت مولانا سید شمس الحق صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث جامعہ رحمانی مونگیر)، حضرت مولانا اکرام علی صاحب (حال شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات)، حضرت مولانا حسیب الرحمٰن صاحب (حال شیخ الحدیث دارالعلوم حیدرآباد)، حضرت مولانا فضل الرحمٰن قاسمی (حال نائب شیخ الحدیث دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد) اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن رحمانی (حال شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بھٹکل) نیز دوسرے کہنہ مشق مدرسین سے استفادہ کیا۔

مونگیر کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے اور یہاں دوبارہ دورۂ حدیث کیا، بخاری جلد اول حضرت مولانا شریف حسین دیوبندیؒ اور جلد ثانی حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے پڑھی، ان کے علاوہ حضرت مولانا محمد حسین بہاریؒ، حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ، حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب (موجودہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)، حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحبؒ، حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری (شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند)، حضرت مولانا محمد نعیم صاحب (دارالعلوم وقف دیوبند) اور حضرت مولانا محمد سالم صاحب (مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) سے بھی کتب حدیث پڑھنے کا موقع ملا، دیوبند سے فراغت کے بعد دو سال امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں رہے اور یہیں قضاء و افتاء کی تربیت حاصل کی، یہاں آپ کو حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ سے استفادہ کا خصوصی موقع ملا اور تربیت قضا میں آپ نے محترم جناب محمد شفیع صاحب پھلواروی مرحوم سے بھی بہت نفع اُٹھایا جو حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ کے وقت سے قضاء کی خدمت کر رہے تھے۔

مولانا کے درس میں موقع بہ موقع اور جستہ جستہ اپنے اساتذہ کا ذکر آتا رہتا ہے، اور یہ نہایت توقیر و احترام کے ساتھ ہوتا ہے، آپ اپنے اساتذہ کے کمزور پہلوؤں کے ذکر سے گریز کرتے ہیں، ہم لوگوں نے خود مولانا کے اساتذہ کو بھی ان کا مداح پایا ہے، ہم لوگوں نے دیکھا ہے کہ اب بھی آپ اپنے اساتذہ کا اس قدر احترام کرتے ہیں اور ان کی جوتیاں سیدھی کرتے ہیں کہ آج کل جو طلبہ زیر تعلیم رہتے ہیں، وہ بھی ایسا نہیں کرتے، شاید اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ کے قلوب میں آپ کی بے حد محبت و توقیر ہوتی ہے، اور ان کے قلوب آپ کے لئے جذبۂ جاں نثاری سے معمور ہوتے ہیں۔

حضرت الاستاذ کی تدریسی زندگی کا آغاز حیدرآباد سے ہی ہوا، آپ حضرت مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقل امیر امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش کی دعوت پر شوال ۱۳۹۷ھ میں دارالعلوم حیدرآباد تشریف لائے، اس وقت یہ دارالعلوم ایک معمولی سی خستہ حال

عمارت میں قائم تھا اور شرح جامی تک تعلیم تھی، چنانچہ اس سال رحمت عالم، شرح مأتہ عامل، قدوری اور شرح تہذیب وغیرہ کے اسباق آپ سے متعلق ہوئے اور ابتداہی میں آپ نے ایک کامیاب اور طلبہ کے دل میں گھر میں کر لینے والے استاذ کی حیثیت حاصل کر لی، مگر ماحول کی اجنبیت کی وجہ سے یہاں آپ کی طبیعت نہیں لگی، اور حضرت مولانا عاقل صاحب کی اجازت سے شعبان ۱۳۹۸ھ میں سال پورا کر کے دارالعلوم سبیل السلام منتقل ہو گئے، الحاج سید ضیاء الرحمٰن صاحب مرحوم صدر دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد کی دعوت و اصرار اور حضرت مولانا محمد رضوان القاسمی کی تائید آپ کے دارالعلوم سبیل السلام آنے کا باعث ہوئی، شوال ۱۳۹۹ھ میں آپ اس درسگاہ کے صدر مدرس بنائے گئے اور شعبان ۱۴۲۰ھ تک آپ یہیں درس اور تعلیمی و تربیتی انتظام و انصرام کی خدمت کرتے رہے اور دوسرے انتظامی اُمور میں بھی مولانا محمد رضوان صاحب کا دست و بازو بن کر کام کیا۔

قریب ۲۲/ سال کے طویل عرصہ میں آپ نے رحمت عالم سے بخاری شریف تک درس نظامی کی قریب قریب تمام کتابوں اور تمام فنون کے درس دیئے، شوال ۱۴۰۹ھ میں آپ کی تحریک پر تخصص فی الفقہ کا شعبہ قائم ہوا، اس کے نصاب و نظام کی تشکیل اور اس کی علمی صورت گری آپ نے ایسی لیاقت اور محنت کے ساتھ کی کہ اس نے پورے ملک میں شہرت حاصل کر لی اور اس اعتبار سے سبیل السلام فضلاء مدارس کا مرجع بن گیا، پھر دعوہ اور ادب میں تخصص کے شعبے قائم ہوئے، ہم لوگ شعبہ فقہ میں آپ سے استفادہ کے لئے یہیں حاضر ہوئے، مجھے یاد ہے کہ اس زمانہ میں صبح سے عشاء تک آپ کا مدرسہ میں قیام رہتا، تعلیمی اور غیر تعلیمی مسائل میں ایک ایک جز کی آپ کو فکر ہوتی اور ہر مشکل کو اپنے ناخن تدبیر سے حل کرتے، سبیل السلام میں جب دورہ کا آغاز ہوا تو اونچی جماعتوں کے طلبہ دیوبند وغیرہ سے لائے جاتے تھے، اور وہ اکثر طالب کے بجائے مطلوب بن کر آتے تھے، مولانا کو یہ کیفیت بہت ناپسند تھی، آپ نے اپنی محنت کے ذریعہ تعلیم و تربیت کے نظام کو اتنا پُرکشش بنا دیا کہ طلبہ کو لانے کی حاجت ختم ہوگئی اور خود ہی جوق در جوق طلبہ شعبہ عربی کے لئے آنے لگے۔

شعبان ۱۴۲۰ھ میں آپ نے دارالعلوم سبیل السلام سے مستعفی ہو کر فضلاء مدارس کی تربیت کے لئے ایک مستقل ادارہ ''المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد'' قائم فرمایا، جس میں چھ سات اسباق آپ سے متعلق ہیں، نیز دارالعلوم حیدرآباد کی انتظامیہ کے اصرار پر ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ سے ۱۴۲۲ھ تک وہاں آپ ترمذی شریف کا درس دینے کے علاوہ صدر شعبہ تخصصات کے فرائض بھی انجام دیتے رہے، بعد میں اشغال کی کثرت کے باعث دارالعلوم کی جزوی خدمت سے سبک دوش ہو گئے، اس طرح تدریس گویا مولانا کی زندگی کا مشن ہے۔

آپ کے درس کا خاص نہج ہے، درس خواہ کسی کتاب اور مضمون کا ہو، مولانا اس کی تعلیم میں ایک خاص طرح کی ندرت پیدا کر دیتے ہیں، اور عملی طور پر طلبہ کو حلِ کتاب میں شریک کر لیتے ہیں، اسی لئے آپ کا درس بہت پُرکشش ہوتا ہے اور طلبہ ہمہ تن متوجہ ہوتے ہیں، میں نے آپ سے ہدایہ ثانی پڑھی، مولانا اس میں چند مسائل کو سامنے رکھ کر ایک قاعدہ بیان کرتے، پھر اس قاعدہ پر

جزئیات کو منطبق کرتے، کبھی کسی مسئلہ کے اور پہلو بیان کر کے طلبہ کے ذہن میں سوال اُبھار دیتے، اور پھر باری باری ہر ایک سے جواب کے طالب ہوتے، اخیر میں مصنف کے جواب کو اس قوت و وضاحت کے ساتھ بیان کرتے کہ ذہن کی ساری گتھیاں سلجھ جاتیں، اس سے بڑا فائدہ ہوتا اور طلبہ سوال کا آخری حل سننے کے لئے ہمہ تن گوش رہتے۔

''الاشباہ والنظائر'' آپ نے سالہا سال پڑھائی ہے اور اس پر تعلیق کا کام بھی کیا ہے جو ابھی تشنۂ طبع ہے، بہ ظاہر یہ ایک کتاب کا درس ہوتا، لیکن عملاً طلبہ کو کتنی ہی کتابوں سے استفادہ کا موقع ملتا، جن شخصیتوں کا ذکر آتا، ان کے تراجم طلبہ سے نکلواتے، جن کتابوں کا ذکر آ گیا، ان کا تعارف طلبہ نکالتے، مسائل کی تخریج ان سے کرائی جاتی، غیر مفتی بہ اقوال کے بارے میں ان سے تحقیق کرائی جاتی، احادیث و آثار کی تخریج کا کام بھی آپ ان سے لیتے، اس طرح کشف الظنون، کتاب الفہرست، مفتاح السعادۃ، طبقات الفقہاء، الجواہر المضیئۃ، الفوائد البہیۃ 'فقہ کی اہم کتب اور رجال پر محدثین کی تصنیفات تک چند ہفتوں میں طلبہ کی رسائی ہو جاتی، ابتداء میں مولانا خود طلبہ کو لے کر کتب خانہ جاتے، اہم کتابوں کا تعارف کراتے، ان سے استفادہ کا نہج بتاتے، پھر ان سے کام لیتے، درس بظاہر محض ایک کتاب کا ہوتا، لیکن طلبہ کو پچاسوں کتابوں کے پڑھنے، سمجھنے، ان کے نہج کو جاننے اور ان سے استفادہ کا موقع میسر آتا یہی حال رسم المفتی کے درس کا ہوتا، —— مشق افتاء جو طلبہ آپ سے کرتے ہیں، ان کو جزئیات اور فقہاء کی تطبیق و ترجیح سے اچھی خاصی مناسبت ہو جاتی ہے اور سوال کی نوعیت ایسی رہتی ہے کہ ایک دو بجے تک شب بیداری کے بغیر ان کو حل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

آپ نے طویل عرصہ تک ترمذی کا درس دیا ہے، احادیث احکام پر مولانا کی گفتگو عدل اور اعتدال کا نمونہ ہوتی، اس مسئلہ پر فی الجملہ کیا کیا احادیث ہیں اور کونسی حدیث کس مضمون کی مؤید ہے، پھر حدیث کے تعارض یا الفاظ حدیث میں ایک سے زیادہ معنوں کے احتمال کی وجہ سے فقہاء کے یہاں کیا کیا آراء ملتی ہیں؟ ان آراء کی تنقیح اور نصوص شارع اور نصوص فقہاء میں فرق مراتب، یہ سارے پہلو طلبہ کے ذہن میں راسخ ہو جاتے، آپ ائمہ مجتہدین کے نقاط نظر میں قربت پیدا کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں، اگر حنفیہ کا مشہور قول ظاہر حدیث کے خلاف ہوتو اصحابِ مذہب اور مشائخ کے یہاں ظاہر نص سے قریب تر قول کی ممکن حد تک تعیین، احادیث کی توجیہ میں اقوال کا انبار لگانے کے بجائے صحیح تر اور اشکال سے محفوظ توجیہ کا بیان اور کمزور توجیہات پر نقد و جرح، وغیرہ کی وجہ سے آپ کا درس ایک امتیازی حیثیت کا حامل ہوتا، نقد کے موقع پر بھی دوسرے فقہاء اور محدثین کا پورا پورا احترام ملحوظ رکھتے، حدیث میں علامہ کشمیری کی تحقیقات کو خاص طور پر پیش کرتے، یہ بات خاص طور پر اہم ہے کہ آپ کے درس حدیث سے تعصب و تنگ نظری کے بجائے وسعت نظر پیدا ہوتی ہے، تمام فقہاء و محدثین کی عظمت دل میں بیٹھتی ہے اور نصوص شارع اور نصوص فقہاء میں فرق مراتب ذہن میں راسخ ہوتا ہے، آپ کے پاس ترمذی شریف کا مصری نسخہ شیخ احمد محمد شاکر کی تحقیقات کے ساتھ ہے، اس کے کنارے پر آپ نے اپنے مطالعہ کا ماحصل اشارات کی صورت میں عربی زبان میں لکھا ہے اور اکثر جگہ حوالہ جات بھی دیئے ہیں، یہ بہت جامع اور مفید حواشی ہیں، کاش! یہ مرتب ہو کر طبع ہو جائے۔

حضرت الاستاذ نے چند سال بخاری کا درس بھی دیا ہے، اس دوران آپ نے بڑی قیمتی اور طبع زاد یادداشت لکھی ہے، جس سے

ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اصولِ اجتہاد حنفیہ سے قریب تر ہیں، اور چند مسائل کو چھوڑ کر ان کی فقہ پر بہ مقابلہ فقہ حجازی کے عراق کا رنگ غالب ہے ۔۔۔۔ مولانا کا معمول کسی بھی کتاب میں پہلے مطالعہ کا ہے، مولانا نے ہی بیان فرمایا کہ میں نے رحمت عالم پڑھانے کے لئے سیرت ابن ہشام کا بڑا حصہ پڑھا ہے اور یہی میرے مطالعہ سیرت کا باعث ہوا.

شہرہ تو مولانا کی حدیث وفقہ کی تدریس کا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید سے آپ کی مناسبت ان کتابوں سے بڑھ کر ہے، آپ نے ترجمۂ قرآن مجید اور جلالین کا درس بھی طویل عرصہ تک دیا ہے، اختصاص فی القرآن کے شعبہ میں جو طلبہ چند دنوں مولانا سے تفسیر پڑھتے ہیں، ان میں فہم قرآن کا ایک خاص سلیقہ پیدا ہو جاتا ہے، آپ قرآن مجید کے الفاظ کی تحقیق، تعبیر کے لئے ان ہی الفاظ کے انتخاب اور ان الفاظ کے لانے کے پس منظر پر خاص توجہ دیتے ہیں، اور اس سے طلبہ میں ایک خاص طرح کا ذوق پروان چڑھتا ہے اور روح قرآن تک پہنچنے کی جستجو پیدا ہو جاتی ہے، اس نقطۂ نظر سے آپ طلبہ کو خاص طور پر کشاف سے مراجعت کا مشورہ دیتے ہیں۔

انتظامی مصروفیات اور ملاقاتیوں کی کثرت کے باوجود آپ کے یہاں درس کی پابندی کا جو اہتمام ہے، وہ ہم جیسوں کے لئے ایک مثال ہے، گھنٹہ کی ابتداء سے اختتام تک درس ہوتا ہے، سبق میں غیر متعلق باتوں اور قصہ کہانی کا کوئی گذر نہیں، گاہے گاہے کوئی لطیفہ آجاتا ہے، جس سے ایک نشاط اور تازگی پیدا ہو جائے، لیکن سطح سے گری ہوئی باتیں اور ہنسی مذاق کے لئے آپ کے درس میں کوئی جگہ نہیں ہوتی، اور نہ کسی کی عیب چینی اور طنز وتعریض ہوتی ہے، لب ولہجہ میں شائستگی ونرمی، آسان تعبیر، قریب الفہم ترتیب، کمزور طلبہ کی رعایت، مختصر لیکن جامع گفتگو، نہ اکتادینے والی درازنفسی نہ کمزور ذہن کے طلبہ کے سر کے اوپر سے گذر جانے والا اختصار، کوئی مضمون آجائے جس میں حیا آتی ہو، تو حجاب اور اشارہ کے ساتھ جلد سے جلد آگے بڑھ جانا، فضائل وآداب کی روایات میں اصلاح اخلاق اور ترغیب اعمال، شخصیات وکتب کا ذکر آیا تو ان کے بارے میں ضروری معلومات اور ان کتابوں کے حسن وقبح اور خصوصیات کی طرف اشارہ، عصر حاضر کے مسائل وافکار اور مذاہب پر حسب موقع جچی تلی گفتگو، یہ ہیں آپ کے درس کے خاص اوصاف، اسی لئے حضرت الاستاذ کے درس میں اچھی خاصی خارجی معلومات اور معاصر افکار وشبہات نیز اہم کتابوں کی بابت اچھا خاصا تعارف ہاتھ آجاتا ہے۔

مولانا کا سب سے نمایاں وصف تربیت ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا عجیب ملکہ عطا فرمایا ہے، تربیت میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ معمولی طالب علم کا بھی حوصلہ اس قدر بڑھاتے ہیں کہ اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ محنت کر کے بڑے سے بڑے سفر طے کر سکتا ہے، طلبہ عام طور پر اپنے بارے میں احساس کمتری میں مبتلا ہوتے ہیں، آپ بڑی حکمت کے ساتھ ان کے اس احساس کو دور کرتے ہیں اور انھیں یقین دلاتے ہیں کہ تم فلاں فلاں مراجع سے رُجوع کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو، پھر جو طلبہ لکھنے میں مبتدی ہوتے ہیں، ان کی تحریر یا مواد کی تخریج پر خواب تحسین کرتے ہیں، وہ لکھ کر لائیں تو بہت سی غلطیوں کو بالارادہ نہیں کاٹتے تاکہ وہ ہمت نہ ہارے، اگر پوری سطر میں صرف ایک لفظ رکھے جانے کے لائق ہو تو اس ایک لفظ کو رکھتے ہوئے پوری سطر کی اصلاح کرتے ہیں: تاکہ طالب علم کو یہ خیال نہ ہو کہ اس کی پوری تحریر کٹ گئی ہے، غلطیوں سے پُر تحریر کی بھی اصلاح کرتے ہوئے کہتے کہ ماشاء اللہ تمہارے اندر بڑی

صلاحیت چھپی ہوئی ہے، بس کسی قدر محنت کی ضرورت ہے، اس سے طالب علم حوصلہ پا کر محنت کرتا ہے اور پھر واقعی کسی قدر لائق ہو جاتا ہے، پھر اسی طالب علم کی جب کسی قدر تربیت ہو جائے تو اس کی گرفت بھی کرتے ہیں اور حسب موقع ڈانٹ ڈپٹ بھی ہوتی ہے۔

علمی کاموں میں مولانا کی تربیت کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے طلبہ سے عنوانات طلب کرتے ہیں اور مختصر استفسار کے بعد ان ہی میں سے یا اپنی طرف سے کوئی عنوان دیتے ہیں، عنوان پر کچھ کتابوں کی رہنمائی کرکے طالب علم سے ذیلی عناوین کی تعیین کراتے ہیں، پھر اس پر نظر ثانی کرکے حسب ضرورت حذف واضافہ کرتے ہیں، اس کے بعد متعلقہ نکات کے تحت مواد جمع کراتے ہیں اور اس کے لئے ضروری کتابوں کی رہنمائی کرتے ہیں، پھر جمع شدہ مواد میں اگر کچھ کمی ہے تو مزید جمع مواد کا کام کراتے ہیں، اب طلبہ لکھتے ہیں، اس تحریر پر نظر ثانی کا کام ہوتا ہے، جس میں ترتیب، حوالہ جات، زبان و بیان اور اخذ نتائج، ساری باتیں ملحوظ ہوتی ہیں، اس طرح طلبہ کے علمی کاموں کے پیچھے آپ کی بڑی محنت کارفرما ہوتی ہے، پھر بعض اوقات تمہید یا اختتامیہ یا کوئی حصہ خود املا کرادیتے ہیں، آج کل بعض حضرات دوسرے اہل علم سے لکھاتے ہیں اور اپنے نام سے طبع کراتے ہیں، جو نہایت ہی غیر اخلاقی بات ہے، بعض حضرات اپنے شاگردوں سے اپنی ہدایت میں کام کراتے اور اپنی طرف منسوب کرتے ہیں، استاذ گرامی کے یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، مولانا کے کسی مسودہ میں شاید ہی کسی کی ایک سطر بھی شامل ہو، بلکہ شاگردوں کے نام طبع ہونے والی تحریروں میں اچھا خاصا حصہ آپ کا ہوتا ہے، اپنے چھوٹوں کی صلاحیت اپنے لئے استعمال کرنے کے بجائے آپ خود ان کو اونچا اُٹھانے کی سعی کرتی ہیں۔

حضرت الاستاذ ہم لوگوں سے کہتے ہیں کہ تراشیدہ پتھر پر پالش کرنا آسان ہوتا ہے، آپ حضرات اس کے بجائے ناتراشیدہ پتھروں کو تراشنا سیکھئے، تو واقعہ ہے کہ وہ خود اس مشکل کام کو کرتے ہیں اور یہی اپنے تربیت یافتہ شاگردوں سے چاہتے ہیں۔

مولانا صرف علمی وقلمی تربیت پر ہی اکتفاء نہیں کرتے، بلکہ اخلاقی وفکری تربیت پر بھی توجہ کرتے ہیں، نئے فضلاء میں عام طور پر مناظرانہ ذہن اور افراط وتفریط ہوتا ہے، آپ آہستہ آہستہ ان کو راہِ اعتدال پر لاتے ہیں، ان کو بحث میں مناظرانہ اُسلوب کے بجائے داعیانہ اُسلوب اختیار کرنے کا خوگر بناتے ہیں، خود اختلاف رائے برداشت کرتے ہیں اور طلبہ میں بھی یہی ذہن پیدا کرتے ہیں، مخالفین کے بزرگوں اور محبوب شخصیتوں کے بارے میں بھی شائستہ زبان استعمال کرنے کا مزاج بناتے ہیں، تنقید میں بھی محتاط تعبیر اور مخالف کی خوبیوں کے اعتراف پر زور دیتے ہیں، اس کے علاوہ تواضع، صبر وقناعت، ہر کام میں اللہ کی رضا جوئی، خوش کلامی، عفت و پاک دامنی، مقام تہمت سے اجتناب، صفائی وستھرائی، اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں سلیقہ شعاری، زندگی میں سادگی، اور فرائض کے اہتمام پر پوری نظر رکھتے ہیں اور پھر اس پر اس طرح ٹوکتے اور روکتے ہیں کہ طالب علم میں اشتعال بھی پیدا نہ ہو اور مقصد بھی حاصل ہو جائے، ڈانٹ ڈپٹ میں طلبہ کی نفسیات اور ان کے مزاج کی جس قدر رعایت اور اس کا شعور آپ کے یہاں دیکھا، کہیں نظر نہیں آیا۔

پھر طلبہ کے ساتھ شفقت کا وافر جذبہ، ان کی کوتاہیوں سے درگذر، ان کے وقت کی حفاظت کا خیال، ان سے محنت، حتی الوسع ان کی راحت کی فکر، ان کے لئے دُعاؤں کا اہتمام، کا ہر اس شخص کو اندازہ ہے جو آپ کے ساتھ رہتا ہے، کوئی بات ہو جائے تو وقتی تنبیہ اور پھر اسے نسیاً منسیا کر دینا، ان کی درست شکایات کو قبول کرنا اور ان کے ازالہ کی تدبیر کرنا، ایسی باتیں ہیں کہ جسے کوئی طالب علم فراموش

نہیں کرسکتا، کوئی طالب علم بیمار ہوتو اس کے لئے اس قدر اضطراب کہ شاید وہ خود بھی اتنا مضطرب نہ ہوتا ہو، سبیل السلام میں بعض طلبہ کے انتقال پر مولانا کو ایسا دلگیر اور بلک بلک کر روتے دیکھا گیا کہ جیسے کسی خاندان کے سربراہ کو اپنے کنبہ کے کسی فرد کی موت پر ہوتا ہے، یہی محبت ہے کہ جس کی وجہ سے آپ کے تلامذہ آپ کے عاشق و جاں نثار ہیں، یہی محبوبیت بعض دفعہ آپ کو معاصرین کا محسود بھی بنادیتی ہے، لیکن واقعہ ہے کہ مولانا سے طلبہ کا تعلق کسی سیاست اور مفاد پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ یہ حب لوجہ اللہ ہے، اور آپ نے ہمیشہ اس محبت کو تعمیری مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے نہ کہ تخریبی مقاصد کے لئے۔

بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ کسی عالم کا تصنیف و تالیف میں مشغول و مصروف ہونا اس کے اللہ کی طرف سے موفّق ہونے کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے، آپ کا پہلا مضمون ہجرت کے موضوع پر ہفت روزہ ''نقیب'' پٹنہ میں اس وقت شائع ہوا، جب آپ جامعہ رحمانی مونگیر میں زیر تعلیم تھے، اور آپ کی پہلی تالیف ''فیملی پلاننگ اور اسلام'' کے نام سے دارالتصنیف ایوبی، ہاپوڑ (یوپی) سے شائع ہوئی، جسے آپ کے دوست مولانا احسن نیازی نے شائع کیا تھا، یہ کتاب اصل میں آپ کا ایک مقالہ ہے، جو حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ کے زیر نگرانی ''ادارۃ المباحث الفقہیہ'' جمعیۃ علماء ہند کے ایک سوالنامہ کا جواب ہے، ایمرجنسی ۱۹۷۶ء میں حکومت کی طرف سے جبری نس بندی کی تحریک چلائی گئی تھی، اسی پس منظر میں یہ سوالنامہ جاری کیا گیا تھا، جو حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ کے نام آیا تھا، مولانا رحمانی کے حکم پر آپ نے اس کا جواب تحریر فرمایا تھا، یہ رسالہ اب ''اسلام اور جدید میڈیکل مسائل'' کا حصہ ہے۔

فقہ کے موضوع پر آپ کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریریں اس طرح ہیں جو دس ہزار صفحات سے زائد پر مشتمل ہیں:

○ فقہ:

جدید فقہی مسائل	۵ حصے	(صفحات: تقریباً دو ہزار)
حلال و حرام		(صفحات: ۵۰۰)
کتاب الفتاویٰ	۶ حصے	(صفحات: تقریباً تین ہزار)
اسلام کا نظام عشر و زکوٰۃ		(صفحات: ۲۰۰)
طلاق و تفریق		(صفحات: ۱۸۰)
نیا عہد، نئے مسائل		(صفحات: ۳۰۰)
خواتین اور انتظامی مسائل		(صفحات: ۴۰)
مسجد کی شرعی حیثیت		(صفحات: ۶۰)
قاموس الفقہ	۵ حصے	(صفحات: تقریباً تین ہزار)

آسان اُصولِ فقہ	(صفحات:۶۰)	
اُصولِ فقہ پر محاضرات کا مجموعہ	(صفحات:۴۰۰)	''غیر مطبوعہ''
تحقیق و تعلیق: مختارات النوازل	(صفحات:۵۰۰)	

فقہ کے علاوہ دوسرے موضوعات پر آپ کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تالیفات اس طرح ہیں :

- **قرآنیات :**

قرآن ایک الہامی کتاب	(صفحات:۴۰)	
۲۴/آیتیں	(صفحات:۶۰)	
فقہ القرآن	(صفحات:۳۰۰)	''غیر مطبوعہ''

- **حدیث :**

آسان اُصولِ حدیث	(صفحات:۶۰)	
علوم الحدیث	(صفحات:۳۰۰)	''غیر مطبوعہ''
تکملہ آثار السنن اول	(صفحات:۳۰۰)	''غیر مطبوعہ''

- **فرق و مذاہب :**

راہِ اعتدال	(صفحات:۳۰۰)	
مروجہ بدعات — فقہاءِ اسلام کی نظر میں	(صفحات:۲۰۰)	
یہودیت اور عیسائیت — ایک مطالعہ	(صفحات:۲۰۰)	''غیر مطبوعہ''
مسلم پرسنل لاء — ایک نظر میں	(صفحات:۲۰۰)	
حقائق اور غلط فہمیاں	(صفحات:۳۰۰)	
عورت — اسلام کے سائے میں	(صفحات:۲۰۰)	

- **سیرت و تذکرہ :**

مختصر سیرت بن ہشام	(صفحات:۳۰۰)	
خطبات بنگلور دوم (پیغمبر انسانیت)	(صفحات:۲۰۰)	
حیات محمدی کے نقوش	(صفحات:۳۰۰)	''غیر مطبوعہ''
حیات مجاہدؒ	(صفحات:۳۰۰)	
وہ جو بیچتے تھے دواءِ دل	(صفحات:۴۰۰)	''غیر مطبوعہ''

○ دعوت وتذکیر :

نقوش موعظت	(صفحات:۳۰۰)
عصر حاضر کے سماجی مسائل	(صفحات:۳۰۰)
دینی وعصری تعلیم — مسائل اور حل	(صفحات:۳۰۰)
آسان دینیات	(صفحات:۱۰۰)
شمع فروزاں	(صفحات:۲۵۰)

مولانا کے غیر مطبوعہ فتاویٰ، غیر مطبوعہ فقہی ودعوتی مقالات اور دارالقضاء میں آپ کے قلم سے ہونے والے سینکڑوں فیصلے اس کے علاوہ ہیں، رسائل وجرائد کی ترتیب وغیرہ اس میں شامل نہیں ہے، آپ عرصہ تک سہ ماہی ''صفا'' حیدرآباد (جو دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد سے نکلا تھا) کو ایڈٹ کرتے رہے ہیں، اور اس کے دو نہایت اہم شمارے، ''فقہ اسلامی نمبر'' اور ''اسلامی ادب نمبر'' درحقیقت آپ کی کاوشوں کا شاہکار ہیں، عنوانات کی تعیین، عنوانات کے تحت آنے والے مواد کی نشاندہی، پھر تقاضا کر کے مضامین لکھانا، پھر ان پر نظر ثانی کرنا، اور اصلاح وترمیم کے بعد کاتب کے حوالہ کرنا، یہ پورا کام اس توجہ سے آپ نے کیا ہے، جو آپ ہی کا حق ہے، اسی طرح حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ کی وفات کے بعد بحث ونظر کا خصوصی شمارہ (صفحات:۸۱۰) بھی آپ کی سعی کا نتیجہ ہے، جو اُردو میں شخصیتوں پر نکلنے والے خصوصی شماروں میں انفرادی حیثیت کا حامل ہے، معہد کے قیام کے بعد سہ ماہی ''حرا'' کا اجراء عمل میں آیا، جواب سالنامہ ہے، اس کے ۳/خصوصی شمارے ''اُردو زبان میں علوم اسلامی کا سرمایہ، ہندوستان اور مسلمان، اسلام — امن وآشتی کا علم بردار'' کے زیر عنوان شائع ہو چکے ہیں، یہ بھی آپ ہی کے ذریعہ مرتب ہوا ہے۔

فراغت کے بعد ہی سے آپ مختلف رسائل وجرائد سے مربوط رہے ہیں، فراغت کے بعد آپ ۲ سال امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں رہے، یہاں ہفت روزہ ''نقیب'' میں پابندی سے لکھتے رہے، رانچی کے اجلاس بورڈ کے موقع سے مسلم پرسنل لاء نمبر، نیز اس کے بعد ''مولانا سجاد نمبر'' کو مرتب کر کے شائع کیا، عرصہ تک سہ ماہی ''صفا'' حیدرآباد میں ترتیب وادارت کا فریضہ انجام دیا، ماہنامہ ''افکار ملی'' دہلی میں شرعی مسائل کا کالم بھی عرصہ تک لکھا مگر مصروفیات کی وجہ سے تسلسل نہ رہ سکا، پھر ۱۹۹۸ء سے جب ہندوستان میں اُردو کا سب سے کثیر الاشاعت روزنامہ 'منصف' نئے رنگ وآہنگ کے ساتھ نکلنا شروع ہوا تو منتظمین کی خواہش پر جمعہ میں نئے مسائل پر 'شمع فروزاں' کا کالم لکھنا شروع کیا، جو نہایت مقبول اور پسندیدہ کالم ہے، چار پانچ سال ''آپ کے شرعی مسائل'' کا کالم بھی آپ سے ہی متعلق رہا، مگر شیعہ اور بریلوی مکتبہ فکر کی شورش کی وجہ سے مارچ 2005 سے آپ نے یہ کالم لکھنا چھوڑ دیا، مگر چند ہی ماہ کے بعد اخبار کی انتظامیہ کی خواہش پر آپ نے دوبارہ اس کالم کو شروع کر دیا، چنانچہ اس وقت بھی منصف میں شمع فروزاں اور شرعی مسائل کے کالم آپ کے قلم سے آتے ہیں، اس کے علاوہ آپ معروف علمی سہ ماہی جریدہ ''بحث ونظر'' کے ایڈیٹر ہیں، ماہنامہ ''ضیاء علم'' حیدرآباد، ماہنامہ ''بصیرت'' ململ مدھوبنی اور ماہنامہ ''نوائے حرم'' دہلی کی مجلس ادارت میں ہیں۔

حضرت الاستاذ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف الجہات صلاحیتوں سے نوازا ہے، اسی لئے اس وقت اللہ تعالیٰ مختلف محاذ پر آپ سے کام لے رہے ہیں، آپ کی زندگی کا سب سے اہم پہلو تعلیم ہے، تعلیم خواہ دینی ہو یا دینی ماحول وتربیت کے ساتھ عصری، تعلیم کے دونوں ہی شعبے آپ کی خصوصی دلچسپی کا موضوع ہیں، آپ خود گذشتہ تقریباً ۲۸ سال سے تعلیم وتدریس سے وابستہ ہیں، مختلف دینی مدارس سے آپ کا تعلق رہا ہے، جنوبی ہند کی ایک اہم درسگاہ 'دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد' میں آپ نے ۲۲ سال شبانہ روز محنت کی ہے، جب آپ اس مدرسہ میں تشریف لائے تو اس کے قیام کو سات آٹھ سال کا عرصہ ہو چکا تھا، آپ نے یہاں ۲۲ سال خدمت کی، خود آپ کا بیان ہے کہ جب یہاں آیا تھا تو عربی جماعت میں طلبہ کی کل تعداد ۱۶ تھی، اور جب آپ علاحدہ ہوئے تو ابتداء سے دورۂ حدیث تک اور اس کے بعد تخصصات کے شعبے قائم تھے، اور طلبہ کی تعداد کہیں بڑھ چکی تھی۔

آندھرا پردیش میں لڑکیوں کی سب سے قدیم اور جنوبی ہند کی سب سے بڑی درسگاہ 'جامعہ عائشہ نسواں' ہے، آپ اس کے بانیوں میں سے ہیں اور سرپرست ہیں، آپ کے تلمیذ خاص محب گرامی جناب مولانا حافظ خواجہ نذیر الدین صاحب جامعہ کے ناظم وذمہ دار ہیں، آپ نے اپنے قصبہ جالہ، ضلع دربھنگہ (بہار) میں ''دارالعلوم سبیل الفلاح'' کے نام سے ایک دینی درسگاہ قائم فرمائی ہے، جو اس وقت علاقہ میں قرآن مجید کی تعلیم کے اعتبار سے ایک نمایاں ادارہ ہے، جس میں متوسطات تک عربی کی بھی تعلیم ہوتی ہے، یہیں آپ نے لڑکیوں کی تعلیم کے لئے 'مدرسۃ الفالحات' کی بنیاد رکھی جو جاری ہے، انگریزی تعلیم یافتہ حضرات یا زیر تعلیم طلبہ کے لئے ''مدرسہ عبداللہ بن مسعود، سعید آباد، حیدرآباد'' قائم کیا، جو معہد کے تحت چل رہا ہے، ان کے علاوہ آندھرا پردیش، بہار، جھارکھنڈ، کرناٹک اور اتر پردیش میں مختلف مدارس آپ کی سرپرستی میں کام کررہے ہیں۔

حضرت الاستاذ اس بات پر خاص طور پر زور دیتے ہیں کہ موجودہ حالات میں اسلامی ماحول اور بنیادی اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کے ادارے بھی قائم ہونے چاہئیں، مختلف احباب ورفقاء نے آپ کی تحریک پر اس طرف توجہ کی ہے، اس سلسلہ میں، عروہ پبلک اسکول، یوسف گوڑہ حیدرآباد، خاص طور پر قابل ذکر ہے، جس کے آپ سرپرست ہیں، اور آپ کے خاص شاگرد برادر عزیز مولانا محمد شہاب الدین صاحب (پی، ایچ، ڈی، عثمانیہ) اس کے ذمہ دار اور کرتا دھرتا ہیں۔

یہ آپ کی صلاحیت کی بات ہے کہ ریاستی اور ملکی سطح پر مختلف ذمہ داریاں آپ سے متعلق ہیں، آپ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے رکن تاسیسی، رکن عاملہ اور اس کی مختلف ذیلی کمیٹیوں کے رکن ہیں، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا میں روز اول سے شریک ہیں اور اس وقت جنرل سکریٹری کی ذمہ داری آپ سے متعلق ہے، آل انڈیا ملی کونسل، انسٹی ٹیوٹ آف آبجکیٹو اسٹڈیز دہلی اور تنظیم ابناء قدیم دارالعلوم دیوبند کے رکن ہیں، گذشتہ ۲۸ سال سے امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش کے تحت قاضی شریعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، دینی مدارس بورڈ آندھرا پردیش اور مجلس تحفظ ختم نبوت آندھرا پردیش کے جنرل سکریٹری، آندھرا پردیش کے علماء کی تنظیم مجلس علمیہ

آندھرا پردیش کے رکن عاملہ ، اور مجلس علمی دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد کے رکن ہیں ، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے بورڈ آف ٹرسٹیز کے ممبر ہیں ، مجلس شوریٰ و مجلس ارباب حل وعقد امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار) اور المعہد العالی فی تدریب القضاء والافتاء پھلواری شریف پٹنہ کے رکن ہیں اور قاضی فاؤنڈیشن بنگلور کے صدر ہیں ۔

کسی بھی شخصیت کی قدر و قیمت اس کے افکار سے ہوتی ہے اور اس کی فکر اس کی تحریر و تقریر ، مجلسی گفتگو اور اس کے عملی رویہ میں کارفرما ہوتی ہے ، حضرت الاستاذ کو میں نے اور مجھ جیسے مستفیدین نے بہت قریب سے دیکھا ہے ، اس لئے ان کی فکر کو سننے ، سمجھنے اور حسب توفیق اخذ کرنے کا موقع ملا ہے ۔

عقیدہ و ایمان کے بارے میں حضرت الاستاذ کا موقف یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے جو متوارث عقائد ہیں ، ان سے ذرا بھی انحراف کرنے میں خیر نہیں ہے ، اور اہل سنت کے مختلف مکاتب میں اعتقادات کے باب میں جو اختلاف ہے ، ان میں حقیقی اختلاف برائے نام ہے ، اصل میں تعبیرات کا اختلاف ہے ، صفات باری کے بارے میں مولانا اپنے درس حدیث میں محدثین کے طریقہ کی طرف رجحان رکھتے ہیں اور صفات باری تعالیٰ کے سلسلہ میں تاویل کی بجائے تفویض کو اختیار کرتے ہیں ۔

بدعت کے بارے میں اپنے اکابر کے طریقہ کے مطابق سخت رویہ رکھتے ہیں ، اس سلسلہ میں آپ کی تالیف '' مروجہ بدعات — فقہاءِ اسلام کی نظر میں '' ملاحظہ کی جاسکتی ہے ، اس نسبت سے آپ کا رجحان از راہِ احتیاط ایسی باتوں سے منع کرنے کا ہے ، جو جواز کی حدود میں آتی ہیں ، لیکن اکثر اوقات بدعت کا سبب بن جاتی ہیں ، جیسے دُعاء میں توسل ، مولانا کا نقطۂ نظر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار سمجھے بغیر دُعا میں آپ کا توسل لینا گو جائز ہے ، لیکن موجودہ حالات میں اس سے گریز ہی بہتر ہے ، اسی طرح فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دُعاء کے بارے میں آپ کی رائے ہے کہ کبھی کبھی خاص کر نوازل کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتماعی دُعاء کرنا ثابت ہے لیکن دواماً اور التزاماً اس طرح دُعاء کرنا ثابت نہیں ، اس لئے کبھی کبھی دُعاء چھوڑ بھی دینی چاہئے ، اسی طرح آج کل حرمین شریفین میں تراویح کی نماز میں ختم قرآن مجید پر طویل دُعاء کے بارے میں آپ کی رائے ہے کہ ختم قرآن مجید پر دُعاء کی فضیلت منقول ہے ، مگر خاص نماز کے اندر اس موقع سے دُعاء کا ثبوت نہیں ، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہے ، اسی طرح حرمین شریفین میں وتر میں جو طویل دُعائیں کی جاتی ہیں اور جن کی مقدار بعض اوقات نصف گھنٹہ سے بھی بڑھ جاتی ہے ، آپ اس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کے خلاف قرار دیتے ہیں اور جماعت کی نماز میں اتنی طویل دُعاء کو اسلام کے مزاج و مذاق کے خلاف سمجھتے ہیں ۔

اس کے ساتھ ساتھ انصاف کا دامن بھی نہیں چھوڑتے ، جیسے خطبہ میں عصا لینے کو ہمارے حلقہ میں بدعت سمجھا جاتا ہے اور اس لئے علماء اس سے گریز کرتے ہیں ، لیکن مولانا نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عصا کا اہتمام ثابت ہے ، اس لئے خطبہ میں عصا لینا چاہئے ، ہاں کبھی کبھی چھوڑ دیا جائے تاکہ لوگ اس کو لازم نہ سمجھ لیں ، اسی طرح نماز کے لئے عمامہ کے سلسلہ میں آپ نے لکھا ہے کہ مختلف نمازوں کے لئے مخصوص مقدار کے عمامہ کا ذکر حدیث میں آیا ہے ، اس لئے نماز میں اس کے مستحب ہونے سے انکار نہیں کیا

جا سکتا، البتہ التزام نہیں کرنا چاہئے ،اسی طرح طلبہ کو نصائح میں ہمیشہ یہ بات بھی کہتے ہیں کہ لوگوں پر نکیر کرنے میں اعتقادی اور عملی بدعتوں میں فرق کرنا چاہئے ،اعتقادی بدعتیں اکثر توحید کے مغائر ہوتی ہیں،اس لئے قطعاً ان کو قبول نہیں کیا جاسکتا ہے،اور عملی بدعتوں میں جو فی نفسہ مباح ہیں ،اور کسی وقت یا کیفیت کے التزام کی وجہ سے بدعت کے زمرہ میں آ گئی ہیں ،ان کو وقتی طور پر مصلحتاً قبول کیا جاسکتا ہے۔

صحابہ کرام کے بارے مولانا کا مزاج بے حد احترام وتوقیر کا ہے،مولانا فرماتے رہتے ہیں کہ جیسے رسول کی محبت تعظیم دین کی اساس ہے،اسی طرح صحابہ کی عظمت وتوقیر دین کو مستند ومعتبر ماننے کے لوازم میں سے ہے،اگر صحابہ کی عظمت دلوں میں کم ہو جائے تو بالواسطہ دین کی عظمت بھی کم ہو جائے گی ،اسی لئے آپ کو تحریر وتقریر اور درس ومجلسی گفتگو میں ہمیشہ مشاجرات صحابہ پر گفتگو کرنے سے احتیاط کرتے ہوئے دیکھا ہے، بلکہ آپ اس سلسلہ میں استفسار پر بھی ناگواری کا اظہار کرتے ہیں اور صحابہ کے تذکرہ میں بھی احترام و محبت کو ملحوظ رکھتے ہیں،آپ طلبہ کو بھی تاکید کرتے ہیں کہ لوگوں کو اپنے بزرگوں کی طرف دعوت دینے کے بجائے صحابہ کی طرف دعوت دو اور زیادہ سے زیادہ ان کے واقعات تقریروں میں بیان کرو؛ کیوں کہ صحابہ کی ولایت اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مصدقہ ہے اور دوسروں کی ولایت زیادہ سے زیادہ مظنون،آپ کہتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ مؤسس تحریک دعوت وتبلیغ کی فکر کا یہ پہلو بڑا اہم ہے، کہ انھوں نے اُمت کو براہ راست صحابہ سے جوڑنے کی کوشش کی اور اسی پس منظر میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے ''حیاۃ الصحابہ'' جیسی عظیم الشان کتاب اور حضرت مولانا زکریا صاحبؒ سے ''حکایاتِ صحابہ'' جیسا اثر انگیز رسالہ تالیف کرایا۔

ملی مسائل کے بارے میں مولانا کی سوچ یہ ہے کہ اختلاف کے باوجود اتحاد کا راستہ اختیار کیا جانا چاہئے ،نہ یہ بات درست ہے کہ سبھوں کی فکر ایک ہو جائے اور نہ ایسا مسلکی تشدد مناسب ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنا بھی دشوار ہو جائے ، یہی وجہ ہے کہ استاذ گرامی فقہ کے اعتبار سے حنفی ہیں لیکن ملت اسلامیہ ہند کے ہر طبقہ سے آپ کے مخلصانہ روابط ہیں ،حنفی ہوں ،شافعی ہوں یا اہل حدیث،تبلیغی جماعت ہو یا جماعت اسلامی ، جمعیۃ علماء ہو یا دوسری ملی سیاسی تنظیمیں ، دیوبندی ہوں یا بریلوی ، یہاں تک کہ اہل تشیع ،علماء واہل خانقاہ ہوں یا جدید تعلیم یافتہ طلبہ، ہر حلقہ کے لوگ آپ سے ملتے ہیں،استفادہ کرتے ہیں ،اپنے مسائل آپ سے حل کرواتے ہیں اور بعض تو آپ کو مدعو بھی کرتے ہیں، چنانچہ اتحاد واتفاق کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :

> اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں مسلمان ایک نازک موڑ پر کھڑے ہیں ، اشتراکی نظام کی تباہی کے بعد پوری دنیا نے اسلام کے خلاف کمر کس لی ہے اور اس مقصد کے لئے مشرق ومغرب کے روایتی حریف ورقیب بھی ایک دوسرے سے ہاتھ ملا چکے ہیں ،خود ہمارے ملک میں جن لوگوں کو دریا کے دو کنارے کہا جاتا تھا ، انھوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے فاصلے ختم کر لیئے ہیں ،ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے دو باتیں نہایت ضروری ہیں ،ایک اتحاد واتفاق ، دوسرے حکمت وتدبیر ،اتحاد واتفاق کا یہ

مطلب نہیں ہے کہ اُمت میں کوئی اختلاف ہی باقی نہ رہے، اختلاف رائے پہلے بھی رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا، اور اس کے باقی رہنے ہی میں خیر ہے، لیکن اختلاف فکر نہ اتحاد عمل میں مانع ہے، نہ باہمی توقیر واحترام میں، اگر ہم نے اس بات کو نہیں سمجھا تو یہ ایسی بدبختی کی بات ہوگی کہ شاید اس کی تلافی ممکن نہ ہو اور تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے۔

مسلمانوں کے باہمی اختلافات کچھ تو عقائد میں ہیں اور زیادہ تر عملی احکام میں، عقائد میں بعض اختلاف یقیناً گمراہی کے قبیل سے ہیں، لیکن جو لوگ اہل سنت والجماعت کی راہ سے منحرف ہوں، ان کو بھی کافر کہنے میں سلف صالحین نے بہت احتیاط کا ثبوت دیا ہے، چنانچہ حضرت علی ﷺ نے خوارج کو باوجود ان کے فسادِ فکر وعمل کے کافر قرار دینے سے اجتناب فرمایا، معتزلہ سے دسیوں اعتقادی مسائل میں اختلاف کے باوجود اہل علم نے ان کی تکفیر سے گریز کیا، اور قدریہ وجبریہ وغیرہ کا شمار تقدیر کے مسئلہ میں اہل سنت والجماعت سے سخت اختلاف کے باوجود بھی مسلمان فرقوں میں کیا گیا، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سلف کے اختلاف رائے میں کس قدر اعتدال تھا۔ (عصر حاضر کے سماجی مسائل: ۳۰)

ایک اور موقع پر فقہی اختلاف کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

یہ اختلاف رائے چنداں برا نہیں، اسی لئے علامہ ابن قدامہ نے اپنی شہرہ آفاق تالیف ''المغنی'' کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ فقہاء کا اتفاق حجت قاطعہ ہے اور اختلاف رحمت واسعہ، اتفاقهم حجة قاطعة واختلافهم رحمة واسعة، حضرت ابوبکر ﷺ کے پوتے مشہور فقیہ قاسم بن محمد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے اختلاف سے فائدہ پہنچایا ہے کہ انسان ان میں سے کسی کی رائے پر عمل کرلے تو اسے خیال ہوگا کہ اس میں گنجائش ہے اور اس سے بہتر شخص نے اس پر عمل کیا ہے، (جامع بيان العلم، لابن عبدالبر: ۸۰/۲) طلحہ بن مصرفؒ کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان کے سامنے فقہاء کے اختلاف کا ذکر کیا جاتا تو فرماتے اسے اختلاف کا نام نہ دو بلکہ اسے فراخی اور گنجائش کہو، لا تقولوا الاختلاف ولكن قولوا السعة، (حلية العلماء: ۱۱۹/۵) علامہ ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے کہ ایک صاحب نے فقہاء کے اختلاف کی بابت ایک کتاب تالیف کی تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ اس کو ''اختلاف'' کا نام نہ دو، بلکہ اسے وسعت وفراخی کی کتاب کہو، لا تسمه كتاب الاختلاف، ولكن سمه كتاب السعة، (مجموع الفتاویٰ: ۷۹/۳۰)۔ (عصر حاضر کے سماجی مسائل: ۳۳)

مولانا کی رائے ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو برادران وطن سے اپنے تعلقات بہتر بنانے چاہئیں اور وہ سلوک روا رکھنا چاہئے جو ایک داعی کا مدعو کے ساتھ مطلوب ہے، سیاسی پہلو سے آپ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں ——— جہاں مسلمانوں کی آبادی مرکوز نہیں ہے ——— مسلمانوں کی علاحدہ سیاسی جماعتیں مفید نہیں ہیں، بلکہ یہاں کے حالات میں سیکولر جماعتوں سے مسائل کی بنا پر معاہدہ کر کے سیاسی اشتراک زیادہ مناسب ہے، آپ کی رائے ہے کہ علماء کوئی زمانہ پارلیمانی سیاست میں براہ راست داخل نہیں ہونا چاہئے؛ کیوں کہ جو لوگ سیاست میں آتے ہیں، وہ رقیب بن جاتے ہیں، اور علماء کا یہ مقام نہیں؛ البتہ ان کو بالواسطہ سیاست میں حصہ لینا چاہئے اور مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا چاہئے، مولانا نے مختلف تحریروں میں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے غیر مسلم پس ماندہ اقوام سے اتحاد و اشتراک ضروری ہے، اگر ہم اس میں کامیاب ہو جائیں تو ہماری حیثیت اس ملک میں کم سے کم شاہ گر کی ضرور ہو سکتی ہے، قومی اور عالمی مسائل کے متعلق آپ تلقین کرتے ہیں کہ اشتعال اور بے برداشت ہونے سے بچا جائے، چنانچہ ایک موقع پر رقم طراز ہیں :

> طوفان اس لئے آتے ہیں کہ اپنی تباہ خیزیوں کے ساتھ گذر جائیں، موجیں اس لئے متلاطم ہوتی ہیں کہ ساحل کو روند کر واپس چلی جائیں، آتش فشاں اس لئے پھوٹتے ہیں کہ زمین کے سینہ میں جو لاوے چھپے ہوئے ہیں، وہ باہر آ کر ساکت و جامد ہو جائیں، ان کی ہلاکت خیزیاں اور تخریب انگیزیاں اتنی شدید ہوتی ہیں کہ لگتا ہے کہ کائنات کا کوئی ذرہ ان کے پنجۂ استبداد سے بچ نہیں سکے گا، لیکن ان کو ثبات و دوام حاصل نہیں ہوتا، انسان کی شخصی اور اجتماعی زندگی میں بھی ایسے طوفان اُٹھتے ہیں کہ جس سے دل لرزنے اور قدم ڈگمگانے لگتے ہیں؛ لیکن اصل میں یہ اس کے لئے آزمائش کے لحات ہیں، اگر وہ کچھ دیر اس میں استقامت کا ثبوت دے، کم ہمتی سے دوچار نہ ہو، جذبات سے مغلوب نہ ہو اور ردِ عمل کی نفسیات میں مبتلا ہو کر کوئی غیر دانشمندانہ اقدام نہ کر بیٹھے، تو یہی مصیبت اس کے لئے راحت کا مقدمہ اور یہی وقتی پستی اس کے لئے سربلندی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ (نقوشِ موعظت: ۳۵۸)

——— ایک اور موقع پر ''صبر'' پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :

> یہ بزدلی نہیں، بلکہ خوش تدبیری ہے، یہ فرار نہیں، بلکہ دشمن کے وار کو خالی کرنا ہے، یہ ہزیمت نہیں، بلکہ معاندین کی سازشوں کو ناکام و نامراد بنانا ہے، اور اس لئے یہ شکست نہیں بلکہ فتح مندی اور ظفر یابی ہے، قرآن کی زبان میں اس کا نام ''صبر'' ہے، صبر صرف شخصی مصیبت کو سہنے کا نام نہیں؛ بلکہ اجتماعی اور قومی زندگی میں ضبط و تحمل کا راستہ اختیار کر کے دشمن کے عزائم کو ناکام بنانے کا نام بھی صبر ہے، صبر سے انسان دوہرا فائدہ اُٹھاتا ہے، ایک تو اپنی قوت کے

> ضائع ہونے سے بچتا ہے، دوسرے اپنے تعمیری کام میں تسلسل کو برقرار رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آخرت کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، کہ صبر پر دوہرا اجر دیا جائے گا، اولئک یؤتون اجرھم مرتین بما صبروا، (القصص ۵۴) اس میں گویا اس بات کا اشارہ موجود ہے کہ دنیا میں بھی صبر دوہرے فوائد کا حامل ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کی مثال بنا کر پیدا کیا ہے۔ (عصر حاضر کے سماجی مسائل ۴۸)

فقہی احکام کے سلسلہ میں حضرت الاستاذ کی فکر کا خلاصہ یہ ہے :

۱- تقلید ایک ضرورت ہے، ہوئی پرستی کے عمومی غلبہ، عالم اسلام میں حکومتوں کے تحفظات اور علماء پر دباؤ اور مغرب کی کورانہ تقلید کے پس منظر میں اگر فی زمانہ تقلید ترک کردی جائے تو شریعت کے نام پر شریعت سے آزادی کا ایک دروازہ کھل جائے گا۔

۲- البتہ نئے مسائل کے حل اور عصری تبدیلیوں کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تقلید میں جمود نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ حسب ضرورت دوسرے مکاتب فقہ کی آراء سے بھی استفادہ کرنا چاہئے اور فقہاء کے اقوال کو شارع کی نصوص کا درجہ نہ دینا چاہئے۔

۳- مسائل فقہیہ کی طرف عدول میں انفرادی غور وفکر کے بجائے اجتماعی اور شورائی غور وفکر کا طریقہ زیادہ مناسب اور محفوظ ہے؛ اس لئے اجتماعی تبادلۂ خیال کے ذریعہ مسائل کو حل کرنے کی کوشش ہونی چاہئے۔

۴- اجتہاد کے مختلف درجات ہیں: تخریج مسائل اور تحقیق مناط بھی اجتہاد ہی کا ایک درجہ ہے اور اس کا سلسلہ کبھی بند نہیں ہوا، اسی طرح اجتہاد مطلق صلاحیت کے فقدان اور اجتہاد کے بنیادی کام انجام پا جانے کی وجہ سے مفقود ہے، ایسی صورت میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا، اور جس دروازہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھول دیا ہو اس کو کوئی کیسے بند کر سکتا ہے؟

استاذ گرامی نے اپنی تحریروں میں بھی اس کو واضح کیا ہے اور دروس میں بھی اس پر روشنی ڈالتے رہتے ہیں کہ نئے مسائل کو حل کرنے اور ثقافتی تبدیلیوں کا ساتھ دینے کی سب سے زیادہ صلاحیت 'فقہ حنفی' میں ہے، اور اس نے نصوص کی تشریح میں روایت و درایت دونوں پہلوؤں پر عمل کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ دوسرے فقہاء اور مکاتب فقہ کا جو احترام اور ان کی طرف سے دفاع آپ کے یہاں پایا جاتا ہے، وہ ایک نمونہ ہے، ائمہ اربعہ کی فقہ پر آپ کے محاضرات کو پڑھ کر ایک صاحب علم نے مولانا کو مبارک باد کا خط لکھا کہ ان تحریروں میں مختلف ائمہ مجتہدین کا ذکر ایسے احترام کے ساتھ کیا گیا ہے کہ صاحب تحریر کے بارے میں اندازہ نہیں ہوتا کہ کس امام کا مقلد ہے؟

آپ نے جدید فقہی مسائل کے مقدمہ، اپنے مقالہ ''اجتماعی اجتہاد اور اس سلسلہ میں اسلامک فقہ اکیڈمی کی خدمات کا طریقۂ کار'' (مطبوعہ: بحث ونظر شمارہ: ۶۸، ۶۹)، تقلید وتلفیق، اجتہاد، فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی اور ان کی خصوصیات واولیات سے متعلق اپنے محاضرات میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، یہاں اگر اس سلسلہ میں اقتباسات نقل کئے جائیں تو بات لمبی ہو جائے گی۔

دینی مدارس کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں اسلام کا بقاء اسی نظام سے متعلق ہے، اور گذشتہ ڈیڑھ صدی سے تحریک مدارس ہی تحفظ اسلام کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، چنانچہ ایک مضمون میں مدارس کی خدمات کا نقشہ اس طرح کھینچے ہیں :

......غور کیجئے کہ گذشتہ ڈیڑھ دو سو سال میں اسلام کے خلاف اس ملک میں جتنی یورشیں ہوئی ہیں، ان کا مقابلہ کس نے کیا ہے؟ جب ملک کی گلی کوچوں میں عیسائی منادلوگوں کو دعوت ارتداد دے رہے تھے تو کس نے شہر شہر اور قریہ قریہ ان کا تعاقب کیا ہے؟ جب آریہ سماجی تحریک اُٹھی اور اس نے افلاس زدہ جاہل و ناخواندہ مسلمانوں کو ہندو مذہب کی طرف لوٹنے کی دعوت دی تو کون لوگ تھے جو اس فتنہ کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوئے؟ جب پنجاب سے انگریزوں کی شہ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو کون لوگ اس فتنۂ کبریٰ کے خلاف اُٹھے اور ہر سطح پر اس فتنہ کی بیخ کنی کا فریضہ انجام دیا؟ جب کچھ لوگوں نے مستشرقین سے متاثر ہو کر حدیث نبوی کے حجت و دلیل ہونے کا انکار کیا تا کہ شریعت کا طوق اپنے گلے سے نکال پھینکا جا سکے تو کن لوگوں نے ان جھوٹے بازی گروں کی قلعی کھولی؟ جب اسلام کے خلاف مسلمان نوجوانوں کو کمیونزم کا نشہ پلایا گیا تو کون لوگ تھے جنھوں نے پوری معقولیت کے ساتھ اس طوفان کا راستہ روکا؟ اور جب مسلمانوں کے بچے کھچے شرعی قوانین سے بھی ان کو محروم کرنے کی سازشیں رچی جانے لگیں تو کن لوگوں نے تحفظ شریعت کی تحریک چلائی اور ان کالی گھٹاؤں کو اپنا رُخ بدلنے پر مجبور کیا؟؟ ——— یہ سب ان ہی بے نوا فقیروں اور نا سمجھ مسلمانوں کی تنقیدوں کا ہدف بننے والے مولویوں کا کارنامہ ہے۔ (دینی وعصری تعلیم، مسائل اور حل: ۵/۱۵۹)

جہاں دینی تعلیم کی اہمیت وضرورت آپ کی تحریری کاوشوں کا خاص موضوع ہے، وہیں آپ عصری تعلیم کی اہمیت کے بھی بھر پور طریقہ پر قائل ہیں اور اس کے قطعاً مخالف نہیں، چنانچہ فرماتے ہیں :

میڈیکل تعلیم ہو، انجینئرنگ کا فن ہو یا تکنیکی تعلیم کے دوسرے شعبے ہوں، یہ سب انسانی خدمت اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے ذرائع ہیں اور یقیناً یہ علم نافع کی فہرست میں آتے ہیں، ان کا حاصل کرنا قابل تعریف ہے نہ کہ لائق مذمت: اسی لئے امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ اصل علم دو ہی ہیں: ایک علم فقہ تا کہ آدمی زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سیکھے، دوسرے فن طبابت تا کہ جسم انسانی کی بابت معلومات حاصل ہو سکیں: ''العلم علمان : علم الفقه للأديان ، وعلم الطب للأبدان '' (مفتاح السعادة :۳۰۲) حضرت علی ﷺ سے ریاضی اور بعض اور فنون

کا بھی ذکر منقول ہے۔(حوالۂ سابق)

اسلام نہ کسی علم کا مخالف ہے اور نہ کسی زبان کا، قرآن مجید نے کتنے ہی ایسے حقائق پر روشنی ڈالی ہے جن کا تعلق فلکیات، طبعیات، نباتات اور حیوانات کے علوم سے ہے، خود انسان کی اندرونی جسمانی کیفیات، اس کی مرحلہ وار پیدائش اور اس کی نفسیات کا بھی بار بار تذکرہ کیا گیا ہے، گزشتہ اقوام کے قصص وواقعات ذکر کئے گئے ہیں، ان کی آبادی اور ان پر ہونے والے عذاب خداوندی کے محل وقوع کی طرف اشارے کئے گئے ہیں اور پھر ان تمام چیزوں میں غور و فکر اور تدبر کی دعوت دی گئی ہے، ظاہر ہے کہ یہ تدبر ان علوم کی تحصیل کے بغیر کیوں کر ممکن ہوگا؟ اور ان کو حاصل کئے بغیر کیسے ان میں تفکر کا حق ادا کیا جا سکتا ہے؟ (دینی وعصری تعلیم:۱۷۱)

ایک اور موقع پر عصری تعلیم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

جو قوم علم وفن سے عاری اور فکر ودانش سے محروم ہو، خواہ وہ کتنی ہی بڑی تعداد رکھتی ہو، لیکن اس کی حیثیت مٹی کے ڈھیر کی ہیں، جو ہمیشہ پاؤں تلے روندا اور قدموں کے نیچے بچھایا جاتا ہے، اس کی ایک کھلی ہوئی مثال جاپان اور خود ہمارا ملک ہندوستان ہے، ہم آبادی کے اعتبار سے دنیا کی دوسری سب سے بڑی طاقت ہیں اور ہمارے ملک کا رقبہ بھی کچھ کم نہیں، قدرتی وسائل جتنے اس ملک کو حاصل ہیں کم ہی اس کی مثال ملے گی، جاپان آبادی کے اعتبار سے بھی اور رقبہ کے اعتبار سے بھی ہم سے بہت چھوٹا ملک ہے، قدرتی وسائل میں بھی وہ ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا، لیکن آج ہم کو جاپان کے سامنے دست سوال پھیلانا اور کشکولِ گدائی بڑھانا پڑتا ہے، یہ صورت حال محض علم ودانش کی طاقت کا ادنی کرشمہ ہے۔ (دینی وعصری تعلیم:۱۶۵)

اسی طرح آپ کے نزدیک انگریزی زبان اور دوسری مقامی زبانوں کو علم وتحقیق اور دعوت دین کے نقطۂ نظر سے سیکھنا چاہئے اور علماء کو ان زبانوں میں عبور حاصل کرنا چاہئے، اس پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

...... یہی حال لغت اور زبان کا ہے، زبان کوئی بھی اچھی اور بری نہیں ہوتی، زبان تو محض ذریعۂ اظہار ہے، اگر اس کا استعمال خیر اور نیکی کی تبلیغ واشاعت کے لئے ہو تو قابل تعریف اور لائق ستائش ہے، اور زبان کوئی بھی ہو، اگر اس کو برائی کی دعوت واشاعت کا وسیلہ بنالیا گیا، تو اس سے زیادہ نامبارک بات کوئی نہیں ہوسکتی، عربی زبان قرآن وحدیث کی زبان ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی اہل جنت کی زبان ہوگی، لیکن اسی زبان میں بعض ایسی اسلام دشمن اور اخلاق سوز تحریریں وجود میں آئیں کہ جن سے شاید شیطان کو بھی شرم آتی ہوگی۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام زبانیں اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں، قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں انھیں کی زبان میں اپنا کلام نازل فرمایا ہے، تو نہ معلوم کتنی زبانیں ہیں جن کو اللہ کے کلام کے حامل ہونے کا شرف حاصل ہے، اس لئے کسی مسلمان کے لئے یہ بات ممکن نہیں کہ وہ کسی بھی زبان کو بحیثیت زبان برا تصور کرے اور ان کے سیکھنے سکھانے کو بد دینی اور گمراہی سمجھے، آپ ﷺ نے اپنے ایک ذہین رفیق حضرت زید بن ثابت ؓ کو باضابطہ عبرانی زبان سیکھنے کی ترغیب دی تھی، جسے بہت کم عرصہ میں انھوں نے سیکھا اور اس زبان کے سمجھنے اور سمجھانے کے لائق ہو گئے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ وہ چھ زبانوں سے واقف تھے، حضرت سلمان فارسی ؓ فارسی زبان سے واقف تھے، حضرت ابو ہریرہ ؓ کے بارے میں بھی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر فارسی میں بھی گفتگو کر لیتے تھے۔

نہ جانے کہاں سے یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ علماء جدید علوم اور انگریزی زبان کو حاصل کرنے کو منع کرتے ہیں یا یہ کہ کسی زمانہ میں انھوں نے اس سے منع کیا تھا، یہ محض غلط فہمی، بلکہ بہت بڑا مغالطہ ہے۔ (دینی وعصری تعلیم:۱۷۲)

—— اس کے ساتھ ساتھ آپ نے مختلف تحریروں میں ہندوستان کے پس منظر میں اُردو زبان کی تعلیم پر بھی بہت زور دیا ہے اور اس کو اپنی نسلوں کو ان کے علمی ورثہ سے جوڑے رکھنے کا مؤثر وسیلہ بتایا ہے۔

حضرت الاستاذ اس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ علماء کی ذمہ داری مدارس اور خانقاہوں تک محدود نہیں بلکہ ان کو اُمت کے تمام مسائل کی فکر کرنی چاہئے، اس سلسلہ میں آپ کا ایک چشم کشا اقتباس پیش ہے :

...... یہ جنگ تیغ و شمشیر اور توپ و تفنگ کی نہیں، بلکہ دعوت و اصلاح اور اُمت کے مسائل کے بارے میں فکر مندی اور دردمندی کی ہے، جو لوگ انبیاء کے وارث بنیں، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس درد کی میراث میں بھی حصہ دار ہوں، کہ یہ انبیاء کی خصوصیت رہی ہے، انسانیت کے بے راہ لوگوں کے لئے ان کی آنکھیں رات رات بھر خدا کے سامنے اُبلتی رہتی تھیں، ان کا سوز دروں لوہے جیسے دلوں کو بھی پگھلا کر رکھ دیتا تھا اور جیسے کوئی مچھلی پانی کے لئے اور کوئی مریض جاں بہ لب صحت وشفاء کے لئے بے چین ہوتا ہے، اسی طرح وہ بے چین ہوتے تھے کہ کیوں کر محرومانِ ہدایت کو ایمان کا آبِ حیات پلا دیں اور کس طرح مریضانِ روح کو صحت وشفا سے شادکام کریں، یہی کسک جب تک کلیجوں کو بے سکون نہیں کرے، ممکن

نہیں کہ عالم اسلام اس فریضہ کو انجام دے سکے جو وارث نبوی ﷺ کی حیثیت سے اس کے ذمہ آتی ہے ...... علماء و مشائخ موجودہ حالات میں اس حقیقت کو سمجھ لیں کہ درسگاہوں کی چھتوں اور خانقاہوں کی خلوت گاہوں میں بیٹھ کر مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت نہیں ہوسکتی، اگر علماء اُمت کے دوسرے مسائل سے پہلوتہی کرنے لگیں تو یہ ایسا خسارہ ہوگا جس کی تلافی ممکن نہیں ہوگی۔

یہی ہندوستان میں علماء کا طریقۂ کار رہا ہے، سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے کارواں کو دیکھئے کہ کلکتہ کے ساحل سمندر سے سرحد کے میدانِ کارزار تک کہاں کہاں اس کے نقش پا ثبت ہیں؟ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دیوبند کی درسگاہ میں بھی ہیں، شاملی کے کارزار میں بھی اور میلۂ خدا شناسی میں حق کی ترجمانی کا حق بھی ادا کر رہے ہیں، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ عیسائیت کا تعاقب کرنے کے لئے آگرہ سے حجاز و مصر اور ترکی تک پہنچتے ہیں، مولانا محمد علی مونگیریؒ اپنے شیخ کے حکم پر کانپور کے راحت کدہ کو چھوڑ کر مونگیر پہنچتے ہیں اور فتنۂ قادیانیت سے ایک بڑے علاقہ کے مسلمانوں کی حفاظت کرتے ہیں، مولانا انور شاہ کشمیریؒ ایک بلند پایہ محقق اور ایسے محدث ہیں کہ علماء کے درمیان ان کے علم کا طوطی بولتا ہے، لیکن حضور ﷺ کی ختم نبوت کی حفاظت کے لئے کہاں کہاں کی خاک چھانتے ہیں؟ اور اپنے خلوت کدہ کو خیرباد کہہ کر فتنۂ قادیانیت کی عین جائے پیدائش پنجاب پہنچ کر اس نامراد فتنہ کی سرکوبی فرماتے ہیں، مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کے مقبول عام و خاص مدرس تھے، لیکن اُمت کی حفاظت اور ایمان کی تڑپ نے بہار کے چھوٹے چھوٹے گاؤں کی آبلہ پائی پر مجبور کیا، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ استاذ الاساتذہ ہیں، لیکن اپنے گوشۂ عافیت کو چھوڑ کر کہاں کہاں کی صحرانوردی کی؟ یہاں تک کہ جرم بے گناہی میں مالٹا کے قید خانہ تک پہنچے۔

پھر ذرا اور اوپر نگاہ اُٹھا کر دیکھئے، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، خواجہ نظام الدین اولیاؒ، حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ اور ملک کے کونہ کونہ میں آسودۂ خواب صوفیاء کی تاریخ پڑھئے، یہ سب اپنے عہد کی مشہور و مقبول درسگاہوں کے تربیت یافتہ تھے، وہ کہاں پیدا ہوئے؟ کہاں سے فیض حاصل کیا؟ کہاں کہاں جا کر خیمہ زن ہوئے؟ اور کہاں خود ان کے ذریعہ چشمۂ فیض جاری ہوا؟ اسی شہر حیدرآباد کو جن بزرگوں کی نسبت سے عزت حاصل ہے، ان میں ایک بابا شرف الدین سہروردیؒ ہیں، جو عراق میں

پیدا ہوئے اور کتنے ہی دشت و بیاباں سے گذر کر دکن میں اولین داعیٔ اسلام کی حیثیت سے فروکش ہوئے اور ۵۸۷ھ میں یہیں وفات پائی ، اگر اس نقطۂ نظر سے صوفیاء کے احوال کا مطالعہ کیا جائے ، تو اسلام کی تاریخ دعوت کا ایک نیا پہلو سامنے آتا ہے اور یہ علماء کے لئے متاعِ عبرت ہے۔ (راہِ عمل:۵/۸۷-۸۶)

زبان و ادب کا بھی بڑا ستھرا ذوق آپ کو قدرت کی طرف سے ودیعت ہوا ہے ، لیکن زبان و ادب کے سلسلہ میں بھی آپ کی بنیادی فکر یہ ہے کہ اس کا استعمال فکر کی تعمیر اور اخلاق کی اصلاح کے لئے ہو ، اپنے ایک مضمون جو '' ضربِ کلیمی نہیں رکھتا ، وہ ہنر کیا ؟ '' میں لکھتے ہیں :

......اسلام نے اس مزاج کو بدلا اور ایک ایسے ادب کو وجود بخشا جو صالح انقلاب کا داعی تھا ، جو انسان کے اندر اپنے خالق و مالک کی محبت پیدا کرتا ہے ، بغاوت کے بجائے محبت و ایثار کی تعلیم دیتا ہے ، خوشامد کے بجائے حقیقت پسند بناتا ہے ، محبوب کے نقش و نگار اور خد و خال کو بے پردہ کرنے کے بجائے شرافت و پاکیزگی اور حیا کی تعلیم دیتا ہے ، زندگی کے حقیقی مسائل کو اُبھارتا ہے اور پاکیزہ اخلاقی جذبات کی طرف دعوت دیتا ہے ، یہ ادب برائے ادب اور شعر برائے شعر کا قائل نہیں ، بلکہ ادب برائے تعمیر و اصلاح کا قائل ہے۔

شعراء ادب کے اسی فرسودہ تصور کے اسیر ہو کر رہ گئے ، جس کا مقصد خیالی شاعری اور خیالی جذبات نگاری کے سوا اور کچھ نہیں ، آج کا ادیب و شاعر آسائش گاہوں میں بیٹھ کر غریبوں کا فسانہ بیان کرتا ہے اور جشن و طرب کی بزم سجا کر نوحہ و ماتم کرتا ہے ، ایسے ادب میں دِلوں کی دنیا کو بدل دینے اور برف میں آگ لگانے کی صلاحیت کیوں کر پیدا ہو سکتی ہے ؟ جس شاعری اور ادب میں خونِ جگر شامل نہ ہو ، جس کی تہوں میں درد انگڑائیاں نہ لیتا ہو ، جس کے الفاظ کے پس پشت حقیقی معنوں میں درد و کسک نہ ہو ، اس ادب سے کان کی لذت کا سامان تو ہو سکتا ہے ، دلوں کی دنیا نہیں بدل سکتی۔ (نقوش موعظت :۳۵۱)

آپ کی زبان میں سادگی بھی ہے ، خوبصورتی بھی اور روانی بھی ، اور اس کی شہادت آپ کی تحریروں کے ہر صفحہ میں ملتی ہے ، یہاں دو اقتباس پیش کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں :

......یہ دونوں کردار صرف حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے ساتھ مخصوص نہیں ، دنیا میں ہر انسان ان دو میں سے ایک کردار کرتا ہے ، جس شخص میں حقیقی آدمیت جتنی زیادہ ہوگی وہ حقیقتوں کے

اعتراف میں اسی قدر وسیع الظرف ہوگا، عجز وفروتنی اس کے ایک ایک عمل سے نمایاں ہوگی، اس کے بول بھی انکسار کا مظہر ہوں گے، اس کی چال بھی شرافت اور بندگی کی شہادت دے گی، وہ دوسروں کے بجائے اپنے آپ میں غلطی کو تلاش کرنے کا عادی ہوگا، وہ اپنی غلطیوں کی تاویل وتوجیہ کے بجائے سیدھے سادے طریقہ پر اعتراف کا مزاج رکھے گا، وہ اپنی خطاؤں پر نادم اور پشیمان ہوتا جائے گا، خطائیں اور لغزشیں اس کو فوراً جھکا دیں گی، خدا کے سامنے بھی اور خلق خدا کے سامنے بھی، جس شخص میں آدمیت کا عنصر جتنا کم ہوگا اور وہ شیطان کے مزاج سے جس قدر قریب ہوگا، اس میں ''انا'' کا جذبہ اتنا ہی زیادہ ہوگا، اسے اپنی غلطیوں کے اعتراف اور زیادتیوں کے اقرار کا حوصلہ نہ ہوگا، وہ ہمیشہ کسی واقعہ میں ناکامی کا ذمہ دار دوسروں کو قرار دے گا، اسے لوگوں کے سامنے جھکنے میں اور حق اور حقیقت کا اعتراف کرنے میں عار ہوگی، اُصولوں کا پابند رہنے میں اسے ہتک محسوس ہوگی، اس کی رفتار وگفتار سے ظاہر ہوگا کہ وہ اپنے تئیں بڑے ہونا کا احساس رکھتا ہے اور دوسروں کو حقیر جانتا ہے۔ (نقوش موعظت :۱۱)

ایمان اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات سے متعلق یہ سطور بھی پڑھنے کے لائق ہیں :

''ایمان'' ایسے ہی، انقلاب انگیز یقین کا نام ہے، جو دلوں کی دنیا میں ہلچل پیدا کردے، اور فکر ونظر کی کائنات میں انقلاب کا پیغمبر ثابت ہو، خدا پر ایمان انسان میں ایسی کیفیت پیدا کردے کہ گویا وہ اپنے خالق کے سامنے کھڑا ہے اور اس کے دامن کو تھامے ہوا ہے، خدا کی محبت اس کے دلوں سے امنڈنے لگے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر چل کر وہ اتنا خوش ہو کہ گویا اس نے سب سے بڑی نعمت پالی ہے، خدا کے عذاب کا خوف اس کو لرزا دے اور اس کی آنکھوں کو اشکبار کئے بغیر نہ رہے، اسے ایسا لگے کہ جیسے جنت اور دوزخ اس کے سامنے رکھی ہوئی ہے، خدا کی کتاب پر اس کو اس درجہ کا یقین حاصل ہو کہ آنکھوں دیکھی باتوں پر بھی آدمی کو اس درجہ اطمینان نہیں ہوتا، اسے یوں لگے کہ جیسے یہ کتاب اسی کو مخاطب کررہی ہے اور اللہ تعالیٰ اسی سے ہم کلام اور سرگوش ہے، اس کیفیت کے بغیر ہمارا ایمان ناقص اور ناتمام ہے، ایک بے روح ایمان جو نہ گناہوں سے ہمارے قدموں کو روک سکے اور نہ نیکیوں کی طرف ہمیں لے جاسکے، تقویٰ کے لئے یہ پہلا زینہ ہے! (نقوش موعظت :۴۶)

جب آپ کا قلم عالم اسلام اور مسلمانوں کی مظلومیت پر نوحہ کناں ہوتا ہے، تو ایسا لگتا ہے کہ قلم سے آنسو ٹپک رہے ہیں، آپ کے مضامین ''تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں'' اور ''خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا'' گویا نثری مرثیے ہیں، بوسنیا پر گذرنے والی افتاد کا

ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

حقیقت یہ ہے کہ بوسنیا اور اس کے گرد و پیش کے علاقہ میں مغربی وحشت ناکیوں کے واقعات اتنے تکلیف دہ ہیں، کہ سنگ دل آدمی بھی انھیں سننے کی تاب نہیں لاسکتا، اور پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں جاپان پر جو مظالم ہوئے وہ بھی ان ستم انگیزیوں کے مقابلہ ہلکے محسوس ہوتے ہیں، کیوں کہ ان بمباریوں میں تو یکلخت لوگ زندگی کے قفس سے آزاد ہو گئے تھے، لیکن قلب یورپ کے ان مظلوموں کو تو گویا بار بار اور مسلسل قتل کیا گیا، عزت و آبرو کا قتل، جسم و جان کا قتل، آنکھوں کے سامنے معصوم نونہالوں اور بے زبان آبگینوں کا قتل، تاریخی ورثہ اور قومی یادگاروں کا قتل، ہر قتل ایسا کہ دلوں کو تڑپا دے، اور زبان سے گویائی چھین لے۔ (نقوش مو عظت: ۲۴۸)

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایسے مواقع پر جب استقامت کی تلقین کرتے ہیں تو اس کا جوش و خروش بھی شاہکار ہوتا ہے، چنانچہ جنگ افغانستان کے پس منظر میں لکھتے ہیں :

......مسلمانوں کو اپنا حوصلہ بلند رکھنا چاہئے اور یہ عزم رکھنا چاہئے کہ وہ ہر طرح کی آزمائش سے گزریں گے، لیکن ہمیشہ حق کے طرف دار اور اسلام کے علمبردار بن کر رہیں گے، اور دنیا کو سمجھ لینا چاہئے کہ مغرب کے مظالم یا افغانستان کی جنگ سے مسلمانوں کے حوصلے پست نہیں کئے جاسکتے، اور نہ ان کے ایمان کا سودا کیا جاسکتا ہے، یہ وہ نشہ ہے کہ جس قدر اتارنے کی کوشش کی جائے اسی قدر چڑھتا جاتا ہے، یہ وہ پودا ہے کہ جس قدر تراشا جاتا ہے اسی قدر سر بلند اور سایہ دار ہوتا جاتا ہے، قلعے مسمار کئے جاسکتے ہیں، کاشانے ویرانوں میں تبدیل کئے جاسکتے ہیں، پہاڑ کی چوٹیوں کو خاکستر بنایا جاسکتا ہے، آتش فشاں بجھائے اور دریاؤں کے رُخ موڑے جاسکتے ہیں، ملکوں کے جغرافیہ تبدیل ہوسکتے ہیں اور تخت اقتدار پر بیٹھنے والوں کو تختۂ دار کی زینت بنایا جاسکتا ہے، لیکن دلوں میں جو ایمان کی انگیٹھیاں سلگی ہوئی ہیں، اسے بجھایا نہیں جاسکتا، اور ذہن و دماغ کی مملکت پر ایمان کی حکمرانی کے جو نقشِ دوام ثبت ہیں انھیں مٹایا نہیں جاسکتا، اس لئے اقبال کا شعر تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ بے تکلف زبان پر آتا ہے :

اگر ''افغانیوں'' پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے ؟
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

(نقوش موعظت: ۲۵۶)

مولانا کا اُسلوب یہ ہے کہ سادہ سے سادہ مضمون کو بھی مثال اور حسن بیان سے دلچسپ بنا دیتے ہیں، اور دل اس کو پڑھنے کی

طرف مائل ہوتا ہے، بہت سے مضامین میں اس کو محسوس کیا جا سکتا ہے، مثلاً اپنے مضمون ''اسلام اور تصور آزادی'' میں آزادی کی اہمیت اور فطرت میں اس کی زبردست طلب کے پہلو پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں :

آج کل شہروں میں چڑیا خانے (Zoo Logical Park) بنے ہوتے ہیں، ان چڑیا خانوں کی تزئین و آرائش اور حفاظت و صیانت پر بہت بڑی رقم خرچ ہوتی ہے، پورا چڑیا خانہ رنگ برنگ کے خوبصورت اور مہکتے ہوئے پھولوں، لمبے، ہرے بھرے درختوں اور پانی کی جھیلوں کی وجہ سے خوش منظر بنا رہتا ہے، پھر انواع و اقسام کے حیوانات اور پرندوں کے لئے الگ الگ احاطے بنے ہوئے ہیں، جانوروں کی دیکھ بھال اور آسائش کا جو انتظام ان چڑیا خانوں میں ہوتا ہے، یقیناً وہ ان کو جنگلات میں بھی میسر نہیں، اپنی غذا کے لئے نہ ان کو شکار تلاش کرنے کی ضرورت ہے اور نہ چارہ ڈھونڈھنے کی حاجت، بلکہ خود چڑیا خانہ کا عملہ ان کی غذائی ضروریات وقت پر اور فراوانی کے ساتھ فراہم کرتا ہے، حفظانِ صحت کی جو رعایت یہاں کی جاتی ہے، جنگلات میں ان کا میسر آنا ممکن نہیں، باضابطہ ڈاکٹر اور معالج متعین ہیں، بلکہ ان کے علاج کی اتنی فکر کی جاتی ہے کہ انسانوں کے لئے بھی اتنی فکر نہیں کی جاتی، جانوروں کی حفاظت و صیانت کا بھی اعلیٰ درجہ کا نظام موجود ہے، نہ کسی جانور کو اس کا خطرہ ہے کہ اس سے زیادہ طاقتور جانور اسے اپنی خوراک بنالے گا، نہ شکاریوں سے کوئی خوف ہے، غرض حیوانات کی ضروریات کی تکمیل اور ان کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو چڑیا خانے ان کے لئے ایسی راحت گاہیں ہیں کہ انسانوں کو بھی ایسی سہولت و آسائش میسر نہیں۔

لیکن اگر کسی شخص کو جانور کی زبان آتی، وہ ان سے ہم کلام ہوسکتا اور ان جانوروں سے ان کی دلی آرزو اور سب سے پیاری خواہش کے بارے میں سوال کرتا تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوتا کہ خدارا مجھے اس خوبصورت آراستہ و پیراستہ ''سونے کے قفس'' سے نکال کر بے ترتیب اور انسان کے ذوق خوش آرائی سے محروم جنگلات میں پہنچا دو، جہاں گو وقت پر کھانا نہیں آئے گا، اپنی خوراک کے لئے دوڑ بھاگ کرنی ہوگی اور علاج کے لئے کوئی ڈاکٹر بھی میسر نہیں ہوگا، ایسے خوش رنگ، سجے جائے، سنوارے اور دلہن بنائے گل بوٹے نظر نہیں آئیں گے، مگر پھر بھی ہم ''آزاد'' ہوں گے، حصار بندیوں نے مجھے قید نہیں کیا ہوگا، میں اپنی مرضی سے ہر جگہ آنا جانا کرسکوں گا۔ (نئے مسائل — اسلامی نقطۂ نظر: ۱۹-۲۰)

منظر کشی کو شعر و ادب میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے، مولانا کے یہاں بھی اس کا بڑا اعلیٰ ذوق ہے اور خاص کر آپ کے

سفرناموں میں اس کے خوبصورت نمونے ملتے ہیں، بطور نمونہ سفرنامۂ کشمیر کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے :

......راستہ میں ورنگ نامی مقام پر رکنا ہوا، جو شاہراہ عام سے کسی قدر ہٹ کر ہے، کچی پکی سڑکوں سے گذر کر ہم لوگ یہاں پہنچے، یہ واقعی بڑی خوبصورت جگہ ہے، ایک سمت برفیلی پہاڑی اور ان سے نکلتے ہوئے آبشار، جو زمین میں آ کر صاف وشفاف نہر کے پیکر میں ڈھل جاتا ہے، پانی نہایت میٹھا اور اسی قدر ٹھنڈا، پانی کی ان سبک خرام لہروں کی وجہ سے ایسی نغمگی پیدا ہو رہی تھی کہ گویا قدرت نے آب رواں کے پاؤں میں پائل باندھ دیئے ہیں، ہم لوگ کچھ دیر اس منظر سے لطف اندوز ہوتے رہے،......گل مرگ پہنچے تو ابھی مغرب میں کچھ وقت باقی تھا، یہ بڑا حسین ہے، دور دور تک سرسبز دوبھیوں سے ڈھکا ہوا میدان، گویا قدرت نے سبز قالین بچھادی ہے، چاروں طرف بلند قامت پہاڑ، پہاڑوں کی چوٹیوں پر شیشہ کی طرح برف کے ٹکرے، جیسے کسی دلہن کی پیشانی پر افشاں چھڑک دیا گیا ہے، پھر زمین کے نشیبی حصہ سے لے کر چوٹی کے نیچے تک گھرے دراز قامت درخت، ہاتھ باندھے ساکت وصامت کھڑے ہوئے، بل کھاتے ہوئے راستے، پہاڑوں سے گرتی اور گنگناتی ہوئی لہریں، یہ سب مل کر خدا کی قدرت اور اس کی صناعی پر ایمان کی تازگی کا باعث بنتے ہیں۔

اسی طرح خاکہ نویسی کا بھی خاص ذوق آپ کے یہاں ملتا ہے، شخصیات پر آپ کے جو مضامین شائع ہوئے ہیں، وہ بڑے ہی دلچسپ ہیں، مثلاً جناب محمد شفیع پھلواروی کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

......قد لانبا، رنگ سفید، جسے بیماری نے زرد کر دیا ہے، پیشانی کشادہ، ناک کھڑی، آنکھیں بڑی، مگر بڑھاپے کے نشتر سے نڈھال اور دھنسا ہوا بیضوی چہرہ، اس پر سفید اور گھنی ریش، سینہ چوڑا، جس کا ظاہر خوب اور باطن خوب تر، ہڈیوں میں جوانوں کی قوت، لباس سادہ، کھدر کا سفید کرتا اور کپڑے کی اسی ''جنس عزت یاب'' کا پاجامہ (عزت یاب اس لئے کہ ہندوستانی قائدین کا آبائی یونیفارم یہی ہے) دوپلی ٹوپی، ہاتھ میں عصا، آنکھ پر ایک موٹا چشمہ، جسے وقت کے تیشے اکثر مجروح رکھتے ہیں، غم روزگار اور یاد ماضی کے زخم خوردہ، مرض اور بڑھاپے کی ناتوانی سے چور، حالات وانقلابات سے رنجور —— اس قد وقامت اور رنگ وروپ کو قرطاس دل پر جمالیجئے اور اس بت ہم رنگ پر لکھئے ''حضرت شفیع پھلوارویؒ''۔ (وہ جو بیچتے تھے دواء دل: ۲۳۶)

—— علامہ اقبالؒ کا تذکرہ ان الفاظ میں شروع کرتے ہیں :

یورپ دیدہ مگر کعبہ رسیدہ، دماغ فلسفی، دل صوفی، رازی کے پیچ وتاب سے بھی واقف، رومی

کے سوز و گداز سے بھی آشنا، گفتار میں جوش، کردار میں ہوش، اُسلوب شاعرانہ، مزاج واعظانہ، شاعر مگر عارض و گیسو کے قصوں سے نفور، صوفی مگر مجاہدانہ حراتوں سے معمور، علوم جدیدہ کا شہسوار مگر ایمان و یقین سے سرشار، خود یورپ کے الحاد خانہ میں، دل حجاز کے خدا خانہ میں ـــــــ اسی مجموعۂ اضداد کو ''اقبال'' کہا جاتا ہے۔ (وہ جو بیچتے تھے دواء دل: ۲۱۰)

شعروسخن

یہ بات کم لوگوں کے علم میں ہوگی کہ آپ کو شعروسخن کا بھی خاصا ذوق ہے، فارسی شعراء میں حافظ، نعتیہ کلام میں مولانا جامی، اُردو کے اساتذۂ فن میں میر اور اقبال اور غزل کے شاعر کی حیثیت سے جگر آپ کے محبوب شعراء ہیں، معاصر شعراء میں کلیم عاجز اور خمار بارہ بنکوی کی تعریف میں آپ رطب اللسان رہتے ہیں، آپ اپنی تحریر وتقریر میں اشعار بہت کم استعمال کرتے ہیں، لیکن جہاں کرتے ہیں، بہت برجستگی کے ساتھ، آپ کو شعر فہمی کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کا بھی ذوق ہے اور کبھی کبھی اشعار بھی کہتے ہیں۔

پندرہ روزہ ''قرطاس وقلم'' حیدرآباد (جواب بند ہو چکا ہے، اور اس کی جگہ ماہنامہ ''ضیاءِ علم'' نکل رہا ہے) اور سہ ماہی صفا حیدرآباد میں آپ کے اشعار طبع ہوا کرتے تھے، جو حمدیہ، نعتیہ یا اصلاحی نوعیت کے ہوا کرتے تھے، چنانچہ ایک طویل حمدیہ نظم کا بند ملاحظہ ہو :

کس نے بادِ مست کی آغوش میں رکھا سحاب   گھن گرج بجلی کی ہے کس کی نگاہوں کی عتاب
ڈالتا ہے کون کشتِ خاک میں تخمِ حیات   کون دیتا ہے زمیں کو زیست سے آخر نجات
کون ہے جس نے جلایا ہے یہ سورج کا چراغ   کیا کسی نے اس کی وسعت کا لگایا ہے سراغ
مادرِ گیتی کے سینہ کو کیا ہے کس نے چاک   کس نے آب وگل کو پہنائی ہے گندم کی نقاب

کون ہے جس نے جلایا شب میں ہے یہ شمع ماہ
کس نے شاعر کو عطا کی ہے بصیرت کی نگاہ

کس نے گردوں کی جبین ناز پہ افشاں رکھا   کس نے انجم کو اندھیروں میں ضیا افشاں رکھا
پھونکتا ہے کون مشتِ خاک میں روحِ حیات   حکم سے کس کے نکل جاتا ہے عفریت ممات
کس نے رکھا سینۂ زن میں محبت کا رباب   کس نے سکھلایا ہے مردوں کو مجاہد کا شباب
کس کے دستِ فیض سے جاری ہے بحرِ ناکنار   حکم سے ہے کس کے رقصاں آفتابِ شعلہ بار

گیت کس کے گا رہی ہے آخرش بادِ بہار
کس کے ہاتھوں میں ہے ان بیتاب موجوں کی مہار

کس نے آغوشِ گَس میں رکھ دیا قند و نبات   سینۂ مادر ہے کیوں سرچشمۂ آبِ حیات

کس کے ابرو کے اشارے پر برستا ہے سحاب　　کس کی مرضی ہے کہ اُن چاہے بھی جاتا ہے شباب
کون ہے اس کائناتِ رنگ و بو کی پشت پر　　کون سا فرماں روا ہے اس جہاں کے تخت پر

دیکھ اے چشم بصیرت ! دیکھ اے دنیا شناس !!
کیا نہیں ہے اس نظام بوالعجب کی کچھ اساس ؟

ہے یہی کافی نشاں اہلِ خرد کے واسطے　　یعنی تسلیم ھو اللّٰہ احد کے واسطے
وہ خدا جو ہے غریبوں ناتوانوں کی اماں　　وہ خدا جو درد مندوں کے لئے تسکین جاں
وہ خدا جو دل میں ہے پھر بھی ہے برتر از گماں　　وہ خدا کہ ذرہ ذرہ اس کی قدرت کا نشاں
وہ ہے روشن مہرِ عالم تاب جلوؤں میں بھی　　چاند کی خنکی میں، گل میں، لالہ میں، کلیوں میں بھی

یہ نسیم صبح ، یہ بادِ شمیم یاسمن
یہ روش سبزوں کی ، یہ جوہی ، یہ موتی ، نسترن

یہ بہار و کیف ، یہ دلکش گلستان و چمن　　یہ سبھی ہیں اس کے حسن ناز کی اک انجمن
وہ نہیں رہتا ہے سنگ و خشت کی دیوار میں　　وہ نہیں رہتا ہے عیش و طرب کے بازار میں
وہ نہیں رہتا ہے کوہ و دشت میں یا غار میں　　ہاں اگر رہتا ہے تو رہتا ہے قلب یار میں
ہر جگہ موجود ہے ہر گام پہ رہتا ہے وہ　　باد شاہوں کی نہیں ، مظلوم کی سنتا ہے وہ

—— بابری مسجد کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، تو اپنے دردِ دل اور دردِ جگر نیز اُمت مسلمہ ہندیہ پر بیتے ہوئے المیہ کو دربار قدسی ﷺ میں اس طرح پیش فرمایا :

کچھ غلامان ہندی ہیں آئے ہوئے　　چوٹ کھائے ہوئے ، دل دکھائے ہوئے
خونِ دل میں سراپا نہائے ہوئے　　زخم سینوں پہ اپنے سجائے ہوئے
سنگ پر سنگ ہنس ہنس کے کھائے ہوئے　　غم کے بادل ابھی تک ہیں چھائے ہوئے
ایک مدت ہوئی گیت گائے ہوئے　　ایک زمانہ ہوا مسکرائے ہوئے
ہیں کھڑے چشم پُرنم جھکائے ہوئے　　ہاتھ اپنی طلب کے اٹھائے ہوئے
ان کی آنکھوں میں اشکوں کی سوغات ہے　　روز جور وجفا سے ملاقات ہے
بس یہی ہے خطا ، ایک یہی بات ہے　　کہہ نہ پائے کبھی دن کو ہم ، رات ہے
" خوش اگر ہم سے پھر بھی تری ذات ہے　　شعلہ ہو ، سنگ ہو ، خار ہو ، مات ہے

غم نہیں ہے ، اگر غم کی برسات ہے کہ یہ اہل جنوں کی مدارات ہے "

تجھ پہ قربان ہم ، تجھ پہ لاکھوں سلام ہے یہی اُمت ہند کا ایک پیام

—— علماء دین اس اُمت کے لئے مصلح و رہبر کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن مصلح و رہبر ہونے کی حیثیت سے جو صفات اور صلاحیتیں مطلوب ہیں، اگر ان میں بے عملی، ہوس اقتدار اور مسلکی اختلاف و انتشار جیسے مضر جراثیم سرایت کر جائیں، تو بجائے نفع کے نقصان پہنچتا ہے، جس کی تلافی بہت مشکل ہوتی ہے، مولانا اپنے کلام میں اسی طبقۂ علماء کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے اور منصبی فریضہ کو یاد دلاتے ہوئے کہتے ہیں :

اے کہ تو ہے اس جہاں میں منبع نور مبیں !
تو ہے اس تاریک دنیا میں حقیقت کا امیں

○

کفر ہے تجھ سے ہراساں ، دہریت تجھ سے حزیں
تری درویشی پر خم ہے ، ماہ و انجم کی جبیں

○

مایۂ صدر شک ہے وہ خاک جس کا تو مکیں
روحِ دیں ، تو شمعِ دیں ، تو عطرِ دیں تو جان دیں

○

الغرض کہ تو ہی اس بزم جہاں کی جان ہے
تیری عظمت پر فلک خود بھی بہت حیران ہے

—— لیکن اتنی فضیلت کے حامل طبقہ ہونے کے باوجود ان کی روزمرہ کی مشغولیت کیا ہے، مولانا بڑے درد کے ساتھ فرماتے ہیں :

وہ ہوا کافر، وہ فاسق، اس کے دیں میں ہے خلل اس عدالت میں یہی دن رات ہوتا ہے عمل
جذلِ باہم ترا دنیا میں بنا ضرب المثل تھی یہی تدبیر تیرے واسطے گویا سہل
جس میں اُلجھایا گیا ہے تو ، خدارا کچھ سنبھل ! ہائے عاقل پر ہوئے جاتے ہیں غالب بے عقل

اب تمہارے دین میں گویا یہی ایمان ہے
بس یہی شرع متیں ہیں ، بس یہی قرآن ہے

اجتہاد و فقہ کا تو نام بھی اب مٹ گیا اور تحقیق سند کا سلسلہ بھی چھٹ گیا

یہ ادب ، تاریخ تو غیروں میں اپنے بٹ گیا　　علم سے ، تصنیف سے یوں رابطہ اب کٹ گیا
کچھ نہیں غم ، گو کہ یہ سارا خزانہ لٹ گیا　　کہ نہ اپنے ہاتھ سے معقول کا پنگھٹ گیا
کوئی بتلاؤ ، کیا یہ اہل دیں کی شان ہے ؟
ہاں ! یہی اخلاص و تقویٰ کی کیا پہچان ہے ؟
اہل مغرب کے لئے یہ نکتۂ ابہام ہے　　اب بھی کیوں حرکت میں ترا میکدہ ہے جام ہے
تو ہی اس تہذیب کے "روشن سحر" کی شام ہے　　ساری تدبیریں اکارت پھر وہی اسلام ہے
ہاں ! بناء کعبۂ الحاد ، اب تک خام ہے　　اور یہ سب صرف ملاؤں کا ان کے کام ہے
ہر طرف یہ آہ شیطانوں میں طشت از بام ہے
دشمنی تری وہاں مشہورِ خاص و عام ہے

——خواتین جو انسانیت کا نصف حصہ ہیں ، اور جو صالح انسانی معاشرہ کی تشکیل میں نمایاں کارنامہ انجام دیتی رہی ہیں ، سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں :

اے کہ اس عالم میں تو خالق کی وہ تحریر ہے　　جس سے قائم اس جہاں میں درد کی تصویر ہے
قوم کی ہے آبرو ، ناموس ہے ، تقدیر ہے　　ذات تری اس جہاں کا منبع تنویر ہے
خرمنِ باطل کو تو اک برہنہ شمشیر ہے　　تو جہاں میں اک متاعِ خیر سے تعبیر ہے
اپنا یہ منصب بہ نظر رشد مندانہ تو دیکھ
اور اپنے میکدہ کا حال ویرانہ بھی دیکھ
وہ حجاب آہنی ، وہ عظمت مریم تری　　مہرومہ کو بھی ملی ہوں گی نظریں کم تری
وہ وفا ، وہ دردمندی ، وہ نگاہِ نم تری　　دل سے ہونٹوں تک نہ آتی تھی نوائے غم تری
زلف ممکن تھا نہ ہوجائے کبھی برہم تری　　شرم سے بوجھل حیا سے چشم ہائے خم تری
ہاں ذراسا یہ اداءِ جانِ جاناں نہ تو دیکھ
اور اپنے میکدہ کا حال ویرانہ بھی دیکھ
یہ تیرا نازک بدن ، پھر یہ معیشت کی مہار　　جیسے غنچوں پر کوئی لاکر رکھے کانٹوں کا ہار
پھول سے اس ہاتھ پر فولاد کے پرزوں کا بار　　آہ یہ آہو ہے جس پر فیل تن دشمن سوار
دوڑ تمہاری کہ مل جائیں کہیں کچھ کاروبار　　مخملی پاؤں بھی ہے اور راستہ بھی خار زار
یہ زمانہ کا سلوک مہر بانا نہ تو دیکھ
اور اپنے میکدہ کا حال ویرانہ بھی دیکھ

ایسے پیران ترقی سے ہوئی ہے تو مرید — جس نے نسوانی نزاکت کی کیا مٹی پلید
تو بنی بازار کی منڈی میں سامانِ خرید — اشتہاروں کے جہاں میں کی گئی تو ہی شہید
نفس کے ''سکہائے درماندہ'' کی تو شمعِ امید — تو تماشہ بن گئی اور سب ہیں لذت یاب دید
کچھ یہ فرقِ ہم نوا وغیر و بیگانہ تو دیکھ
اور اپنے میکدہ کا حال ویرانہ بھی دیکھ

—— اشتراکیت جو دین بےزاری اور اللہ کے وجود کے انکار کا دوسرا نام ہے، کی مذمت وشناعت مولانا کے کلام میں ملاحظہ ہو :

یہ سراپا دہریت ، تشکیک ہے ، الحاد ہے — پیرہن اصلاح کا ہے ، باعثِ افساد ہے
اور مزدوروں کے حق میں جبر و استبداد ہے — خلق انسانی کے حق میں قاتل و جلاد ہے
چکھ چکا ہے جو اسے ، وہ خود بہت ناشاد ہے — فلسفہ میں ، فکر میں مجموعۂ اضداد ہے
پیٹ ہی آغاز ہے اور پیٹ ہی انجام ہے — ماسوا اس کے سراپا جہل ہے ، اوہام ہے
عقل کے ، دل کے ، نظر کے نام سے بدنام ہے — ورنہ بس ایک پیٹ ہی انسان پر قوام ہے
یہ خدائے اشتراکیت کا وہ الہام ہے — جو یہاں کی آب وگل کی روح ہے، پیغام ہے

اجتہادی فکر

حضرت الاستاذ نے یوں تو فقہ کے تمام ہی پہلوؤں پر لکھا ہے، لیکن آپ کی توجہ کا خاص مرکز نئے مسائل کا حل رہا ہے، اس موضوع پر آپ کی کتاب 'جدید فقہی مسائل' برصغیر کی مشہورترین کتاب ہے اور اس کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے، اس موضوع پر کم کسی کتاب کے حصہ میں آئی، ہندوستان اور پاکستان کے مختلف مکتبوں سے اس کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، اس کا عربی ایڈیشن کویت سے اور فارسی ایڈیشن ایران سے شائع ہوا ہے۔

جدید مسائل کو حل کرنے کی جہاں آپ نے عملی کوششیں کی ہیں، وہیں آپ نے اس پر اُصولی بحث بھی فرمائی ہے، جدید فقہی مسائل کے مقدمہ کے علاوہ قاموس الفقہ میں ''اجتہاد'' اور ''تقلید'' کے الفاظ کے تحت ان بحثوں کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، اس سلسلہ میں آپ کا وہ مقالہ جسے آپ نے اجتماعی اجتہاد کے موضوع پر منعقد ہونے والے اسلام آباد یونیورسٹی کے سیمینار میں پیش کیا، نہایت اہم ہے، اس مقالہ میں آپ نے اس کو واضح فرمایا ہے کہ اجتہاد کا کچھ نہ کچھ سلسلہ ہر عہد میں جاری رہا، یہ سمجھنا کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا، صحیح نہیں، ہر صدی میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جو اجتہادی صلاحیت کے حامل تھے، البتہ اب اجتہاد مطلق کی ضرورت باقی نہیں رہی، جزوی اجتہاد کی ضرور ہے، کیوں کہ مجتہد مطلق کی جو ذمہ داریاں ہیں، وہ بڑی حد تک انجام پا چکی ہیں، اب جس کام کی ضرورت ہے، وہ اجتہاد کی ایک خاص صورت تحقیق مناط کی ہے اور اجتہاد کی یہ صورت قیامت تک جاری رہے گی،

چنانچہ اس سلسلہ میں روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں :

۱) اگر نص میں ایک سے زیادہ معنوں کا احتمال ہو تو شارع کے مقصد و منشاء کی تعیین۔

۲) اگر نص میں بظاہر تعارض محسوس ہو تو تعارض کو دور کرنا، خواہ دونوں میں تطبیق پیدا کی جائے یا ایک کو ناسخ دوسرے کو منسوخ سمجھا جائے یا ایک کو راجح دوسرے کو مرجوح قرار دیا جائے۔

۳) جو نص تعبدی اور نا قابل قیاس نہیں ہیں، ان میں حکم کی علت متعین کرنا۔

۴) جو واقعات پیش آئیں، ان میں اس علت کو منطبق کرنا۔

مجتہد مطلق بنیادی طور پر ان میں سے پہلے تین اُمور کو انجام دیتا ہے، اور تین اُمور وہ ہیں کہ سلف صالحین ان سے فارغ ہو چکے ہیں، نصوص کے مفہوم کی تعیین، ان کی تحقیق اور ان سے علت کا استنباط و استخراج کی خدمات اتنے بڑے پیمانے پر انجام پا چکی ہیں کہ اب ان میں اضافہ کی بہت کم گنجائش باقی رہ گئی ہے، البتہ چوتھا کام یعنی ہر عہد میں پائے جانے والے مسائل پر نصوص سے ثابت اور مستنبط علت کی تطبیق وہ عمل ہے جو قیامت تک جاری رہے گا، اسی کو فقہاء نے ''تحقیق مناط'' سے تعبیر کیا ہے، دراصل قیاس کا عمل تین مرحلوں سے گذرتا ہے، تخریج مناط، تنقیح مناط اور تحقیق مناط، ان میں تخریج و تنقیح کا تعلق علت سے استخراج واستنباط سے ہے اور تحقیق مناط کا تعلق علت کی تطبیق سے ہے، چنانچہ علامہ آمدی فرماتے ہیں :

اما تحقيق المناط فهو النظر في معرفة وجود العلة في آحاد الصور بعد معرفتها في نفسها سواء كانت معروفة بنص أو إجماع أو إستنباط .

(الأحكام في أصول الأحكام للآمدي ۳۳۵/۳)

تحقیق مناط سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کا نص میں علت ہونا معلوم ہو چکا ہو، خواہ نص کے ذریعہ یا اجماع کے ذریعہ یا استنباط کے ذریعہ، دیکھا جائے کہ جو واقعات سامنے آئے ہیں، ان میں وہ علت پائی جاتی ہے یا نہیں۔

''تحقیق مناط'' قیاس کی ایک ایسی قسم ہے جو قیامت تک باقی رہے گی؛ کیوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ پر ختم نبوت اور شریعت کی ابدیت و دوام کا لازمی تقاضا ہے۔

عام طور پر لوگ اجتہاد مطلق کے سلسلہ میں یہ بات کہتے ہیں کہ چوں کہ اس دور میں مجتہدانہ صلاحیت کے حامل لوگ باقی نہیں رہے، اس لئے اجتہاد کی گنجائش نہیں، اس پر لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام علوم میں تو ترقی ہو رہی ہے اور صرف علم شریعت ہی میں تنزل و انحطاط کیوں؟ اس لئے آپ نے اس کو ایک دوسرے انداز سے پیش فرمایا ہے اور وہ آپ ہی کے الفاظ میں اس طرح ہے :

''اجتہاد مطلق'' جسے اصطلاح میں اجتہاد کہا جاتا ہے، کہا جاسکتا ہے کہ اب اس کی ضرورت

نہیں رہی اور یہ ایک فطری بات ہے کہ کوئی بھی فن آہستہ آہستہ مدون ہوتا ہے، اور جب اس کی نشوونما مکمل ہو جاتی ہے تو اب از سرنو اس کام کی ضرورت باقی نہیں رہتی، صرف حسب ضرورت اضافہ کی حاجت ہوتی ہے، اسی طرح ایک زمانہ میں ضرورت تھی کہ قرآن وحدیث، آثار صحابہ، اجماع وقیاس اور دوسری ادلۂ شرعیہ کو سامنے رکھ کر ایک پورا نظام حیات مرتب کر دیا جائے، جس میں عقیدہ وعبادت سے لے کر معاشرت، معاملات اور اجتماعی زندگی تک تمام احکام کا احاطہ ہو، اور انسان کے لئے ماں کی گود سے قبر کی گود تک پوری زندگی کے لئے ایک نظام العمل مرتب ہو جائے؛ تا کہ عام مسلمانوں کے لئے قرآن وحدیث تک رسائی آسان ہو سکے، یہی کام ائمۂ مجتہدین اور سلف وصالحین نے پورے اخلاص، خشیت الٰہی اور علمی گہرائی وگیرائی کے ساتھ انجام دیا، اب اگر آج نئے سرے سے اجتہاد شروع کیا جائے تو اس کی مثال ایسی ہی ہوگی کہ ضرورت تو کہیں ایک کھڑکی اور دروازہ لگانے کی ہو، اور ہم پوری عمارت منہدم کر کے بنیاد سے اس کی تعمیر شروع کریں، اور جب کھڑکی اور دروازہ کی جگہ تک پہنچیں تو وہاں کھڑکی اور دروازہ لگا دیں، ظاہر ہے کہ یہ فعل عبث اور غیر فطری ہوگا، اسی لئے سلف نے عام طور پر اس بات کو پسند نہیں کیا کہ جو کوششیں پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہیں، از سرنو اسے دہرایا جائے، جس میں علمی انحطاط اور ورع وتقویٰ کی کمی کی وجہ سے نفع سے زیادہ نقصان اور صواب سے زیادہ خطا کا اندیشہ ہے، البتہ اجتہاد کا ایک درجہ وہ ہے جس کی ضرورت قیامت تک باقی رہے گی، جس کو عام فقہاء نے ''تخریج مسائل'' سے تعبیر کیا ہے اور جس کو علامہ ابواسحٰق شاطبی وغیرہ نے ''تحقیق مناط'' کہا ہے، یعنی ہر دور میں جو مسائل پیدا ہوں، ان پر فقہاء کے اجتہادات کی روشنی میں قرآن وحدیث کے اُصولوں کی تطبیق اور ان کا حل۔

لیکن آپ نے اس کے ساتھ موجودہ حالات میں تقلید شخصی کو عمومی طور پر واجب قرار دیا ہے، اس سلسلہ میں آپ نے تفصیلی بحث کی ہے، جس کا خلاصہ خود آپ ہی کے الفاظ میں اس طرح ہے:

البتہ موجودہ حالات میں اگر شخصی تقلید کو ضروری قرار نہ دیا جائے تو علوم اسلامی سے دوری، ورع وتقویٰ کی کمی اور سیاسی تأثر وہ اُمور ہیں کہ دین میں زبردست فتنہ اور ہوس پرستی کو کوئی طاقت روک نہ سکے گی، مثلاً احناف کے یہاں انگوری شراب کے علاوہ دوسری شراب اتنی پی لی جائے کہ نشہ پیدا نہ ہو تو حلال ہے، مالکیہ کی طرف بیوی سے غیر فطری طریق پر وطی اور متعہ کا جواز منسوب ہے، بعض علماء حجاز نے آلات لہو کو سننے کی اجازت دی ہے، بعضوں نے نقد

خرید وفروخت ہوتو کم وبیش کر کے سونا فروخت کرنے کی اجازت دی ہے، کسی نے بلا عذر جمع بین الصلوٰتین کو جائز رکھا ہے، بعض علماء عراق نے روزہ کی حالت میں طلوع صبح کے بعد بھی طلوع آفتاب تک خورد ونوش کو درست قرار دیا ہے، امام شافعیؒ کے یہاں شطرنج جائز ہے اور بعض اہل علم کا خیال ہے کہ نکاح سے قبل منگیتر کا سراپا برہنہ حالت میں دیکھا جاسکتا ہے، اصحاب ظواہر کی رائے ہے کہ چھ چیزوں (سونا، چاندی، جو، گیہوں، کھجور اور نمک) کے سوا تمام چیزوں میں سودی، لین دین درست ہے، یہ اور اس طرح کے فقہاء کے دسیوں تفردات ہیں کہ اگر شخصی تقلید کو ضروری قرار نہ دیا جائے اور مختلف فقہی مذاہب سے خوشہ چینی کی عام اجازت دی جائے تو ہوس پرست اور نفس پرست لوگ ''اجتہاد'' کی نقاب اُوڑھ کر ہر ناگفتنی اور ناکردنی کے لئے اسلام میں جگہ پیدا کرلیں گے، اس لئے فی زمانہ ضروری ہے کہ عام لوگوں پر کسی ایک فقیہ کی تقلید کو ضروری قرار دیا جائے۔

البتہ آپ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ عمومی طور پر تقلید کا راستہ اختیار کرنے کے ساتھ نئے مسائل کے حل کے لئے ضرورتاً قول ضعیف پر فتویٰ دینے اور بعض مسائل میں ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف عدول کرنے کی گنجائش ہے، چنانچہ قول ضعیف پر فتویٰ دینے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں :

نئے مسائل کے سلسلہ میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ عرف کی تبدیلی اور ضرورت کے تقاضے کے تحت بعض اجتہادی احکام میں تبدیلی قبول کی جاتی ہے، اس کی ایک صورت زمانہ قدیم سے یہ اختیار کی جاتی رہی ہے کہ از راہ ضرورت مذہب کے کسی قول مرجوح پر فتویٰ دیا جاتا ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں :

...... قلت : لكن هذا في غير موضع الضرورة ، فقد ذكر في حيض البحر في بحث الوان الدماء اقوالاً ضعيفة ، ثم قال : وفي المعراج عن فخر الأئمة : لو أفتى مفتي بشيئ من هذه الأقوال في مواضع الضرورة طلباً للتيسير كان حسناً ، وكذا قول ابي يوسف في المني اذا خرج بعد فتور الشهوة لا يجب به الغسل ضعيف وأجازوا العمل به للمسافر ، والضعيف الذي خاف الريبة ، كما سيأتي في محله و ذلك من مواضع الضرورة . (شامی:۵۱/۱)

...... میں کہتا ہوں کہ یہ ان مواقع کے لئے ہے جہاں ضرورت نہیں ہو، بحر کی کتاب الحیض میں ''الوان دم'' (خون کی رنگتوں) کی بحث میں چند ضعیف اقوال نقل کئے ہیں، پھر کہا ہے کہ'' معراج'' میں فخر الائمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر مفتی ضرورت کے موقع پر ان اقوال میں سے

کسی پر از راہ سہولت فتویٰ دے تو یہ بہتر ہوگا، منی کے سلسلہ میں امام ابو یوسفؒ کی رائے کہ فتور شہوت کے بعد منی نکلنے سے غسل واجب نہ ہوگا، ضعیف ہے، مگر فقہاء نے مسافر اور ایسے مہمان کے لئے اس کی اجازت دی ہے، جو اتہام کا اندیشہ رکھتا ہو، اپنی جگہ یہ بحث آئے گی، اور یہ مواقع ضرورت میں سے ہے۔

اسی طرح ''تضمین ساعی'' یعنی ناواجبی طور پر مقدمہ میں پھنسا دینے والے شخص کو نقصان کا ضامن قرار دینے کے قائل امام زفر ہیں اور امام زفر کا قول ائمہ ثلاثہ کے مقابل مقبول نہیں، مگر از راہِ ضرورت فقہاء متاخرین نے اب اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

اسی طرح ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف عدول کی بابت رقم طراز ہیں :

دوسرا طریقہ ایک فقہ سے دوسرے فقہ کی طرف کسی خاص مسئلہ میں عدول کا ہے کہ ضرورت کے مواقع پر دوسرے مجتہدین کی آراء سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں :

والحاصل أنه إذا اتفق ابوحنيفة وصاحباه على جواب لم يجز العدول عنه إلا لضرورة . (رسم المفتی:۷۰،ط:سعیدیہ سہارنپور)

خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب اور صاحبین جس جواب پر متفق ہوں اس سے عدول جائز نہیں، البتہ ضرورت کی بنا پر جائز ہے۔

''ممتدة الطهر'' (جس عورت کی پاکی کا زمانہ بہت طویل ہو جاتا ہو) عورت کی عدت کے سلسلہ میں فقہاء مالکیہ کی رائے ہے کہ نو ماہ کے اختتام پر اس کی عدت تمام ہو جائے گی، بزازیہ میں اسی قول پر فتویٰ دیا گیا ہے، شامی اسی ذیل میں فرماتے ہیں :

نظير عدة ممتدة الطهر التى بلغت برؤية الدم ثلاثة ايام ثم أمتد طهرها فإنها تبقى فى العدة إلى أن تحيض ثلاث حيض وعند مالك تنقضى عدتها بتسعة أشهر وقد قال فى البزازية : الفتوىٰ فى زماننا على قول مالك وقال الزاهدى كان بعض أصحابنا يفتون به للضرورة . (ردالمحتار:۳/۳۳۰، دیکھئے: کتاب مذکور:۲/۲۰۲)

جس عورت کو تین دنوں خون آیا اور وہ بالغ ہوگئی، پھر اس کا طہر طویل تر ہو گیا، ایسی ممتدۃ الطہر عورت تین حیض تک عدت میں رہے گی، امام مالکؒ کے نزدیک نو ماہ میں اس کی عدت پوری ہو جائے گی اور بزازیہ میں کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ ہے اور زاہدی کا بیان ہے کہ ہمارے بعض اصحاب اسی پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

حنفیہ کے یہاں مدیون کی کوئی ایسی چیز حاصل ہوگئی جو دین کی جنس سے ہوتو وہ اپنا دین وصول کرسکتا ہے، اگر خلاف جنس شئی حاصل ہوئی ہوتو اس سے دین وصول نہیں کرسکتا، لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک وصول کرسکتا ہے، اس پر حصکفی نے'' المجتبیٰ'' کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس میں زیادہ وسعت ہے، لہٰذا از راہ ضرورت اس پر عمل کیا جاسکتا ہے، ''وھو أو سع فیعمل به عند الضرورۃ'' شامیؒ نے اس پر قہستانی سے یہ توجیہ نقل کی ہے :

وإن لم یکن مذھبنا فإن الإنسان یعذر فی العمل به عند الضرورۃ . (ردالمحتار:۳/۲۰۰)

گو ہمارا یہ مذہب نہیں، مگر آدمی ضرورت کے مواقع پر اس پر عمل کرنے میں معذور ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ''عمدۃ الاحکام'' کی ''کتاب الکراہیت'' سے نقل کیا ہے :

سور الکلب والخنزیر نجس خلافاً لمالک وغیرہ ولوافتی بقول مالک جاز .

(عقد الجید:۴۳)

کتے اور سور کا جوٹھا ناپاک ہے، بخلاف امام مالک وغیرہ کے، تو اگر امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ دے دیا جائے تو جائز ہے۔

فقہاء حنفیہ کے یہاں اس سلسلہ میں بہت سی نظیریں موجود ہیں، شوہر میں بعض عیوب وامراض پیدا ہو جانے کی صورت میں تفریق کا حق، مفقود الخبر کی زوجہ کے لئے تفریق کا حق، تعلیم قرآن اور اذان وامامت پر اُجرت، کمیشن ایجنٹ (سمسار) کا کاروبار وغیرہ، کتنے ہی مسائل ہیں جن میں فقہاء متاخرین نے دوسرے مکاتب فقہ کی آراء سے فائدہ اُٹھا کر اُمت کو مشقت سے بچایا ہے اور ''اختلاف أمتی رحمة'' کا عملی ثبوت پیش کیا ہے۔

البتہ اس میں بھی یہ احتیاط مناسب ہے کہ حتی المقدور ائمہ اربعہ کے مسالک کی حدود سے باہر نہ جائے، چنانچہ علامہ ابن ہمام اور ان کے تلمیذ ابن امیر الحاج فرماتے ہیں :

(وعلی ھذا ماذکر بعض المتأخرین) وھو ابن الصلاح (منع تقلید غیر) الأئمة (الاربعة) أبی حنیفة ومالک والشافعی واحمد لانضباط مذاھبھم وتقیید مسائلھم وتخصیص عمومھا وتحریر شروطھا إلی غیر ذلک ولم یدر مثله فی غیرھم من المجتھدین الآن لانقراض اتباعھم وحاصل ھذا انه امتنع تقلید غیر ھؤلاء الأئمة لتعذر نقل حقیقة مذھبھم وعدم ثبوته حق الثبوت لا لأنه لا یقلد وھو صحیح .

(التقریر والتحبیر :۳/۳۵۳)

اسی بنا پر بعض متاخرین ''ابن صلاح'' نے ذکر کیا ہے کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ کی تقلید ممنوع ہے، کیوں کہ ان ائمہ کے مذاہب منضبط ہیں، مسائل سے متعلق قیود واضح ہو چکی ہیں، عمومات کی

تخصیص اور شرائط کی تنقیح وغیرہ کا کام ہو چکا ہے، اب تک دوسرے مجتہدین کے معاملہ میں ایسا نہیں ہو پایا ہے؛ کیوں کہ ان کے متبعین نہیں رہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ان ائمہ کے علاوہ دوسروں کی تقلید کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ان کے حقیقی مذہب کا نقل کرنا دشوار ہے اور ان کا ثبوت نہیں، اس لئے نہیں کہ وہ قابل تقلید نہیں ہیں، یہی صحیح ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ جیسے معتدل الفکر اور مسلکی تعصبات سے ماوراء شخصیت نے بھی مذاہب اربعہ کو بڑی مصلحتوں کا حامل قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں :

منها أن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد إجتمعت الأمة أو من يعتد منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا وفي ذلك من المصالح مالا يخفى لا سيما في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جداً و أشربت النفوس الهوى واعجب كل ذى رأى برأيه .(حجة الله البالغة:۱/۳۷۶)

من جملہ مصالح کے یہ ہے کہ ان مدون ومرتب چاروں مذاہب پر اُمت اور اُمت کے معتد بہ لوگوں کا اتفاق ہو گیا ہے اور وہ آج تک ان مذاہب اربعہ کی تقلید کے جواز پر متفق ہیں، اس میں ایسی مصلحتیں ہیں جو مخفی نہیں، بالخصوص فی زمانہ کہ ہمتیں بہت کوتاہ ہیں اور لوگ مبتلاء ہوس ہیں اور ہر صاحب رائے اپنی رائے کی بابت عجب کا شکار ہے۔

پھر آپ نے نئے مسائل کے حل کے سلسلہ میں جو نقشۂ کار تجویز کیا ہے، وہ خود آپ ہی کے الفاظ میں اس طرح ہے :

لہٰذا اس عہد میں جو فقہی مسائل پیدا ہوئے ہیں، ان کے حل کے سلسلہ میں نقشۂ کار اس طرح ہوگا :

(۱) جن مسائل کے بارے میں صاحبِ مذہب کی صراحت منقول نہ ہو اور فقہاء کے یہاں اس کی کوئی نظیر بھی موجود نہ ہو، ان میں نصوص اور مقاصد شریعت کو سامنے رکھ کر حکم لگانا، لیکن اس حقیر کا خیال ہے کہ ایسے مسائل بہت ہی کم مل سکتے ہیں جن کے بارے میں ائمہ مجتہدین اور اصحابِ تخریج کے یہاں صراحت بھی نہ ہو اور ان کے اجتہادات میں اس کی نظیر بھی موجود نہیں ہو۔

(۲) جن مسائل میں اصحابِ مذاہب کا اجتہاد منقول نہ ہو، لیکن اس کی نظیر موجود ہو، خواہ مجتہد مطلق کے یہاں، خواہ مجتہد منتسب اور اصحابِ تخریج کے یہاں، تو ان میں پہلے کے نظائر اور اجتہاد واستنباط کے اُصول وقواعد کو سامنے رکھ کر حکم لگانا۔

(۳) جن مسائل میں ائمہ مجتہدین یا مذہب کے دائرہ میں رہتے ہوئے اجتہاد کرنے والے فقہاء کی آراء موجود ہوں، لیکن عرف اور طریقۂ کار میں تبدیلی، سیاسی ومعاشی نظام میں تغیر، اخلاقی انحطاط، اور نئے

وسائل کی ایجاد کی وجہ سے ان آراء پر عمل کرنے میں اباحیت کا دروازہ کھلتا ہو، یا قابل لحاظ حرج اور تنگی پیدا ہوتی ہو، تو ایسی رائے کو ترجیح دینا جس میں موجودہ احوال کی رعایت ہو۔۔۔۔۔ اس کی دو صورتیں ہیں :

(الف) مذہب کے قول ضعیف کو اختیار کرنا۔

(ب) دوسرے مکاتب فقہ سے استفادہ کرنا۔

(۴) بعض ایسے مسائل بھی ہیں جن میں واضح طور پر وہ علت پائی جاتی ہے، جس علت کی وجہ سے نص میں اس کے حلال یا حرام ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، اس نئی پیش آمدہ صورت پر اس علت کو منطبق کرتے ہوئے حکم لگانا۔۔۔۔۔ جس کو علماء اُصول نے 'تحقیق مناط' سے تعبیر کیا ہے۔

نئے مسائل کے سلسلہ آپ نے ایک اہم بات یہ بتائی ہے کہ اس کے حل کی دو جہتیں ہیں :

ایک یہ ہے کہ جو معاملات مروج ہیں، ان کے بارے میں حکم شرعی کی رہنمائی کی جائے کہ یہ حلال ہے یا حرام اور مکروہ ہے یا مستحب؟ وغیرہ، دوسرے اگر کوئی معاملہ حرام طریقہ پر مروج ہو، اس میں کسی قدر تبدیلی کے ساتھ حلال متبادل فراہم کیا جاسکتا ہو، اور لوگ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہوں، تو شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے حلال متبادل کی رہنمائی کی جائے، تاکہ اُمت کو گناہ سے بچایا جاسکے، اسی لئے قرآن نے جہاں نفع حاصل کرنے کے ایک ناجائز طریقہ 'سود' کی ممانعت کا ذکر کیا ہے، وہیں نفع حاصل کرنے کے جائز طریقہ 'تجارت' کی حلت پر بھی روشنی ڈالی ہے، ''احل الله البيع و حرم الربوا''۔(آل عمران :۲۷۵)

حرام غذاؤں کے ساتھ ساتھ حلال غذاؤں کا اور محرم عورتوں کے ساتھ حلال عورتوں کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے، (النساء:۲۴) اور جہاں حضور ﷺ نے حضرت بلال ؓ سے فرمایا: دو صاع معمولی کھجور کے بدلہ ایک صاع عمدہ کھجور حاصل کرنا ربوا ہے، وہیں آپ ﷺ نے حلال راستہ کی بھی رہنمائی فرمائی کہ اگر معمولی کھجور کی قیمت درہم میں طے کی جائے اور درہم کے بدلہ ایک صاع عمدہ کھجور خرید کرلی جائے تو درہم کا واسطہ آجانے کی وجہ سے اب حرمت کا حکم ختم ہوجائے گا، (مسلم شریف ،حدیث نمبر:۳۰۸۳،کتاب المساقاة ، باب بيع الطعام مثلاً بمثل) اسی طرح اس دور میں بھی علماء کے لئے صرف کسی شی کو حرام کہہ دینا کافی نہیں ہے؛ بلکہ اگر اس کا حلال متبادل ہوسکتا ہے تو اس کی رہنمائی کرنا بھی ضروری ہے۔

پھر آپ کی رائے یہ ہے کہ اجتہاد، مذہب کے قول ضعیف پر عمل، ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف عدول کا یہ عمل انفرادی طور پر نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ اسے اجتماعی طور پر کرنا چاہئے، کیوں کہ یہی طریقہ زیادہ محفوظ طریقہ ہے، اس پہلو پر آپ نے متعدد مقالات میں روشنی ڈالی ہے، ایک جگہ آپ نے مختصر الفاظ میں اس پوری بحث کو سمیٹا ہے، یہاں اس اقتباس کو نقل کرنا مناسب محسوس ہوتا ہے :

احکام شرعیہ کے حل کی ایک صورت انفرادی کوشش ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کے سامنے حضرت معاذ ؓ نے

عرض کیا کہ اگر کتاب وسنت میں کوئی حکم نہیں ملا تو میں غور وفکر کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی روا نہیں رکھوں گا، ''اجتهد برأی و لا آلو'' (سنن البیهقی، حدیث نمبر:۲۰۱۲۶، کتاب آدب القاضی، باب ما یقضی به القاضی ویفتی به المفتی الخ) اور یہی طریقہ اکثر فقہاء مجتہدین نے اختیار فرمایا ہے، دوسرا طریقہ اجتماعی غور وفکر کا ہے، جس کی ہدایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے استفسار کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے حوادث و نئے واقعات کے بارے میں مشورہ دیا کہ ایسے اہل علم کو جمع کرو جن میں تفقہ بھی ہو، اور خدا کی بندگی کا احساس بھی، اور ان سے مشورہ کرو، تنہا کوئی رائے دینے سے اجتناب کرو، '' اجمعوا له الفقهاء العابدين ، و شاورهم ولا تمضوا برأی خاصة '' (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر:۱۲۰۴۳) خلفاء راشدین نے ان دونوں طریقوں کو اختیار فرمایا، خاص طور پر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس طریقہ کو زیادہ فروغ دیا، جس کا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ذکر فرمایا ہے، اسی لئے عہد صحابہ میں ہونے والے زیادہ تر اجماع کا تعلق عہد فاروقی سے ہے، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے انتظامی اُمور میں مشورہ کی طرح شرعی اُمور میں مشورہ کے لئے ایک مستقل مجلس مقرر فرمائی تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ اپنی اصابت رائے اور تفقہ کی وجہ سے دونوں مجلسوں کے رکن تھے۔

اسی اجتماعی طریقۂ غور وفکر کو مدینہ کے فقہاء سبعہ —— جو صحابہ کی اولاد واحفاد میں سے تھے —— نے فروغ دیا، اور پھر اسے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اوجِ کمال پر پہنچا دیا، امام صاحب نے مختلف فنون میں مجتہدانہ بصیرت رکھنے والے رفقاء وتلامذہ کے ساتھ مل کر فقہ کی تدوین فرمائی، مختلف اوقات میں شرکاء تدوین کی تعداد کم وبیش ہوتی رہتی تھی، لیکن مجموعی طور پر یہ تعداد چالیس تک پہنچتی ہے، اس اجتماعیت نے فقہ حنفی کو روایت و درایت کا جامع بنا دیا ہے، اور نصوص کی تعبیر وتطبیق اور جمع وتوفیق میں یہ ایک عظیم علمی شاہکار کا درجہ رکھتی ہے، اس کا مقصد ہرگز دوسرے دبستانِ فقہ کی تحقیر نہیں ہے؛ بلکہ منشاء فقہ حنفی کے ایک امتیازی پہلو کو واضح کرنا ہے۔

اس دور میں —— جو علم وتحقیق میں دون ہمتی کا دور بھی ہے، اور ورع وتقویٰ اور استقامت میں کمی کا دور بھی —— یہی اجتماعی غور وفکر کا طریقہ محفوظ اور محتاط طریقہ ہے۔

غرض کہ حضرت الاستاذ کے نزدیک تقلید اس زمانہ کی ضرورت ہے، لیکن نئے مسائل میں اجتہاد بھی ضروری ہے، اور اس اجتہاد میں تخریج مسائل اور تحقیق مناط کا راستہ اختیار کیا جائے اور حسب ضرورت اس مقصد کے لئے مذہب کے قول جدید کو اجتہاد کرنے اور دوسری فقہ کی طرف عدول کرنے کی بھی گنجائش ہے، لیکن ضروری ہے کہ یہ عمل انفرادی طور پر نہ ہو، اجتماعی طور پر ہو اس تفصیل سے آپ کے فکری اعتدال اور احکام شرعیہ میں احتیاط کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

فضلاءکوتربیت کی خاص مہارت

حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کو یوں تو ابتدائی عربی درجات سے لے کر دورۂ حدیث اور پھر تخصصات تک کی تدریس کا اچھا خاصا تجربہ ہے، اور آپ کے اندازِ تدریس سے طلبہ نہ صرف مستفید ہوتے ہیں بلکہ متاثر ہوتے ہیں، اور نقالی کی کوشش بھی کرتے ہیں، لیکن فضلاء مدارس کو تربیت دینے کا جو خاص ملکہ اللہ نے دیا ہے، اس کے لئے بس یہی کہا جاسکتا ہے :

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور اس بات کا طلبہ اعتراف بھی کرتے ہیں، نہ صرف یہ کہ معہد میں دوران تدریس بلکہ فراغت کے بعد بھی —— اکابر علماء نے بھی آپ کی اس خصوصی صلاحیت کا اعتراف کیا ہے، حضرت مولانا محمد اسرار الحق صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں :

ممتاز عالم دین فقیہ و محدث محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب معہد کے بانی اور منتظم اعلیٰ ہیں جنھیں تخصصات کے درجوں میں زیر تعلیم و تربیت فضلاء کو درس دینے میں زبردست مہارت حاصل ہے۔

حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی تحریر فرماتے ہیں :

راقم الحروف (محمد برہان الدین سنبھلی) عرصۂ دراز سے برادر محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی زیدہ مجدہ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا قائل و معترف، ان کی فاضلانہ کتابوں اور محققانہ مضامین کی بنا پر رہا ہے، اسی کے ساتھ تدریسی و تربیتی امتیاز کا تذکرہ بھی ادھر عرصہ سے سننے میں آرہا ہے۔

حضرت مولانا عتیق احمد بستوی رقم طراز ہیں :

’’اللہ تعالیٰ نے مولانا موصوف کو فضلاء کی تربیت اور افراد سازی کا خصوصی ملکہ اور سلیقہ عطا فرمایا ہے‘‘۔

حضرت مولانا مفتی نسیم احمد قاسمی مظفر پوری تحریر فرماتے ہیں :

قدرت کی طرف سے آپ کو تفقہ فی الدین کی دولت بے بہا حاصل ہوئی ہے اور فقہی بصیرت سے سرفراز کیے گئے ہیں، نیز طلبہ کی تربیت اور ان کی صلاحیتوں کو نکھارنے اور افراد سازی میں بافیض بنائے گئے ہیں۔

آپ کا تربیت یافتہ کاروانِ علم وتحقیق

آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوکر جولوگ علم وتحقیق کا سفر طے کررہے ہیں، ان کی بڑی تعداد ہے، اوران کی اچھی خاصی تعداد ہندوستان سے باہر بھی ہے، مشہور مصنف حضرت مولانا مجیب اللہ ندویؒ جب دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد تشریف لائے او مولانا کے افرادسازی کے جوہرکودیکھاتواپنے تاثرات اس طرح لکھے :

دارالعلوم سبیل السلام میں اس وقت جوعلمی وتحقیقی کام ہورہا ہے، اس نے اس مدرسہ کوکم سنی کے باوجود بڑی بڑی دینی جامعات کا ہم عنان بنادیا ہے، اور یہ صرف برادرعزیز مولانا خالد سیف اللہ سلمہ کی افرادسازی اورتربیت کی خصوصی صلاحیت کاثمرہ ہے۔

آپ کے تربیت یافتہ فضلاء میں مولانا محمد عابد ندوی (مقیم جدہ)، مولانا حافظ خواجہ نذیرالدین صاحب (ناظم جامعہ عائشہ) مولانا احمد عبدالمجیب ندوی قاسمی (مقیم شکاگو) مولانا ظفر عالم ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)، مولانا خالد حسین صدیقی (ناظم دارالتربیت رمول، نیپال)، مولانا ولی اللہ قاسمی فتح پوری (سابق شیخ الحدیث جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ) رفقاء گرامی مولانا محمد مصطفیٰ ندوی مولانا شاہد علی قاسمی (اساتذۂ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)، ڈاکٹر احتشام الحق قاسمی (مقیم امریکہ) مولانا عبدالاحد فلاحی (ممبئی) مولانا عمر بن یوسف فلاحی (جامعہ حسینہ کوکن) وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، ان سبھی حضرات نے دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد میں تدریس کے دوران آپ سے استفادہ کیا ہے، یہیں اس حقیر کوبھی یہ سعادت حاصل ہوئی اوراسی زمانہ میں غیررسمی طورپراستفادہ کرنے والوں میں مولانا ڈاکٹر فہیم اختر ندوی (لکچرار مولانا آزاداُردونیشنل یونیورسٹی)اورمولانا محمد جنید فلاحی (اندور) وغیرہ بھی ہیں۔

'المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد' کی بنیادہی آپ نے افرادسازی ہی کی نیت سے رکھی ہے، اس لئے اس کے قیام کے بعد سے اس کام میں اورتیزی آگئی ہے، اللہ کاشکر ہے کہ کم وقت میں معہد کا فیض نہ صرف ملک کے چپہ چپہ میں پہنچ گیا ہے بلکہ امریکہ، برطانیہ، نیپال اورسری لنکا کے فضلاء نے بھی یہاں سے استفادہ کیا ہے، معہد کے فضلاء میں اس وقت ایک درجن سے زائد افراداُردو، انگریزی صحافت سے مربوط ہیں، اتنی ہی تعداد ان حضرات کی ہے، جوملک کے مؤقرا داروں میں افتاء اورقضاء کے فرائض انجام دے رہے ہیں، دینی مدارس میں تدریس کا فریضہ انجام دینے والے فضلاء کے علاوہ ایک مناسب تعداد ان حضرات کی ہے جوانگلش میڈیم اسکولوں میں تعلیم وتربیت کی خدمت سے منسلک ہیں، ایک درجن سے زیادہ وہ ہیں جنھوں نے برادران وطن کے درمیان دعوتِ دین کو اپناہدف بنالیا ہے اورمتعددفضلاء خلیجی اورمغربی ممالک کی یونیورسٹیوں میں مزید کسب علم کررہے ہیں اوران جامعات میں ممتاز ہیں۔

حضرت الاستاذ — اکابرعلماء اورمعاصرعلماء کی نظرمیں

حضرت الاستاذ مولانا رحمانی اپنی صلاحیت، اپنی تقریروتحریر، فقہی فکر، اورفکر میں اعتدال وتوازن، نیز خلوص ومحبت، چھوٹوں اور

شاگردوں کے ساتھ شفقت، طرز تربیت، اپنے قلم وتحریر میں تحقیقی رنگ، جدید مسائل کے حل میں ایک خاص درک کی وجہ سے اکابر علماء اور اپنے معاصرین کے درمیان قدر اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، اور مولانا کی منفرد اور ممتاز صلاحیتوں کا برملا اعتراف بھی کرتے ہیں، معروف صاحب علم اور درجنوں کتابوں کے مصنف حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی مدظلہ استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اپنی ایک تقریظ میں رقم طراز ہیں :

> معروف اور نکتہ رس عالم دین مولانا خالد سیف اللہ رحمانی قاسمی، زید مجدہ جو علمی حلقوں میں اپنی بیش قیمت متعدد کتابوں، گرانقدر مقالات اور علمی وتحقیقی مجالس میں بحث وگفتگو کی بنا پر، ایک اہم مقام حاصل کر چکے ہیں، علم وتحقیق کی راہ میں جہد مسلسل اور سرگرم سفر رہنے کی وجہ سے یہ صفت نایاب نہیں تو بہت کم یاب ہوگئی ہے، انھیں ہم عمروں میں ہی نہیں، بزرگوں میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، ان کے قلم سے نکلی کئی کتابیں، مثلاً ''جدید فقہی مسائل''، ''قاموس الفقہ'' نہ صرف عوام میں مقبول ہوئیں بلکہ اہل علم نے بھی بعض مسائل میں اختلاف رائے کے ساتھ، ان کی تحسین کی۔

درجنوں کتابوں کے مصنف اور عالم اسلام کے مشہور فقیہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے ''نوازل فقہیہ معاصرۃ'' پر پیش لفظ لکھتے ہوئے تحریر فرمایا :

> (ترجمہ) میرا خیال ہے کہ مصنف کو من جانب اللہ صحیح حکم بیان کرنے کی توفیق دی گئی ہے اور میرا احساس ہے کہ مصنف کو صحیح اُصولی منہج پر مسائل کو حل کرنے اور ان کے بارے میں رائے قائم کرنے پر قدرت ہے۔

حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری (شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم وقف دیوبند) آپ کی طرز نگارش اور اصابت رائے کی توصیف وتائید ان الفاظ میں فرماتے ہیں :

> اس ایمان بالغیب کے دائرہ میں ذرا وسعت کیجیے اور اشخاص تک کھینچ کر لے آیئے تو تصدیق وتوثیق، تقریظ وتبصرہ کے لئے کچھ ایسی شخصیتیں بھی مہیا ملیں گی، جن کی نگارش کی تائید شرح صدر کے ساتھ کی جاسکے گی، انہی میں محترم ومکرم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اطال اللہ عمرہ بھی ہیں، کہ باصطلاح صوفیاء ''روشن ضمیر'' وبقول متنورین ''روشن دماغ''، روشن ضمیری قدامت کی طرف کھینچتی ہے اور تنویر دماغ جدیدیت کی جانب، قدامت وجدت میں بظاہر ''عداوتِ بیّن'' لیکن موصوف نے آگ وپانی کی طرح ان اضداد کو جمع کیا ہے، نہ آگ بجھتی ہے نہ پانی اپنا کام

کرتا ہے، اس لئے ان کی رائے کی تائید پورے اطمینان کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔

حضرت مولانا مجیب اللہ ندویؒ سابق ناظم جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ ''اسلام کا نظام عشر وزکوٰۃ'' کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں :

> مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اپنی کم عمری کے باوجود وسعت نظری کے ساتھ فقہی جزئیات سے نئے نئے نتائج اخذ کرنے اور اپنے نتائج کو پیش کرنے کا بہترین سلیقہ رکھتے ہیں، قلم میں متانت اور پختگی ہے اور مطالعہ میں عمق اور گہرائی ہے، ان کی متعدد کتابیں اپنے تحقیقی انداز کی وجہ سے بجا طور پر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں اور ہم لوگوں کو عزیز موصوف سے بڑی توقعات ہیں۔

جدید مسائل کے حل میں ید طولیٰ

حضرت الاستاذ کو فقہ میں بالخصوص جدید مسائل کے حل میں جو صلاحیت من جانب اللہ ودیعت ہوئی ہے، وہ آپ کو اپنے ہم عصروں میں ممتاز اور اکابرین کے یہاں وقار واعتبار عطا کرتا ہے، حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی (مقیم کویت) تحریر کرتے ہیں :

> محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے جنرل سکریٹری ہیں اور ''جدید فقہی مسائل'' کے حل میں اچھی شہرت رکھتے ہیں نئے اور پرانے ہر طرح کے مسائل پر کثیر مضامین اور کتابیں ان کی آرہی ہیں اور ان موضوعات پر لکھنے کا انھیں اچھا سلیقہ بھی ہے۔

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ (استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند) نے بھی کچھ اسی طرح اپنی رائے ظاہر فرمائی :

> مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی مساعی جمیلہ لائق صد شکر اور قابل مبارکباد ہیں، موصوف اس سلسلہ میں موفق آدمی ہیں اور جدید مسائل کے حل میں ید طولیٰ رکھتے ہیں آپ کے گہر بار قلم سے ''جدید فقہی مسائل'' متعدد جلدوں میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہیں۔

تحریر میں نصح وموعظت

آپ کی عام تحریروں کے علاوہ خالص فقہی تحریروں میں بھی نصح وموعظت کا پہلو شامل ہوتا ہے، حضرت مولانا محمد رضوان القاسمیؒ (ناظم دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد) رقم طراز ہیں :

> مسائل کے احاطہ، حوالہ جات کے اہتمام، زبان کی حلاوت اور شائستگی، اُسلوب تحریر میں نصح و تذکیر کا غلبہ اور مسائل کے بیان کرنے میں اور قابل بحث اُمور پر اظہار رائے میں اعتدال و

توازن اورافراط وتفریط سے گریز اور کتب فقہ میں پھیلے ہوئے اور منتشر مسائل کے درمیان
حسن انتخاب نیز ہر باب کے شروع میں موضوع کے مناسب مؤثر تمہید وغیرہ کی وجہ سے قوی
اُمید ہے کہ یہ کتاب بھی انشاء اللہ مؤلف کی دوسری کتابوں کی طرح مقبول اور نافع ہوگی۔

حضرت الاستاذ کی تحریر میں تحقیق کا پہلو جہاں غالب رہتا ہے وہیں تحریر میں احتیاط کا دامن بھی مضبوطی سے تھامے رہتے ہیں، حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی (استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند)، ایک کتاب کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں :

یہ اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے کہ ہر علم وفن کی تحقیق کے ساتھ کچھ اُصول وضوابط ہوتے ہیں جن کی پابندی کے بغیر اس فن کی تحقیق میں صحیح نتائج تک رسائی ممکن نہیں، قرآن وحدیث اور فقہ کی تعبیر وتشریح کے لئے بھی مکمل اُصول وضوابط '' اُصولِ فقہ '' کی صورت میں موجود ہیں، اُصولِ فقہ کی کتابوں میں ان قواعد وضوابط کو نہایت تحقیق سے بیان کیا جاچکا ہے، مگر متجددین کا یہ طبقہ اپنی تشریح وتعبیر میں اس کی پابندی تو کیا کرتا وہ تو سرے سے کسی قاعدہ وضابطہ کا پابند ہی نہیں ہوتا، بلکہ اکثر اوقات اس عظیم فن سے نابلد بھی ہوتا ہے، ایسی صورت میں جدید مسائل میں اظہار رائے کے لئے بہت ہی تدبر وتفکر اور احتیاط کی ضرورت ہے، کثرت مطالعہ، اس قسم کے مسائل کی مزاولت اور حالات زمانہ کی آگہی نے اسی لئے حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کو محتاط بنادیا ہے جس کا نمونہ اس کتاب میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد رضوان القاسمیؒ '' آسان اُصول حدیث ' کے مقدمہ میں حضرت الاستاذ کے مشکل مضامین کو آسان وعام فہم زبان میں پیش کرنے کے خصوصی ملکہ کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں :

عزیزی گرامی جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جن کو عرصہ سے حدیث کی تدریس کا شرف حاصل ہے اور اپنی تدریسی حدیث کے اعتبار سے وہ طلبہ میں بڑی وقعت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں، مشکل اور خشک مضمون کو بھی دلآویز وشگفتہ زبان میں بیان کرنا ان کا امتیاز ہے، اور '' قاموس الفقہ، جدید فقہی مسائل، حلال وحرام، عورت — اسلام کے سائے میں اور طلاق وتفریق '' وغیرہ ان کے قلم کی پختگی اور رعنائی کی شاہد عدل ہے۔

معروف صاحب قلم اُردو وعربی کے ادیب اور مقبول استاذ مولانا نور عالم خلیل امینی (مدیر 'الداعی' دارالعلوم دیوبند)، رقم طراز ہیں :

...... اس کتاب کے مصنف یعنی مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے سوانح نگار، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مذکورہ ساری خصوصیت کے حامل ہیں، وہ نہ صرف شستہ، برجستہ، بے ساختہ

اور حقیقت نگار، قلم کے دھنی، عمیق العلم، عالم وفقیہ ہیں، بلکہ قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے حقیقی بھتیجے، ان کی گود میں پلے ہوئے، ان سے پڑھے ہوئے، ان کے ساختہ و پرداختہ، ان کی علمی و فکری، فقہی و دعوتی، تدریسی و تالیفی، تقریری وتحریری اور تحریکی زندگی کی گھنیری چھاؤں میں پروان چڑھے ہوئے ہیں، اللہ نے علم کی گہرائی، فکر کی استقامت، ذہانت کی نتیجہ خیز فراوانی، داعیانہ سلامت روی، فقیہانہ بالغ نظری، عالمانہ سنجیدگی و معروضیت سے بھرپور طور پر نوازا ہے، فقہی طور پر ...... بجا طور پر ...... وہ قاضی صاحب کے جانشیں اور ان کے فقہی قافلے کے نہ صرف راہ شناس قائد و سالار ہیں، بلکہ ان کے فقہی منہاج کے سچے مبصر اور باشعور متبع ہیں اور ان کے علم وفضل کے بہت سے عناصر کو بھرپور انداز میں جذب کیا ہے۔

حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی ندوی نے تحریر فرمایا ہے :

مولانا موصوف (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی) نے ملک کے علماء میں اپنی سنجیدگی و متانت، انکسار و تواضع اور علمی گہرائی و رسوخ کے لحاظ سے جو مقام حاصل کیا ہے، وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب قاسمی، ناظم تعلیمات مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم مظفر پور حضرت الاستاذ کے بارے میں ان الفاظ کے ذریعہ اپنے خیالات کا اظہار فرمایا :

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ کے فکری اعتدال، ان کے گہرے مطالعہ اور علوم دینیہ میں ان کی گہری بصیرت کی وجہ سے اور مختلف علمی و دینی موضوعات پر ان کے تحقیقی مضامین و رسائل اور مختصر و مفصل تالیفات کے مطالعہ کی وجہ سے یہ عاجز ان سے بہت زیادہ متاثر ہے اور علم و تحقیقی میدان میں ان کی مساعی کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔

معروف داعی جناب سید عبداللہ طارق صاحب رام پور نے ان الفاظ میں آپ کی فکر اور خدمات کا اعتراف کیا ہے :

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب میں وسعت نظر کے ساتھ وسعت قلب بھی ہے جو دعوت دین کے لئے نہایت ضروری ہے، تفقہ کی خداداد صلاحیت کے ساتھ صبر و سکون کی دولت بھی ہے۔

مولانا محمد الیاس بھٹکلی آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہتے ہیں :

اس وقت مولانا موصوف نہ صرف اُمت کی پوری رہنمائی کا حق ادا کر رہے ہیں؛ بلکہ اپنی فکر کو اپنی مخصوص نگرانی میں رکھ کر طلبہ کے اندر منتقل کر رہے ہیں اور آڑے وقت میں اُمت کو مسائل سے بچانے کے لئے ایک فعال ٹیم تیار کر رہے ہیں۔

مولانا قاضی عبدالاحد ازہری قاضی شریعت مالیگاؤں فرماتے ہیں :

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ ہیں، اور ماشاءاللہ علم وفضل اور تحقیق و مطالعہ میں نہایت طاق اور منفرد ہیں، ان کے قلم کے جواہر مختلف تصنیفات کی صورت میں تمام ہی محقق علماء وفضلاء سے دادِ تحسین حاصل کر رہے ہیں۔

استاذی المکرم حضرت مولانا عبیداللہ اسعدی صاحب ''اُصول حدیث'' نامی کتاب پر تقریظ لکھتے ہوئے کہتے ہیں :

ہمارے مولانا فقہ وحدیث دونوں فنون کی کتب عالیہ کے استاذ ہیں، اس لئے وسیع نظر رکھتے ہیں، اور تجربہ بھی۔

اخیر میں دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ تادیر استاذ گرامی کا سایۂ شفقت ہم لوگوں پر قائم رکھے اور ان کے فیوض کو عام وتام فرمائے۔ آمین

اشرف علی قاسمی

(استاذ: المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

○ ○ ○ ○

سخن ہائے گفتنی

بے پناہ حمد وثناء اور تعریف اس خدائے برحق کے لئے جس نے گوشت کے لوتھڑوں سے انسان کو پیدا کیا، اس کو نامعلوم چیزوں کی تعلیم دی اور قلم کے ذریعہ علم کی اشاعت کے گُر بتائے۔

اور لاکھوں درود وسلام ہو خدا کے اس نبی عربی فداہٗ ابی وامی پر جس نے جہالت وگمراہی کی گھنگھور گھٹا میں بلبلاتی انسانیت کے سامنے علم وہدایت کی مشعل روشن کی اور اپنے خون ولہو سے اس کی حفاظت کی —— نیز آپ ﷺ کے برگزیدہ ساتھیوں، پاک فرزندوں اور اُمت کے ان صلحاء وعلماء پر جنھوں نے تیز وتند ہواؤں میں بھی اسباب ووسائل کے فقدان اور کس مپرسی کی حالت میں بہ انداز خسروانہ اس چراغ کو فروزاں رکھا، اُوْلٰئِکَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُوْلٰئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سرزمین پر اللہ کے قاصدوں کی آخری کڑی، آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت آخری اور ابدی شریعت اور آپ ﷺ کے ذریعہ آنے والی کتاب، کتابِ ہدایت کا آخری اور سب سے مکمل ایڈیشن ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ خود اس کائنات کے خالق ورب نے لیا ہے، (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ) پھر کسی کتاب کی حفاظت اسی وقت ہوسکتی ہے، جب اس کے الفاظ بھی ردوبدل سے محفوظ رہیں، اس کی زبان بھی لوگوں کے لئے قابل فہم رہے، اس کا اُسلوب بھی زندہ ہو اور اس کے معانی اور تقاضے بھی اس طرح محفوظ ہوں کہ وہ انسان کی من چاہی تاویلات اور خود ساختہ معنی آفرینیوں اور غلط استنباط کی نذر نہ ہونے پائے۔

اسلام کی طویل تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آنے والی کتاب ہدایت ان تمام طریقوں سے محفوظ ہے، حافظوں نے اس کے الفاظ کی حفاظت کی، قاریوں نے اس کے لب ولہجہ کو محفوظ رکھا، اہل ادب نے اس کے اُسلوب کی عبقریت کا اعتراف کیا اور ہمیشہ اس کو عربی ادب وبلاغت کا معیار قرار دیا، مفسرین اور فقہاء نے اس کے مفہوم، اس کے تقاضے اور نتائج صحیح رنگ میں پیش کئے اور ہر زمانہ کے اہل ہوس کی دست درازی اور تلبیسات سے اس کو بچایا، اور یہ سب دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ اور ابدی اعجاز اور آپ ﷺ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے!

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے، اسی حفاظت کتاب وسنت کا ایک جزو "فقہ" ہے، بلکہ کہنا چاہئے کہ وہ اس کا سب سے اہم اور بنیادی حصہ اور اس کے مقاصد اور روح کا ترجمان ہے، اس لئے فطری طور پر علماء نے اس کی طرف بھی غایت درجہ توجہ دی ہے، قرآنی احکام کے مجموعے، احکام سنت کے مجموعے، عملی ترتیب سے فقہی احکام، شخصی فتاویٰ، حکومت اسلامی کے زیر نگرانی ترتیب پانے والے فتاویٰ، اجماعی احکام، فقہاء کے اختلاف کی بنیاد اور اساس کی نشان دہی کرنے والی کتابیں، فقہی احکام کے اسرار ورموز، فقہی اُصول، فقہی کلیات، اشباہ ونظائر اور وہ تمام

اُمور جو اس موضوع پر سوچے جا سکتے ہیں، انجام پا چکے ہیں، بلکہ کہنا چاہئے کہ سلف کی کاوشوں، اور عرق ریزیوں نے خلف کے لئے مختلف صورتوں میں اسی کے اعادہ کے سوا "بناءِ نو" رکھنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رکھی ہے۔

فقہی احکام کے استنباط، ایک ایک جزئیہ پر روشنی ڈالنے اور ممکنہ حد تک پیش آنے والے مسائل کا حل بتانے میں وسائل کی کمیابی، موجودہ زمانہ کے اسباب کے فقدان اور کسی سرکاری تعاون کے بغیر فقہاءِ اُمت کے ایک ایک فرد نے جس دقیقہ سنجی اور ذکاوت سے کام لیا ہے، واقعہ ہے کہ نصرتِ خداوندی کے سوا اس کی اور کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔

فقہ سے متعلق ان ہی فنون میں ایک "فقہی اصطلاحات اور احکام" کی لغت کے طرز پر ترتیب بھی ہے، متقدمین اور متاخرین دونوں ہی نے اس موضوع پر قابلِ لحاظ کام کیا ہے، اس میں بعض کتابیں تو وہ ہیں جو مختلف فنون کی اصطلاحات سے بحث کرتی ہیں اور خاص "فقہ" ہی ان کا موضوع نہیں ہے، مثلاً سید شریف جرجانی (متوفی: ۸۱۶ھ) کی "کتاب التعریفات" علامہ محمد بن علی کی "کشاف مصطلحات الفنون" اور قاضی عبدالنبی احمد نگری کی "ابجد العلوم" اسی طرح "طاش کبریٰ زادہ" (متوفی: ۹۶۲ھ) نے "مفتاح السعادۃ" اور چلپی نے "کشف الظنون" میں ضمناً جا بجا فنون کے علاوہ فنون کی اصطلاحات وفروعات پر بھی بحث کی ہے، قدیم فقہاء میں خاص فقہی اصطلاحات پر امام ابوحفص نسفی (متوفی: ۵۰۳ھ) نے "طلبۃ الطلبۃ فی الاصطلاحات الفقہیۃ الحنفیۃ" لکھی، اس کتاب میں فقہی اصطلاحات حروفِ تہجی کی ترتیب سے مذکور نہیں ہیں، بلکہ فقہی ابواب کی عام ترتیب کے مطابق ابواب قائم کئے گئے ہیں اور ان میں بھی فقہی ترتیب کے مطابق جس طرح مسائل ذکر کئے جاتے ہیں، اسی طرح فقہی اصطلاحات جمع کی گئی ہیں، اس موضوع پر سب سے اہم اور معروف کتاب "المغرب فی ترتیب المعرب" ہے، جس میں حروفِ تہجی کی ترتیب سے فقہی اصطلاحات جمع کردی گئی ہے، ماضی قریب میں اس طرح کا فقہی اصطلاحات پر ایک مختصر لیکن جامع رسالہ مولانا مفتی محمد عمیم الاحسان مجددی (بنگلہ دیش) نے "التعریفات الفقہیۃ" کے نام سے تالیف کیا ہے۔

مفصل کتابوں میں ماضی قریب میں ترتیب دی گئی "موسوعۃ الفقہ لجمال عبدالناصر" (مطبوعہ مصر) ہے، جس کی ابتدائی دو جلدیں عرصہ پہلے شائع ہوئیں (۱)، البتہ ایک اہم اسلامی خدمت کی جمال عبدالناصر جیسے دین بیزار شخص کی طرف نسبت کس قدر مضحکہ خیز ہے؟ وہ محتاجِ اظہار نہیں، اس موضوع پر دوسرا اہم کام جو ابھی زیرِ تکمیل ہے، وزارتِ اوقاف کویت کے زیرِ انتظام اور مشہور عالم فقہ شیخ مصطفیٰ زرقاء کی زیرِ نگرانی مرتب ہونے والی "الموسوعۃ الفقہیۃ" ہے، جس کی چند جلدیں منظرِ عام پر آ گئی ہیں اور ابھی بہت بڑا حصہ باقی ہے۔ (۲)

ان میں سوائے ان دونوں کتب کے جن کتابوں کا اوپر ذکر ہوا ہے حد درجہ اختصار اور ایجاز کی حامل ہیں اور ان کتابوں کی تالیف کا جو مقصود تھا اس لحاظ سے یقیناً یہی مناسب بھی تھا، جب کہ یہ دونوں موسوعات بہت مفصل اور مبسوط ہیں، اور بعض ائمہ اربعہ کی فقہ کے علاوہ دوسرے دبستانِ فقہ سے بھی بحث کرتی ہیں، نیز اکثر جگہ دلائل سے بھی تعرض کیا گیا ہے۔

میرے علم میں اُردو زبان میں اب تک اس موضوع پر کوئی کام نہیں کیا گیا تھا، اس لئے یہ بات زیادہ سہل تھی کہ ان ہی کتابوں میں سے کسی

---

(۱) کسی قدر وقفہ کے بعد اب اس کی جلدیں منظرِ عام پر آ رہی ہیں

(۲) بحمد اللہ یہ عظیم الشان کام ۴۵ جلدوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے، البتہ اُصولی مسائل پر اس کا ضمیمہ باقی ہے

کا ترجمہ کردیا جاتا بحمد اللہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے زیر اہتمام کویت سے شائع ہونے والی ''موسوعہ فقہیہ'' کا اُردو ترجمہ مکمل ہو چکا ہے، مگر اس میں ایک دشواری یہ تھی کہ وہ اہل علم اور خواص ہی کے لئے ہوتی، عام لوگوں کے لئے اس سے استفادہ کی گنجائش کم ہوتی، دوسرے ہمارے اُردو قارئین عموماً فقہ حنفی کے پیرو ہیں اور ان میں جو مفصل کتابیں ہیں، وہ مختلف مذاہب اور ان کے دلائل سے بحث کرتی ہیں، عوام کے لئے یہ فقہی اختلافات اور دلائل و براہین کی کثرت وحشت کا باعث ہوتی، نیز مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ بعض اوقات حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے نقل کرنے میں غلطی بھی ہوگئی ہے اور فقہ حنفی کے مفتیٰ بہ اقوال درج کرنے کے بجائے وہ رائیں ان کی طرف منسوب کردی گئی ہیں، جن پر فتویٰ نہیں ہے۔

چنانچہ اسی ضرورت کی طرف گویا پہلا قدم اٹھاتے ہوئے میں نے اس کام کا آغاز کیا ہے، نہ بہت بسط و تفصیل سے کام لیا ہے، نہ اختصار اور محض اصطلاحات کی تعریف اور وضاحت سے، فقہی اختلاف کی طرف بھی کہیں کہیں اشارہ کردیا گیا ہے اور اکثر اس سے احتراز کیا گیا ہے، ہاں البتہ اُصولی مسائل، مثلاً اجتہاد، استحسان وغیرہ اور جدید مسائل پر قدرے تفصیل کی راہ اختیار کی گئی ہے، ان مسائل میں سلف صالحین ہی کی پیروی کی گئی ہے اور اگر کہیں عرف و عادت کے تغیر یا جدید پیدا شدہ اسباب و وسائل کی روشنی میں کچھ اختلاف کیا گیا ہے، تو بھی زیادہ تر محض تحقیق و تجویز کی حد تک، اور فتویٰ اور تجویز کے درمیان فرق برقرار رکھا گیا ہے۔

ایک لفظ کے ذیل میں اگر مختلف مسائل آئے ہیں تو قارئین کی سہولت کے لئے ذیلی عنوانات بھی قائم کردیئے گئے ہیں اور تمام مسائل میں حوالوں کا اہتمام کیا گیا ہے، نیز ایک ہی جز ئیہ اگر مختلف کتابوں میں موجود ہے تو اس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے جہاں اس مسئلہ کی زیادہ صراحت اور وضاحت ہے اور بعض تفصیل طلب مباحث میں مختصر تشریح کے بعد ایسی کتاب کا حوالہ دے دیا گیا ہے، جس میں اس پر ایک گونہ تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ کتاب اصلاً تو ''فقہ'' سے متعلق ہے، مگر اُصولِ فقہ کی اصطلاحات کے ذیل میں علوم القرآن اور علوم الحدیث کی بھی بہت سی اصطلاحات آگئی ہیں، سیرت و تاریخ سے متعلق بھی بعض مضامین آگئے ہیں، اور اسلام سے متعلق اہل مغرب کے شکوک و شبہات کی بھی اختصار کے ساتھ وضاحت کردی گئی ہے، ابتداء میں ارادہ تھا کہ فقہی اور دینی شخصیات، فقہی کتابیں، فقہی مذاہب اور اسلامی قانون کا بھی ذکر کیا جائے، مگر پھر تطویل کے خوف سے یہ ارادہ ترک کردیا گیا۔

چوں کہ بعض مسائل میں حالات و زمانہ کے لحاظ سے فقہی احکام بدلتے رہے ہیں، یا خود فقہاء احناف میں اختلاف رہا ہے، یا کہیں خود مؤلفین کتب سے مذاہب بیان کرنے میں سہو ہوگیا ہے، مثلاً مذاہب اربعہ کی فقہ پر ابن رشد کی ''بدایۃ المجتہد''، امام عبدالوہاب شعرانی کی ''المیزان الکبریٰ'' اور ابن جریر طبری کی ''کتاب اختلاف الفقہاء'' محمد بن عبداللہ دمشقی کی ''رحمۃ الامۃ'' مشہور کتابیں ہیں اور یقیناً وہ اس شہرت کی مستحق ہیں، لیکن اس کتاب کی تالیف کے دوران مراجعت پر محسوس ہوا کہ بعض فقہاء کی طرف غلط رائیں منسوب ہوگئی ہیں ـــــ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ ان کتابوں سے مراجعت ضرور کی جائے جن کا خاص مقصد تالیف ہی ''مفتیٰ بہ'' اقوال کو جمع کرنا ہے اور اسی کے پیش نظر طاہر بن احمد بخاری کی ''خلاصۃ الفتاویٰ'' اور حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے زیر نگرانی مرتبہ ''الفتاویٰ الہندیہ'' کو ہمیشہ سامنے رکھا ہے، اس بے مایہ کا تجربہ ہے کہ ان دونوں کتابوں اور شیخ عبدالرحمٰن الجزیریؒ کی ''کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ'' میں آراء اور مسلک کے نقل کرنے میں کافی

احتیاط برتی گئی ہے۔(۱)

اس کے علاوہ قضاء کے مسائل میں ابن قاضی ساوہ کی "جامع الفصولین"، "معین الحکام"، "تبصرۃ الحکام" اُصول فقہ میں آمدی کی "الاحکام فی اصول الاحکام" شاطبی کی "الموافقات" شوکانی کی "ارشاد الفحول" اور اُصول فقہ میں "کشف الاسرار" اور "تیسیر التحریر" علوم قرآن میں جلال الدین سیوطیؒ کی "الاتقان" اور زرکشی کی "البرہان"، علوم الحدیث میں حاکم نیشاپوری کی "معرفۃ علوم الحدیث" جلال الدین سیوطیؒ کی "تدریب الراوی"، "مقدمہ ابن صلاح" خطیب کی "الکفایہ" مولانا شبیر احمد عثمانی کی "فتح الملہم" فقہ حنفی کے تحقیقی مسائل میں ابن ہمام کی "فتح القدیر" سے خصوصی طور پر مراجعت کی جاتی رہی ہے۔

اس کتاب میں اختصار، تسلسل اور اُردو قارئین کے مزاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے عموماً عبارتوں کا ذکر کرنے سے احتراز کیا گیا ہے اور مفہوم ذکر کر کے حوالہ دے دیا گیا ہے، اس بات کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ لفظ اور مسائل کی تکرار نہ ہو، مثلاً ایک ہی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے اگر دو الفاظ ہیں تو نسبتاً زیادہ واضح لفظ کے ذیل میں اس کی تشریح کر دی گئی ہے اور دوسرے لفظ کو حذف کر دیا گیا ہے، مثلاً ختنہ کے لئے ختنہ، ختان اور اختتان تینوں ہی الفاظ مستعمل ہیں، مگر چوں کہ ختنہ کا لفظ اُردو میں زیادہ مشہور و متداول ہے، اس لئے اختتان اور ختان کا لفظ ذکر ہی نہیں کیا گیا ہے۔

اس طرح اگر ایک لفظ واحد اور جمع دونوں استعمال ہوتے ہیں، مثلاً ادب اور آداب، اثر اور آثار، تو صرف واحد یا جمع کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے، نیز اگر ایک مسئلہ پر کہیں بحث کی جا چکی ہے، یا آئندہ کسی دوسرے لفظ میں کی جاتی ہے، تو اس کی سرسری وضاحت کے بعد اس بحث کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔

یہ کام ایک زمانہ سے میرے ذہن میں تھا، مگر خود اس کی انجام دہی کا خیال گزشتہ رمضان المبارک میں آیا، میں نے ازراہِ تبرک ۲۱ر رمضان کی شب میں اپنے وطن (جالہ، ضلع دربھنگہ، بہار) ہی میں اس کی ابتداء کی اور حروف تہجی کی ترتیب سے "فہرست الفاظ" بنائی، پھر ۲۷ر کی شب میں اپنے حافظہ سے چند الفاظ کی تشریح لکھی اور گویا عملاً اس کام کا آغاز کر دیا۔

کام کے طویل ہونے اور وسائل کی کمیابی کے باعث پہلے سوچا کہ اس کو قسط وار شائع کیا جائے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے برادر گرامی قدر جناب مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب کو کہ انھوں نے "دار العلم" سے اس کی پہلی قسط شائع فرمائی جو (الف اور ب) کے علاوہ "الف مقصورہ" کے صرف چند الفاظ پر مشتمل تھی، بحمد اللہ لوگوں نے اس سلسلہ کی تحسین فرمائی، مگر مختلف اسباب کے تحت یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا، اب یہی کتاب جلدوں کی صورت میں انشاء اللہ قارئین کی نذر کی جائے گی، جس کی پہلی جلد پیش خدمت ہے۔

میری خوش قسمتی ہے کہ یہ جلد عالم اسلام کے مشہور عالم و داعی مخدومی، مطاعی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی —— متع اللہ المسلمین بطول حیاتہم —— کے پیش لفظ سے مزین ہے، جو محض ان کی خورد نوازی اور ایک کمترین عزیز کی حوصلہ افزائی سے عبارت ہے۔

اس موقع پر میرا فرض ہے کہ اپنے محترم دوست جناب سید جمیل الدین صاحب ایڈوکیٹ، جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل آندھرا پردیش و ناظم

---

(۱) ترتیب کتب کے ابتدائی دور میں یہی مراجع میسر تھے، بعد کو بحمد اللہ بہت سی کتابیں حاصل ہو گئیں، ان سے استفادہ کیا گیا اور پہلی جلد پر بھی از سر نو کام کیا گیا۔

ندوہ انجمنی کی خدمت میں اپنے جذبات سپاس پیش کروں کہ انھیں کی عنایت فرمائی اور ہمت افزائی سے یہ کتاب منظر عام پر آسکی۔(۱)

مجھے اس کا احساس اس وقت بھی تھا اور اب اس سے زیادہ ہے کہ یہ کام جس صلاحیت اور علم و مطالعہ کا متقاضی ہے، راقم الحروف کو اس سے کوئی نسبت نہیں ہے، پھر میری مختلف مصروفیات بھی اس کی اجازت نہیں دیتیں اور نہ مطلوبہ کتابیں میرے پاس فراہم ہیں، مگر اس کے باوجود محض اس بھروسہ پر اس عظیم الشان اور اہم کام کا آغاز کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ناکاروں کو بھی کام کا بنا دیتی ہے اور پتھر کے جگر سے پانی کے چشمے نکال دیتی ہے، ممکن ہے کہ رمضان المبارک میں اس کام کے آغاز کی برکت اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کام کو تکمیل تک پہنچادے، وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز ۔

غلطیاں اور کوتاہیاں انسان کی خمیر میں ہیں اور یہی دراصل کتاب اللہ اور کتاب الناس میں مابہ الامتیاز ہے؛ اس لئے انسان کے قلم و دماغ سے نکلنے والی کون سی کتاب ہے، جس میں سہو و زلت کا امکان نہ ہو اور اس کم تر ین کے لئے تو امکان ہی نہیں اس کا ایقان ہے، لہٰذا قلم نے جو کچھ صحیح باتیں لکھی ہوں، وہ اللہ کی توفیق، سلف صالحین کی کاوشوں اور علمی ذخیروں سے استفادہ کا ثمرہ ہے اور جو کچھ غلطیاں ہوئی ہوں وہ خود راقم الحروف کی تقصیر اور کوتاہی ہے اور اس کے لئے عند اللہ عفو و درگذر کا اور عند الناس نصح و مشورہ کا طالب ہے، وَاللّٰہُ یَھْدِیْ اِلَی الْحَقّ ۔

اخیر میں عرض ہے کہ قارئین مؤلف کے لئے اخلاص و عمل اور اس کتاب کی تکمیل اور اس کے والد مرحوم کی مغفرت اور ترقی درجات کے لئے دُعاء فرمائیں؛ کہ :

اگر سیاہ دلم داغِ لالہ زارِ اوام
وگر کشادہ جبینم گلِ بہارِ اوام

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه ، والله هو المستعان وعليه التكلان ۔آمین

۵/ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ
یکم فروری ۱۹۸۲ء

خالد سیف اللہ عابدین

○ ○ ○ ○

---

(۱) موصوف نے پہلی جلد ۵۴۸ صفحات میں "ندوہ انجمنی، ارم کا نج، حیدرآباد" سے شائع کی تھی

حرفِ آخریں

اللہ رحمان رحیم کے نام سے!

تمام تعریفیں اور ہر طرح کی ستائش خدا ہی کو زیبا ہے، جس نے کائنات کی یہ بستی بسائی، سورج اور چاند کا چراغ عالم تاب روشن کیا، نیلے آسمان کی پیشانی کو خوبصورت ستاروں سے سجایا، سرسبز و شاداب مرغزاروں اور آسمان کو چھوتے ہوئے سیاروں سے اس عالم خاکی کو سجایا، اور حضرت انسان کو ان سب کا مسجود و مخدوم بنا کر اور تاج خلافت پہنا کر اس خوبصورت بستی میں بسایا، زبان کو بولنے کا سلیقہ عطا کیا، ہاتھ کو لوح و قلم کی آراستگی کا فن سکھایا، دماغ کو یہ طاقت عنایت کی کہ اپنی قوت فکریہ کے ذریعہ فضاء کائنات کو اپنا اسیر بنائے، اور سمندر کی اتھاہ گہرائیوں کو بھی فتح کر کے چھوڑے۔

اور لاکھوں درود و سلام اور بے شمار خدا کی رحمتیں ہو، اس حاصل کائنات پر، جس کی نگاہ التفات نے ذرہ کو آفتاب اور قطرہ کو سمندر بنا دیا، جس نے ہدایت سے محروم اور بے آب صحرا کو ایمان و ہدایت اور شرافت و انسانیت کا چشمہ حیواں عطا فرمایا، جس نے پتھر پھینکنے والوں پر پھول برسائے، نفرت و عداوت کی آگ سلگانے والوں پر محبت کی شبنم نثار کی، اور جس نے انسانیت کو ایک ایسا شجر سایہ دار اور گلستان سدا بہار عطا کیا ہے، کہ قیامت تک اس کی ٹھنڈی چھاؤں انسانیت کو شاد کام رکھے گی، اور اس کی سچی تعلیمات ہمیشہ انسانیت کو عطر بار اور مشک زار بنائے رہیں گی، اللہم صل علیہ و بارک وسلم۔

''قاموس الفقہ'' کے کام کا تصور جب ذہن میں اُبھرا تھا، تو رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ کا زمانہ تھا، اور اس حقیر کی عمر کم و بیش ۲۵ سال تھی، اور آج جب یہ آخری سطور لکھ رہا ہوں تو ۴ر جمادی الاولی ۱۴۲۶ھ کا آفتاب اپنی تابناک کرنوں کو سمیٹنے کی کوشش کر رہا ہے، اور اس ظلوم و جہول بندہ کی حیات مستعار کے پچاسویں سال کا آخری دن ہے، اس عرصہ میں اس کوتاہ عمل کے قلم سے کتنی ہی تحریریں منظر عام پر آئیں، ''جدید فقہی مسائل کے پانچ حصے: بلکہ چھٹا حصہ بھی، جو ابھی غیر مطبوعہ ہے، اسلام کا نظام عشر و زکوۃ، طلاق و تفریق، رفیق حج و عمرہ، آسان اُصول فقہ، راہ اعتدال، اور حلال و حرام وغیرہ جو فقہ کے موضوع پر ہیں، اسی دوران مختارات النوازل کی پہلی جلد (جو عبادات سے متعلق ہے) پر تحقیق و تعلیق کا کام ہوا، اُصولِ فقہ پر بہت سے مقالات شائع ہوئے، جن میں سے بعض مکمل طور پر اور بعض کا خلاصہ ''قاموس الفقہ'' کا جزء بھی بن چکا ہے، کتاب الفتاویٰ بھی اسی زمانے کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، فقہ کے علاوہ دوسرے موضوعات پر جو تحریریں آئیں وہ ان کے علاوہ ہیں اور ان کی تعداد بھی ایک درجن سے کم نہ ہوگی، لیکن قاموس الفقہ کا کام ایسا سخت جان ثابت ہوا کہ یہ اب جا کر تکمیل کو پہنچا ہے، اس کی بنیادی وجہ اشغال کی کثرت ہے، جس میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جاتا ہے، درمیان درمیان میں ایسے تقاضے آتے رہے کہ بار بار کوشش کے باوجود اس کام میں انقطاع ہوتا رہا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مصروفیت کی کثرت کی وجہ سے عرصہ سے اس حقیر کا معمول سفر وحضر میں کام کرنے کا ہے، جہاں اور جب بھی تھوڑا بہت وقت مل گیا، حسبِ توفیق کام کرلیا، کوئی اہم موضوع ہوتو کتابوں سے مراجعت کرکے اقتباسات نوٹ کرلئے گئے، اور چلتے پھرتے جہاں موقع ملا، لکھتا لکھاتا رہا، لیکن قاموس الفقہ کے کام کی نوعیت ایسی تھی کہ اسے چلتے پھرتے نہیں کیا جاسکتا تھا؛ کیوں کہ اکثر اوقات ایک ہی لفظ کا تعلق متعدد فقہی ابواب سے ہوتا ہے، اور ہر ایک کے لئے الگ الگ مراجعت کرنی ہوتی ہے، پھر میری کوشش ہوتی کہ ہر عنوان پر بنیادی مسائل میں ائمہ اربعہ کے نقطۂ نظر کو پیش کیا جائے، اور اس کو انھیں مکاتب فقہ کی کتابوں سے لیا جائے، سعی اس بات کی بھی کی گئی ہے کہ جو کچھ لکھا جائے، کتاب وسنت کی نصوص کو بنیاد بنا کر لکھا جائے، ان اُمور کے لئے بکثرت کتابوں سے مراجعت کی ضرورت پیش آتی ہے، جس کا اندازہ کتاب کے مختلف صفحات کے حوالہ جات سے ہوگا، خاص کر اگر اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ پندرہ بیس کتابیں دیکھی جاتی ہیں تو جو اقتباسات مطلوب ہوتے ہیں، وہ بہ مشکل پانچ، چھ جگہ دستیاب ہوتے ہیں، اس لئے یہ کام کتب خانوں میں بیٹھ کر اور یکسوئی کے ساتھ کرنے کا تھا۔

ایک زمانے میں محنت کے لئے وقت بھی زیادہ تھا اور قویٰ بھی ساتھ دیتے تھے، خاص کر رمضان المبارک میرے لئے اس جہت سے بھی بہت ہی برکت وسعادت کا مہینہ ہوتا تھا اور عام طور پر نماز تراویح کے بعد سے سحر کے وقت تک ایک ہی نشست میں کتابوں سے مراجعت اور تصنیف وتالیف کا معمول تھا، لیکن اب مختلف اداروں اور تنظیموں سے تعلق، مختلف النوع مصروفیتیں، اور ان سب کے ساتھ قوت عمل میں یک گونہ انحطاط کی وجہ سے اس طرح کام ہو نہیں پاتا، اس لئے افسوس ہے کہ اس کام میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی ہے، اور اسی لئے آج جب کہ یہ دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دل شکر کے جذبات سے لبریز ہے!

اس کتاب کی پہلی قسط جو سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل تھی اور ''اللہ، احمد'' اور ''الف ممدودہ'' سے شروع ہونے والے الفاظ پر مشتمل تھی، کو حضرت مولانا محمد رضوان القاسمیؒ نے شائع فرمایا تھا، یقیناً ان کی حوصلہ افزائی نے علمی کاموں میں میرے عزائم کو مہمیز کیا، اور خاص کر قاموس الفقہ کے کام کا خاکہ جب میں نے ان کے سامنے پیش کیا اور مسودہ کا کچھ حصہ ان کو دکھایا، تو وہ بے حد خوش ہوئے، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہتر اجر عطا فرمائے، اور ان کی حسنات کو قبول کرے، پھر اس کتاب کی پہلی جلد (صفحات: ۵۲۸) جو الف سے شروع ہونے والے تمام الفاظ پر مشتمل تھی، کو محترم جناب سید جمیل الدین صاحب ایڈوکیٹ نے اپنے ادارہ 'ندوہ ایجنسی' سے شائع کیا، اور اسے علمی حلقوں میں پذیرائی حاصل ہوئی، اس جلد کی اشاعت کے بعد استاذ الاساتذہ حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ نے خاص طور پر اسے بہت سراہا اور اسے خود اپنے مکتبہ سے شائع کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی، مگر افسوس کہ اس کے چند ہی سال بعد ان کی وفات ہوگئی، اب عرصہ سے اہل علم اور اصحابِ ذوق کی طرف سے اس کی تکمیل کا مطالبہ تھا؛ چوں کہ یہ مطبوعہ جلد پاکستان کے شہر کراچی اور لاہور سے بھی شائع ہو چکی تھی، اس لئے یہ کتاب دنیا کے مختلف ملکوں میں پہنچ چکی ہے، مجھ سے ہندوستان ہی میں نہیں؛ بلکہ ہندوستان کے باہر بھی جب بھی سفر کا موقع ملا تو وہاں کے اہل علم نے اس کتاب کی تکمیل کے بارے میں دریافت کیا، مجھے ان تقاضوں سے شرمسار ہونا پڑتا تھا، اور دُعاء کیا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے

پورا کرادے۔

اب یہ کتاب پانچ جلدوں میں قارئین کے سامنے ہے، کمپوزنگ سے کتابت کرائی گئی ہے، تاکہ کتاب کا حجم بڑھ نہ جائے، اور حروف کے حجم کو متوسط رکھا گیا ہے، تاکہ خط اتنا باریک بھی نہ ہو کہ لوگ پڑھنے میں دشواری محسوس کریں۔

جو الفاظ فقہی اعتبار سے زیادہ اہم اور وسیع الاطراف ہیں، یا اُصولِ فقہ سے تعلق رکھتے ہیں، ان پر اختصار کے ساتھ مقالہ لکھ دیا گیا ہے، اور دوسرے الفاظ کی مختصر وضاحت پر اکتفاء کیا گیا ہے، نیز جہاں ضرورت محسوس ہوئی، وہاں موضوع کی تفصیلات کو جاننے کے لئے مراجع کی نشاندہی بھی کردی گئی ہے۔

کوشش کی گئی ہے کہ مسائل فقہیہ میں فقہاء کے درمیان پائے جانے والے اہم اختلاف کی طرف اشارہ کردیا جائے، اور حسب ضرورت ہر نقطۂ نظر کے بنیادی دلائل کی طرف بھی اشارہ ہو جائے، لیکن جزئیات زیادہ تر فقہ حنفی کے مطابق لکھی گئی ہیں، اپنی دانست میں اس حقیر نے کوشش کی ہے کہ سلف صالحین کے اختلاف کو نقل کرتے ہوئے ان کے احترام کو پوری طرح ملحوظ رکھا جائے، اور جہاں دلائل ذکر کئے جائیں، وہاں دلائل کو نقل کرنے میں بھی انصاف کا لحاظ ہو، لیکن اگر خدانخواستہ کہیں قلم نے شوخی کی ہو تو یہ حقیر قارئین سے توجہ دہانی کا اور اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کا خواستگار ہے، ربنا لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ، ربنا إنک رؤف رحیم ۔

کوشش کی گئی ہے کہ ہر بات مستند حوالہ سے کہی جائے، ممکن ہے کہ چند مسائل شہرت کی بنیاد پر حوالہ سے رہ گئے ہوں، لیکن عام طور پر اس کا اہتمام کیا گیا ہے، حوالہ کے سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ گزشتہ دس سال میں بعض کتابوں کے مختلف نسخے آگئے ہیں، نسخوں کی کثرت سے فائدہ بھی ہوا ہے، اور ایک دشواری بھی سامنے آئی ہے کہ چوں کہ مختلف اہل علم کے پاس کتاب کے مختلف نسخے رہے ہیں، اس لئے حوالہ کو تلاش کرنے میں کافی دشواری پیش آتی ہے، خاص کر "بدائع الصنائع ، رد المحتار اور فتح القدیر" وغیرہ فقہ حنفی کی ایسی کتابیں ہیں کہ فقہ کے موضوع پر لکھنے پڑھنے والے ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتے، میرے پاس شروع میں بدائع اور رد المحتار کے پرانے نسخے تھے، اس لئے عام طور پر ان ہی نسخوں کے حوالے ہیں، بحر اور فتح القدیر کے بھی متعدد نسخے آگئے ہیں، مراقی الفلاح کے بھی ایک سے زیادہ نسخے ہیں، میں نے عام طور پر کبیری کے قدیم نسخہ (مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند) سے استفادہ کیا ہے؛ کیوں کہ میرے تجربہ کے اعتبار سے اس میں صحت کا زیادہ اہتمام ہے، نیز اس نسخہ کے مطابق حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے تفصیلی فہرست مرتب فرمادی ہے، جو اس کتاب کے لئے کلید کے درجہ میں ہے، اب پوری کتاب میں ان تمام حوالہ جات کو کسی ایک نسخہ کے مطابق کرنا ایک مستقل کام تھا، اور میری موجودہ مصروفیات اس کی اجازت نہیں دیتیں، اس لئے میں نے ان کو یونہی برقرار رہنے دیا ہے، البتہ بعض بحثیں جو بعد میں لکھائی گئی ہیں، یا پہلے لکھی ہوئی بحثوں میں کوئی اضافہ و ترمیم عمل میں آئی، اور نئے نسخوں کے حوالے دیئے گئے تو یہاں اس نسخہ کی صراحت کردی گئی ہے، اسی طرح 'قاموس الفقہ' کی پہلی مطبوعہ جلد میں عالمگیری کے اس نسخہ کا حوالہ تھا، جو کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سے بہت ہی بڑے سائز پر شائع ہوا تھا، اور جس میں کتابت کی بڑی ہی سنگین غلطیاں ہیں، ان حوالہ جات کو البتہ مصری نسخہ کے مطابق کردیا گیا ہے، ہدایہ کے حوالے عام طور پر ہندوستان کے مطبوعہ نسخوں

سے ہیں، ادھر پاکستان سے 'ادارۃ القرآن والسنۃ' نے زیادہ بہتر انداز پر اور نسبتاً کم سائز میں شائع کیا ہے، کہیں کہیں اس نسخہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

کتب حدیث کے حوالہ جات بھی عام طور پر ہندوستانی ہی نسخوں سے ہیں، چند سال پہلے اس حقیر کے پاس فؤاد عبدالباقی کے مرقم نسخے اور اب دارالسلام ریاض کی 'موسوعۃ الصحاح الستۃ' آگئی ہے، اس لئے جہاں حدیث نمبر کی صراحت ہے وہاں وہ نسخے پیش نظر رہے ہیں، مسند احمد کا حوالہ عام طور پر اسی قدیم نسخے سے ہے، جس کے حاشیہ پر 'منتخب کنز العمال' ہے، لیکن بعض حوالے شیخ احمد محمد شاکر کے ایڈٹ کئے ہوئے نامکمل نسخہ سے بھی دیئے گئے ہیں۔

غرض کہیں حوالہ جات کے تلاش کرنے میں دشواری ہو، تو یہ نسخہ کے اختلاف کی بنیاد پر ہوگی، اور اگر مختلف نسخے دیکھ لیں تو انشاء اللہ مطلوبہ عبارت مل جائے گی۔

مجھے ایک عرصہ سے خود لکھنے کے بجائے املاء کرانے کی عادت ہے، اور اس کتاب کا کام اس طرح ہوا ہے کہ درمیان میں کئی کئی ماہ، بلکہ بعض دفعہ دو دو سال کام کا سلسلہ منقطع رہا، اس لئے اس حقیر کے متعدد عزیزوں ـــــ جن کو مجھے کچھ پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی، ـــــ نے اس سلسلہ میں تعاون کیا ہے، جن میں مولانا محمد عابد ندوی (مقیم جدہ)، مولانا احمد عبدالمجیب ندوی قاسمی (مقیم امریکہ)، مولانا محمد عبدالعزیز قادری ندوی (مقیم شارجہ)، مولانا خالد حسین صدیقی (نیپال)، مولانا ظفر عالم ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)، مولانا اشرف علی قاسمی (استاذ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)، مولانا ولی اللہ مجید فتح پوری (سابق شیخ الحدیث جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ)، مولانا محمد عمر فلاحی (استاذ حدیث جامعہ حسینہ کوکن) اور میرا بڑا لڑکا عمر عابدین قاسمی سلمہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ایک اہم مسئلہ کتاب کی پروف ریڈنگ، اس کی فہرست سازی اور فہرست مراجع وغیرہ کی تیاری کا تھا، یہ بات قابل ذکر ہے کہ اصل کتاب کا کام رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ میں مکمل ہو چکا تھا، لیکن کتابت، پروف ریڈنگ اور نظر ثانی کے مسائل کی وجہ سے سالہا سال کی تاخیر ہوگئی، اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے عزیز گرامی مولانا شاہد علی قاسمی سلمہ اللہ تعالیٰ کو کہ دو تین سال پہلے میں نے ان کو یہ کام سپرد کیا، اور انھوں نے بڑی توجہ کے ساتھ اس کام کو انجام دیا، پروف ریڈنگ کی، عناوین کی فہرست بنائی، مراجع کی فہرست تیار کی، اشاریہ مرتب کیا، اور جن مقامات پر ان کو کوئی شبہ ہوا، ان کی نشاندھی کی ـــــ حقیقت یہ ہے کہ اگر ان کی یہ محنت شریک حال نہ ہوتی اور انھوں نے پورے خلوص اور محنت سے اس کام کو انجام دیا نہیں ہوتا تو شاید ابھی یہ کتاب منظر عام پر نہیں آپاتی۔

'قاموس الفقہ' کے بچے کھچے کام کی تکمیل اور خاص کر جلد اول کی از سر نو ترتیب میں مجھے خاص طور پر عزیز گرامی مولوی محمد نعمت اللہ قاسمی سلمہ اللہ تعالیٰ (فرزند محبت گرامی حافظ محمد ناظم صاحب زید مجدہ) کا شکر گذار ہونا چاہئے کہ اس دوران میں نے زیادہ تر ان ہی کو املا کرایا ہے، اور حسب ضرورت حوالہ جات بھی نکلوائے ہیں ـــــ اسی طرح بہت سے مقامات پر میں نے کوئی بات اپنے حافظہ سے لکھا دی تھی، ان حوالہ جات کی تخریج المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کے شعبۂ حدیث اور شعبۂ فقہ کے متعدد طلبہ نے کی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو شایان شان اجر عطا فرمائے

اوران کے علم وعمل میں خوب خوب برکت دے۔

اس کتاب کی کمپوزنگ بھی آسان کام نہیں تھا؛ کیوں کہ حواشی اور حوالہ جات کی کثرت اور کہیں کہیں عربی اقتباسات کی وجہ سے اس کام کے لئے بڑی محنت اور یکسوئی مطلوب تھی، اس سلسلہ میں میں عزیزی مولانا محمد نصیر عالم سبیلی سلمہ کی محنت اور توجہ کا میں جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے، کہ انھوں نے بڑی محنت کے ساتھ اس اہم کام کو انجام دیا، ورنہ شاید اس کی طباعت میں مزید کئی سال لگ جاتے، عزیزی سلمہ کے علاوہ کچھ حصہ کی کتابت مولانا سید عبید اللہ سلمہ اور محب عزیز جناب میر اکرم علی صاحب کے ذریعہ بھی انجام پائی، اللہ تعالیٰ ان سب عزیزوں کو بھی زیادہ سے زیادہ اجر عطا فرمائے، اور دین و دنیا کی فلاح سے سرفراز کرے۔

اس حقیر کا معمول ایک عرصہ تک رہا ہے اور اب بھی اس کی کوشش کرتا ہے کہ اس کی تحریریں مختلف اہل علم کی نظر سے گذر جائیں؛ چوں کہ ایسے احباب کا ملنا دشوار ہوتا ہے، اس لئے بعض دفعہ اپنے عزیز شاگردوں ہی سے خواہش کرتا ہوں کہ وہ اس پر ایک نظر ڈال لیں اور کوئی چیز قابل اصلاح یا قابل توجہ ہو تو متنبہ فرمادیں، خوش قسمتی سے جب کتاب کی جلد سوم کا کام میرے زیر تالیف تھا، اس زمانہ میں دار العلوم سبیل السلام میں کچھ عرصہ حضرت مولانا محمد زبیر صاحب قاسمی (ناظم جامعہ اشرف العلوم کنہواں شمسی، سیتا مڑھی، بہار) اور حضرت مولانا زین العابدین اعظمی (صدر شعبۂ تخصص جامعہ مظاہر علوم، سہارنپور) شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے، میں جیسے جیسے لکھتا جاتا، ان حضرات کے حوالے کرتا جاتا، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو بھی اس علمی تعاون کا خوب اجر عطا فرمائے اور ان کی عمر دراز کرے۔

خوشی کے اس موقع پر مجھے اپنے والد ماجد کی یاد آتی ہے، جن کو اس دنیا سے گئے ہوئے تقریباً ۲۹ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، لیکن آج تک جب بھی کوئی خوشی کی بات ہوتی ہے، اور کوئی کامیابی اور سرفرازی نصیب ہوتی ہے، تو ان کی یادیں میرے سینے میں چٹکیاں لیتی ہیں، کہ ان ہی کی دُعاء اور تربیت نے اس لائق بنایا کہ دین اور علم دین کی چھوٹی کھوٹی سی خدمت کی جائے، اس زخم کے ساتھ اب ایک دوسرا زخم بھی مجھے اشکبار کرتا ہے اور وہ ہے میرے چچا حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کا، جن کی وفات ۴ راپریل ۲۰۰۲ء میں ہوئی ہے، وہ آج اگر اس کتاب کو دیکھتے تو یقیناً انھیں بے حد خوشی ہوتی۔

ادھر ایک سال کے اندر مجھے دو اور امتحان سے گذرنا پڑا، ۱۳ ؍شوال ۱۴۲۷ھ کو میری والدۂ مرحومہ کی وفات ہوگئی، میری والدہ سادات سے تھیں، اور ان کے والد یعنی میرے نانا اپنے عہد کے ایک ولی صفت بزرگ حضرت مولانا بشارت کریم صاحبؒ کے مقربین خاص میں تھے، یہ ایک حقیقت ہے کہ میری ابتدائی تعلیم اور اخلاقی تربیت میں میری والدہ کا بہت بڑا حصہ رہا ہے، انھوں نے ماں کی ممتا کو بے جا لاڈ و پیار کے بجائے تربیت کا روپ دیا، اور اس سے ہمیں سنوارا اور بنایا۔

دوسرا سانحہ میرے والد کے خالہ زاد بھائی نیز میرے خسر ڈاکٹر سید اظہار احمدؒ کی وفات کا ہے، وہ ۲۳ ؍مارچ ۲۰۰۶ء کو دنیا سے رخصت ہوگئے، وہ عالم تو نہیں تھے، لیکن ان کی دینی معلومات بہت وسیع تھیں، تبلیغی جماعت کے سرگرم لوگوں میں تھے، کئی بار وقت بھی لگایا تھا، اور ماشاء اللہ ان کی پوری مجلس اصلاحی اور دعوتی باتوں سے معمور ہوتی تھی، میرے والدین کی وفات کے بعد انھیں کی حیثیت سرپرست خاندان کی تھی،

افسوس کہ والدۂ مرحومہ کی وفات کے کچھ ہی عرصہ بعد وہ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے، اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو غریق رحمت فرمائے اور ان کی آخرت کو دنیا سے بہتر فرمائے۔(۱)

اس موقع سے مرحوم بزرگوں میں دواور شخصیتوں کے نام قلم پر آتے ہیں، ایک میری دادی مرحومہ کا جو شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ دیوبندی سے بیعت تھیں، اور خود ایک صاحب نسبت خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، مجھے قاعدۂ بغدادی اور قرآن کے ابتدائی پارے انھوں نے ہی پڑھائے؛ بلکہ بظاہر میں ان کی دُعاؤں اور التجاؤں کا ظہور ہوں، وہ بڑی نیک سیرت اور وسیع الاخلاق خاتون تھیں، بہو کی زبان سے ساس کی تعریف بہت کم سننے کو ملتی ہے، لیکن میں نے اپنی والدہ سے اپنی دادی کے حق میں اتنے کلماتِ خیر اور دُعائیں سنی ہیں کہ میری نانی کے تذکرہ میں بھی ان کو اتنا رطب اللسان نہیں پایا، دوسری شخصیت مجھ سے بڑی مرحومہ بہن کی ہے، وہ بڑی ہی ذہین اور صاحبِ ذوق خاتون تھیں، انھوں نے بڑی محنت سے تعلیم حاصل کی، اور وہ مجھ سے بے حد محبت کرتی تھیں، کاش! وہ آج زندہ ہوتیں تو میں یہ اپنی علمی سوغات ان کو پیش کرتا، اور ان کی دُعائیں لیتا، اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے اور ان کی قبر کو ٹھنڈی رکھے۔

کسی بھی شخص کے لئے ازدواجی اور خاندانی سکون کے بغیر علمی کام انجام دینا آسان نہیں ہوتا ہے، اس سلسلہ میں مجھے اپنی رفیقۂ حیات اُم عمر سلمہا کا بے حد سپاس گزار رہنا چاہئے، کہ ان کی رفاقت نے مجھے قلب وذہن کا سکون عطا کیا ہے، بڑی حد تک بچوں کی دینی واخلاقی تربیت سے بے نیاز رکھا ہے، علمی کاموں کے لئے یکسوئی فراہم کی ہے اور ایک ایسی زندگی سے ہمکنار کیا ہے، جس میں کم سے کم ظاہری طور پر رشد و صلاح کا رنگ پایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے اور ہمیشہ شاد کام رکھے۔

بحمد اللہ میرے برادر عزیز ڈاکٹر مظفر الاسلام عارف اور میری سب بڑی بہن زوجہ جناب مسیح الرب صاحب باحیات ہیں، اور ہماری زندگی میں جب بھی کوئی خوش کن بات پیش آتی ہے تو ان کے لئے مسرت کا باعث ہوتی ہے، ہماری باہمی محبت کی خاندان کے لوگ مثال دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے، ان کے کاموں میں برکت دے اور اسی طرح آپسی اُنس ومحبت کو باقی رکھے۔

اس کتاب کی پہلی جلد پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے، دوسری جلد پر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی، تیسری جلد پر حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، چوتھی جلد پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور پانچویں جلد پر حضرت مولانا بدرالحسن قاسمی نے پیش لفظ لکھا ہے، اس کے علاوہ ہمارے بہت سے بزرگوں نے اپنی تقریظات سے قدر افزائی کی ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو شایان شان اجر عطا فرمائے، اس موقعہ پر مجھے اپنے تین بزرگوں کی یاد آتی ہے میں نے تیسری جلد پر پیش لفظ کے لئے اولاً حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ سے خواہش کی تھی، انھوں نے اسے قبول کرلیا، لیکن رجب یا شعبان میں ان سے گفتگو ہوئی اور رمضان المبارک میں ان کی وفات ہوئی، پھر استاذی حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمیؒ سے خواہش کی انھوں نے بھی قبول فرمایا اور اتفاق سے اس کے چند ہی ماہ بعد ان کا بھی انتقال ہوگیا، پانچویں جلد کے لئے

---

(۱) یہ دونوں حادثات اس تحریر کے لکھنے کے بعد پیش آئے، جس کو بعد میں شامل کرلیا گیا

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ سے پیش لفظ لکھنے کی خواہش کی، وہ اس وقت سخت مریض تھے، اس لئے لکھا نہیں سکے، اللہ تعالیٰ ان حضرات کی مغفرت فرمائے، ان کی تحریریں اس کتاب میں شامل نہیں ہوئیں لیکن ان کی توجہ اور محبت کتاب اور صاحب کتاب کے شریک حال رہی ہیں۔فجزاهم الله خير الجزاء ۔

کتاب کے شروع میں اس حقیر نے ایک گونہ تفصیل کے ساتھ مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں فقہ اسلامی کی تاریخ، اس کے عہد بہ عہد ارتقاء، مختلف دبستان فقہ کا تعارف اور فقہ اسلامی سے متعلق اہم مصادر و مراجع پر روشنی ڈالی گئی ہے، امید ہے کہ فقہ اسلامی کی تاریخ، تعارف اور اس کے ارتقاء کے سلسلہ میں اُردو زبان میں یہ ایک مفید تحریر ثابت ہوگی۔والله هو المستعان ۔

بعض احباب کا مشورہ ہوا اور خود بھی دل میں خیال آیا کہ چوں کہ اب اس کتاب میں صرف فقہی اصطلاحات کی تعریف اور ان کا تعارف ہی نہیں ہے؛ بلکہ مختلف عناوین کے تحت ذیل میں آنے والے ضروری احکام کا بھی ذکر کردیا گیا ہے، گویا یہ صرف قاموس اور مصطلحات کی معجم نہیں ہے؛ بلکہ ایک مختصر سی انسائیکلو پیڈیا بھی ہے، اس لئے مناسب محسوس ہوا کہ ایک رسالہ میں صرف فقہی اصطلاحات کی تعریف لکھ دی جائے، اور اس کو اس کتاب کے شروع میں جگہ دی جائے؛ تاکہ جو لوگ صرف اصطلاح دیکھنا چاہیں اس سے ان کا کام چل جائے، چنانچہ کتاب کی پہلی جلد میں یہ مقدمہ اور فقہی اصطلاحات کا مجموعہ بھی شریک اشاعت ہے، خدا کرے یہ رسائل بھی قارئین کے لئے فائدہ مند ثابت ہوں۔

اخیر میں اہل علم سے التماس ہے کہ وہ اس کتاب میں جہاں کوئی قابل اصلاح بات پائیں، ضرور توجہ دلائیں، کہ یہ ''تعاون علی البر'' ہوگا، نیز اللہ تعالیٰ سے دُعاء ہے کہ اپنے اس حقیر و گنہگار بندہ —— جس نے اپنی عمر کی پانچ دہائیاں مکمل کرلی ہیں —— کی باقی زندگی کو دین اور علم دین کی خدمت میں صرف کرنے کی توفیق سے بہرہ ور فرمائے اور کلمۂ توحید پر خاتمہ فرمائے، نیز اس کتاب کو نافع و مقبول بنائے۔ربنا تقبل منا إنک أنت السميع العليم ۔

خالد سیف اللہ رحمانی

○ ○ ○ ○

قاموس الفقہ

جلداول

فقہی اصطلاحات

(فقہ و اُصول کے اصطلاحی الفاظ کی تعریفات)

فقہی اصطلاحات

آفاقی جو لوگ حدود میقات سے باہر کے علاقہ میں رہتے ہوں، ــــ حرم میں رہنے والوں کو ''حرمی'' اور حرم اور میقات کے درمیان رہنے والے کو ''حلی'' کہتے ہیں۔

آمۃ وہ زخم جو اُم الدماغ یعنی دماغ کے مختلف حصوں کو لپیٹنے والی جلد تک پہنچ جائے۔

آیت قرآن مجید کا ایک مکمل فقرہ، ــــ البتہ آیتوں کی تعیین توقیفی ہے، نہ کہ اجتہادی۔

آئسۃ جس عورت کو درازیٔ عمر کی وجہ سے حیض آنا بند ہوگیا ہو، ــــ ایاس اور حیض بند ہونے کی عمر کے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں اور قول راجح یہ ہے کہ اس کا تعلق مختلف علاقوں کے موسمی اور غذائی حالات سے ہے۔

اباحت شریعت کا ایسا حکم جس میں نہ کرنے کا مطالبہ ہو اور نہ نہ کرنے کا، بلکہ دونوں کے درمیان اختیار ہو، ــــ یہ تعریف تو اُصول فقہ کے اعتبار سے ہے، فقہاء کے یہاں یہ لفظ مالک کی طرف سے ایسی چیز کے لئے استعمال کی اجازت اور رخصت کو کہتے ہیں، جس میں شرعاً دوسرے کو استعمال کا حق دینا جائز ہو، جیسے کھانا، کپڑا وغیرہ۔

اُثر کسی فعل سے حاصل ہونے والا نتیجہ، فقہاء کے یہاں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے، محدثین کے نزدیک کبھی تو یہ حدیث کا ہم معنی سمجھا جاتا ہے، اور کبھی صحابہ کے اقوال وافعال کو خاص طور پر ''اُثر'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اجارہ کسی شی کی منفعت مال کے عوض حاصل کرنے کے معاملہ کو کہتے ہیں، ــــ اگر تمام احکام و شرائط کی رعایت کی گئی ہو تو اجارۂ صحیحہ ہے، اگر کسی وصف میں کمی کی وجہ سے اجارہ میں فساد پیدا ہوا ہو تو اسے اجارۂ فاسدہ کہتے ہیں، اور اگر اجارہ کے ارکان ہی صحیح طور پر متحقق نہ ہوں، تو اجارۂ باطلہ ہے، اسی طرح اگر عقد کے وقت سے اجارہ شروع ہو جائے تو اجارہ منجزہ ہے، اور آنے والے کسی متعین وقت سے اجارہ کی ابتداء ہو تو اس کو اجارۂ مضافہ کہتے ہیں۔

اجارۂ طویلہ مکان و دوکان میں ایک سال اور اراضی میں تین سال سے زیادہ کا اجارہ، اجارۂ طویلہ کہلاتا ہے ــــ حنفیہ وقف کے باب میں اس اصطلاح کو استعمال کرتے ہیں۔

اجازت کسی فعل کو جس کا کہ نافذ ہونا لازم نہیں تھا، نافذ کردیا جائے، اس کو اجازت کہتے ہیں، جیسے فضولی کے نکاح کو اصل صاحب عقد یا بعض

صورتوں میں اس کا ولی نافذ قرار دے دے۔

اجتہاد فقیہ کا حکم شرعی کو جاننے کے لئے اپنی قوت وصلاحیت بھر کوشش کرنا۔

اجرت مثل کسی عمل کی وہ اُجرت جو اس شعبہ سے آگاہ لوگ مقرر کریں۔

اجل مستقبل میں مقرر کیا ہوا وقت، خواہ کسی ذمہ داری کے متعلق ہونے کے لئے ہو یا ذمہ داری سے فارغ ہونے کے لئے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہو یا معاملہ کرنے والوں کی طرف سے۔

اجماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اُمت محمدیہ کے مجتہدین کا کسی بھی عہد میں کسی حکم شرعی پر متفق ہوجانے کو ''اجماع'' کہتے ہیں۔
— اگر تمام مجتہدین نے اس حکم کی صراحت کی ہو تو یہ اجماع قولی یا ''اجماع صریح'' ہے۔
— اور اگر کچھ مجتہدین نے رائے کا اظہار کیا اور دوسروں نے واقف ہونے کے باوجود اس پر خاموشی اختیار کی تو یہ ''اجماع سکوتی'' ہے۔
— دلیل میں اختلاف کے باوجود حکم میں اتفاق کو ''اجماع مرکب'' کہتے ہیں۔

اجمال کلام کا اس طرح وارد ہونا کہ اس میں ایک سے زیادہ معنوں کا احتمال ہو، —— اور ایسے محتمل کلام کو ''مجمل'' کہتے ہیں۔

اجیر خاص جو کسی ایک متعین شخص یا ادارہ کے کام پر اپنے کو اجیر رکھے —— غرض کہ وہ وقت کے لحاظ سے اجیر ہوتا ہے، اس وقت میں کسی اور شخص کا کام نہیں کر سکتا۔

اجیر مشترک جس نے اپنے آپ کو ایک شخص یا ادارہ و جماعت کے کام کے لئے مخصوص نہ کیا ہو، بلکہ اُجرت لے کر مختلف لوگوں کا کام کرتا ہو، جیسے درزی اور میکانک، وغیرہ —— اس کی اُجرت عمل سے متعلق ہوتی ہے، نہ کہ وقت سے۔

احتکار بنیادی ضروریاتِ زندگی کو خرید کر روک رکھنا، تاکہ سامان گراں ہوجائے۔

احداد بیوہ عورت کا عدت میں اپنے آپ کو آرائشی لباس، خوشبو اور جماع کی طرف راغب کرنے والی دوسری چیزوں سے اپنے آپ کو علاحدہ رکھنا، اسے ''حداد'' بھی کہتے ہیں۔

احراز کسی شئ کو محفوظ کر لینا کہ دوسرا نہ لے سکے۔

احرام حج یا عمرہ کے لئے نیت اور تلبیہ کے ساتھ اپنے آپ کو ممنوعات احرام سے بچانے کا التزام کر لینا۔

احصار دشمن، بیماری یا اور کسی رکاوٹ کی وجہ سے احرام باندھنے کے بعد افعال حج کو جاری نہ رکھ پانا۔

احصان مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد کا نکاح صحیح کی بناء پر آزاد عاقل و بالغ مسلمان عورت سے دخول کئے ہوئے ہونا، —— ایسا شخص حد زنا میں احصان سے متصف سمجھا جائے گا، حد قذف میں جس شخص پر تہمت لگائی گئی ہے، اس کا عاقل، بالغ، آزاد، مسلمان اور زنا حرام سے پاکدامن ہونا کافی ہے، نکاح اور دخول ضروری نہیں۔

احلال احرام سے باہر نکلنا۔

اخبثین پیشاب، پاخانہ۔

اختصار نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا یا سورت کے آخر میں سے ایک دو آیت پڑھ لینا، یا آیت سجدہ کو چھوڑ کر تلاوت کرنا —— یہ مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں۔

اختصاص کسی شی یا حق کا کسی شخص کے لئے مخصوص ہونا۔

اختیار جس معاملہ میں ایک سے زیادہ باتوں کی گنجائش ہو، ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا۔
— اگر ترجیح دینے والا بذات خود اس کا حق رکھتا تھا، اور اکراہ سے دوچار نہیں تھا تو یہ اختیار صحیح ہے۔
— اگر وہ اس کا حق رکھتا تھا، لیکن اکراہ کی بنا پر اس نے کسی ایک صورت کو ترجیح دی تو یہ اختیار فاسد ہے۔
— اگر ترجیح دینے والا اس کا اختیار ہی نہیں رکھتا تھا، جیسے مجنون یا بے شعور بچہ (صبی غیر ممیز) تھا، تو یہ اختیار باطل ہے۔

اداء واجب کو وقت مقررہ کے اندر بعینہ بجالانا ''ادا'' ہے۔
— اگر مکمل طور پر حکم شریعت کے مطابق کسی عمل کو پورا کیا جائے تو اسے ''اداء کامل'' کہتے ہیں، جیسے پوری نماز امام کی اقتداء میں ادا کی جائے، کوئی رکعت چھوٹنے نہ پائے۔
— کوتاہی کے ساتھ فریضۂ شرعی کے ادا کرنے کو اداء ناقص کہتے ہیں، جیسے مسبوق کی نماز جس کی بعض رکعتیں چھوٹ جاتی ہیں۔
— اگر بعض پہلوؤں سے مکمل طور پر حکم شریعت کے مطابق نماز ادا کی گئی اور بعض پہلوؤں سے نقص رہ گیا تو یہ ''اداء شبیہ بالقضاء'' ہے، جیسے لاحق کی نماز، جو شروع امام کے ساتھ ہو، لیکن کسی وجہ سے درمیان کی رکعت چھوٹ گئی ہو۔

ادب بہتر اور پسندیدہ افعال، —— بعض حضرات کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا عمل جسے آپ نے کبھی کیا ہو اور کبھی نہ کیا ہو، کو ''ادب'' کہا جاتا ہے۔
— فقہ کی ایک مستقل اصطلاح ''ادب قاضی'' ہے، قاضی کے لئے جو افعال و اخلاق پسندیدہ ہیں، ان کو اختیار کرنا، اور جو ناپسندیدہ ہیں ان سے اجتناب کرنا، کو ''ادب قاضی'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
— مفتی سے متعلق احکام و شرائط اور اخلاق و عادات کو ادب مفتی یا رسم المفتی کہا جاتا ہے۔

اذان مخصوص منقول کلمات کے ذریعہ اوقات نماز کے بارے میں اعلان کرنا۔

ارتثاث زخمی شخص کا کھانے، پینے، سونے وغیرہ، زندگی کی سہولتوں میں سے کسی سہولت سے جان نکلنے سے پہلے فائدہ اٹھانا۔

ارتفاق ایک شخص کی زمین و مکان میں دوسرے شخص کے زمین و مکان سے متعلق نفع اٹھانے کا حق ''حق ارتفاق'' کہلاتا ہے۔

ارسال تابعی یا تبع تابعی کا براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کرنا۔
— فقہ کی اصطلاح میں نماز میں بحالت قیام ہاتھ باندھنے کے بجائے ہاتھ چھوڑے رکھنے کو ''ارسال'' کہا جاتا ہے۔

ارض لغوی معنی زمین کے ہیں، فقہاء حنفیہ کے یہاں جنس ارض سے مراد مٹی اور مٹی سے نکلنے والی وہ تمام اشیاء ہیں، جو جلانے کی وجہ سے نہ پگھلیں اور نہ راکھ بنیں۔
— ''ارض حوز'' وہ زمین ہے کہ جس کے مالک کی وفات ہوگئی اور اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا، اس لئے وہ بیت المال کی ملکیت میں چلی گئی، یا جن علاقوں کو جنگ یا صلح کے ذریعہ حاصل کیا گیا اور اسے قدیم باشندوں کو حوالہ کرنے یا مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بجائے بیت المال کی ملکیت بنادیا گیا۔
— ''ارض خراج'': جس زمین پر خراج وصول کیا جاتا ہو۔
— ارض عشر: جس زمین میں عشر عائد کیا گیا ہو۔

إساءۃ قابل مذمت عمل، بعض حضرات کے نزدیک مکروہ سے بڑھ کر ہے، اور بعض کے نزدیک اس سے کم تر۔

اسباغ اعضاء وضوء پر پوری طرح پانی پہنچانا۔

اسبال تہہ بند یا پائجامہ کا ٹخنہ سے نیچے تک لٹکانا۔

اُسبوع لغوی معنی سات دنوں کے ہیں، اصطلاح میں طواف کے سات چکروں کو کہتے ہیں۔

استار ساڑھے چار مثقال دینار یا ساڑھے چھ درہم وزن کو کہتے ہیں۔

استئناف کسی عمل کے از سر نو انجام دینے کو کہا جاتا ہے۔

استثناء ابتداء کلام میں سے بعض افراد کو اس حکم سے نکالنے، یا کلام سے متصل کوئی لفظ لاکر اس کلام کے بے اثر کردینے کو کہتے ہیں، پہلی شکل استثناء تحصیل ہے، جیسے تین طلاق سوائے ایک کے، کہ اب دو طلاقیں باقی رہیں، اور تین کے حکم میں سے ایک کو نکال لیا گیا، اور دوسری صورت کو استثناء تعطیل کہتے ہیں، جیسے تجھے طلاق ہے ان شاء اللہ، کہ اب طلاق بے اثر ہوجائے گی اور ان شاء اللہ کہنے کی وجہ سے واقع نہیں ہوگی۔

استجمار استنجاء میں ڈھیلوں کا استعمال۔

استحاضہ عورت کی شرمگاہ سے آنے والا وہ خون جو حیض ونفاس کے علاوہ ہو۔

استحسان نص، اجماع، قوی تر قیاس، آثار صحابہ اور ضرورت ومصلحت کی بنیاد پر قیاس ظاہر کے چھوڑ دینے کو ''استحسان'' کہتے ہیں۔

استخارہ استخارہ کے معنی خیر و بھلائی کو طلب کرنے کے ہیں، اگر کسی کام میں دونوں پہلو جواز کے ہوں اور طبیعت میں تردد ہو کہ کس پہلو پر عمل کیا جائے، تو دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دُعاء کرنا کہ جس میں خیر ہو، اس پر میرے قلب کو مطمئن کردیجئے، ''استخارہ'' ہے، اور اس کو نماز استخارہ کہتے ہیں۔

استخلاف امام کا کوئی رکاوٹ پیش آجانے کی وجہ سے ہٹ جانا اور مقتدیوں میں سے کسی کو اپنا نائب بنادینا۔

استدلال کسی حکم پر معتبر شرعی دلیلوں کے ذریعہ حجت قائم کرنا۔

استسعاء غلام کو اس کی قیمت کے بدلہ محنت وکسب کا مکلف کرنا۔

استسقاء لغوی معنی بارش مانگنے کے ہیں، ــــ اصطلاح میں قحط کے موقع پر مخصوص نماز و دُعاء یا صرف دُعاء کے ذریعہ بارش طلب کرنے کو کہتے ہیں، اور اس نماز کو "نماز" "استسقاء" کہا جاتا ہے۔

استصحاب جو چیز ماضی میں موجود تھی، اس کی تبدیلی کا کوئی سبب موجود نہ ہونے کی وجہ سے حال میں باقی ماننا یا حال میں موجود کیفیت کو مستقبل میں باقی قرار دینا۔

استصلاح دیکھئے: مصالح مرسلہ۔

استصناع حرفت وکاریگری کا ایسا معاملہ جس میں عمل فی الحال موجود نہ ہو، بلکہ کاریگر کے ذمہ میں ہو، جیسے جوتے، موزے کا آرڈر دینا۔

استطابہ پانی یا پتھر سے استنجاء کرنا۔

استطاعت اللہ کی طرف سے جاندار مخلوقات میں پیدا کی ہوئی وہ کیفیت ہے جس کے ذریعہ اپنے اختیار سے افعال کو انجام دیا جاتا ہے۔

استفاضہ کسی خبر کا لوگوں میں مشہور ہوجانا اور اتنے لوگوں سے منقول ہونا کہ بظاہر ان کا جھوٹ پر متفق ہوجانا قابل تصور نہ ہو، ــــ فقہاء نے رؤیت ہلال کے سلسلہ میں خبر مستفیض کے سلسلہ میں تعداد بھی متعین کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن قول راجح وہی ہے، جو اوپر ذکر کیا گیا۔

استلام ہاتھ سے چھونے کو کہتے ہیں، خواہ اس کے بعد ہاتھ کا بوسہ لیا جائے یا نہیں، حجر اسود کے سلسلہ میں اس کا ذکر آتا ہے۔

استیلاد اپنی باندی سے اولاد حاصل کرنا ــــ ایسی باندی کو اصطلاح میں "اُم ولد" کہتے ہیں۔

استناد جو حکم بعد میں ثابت ہو اس کو پہلے سے ثابت ماننا، جیسے غاصب غصب کئے ہوئے مال کا تاوان ادا کردے، تو گو مالک اب ہوا ہے، لیکن اب غصب کے وقت سے ہی اس شئی کے غاصب کی ملکیت میں ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

استنباط اجتہاد کے ذریعہ حکم یا حکم کی علت کو دریافت کرنا۔

استیجار کسی انسان کو اُجرت پر رکھنا یا کوئی شئی کرایہ پر حاصل کرنا۔

استیداع دوسرے کے پاس اپنا سامان بطور امانت کے رکھنا۔

استیلاء کسی چیز پر غلبہ اور قابو حاصل کرلینا۔

اسراف جائز کام میں مناسب سے زیادہ خرچ کرنا، ــــ اور ناجائز کام میں خرچ کرنے کو "تبذیر" کہتے ہیں۔

اسلام جن احکام کا لانا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یقینی طور پر ثابت ہو، ان سبھوں پر یقین کرنا ــــ، اس تشریح کے مطابق اسلام اور ایمان کی حقیقت ایک ہی ہے، بعض حضرات کے نزدیک تصدیق قلبی ایمان ہے، اور جب کہ

اعضاء و جوارح سے اس کے تقاضوں کی تکمیل اسلام۔

اشارہ جو بات خود کلام سے ثابت ہو، لیکن کلام کا مقصود نہ ہو، اس کو اشارہ یا اشارۃ النص کہتے ہیں، جیسے علی المولود له رزقهن (البقرہ:۲۳۳)، اس کا مقصد شوہر پر بیوی کا نفقہ ثابت کرنا ہے، لیکن ''مولودلہ'' کی تعبیر سے معلوم ہوا کہ اولاد کی تعبیر سے معلوم ہوا کہ اولاد کی نسبت باپ کی طرف ہوگی، اسی کو''اشارۃ النص'' کہتے ہیں۔

اشتمال اپنے پورے بدن کو ایک ہی کپڑے میں اس طرح لپیٹنا کہ اگر ایک طرف کا کپڑا اٹھایا جائے تو بے ستری پیدا ہو جائے، اس کو''اشتمال صماء'' سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

اشربہ شراب کی جمع ہے، پی جانے والی چیز، لیکن اصطلاح میں نشہ آور مشروبات کو کہتے ہیں۔

اِشعار اونٹنی کے کوہان کے کسی جانب ہلکا سا نشتر لگا کر اس کے خون کو بطور علامت لگا دینا کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔

اشہرحج حج کے مہینے: شوال، ذوقعدہ اور ذوالحجہ۔

اشہرحرام حرام مہینے: رجب، ذوقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔

اصحاب الفرائض وہ ورثاء جن کا حصہ قرآن و حدیث یا اجماع کے ذریعہ مقرر ہو۔

اصطلاح کسی لفظ کے سلسلہ میں ایک گروہ کا اس کے لغوی معنی کے بجائے دوسرا معنی مراد لینے پر متفق ہو جانا، جیسے فرض، مستحب یا نحو میں اسم، فعل، حرف وغیرہ۔

اصل جس پر دوسرے احکام کی بنیاد ہو، اس کے مقابلہ میں فرع کا لفظ بولا جاتا ہے۔

— اس کے علاوہ قول راجح اور دلیل نیز قیاس میں مقیس علیہ کو بھی ''اصل'' کہتے ہیں۔

اُصول اُصول شرع سے مراد کتاب و سنت اور اجماع و قیاس ہے۔

— اُصول فقہ ان قواعد کا نام ہے، جن کے ذریعہ فروعی شرعی احکام کو تفصیلی دلیلوں سے اخذ کیا جائے۔

اضطباع طواف میں چادر اپنے دائیں مونڈھے کے نیچے سے نکال کر بائیں کاندھے کے اوپر رکھنے کو ''اضطباع'' کہتے ہیں۔

اضطرار کسی چیز کے استعمال نہ کرنے کی صورت میں جان کے چلے جانے کا اندیشہ ہو۔

اطمینان اطمینان یا طمانیت، رکوع، سجدہ اور قومہ و جلسہ میں تمام اعضاء کے اپنی جگہ پر آ جانے کے ہیں۔

اعادہ عمل میں خلل کی وجہ سے وقت کے اندر ہی اس کے دوبارہ ادا کرنے کو اعادہ کہتے ہیں —— اعادہ اور استیناف میں فرق یہ ہے کہ اعادہ فعل کے مکمل ہونے کے بعد اس کو دوبارہ انجام دینے سے عبارت ہے، اور استیناف کسی وجہ سے فعل کے مکمل ہونے سے پہلے اس کو توڑ کر ازسرنو ادا کرنے کو کہتے ہیں۔

اعارہ بلاعوض کسی کو کسی چیز سے نفع اٹھانے کا اختیار دینا۔

اعتبار غیر منصوص مسئلہ میں منصوص مسئلہ کی نظیر کو سامنے رکھتے ہوئے حکم لگانا، اسی کو''قیاس''

بھی کہتے ہیں۔

اعتجار سر پر عمامہ کو اس طرح لپیٹنا کہ سر کا درمیانی حصہ کھلا رہ جائے۔

اعتدال قومہ اور جلسہ میں اس طرح کھڑا ہونا اور بیٹھنا کہ تمام اعضاء صحیح جگہ پر آجائیں۔

اعتراض مرد کے عضو تناسل میں انتشار کی کیفیت پیدا نہ ہونا، فقہاء اس لفظ کو اسی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

اعتکاف مخصوص نیت کے ساتھ مردوں کے مسجد جماعت اور عورتوں کے مسجد بیت میں مقیم ہو جانے کو کہتے ہیں۔

اِعسار نفقہ ادا کرنے پر قادر نہیں ہونا۔

اَعیان جو بذات خود اپنا وجود رکھتا ہو، اس کا وجود دوسرے کے تابع نہ ہو، اس کے مقابلہ میں ''اعراض'' (واحد عرض) کا لفظ ہے، کبھی عین، کا لفظ حاضر و موجود مال کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں اس کا مقابل دیون ہوگا۔

اِغماء قلب یا دماغ پر طاری ہونے والی اس بیماری کو کہتے ہیں، جس میں ادراک و شعور اور ارادۂ و اختیار کے ساتھ عمل کی صلاحیت معطل ہو جاتی ہو اور عقل باقی رہتی ہو، لیکن مغلوب ہوتی ہو، جس کو اُردو میں غشی یا بے ہوشی کہتے ہیں۔

افاقہ نشہ، جنون، بے ہوشی یا کسی بیماری کے بعد عقل و طبیعت کا حالت اعتدال پر آجانا۔

اِفتاء کسی دریافت کئے جانے والے مسئلہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو بیان کرنا۔

افتراش سجدہ میں ہاتھوں کو زمین پر بچھانا۔

اِفراد عمرہ کے بغیر صرف حج کا احرام باندھنا۔

اِفلاس کسی شخص کے دین کا اس کی املاک سے زیادہ ہو جانا۔

اِقالہ خرید و فروخت کا معاملہ مکمل ہونے کے بعد فریقین کی رضامندی سے اس کو ختم کر دینا۔

اقامت جو لوگ نماز کے لئے تیار و موجود ہیں، انھیں مخصوص الفاظ کے ذریعہ نماز شروع کرنے کی خبر دینا۔

— اقامت کا لفظ سفر کے مقابلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے، یعنی سفر میں رہنے کے بجائے اپنے وطن اصلی میں یا کسی اور مقام پر مسلسل پندرہ دن رہنے کا ارادہ کر لے۔

اقتداء حکم شریعت کے مطابق اپنی نماز کو امام کی نماز کے ساتھ مربوط کر دینا۔

اقتضاء النص جو حکم عبارت میں مذکور نہ ہو، لیکن عبارت میں مذکورہ حکم کا صحیح ہونا اس کے پائے جانے پر موقوف ہو، جیسے کوئی شخص کہے: ''اپنے اس غلام کو میری طرف سے ایک ہزار درہم میں آزاد کر دو''، اس عبارت کا اقتضاء یہ سمجھا جائے گا کہ کہنے والے نے اس سے پہلے اس غلام کو خرید کیا، پھر بیچنے والے نے اس کے وکیل کی حیثیت سے اسے آزاد کیا، پس یہ خرید و فروخت اور وکالت بطور اقتضاء کے ثابت ہوئی۔

اِقرار اپنے اوپر دوسرے کے حق کے ثابت ہونے کی خبر دینا۔

اِقطاع بادشاہ کی طرف سے کسی کو بطور جاگیر کوئی زمین دینا۔

اِقعاء نماز میں کھڑی ایڑیوں پر کولہے رکھ کر بیٹھنا۔
— بعض حضرات نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ کولہوں کو زمین پر رکھے اور گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھے۔

اِکراہ کسی کو ڈرا، دھمکا کر اس کی رضامندی کے بغیر اس کو کسی عمل پر مجبور کرنا۔

اُکل جو چیز چبا کر کھائی جاتی ہو، اسے چبائے یا بغیر چبائے نگل جانا۔

التفات سینہ موڑے بغیر گردن موڑ کر یا بغیر موڑے ہوئے گوشۂ چشم سے دائیں بائیں دیکھنا۔

اِلمام اہل وعیال کے پاس آجانا۔
''المام صحیح'' یہ ہے کہ اپنے بچوں کے پاس جائے اور اب اس کے لئے مکہ لوٹ کر آنا واجب نہ ہو، جیسے حج تمتع کرنے والا جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لایا ہو۔
''المام فاسد'' یہ ہے کہ اپنے اہل وعیال کے پاس حالت احرام میں جائے۔

اَمارۃ لغوی معنی علامت کے ہیں، اصطلاح میں ایسی دلیل کے جاننے کو کہتے ہیں، جس سے مدلول کے پائے جانے کا گمان ہو جائے۔
— علماء اُصول کے نزدیک دلیل ظنی کے لئے بھی یہ اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

اِمارت صاحب حکم ہونا، کبھی عامۃ الناس پر ولایت حاصل ہوتی ہے، اس کو خلافت اور امامت عظمی کہتے ہیں اور کبھی کسی خاص گروہ یا کام پر جیسے فوج یا کوئی خاص محکمہ پر، ایسی صورت میں وہ اس شعبہ کا امیر اور ولی ہوتا ہے۔

امام جس کی اقتداء کی جائے، عام طور پر نماز جس کی اقتدار میں ادا کی جائے، اس کے لئے یہ تعبیر استعمال ہوتی ہے، بعض اوقات خلیفہ اور حکمراں کے لئے بھی امام کا لفظ استعمال ہوتا ہے، کیوں کہ عام مسلمان اس کی اقتداء کرتے ہیں، اسی نسبت سے نماز کی امامت کو ''امامت صغریٰ'' اور خلافت و امارت کو ''امامت کبریٰ'' کہا جاتا ہے۔

اَمان غیر مسلم حربی کو اس کی ذات اور جان و مال کے سلسلہ میں مستقل طور پر یا ایک مدت کے لئے سلامتی کی ضمانت دینا، خواہ حکومت دے، یا کوئی مسلمان شہری۔

امانت کسی شخص کے پاس دوسرے کی ملکیت کا ازراہ حفاظت موجود ہونا۔
— اگر کسی کو کوئی سامان ایک معاہدہ کے تحت حفاظت کے لئے دیا جائے تو یہ ودیعت ہے، امانت اس سے عام ہے، معاہدہ حفاظت کے تحت سامان دیا جائے، یا کرایہ و عاریت کے طور پر دیا جائے یا کسی اور طریقے پر مال اس کی تحویل میں پہنچ جائے، امانت کا لفظ ان تمام صورتوں کو شامل ہے۔

اُم القریٰ مکہ مکرمہ۔

اُم الکتاب سورۂ فاتحہ۔

اُم ولد وہ باندی جو اپنے مالک کی اولاد کی ماں بن چکی ہو۔

امر ایک مکمل کلام جس میں بالاتر حیثیت ، میں دوسرے سے کسی کام کا مطالبہ کیا گیا ہو۔

املاک مرسلہ ملکیت کا دعویٰ یا شہادت ، سبب ملکیت کی وضاحت کے بغیر۔

اموال باطنہ وہ مال جس کی تحقیق کے لئے لوگوں کی نجی زندگی میں دخل دینا پڑے، جیسے گھر میں موجود روپے پیسے ، سامان تجارت جسے لے کر ٹیکس وصول کرنے والے کی چنگی سے گذرنا نہ پڑے۔

اموالِ ظاہرہ وہ مال جس کے حساب کے لئے نجی احوال میں دخیل ہونے کی نوبت نہ آئے جیسے چوپائے ، زمینی پیداوار، چنگی سے گذرنے والے تجارتی سامان۔

اُمی جو شخص لکھنا اور لکھی ہوئی چیز کو پڑھنا نہ جانتا ہو۔

امیر جس کو مسلمانوں پر عمومی ولایت حاصل ہو۔

امین جس کے پاس کوئی شئ بطور امانت رکھی ہوئی ہو۔

انشاء کسی معاملہ کو (جو پہلے سے موجود نہیں تھا) وجود میں لانا، جیسے عقد نکاح وغیرہ۔

— ایسا کلام جس میں تصدیق و تکذیب کی گنجائش نہ ہو، جیسے کسی بات کا مطالبہ کیا جائے ، یا اس سے منع کیا جائے۔

اَنعام اونٹ، بیل اور بکرے۔

اِہلال تلبیہ کو بلند آواز سے کہنا، —— احرام باندھتے اور جانور ذبح کرنے کے وقت بسم اللہ کہنے کو ''اہلال'' کہتے ہیں۔

اہل حل وعقد ذی شعور، معاملہ فہم اور خوش تدبیر لوگ۔

اہل ذمہ وہ غیر مسلم جو معاہدہ کی بنیاد پر مسلمان حکومت میں قیام پذیر ہوں ، جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور جماعت صحابہ کے طریقہ پر ہوں۔

اہل کتاب یہود و نصاریٰ۔

ایاس درازی عمر کی وجہ سے حیض کا رک جانا۔

ایام بیض قمری مہینہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخیں۔

ایام تشریق ۹ تا ۱۳ ر ذوالحجہ۔

ایام النحر ۱۰، ۱۱، ۱۲ ر ذوالحجہ۔

ایجاب کسی معاملہ میں جس فریق کی طرف سے پہل ہو، اس کے کلام کو ایجاب کہتے ہیں، —— یہ تعریف حنفیہ کے نزدیک ہے، دوسرے فقہاء کے نزدیک بیچنے والے، سامان کرایہ پر لگانے والے، بیوی یا اس کے ولی کے قول کو ایجاب کہا جاتا ہے۔

— علماء اُصول کے نزدیک کسی بات کا لزوم کے ساتھ مطالبہ کرنے کو ایجاب کہتے ہیں۔

ایجار کرایہ پر لگانا، —— دودھ یا کوئی اور چیز حلق میں ڈالنے کو بھی ''ایجار'' کہتے ہیں۔

ایداع کوئی شئ دوسرے کو حفاظت کے لئے حوالہ کرنا۔

ایصاء اپنے ترکہ میں سے کسی حصہ کا کسی اور شخص کو مالک بنانا۔

— اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش وغیرہ کے لئے اپنی موت کے بعد کسی کو چھوڑی ہوئی املاک میں تصرف کا مجاز قرار دینا، اور جس کو تصرف کا مجاز بنایا جائے اس کو ''وصی'' کہتے ہیں۔

ایلاء چار مہینہ یا اس سے زیادہ بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھالینا۔

ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن عقائد و احکام کو لے کر مبعوث ہوئے ہیں، دل سے ان کی تصدیق کرنا۔

○ ○ ○

بائن ایسی طلاق جس میں عدت کے درمیان رجوع کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔

بازلہ ایسا زخم جو چمڑے کو پھاڑ دے۔

باضعہ جو زخم چمڑے کو پھاڑ کر گوشت تک پہنچ جائے، لیکن ہڈی تک نہ پہنچے اور نہ خون بہے۔

باطل جو فعل اصل کے اعتبار سے ہی مشروع نہ ہو اور شرعاً غیر معتد بہ ہو، اور کسی حکم کا فائدہ نہیں دے۔

بدعت دین میں کسی ایسی بات کا اضافہ جس کی عہد نبوی، عہد صحابہ اور عہد تابعی میں کوئی اصل نہ ہو۔

برہان جس کے ذریعہ حق کو باطل سے ممتاز کیا جائے۔

بسملہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

بطلان کسی وجہ سے عادت یا معاملہ کا نامعتبر ہونا۔

بقیع مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان۔

بنو ہاشم حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت حارث بن عبدالمطلب ﷺ کی اولاد اور ان کے آزاد کردہ اشخاص سے چلنے والا سلسلۂ خاندان۔

بیان جس سے کلام سابق کی مراد واضح ہو۔

— بیان تبدیل: بعد میں آنے والی دلیل کی وجہ سے پہلے حکم کا ختم ہو جانا، اسی کو "نسخ" بھی کہتے ہیں۔

— بیان تغییر: پہلے وارد ہونے والے کلام کے موجب اور تقاضہ کا بدل جانا، جیسے خبریہ جملہ کے بعد شرط، زیادہ یا مطلق افراد کے ذکر کے بعد استثناء اور عام کے بعد تخصیص، کیوں کہ اس سے کلام ماسبق کا اثر محدود یا مشروط ہو جاتا ہے۔

— بیان تفسیر: کلام سابق جس کی مراد واضح نہ ہو، کو واضح کرنا، جیسے مجمل کی توضیح، مشترک لفظ کی مراد کی تعیین وغیرہ۔

— بیان تقریر: جس سے کلام ماسبق کی تاکید و تقویت ہو۔

— بیان حال: جس میں متکلم کا حال اس کے مقصد پر دلالت کرتا ہو، مثلاً: جہاں اظہار خیال کا موقع ہو وہاں خاموشی اختیار کی جائے کہ یہ اکثر اوقات رضامندی کی دلیل سمجھا جاتا ہے، اسی کو "بیان ضرورت" سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

بیع معاہدہ کے ذریعہ مال سے مال کا تبادلہ۔

— بیع استجرار: جس میں خریدار بیچنے والے سے تھوڑا تھوڑا کر کے سامان حاصل کرے، اور اس کے بعد قیمت ادا کرے۔

— بیع استغلال: سامان اس شرط پر فروخت کرنا کہ بیچنے والا خود اس سامان کو کرایہ پر حاصل کر لے گا۔

— بیع تلجہ: کسی مجبوری کے تحت بظاہر خرید و فروخت کا معاملہ کرنا، حالاں کہ حقیقت میں خرید و فروخت مقصود نہ ہو۔

— بیع الحاضر للبادی : شہر میں مقیم شخص کا دیہات سے آنے والے تاجروں کا مال زیادہ قیمت میں فروخت کرنا۔

بیع حبل الحبلۃ : (۱) زیر حمل جنین کے متوقع حمل کو فروخت کرنا، (۲) زیر حمل جنین کے حاملہ ہونے کو قیمت یا سامان کی ادائیگی کے لئے مدت مقرر کرنا۔

— بیع حصاۃ : کئی سامان ہوں اور طئے ہو کہ خریدار کنکری پھینکے، اور جس سامان پر گرے، وہ بیع ہوگی، پھر اس میں غور وفکر اور دیکھنے کے بعد واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

— بیع سلم : نقد قیمت کے بدلہ اُدھار سامان خرید کرنا۔

— بیع سنین : پھل اور درخت کی کئی سالوں کی اکٹھا خرید وفروخت، اس کو "بیع معاومہ" بھی کہتے ہیں۔

— بیع صحیح : جو اصل اور وصف ہر حال سے درست ہو۔

— بیع صرف : سونے، چاندے کا اسی جنس یا ایک دوسرے سے یا کرنسیوں کا اس کرنسی یا ایک دوسرے سے تبادلہ۔

— بیع عینہ : مقروض سے نفع حاصل کرنے کے لئے قرض دینے کے بجائے مثلاً دس روپیہ کی چیز بارہ روپیہ میں فروخت کرنا تا کہ اسے دو روپیہ کا نفع حاصل ہو جائے۔

— بیع عربون : بیچنے والے کو بیعانہ دینا کہ اگر خریدار نے نہیں لیا، تو بیعانہ منسوخ ہو جائے گا۔

— بیع لازم : جس خرید وفروخت کے بارے میں فریقین سے میں سے کسی کو کسی طرح کا خیار باقی نہ رہا ہو۔

— بیع مقائضہ : سونا چاندی اور کرنسی کے بجائے سامان کا سامان سے تبادلہ۔

— بیع مکروہ : جو خرید وفروخت اصل وشرط کے اعتبار سے درست ہوں، لیکن کسی خارجی وصف جیسے اذان جمعہ کے وقت یا مسجد میں ہونے کی وجہ سے ناپسندیدہ ہو۔

— بیع من یزید : ڈاک اور بولی کے ذریعہ خرید وفروخت۔

— اس کو بیع مزایدہ بھی کہتے ہیں۔

— بیع محاقلہ : پودے میں لگے ہوئے اناج کو اس جنس کے کٹے ہوئے اناج کے بدلہ بیچنا۔

— بیع مرابحہ : سامان خرید کر پہلی قیمت بتاتے ہوئے زیادہ قیمت میں فروخت کرنا۔

— بیع مزابنہ : درخت پر لگے ہوئے پھل کو اسی جنس کے ٹوٹے ہوئے پھل کے بدلہ فروخت کرنا۔

— بیع مساومہ : پہلی قیمت کے ذکر کے بغیر سامان کو فروخت کرنا۔

— بیع مضامین : زیر حمل جنین کو فروخت کرنا۔

— بیع ملامسہ : بیچنے والے اور خریدار کے محض چھودینے کو ایجاب وقبول یا سامان دیکھنے کے قائم مقام قرار دینا۔

— بیع منابذہ : مبیع اور ثمن کو گفتگو کے ذریعہ طے کرنے یا دیکھنے کے بجائے ایک دوسرے کی طرف

ثمن اور مبیع کے پھینک دینے کو کافی قرار دینا۔
— بیع نجش: محض قیمت بڑھانے کے لئے بڑھ کر بولی لگانا، حالاں کہ لینے کا ارادہ نہ ہو۔
— بیع وفا: اس شرط پر بیچنا کہ جب بائع قیمت واپس کردے گا، خریدار مبیع کو لوٹا دے گا، اس کو بیع معاد، بیع طاعت، بیع جائز، بیع ثنیہ، اور بیع امانت سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

بیعت طاعت کا عہد کرنا، خواہ سیاسی اُمور میں، یا معروف اور عمل صالح میں، پہلی صورت بیعت امارت کی ہے، اور دوسری صورت اس بیعت کی جسے مشائخ اپنے زیر تربیت اشخاص سے لیتے ہیں۔

بینہ حجت و دلیل، گواہی۔

○ ○ ○

تابعی جس نے ایمان کی حالت میں صحابیِ رسول کو دیکھا ہو، اور ایمان ہی پر اس کی موت ہوئی ہو۔

تاجیل کسی چیز کے لئے مدت کا متعین کرنا۔

تادیب غلطی پر سرزنش کرنا خواہ زبان سے ہو یا کوڑے وغیرہ سے، فقہاء کے یہاں یہ لفظ ''تعزیر'' ہی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

تاسیس جو معنی پہلے سے حاصل نہ ہو، وہ مراد لینا —— اس کے مقابلہ میں تاکید کا لفظ ہے، جس میں پہلے ہی معنی کی تقویت مقصود ہوتی ہے، اسی لئے علماء اُصول کے نزدیک ''تاسیس'' تاکید سے بہتر ہے۔

تاکید پہلی بات کو مؤکد کرنا اور قوی بنانا —— کبھی تاکید تاکید کے لئے بولے جانے والے الفاظ کے ذریعہ عمل میں آتی ہے، اور کبھی ایک ہی لفظ کے تکرار کے ذریعہ۔

تاویل ایک لفظ میں کئی معنوں کا احتمال ہو، ان میں سے ایک کو غلبۂ گمان کی بنیاد پر ترجیح دینا، نہ کہ یقین کی بنیاد پر۔

تبدیل ایک حکم کی جگہ شارع کی طرف سے دوسرا حکم دیا جانا —— اسی کو ''نسخ'' بھی کہتے ہیں۔

تبذیر مال کو نامناسب کام میں خرچ کرنا —— بعض اہل علم کے نزدیک مباح کام میں بھی ضروری اور مناسب مقدار سے زیادہ خرچ کرنا بھی ''تبذیر'' میں داخل ہے۔

تبرع کوئی شی یا اس کا نفع فوری طور پر یا آئندہ اجر کی نیت سے کسی کو عطا کرنا۔

تبریک برکت کی دُعاء دینا۔

تبسم مسکرانا، جو خود اسے یا اس کے پڑوس میں رہنے والوں کو سنائی نہ دے۔

تبع تابعین جس نے ایمان کی حالت میں تابعی سے ملاقات کی ہو، اور ایمان ہی پر اس کی موت واقع ہوئی ہو۔

تبییت رات میں روزہ کی نیت کرنا۔

تثویب اذان اور اقامت کے درمیان کسی کلمۂ اذان کو علانیہ طور پر پکارنا، جیسے حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح —— اسی تثویب کو فقہاء نے بدعت کہا ہے، صحابہ کے دور میں اذان فجر میں الصلاۃ خیر من النوم کو بھی تثویب کہا جاتا تھا، یہ سنت سے ثابت ہے۔

تجارت نفع کے ساتھ فروخت کرنے کے لئے کسی شی کو خریدکرنا۔

تجمیر مردہ کی چارپائی اور کفن کو دھونی دینا۔

تجہیز میت کے سفرآخرت سے متعلق ضروری اُمور غسل، تابوت اور تدفین وغیرہ مہیا کرنا۔

تجوید وہ علم جس میں قرآن مجید کے حروف وکلمات کے مخارج اور صفات کی رعایت کے ساتھ تلاوت کا طریقہ بتایا جائے۔

تحجیر پتھروں کی علامات کے ذریعہ زمین کی حدود متعین کرنا۔

تحری کسی دلیل کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے رجحان قلب کی بنیاد پر مشتبہ اُمور میں دو پہلوؤں میں سے بہتر اور موزوں صورت کو متعین کرنا۔

تحریف کلام کے الفاظ یا اس کے معنی ومراد کو بدل دینا۔

تحریم اللہ تعالیٰ کا خطاب، جس میں یقینی طور پر کسی فعل سے منع کیا گیا ہو۔

تحریمہ نماز شروع کرتے ہوئے تکبیر اولیٰ، جس کے بعد ممنوعات نماز حرام ہو جاتی ہیں۔

تحسینیات وہ اُمور جو شریعت کے مقاصد خمسہ — دین، جان، نسل، عقل اور مال — کی حفاظت اور ان کے حصول کے لئے نہ ناگزیر ہوں، اور نہ اس درجہ کے ہوں کہ ان کے حاصل نہ ہونے سے مشقت پیدا ہو جائے، بلکہ وہ بطور آسانی اور حسن عمل کے ہوں، جیسے عبادات میں نوافل، اور معاملات وعادات میں بہت سی ایسی چیزوں کا حلال ہونا جن سے بچنا باعث مشقت نہیں ہو۔

تحصیب منیٰ سے مکہ جاتے ہوئے ''وادی محصب'' میں قیام کرنا۔

تحقیق دلیل سے کسی بات کے ثابت کرنے کو تحقیق کہتے ہیں۔

تحقیق مناط نص میں وارد ہونے والے حکم کی علت کو غیر منصوص واقعہ میں ثابت اور منطبق کرنا۔

تحکیم دو یا اس سے زیادہ فریق کا کسی کو اپنے باہمی نزاع کے فیصلہ کے لئے ذمہ دار بنانا۔

تحنیک کھجور یا کسی چیز کا چبا کر نومولود کے تالو یا منھ کے اندر کسی حصہ میں لگانا —— میت کے ڈاڑھ اور ٹھوڑی کے نیچے کپڑا لپیٹنے کو بھی تحنیک کہتے ہیں۔

تحیۃ المسجد مسجد میں داخل ہونے کے بعد احترام مسجد کے طور پر دو رکعت نماز پڑھنا۔

تحیۃ الوضوء وضو کے فوراً بعد دو رکعت نماز ادا کرنا۔

تخارج ورثہ کی باہمی رضامندی سے کسی وارث کو ترکہ کی کوئی متعین شی دے کر تقسیم میراث سے باہر کردینا۔

تخریج مناط نص یا اجماع سے ثابت ہونے والے حکم کی علت فکر واجتہاد کے ذریعہ متعین کرنا۔

تخصر کمر پر ہاتھ رکھنا۔

تخصیص عام تعبیر کو اس کے بعض افراد پر مستقل اور اس تعبیر سے متصل دلیل کی بنیاد پر محدود کردینا، اگر مستقل دلیل کے ذریعہ نہ ہو بلکہ اسی کلام کی کوئی ایسی تعبیر بتلائی گئی ہو، جس سے بعض افراد تک حکم محدود ہو جاتا ہو تو اس کو ''استثناء'' کہتے ہیں۔

تخلیہ (بیع میں) بیچنے والے کا خریدار کو اس حال میں قبضہ کی اجازت دے دینا کہ خریدار کے اس کو حاصل کر لینے میں کوئی مانع باقی نہ رہے۔

تداخل دو عدد کا اس طرح ہونا کہ زیادہ والا عدد کم والے عدد سے مستغنی کر دے جیسے ۳ اور ۹ —— یہ علم فرائض کی اصطلاح ہے۔

تداعی کسی عمل پر ایک دوسرے کو دعوت دینا —— بعض لوگوں نے نفل نماز میں تین سے زیادہ افراد کی اقتداء کرنے کو "تداعی" قرار دیا ہے۔

تدبیح رکوع میں سر کو پشت سے زیادہ جھکا کر رکھنا۔

تدبیر غلام کو اپنی موت کے بعد آزاد کرنا۔

تدلیس سامان کے عیب کو خریدار سے چھپانا، —— یہ فقہ کی اصطلاح میں ہے، حدیث کی اصطلاح میں جس سے روایت براہ راست نہیں سنی ہو، اس کا اس طور پر ذکر نے کو کہتے ہیں کہ دوسروں کو براہ راست سننے کا وہم پیدا ہو جائے۔

ترجیع اذان میں کلمات شہادتین کو پہلے پست انداز میں پھر بلند آواز میں کہنا۔

تزکیہ گواہوں کو عادل و معتبر قرار دینا۔

تصحیح میراث کی تقسیم میں کسر واقع ہو، اس سے بچنے کے لئے اعداد کو بڑھا کر اس طرح تقسیم کی جائے کہ کسر ختم ہو جائے۔

تطوع فرائض اور واجبات کے علاوہ جو امور شریعت میں محبوب و محمود ہوں۔

تعارض ایک ہی وقت اور ایک ہی مکان پر ایک کسی بات کے ثبوت کا تقاضہ کرتی ہے اور دوسری اس کی نفی، خواہ دونوں دلیلیں قوت کے اعتبار سے ایک درجہ کی ہوں، یا ایک برتر اور دوسری کم تر درجہ کی ہوں۔

تعدیہ اصل یعنی منصوص مسئلہ کا حکم فرع یعنی غیر منصوص واقعہ میں منتقل کرنا۔

تعدیل افعال نماز، رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ وغیرہ کو اس طرح انجام دینا کہ اس ہیئت کے مطابق اعضاء و ہڈیوں کے جوڑ پوری طرح اپنی جگہ آ جائیں، —— گواہوں کو معتبر قرار دینے کو بھی "تعدیل" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی کو تزکیہ بھی کہتے ہیں۔

تعریض دوہرے معنی کے حامل کلام کہ سننے والا سمجھ جائے، لیکن صراحت نہیں ہو۔

تعزیر حق اللہ یا حق العبد کی بنیاد پر ایسی غلطیوں پر سخت سزا دینا جس پر شریعت میں کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی ہو۔

تعشیر مصحف قرآن میں ہر دس آیت کے اختتام پر علامت قائم کرنا —— کتب فقہ میں اس کا ذکر ملتا ہے، کیوں کہ اس زمانہ میں ہر آیت پر دائرہ قائم کرنے اور آیت نمبر ڈالنے کا رواج تو تھا ہی، نیز ہر دس آیت پر علامت کے لئے نشانی بھی قائم کی جاتی تھی۔

تعلیق کسی بات کے حاصل ہونے یا پائے جانے کو دوسری شی کے پائے جانے پر موقوف کر دینا۔

تعلیل نص میں وارد ہونے والے حکم کو علت پر مبنی قرار دینا۔

تفریع نصوص اور صریح مسئلہ پر غیر منصوص اور غیر مصرحہ مسائل کو قیاس کرنا۔

تفلیس قاضی کا مقروض شخص کو دیوالیہ قرار دے دینا —— احناف کے یہاں تفلیس کی وجہ سے تصرف کے اختیارات سلب نہیں ہوتے، دوسرے فقہاء کے یہاں سلب ہو جاتے ہیں۔

تفویض شوہر کا بیوی کو یا کسی اور شخص کو حق طلاق سپرد کر دینا۔

تکلیف شارع تعالیٰ کا کسی امر کا خواہ وہ فعل کے قبیل سے ہو یا ترک کے قبیل سے، مطالبہ کرنا۔

تقیہ اپنی جان بچانے کے لئے جو بات دل میں ہو اس کے خلاف ظاہر کرنا۔

تقلید دلیل طلب کئے بغیر ایسے شخص کی رائے کی اتباع کرنا جس کا قول بذات خود دین میں حجت نہیں ہو، اس حسن ظن کے ساتھ کہ اس کی رائے صواب پر مبنی ہوگی۔

تلفیق ایک ہی عمل کے دو مسئلوں میں دو مختلف فقہاء کی آراء کو اس طرح لینے کو کہتے ہیں کہ بہ حیثیت مجموعی وہ عمل ان دونوں میں سے کسی کے نزدیک بھی درست قرار نہ پاتا ہو۔

تنجیز کسی بات کا فوری طور پر نافذ ہونا، —— یہ تعلیق کے مقابلہ میں ہے۔

تنفیل امیر کا مجاہدین میں سے کسی کو مال غنیمت کے حصہ کے علاوہ بطور انعام کے کچھ عنایت کرنا۔

تنقیح مناط نص میں جس بات کو کسی حکم کے لئے علت قرار دیا ہو، اس کے مناسب حکم وصف کو متعین کرنے اور جو اوصاف اس حکم کے مناسب نہ ہوں ان سے مناسب ومؤثر وصف کو ممتاز کرنا۔

توریہ بولنے والے کا اپنے کلام سے خلاف ظاہر معنی مراد لینا۔

توقیفی وہ اُمور جن میں اجتہاد کا دخل نہ ہو، جیسے قرآن مجید کی سورتوں، ان کے ناموں اور آیتوں کا توقیفی ہونا۔

توکیل کسی جائز اور متعین تصرف میں صاحب اختیار کی طرف سے دوسرے کو اپنا قائم مقام بنا دینا۔

تولیہ جس قیمت میں کوئی شی خریدی ہو، اسی قیمت میں اسے فروخت کر دینا، اور خریدار پر اس بات کو ظاہر بھی کر دینا کہ وہ سابق قیمت میں ہی اسے فروخت کر رہا ہے۔

تیمم مخصوص طریقہ پر حدث سے طہارت کی نیت سے پاک مٹی یا مٹی کی جنس کی کسی اور چیز کا استعمال کرنا۔

○ ○ ○

ثخین ایسا موزہ جو چمڑے کا نہ ہو، لیکن اتنا گاڑھا ہو کہ بغیر باندھے ہوئے پنڈلی پر ٹھہر جاتا ہو اور پنڈلی کا حصہ نظر نہیں آتا ہو۔

ثقہ وہ راوی جو اپنی دین داری کے اعتبار سے قابل اعتماد ہو اور اس کا حافظہ بھی لائق اطمینان ہو۔

ثمن خرید وفروخت میں سامان کا مقررہ عوض خواہ نقد ہو یا اُدھار۔

○ ○ ○

جائحہ جس چیز سے واقف ہونے کے باوجود بچنا ممکن

نہ ہو، جیسے آفات سماوی، بارش، ٹھنڈک، گرمی وغیرہ —— اسی مناسبت سے پھلوں اور کھیتیوں کو برباد کرنے والی آفتوں کو بھی جائحہ کہا جاتا ہے۔

جائز جس چیز کے کرنے پر فی نفسہ نہ ثواب ہو نہ گناہ، "عقد جائز" ایسے معاملہ کو کہتے ہیں جو لازم نہ ہو۔

جائفہ وہ زخم جو پیٹ، پشت یا سینہ کے جوف تک پہنچ جائے۔

جار مکان سے متصل وہ مکان جس کا راستہ اور نالی وغیرہ ایک دوسرے سے الگ ہو۔

جاری پانی کا ایسا بہاؤ کہ ایک ہی پانی کو دوبارہ استعمال نہ کیا جاسکے۔

جامکیہ اوقاف سے مقررہ ماہانہ وظیفہ۔

جرموق وہ غلاف جو موزوں کے اوپر اسے کیچڑ اور نجاست سے بچانے کے لئے پہنا جائے۔

جزاف ناپ تول اور مقدار بتائے بغیر کسی چیز کا من جملہ خریدنا اور فروخت کرنا۔

جزیہ وہ خصوصی ٹیکس جو مسلم ملک کے غیر مسلم شہریوں سے ان کی حفاظت کے عوض لیا جاتا ہے۔

جسم ایسی چیز جس میں لمبائی، چوڑائی اور گہرائی پائی جاتی ہو۔

جعل، جعالۃ کسی عمل پر مقررہ اُجرت نہ کہ محنت یا وقت پر، مثلاً اگر تم فلاں بیماری کا علاج کردو گے اور مریض صحت یاب ہوجائے گا تو یہ اُجرت دی جائے گی۔

جلالہ نجاست خور جانور، اونٹ، گائے، مرغی وغیرہ۔

جلب حکومت کی طرف سے مقرر عامل زکوٰۃ کا چراگاہ سے باہر کہیں قیام کرنا اور لوگوں کو مکلف کرنا کہ وہ اپنے مویشی لے کر وہاں آئیں، تاکہ حساب کرکے ان سے زکوٰۃ لی جاسکے۔

جلباب وہ کپڑا جسے پوری طرح ستر کی غرض سے عورتیں اپنی پوشاک کے اوپر سے پہنتی ہیں، جیسے فی زمانہ برقع۔

جلسہ دو سجدوں کے درمیان کی بیٹھک، بعض فقہاء کے یہاں پہلی اور تیسری رکعت کے اختتام پر سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد ایک تسبیح کے بقدر بیٹھ کر کھڑا ہونا ہے، اس بیٹھک کو اصطلاح میں "جلسۂ استراحت" کہتے ہیں۔

جمرات اصل معنی کنکری کے ہیں، اصطلاح میں ان مقامات کو کہتے ہیں جہاں زمانۂ حج میں کنکری پھینکی جاتی ہے۔

جنایت قتل و قصاص کے باب میں جنایت سے مراد جسمانی تعدی کے ہیں، اور عام طور پر قتل سے کم تر تعدی کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ — حج میں جنایت سے مراد احرام اور حرم سے متعلق احکام کی خلاف ورزی کرنا ہے۔

جنب مالکان مویشی کا اپنے مویشیوں کو پھیلا دینا، تاکہ عاملین زکوٰۃ کو مختلف جگہ جانے میں زحمت اٹھانی پڑے۔ — گھوڑ دوڑ میں اپنے گھوڑے کے ساتھ دوسرے گھوڑے کو لے کر چلنا، تاکہ جہاں اس کا گھوڑا است پڑے، وہ دوسرے گھوڑے پر کود جائے۔

جنس اُصولِ فقہ کی اصطلاح میں جنس وہ کلی ہے جو مختلف المقاصد افراد کو شامل ہو، جیسے انسان کہ اس میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی اور اغراض و مقاصد کے اعتبار سے دونوں صنفوں میں فرق ہے۔
— فقہاء کی اصطلاح میں جنس وہ ہے جس کے افراد میں مقصد کے اعتبار سے بہت زیادہ تفاوت نہ ہو۔

جنون عقل کا ختم یا اس طرح متاثر ہو جانا کہ اس کے اقوال و افعال عام طور پر تقاضۂ عقل و دانش کے مطابق صادر نہ ہوں۔
— امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر یہ کیفیت پورے سال ہو تو اسے ''جنون مطبق'' کہتے ہیں، اور پورے سال نہ رہے تو ''جنون غیر مطبق''۔

جنین بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو، —— پیدا ہونے کے بعد نو سال تک صبی، ۱۹/ سال کی عمر تک غلام، ۳۴/ سال تک شاب ۵۱/ تک کہول اور ۵۱ کے بعد شیخ (بوڑھا) کہا جاتا ہے، لیکن ان اصطلاحات کے بارے میں اہل لغت کے اقوال مختلف ہیں۔

جہاد دین کو سربلند کرنے اور پھیلانے کی آخری درجہ کوشش کرنا، جس کی ایک صورت تلوار کے ذریعہ جہاد بھی ہے، اور عام طور پر کتبِ فقہ میں جہاد سے جہاد کی یہی خاص صورت مراد ہوتی ہے۔

جہر کم سے کم ایسی آواز جو بولنے والے کے علاوہ دوسرا شخص سن سکے۔
— یہ زیادہ صحیح قول ہے، بعض فقہاء نے اس کو بھی کافی قرار دیا ہے، کہ خود بولنے والا سن لے۔

جہل کسی امر کے بارے میں خلاف واقعہ صورت کا یقین۔

○ ○ ○

حائل وہ خاتون جس سے وطی کی گئی ہو لیکن وہ حاملہ نہ ہو۔

حاجت وہ اُمور کہ اگر ان کی اجازت نہ دی جائے تو مشقت و حرج کا باعث ہو جائے، اصطلاحی اعتبار سے یہ ضرورت سے کمتر درجہ کا حکم ہے۔

حارصہ وہ زخم جس سے چمڑہ چھل جائے، خون نہ نکلے۔

حج مخصوص صفات کے ساتھ مخصوص اوقات میں حرم شریف کا سفر کرنے کو کہتے ہیں۔

حجت تشفی بخش دلیل۔

حجر کسی شخص کے قولی تصرفات کو ناقابل نفاذ قرار دے دینا۔

حداد عورت کا زیبائش و آرائش سے اجتناب کرنا جیسا کہ عدت کی حالت میں حکم ہے۔

حدث جسم کا نجاست حکمی میں مبتلا ہونا یعنی وضو یا غسل کی ضرورت پیش آنا۔

حد وہ سزائیں جو شریعت کی جانب سے مقرر ہیں، جیسے زنا، چوری وغیرہ کی سزائیں۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، احوال اور تقریر یعنی باتیں آپ کے سامنے کی یا کہی گئی ہوں، اور آپ نے ان پر نکیر نہیں فرمائی ہو۔
— **حدیث قدسی**: جس بات کی نسبت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی ہو۔

حرابہ ظلماً کسی کا مال غصب کر لینا، یا اس پر حملہ کرنا، —— موجودہ اصطلاح میں دہشت گردی کو "حرابہ" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

حرام جس بات سے قطعی طور پر شریعت نے منع کر دیا ہو، اسی کو محظور یا معصیت بھی کہتے ہیں۔

حرز مال کو ایسی جگہ رکھنا جہاں عام طور پر اس کی حفاظت کی جاتی ہو۔

حرم مخصوص مقام جو مکہ اور اس کے چاروں طرف موجود ہے، مدینہ کی سمت میں مکہ سے تین میل تک، عراق کی سمت میں ۷/میل تک، جعرانہ کی طرف ۹/میل، طائف کی طرف ۷/میل اور جدہ کی طرف ۱۰/میل ہے۔

حریم وہ قریبی جگہیں جو کسی شئی سے پورا نفع اٹھانے کے لئے مطلوب ہوں، جیسے کنویں اور نہر وغیرہ کا حریم۔

حضانت بچے کی پرورش کا حق۔

حظر جس کا ارتکاب باعث گناہ اور جس سے بچنا باعث ثواب ہے، —— یہ مباح کے مقابلہ میں ہے۔

حق صاحب حق کو شریعت کی طرف سے دوسرے پر جو اختیار حاصل ہوتا ہے، اس اختصاصی کیفیت کو "حق" کہتے ہیں۔

حقیقت وہ معنی جس کے لئے اصل میں وہ لفظ وضع کیا گیا ہو، —— اسی طرح اس لفظ کو بھی کہتے ہیں جو اپنے اصل معنی میں استعمال ہو۔

حکم مکلف کے فعل سے متعلق اللہ تعالیٰ خطاب۔
— حکم تکلیفی: جس میں شارع تعالیٰ کی طرف سے کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے کا مطالبہ ہو یا اختیار دیا گیا ہو۔
— حکم وضعی: اللہ تعالیٰ کا وہ خطاب جس میں ایک بات کو دوسری بات کے لئے علامت کا درجہ دیا گیا ہو، جیسے ایک سبب ہو، دوسرا مسبب، یا ایک مانع ہو، دوسرا ممنوع۔
— یہ اصطلاح اُصول فقہ کی ہے، فقہ کی اصطلاح میں حکم کسی چیز کی وجہ سے ثابت ہونے والے اثر کو کہتے ہیں، جیسے کسی چیز کا جائز یا ناجائز وغیرہ ہونا۔

حکمت وہ مصلحت جس کے حاصل کرنے اور پورا کرنے کے لئے شریعت نے کوئی حکم دیا ہو۔

حکومت عدل جنایات کی وہ صورتیں، جس میں دیت کی کوئی مقدار متعین نہیں، بلکہ واقف کار حضرات کی رائے سے نقصان کا عوض متعین کر دیا جائے۔

حلال جس کا استعمال وارتکاب باعث گناہ نہ ہو۔
— یہ حرام کے مقابل ہے، اور اسی میں مباح، اور مکروہ تنزیہی شامل ہے۔

حلف قسم کھانا۔

حوالہ وہ معاملہ جس میں دین، اصل مدیون سے ادائیگی کا ذمہ قبول کرنے والے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

حیض وہ خون جو بالغ غیر حاملہ عورت کے رحم سے آئے اور اس کا سبب بیماری نہ ہو۔

حیعلۃ اذان یا اقامت میں حی علی الصلاۃ، یا علی الفلاح کہنا۔

حیلہ ناپسندیدہ عمل سے پسندیدہ امر کی طرف منتقل ہونے کے لئے تدبیر اختیار کرنا۔

حیوان ہر جاندار خواہ انسان ہو، یا کوئی دوسری ذی روح چیز، اس کی ضد موتان ہے۔

○ ○ ○

خاص وہ لفظ ہے جس کو ایک معنی بتانے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

خاطر وہ خیال جو از خود دل میں آئے، اور اسے استقرار حاصل نہ ہو۔

خبر وہ کلام جس کی تصدیق اور تکذیب کی گنجائش ہو۔

— محدثین کے نزدیک حدیث کو بھی ''خبر'' کہتے ہیں۔

خبر واحد: اُصولیین کے نزدیک جو حدیث متواتر یا مشہور نہ ہو، وہ خبر واحد ہے۔

— فقہاء کے یہاں یہ لفظ اپنے لغوی معنی میں ایک شخص کی اطلاع و حکایت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

خبر مشہور: اُصولیین احناف کے نزدیک جو حدیث عہد صحابہ اور عہد تابعین کے بعد تواتر کے درجہ میں آجائے، وہ حدیث مشہور ہے۔

— محدثین کے نزدیک جس حدیث کے رواۃ کسی طبقہ میں تین سے کم نہ ہوں، اسے حدیث مشہور کہتے ہیں۔

خبر متواتر: جس حدیث کے نقل کرنے والے اتنے سارے لوگ ہوں کہ بظاہر ان سب کا جھوٹ پر متفق ہو جانا ناقابل قیاس ہو، خواہ سند کے اعتبار سے ہر طبقہ میں اتنے رواۃ ہوں یا متوارثاً عملی طور پر ایک طبقہ سے نقل کرتا آیا ہو، یا وہ مضمون بطور قدر مشترک کے مختلف احادیث میں موجود ہو، پہلی صورت کو متواتر سندی کہتے ہیں اور دوسری صورت کو متواتر معنوی۔

خبر مرسل: غیر صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرکے روایت نقل کرنا، یہ اصطلاح اُصولیین کی ہے۔

— محدثین کے نزدیک تابعی براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرے، اسے ''خبر مرسل'' کہتے ہیں۔

خبرہ کسی شئی کی باطنی حقیقت سے آگاہ ہونا، اسی لئے کسی معاملہ سے متعلق ماہرین کو فقہاء اہل خبرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

خراج خراجی زمینوں میں عائد کئے جانے والا ٹیکس۔

خراج مقاسمہ: زمین کی پیداوار کا ایک متناسب حصہ، جیسے چوتھائی یا پانچواں حصہ وغیرہ۔

خراج مؤظف: زمین پر پیداوار سے قطع نظر اجناس یا رقم کی صورت میں ٹیکس متعین کر دینا، جیسا کہ حضرت عمر ﷺ نے عراق کی مفتوحہ اراضی پر کیا تھا، اس کو خراج مقاطعہ اور خراج مساحہ بھی کہتے ہیں۔

خصم فریق، خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ۔

خصی وہ نر جانور جس کا عضو تناسل موجود ہو، لیکن اس

کے فوطے نکال دیئے گئے ہوں، یا خشک ہو گئے ہوں۔

خطاء وہ فعل جو انسان سے بلاارادہ سرزد ہو جائے، جیسے کلی کرنا چاہتا تھا کہ پانی حلق سے نیچے چلا گیا۔
— قتل خطاء اس صورت کو کہتے ہیں کہ مقتول پر حملہ کا ارادہ نہ ہو اور وہ زد میں آجائے، جیسے کسی جانور کو نشانہ بنایا اور آدمی کو لگ گیا، یا شکار سمجھ کر گولی چلائی، حالاں کہ وہ انسان تھا۔

خطاب کلام کا دوسرے کی طرف متوجہ ہونا۔

خف چرمی موزہ، یا جس موزہ میں چمڑے کی نعل لگائی گئی ہو۔

خفی جس کلام کی مراد کلام سے خارج میں پائی جانے والی کسی بات کی وجہ سے پوشیدہ ہوگئی ہو، اور طلب وتأمل کے بغیر اسے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہو، جیسے سرقہ (چوری) کا معنی واضح ہے، لیکن کیا جیب کترے اور کفن چور پر بھی چور کا اطلاق ہوگا، یہ واضح نہیں ہے، اسی لحاظ سے یہ خفی ہے۔

خلافت امامت کبریٰ۔

خلطۃ شرکت، —— اگر اصل شئی میں شرکت ہو تو اس کو ''خلطۃ أعیان'' کہتے ہیں، اگر مویشی الگ الگ ہوں، لیکن چراگاہ، پانی وغیرہ میں اشتراک ہو تو یہ ''خلطۃ وصف'' ہے۔

خلع عورت سے کچھ مال لے کر رشتۂ نکاح کو ختم کردینا۔

خلوت لغوی معنی تنہائی کے ہیں۔
— خلوت صحیحہ: میاں بیوی کا اس طرح تنہا ہونا کہ جنسی تعلق سے کوئی شرعی یا طبعی مانع نہ ہو، —— ایسے موانع کے ساتھ تنہائی کو خلوت فاسدہ کہتے ہیں جیسے زوجین رمضان المبارک کا روزہ رکھے ہوئے ہوں، یا عورت حیض ونفاس کی حالت میں ہو، یہ شرعی مانع ہے، یا عورت حالت استحاضہ میں ہو، یا زوجین سے کوئی ایسی بیماری میں ہو کہ وطی نہیں کرسکتا یہ طبعی مانع ہیں۔

خلیفہ لغوی معنی نائب اور قائم مقام کے ہیں، اصطلاح میں امیر المومنین کو کہتے ہیں۔

خمر انگور سے بنا ہوا نشہ آور مشروب، یہ تعریف حنفیہ کے مسلک پر ہے، جمہور کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب خواہ انگور سے بنا ہو یا کسی اور شئی سے ''خمر'' میں داخل ہے۔

خمس پانچواں حصہ جو مال غنیمت میں سے بیت المال کے حق کے طور پر نکالا جاتا ہے۔

خنثیٰ ایسا شخص جسے مردانہ اور زنانہ دونوں طرح کے صنفی اعضاء ہوں، یا ان دونوں میں سے کوئی عضو نہ ہو۔
خنثیٰ مشکل: جس کے اندر مردانہ وزنانہ اعضاء ہوں، اور دونوں کی خصوصیات مساوی طور پر ہوں، کسی ایک کو ترجیح دینا دشوار ہو۔

خوف کسی پسندیدہ چیز سے محروم ہوجانے یا ناپسندیدہ بات کے پیش آنے والے اندیشہ کی طرف سے پیدا ہونے والی گھبراہٹ۔

خیار معاملہ کے دو فریق سے ایک یا دونوں کے لئے معاملہ کو باقی رکھنے یا ختم کردینے کی گنجائش کا

حامل ہونا —— خیار کی بہت سی صورتیں ہیں، جوزیادہ تر خرید وفروخت سے متعلق ہیں، اور بعض کاتعلق نکاح اور دوسرے معاملات سے ہے۔

خیر جس میں نفع اور صلاح ہو، اس کی ضد شر ہے۔

○ ○ ○

داجن وہ جانور جو گھر میں چارہ کھاتا ہو، بخلاف سائمہ کے، سائمہ ایسے جانور کو کہتے ہیں، جو چراگاہ میں چرتا ہو۔

دار ایسا احاطہ جس میں رہائش کی ضرورتیں، گھر، مطبخ، بیت الخلاء وغیرہ مہیا ہو۔

— دار کے معنی نظام حکومت کے بھی ہیں، اسی نسبت سے دار کی تین قسمیں کی گئی ہیں، دارالاسلام، دارالحرب اور دارالأ من۔

دارالاسلام: جس میں اسلامی احکام جاری ہوں، خواہ بالفعل جاری ہو، یا بالقوۃ، اس طور پر کہ حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو، اس لئے وہ اسلامی شریعت کو نافذ کرسکتی ہو۔

دارالحرب: جس میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل نہیں ہو۔

دارالأ من: جس میں غیر مسلموں کو غلبہ حاصل ہو، لیکن مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل ہو، —— اس کو ''دارالعہد'' اور ''دارالموادعۃ'' بھی کہتے ہیں۔

دامغۃ ایسا زخم کہ خون ظاہر ہوجائے، لیکن بہنے نہ پائے۔

دامیہ ایسا زخم جس سے خون بہہ پڑے۔

دانق یہ ''ذانگ'' کا معرب ہے، ایک درہم کا چھٹا حصہ۔

دباغت چمڑے سے ناپاک رطوبت اور بدبودار اجزاء کو دور کردینا۔

درک خریدار کا بیچنے والے سے بطور رہن کے کوئی چیز حاصل کرلینا کہ اگر سامان کا کوئی اور حقدار نکل آئے تو وہ اس سے وصول کرلے۔

درہم چاندی کا سکہ جو ستر جو کے برابر ہوتا ہے۔

دعویٰ قاضی کے سامنے پیش کیا جانے والا قول، جس کے ذریعہ انسان دوسرے پر اپنا حق ثابت کرتا ہے، یا اپنے آپ سے دوسرے کے حق کا دفاع کرتا ہے۔

دلالت کسی شئ کا اس کیفیت میں ہونا کہ اس کے علم سے دوسری شئ کا علم حاصل ہو، پہلی شئ کو ''دال'' اور دوسری کو ''مدلول'' کہتے ہیں۔

دلیل جس کے ذریعہ کسی دوسری بات کا علم حاصل ہو۔

دم قربانی جو حج میں جنایت کی وجہ سے یا بطور شکر عائد ہوتی ہے۔

دیت یہ ''وَدْیٌ'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہلاکت کے آتے ہیں، —— اصطلاح میں اس مال کو کہتے ہیں، جو جان یا جانی نقصان کے عوض واجب ہو۔

دین کسی بھی سبب سے ذمہ میں ثابت ہونے والا مال۔

دین صحیح: جو دَین ادا کرنے یا معاف کرانے کے بغیر ختم نہ ہو۔

دین غیر صحیح: جو ادائیگی یا براءت ذمہ کے بغیر بھی ساقط ہوجائے، جیسے ''بدل کتابت''۔

دین قوی: قرض، یا مال تجارت کا بدل بشرطیکہ

مدیون کو اقرار ہو، اور اس کی ادائیگی کی توقع ہو۔
دین متوسط: ایسے مال کا بدل جو تجارت کے لئے نہ ہو، جیسے استعمالی کپڑے کی قیمت وغیرہ۔
دین ضعیف: ایسی چیز کا بدل جو مال ہی نہ ہو، جیسے مہر اور بدل خلع وغیرہ۔
دین حال: جس کی فوری ادائیگی عند الطلب واجب ہو۔
دین مؤجل: جس کی ادائیگی مدت پوری ہونے سے پہلے واجب ہو۔

دینار سونے کا سکہ جس کا وزن ۲۰/ قیراط ہوتا ہے۔

○ ○ ○

ذات کسی شی کا عین۔

ذبح حلق کو اس طرح کاٹنا کہ مطلوبہ نالیاں کٹ جائیں۔

ذراع ایک ہاتھ، فقہاء کے نزدیک ایک ہاتھ انگوٹھا کو چھوڑ کر ۲۴/ ملی ہوئی انگلیوں کو کہتے ہیں، یہ ذراع کرباس کی مقدار ہے، ذراع مساحت سات مٹھیوں کا ہوتا ہے، جس میں ہر دو مٹھی کے درمیان ایک کھڑی انگلی کا فصل ہو۔

ذریعہ وہ وسیلہ جو کسی دوسری چیز تک پہنچائے۔

ذکاۃ وہ عمل جس کے ذریعہ خشکی کے جانور حلال ہوتے ہیں، خواہ جانور قابو میں ہو یا نہیں، —— اس میں ذبح اور نحر دونوں صورتیں داخل ہیں۔

ذکر کسی بات کا ذہن میں محفوظ رہنا، یہ نسیان یعنی بھول کے مقابلہ میں ہے، —— اس کے علاوہ زبان سے کسی چیز کے تذکرہ کے لئے بھی ذکر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

ذو رحم جو عصبہ نہ ہو اور اصحاب الفروض میں سے بھی نہ ہو۔

○ ○ ○

رأس المال اصل سرمایہ —— یہ اصطلاح مختلف معاملات میں استعمال ہوتی ہے، اور بنیادی طور پر اس سے اصل پونجی مراد لی جاتی ہے۔

راہن قرض دینے والا، جس نے کوئی شی بطور رہن اپنے پاس رکھ کر قرض دیا ہو۔

ربوا ایک ہی جنس کے لین دین میں شرط کی بنیاد پر ایک فریق کا زائد شی حاصل کرنا جس کے مقابلہ میں دوسرے فریق کی طرف سے کوئی چیز ادا نہیں کی گئی ہو، —— اگر یہ اضافہ دوسرے فریق کی طرف سے ادائیگی میں تاخیر کے بالمقابل ہو تو اسے ''ربوا نسیئۃ'' کہتے ہیں۔
—— اور اگر دوسرے فریق کی طرف سے تاخیر نہ ہو، نقد لین دین میں ہی کمی زیادتی ہو، تو یہ ''ربوا الفضل'' ہے۔

رب المال جس کی طرف سے پونجی لگی ہو۔

رباعیہ ایک سلام سے چار رکعت پڑھی جانے والی نمازیں۔

ربیبہ منکوحہ کی شوہر سابق سے ہونے والی بیٹی، یا بھتیجی اور نواسی وغیرہ۔

رتق عورت کی شرمگاہ پر گوشت کا اس طرح ابھر آنا کہ اس سے ہم بستری ممکن نہ رہے، ایسی عورت کو رتقاء کہتے ہیں۔

رجعت ملکیت نکاح کو باقی رکھنا، خواہ زبان کے ذریعہ

طلاق رجعی دی گئی بیوی کو لوٹایا جائے ، یا کسی ایسے عمل کے ذریعہ جو شوہر اپنی بیوی ہی سے کرسکتا ہے۔

رجم شادی شدہ (محصن) مرد یا عورت کو زنا کی بنیاد پر سنگسار کرنا ، یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہوجائے۔

رخصت جو احکام عوارض کی بنیاد پر عارضی طور پر دیئے جائیں۔

رَد ترکہ میں ذوی الفروض کا حصہ دینے کے بعد جو بچ جائے اور عصبات میں کوئی اس کا حقدار نہ ہو، اسے عصبات کی طرف ان کے حقوق کے اعتبار سے لوٹا دینے کو ''رد'' کہتے ہیں۔

ردت ایمان لانے کے بعد عقیدہ ، قول ، یا فعل کے ذریعہ ایسی بات کا ارتکاب جو دائرہ ایمان سے باہر کردے ، اسی کو ارتداد بھی کہتے ہیں۔

رشد مال میں بہتر طور پر تصرف اور اس کے استعمال کی صلاحیت کا حامل ہونا ، اور جو شخص اس صلاحیت کا حامل ہو اسے ''رشید'' کہتے ہیں ، جس کی ضد ''سفیہ'' ہے۔

رشوت جو مال کسی کو اس کے حق سے محروم کرنے یا حق حاصل کرنے کے لئے دیا جائے ، —— رشوت لینے والے کو مرتشی ، دینے والے کو راشی اور لین دین میں واسطہ بننے والے کو رائش کہتے ہیں۔

رضا کسی شئ کو اختیار کرنا اور اسے بہتر سمجھنا۔

رضاعت مدت رضاعت کے اندر عورت کے دودھ کا دودھ پینے والے کے پیٹ تک حلق کے راستہ سے پہنچنا ، چاہے بچہ خود دودھ چوسے یا اس کے حلق اور ناک میں ڈالا جائے۔

رطل ایک پیمانہ ہے ، اور رطل عراقی ۱۲/ اوقیہ کا ہوتا ہے جو ۳۴ تولہ ڈیڑھ ماشہ کے مساوی ہے۔

رفث وہ تمام باتیں جو صنفی تقاضہ کے تحت مرد عورت سے چاہتا ہے ، خواہ بول کے ذریعہ ہو یا فعل کے ذریعہ۔

رقبیٰ اس طور پر مکان ہبہ کرنا کہ اگر میری موت پہلے واقع ہوجائے تو یہ تمہاری رہے گی اور اگر تمہاری موت پہلے واقع ہوجائے تو میری طرف لوٹ آئے گا۔

رقم رقم کے معنی لکھنے اور نقش کرنے کے ہیں ، بیع بالرقم سے مراد یہ ہے کہ بیع پر کوئی ایسی علامت نقش ہو ، جس سے اس کی قیمت معلوم ہوجائے۔

رکاز زمین میں پانے والے معادن اور دفینے۔

رکن جس پر کسی عمل کا ہونا موقوف ہو ، اور وہ اس عمل میں داخل ہو ، برخلاف شرط کے کہ اس پر بھی شئ موقوف ہوتی ہے ، لیکن وہ شئ سے خارج ہوتی ہے۔

رکوع پیٹھ کے ساتھ سر کو مخصوص طریقہ پر جھکانا۔

رمل طواف میں تیز اور مونڈھوں کو ہلا کر چلنا۔

رہان گھوڑے ، گھوڑ دوڑ یا تیز دوڑ کا مقابلہ۔

روایت وہ اقوال جو فقہاء سے نقل کیا گیا ہو۔

رہن اپنے حق کے عوض کسی ایسے مال کو بطور وثیقہ کے روک رکھنا ، کہ اس مال یا اس کی قیمت سے اپنا حق وصول کرسکتا ہو۔

○ ○ ○

زکوٰۃ مخصوص مال میں سے مخصوص مقدار کا شریعت کے بیان کئے ہوئے مصارف میں صرف کرنا۔

زکوۃ الفطر وہ صدقہ جو رمضان کی تکمیل پر واجب ہوتا ہے، اس کو "صدقۃ الفطر" بھی کہتے ہیں۔

زنا مرد کا عورت کی آگے کی شرمگاہ میں جماع کرنا باوجودیکہ نہ وہ اس کے نکاح میں ہو، نہ ملکیت میں اور نہ نکاح یا ملکیت کا شبہ ہو۔

زندیق جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہو، لیکن باطن کفر پر ہو۔

زوال سورج کا وسط آسمان سے نیچے کی طرف ڈھلنا۔

○ ○ ○

سائبہ وہ جانور جسے زمانہ جاہلیت میں بطور نذر چھوڑ دیا جاتا تھا، نہ اس پر سواری کی جاتی تھی، نہ اس کا دودھ دوہا جاتا تھا اور نہ اس کے بال اون کے طور پر کاٹے جاتے تھے۔

سائمہ جو جانور سال کے اکثر حصہ چراگاہوں میں چر کر اپنی غذائی ضرورت پوری کرتا ہو اور دودھ اور جانور کی افزائش کے لئے اس کی پرورش کی گئی ہو۔

ساعۃ ایک لحہ —— وقت کا کوئی بھی حصہ ساعت میں شامل ہے، فقہاء کے یہاں ساعت سے مراد ساٹھ منٹ پر مشتمل گھنٹہ نہیں ہے۔

ساعی جسے بیت المال کی طرف سے زکوۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔

سباع درندہ جانور جو سامنے کے دانتوں سے شکار کرتا ہو —— یہ "سبع" کی جمع ہے۔

سبب جو حکم شرعی تک پہنچنے کا ذریعہ ہو، بغیر اس کے کہ وہ اس حکم کے سلسلہ میں مؤثر ہو، یعنی حکم کا وجود یا وجوب اس سے متعلق نہیں، جیسے زوال آفتاب نماز ظہر کے لئے سبب ہے، لیکن نماز ظہر کا وجوب حکم الٰہی کی وجہ سے ہے، نہ کہ زوال آفتاب کی وجہ سے —— یہ تعریف احناف کے نقطۂ نظر سے ہے، شوافع کے نزدیک اس کو اس طرح تعبیر کیا گیا ہے؛ کہ سبب وہ ظاہر اور منضبط وصف ہے جس کے حکم شرعی کے لئے پہچان ہونے پر کتاب وسنت کی دلیل موجود ہو، جیسے یہی زوال آفتاب کا وقت ظہر کی علامت ہونا جو نص سے ثابت ہے۔

سبر وتقسیم یہ قیاس سے متعلق ایک اُصولی اصطلاح ہے، اصل یعنی مقیس علیہ میں جو اوصاف پائے جاتے ہیں، ان کو جمع کرنا اور پھر ان میں سے جو اوصاف حکم کے لئے علت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے ان کو چھانٹنا، تاکہ جو وصف حقیقت میں علت ہے، اس کی تعیین ہوسکے، اسی کو "سبر وتقسیم" کہا جاتا ہے، جیسے خمر میں کئی اوصاف ہیں، میٹھا یا ترش ہونا، سیال ہونا، پانی نہ ہونا، انگور سے ہونا، اور نشہ آور ہونا، غور کرنے کے بعد یہ بات منقح ہوئی کہ اس میں سے نشہ آور ہونا ہی ایسا وصف ہے جسے حرمت کی علت قرار دیا جاسکتا ہے، یہی فکر وتأمل اور سبر وتقسیم سے عبارت ہے۔

سبیل اللہ اللہ کے راستے میں قتال۔

سبیلین پیشاب وپائخانہ کے راستے۔

سترہ جو چیز مصلی کے سامنے نصب کی جائے، یا بنائی جائے تاکہ گذرنے والے مصلی کے سامنے سے نہیں گذریں۔

سجدہ زمین یا زمین سے متصل شی پر مخصوص ہیئت کے ساتھ پیشانی کا رکھنا۔

سجدۂ تلاوت: جو سجدہ آیات سجدہ کی تلاوت پر کیا جاتا ہے۔

سجدۂ سہو: جو سجدہ نماز میں بھول اور اس کی تلافی کے لئے کیا جاتا ہے۔

سجدۂ شکر: جو سجدہ کسی نعمت کے حاصل یا کسی مصیبت سے نجات پانے پر بطور شکر کے کیا جاتا ہے۔

سحر: جادو، غیر مرئی طریقہ پر خارق عادت امر کا ارتکاب۔

سدذریعہ: جو بات بظاہر مباح ہو، لیکن اس کا مقصد مذموم ہو، اس کو دفع فساد کے لئے روکنا۔

سدل: سر یا مونڈھے پر کپڑے ڈال کر اسے دونوں کناروں پر چھوڑ دینا، بغیر اس کہ اسے باندھا جائے، یا دوسرے مونڈھے پر ڈالا جائے۔

سر: کلام کو اس طرح ادا کرنا کہ کم سے کم خود سن لے —— اور بعض اہل علم کے نزدیک اپنے آپ کو سنانا بھی ضروری نہیں، اگر حروف ان اعضاء پر مرتب ہو جائیں جو ان کا مخرج ہے، تو یہ بھی کافی ہے۔

سَرِ: (س پر زبر اور راء پر زیر) دوسرے شخص کی حفاظت میں رکھی ہوئی چیز کو چھپا کر لے لینا۔

سریہ: چار سو یا اس سے کم افراد کا فوجی دستہ جسے سپہ سالار دشمن سے جنگ یا ان کے خلاف جاسوس کے لئے بھیجے۔

سعایہ: غلام کو اپنی آزادی کے لئے کسب معاش کا مکلف قرار دینا۔

سعی: تیز چلنا لیکن دوڑنے سے کم، صفا اور مروہ کے درمیان اسی طرح چلنے کا حکم ہے، اور اسی لئے اس کو ''سعی'' کہتے ہیں۔

سُفتجہ: یہ ''سُفتہ'' کا معرب ہے، سفتہ فارسی کا لفظ ہے، جس کے معنی مضبوط و محکم کے آتے ہیں، کسی شخص کو اپنا پیسہ بطور قرض دے دینا، کہ سفر کے بعد وہ جہاں پہنچے گا وہاں اس رقم کو وصول کر لے گا، تاکہ راستے میں ضائع ہونے کے خطرہ سے مامون ہو جائے۔

سفر: اپنی جائے اقامت سے مسافت شرعی کے بقدر فاصلہ طے کرنے کی نیت سے نکلنا۔

سفیہ: ایسا شخص جو مال خرچ کرنے میں بہت ہی بدتدبیر اور نادان ہو۔

سکران: وہ شخص جو نشہ میں مبتلا ہو، حالت نشہ کی کیفیت کو مختلف فقہاء نے الگ الگ طریقوں پر واضح کرنے کی کوشش کی ہے:

امام ابوحنیفہ: جو آسمان و زمین اور مرد و عورت میں فرق نہیں کر سکے۔

صاحبین: جس کے کلام میں اختلاف پیدا ہو جائے اور ہذیان گوئی کرنے لگے۔

امام شافعی: جس کے کلام میں اختلاط پیدا ہو جائے اور راز کی باتیں کہنے لگے۔

بعض فقہاء: جس کے چال میں جھولنے کی اور بولنے کی کیفیت پیدا ہو جائے —— اصل میں یہ نشہ کی مختلف کیفیتیں ہیں، جو مختلف لوگوں پر ان کی قوت برداشت کے اعتبار سے ظاہر ہوتی ہیں۔

سکنیٰ: رہائش کی مستقل جگہ۔

سکوت: قدرت کے باوجود کلام نہیں کرنا۔

سلب: جنگ میں مقتول کا ہتھیار، کپڑے، لگام اور زین وغیرہ جو اس پر رہی ہو —— بعض فقہاء کے نزدیک سواری بھی سلب میں داخل ہے اور بعض کے نزدیک داخل نہیں۔

سَلَس: بیماری کی وجہ سے انسان کا پیشاب، مذی، منی، پاخانہ،

ریاح وغیرہ پر بے قابو ہو جانا۔

سلعۃ سامان ــــ روپیہ، پیسہ کے علاوہ دوسری چیزیں۔

سلم وہ بیع جس میں قیمت نقد ادا کی جائے اور مبیع اُدھار ہو۔

سمحاق گوشت اور سر کے ہڈی کے درمیان جو باریک جلد ہوتی ہے، اسے "سمحاق" کہتے ہیں، جو زخم اس جلد تک پہنچ جائے، اسے بھی فقہاء سمحاق سے تعبیر کرتے ہیں۔

سمسار یہ فارسی سے معرب ہے، اس شخص کو کہا جاتا ہے، جو بائع اور مشتری کے درمیان واسطہ ہو، جسے دلال بھی کہتے ہیں۔

سند وہ سلسلۂ روایت جس کے ذریعہ متن حدیث تک رسائی ہوتی ہے۔

سنت جس پر عمل کرنا باعث ثواب ہو اور جس کا ترک باعث عقاب نہ ہو۔

سہم مالِ غنیمت میں مجاہدین کے لئے مقرر کیا گیا حصہ۔

سہو قلب کا کسی بات سے غافل ہو جانا۔

سورۃ آیات قرآنی کا ایسا مجموعہ جو دوسری آیات سے ممتاز ہو ــــ واضح ہو کہ قرآن مجید کی سورتیں توقیفی ہیں اور اس میں نظر واجتہاد کو دخل نہیں۔

سِیَر یہ سیرت کی جمع ہے، وہ قوانین جو جنگ وامن اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات سے متعلق ہوں۔

○ ○ ○

شاب بلوغ سے چالیس سال تک کی عمر، چالیس کے بعد کا زمانہ "زمانۂ کہولت" کہلاتا ہے۔

شاذ علم حدیث کی اصطلاح ہے، اس حدیث کو کہتے ہیں، جس کو ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ کے خلاف نقل کیا ہو۔

شاہد گواہ، یعنی وہ شخص جو کسی واقعہ کی مشاہدہ یا کسی اور دلیل کی بنیاد پر خبر دے۔

شبر انگوٹھے سے لے کر چھوٹی انگلی کے کنارہ تک پھیلائی ہوئی حالت میں، جس کو بالشت کہتے ہیں اور جس کا اندازہ ۱۲/ انگلیوں سے لگایا گیا ہے۔

شبہۃ جو چیز ثابت نہ ہو، لیکن ثابت شدہ چیز کے مشابہ ہو ــــ شبہ کی وجہ سے حرمت ساقط ہو جاتی ہے، اس لحاظ سے شبہ کی تین قسمیں کی گئی ہیں:

شبہۃ العقد: جس میں صورتاً عقد پایا جائے نہ کہ حقیقتاً، جیسے کسی عورت سے بغیر گواہ کے ایجاب وقبول کر لیا جائے۔

شبہۃ فی الفعل: غیر دلیل کو دلیل سمجھ کر کے عمل کیا جائے، جیسے طلاق مغلظہ کے بعد عدت میں اس عورت سے یہ سمجھ کر صحبت کی جائے کہ عدت گذرنے تک اس سے صحبت کرنا جائز ہے۔

شبہۃ فی المحل: جو شبہ کسی منافی حرمت دلیل کے قائم ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، حالاں کہ وہ اس دلیل کا محل نہیں، جیسے اپنے بیٹے کی باندی سے یہ سمجھ کر وطی کرنا کہ وہ اس کی مملوکہ کے حکم میں ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کے لئے، أنت ومالک لأبیک۔

شبہ عمد: اس کا تعلق قتل سے ہے، ایسی چیز سے حملہ کرنا، جو مہلک ہتھیار نہیں ہیں، لیکن سوئے اتفاق جس پر حملہ کیا گیا، اس کی موت واقع ہوگئی۔

شجاج یہ "شجۃ" کی جمع ہے، زخم کو کہتے، بحیثیت مجموعی دیت

کے باب میں زخم کی دس قسمیں کی گئی ہیں جو اس طرح ہیں: حارصہ، دامعہ، دامیہ، باضعہ، متلاحمہ، سمحاق، موضحہ، ہاشمہ، منقلہ، آمہ اور دامغہ، (ان تمام الفاظ کو اپنی اپنی جگہ دیکھا جاسکتا ہے)۔

شراء خریدنا، خریدار (مشتری) قیمت ادا کرنے والے اور مبیع لینے والے کو کہیں گے۔

شرب زمین وغیرہ کے لئے پانی کا حصہ۔

شرط کسی چیز کو دوسری چیز سے اس طرح متعلق کر دینا، کہ جب پہلی چیز پائی جائے، تو دوسری چیز بھی پائی جائے۔

— شرط اس امر کو بھی کہتے ہیں، جس پر کسی شی کا وجود موقوف ہو اور وہ شی اس کی ماہیت میں داخل نہ ہو، جیسے پاکی نماز کے لئے۔

— قضاء کی اصطلاح میں دستاویز کو بھی شرط کہا جاتا ہے، اور دستاویز نویس کو ''شرطی''۔

شرقاء وہ بکری یا بکرا، جس کا کان طول میں پھٹا ہوا ہو۔

شرکت دو یا اس سے زیادہ حصوں کا اس طرح اختلاط کہ ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنا ممکن نہ ہو۔

— بعد کو شرکت کا لفظ معاملہ کی مخصوص صورت کے لئے استعمال ہونے لگا، اس لحاظ سے شرکت کی دو قسمیں ہیں :

۱) شرکت املاک: کسی شی کی ملکیت میں دو آدمی کا باہم شریک ہونا، جیسے مورث کے مال میں دو شخص کا وارث ہونا یا دو آدمیوں کا مل کر کسی شی کو خرید کرنا۔

۲) شرکت عقود: دو یا اس سے زیادہ افراد کے درمیان مال اور اس کے نفع میں اشتراک کا معاملہ طئے کرنا، اصطلاح میں اسی صورت کو شرکت کہا جاتا ہے ——

شرکت عقود کی چار قسمیں ہیں :

(الف) دو شخص مال کے اعتبار سے برابر ہوں، اور تصرف اور دین یعنی ہر چیز میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوں، گویا ہر شریک تصرف کے اعتبار سے دوسرے کا وکیل اور دین کے اعتبار سے دوسرے کا کفیل ہو۔

(ب) شرکت عنان: دو یا دو سے زیادہ اشخاص کا تجارت کی کسی خاص صورت یا مختلف صورتوں میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہونا، خواہ دونوں کے مال کی مقدار برابر نہ ہو اور دونوں کے نفع کی مقدار مساوی نہ ہو، اس میں ہر شریک دوسرے کی طرف سے حسب معاہدہ تجارت میں وکیل تو ہوتا ہے، کفیل نہیں ہوتا۔

(ج) شرکۃ الصنائع: دو یا اس سے زیادہ کاریگر خواہ ایک ہی چیز کے کاریگر ہوں، یا الگ الگ اشیاء کے جیسے ایک نجار ہو اور دوسرا لوہار اور دونوں میں سے کسی کا مال نہیں ہو، البتہ دونوں اس بات کا معاہدہ کریں کہ وہ مشترک طور پر کاموں کو قبول کریں گے، اور جو آمدنی ہوگی، اس کو باہم تقسیم کریں گے۔

(د) شرکت وجوہ: دو یا اس سے زیادہ اشخاص جن کے پاس مال نہ ہو، وہ اپنی وجاہت کی بنیاد پر سامان خریدیں، فروخت کریں اور طئے پائے کہ جو کچھ نفع ہوگا، وہ ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا۔

شعائر یہ شعیرہ کی جمع ہے، ایسی چیزوں کو کہتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے علامت اور پہچان کا درجہ رکھتی ہوں۔

شغار یہ زمانہ جاہلیت کے نکاح کے طریقوں میں سے ایک طریقہ تھا، جس میں ایک شخص اپنی محرم کا نکاح دوسرے مرد سے اس شرط پر کرتا کہ وہ اپنی محرم عزیزہ کا نکاح اس سے کردے گا، اور ایک نکاح دوسرے نکاح کے لئے مہر قرار پائے گا۔

شفعہ وہ حق جس کے ذریعہ شرکت اور جوار کی بنیاد پر بمقابلہ خریدار کے اسی قیمت میں وہ مال غیر منقولہ کا مالک بن سکتا ہے۔

شفق وہ سرخی اور سفیدی جو غروب آفتاب کے بعد مغرب میں نظر آتی ہے۔

شک دو احتمال پر اس طرح مساوی ہونا کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دی جاسکے۔

شکر زبان یا قلم یا مال کے ذریعہ کسی نعمت پر سپاس گذار ہونا۔

شوط طواف کا ایک مکمل چکر۔

شہادت گواہی —— یعنی قاضی کی مجلس میں کسی اور شخص کا حق دوسرے پر ثابت کرنے کے لئے دیکھی یا سنی ہوئی بات کی خبر دینا۔

شہادت بالشامع: معتبر لوگوں سے سننے کی بنیاد پر گواہی دینا، حالاں کہ اس نے اسے دیکھا نہ ہو۔

شہوت نفس کا اپنی رغبت کے مناسب چیز کے لئے طلب گار ہونا۔

شہید وہ بالغ مسلمان جو پاکی کی حالت میں ظلماً قتل کر دیا گیا ہو، اور نہ اس کی وجہ سے دیت واجب ہوئی ہو، اور نہ حملہ کے بعد اور موت سے پہلے دنیا کی نعمتوں سے اسے استفادہ کا موقع ملا ہو —— شہید کی اصطلاحی تعریف ہے، جس کو غسل نہیں دیا جائے گا، ورنہ بہت سی صورتیں وہ ہیں، جس میں انسان آخرت کے اجر کے اعتبار سے شہید سمجھا جائے گا، لیکن دنیا میں اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

شیخ جس کی عمر پچاس سے تجاوز کر چکی ہو۔

شیخ فانی بہت بوڑھا شخص جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو۔

شیخین صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ فقہاء حنفیہ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ محدثین میں امام محمد بن اسماعیلؒ بخاری اور امام مسلمؒ۔

○ ○ ○

صاحبین امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ۔

صاحب ترتیب
جس کے ذمہ چھ نمازیں بلوغ کے بعد سے باقی نہ ہوں۔

صاع ایک خاص پیمانہ جو پانچ اور تہائی عراقی رطل کا ہوتا ہے، اور موجودہ اوزان میں ۳ کیلو ۱۸۰ گرام کے برابر ہے۔

صبح صادق رات کے اختتام پر طلوع ہونے والی وہ سفیدی جو اُفق پر چوڑائی میں پھیلی ہوتی ہے، اور اس کے بعد روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

صبی ممیز ایسا نابالغ جو بات کو سمجھتا اور بہتر طور پر جواب دے سکتا ہو، —— اس کی کوئی عمر متعین نہیں، کیوں کہ مختلف لوگوں میں فہم و دانش کی سطح الگ الگ ہوتی ہے۔

صحابی جس نے بحالت ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور ایمان ہی پر ان کی موت واقع ہوئی ہو۔

صحت فعل کا اس طرح انجام دیا جانا کہ اس پر مطلوبہ نتیجہ کا

ترتیب ہو، یا جس میں تمام ارکان وشرائط کو پورا کیا گیا ہو۔

صحیح وہ عبادت یا معاملہ ارکان وشرائط کی رعایت کے ساتھ انجام دیا گیا ہو۔

صداق مہر۔

صدقہ وہ عطیہ جس کا مقصود اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا حاصل کرنا ہو —— اگر محبت واکرام مقصود ہو تو عطیہ ہے۔

صدقۃ الفطر وہ صدقہ جو عید الفطر کی صبح میں واجب ہوتا ہے۔

صرف ثمن کا ثمن —— جیسے سونے کا سونے، چاندی کا چاندی، یا سونے چاندی کا ایک دوسرے سے یا ایک کرنسی کا دوسری کرنسی سے —— خرید وفروخت کرنا۔

صیرورۃ جس نے باوجود قدرت کے اپنا حج نہ کیا ہو اور دوسرے کی طرف سے حج کرے۔

صریح ایسا کلام جس کی مراد پوری طرح واضح ہو۔

صعید روئے زمین چاہے مٹی ہو یا کوئی اور شئی۔

صغیر نابالغ۔

صفت جس کے ذریعہ موصوف کی کیفیت وحالت اچھی طرح منضبط اور متعین ہو جائے۔

صفقہ بیع کوئی بھی مالی معاملہ، اصل میں صفقہ ہاتھ سے ہاتھ کو مارنے کو کہتے ہیں، عربوں کا طریقہ یہ تھا کہ جب بیع پکی ہو جاتی تو ایک دوسرے کے ہاتھ پر مارتے۔

صک یہ معرب ہے، وہ دستاویز جس میں معاملات اقرار اور دعویٰ وغیرہ لکھا جاتا ہے۔

صلاۃ نماز، یعنی مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص افعال کو انجام دینا۔

صلاۃ استخارہ: جو نماز کسی معاملہ کے دو پہلوؤں میں سے خیر کی جہت کو من جانب اللہ جاننے کے لئے پڑھی جائے۔

صلاۃ استسقاء: بارش کے لئے پڑھی جانے والی نماز۔

صلاۃ اشراق: سورج نکلنے کے بعد پڑھی جانے والی نماز۔

صلاۃ اوابین: مغرب کے بعد ایک یا دو یا تین سلام کے ساتھ ۶/ رکعت نمازیں۔

صلاۃ تراویح: رمضان المبارک میں پڑھی جانے والی خصوصی نماز۔

صلاۃ التسبیح: چار رکعت نفل، جن میں سے ہر رکعت میں ۷۵/ دفعہ تسبیح پڑھی جائے گی۔

صلاۃ التوبہ: گناہ کے ارتکاب پر دو رکعت بنیت توبہ نماز ادا کرنا۔

صلاۃ جنازہ: مردہ پر پڑھی جانے والی نماز۔

صلاۃ حاجت: اللہ تعالیٰ سے کسی ضرورت کی تکمیل کی نیت سے دُعاء کرنا۔

صلاۃ خوف: دشمن وغیرہ کے خوف کے وقت مخصوص ہیئت کے ساتھ ادا کی جانے والی نماز۔

صلاۃ الکسوف: سورج یا چاند گہن کے موقعہ پر ادا کی جانے والی نماز۔

صلاۃ وسطیٰ: راجح قول کے مطابق عصر کی نماز۔

صلح ایسا معاہدہ جس کے ذریعہ باہمی رضامندی سے نزاع ختم کر لی جائے۔

صوم روزہ —— یعنی فجر سے مغرب تک نیت کر کے کھانے، پینے اور جماع سے رکا رہنا۔

صہر　سسرالی قرابت۔

صواب　حق اور درست بات کو پالینا۔

صید　فعل شکار: نامانوس جانور جو ملکیت اور قابو میں نہ ہو، کا شکار کرنا، —— شکار کیا جانے والا جانور کو بھی صید کہتے ہیں۔

صیغہ　وہ کلمات اور عبارتیں جو متکلم کے ارادے اور اس کے تصرف کی نوعیت کو واضح کرتے ہوں۔

○ ○ ○

ضابط　علم حدیث کی اصطلاح میں ایسے راوی کو کہتے ہیں کہ جو قوت حفظ کے اعتبار سے قابل اعتماد ہو۔

ضابطہ　ایسا کلی حکم جو بہت سی جزئیات پر منطبق ہوتا ہو، یہ اصطلاح فقہ اور دوسرے علوم کے لئے عام ہے۔
—— فقہ کی ایک خصوصی اصطلاح بھی اس لفظ سے موسوم ہے۔
—— ایسا کلی جو مختلف فقہی ابواب سے متعلق ہو، اسے فقہی قاعدہ کہتے ہیں، جیسے: المشقة تجلب التيسير، یعنی مشقت سہولت کا دروازہ کھولتی ہے، اس قاعدہ کا تعلق عبادات سے بھی ہے، اور معاملات سے بھی اور ضابطہ ایسے فقہی کلیہ کو کہتے ہیں جس کا تعلق کسی خاص فقہی باب سے ہو، جیسے: كل من كان محبوسا بحق الغير كانت نفقته عليه، یعنی جو شخص دوسرے کے حق کی وجہ سے محبوس اور بندھا ہوا ہو، اس کا نفقہ اس دوسرے شخص کے ذمہ ہوگا، اس کا تعلق نفقہ کے باب سے ہے۔

ضالۃ　ایسا جانور جس کے مالک کا پتہ نہ ہو۔

ضحک　اس طرح ہنسنا کہ دور تک آواز نہ پہنچے۔

ضحیٰ　سورج کا اچھی روشن ہو جانا۔

ضحوۂ کبریٰ　نصف نہار شرعی، یعنی صبح صادق سے لے کر غروب کا نصف۔

ضر　نقصان —— اکثر اوقات یہ لفظ جسمانی نقصان کے لئے استعمال ہوتا ہے، اسی سے "ضریر" کا لفظ ہے، جس کے معنی ایسے شخص کے ہیں جس کی بینائی ختم ہوگئی ہو۔

ضرر　ہر طرح کا نقصان خواہ جسمانی ہو یا مالی۔

ضرورت　وہ اُمور جو پانچوں مصالح حفظ دین، حفظ جان، حفظ نسل، حفظ عقل، اور حفظ مال میں سے کسی کی تکمیل اور بقاء کے لئے ناگزیر ہوں۔

ضربۃ القانص
وہ شکار جو ایک مرتبہ جال ڈالنے یا حملہ کرنے میں حاصل ہو جائیں۔

ضعیف　وہ روایت جس کا ایک یا اس سے زیادہ راوی ورع و تقویٰ اور قوت حفظ کے اعتبار سے قابل اعتبار نہ ہو یا اس کی سند متصل نہ ہو، یا زیادہ ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہونے یا کسی مخفی علت کی وجہ سے قابل قبول نہ ہو، یا اس سے ثابت ہونے والا حکم قرآن یا حدیث متواتر یا اجماع اُمت سے صریحاً متعارض ہو۔

ضمار　وہ مال جس کے ملنے کی اُمید نہ ہو، خواہ اس لئے کہ جہاں مال رکھا جگہ یاد نہ رہی، یا اس لئے کہ جبراً کسی شخص نے لے لیا ہو، یا کسی کے ذمہ باقی ہو اور وہ دین کا انکار کرتا ہو۔

ضمان　کسی شخص کے ہاتھ ضائع ہونے والے مال کے مثل یا اس کی قیمت کا اس شخص پر واجب ہونا —— فقہاء بعض اوقات "کفالت" کو بھی ضمان سے تعبیر کرتے ہیں۔

ضمان الدرک: (دال، اور راء کے زبر کے ساتھ) کسی شخص کا خریدار کے لئے اس بات کی ذمہ داری قبول کرنا کہ اگر مبیع میں کسی اور کا حق نکل آیا تو وہ خریدار کو قیمت لوٹا دے گا۔

○ ○ ○

طائفہ گروہ، جماعت، جس کا اطلاق کم سے کم تین افراد پر ہوتا ہے، بعض حضرات نے ایک اور بعض نے دو اور اس سے زیادہ پر بھی طائفہ کا اطلاق کیا ہے۔

طافی وہ مچھلی جو اپنی موت آپ مرگئی ہو، جس کی علامت یہ ہے کہ وہ ازخود پانی کے اوپر آجائے۔

طاعت اپنی رضامندی سے دوسرے کے حکم پر عمل کرنا اور اس کی روکی ہوئی باتوں سے اجتناب کرنا۔

طبیعت وہ کیفیت اور سلوک جو انسان میں خلقی طور پر موجود ہو۔

طرد علت کے پائے جانے کی وجہ سے حکم کا پایا جانا —— اس کے مقابلہ میں اُصول فقہ کی ایک اصطلاح "عکس" کی ہے، یعنی علت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے حکم کا نہ پایا جانا —— اور جس مسئلہ میں دونوں باتیں جمع ہو جائیں اسے "طرد و عکس" یا "دوران" کہتے ہیں —— یہ سب بنیادی طور پر اُصول فقہ کی اصطلاحات ہیں، جن کا تعلق ادلہ شرعیہ میں سے قیاس سے ہے۔

طرفین امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ۔

طفل بچہ —— یعنی ولادت سے بلوغ تک کا زمانہ۔

طلاء شراب کی ایک خاص صورت یعنی انگور کا شیرہ جس کو اس قدر پکایا گیا ہو کہ اس کا دو تہائی حصہ خشک ہو جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے، اس کو فقہاء "مثلث" سے تعبیر کرتے ہیں۔

طلاق رشتۂ نکاح کو مخصوص الفاظ کے ذریعہ فوراً یا ایک مقررہ وقت پر ختم کر دینا۔

طلاق احسن: اپنی بیوی کو ایسا طہر جس میں صحبت کی نوبت نہ آئی ہو، لفظ صریح کے ذریعہ ایک بار طلاق دے دینا۔

طلاق بدعی: بیوی کو ایک طہر میں ایک سے زیادہ دو یا تین طلاق دینا، یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں ہم بستری ہو چکی ہو، یا حالت حیض میں طلاق دینا۔

طلاق سنت: اگر تین طلاق ہی دینے کا ارادہ ہو تو تین طہروں —— جن میں عورت سے صحبت نہیں کی ہو —— میں ایک ایک طلاق دینا، اسے طلاق حسن بھی کہتے ہیں اور طلاق سنت طلاق بدعی کے مقابلہ میں کہا جاتا ہے، ورنہ ایسا نہیں ہے کہ اس طرح طلاق دینا مسنون ہو، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔

طلاق مغلظہ: وہ طلاق جس کے بعد حلال شرعی کے بغیر بیوی حلال نہ ہو سکے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک ساتھ یا مختلف مجلسوں میں تین طلاقیں دے دی جائیں۔

طلاق بائن: ایسی طلاق دینا کہ بغیر نئے نکاح کے ازدواجی رشتہ کی گنجائش باقی نہ رہے اور عدت میں بھی رجعت کرنا درست نہ ہو —— لفظ طلاق کے بجائے کسی اور لفظ کے ذریعہ طلاق دی جائے یا عورت سے کوئی معاوضہ لے کر طلاق دی جائے تو طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

طلاق رجعی: ایسی طلاق جس کے بعد عدت کے درمیان

بیوی کولوٹا لینے کی گنجائش ہوتی ہے —— یہ طلاق اس وقت پڑتی ہے، جب طلاق کے لفظ صریح کے ذریعہ ایک یا زیادہ سے زیادہ دو بار طلاق دی گئی ہو۔

طلب اس کے معنی مطالبہ کے ہیں، خاص طور پر حق شفعہ کے تحت یہ اصطلاح ذکر کی جاتی ہے، طلب کی تین قسمیں ہیں :

۱) طلب مواثبت: یعنی جوں ہی معلوم ہو کہ وہ زمین جس میں اسے حق شفعہ حاصل تھا، بیچ دی گئی ہے اسی مجلس میں بلا تاخیر حق شفعہ کا مطالبہ کرنا۔

۲) طلب اشہاد: طلب مواثبت کے بعد دو آدمیوں کو گواہ بنانا کہ وہ حق شفعہ کا طالب ہے، اس کو طلب تقریر بھی کہتے ہیں۔

۳) طلب خصومت: ان دو مرحلوں کے بعد قاضی کی عدالت میں حق شفعہ کے لئے مقدمہ دائر کرنا۔

طمانینت نمازی جس کیفیت میں ہو، اس کیفیت میں اعضاء کو جہاں رہنا چاہئے، وہاں سکون کے ساتھ ان کا کچھ دیر رہنا، (فقہ کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے)۔

طواف عبادت کی نیت سے کعبۃ اللہ کے چاروں طرف چکر لگانا۔

طواف زیارت: حج کا طواف فرض جس کو ۱۰/ کی طلوع صبح سے ۱۲/ کے غروب آفتاب تک کرنا ضروری ہے، اسے "طواف رکن" اور "طواف افاضہ" بھی کہتے ہیں۔

طواف قدوم: آفاقی کے لئے بیت اللہ شریف کی زیارت کے ساتھ ہی کیا جانے والا طواف —— اسے طواف تحیہ، طواف لقاء اور طواف عہد بالبیت بھی کہتے ہیں۔

طواف وداع: حج کرنے والے آفاقی شخص کا اپنے وطن کو واپس ہوتے ہوئے بیت اللہ شریف کا آخری طواف کرنا —— اس کو "طواف صدر" اور طواف آخر عہد بالعتیق" بھی کہتے ہیں۔

طوال قرآن مجید کی ابتدائی سات سورتوں کو "سبع طوال" کہا جاتا ہے، اور سورۂ حجرات سے سورۂ ناس تک کو مفصل، پھر مفصل کی تین قسمیں ہیں، ان میں سے سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی صورتوں کو طوال مفصل کہتے ہیں۔

طول قدرت اور گنجائش کے معنی ہیں۔

طہارت (ط کے زبر کے ساتھ) نجاست معنوی یعنی وضوء و غسل واجب قرار دینے والی باتوں یا نجاست ظاہری یعنی پیشاب پائخانہ جیسی نظر آنے اور محسوس کی جانے والی نجاستوں کو دور کرنا —— طہارت (ط پر زیر) کے معنی اس آلہ کے ہیں جس سے نجاست دور کی جائے جیسے: پانی اور طہارت (ط پر پیش) کے معنی طہارت حاصل کرنے کے بعد آلہ طہارت کے بچے ہوئے حصہ کو کہتے ہیں، جیسے وضوء کا بچا ہوا پانی۔

طہر وہ مدت جس میں عورت کو حیض یا نفاس نہیں آرہا ہو۔

طیرۃ بدفالی اور بدشگونی لینا۔

○ ○ ○

ظاہر وہ کلام جس کی مراد اس کے صیغہ ہی سے ظاہر ہو جائے البتہ اس میں تخصیص و تاویل کی گنجائش ہو۔

ظاہر روایت

فقہ حنفی میں ان اقوال و آراء کو کہا جاتا ہے جو امام محمدؒ کے چھ کتابوں —— مبسوط، جامع کبیر، جامع صغیر، سیر کبیر،

سیر صغیر، اور زیادات میں مذکور ہوں۔

ظرف ظرف کے لغوی معنی کسی فعل کے واقع ہونے کے زمان ومکان کے ہیں —— اُصولِ فقہ کی اصطلاح میں کسی حکم سے متعلق ایسے مقررہ وقت کو کہتے ہیں جس میں اس حکم کی تعمیل کے بعد وقت بچ رہے، اور دوبارہ بھی اس عمل کو کرنے کی گنجائش ہو، جیسے نماز اور اس کے لئے مقرر کیا ہوا وقت۔

ظلم حق سے باطل کی طرف عدول، اسی لئے دوسرے کی ملکیت میں بلا اجازت تصرف اور کسی عمل میں شریعت کی مقررہ حد سے تجاوز کرنے کو بھی ظلم کہتے ہیں۔

ظن جس معاملہ میں تردد ہو، اگر اس میں کسی ایک پہلو کی طرف زیادہ رجحان ہو تو وہ ''ظن'' ہے۔

ظہار بیوی یا بیوی کا ایسا جزء جس سے اس کے پورے وجود کو تعبیر کیا جاتا ہو، یا اس کے جزو شائع —— جیسے نصف، تہائی، چوتھائی وغیرہ —— کو نسبی یا رضائی محرم عورت سے یا اس کے ایسے عضوء سے جس کو دیکھنا حرام ہو، تشبیہ دینا۔

○ ○ ○

عادت وہ اُمور جنھیں طبیعت سلیمہ بار بار کرنے کی متقاضی ہوتی ہے، اس کا تعلق قول سے بھی ہے اور فعل سے بھی، بعض حضرات فعل سے متعلق ایسے اُمور کو ''عادت'' سے اور قول سے متعلق ایسے اُمور کو ''عرف'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

عارض وہ باتیں جو انسان کی اہلیت کو متاثر کرتی ہیں، انھیں اُصولِ فقہ کی اصطلاح میں ''عوارض اہلیت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ عوارض دو قسم کے ہیں، عوارض سماویہ اور عوارض مکتسبہ۔

— عوارض سماویہ وہ ہیں جن کے پیش آنے میں انسان کے ارادہ کا کوئی دخل نہیں ہو، یہ ہیں: جنون، نابالغی، بے شعوری (عتہ) بھول، نیند، بے ہوشی، بیماری، موت، غلامی، حیض اور نفاس۔

— عوارض مکتسبہ وہ ہیں جن کے پائے جانے میں انسان کا دخل ہو، اور وہ یہ ہیں: جہالت، نشہ، سفر، اکراہ، خطاء، مذاق، بے وقوفی (سفہ)۔

عاریت دوسرے شخص کو کسی مادی چیز کے بلا معاوضہ منفعت کا مالک بنانا۔

عاشر جسے حکومت نے راستہ پر اس لئے مقرر کیا ہو کہ گذرنے والے تاجروں سے زکوٰۃ یا حکومت کا مقررہ ٹیکس وصول کرے۔

عاشوراء محرم الحرام کی دسویں تاریخ۔

عاقلہ وہ اہل تعلق جن کو قتل خطاء کی دیت میں شریک مانا جائے، خواہ قرابت کی وجہ سے، یا ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے۔

عام وہ لفظ جو افراد واشخاص کے مجموعہ کو لفظ یا معنی کے عموم کے اعتبار سے شامل ہو۔

عامل جس شخص کو حکومت کی طرف سے زکوٰۃ یا ٹیکس وصول کرنے کے لئے مامور کیا گیا ہو۔

عبادت اللہ تعالیٰ کے سامنے تذلل اور فروتنی اختیار کرنا —— اسی فروتنی کے تقاضوں میں ایک باری تعالیٰ کے احکام کی اطاعت وفرماں برداری بھی داخل ہے۔

عبادلہ فقہاء کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کو عبادلہ

کہا جاتا ہے۔

عبارۃ النص: کلام سے جو مراد ظاہر ہو، اور اسی کے لئے وہ کلام لایا گیا ہو، اسے عبارۃ النص کہتے ہیں۔

عتق: آزاد کرنا۔

عتہ: انسان کے اندر مستقل طور پر ایسی کیفیت کا پیدا ہو جانا جس سے عقل میں خلل واقع ہو، چنانچہ جو شخص اس میں مبتلا ہو، کبھی سمجھداروں کی سی بات کرتا ہو اور کبھی پاگلوں جیسی، ایسے شخص کو معتوہ کہتے ہیں۔

عتیرہ: زمانۂ جاہلیت میں رجب میں بھی قربانی کی جاتی تھی، اسلام میں ابتداءً اس قربانی کا حکم باقی تھا، بعد میں منسوخ کر دیا گیا۔

عج: بہ آواز بلند تلبیہ پڑھنا۔

عجز: کسی بات کے ممکن نہ ہونے یا اس کی وجہ سے شدید مشقت میں مبتلا ہونے کے اندیشے یا شدید مضرت کے خوف کی وجہ سے کسی کام کو کرنے پر قادر نہ ہونا۔

عجفاء: اتنا دبلا جانور کہ جس میں معمول کے مطابق گودا نہ رہ گیا ہو۔

عجماء: چوپایہ —— اصل معنی زبان کے ہیں، اسی لئے مویشی کو عجماء کہتے ہیں۔

عدالت: راہ حق پر اس طور ثابت قدم رہنا کہ گناہ کی باتوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھے، یعنی گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو، اور ہو تو توبہ کر لے، اور گناہ صغیرہ کا بار بار مرتکب نہ ہوتا ہو، نیز ایسی باتوں سے مجتنب ہو جو مروت اور شرافت کے خلاف سمجھی جاتی ہو۔

عدت: نکاح کے ختم ہونے کے بعد خواہ موت کے ذریعہ ہو یا فسخ نکاح کے ذریعہ، ایک متعینہ مدت تک عورت کا دوسرے نکاح اور زیب و زینت سے رکا رہنا۔

عددی: وہ اشیاء جن کی مقدار گن کر معلوم کی جاتی ہے —— اگر ان کے افراد میں زیادہ تفاوت نہ ہو تو "عددی متقارب" کہتے ہیں، اور افراد میں زیادہ تفاوت ہو تو "عددی متفاوت"۔

عدل: عدالت کے ہم معنی ہے۔

عدویٰ: بیماری کا ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف متعدی ہونا۔

عذر: ایسی کیفیت جس میں معمول سے زیادہ ضرر اور مشقت کے بغیر حکم شرعی کا انجام دینا ممکن نہ ہو۔

عذیطہ: ایک خاص بیماری، جس میں مرد یا عورت کو ہم بستری کے وقت پیشاب یا پاخانہ آتا ہو۔

عربون: کوئی سامان خریدنا، یا کرایہ پر حاصل کرنا اور قیمت یا اُجرت کا کچھ حصہ ادا کرنا کہ اگر اس نے یہ سامان خریدا تو بقیہ قیمت ادا کرے گا اور اگر نہیں خریدا یا کرایہ پر نہیں لیا تو خریدار یا کرایہ دار کی رقم سوخت ہو جائے گی۔

عراف: کاہن، جیوتشی، یعنی وہ شخص جو آئندہ پیش آنے والے حالات کے بارے میں خبر دے۔

عریہ: درخت پر لگا ہوا پھل، جسے مالک نے کسی اور شخص کو ایک سال یا اس سے کم یا اس سے زیادہ کے لئے ہبہ کر دیا ہو۔ —— اس کی جمع عرایا ہے۔

عرصہ: کھلی جگہ، جو مقامات کے درمیان یا اس کے گرد و پیش میں واقع ہو۔

عروض: وہ موجودہ حقیقت جو اپنے پائے جانے میں کسی مقام اور محل کی محتاج ہو، جیسے سفیدی، سیاہی، گرمی، ٹھنڈک

—— فقہاء کے یہاں سونے اور چاندی کے علاوہ دوسرے اموال کے لئے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے —— اس کی جمع عروض ہے۔

عِرض عزت وآبرو۔

عرف جو قول، یا فعل دلوں میں گھر کر گیا ہو، اور طبع سلیم اس کو قبول کرتی ہو۔

عرف عام: جو مختلف علاقوں میں مروج ہو۔

عرف خاص: جو خاص شہر، قبیلہ، یا پیشہ کے لوگوں میں رواج پذیر ہو۔

عرف عملی: لوگوں کے درمیان پایا جانے والا عملی رواج جیسے عمامہ باندھنا، یا سر کھلا رکھنا وغیرہ۔

عرف قولی: تعبیر وبیان سے متعلق پایا جانے والا رواج کسی امر میں تردد کے بعد اس کو انجام دینے کا پختہ ارادہ کر لینا۔

عزیمت وہ احکام جو اصل کے اعتبار سے مشروع ہوئے ہوں، نہ کہ کسی عارض کی وجہ سے۔

عشر زمین کی پیداوار میں واجب ہونے والی زکوۃ —— چوں کہ عام طور پر یہ زکوۃ دس فیصد واجب ہوتی ہے، اسی لئے اسے عشر کہتے ہیں۔

عشرۂ ذی الحجہ

اس سے ذوالحجہ کی پہلی سے لے کر نویں تاریخ تک مراد ہے، یعنی یوں تو عشرہ کے معنی دس کے ہیں، لیکن عربی زبان میں اکثر پر کل کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، اسی لحاظ سے اسے عشرہ کہتے ہیں۔

عصبہ وہ قرابت دار جس کا حصۂ میراث مقرر نہ ہو اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو بچے رہے وہ اس کی طرف لوٹتا ہو۔

عصبہ بنفسہ: وہ مرد رشتہ دار جس کا میت سے رشتہ جوڑنے میں کسی عورت کا واسطہ نہیں ہو۔

عصبہ بغیرہ: وہ عورت جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہو جیسے بہن اور بیٹی۔

عصبہ بالسبب: جو نسبی رشتہ کی بنیاد پر نہیں، بلکہ آزاد کرنے کی وجہ سے عصبہ قرار پاتا ہو۔

عضباء وہ جانور جس کا کان کٹا ہوا ہو۔

عفلاء وہ عورت جو عفل نامی بیماری میں مبتلا ہو، اس بیماری میں عورت کی شرمگاہ میں ایسا گوشت ابھر آتا ہے جو جماع میں رکاوٹ اور دشواری کا باعث ہوتا ہے، اس بیماری کو ”قرن“ بھی کہتے ہیں۔

عفو نصاب زکوۃ کے لئے جو درجات متعین کئے گئے ہیں، ان کا درمیانی حصہ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اونٹ میں ایک بکری اور دس اونٹ میں دو بکری ہے، تو پانچ سے نو تک کا عدد ”عفو“ کہلائے گا۔

عقار (ع پر زبر) وہ چیزیں جن کو قرار ودوام ہو، جیسے زمین، مکان۔

عقب (ع پر زبر، ق پر زیر) موت کے بعد باقی رہ جانے والی اولاد، خواہ مرد ہو یا عورت۔

عقد کسی تصرف کے سلسلہ میں ایجاب وقبول کو ایک دوسرے سے مربوط کرنا۔

عقد مضاف: ایسا معاملہ جس کو مستقبل کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔

عقد معلق: وہ معاملہ کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو۔

عقد منجز: جو معاملہ کسی شرط سے متعلق نہ ہو، اور نہ مستقبل

کی طرف منسوب ہو۔

عقد موقوف: جو اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ہو، لیکن دوسرے کے حق کی وجہ سے تشنۂ تکمیل ہو۔

عَقر جانور کے جسم کے کسی بھی حصہ میں لگایا جانے والا زخم

عُقر اگر زنا کی وجہ سے حد زنا واجب نہ ہو، تو عورت کو بہ طور ہرجانہ کے مہر کا کچھ حصہ دلایا جاتا ہے، بہ شرطیکہ مرد کے ہم بستر ہونے میں عورت کی رضامندی نہ ہو، اسی کو عُقر کہتے ہیں۔

عُقل (ع پر پیش) دیت، یعنی وہ مال جو جان کے بدلہ دیا جائے۔

عقیقہ وہ قربانی جو لڑکے یا لڑکی کی پیدائش کے ساتویں دن یا اس کے بدلہ کسی اور دن دی جاتی ہے۔

عکس اُصولِ فقہ کی اصطلاح میں عکس اسے کہتے ہیں کہ کسی وصف کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اس سے متعلق حکم کے نہ پائے جانے کا حکم لگایا جائے۔

علامت جو شی کسی دوسری شی کے پائے جانے کو بتاتی ہو—— البتہ علامت اور جس چیز کی علامت ہو ان کا ایک دوسرے کے ساتھ پایا جانا لازم نہیں۔

علت وہ وصف جس کی طرف حکم کی نسبت کی جائے، جیسے: مسکر چیزوں میں صفت سکر کی طرف حرمت کی نسبت کی جاتی ہے۔

علت قاصرہ: ایسی علت جو نص ہی تک محدود ہو۔

علت متعدیہ: ایسی علت جو منصوص سے غیر منصوص تک متعدی ہو۔

عُمالہ (ع پر پیش) عامل کی اجرت۔

عمد کسی چیز کو بالارادہ کرنا۔

قتل عمد: ایسے قتل کو کہتے ہیں جس میں قاتل کا مقصد ہی مقتول کو قتل کرنا ہو، اور اس نے اس کے لئے ایسا ہتھیار استعمال کیا ہو جو بالعموم قتل کا موجب بنتا ہو۔

عُمریٰ (ع پر پیش، م پر جزم)——کوئی شخص اپنی چیز دوسرے کو اس کی عمر بھر کے لئے ہبہ کرے اور کہے کہ تمہاری موت کے بعد یہ میری طرف واپس آجائے گی۔

عمرہ بیت اللہ شریف کی احرام کے ساتھ عمرہ کی نیت سے زیارت و طواف اور صفا و مروہ کے درمیان مخصوص طریقہ پر سعی۔

عمل وہ فعل جو انسان یا جنات سے بالارادہ صادر ہو۔

عموم کسی قول کا تمام افراد کو بہ یک وقت شامل ہونا۔

عموم مجاز: ایسی معنی مجازی مراد لیا جائے کہ حقیقت بھی اس کا ایک جزء بن جائے۔

عموم مشترک: لفظ مشترک کے ایک سے زیادہ معنی بہ یک وقت مراد لئے جائیں۔

عنان (ع پر زیر) شرکت کی ایک قسم——شرکت کے ذیل میں ذکر آچکا ہے۔

عُنّہ (ع پر پیش اور نون پر زبر مع تشدید) نامرد ہونا۔

عِنّین (ع پر زیر) آلۂ تناسل موجود ہونے کے باوجود جو مرد عورت سے صحبت کرنے سے قاصر ہو، یعنی نامرد۔

عُنوہ (ع پر پیش) اس لفظ کے معنی مہر کے بھی ہیں اور صلح کے بھی، عام طور پر بہ زور قوت فتح کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

عوائد عادت کی جمع ہے، دیکھئے: عادت۔

عوارض عارض کی جمع ہے، دیکھئے: عارض۔

عورۃ مرد و عورت کے جسم کا وہ حصہ جسے دوسروں کے سامنے

کھولنا جائز نہ ہو۔

عورت غلیظہ: سے مراد شرمگاہ، پچھلا حصہ اور خصیتین ہیں۔

عدل علم فرائض کی اصطلاح ہے —— میراث کی تقسیم کے اُصول کے اعتبار سے وارثین کو حصص دینے کے لئے جو عدد مسئلہ متعین کیا گیا ہو وہ وارثین کے مجموعۂ حصص سے تنگ ہو جائے تو متعینہ عدد مسئلہ کو مجموعۂ حصص کے برابر کر دینا عدل کہلاتا ہے۔

عیب کسی شی کی ذات یا اس کی ماہیت میں ایسا نقص جو اس کی اصل فطرت کے خلاف ہو۔

عیب یسیر: ایسا معمولی نقص جسے کسی شی کی قیمت لگانے والے لوگ اہمیت نہیں دیتے ہوں۔

عیب فاحش: ایسا نقص جس کی وجہ سے اس شی کی قیمت میں قابل لحاظ فرق واقع ہو جاتا ہو۔

عینہ (ع پر زیر) یہ بالواسطہ سود حاصل کرنے کی ایک صورت ہے، کہ ایک شخص قرض مانگے، قرض دہندہ اس پر نفع حاصل کرنا چاہتا ہو، چنانچہ وہ قرض دینے کے ساتھ ساتھ مثلاً ایک ہزار روپے کی چیز اسے ہی بارہ سو روپے میں اُدھار فروخت کر دے، تاکہ دو سو روپیہ اس پر نفع حاصل ہو جائے۔

○ ○ ○

غائط لغوی معنی نشیبی جگہ کے ہیں، چوں کہ قضائے حاجت کے لئے ایسی ہی جگہ کا انتخاب کیا جاتا ہے، اس لئے مجازاً پیشاب، پائخانہ کرنے کو غائط سے تعبیر کیا گیا ہے۔

غارم زکوٰۃ کے مصارف میں غارمین کا بھی ذکر آیا ہے، غارم سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں دو رائیں ہیں:

۱) ایسا مقروض جس کے پاس اپنا قرض ادا کرنے کی استطاعت نہیں ہو، اور قرض ادا کرنے کے بعد وہ نصاب زکوٰۃ کے بقدر مال کا مالک باقی نہیں رہے۔

۲) وہ شخص جو دو مسلمانوں میں صلح کرانے یا کسی فتنہ کو دفع کرنے کے لئے کوئی مالی ذمہ داری قبول کرلے۔

غایت کسی شی کی ابتدائی یا انتہائی حد۔

غبن کسی شی کے عوض میں جو چیز دی جارہی ہے، اس میں نقص کا پایا جانا۔

— اگر یہ نقص اور کمی ایسی ہو، جسے عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، تو یہ ''غبن یسیر'' ہے۔

— اگر اس درجہ کا نقص ہو، جسے اس جیسی چیز میں نظر انداز نہیں کیا جاتا ہو، تو ''غبن فاحش'' ہے۔

غدا دن کا کھانا —— صبح سے ظہر تک کے کھانے کو غدا کہتے ہیں۔

غرامہ جس کا پایا جانا اور نہ پایا جانا دونوں کا امکان ہو، —— کسی شی کی قیمت یا مبیع یا ادائیگی کی مدت میں جہالت وابہام کو بھی غرر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

غرر جس کا پایا جانا اور نہ پایا جانا دونوں کا امکان ہو، —— کسی شی کی قیمت یا مبیع یا ادائیگی کی مدت میں جہالت وابہام کو بھی غرر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

غرۃ غلام یا باندی۔

غرور دھوکہ، ایسا نقص جسے نظر انداز نہیں کیا جاتا چھپا دینا، یا اس کے برخلاف وصف کا اظہار کرنا۔

غریب وہ حدیث ہے جس کے سلسلۂ سند میں کہیں صرف ایک راوی پایا جاتا ہو۔

غریم جس پر دین واجب الاداء ہو۔

غسل (غ پر پیش) پورے جسم پر پانی بہانا، (جس میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی شامل ہے)۔
(غ پر زبر) مطلقاً دھونا، خواہ بدن دھویا جائے یا کوئی اور چیز۔
(غ پر زیر) غسل میں معاون شئ، بیری کا پتہ، خطمی، صابن وغیرہ۔

غش دھوکہ، —— خرید و فروخت میں مبیع کا کوئی عیب فروخت کنندہ خریدار سے چھپادے۔

غصب مالک کی اجازت کے بغیر جبراً چھپائے بغیر دوسرے کا ایسا مال لے لینا جو شریعت کی نظر میں اس کے حق میں قابل احترام اور لائق قیمت ہو۔

غفلت یاد نہ رہنے اور بیدار مغزی سے کام نہ لینے کی وجہ سے انسان کو پیش آنے والی بھول۔

غلام نابالغ لڑکا۔

غلط نادرست و ناصواب قول یا عمل۔

غلہ زمین کی پیداوار یا زمین و مکان اور دوسری اشیاء سے حاصل ہونے والا کرایہ۔

غلول مال غنیمت میں سے بلا اجازت مال لے لینا۔

غموس (غ پر زبر، م پر پیش) زمانۂ گذشتہ کے بابت جھوٹی قسم کھانا جس کے پاس اتنا مال موجود ہو کہ اس کے لئے زکوٰۃ کا لینا درست نہ ہو۔

غنیمت جنگ کے درمیان دشمنوں سے حاصل ہونے والا مال، —— جو مال صلح کے ذریعہ حاصل ہو، اسے ''فئ'' کہتے ہیں۔

غیبت کسی شخص کی ایسی فطری یا کسی خامی کا ذکر کہ اگر وہ سنے تو اسے ناپسند ہو۔

غیلہ حاملہ عورت کا دودھ پلانا، دودھ پلانے والی عورت سے ہم بستری ہونا۔

○ ○ ○

فاجر کھلے عام فسق کا ارتکاب کرنے والا۔

فاسد جو معاملہ اپنی اصل کے اعتبار سے درست ہو، اور کسی خارجی وصف کی وجہ سے نادرست، اسے حنفیہ کے یہاں فاسد کہتے ہیں، جیسے خرید و فروخت کے معاملہ میں مبیع میں بیع بننے کی صلاحیت ہو، ایجاب و قبول بھی ہوا ہو، لیکن معاملہ کے تقاضوں کے خلاف کوئی شرط لگادی گئی ہو۔

فاکھة ایسے پھل جو بطور لذت کے کھائے جاتے ہیں، نہ کہ بطور غذا کے۔

فتویٰ احکام شرعیہ کے بارے میں سوال کا جواب۔

فرائض وہ علم جس کے ذریعہ میراث کی تقسیم کے احکام معلوم ہوں۔

فریضہ فرض یا فریضہ اس عمل کو کہتے ہیں جس کو کرنا لازم ہو اور اس کا ثبوت دلیل شرعی سے ہو۔

فساد اعتبار اس اصطلاح کا تعلق قیاس سے ہے، یعنی فریق مخالف کا اس مسئلہ میں قیاس سے استدلال کرنا صحیح نہ ہو، کیوں کہ نص اس قیاس کے خلاف پر دال ہو۔

فساد وضع اس کا تعلق بھی قیاس سے ہے، مراد یہ ہے کہ فریق مخالف نے حکم کے لئے جس بات کو علت بنایا ہو وہ اس حکم کی بجائے اس کے برعکس حکم کے لئے علت ہو۔

فسخ معاملہ کو ختم کردینا۔

فسق گناہ کبیرہ کا ارتکاب یا گناہ صغیرہ پر اصرار اور بار بار

اس کا مرتکب ہونا۔

فضولی جو شخص پہلے سے معاملہ کے لئے شریعت کی طرف سے یا متعلق شخص کی طرف سے مجاز نہیں ہو۔

فقہ شرعی، عملی احکام کو ان کے تفصیلی دلائل کی روشنی میں جاننا۔

فقیر جس شخص کے پاس معمولی مقدار میں مال ہو، اور نصاب زکوٰۃ کی قیمت کے بقدر مال کا مالک نہ ہو۔

فلوس فلس کی جمع ہے، دھاتوں سے بنائے جانے والے سکے۔

فئ وہ مال جو دشمنوں سے بغیر جنگ کے اسلامی حکومت کو حاصل ہو۔

— سایہ زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک کا سایہ۔

فی سبیل اللہ

اللہ کے راستے میں قتال کرنے والے۔

○ ○ ○

قابلہ آیا، یعنی وہ عورت جو ولادت میں مدد کرتی ہے۔

قاعدہ وہ کلی قضیہ جو اپنی جزئیات پر منطبق ہوتا ہو۔

قاعدہ فقہیہ: ایسے قضیۂ کلیہ کو کہتے ہیں، جس کا تعلق فقہ کے مختلف ابواب سے ہو۔

— ضابطہ: وہ قضیہ کلیہ جو کسی ایک ہی فقہی باب کے مسائل پر منطبق ہوتا ہو۔

قانون وہ امر کلی جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہو، اور اس سے ان جزئیات کے احکام جانے جاسکتے ہوں۔

قبض، قبضہ کسی شی کو اس شی کی حیثیت اور اس سلسلہ میں لوگوں کے رواجات کو سامنے رکھ کر اپنی تحویل میں لے لینا۔

قبلہ وہ جہت جس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی جائے۔

قبول کسی بھی معاملہ میں ایک فریق کی طرف سے پیش کش کے بعد دوسرے شخص کی طرف سے اس کی منظوری کے لئے جو تعبیر اختیار کی جاتی ہے، اسے قبول کہتے ہیں۔

قتل جان سے مار ڈالنا۔

قتل عمد: جان بوجھ کر ہتھیار یا ہتھیار کی طرح مہلک شی سے حملہ کر کے مار ڈالنا، جیسے تلوار یا دھاردار پتھر اور لکڑی آگ وغیرہ۔

شبہ عمد: بالارادہ ایسی چیز سے وار کرنا جو ہتھیار نہ ہو یا ہتھیار کی طرح مہلک نہ ہو، لیکن اس سے موت واقع ہو جائے، جیسے پتھر کوڑے وغیرہ۔

قتل خطا: غلط فہمی میں کسی شخص پر وار کرنا یا نشانہ چوک جانے کی وجہ سے کسی آدمی کی جان چلی جائے، جیسے شکار سمجھ کر دور سے حملہ، قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ وہ انسان ہے، یا نشانہ بنایا کسی جانور کو اور لگ گیا آدمی کو۔

قائم مقام خطا: جس میں حملہ کا کوئی ارادہ نہ ہو، لیکن اس کا عمل براہ راست دوسرے کی ہلاکت کا سبب بن جائے، جیسے کسی شخص نے نیند میں کروٹ لی اور کسی شخص پر گر پڑا اور جس پر گرا اس کی موت واقع ہوگئی۔

قتل بالسبب: بالواسطہ ہلاکت کا سبب بننا، جیسے کسی شخص نے گذرگاہ کے پاس کنواں کھود دیا، اور اس پر منڈھیر نہیں بنائی، گذرنے والا شخص اس میں گر کر ہلاک ہوگیا۔

قدرت زندہ شخص کے لئے کسی فعل کے کرنے یا ترک کرنے کا ممکن ہونا۔

قدرت ممکنہ: وہ کم سے کم صلاحیت جس کے ذریعہ کسی حکم کی تعمیل کی جاسکے، خواہ اس حکم کا تعلق جسم سے ہو یا مال سے۔

قدرت میسرہ: ایسی صلاحیت کہ بہ آسانی اس حکم کو بجالائے۔

قذف کسی شخص پر زنا کی تہمت لگانا۔

— البتہ قذف کی سزا (حد) اس شخص پر جاری کی جائے گی، جب کوئی عاقل بالغ شخص دوسرے عاقل بالغ یا قریب البلوغ حد زنا سے محفوظ مسلمان شخص پر زنا کی تہمت لگائے، یا کسی مسلمان کے صحیح النسب ہونے کی نفی کرے۔

قرء (ق پر زبر) کے ساتھ اور ایک لغت پیش کی بھی ہے، حیض یہ حنفیہ کی رائے ہے، شوافع کے نزدیک اس سے طہر مراد ہے۔

قرآن وہ کتاب الٰہی جو عربی زبان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اور تواتر کے ساتھ نقل ہوتے ہوئے بعینہ ہم تک پہنچی ہے۔

قراض یہ مضاربت کا ہم معنیٰ ہے، معنی کسی کو اس معاہدہ کے تحت مال دینا کہ وہ اس سے تجارت کرے اور مقررہ تناسب کے مطابق نفع میں دونوں شریک ہوں۔

قِران ایک ہی احرام میں عمرہ اور حج کو جمع کرنا۔

قربت وہ عمل جو عام طور پر اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے کیا جاتا ہے، کسی انسان کو کوئی مال اس لئے حوالہ کرنا کہ وہ اس کا بدل اسی شخص میں اسے واپس لوٹائے۔

قَرن ایک زمانہ کے لوگ۔

— عورت کی شرمگاہ میں ایسی ہڈی یا ابھرے ہوئے گوشت کا پایا جانا جو جماع میں مانع ہو، یہ عورت سے متعلق عیب شمار کیا گیا ہے۔

قریش عرب کا مشہور قبیلہ، جو نضر بن کنانہ کی اولاد میں تھے، اسی قبیلہ میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

قز ریشم کی ایک قسم۔

قزع (ق اور ز پر زبر) سر کے کچھ بال کو مونڈ دینا اور کچھ بال کو چھوڑ دینا۔

قسامہ جس محلّہ میں کوئی شخص مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہیں چل سکے مقتول کے ولی کے انتخاب پر اس محلّہ کے پچاس آدمیوں سے قسم لینا کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل سے واقف ہیں۔

قسمت تقسیم، یعنی ایک کے حصہ کو دوسرے کے حصہ سے ممتاز کرنا۔

قسم مہایاۃ: اگر کوئی چیز قابل تقسیم نہ ہو تو تمام حقداروں میں استفادہ کی باری لگا دینا اور مدت متعین کر دینا۔

قصاص مجرم سے اس کے جرم ہی کے مماثل بدلہ لینا۔

قصد کسی فعل کو انجام دینے کا عزم۔

— قصد، اعتدال اور میانہ روی کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے اسراف و فضول خرچی اور بخل و تنگی سے بچتے ہوئے ضروریات کو پورا کرنا۔

قصر سفر شرعی کے درمیان چار رکعت والی نمازوں کو دو رکعت پڑھنا۔

قضا جو چیز واجب ہوئی ہو، اس کا مثل ادا کرنا، چاہے حقوق اللہ میں ہو، جیسے وقت گذرنے کے بعد نماز ادا کرنا یا لوگوں کے حقوق میں یعنی جو چیز واجب ہوئی ہے،

اگر بعینہ اس کو ادا نہیں کرسکا تو اس کا مثل ادا کرنا۔

— کسی واقعہ میں حکم شرعی کو بیان کرنا اور اسے فریقین پر لازم قرار دینا، اسی سے قاضی ہے۔

قطعی ایسی یقینی بات، جس کے مخالف پہلو کا کوئی احتمال نہ ہو۔

قفیز ایک پیمانہ جو زمانہ قدیم میں مروج تھا، یہ آٹھ مکوک کا ہوتا تھا، اور ایک مکوک ڈیڑھ صاع کا۔

قلس پانی یا کھانے کی قئے جو معدہ کی طرف سے آتی ہے۔

قُلّہ مٹکا، شوافع کے یہاں دو قلہ پانی کی مقدار ماء کثیر کہلاتی ہے، شوافع کے صحیح قول کے مطابق دو قلہ پانچ سو بغدادی رطل کا ہوتا ہے، جس کا وزن موجودہ اوزان میں شوافع کے نزدیک ۱۹۲٫۸۵۷ کلوگرام ہے۔

قمار جوا، یعنی ایسی رقم جس کا حاصل ہونا اور نہ ہونا معلوم نہ ہو اور یہ کسی معقول سبب کے بغیر ہو، خاص طور پر کھیل میں دو طرفہ شرط لگانے کو بھی کہتے ہیں۔

قِن مکمل غلام جو نہ مکاتب ہو اور نہ مدبر، یعنی نہ اسے یہ اختیار دیا گیا ہو کہ وہ ایک متعین رقم دے کر آزاد ہو جائے، اور نہ یہ کہا گیا ہو کہ مالک کی موت کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا۔

قنوت اس کے متعدد معنی ہیں، دُعاء کرنا، طویل دُعاء کرنا، اطاعت کرنا، قیام، خشوع۔

— دُعاء قنوت جو نماز وتر میں پڑھی جاتی ہے، معروف ہے، اسی طرح کسی خاص مصیبت اور ابتلاء کے موقع کے لئے ایک مخصوص دُعاء منقول ہے، جسے قنوت نازلہ کہتے ہیں۔

قنیہ (ق پر زیر) جو مال استعمال کے لئے ہو، نہ کہ تجارت کے لئے۔

قہقہہ اس طرح ہنسنا کہ پڑوسی بھی سن لے۔

قوادح یہ قادح کی جمع ہے، یعنی موانع، جو باتیں کسی دلیل کے معتبر ہونے میں مانع ہوں، انھیں قوادح کہتے ہیں۔

قَوَد (ق اور و پر زبر) قصاص، برابر کا بدلہ۔

قول وہ بول جس کا انسان اپنی زبان سے تلفظ کرے، خواہ وہ ایک مکمل بات ہو کہ ناقص، —— مجازاً کبھی رائے کو بھی قول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قیاس کسی منصوص یا اجماعی مسئلہ کا حکم غیر منصوص اور غیر اجماعی مسئلہ پر علت کے مشترک ہونے کی وجہ سے لگانا۔

قیام اس طرح کھڑا ہونا کہ اس میں جھکاؤ نہیں ہو۔

قیام لیل: رات کے وقت ادا کی جانے والی نماز، لیکن خاص طور پر اس سے نماز تہجد مراد ہوتی ہے۔

قیراط پانچ جو، اور جدید اوزان میں 218:7 ملی گرام۔

قیلولہ نصف نہار کو سونا یا آرام کرنا۔

قیمت کسی شی کا اصل نرخ، نہ کہ وہ قیمت جو فریقین کے درمیان طئے پائی ہو، جو قیمت فریقین کے درمیان طئے پائی ہو، اس کو ثمن کہتے ہیں۔

○ ○ ○

کالی اُدھار۔

کاہن وہ شخص جو مستقبل کے بارے میں واقعات کی خبر دیتا ہو، اور غیب کی باتوں سے باخبر ہونے کا مدعی ہو۔

کبیرہ وہ گناہ جس پر حد یا کفارہ مقرر ہو، یا اس پر اللہ و رسول کی لعنت و غضب کا اظہار ہو، یا اس پر عذاب آخرت کی وعید ہو۔

کتاب کتب فقہ میں ایسا مرکزی عنوان، جس کے تحت مختلف ابواب وفصلیں آتی ہوں، اس کو کتاب کہتے ہیں، جیسے کتاب الصلاۃ، کتاب الزکوۃ وغیرہ۔

کتابت غلام کو یہ کہنا کہ تم اتنی مدت میں یا بلاتعیین مدت اتنی رقم جمع کردو، تو تم آزاد ہو جاؤ گے۔

کذب خلاف واقعہ خبر دینا۔

کرامت اللہ کے کسی نیک اور متبع سنت بندے سے خلاف عادت بات کا ظاہر ہونا، —— یہی خلاف عادت بات اگر نبی سے ظاہر ہو تو معجزہ ہے، اور کسی فاسق وفاجر سے ظاہر ہو تو استدراج۔

کراہت شریعت میں کسی بات سے منع کیا گیا ہو، لیکن یہ ممانعت وجوب والزام کے لہجہ میں نہیں ہو، تو مکروہ ہے، اور اسے مکروہ تنزیہی کہتے ہیں، اور اگر بطور وجوب ہی کے منع کیا گیا ہو، لیکن اس کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو دلیل قطعی سے نہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے، جو قریب بہ حرام ہوتا ہے۔

کرسف وہ روئی یا کپڑا جسے عورتیں خون جاری ہونے کے زمانہ میں استعمال کرتی ہیں۔

کسب وہ فعل جو بالارادہ انجام دیا جائے اور جس سے کوئی نفع حاصل کرنا یا کوئی نقصان دور کرنا مقصود ہو۔

کسر اُصولِ فقہ کی اصطلاح میں ایسی صورت کو کہتے ہیں، جس میں علت پائی جائے اور حکم نہ پایا جائے۔

کسوۃ پوشاک جو ساتر بھی ہو اور جس کا استعمال مروج ہو۔

کسوف سورج گہن، چاند گہن کو خسوف کہتے ہیں، لیکن بعض اوقات مجازاً کسوف بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

کشف کسی اَن دیکھی چیز سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے واقف ہو جانا۔

کف ہتھیلی مع انگلیاں۔
—— جن باتوں سے منع کیا گیا ہے، قدرت کے باوجود اپنے آپ کو ان سے روکے رکھنا۔

کفاءت شوہر کا دین واخلاق، خاندان، پیشہ اور مالی اعتبار سے بیوی کے مماثل ہونا۔

کفارہ کسی گناہ کے ازالہ کے لئے شریعت کی طرف سے مقررہ مالی یا غیر مالی سرزنش۔

کفالہ کسی شخص سے جو مطالبہ متعلق ہو، کسی اور شخص کا اس مطالبہ کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کرلینا، کہ اصل شخص نے ادا نہیں کیا، تو وہ اسے ادا کردے، گویا اس ذمہ داری کے مطالبہ کو پورا کرنے میں وہ بھی شریک ہو جاتا ہے، جس کے ذمہ دین ہو، اس کو اصل یا مکفول عنہ کہتے ہیں، جو اس ذمہ داری میں شریک ہوتا ہے، وہ کفیل ہے، جس کا دین باقی ہے، اس کو مکفول لہ کہتے ہیں اور خود دین کو مکفول بہ۔

کفالت بالنفس: کسی فریق کو پیش کرنے کی ذمہ داری قبول کرنا، اس کو کفالت بالأبدان بھی کہتے ہیں۔

کفالت بالتسلیم: مال حوالہ کرنے کی ذمہ داری قبول کرنا۔

کفالت بالدرک: اگر مبیع میں کسی اور کا حق نکل آیا، تو مبیع کی قیمت ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کرنا۔

کفالت (ک کے زبر کے ساتھ) اتنی مقدار جس سے ضرورت پوری ہو جائے، نہ بچے اور نہ گھٹے۔

کفر جو دینی احکام یقین کے درجہ میں ثابت ہوں، ان کا قول کے ذریعہ یا فعل صریح کے ذریعہ انکار، ——

کفر کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں :
کفر جحود : خدا کا یا ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرنا۔
کفر شرک : خدا کی ذات یا اس کی مخصوص صفات میں کسی مخلوق کو شریک وساجھی ٹھہرانا۔
کفر نفاق : دل سے ایمان نہ لانا اور زبان سے ایمان کا اظہار کرنا ـــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے کافر کو منافق کہا جاتا تھا، اور اب اگر کسی شخص کی یہ کیفیت ظاہر ہو جائے تو اسے زندیق کہا جائے گا۔

کفن سفر آخرت کا لباس، جو مُردوں کو پہنایا جاتا ہے۔

کلالہ جس کی وفات اس حال میں ہوئی ہو، جس کی اولاد اور والدین نہیں ہوں۔

کلام وہ فن جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اعتقادات سے بحث کی جاتی ہے۔

کمال وہ شئی یا کیفیت جس کا مفقود ہونا نقص کا موجب ہو۔

کنایۃ وہ لفظ جس کا لغوی معنی تو واضح ہو، لیکن اس کے استعمالی معنی میں ایک سے زیادہ معنوں کا احتمال ہو۔

کنز زمین کے اندر پایا جانے والا دفینہ۔

کہانت مستقبل سے متعلق خبریں بتانا۔

○ ○ ○

لاحق جو ابتداء نماز میں امام کے ساتھ شامل ہوا، لیکن وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے نماز کے درمیانی یا آخری حصہ میں امام کی اقتداء نہیں کر سکا۔

لحد بغلی قبر۔

لحیۃ (ل پر زبر یا زیر) داڑھی، یعنی تھوڑی اور ڈاڑھوں کی ہڈیوں پر اگے ہوئے بال۔

لعان شوہر کی طرف سے اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہونے پر خداوندی سے مربوط قسم اور عورت کی طرف سے شوہر کے سچے ہونے پر غضب الٰہی سے مربوط قسم، یہ مرد کے حق میں تہمت اندازی کی حد اور عورت کے حق میں زنا کی حد ہے، اور یہ عمل اس وقت کرایا جاتا ہے، جب شوہر نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی ہو، لیکن وہ چار عینی گواہان پیش نہیں کر سکے، اور عورت کو اس کا اقرار بھی نہ ہو۔

لعب مزاج کے طور پر کیا جانے والا فعل، یا بطور تفریح، یا کسی درست مقصد سے خالی یا غیر نافع فعل۔

لغو گفتگو میں کسی ساقط الاعتبار لفظ کا بولنا۔
ـــ کسی واقعہ کے بارے میں خلاف واقعہ بات کو صحیح سمجھ کر قسم کھانا۔

لفافہ کفن میں اوپری کپڑا جو پورے بدن کو لپیٹ لیتا ہے، اور سر کے اوپر اور پاؤں کے نیچے باندھ دیا جاتا ہے۔

لقطۃ جو مال زمین پر پایا جائے اور مالک کا پتہ نہ ہو۔

لقیط ایسا نابالغ بچہ جس کے ماں باپ کا پتہ نہ ہو، خواہ گم ہو جانے کی وجہ سے، یا اخراجات کے خوف یا زنا کی تہمت سے بچنے کے لئے بچے کو سر راہ چھوڑ دیا گیا ہو۔

لہو بے فائدہ کام میں لگنا۔

لواطت مرد یا عورت کے ساتھ خلاف فطرت فعل کرنا۔

لوث شبہ کے درجہ کی دلیل۔

لیل غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک کا وقت۔

لیلۃ البراءۃ ۱۴/شعبان کا دن گذر کر آنے والی شب۔

لیلۃ القدر شب قدر، جس کی تاریخ یقینی طور پر معلوم نہیں۔

○ ○ ○

ماءآجن — دیر تک رکے رہنے کی وجہ سے کسی چیز کے ملے بغیر ہی جس پانی میں تغیر آگیا ہو۔

ماءدوائم — ٹھہرا ہوا پانی۔

ماءطاہر غیر مطہر

جو خود پاک ہو، لیکن پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہو۔

ماءمطہر — جو پاک بھی ہو اور پاک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔

ماءمکروہ — جو پاک ہو اور پاک کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، لیکن اس کے استعمال میں کراہت ہو۔

ماءمطلق — جو پانی اپنی اصل خلقت پر باقی ہو، نہ اس میں کوئی ناپاک چیز ملی ہو، اور نہ کوئی پاک چیز مل کر غالب آگئی ہو۔

ماءجاری — جس پانی میں ایسا بہاؤ ہو کہ ایک ہی جگہ پر ایک پانی کو دوبارہ استعمال نہ کیا جاسکے اور گہرائی اتنی ہو کہ دونوں ہاتھوں سے پانی لیا جائے تو زمین کھلنے نہ پائے۔

ماءکثیر — پانی کی اتنی مقدار جسے لوگ کثیر مقدار خیال کرتے ہوں۔

ماءمستعمل — جو پانی وضو وغسل کے لئے استعمال کیا گیا ہو، خواہ وضو وغسل واجب رہا ہو، یا واجب نہ ہو اور ثواب حاصل کرنا مقصود ہو۔

ماءنجس — جو پانی نجاست کے ملنے کی وجہ سے ناپاک ہو گیا ہو۔

مائع — بہنے والی اشیاء، خواہ پانی ہو یا کوئی اور چیز۔

ماجن — فاسق، جس کو اپنے قول وفعل کے سلسلہ میں جائز و ناجائز کی پرواہ نہ ہو۔

ماذون — وہ غلام یا نابالغ جسے تجارت کرنے کی اجازت دی گئی ہو۔

مارن — ناک کا نرم حصہ۔

ماعون — وہ استعمالی اشیاء جو ایک دوسرے کو دی جاتی ہیں۔

مال — وہ شی جس کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہو، اور اس کی خرید وفروخت کی جاتی ہو، خواہ ایک جگہ سے دوسری جگہ قابل انتقال ہو یا نہ ہو۔

مال متقوم — وہ مال جس سے شرعاً نفع اٹھانا جائز ہے۔

مال نامی — جس مال میں توالد و تناسل یا تجارت کے ذریعہ افزائش ہوتی رہتی ہے۔

مانع — وہ وصف جس کی وجہ سے علت کے پائے جانے کے باوجود حکم ثابت نہیں ہو پاتا، جیسے وارث نے مورث کو قتل کر دیا، تو یہ حق میراث میں مانع ہو جائے گا۔

مؤلفۃ القلوب

نومسلموں کو اسلام پر ثابت قدم رکھنے، غیر مسلموں کو اسلام کی طرف مائل کرنے، یا اسلام اور مسلمانوں کو ان کے شر سے بچانے یا مسلمانوں کو وصولی زکوٰۃ کے سلسلہ میں تعاون کے طور پر ابتداء اسلام میں زکوٰۃ کی رقم بھی دی جاتی تھی، —— ان ہی حضرات کو مؤلفۃ القلوب کہتے ہیں۔

مؤول — وہ لفظ مشترک جس کے مختلف معنوں میں سے کسی ایک معنی کو غالب گمان کی بنیاد پر ترجیح دی گئی ہو۔

مباح — شارع تعالیٰ نے جس فعل کے کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دیا ہو۔

مبارات — بیوی شوہر سے اسی طرح طلاق حاصل کرے کہ دونوں ایک دوسرے کے جملہ حقوق سے بری الذمہ ہوں گے۔

مباشرت — کسی فعل کو بلا واسطہ انجام دینا —— بالواسطہ کسی فعل

کے انجام دینے کو تسبب کہتے ہیں۔

مباشرت فاحشہ: بے لباس حالت میں مرد وعورت کا ایک دوسرے سے اتصال اور دخول کے بغیر اعضاء تناسل کا ایک دوسرے سے مساس۔

مباہلہ ایک دوسرے پر اس طرح لعنت بھیجنا کہ اگر میں حق اور فریق مخالف باطل پر نہ ہو تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔

مبتوتہ وہ عورت جو فسخ نکاح یا طلاق کی وجہ سے بائنہ ہوگئی ہو۔

مبرسم سرسام کا مریض۔

مبطون جس کی موت پیٹ کی بیماری میں واقع ہوئی ہو۔

مبین جس کی مراد واضح ہو، یہ اصطلاح مجمل کے مقابلہ میں استعمال ہوتی ہے۔

متارکہ عقد نکاح میں فساد یا بعد میں پیدا ہونے والی حرمت کی وجہ سے دخول کے بعد یا اس سے پہلے مرد وعورت کا ایک دوسرے سے ترک تعلق کر لینا، —— بعض فقہاء کے نزدیک صرف عملی طور پر ترک تعلق کافی نہیں، بلکہ زبان سے بھی اس کا اظہار ضروری ہے۔

متحیرہ وہ عورت جس کی حیض کے سلسلہ میں کوئی مستقل عادت نہ ہو۔

متردیۃ وہ جانور جو اونچی جگہ سے گرنے یا کسی اور سبب سے چوٹ کھانے کے باعث مر گیا ہو۔

متشابہ وہ لفظ جس کی مراد اس کے معنی یا اس کی کیفیت کے اعتبار سے اتنی پوشیدہ کہ اس کی مراد سے واقف نہیں ہوسکتا، جیسے حروف مقطعات، یا اللہ تعالیٰ کی بعض صفات۔

متعہ وہ تحفہ جو طلاق دینے والا شوہر اپنی بیوی کو دیتا ہے، اگر اس کا مہر متعین نہیں ہوا تھا اور دخول کی نوبت بھی نہیں آئی تو یہ واجب ہے، اور دوسری مطلقہ عورتوں کے لئے مستحب۔

متن حدیث کا اصل مضمون، جہاں سند ختم ہوتی ہے۔
— فقہاء کے یہاں ان کتابوں کو متون کہا جاتا ہے، جن میں زیادہ تر راجح اقوال کو مصنف نے اپنے گمان کے مطابق نقل کرنے کا اہتمام کیا ہو، اور جو کسی اور کتاب کی شرح یا تعلیق نہ ہو۔

متنمصہ جو عورت چہرہ سے بال اکھڑوائے۔

متواتر وہ حدیث جس کو نقل کرنے والے ہر دور میں اتنی بڑی تعداد میں رہے ہوں، کہ عادتاً ان کا جھوٹ پر متفق ہونا ناقابل یقین ہو۔

متقادم قدیم شی، جس پر کافی وقت گذر چکے ہوں، تقادم کی وجہ سے بعض فقہاء کے نزدیک حد ساقط ہو جاتی ہے، شراب نوشی میں منہ سے شراب کی بدبو دور ہو جائے تو تقادم تحقق ہو جائے گا، زنا، چوری، تہمت اندازی کے جرائم میں ایک ماہ گذر جائے، تو تقادم ثابت ہو جائے گا، اسی وقت دعویٰ کیا ہو دعویٰ کے لئے کوئی معقول سبب موجود نہ ہو۔

متقدمین، متاخرین
تقدم اور تاخر یعنی پہلے ہونا اور بعد میں ہونا ایک نسبتی چیز ہے، لیکن عام طور پر تیسری صدی ہجری کے ختم پر کی کوششوں اور بعد کے لوگوں کو متاخرین میں شمار کرتے ہیں۔

متولی جو شخص وقف کا نگراں اور اس کا متولی ہو۔

مثقال بیس قیراط۔

مثلث انگور کا شیرہ جسے اس طرح پکایا گیا ہو کہ دو تہائی جل گیا

ہو اور ایک ہی تہائی باقی ہو۔

مثلی وہ اشیاء جن کی مقدار تول کر پیمانہ یا گز وغیرہ سے ناپ کر متعین کی جاتی ہو، یا گن ہی کر متعین کی جاتی ہو، لیکن اس کے مختلف افراد میں قابل لحاظ تفاوت نہیں پایا جاتا ہو۔

مجاز لفظ کو اپنے اصل معنی کے بجائے کسی اور معنی میں ان دونوں کے درمیان مناسبت کی وجہ سے استعمال کرنا۔

مجبوب وہ مرد جس کا پورا عضو تناسل یا اس کا کچھ حصہ کاٹ دیا گیا ہو۔

مجتہد وہ شخص جس میں اجتہاد کی صلاحیت ہو۔

مجتہد فیہ وہ مسائل جو قیاس پر مبنی ہوں، یا جن کے بارے میں نصوص متعارض ہوں، یا نص میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال ہو، یا اس کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہو۔

مجثمہ جس جانور کو باندھ کر رکھا جائے، اس پر تیر پھینکا جائے، —— زیادہ تر یہ لفظ باندھے ہوئے پرندوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

مجلس وہ مقام جہاں دو فریق کے درمیان کوئی معاملہ طئے پائے۔

مجمل وہ لفظ جس میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال ہو، اور کسی ایک معنی کو ترجیح دینے کی دلیل موجود نہ ہو، چنانچہ جب تک خود بولنے والے کی طرف سے وضاحت نہ ہو، اس کی مراد سمجھ میں نہ آئے۔

مجنون جس کا دماغی توازن متاثر ہو، —— فقہاء نے مختلف کیفیتوں کے ذریعہ مجنون کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن ان کی حیثیت علامات کی ہے، آج کل میڈیکل ٹسٹ کے ذریعہ جنون کی کیفیت کو جانا جا سکتا ہے۔

مجوس آتش پرست، —— سورج، چاند اور ستاروں کے پرستار کو بھی مجوس کہتے ہیں۔

محاذات مقابل میں ہونا، —— فقہ حنفی میں محاذات سے مراد عورت کا مرد کی صف میں اس طرح کھڑا ہو جانا ہے، کہ دونوں کے درمیان کوئی فصل نہیں رہے، اور امام نے عورتوں کی اقتداء کی نیت بھی کر لی ہو۔

محارب راہزن، خواہ اس کا ارادہ قتل کا ہو، یا مال لوٹنے کا یا کسی اور طرح ایذاء اور ضرر پہنچانے کا۔

محاقلہ زمین میں لگی ہوئی کھیتی کو اسی جنس کی لگی ہوئی پیدوار سے فروخت کرنا۔

محال ایسی چیز جس کا واقع ہونا قابل تصور ہو، جیسے ایک ہی چیز کا سفید بھی ہونا اور سیاہ بھی۔

محرز (م پر پیش ر پر زبر) وہ مال جس کو دوسرے کی دست برد سے بچا کر رکھنے کی کوشش کی گئی ہو، خواہ گھر میں رکھ کر ہو، یا کسی اور طریقہ پر محفوظ کر کے۔

محرم ہجری سن کا پہلا مہینہ۔
—— وہ فعل یا شئی جسے حرام قرار دیا گیا ہو۔

محسر منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان کی وادی۔

محصر جو شخص احرام باندھنے کے بعد کسی مانع جیسے دشمن، بیماری یا روک دیئے جانے کی وجہ سے حج یا عمرہ سے قاصر رہ جائے۔

محصب منیٰ اور مکہ کے درمیان کی وادی۔

محصن (ص پر زبر اور زیر دونوں کی گنجائش ہے) وہ آزاد عاقل بالغ مرد یا عورت جو نکاح صحیح کی بنیاد پر ہم

بستری کر چکا ہو۔

محظور وہ فعل جس سے شریعت نے پوری طرح منع کر دیا ہو۔

محکم وہ نص جو معنی کے اعتبار سے واضح ہو اور اس میں تخصیص، تعیین اور نسخ کا احتمال نہیں ہو۔

محکوم علیہ جس سے شریعت کا خطاب متعلق ہو، یعنی مکلف۔

محکوم فیہ: جس چیز کے بارے میں شریعت کا کوئی حکم ہو، یعنی مکلف کا فعل۔

محلل وہ شخص جو تین طلاق یافتہ عورت سے اس لئے نکاح کرے کہ وہ اسے پہلے شوہر کے لئے حلال کر دے گا۔

مخابرہ بٹائی پر کھیتی دینا، اس کی مختلف صورتیں ہیں، بعض صورتیں جائز ہیں اور بعض ناجائز۔

مخافتہ پست آواز میں کسی عبارت کو ادا کرنا، گویا یہ پڑھنے اور بولنے کا کم سے کم ذریعہ ہے، —— زبان کی کس درجہ کی حرکت پر قراءت اور تکلم کا اطلاق صحیح طور سے جاری ہو جائیں، خواہ اس سے آواز پیدا ہو یا نہ ہو، یہ رائے امام کرخی اور ابوبکر بلخی کی ہے، دوسری رائے یہ ہے کہ خود وہ اپنی آواز کو سن لے، یہ قول علامہ ہندوانی اور فضلی کا ہے، قاضی خاں اور علامہ حلوانی نے اسی کو ترجیح دیا ہے۔

مخصوص وہ چیز جسے نص کے عمومی حکم سے الگ رکھا گیا ہو۔

مخصوص منہ

وہ نص جو اپنے مضمون کے اعتبار سے عام ہو، لیکن اس سے بعض افراد کو مستثنیٰ کر لیا گیا ہو۔

مخمصہ ہلاکت خیز فاقہ۔

مخنث جو گفتگو اور چال ڈھال میں عورتوں کی طرح کا طرز بہ تکلف اختیار کرتا ہو، —— خنثیٰ یعنی جس کو خلقی طور پر مردانہ اور زنانہ صنفی اعضاء ہو، اس کو مخنث بھی کہتے ہیں۔

مداراۃ دین میں مداہنت کے بغیر حسن سلوک اور خوش اخلاقی کا برتاؤ کرنا، —— یہ ''درأ'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی دفع کرنے کے ہیں خوش اخلاقی چوں کہ اس شخص کے ضرر کو دور کرنے کی باعث ہوتی ہے، اور نقصان سے بچاتی ہے، اس لئے اسے مدارات سے تعبیر کیا گیا۔

مداہنت اہل باطل کو خوش کرنے کے لئے احکام دین میں نرمی برتنا۔

مدبر وہ غلام جسے کہہ دیا گیا ہو کہ تم موت کے بعد آزاد ہو۔

مدح کسی کی غیر اختیاری خوبی پر اس کی تعریف کرنا۔

مدعی، مدعا علیہ

مدعی وہ ہے کہ اگر وہ مقدمہ کی پیروی سے رک جائے تو اسے پیروی پر مجبور نہیں کیا جائے، مدعا علیہ وہ ہے کہ اگر وہ یکطرفہ مقدمہ کی پیروی سے رکنا چاہے، تو اسے اس کی اجازت نہیں دی جائے گی، بلکہ پیروی پر مجبور کیا جائے، —— مدعی اور مدعا علیہ کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، زیادہ تر لوگوں نے یہی تعریف کی ہے۔

مدرک (م پر پیش اور ر پر زیر) مقتدی جو شروع سے اخیر تک امام کے ساتھ نماز میں شریک رہا ہو۔

مدینہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک شہر زاد اللہ فی شرفہا، اس کا نام طابہ اور طیبہ بھی ہے۔
—— بڑا شہر۔

مذہب لغوی معنی جانے کے راستے کے ہیں، اصطلاح میں اس طریقہ کو کہتے ہیں، جسے کوئی شخص اختیار کرے، یا

عقیدہ میں ہو یا عمل میں۔

مذی (م پر زبر د پر زیر) وہ سفید چکنائی والا سیال مادہ جو مرد وعورت کے ایک دوسرے سے بوس وکنار کے وقت یا کسی بھی موقع سے شہوت کے ساتھ خارج ہو۔

مرابحہ ربح سے ماخوذ ہے، جس کے معنی نفع کے ہیں، کسی سامان کو پچھلی قیمت میں اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا اور خریدار پر اس کو واضح کر دینا۔

مراہق قریب البلوغ لڑکا یا لڑکی، البتہ عربی قواعد کے اعتبار سے لڑکی کے لئے مراہقہ کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔

مرأہ بالغ خاتون۔

مرتد اسلام میں داخل ہونے کے بعد کفر کو اختیار کر لینا۔

مرسل وہ حدیث جس کی سند سے صحابی کا نام حذف کر دیا گیا ہو۔

مرض جسم کو پیش آنے والی وہ کیفیت جو اعتدال کو ختم کر دے۔

مروۃ جو فعل شرعاً جائز ہو، لیکن سماج میں بہتر نہ سمجھا جاتا ہو، اس سے اجتناب کرنا۔

مزابنہ درخت پر لگے ہوئے پھل کو اسی جنس کے ٹوٹے ہوئے پھل کے ذریعہ فروخت کرنا۔

مزاح ایسی خوش طبعی جو مخاطب کی ایذاء اور تحقیر کا باعث نہ ہو، اگر وہ مخاطب کے لئے تکلیف کا باعث ہو، یا اس سے اس کی تحقیر ہوتی ہو تو اسے استہزاء کہتے ہیں۔

مزارعہ زمین بٹائی پر دینا۔

مزایدۃ ڈاک کے ذریعہ خرید وفروخت کرنا۔

مزدلفہ منیٰ اور عرفات کے درمیان کی مشہور جگہ۔

مسابقہ سبق سے ماخوذ ہے، مقابلہ میں حصہ لینا، مقابلہ میں کامیاب ہونے والے کو جو انعام دیا جاتا ہے، اس کو سبق کہا جاتا ہے۔

مساقاۃ سقی سے ماخوذ ہے، جس کے معنی سیراب کرنے کے ہیں، اصطلاح میں درخت کو بٹائی پر دینے کو کہتے ہیں، یعنی کسی شخص کو درخت یا باغ حوالہ کرنا تا کہ وہ اس کو سیراب اور اس کی دیکھ ریکھ کرے اور اس کے بدلے باغ کی پیداوار میں سے مقررہ تناسب کے مطابق نفع حاصل کرے۔

مسکین وہ شخص جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، جس کے پاس کچھ مال ہو، لیکن اتنا نہ ہو جس سے زکوٰۃ کا لینا حرام ہو جاتا ہے، تو وہ فقیر کہلائے گا، بعض حضرات نے فقیر اور مسکین کی تعریف اس کے برعکس کی ہے۔

مسلک مسالک مسلک کے معنی راستہ کے ہیں، اُصول فقہ میں ایک اصطلاح علت کی آتی ہے، اس سے مراد وہ طریقے ہیں، جن سے یہ بات جانی جاسکے کہ فلاں خاص وصف حکم کی علت ہے۔

مساویۃ خریدار اور بیچنے والے کا ایک دوسرے سے بھاؤ طئے کرنا۔

مسبحہ انگشت شہادت جو انگوٹھے سے متصل ہوتی ہے۔

مسبوق وہ مقتدی جس کی امام کے ساتھ ابتدائی رکعتیں چھوٹ گئی ہوں۔

مستحاضہ وہ عورت جس کی شرمگاہ سے خون آرہا ہو، اور یہ خون نہ حیض کا ہو اور نہ نفاس کا۔

مستحب وہ عمل جس کی شریعت میں ترغیب دی گئی ہو، لیکن اسے ضروری نہیں قرار دیا گیا ہو، نیز کرنے والے کو ثواب ہو اور نہ کرنے والا گناہ یا عتاب کا مستحق نہ ہو۔

مستعمل (پانی) —— وہ پانی جسے وضوء یا غسل میں استعمال

کیا گیا ہو، خواہ اس لئے کہ اسے وضوء یا غسل کی ضرورت ہو، یا اس لئے کہ اس نے نیت اجر وثواب وضوء یا غسل کیا ہو۔

مستفتی وہ شخص جو حکم شرعی دریافت کرے۔

مستفیض ایسی خبر جسے بہت سے لوگوں نے نقل کیا ہو کہ بظاہر ان سب کا جھوٹ بولنا یا غلطی کرنا ناقابل تصور ہو۔

مستوصلہ جو عورت اپنے سر میں دوسرے انسانوں کے بال لگوائے۔

مسجد وہ جگہ جسے نماز پڑھنے کے لئے وقف کر دیا گیا ہو۔
مسجد اُقصیٰ: بیت المقدس میں موجود مسجد، اُقصیٰ کے معنی دور کے ہیں، چوں کہ یہ مسجد مکہ مکرمہ سے دور ہے، اس لئے اسے مسجد اقصیٰ کہتے ہیں۔
مسجد حرام: کعبۃ اللہ کے گرد مسجد۔
مسجد نبوی: مدینہ منورہ کی وہ مسجد جسے آپ ﷺ نے تعمیر کیا تھا، اور مسجد کے احاطہ میں جو اضافہ ہوا وہ بھی مسجد نبوی ہی کے حکم میں ہے۔

مسح تر ہاتھ کا کسی عضو پر پھیرنا۔

مس ایک شی کے ظاہر کا دوسری شی کے ظاہر سے ملنا —— اسی لئے یہ لفظ بطور کنایہ مرد وعورت کے جنسی اتصال اور اس کے دواعی کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔

مسکر نشہ خوار، خواہ کسی وجہ سے نشہ پیدا ہوا ہو۔

مسند وہ حدیث جس کی سند شروع سے اخیر تک متصل ہو اور کہیں سند میں کوئی واسطہ حذف نہ ہو، بعض دفعہ خاص طور پر مرفوع متصل یعنی ایسی حدیثوں کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ سند صحیح ثابت ہو۔
— حدیث کی ایسی کتابوں کو بھی مسند کہتے ہیں جس میں راویوں کی ترتیب سے حدیثیں نقل کی گئی ہوں۔

مشترک وہ لفظ جو ایک سے زیادہ معنوں کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

مشروع وہ فعل جس کا شریعت میں ثبوت ہو، البتہ نہ اس کا حکم دیا گیا ہو، نہ اس سے منع کیا گیا ہو۔

مشعر حرام مزدلفہ کی ایک خاص جگہ، لیکن پورے مزدلفہ کو بھی کہتے ہیں۔

مشکل جس کا لغوی معنی تو ظاہر ہو، لیکن مرادی معنی مشتبہ ہو، اور غور وفکر سے معلوم ہوسکتا ہو۔

مشہور جو روایت ابتدائی دور میں یعنی صحابہ اور تابعین تک خبر واحد رہی ہو اور تابعین کے بعد تواتر کے درجہ میں آگئی ہو، یہ اصطلاح اُصولیین احناف کی ہے۔
— محدثین کی اصطلاح میں وہ روایت ہے جس کی سند میں کسی بھی مرحلہ میں تین سے کم راوی نہیں ہوں۔

مصادرۃ سلطان یا سرکاری ذمہ دار کا ظلماً کسی شخص کا مال لے لینا۔

مصافحۃ ہاتھ سے ہاتھ ملانا۔

مصلحت مرسلہ
وہ مصلحت کہ شریعت میں نہ اس کے معتبر ہونے کی صراحت ہو، اور نہ اس کے غیر معتبر ہونے کی۔

مصاہرۃ سسرالی رشتہ قائم ہونا —— اس سے حرمت مصاہرت ہے، یعنی کسی عورت کے ساتھ ایسا فعل کر گذرنا جو اپنی بیوی کے ساتھ ہی کیا جاسکتا ہو۔

مصر ایسی آبادی کہ اگر اس کے تمام لوگ وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں اکٹھا ہو جائیں، تو مسجد ناکافی ہو جائے۔

مصر جامع بڑا شہر، جس میں عدالت ہو، سزائیں جاری کی جاتی

، ہوں مثلاً وہاں جیل ہو۔

مصراۃ وہ جانور جس کا دودھ چند دنوں دوہے نہ جائیں، تا کہ اس کے تھن میں زیادہ دودھ جمع ہو جائیں۔

مصلحت وہ فعل جس میں دینی اور اخروی یا دنیوی فائدہ ہو۔

مصلی نماز پڑھنے والا۔
— مقابلہ میں دوسرے نمبر پر آنے والا شخص۔

مضاربۃ ایسا معاملہ کہ ایک شخص دوسرے کو تجارت کے لئے اپنا سرمایہ دے، اس شرط پر کہ تجارت کا نفع دونوں میں مقررہ تناسب کے مطابق تقسیم ہو جائے گا۔

مضامین بعض فقہاء نے اس کی تشریح نر کے صلب میں پائے جانے والے مادہ تولید سے کیا ہے، جو آئندہ ذی روح کی صورت اختیار کرسکتا ہے، اور بعض لوگوں نے مادہ کے پیٹ میں پائے جانے والے حمل سے۔

مضبب وہ لوہا یا کوئی اور شئی جس پر چاندی کا غلاف چڑھا دیا گیا ہو۔

مضمضہ کلی کرنا، منھ میں پانی کو حرکت دینا۔

مطعون جس کی موت پلیگ کی بیماری میں ہوئی ہو۔

مطل ٹال مٹول سے کام لینا۔

مطلق جو ایک غیر معین پر دلالت کرے۔

معانقہ گلے ملنا۔

معاہدہ دوطرفہ وعدہ۔

معاوضہ دو شخص کا ایک دوسرے سے عوض مالی کے تبادلہ پر معاملہ طئے کرنا۔

معاومہ ایک سال سے زیادہ کے لئے باغ یا درخت کا پھل فروخت کر دینا۔

معجزہ خارق عادت امر جو نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو۔

معدن کان، وہ سونا یا چاندی وغیرہ جو خلقی طور پر زمین پر پایا جاتا ہو۔

معدول اُصول فقہ کی اصطلاح میں خلاف قیاس امر کو کہتے ہیں۔

معرفت کسی شئی کا واقعہ کے مطابق علم۔

معصوم جو شرعاً ناقابل تعدی ہو، جان بھی معصوم ہوتی ہے اور مال بھی۔
— جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ملکہ دیا ہو کہ وہ گناہ پر قدرت کے باوجود گناہ سے اپنے آپ کو بچائے رہے، یہ صرف انبیاء کرام کی شان ہے، کہ وہ گناہ سے محفوظ رہتے ہیں۔

معصیت قصداً کسی حکم کے خلاف عمل کرنا۔

مغارسۃ کسی شخص کو افتادہ زمین دینا کہ وہ اس میں درخت لگائے اور ایک مدت تک اس کی پیداوار میں مقررہ تناسب کے مطابق دونوں کا حصہ ہو۔

مفاوضہ دیکھئے: شرکت۔

مفرد وہ کلمہ جس کا جزو اس کے معنی کے جزء پر دلالت نہیں کرے۔

مفسر ایسا کلام جس کی مراد اس قدر واضح ہو کہ اس میں تخصیص یا تاویل کا احتمال نہ ہو۔

مفصل سورہ حجرات سے لے کر اخیر تک کی صورتیں، مفصلات کہلاتی ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں :
طوال مفصل : سورہ حجرات سے سورہ بروج تک
اوساط مفصل: سورۂ بروج کے بعد سے سورۂ بینہ تک۔
قصار مفصل: سورۂ بینہ کے بعد سے آخر قرآن تک۔
مفصلات کی تحدید میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے بھی ہے، حنفیہ کے قول راجح کے مطابق یہاں

نقل کیا گیا ہے،—— ان کو مفصلات اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سورتیں چھوٹی ہیں، اور ان کے درمیان جلد فاصلے آتے ہیں۔

مفقود جو شخص غائب ہو، یا دشمن نے اسے قید کر لیا ہو اور معلوم نہیں ہو کہ وہ زندہ ہے، یا مر گیا، اور اگر زندہ ہے تو کہاں۔

مفلّس وہ شخص جس کے مفلس ہونے کا قاضی نے فیصلہ کر دیا ہو، کیوں کہ اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اس کی ضرورت اور واجبات کو پورا کرتا ہو۔

مفہوم کلام میں وہ بات موجود نہ ہو، لیکن کلام اس پر دلالت کرتا ہو، اگر کلام کی دلالت دوسرے کسی حکم کے ہونے پر ہو، تو اسے مفہوم موافق کہتے ہیں، جیسے ماں باپ کو اُف کہنے سے منع کیا گیا ہے، یہ اس بات پر دلیل ہے کہ ماں باپ پر ہاتھ اٹھانا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا، اور اگر کسی کلام سے اس کا برعکس حکم مستنبط کیا جائے تو یہ مفہوم مخالف ہے، جیسے نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا، اس سے یہ بات اخذ کی جائے کہ اگر نماز میں گفتگو کی گئی تو فاسد ہو جائے گی، یہ مفہوم مخالف ہے۔

مفوضہ (و پر زبر) وہ عورت جو بغیر مہر کے نکاح پر آمادہ ہو، بعض لوگوں نے اسے "وْ" کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے، اور اس سے وہ عورت مراد لی ہے، جو اپنے مہر کا معاملہ اپنے ولی کے حوالہ کر دے۔

مقاصہ دو اشخاص کا ایک دوسرے پر کچھ مطالبہ ہو، اور وہ دونوں اپنی ذمہ داری کے بدلے اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو جائیں۔

مقایضہ سامان کی سامان کے بدلہ خرید و فروخت۔

مقتضیٰ جو لفظوں میں مذکور نہ ہو، لیکن ضرورتاً اس لفظ کو مقدر مانا جائے، اگر یہ ضرورت لغوی ہو تو جو زیادہ تر اسے محذوف کہتے ہیں، اور بتقاضۂ شرع ہو، تو زیادہ تر مقتضیٰ۔

مقید جو کسی فرد یا افراد پر قید کے ساتھ دلالت کرے۔

مکاتب جس غلام کو اس کے مالک نے سہولت دی ہو کہ وہ ایک متعینہ رقم ادا کر کے آزاد ہو جائے۔

مکافاۃ کسی احسان کا اسی قدر حسن سلوک، یا اس سے زیادہ یا کم سے بدلہ دینا۔

مکروہ فی الجملہ جس کے چھوڑنے کا حکم ہو، اگر قوت کے ساتھ منع نہیں کیا گیا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے، اور قوت کے ساتھ منع کیا گیا ہو، لیکن اس بات کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو تو وہ مکروہ تحریمی ہے۔

مکس وہ ٹیکس جو تاجروں سے ناکوں پر لیا جاتا ہے۔

مکلف عاقل و بالغ شخص، جس تک خطاب شرعی پہنچ چکا ہو، یا نہیں پہنچا ہو، لیکن وہ اسے حاصل کر سکتا تھا۔

کلیال پیمانہ جس میں رکھ کر کوئی چیز ناپی جائے۔

ملاعنہ میاں بیوی کے درمیان لعان ہونا۔

ملامسہ (دیکھئے: بیع)

ملائم اس اصطلاح کا تعلق قیاس سے ہے، یعنی وہ وصف جس کا نوع حکم کی نوع میں اور جس کی جنس حکم کی جنس میں مؤثر ہو۔

ملتزم باب کعبہ سے حجر اسود تک کا حصہ۔

ملک حکم شرعی کی بنیاد پر کسی شخص کو کسی چیز میں تصرف کا جائز اختیار حاصل ہونا۔

— ملک تام: کسی شی پر ملکیت بھی حاصل ہو اور وہ اس میں ہر طرح کا تصرف کرنے کے موقف میں بھی ہو، اور یہ عام طور پر اس وقت بھی ہوتا ہے، جب اس شی پر اس کا حسی یا معنوی قبضہ ہوتا ہے۔

— ملک ناقص: کسی شی پر کامل تصرف کرنے کے موقف میں نہ ہو۔

منابذۃ (دیکھئے: بیع)

مناسب یہ اصطلاح قیاس سے متعلق ہے، یعنی وہ وصف جو نص میں پائے جانے والے حکم سے ہم آہنگ ہو۔

مناسب مؤثر: وہ وصف جس کے حکم میں مؤثر ہونے کی صراحت نص یا اجماع میں کی گئی ہو، جیسے بلی کے جوٹھے کے ناپاک نہ ہونے کی علت حدیث میں طواف یعنی اس کی بار بار آمد و رفت کو بتایا گیا ہے۔

مناسب ملایم: وہ وصف جس کے علت ہونے کی صراحت نہ ہو، لیکن وہ شارع کے مزاج و مذاق کے اعتبار سے علت بن سکتا ہو۔

مناسخہ میراث کی تقسیم نہ ہوئی ہو اور اصل ورثہ کی موت ہو جائے اور بعد میں آنے والے ورثہ میں تقسیم میراث کی نوبت ہو۔

مناسک نسک (س پر زبر اور زیر) کی جمع ہے، افعال حج کے مقامات کو کہتے ہیں اور خود افعال حج کو بھی۔

مناظرہ نظیر یا نظر سے ماخوذ ہے، —— اصطلاح میں کسی شی میں پائے جانے والے دو پہلو کے بارے میں غور کرنا کہ کون سا پہلو قرین صواب ہے۔

مناقضہ یہ نقض سے ماخوذ ہے، نقض کے معنی توڑنے کے ہیں، گویا فریق مخالف کی دلیل کو توڑنا مناقضہ ہے، اصطلاح میں مناقضہ سے مراد فریق مخالف کی دلیل کے مقدمہ کو توڑنے کو کہتے ہیں، —— اصل میں یہ اصطلاح فن مناظرہ کی ہے، لیکن مناظرہ کی بعض اصطلاحات اُصول فقہ میں بھی لے لی گئی ہیں، ان ہی میں سے یہ بھی ہے۔

منتہب چھین لینے والا، اسی سے قریبی ایک اور اصطلاح مختلس کی ہے، مختلس کے معنی اچک لینے والے کے ہیں، دونوں ہی مالک کے دیکھتے ہوئے سامان لے لیتے ہیں، لیکن فرق یہ ہے کہ منتہب زبردستی لے لیتا ہے، اور مختلس مال لے کر بھاگ نکلتا ہے۔

منیحہ منیحہ اور منحہ کے اصل معنی تو عطیہ کے ہیں، لیکن عرف میں عطیہ کی ایک خاص شکل کو کہتے ہیں، کسی کو کوئی شی حوالہ کی جائے کہ وہ اس سے پیدا ہونے والی چیز سے فائدہ اٹھالے، جیسے درخت دیا جائے کہ وہ اس کے پھل سے فائدہ اٹھائے، جانور دیا جائے کہ وہ اس کے دودھ سے نفع اندوز ہو، کو منیحہ کہتے ہیں۔

منخنقہ وہ جانور جس کی موت گلا گھونٹ دینے کی وجہ سے ہوئی ہو۔

مندوب وہ فعل جس کا لازم قرار دیئے بغیر شریعت نے مطالبہ کیا ہو، اس لئے اس کا تارک قابل مذمت نہیں ہوتا۔

منسوخ وہ حکم جو پہلے تھا اور بعد کو باقی نہیں رہا، جیسے پہلے وارث کے لئے وصیت جائز تھی، بعد میں وارث کے لئے وصیت کی گنجائش نہیں رہی۔

منصف شیرۂ انگور جس کو اتنا پکایا جائے کہ نصف باقی رہ جائے۔

منطوق جو بات کلام کے الفاظ سے ثابت ہو، جیسے: فلا تقل لھما اف (الاسراء:۲۳) اُف کہنے کی ممانعت اس کلام کا

منطوق ہے۔

منفعت کسی شئی سے جو فائدہ حاصل ہوتا ہے، اور جس کا ٹھوس مادی وجود نہیں ہوتا، اس کو منفعت کہتے ہیں، جیسے مکان میں سکونت، کسی چیز سے دیکھنا، کسی چیز سے سننا وغیرہ۔

منقول وہ شئی جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جاسکتی ہو۔

منی مرد کے جسم سے نکلنے والا سفید اور گاڑھا مادہ جو شہوت کے وقت خارج ہوتا ہے، اس کے خروج سے لذت حاصل ہوتی ہے، اور اس کے بعد فتور کا احساس ہوتا ہے، عورت سے نکلنے والا منی کسی قدر زرد اور کم گاڑھا ہوتا ہے۔

مہایاۃ کسی چیز سے باری باری نفع اٹھانا —— جن اشیاء میں دو آدمی شریک ہوں اور ان کی قطعی تقسیم ممکن نہ ہو، ان میں مہایاۃ سے کام لیا جاتا ہے۔

مہر نکاح یا وطی بالشبہ کی بناء پر عورت کی عصمت کے احترام کے طور پر دیا جانے والا مال، —— اسی کو صداق بھی کہتے ہیں۔

مہر مثل: عورت کے دادیہالی خاندان کی عورتوں میں عام طور پر باندھا جانے والا مہر، جو اس عورت کے معیار کی دوسری خواتین کا مقرر کیا جاتا ہے۔

موات افتادہ سرکاری اراضی، جس میں کھیتی نہ کی جاتی ہو۔

موادعہ ایک قوم کا دوسری قوم سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرنا۔

مواساۃ غم گساری کرنا، یعنی دوسرے کو نفع پہنچانے یا نقصان سے بچانے میں وہی سلوک کرنا جو خود اپنے ساتھ کیا کرتا ہے، —— عام طور پر مالی حسن سلوک کے لئے مواساۃ کا لفظ بولا جاتا ہے۔

موالاۃ کسی عمل کو مسلسل اور بلا وقفہ کرنا، —— عام طور پر وضو میں یہ اصطلاح استعمال ہوتی ہے، موالاۃ ایک اور اصطلاح بھی ہے، اس کے لئے دیکھئے: ''ولاء اور مولی''۔

موانع ارث

وہ باتیں جو وارث بننے میں مانع ہیں، یہ کل پانچ ہیں: غلامی: مورث کا قتل، خواہ اس کی وجہ سے قصاص واجب ہو یا کفارہ اختلاف دین، یعنی مورث اور وارث میں سے ایک کا مسلمان اور دوسرے کا کافر ہونا، اختلاف دار، یعنی مورث اور وارث میں سے ایک کا دارالاسلام میں اور دوسرے کا دارالحرب میں ہونا، —— ایک ساتھ کسی حادثہ میں مورث کی بھی موت واقع ہوئی اور ورثہ کی بھی، اور یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے مورث کی موت واقع ہوئی ہے کہ وارث کی، عام طور پر اچانک مکان منہدم ہوجانے، آگ لگ جانے، یا ڈوب جانے کی صورت میں اس کی نوبت آتی ہے۔

موت روح کا جسم کو داغ فراق دینا، —— فقہاء نے تجربہ کی روشنی میں موت کی علامات کا ذکر کیا ہے۔

مؤتم نماز میں اقتدا کرنے والا شخص۔

موجب (ج پر زیر) ایجاب کرنے والا۔

موضحہ وہ زخم جو سر یا چہرہ کی ہڈی تک پہنچ جائے، —— لغوی معنی ایسے زخم کے ہیں، جو ہڈی کی سفیدی کو ظاہر کردے۔

موقوذۃ وہ جانور جس کی موت چوٹ کی وجہ سے ہوئی ہو۔

موقوف وہ معاملہ جو اپنی اصل اور مطلوبہ اوصاف کے اعتبار سے درست ہو، لیکن اس کا مفید ملک ہونا کسی اور کی اجازت پر موقوف ہو۔

مولی آزادکردہ غلام یا آزادکرنے والا آقا۔
مولی الموالاۃ: ایسا شخص جس کا نسب معلوم نہ ہو، کسی شخص سے موالاۃ قائم کرلے، کہ اگر ان میں سے کسی ایک پر جنایت واجب ہو، تو دوسرا بھی اس کی ادائیگی میں شریک رہے گا، اور یہ کہ اگر مجھے مال حاصل ہو، تو میری موت کے بعد تم اس میں وراثت کے حقدار ہوگے، جس شخص کا نسب معلوم متعارف ہو، اس کو مولی الموالاۃ کہتے ہیں۔

میتۃ مردار، یعنی وہ جانور جو بغیر ذبح کئے ہوئے مرگیا ہو، یا اسے شرعی اُصولوں کے مطابق ذبح نہ کیا گیا ہو۔

میسر اکثر حضرات کے نزدیک قمار (جوا) کو میسر بھی کہتے ہیں۔

میقات حج کے لئے مقررہ زمانی اور مکانی حد، —— زمانی حد سے مراد حج کے مہینے ہیں، اور مکانی حج سے مراد وہ مقامات ہیں، جہاں سے حج کا احرام باندھنا ہے۔

میل پیمائش کی مخصوص مقدار، میل شرعی کی مقدار دو ہزار گز ہے اور میل انگریزی کی سترہ سو ساٹھ گز۔

میلین اخضرین
صفا اور مروہ کے درمیان دو سبز ستون، جن کے درمیان کسی قدر دوڑ کر چلنا ہے۔

○ ○ ○

ناجز نقد خرید وفروخت، نیز غیر مشروط فوری اثر کے ساتھ واقع ہونے والی طلاق کو طلاق ناجز یا طلاق منجز کہا جاتا ہے۔

ناسخ بعد میں آنے والے حکم شرعی کے ذریعہ پہلے حکم کے ختم کردینے کو نسخ کہتے ہیں اور جو حکم بعد میں آیا ہوں اسے ناسخ کہتے ہیں۔

نافق مروج —— عام طور پر سکہ رائجہ کو نافق کہتے ہیں۔

نافلہ جو حکم فرض یا واجب نہ ہو لیکن مطلوب ہو، —— اس میں مستحب اور سنت داخل ہے۔

نباش مردہ کا کفن چوری کرنے والا شخص۔

نبیذ وہ پانی جس میں کھجور یا کشمکش یا اس طرح کی کوئی چیز مٹھاس پیدا کرنے یا کھارا پن دور کرنے کے لئے ڈالا گیا ہو۔

نتاج جانور کے بچہ جننے کو کہتے ہیں۔

نجاست ناپاکی، یعنی ایسی چیز جو نماز کے درست ہونے میں مانع ہو، خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ، —— اس تعریف میں نجاست ظاہری پیشاب پائخانہ وغیرہ بھی آگیا اور نجاست باطنی نواقض وضو اور نواقض غسل کی صورتیں بھی آگئیں۔

نحر گردن اور سینہ کے درمیان جانور کی شہ رگ پر نیزہ یا اور کسی چیز سے وار کرنا، —— اونٹ میں نحر مستحب ہے اور دوسرے جانوروں میں ذبح۔

ندب اُصول فقہ کی اصطلاح میں مندوب کو کہتے ہیں۔

نذر مسلمان مکلف شخص کا کسی نفل عبادت کو اپنے اوپر مطلقاً یا مشروط طریقہ سے لازم کرلینا۔

نزل ن اور ز پر پیش) وہ کھانا جو مہمان کے اہتمام میں بنایا جائے۔

نَساء (ن پر زبر) دھار۔

نسخ شارع کی جانب سے حکم کی منتہاء کو بیان کرنا، ——

نسخ اللہ تعالیٰ کے علم کے اعتبار سے سابق حکم کی انتہا کو بتاتا ہے، اور انسان کے علم کے لحاظ سے سابق حکم کو ختم کرنا یا اس کو تبدیل کرنا ہے۔

نسک عبادت اور وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہیں —— خاص طور پر قربانی اور افعال حج کو بھی کہتے ہیں۔

نسیان حالت بیداری میں کسی معلوم عمل سے غافل رہ جانا —— بعض لوگوں نے نسیان کی تعریف اس طرح کی ہے: عقل میں فتور کے بغیر بوقت ضرورت کسی بات کا ذہن میں مستحضر نہ ہو پانا۔

نسیہ خرید و فروخت میں فریقین یا کسی ایک فریق کی طرف سے عوض کا اُدھار رہنا —— اس کی بعض صورتیں جائز ہیں اور بعض ناجائز۔

نشرہ جھاڑ پھونک —— عام طور پر نشرہ اس صورت کو کہا جاتا ہے کہ کاغذ پر قرآن کی کوئی آیت یا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ لکھے جائیں اور اسے دھو کر مریض کو پلایا جائے۔

نشوز جن اُمور میں شوہر کی اطاعت واجب ہے، ان میں بیوی کا شوہر کی نافرمانی کرنا —— نافرمان اور ناشزہ بیوی جب تک شوہر کے گھر میں موجود ہو شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہے، اگر وہ شوہر کے گھر سے بلا اجازت چلی جائے تب اس کا نفقہ واجب نہیں ہوگا، چنانچہ احکام نفقہ کے سیاق میں بعض فقہاء نے نشوز کی تعریف میں عورت کے گھر چھوڑ دینے کی قید کا اضافہ کیا ہے، لیکن دراصل یہ نشوز کی ایک خاص صورت ہے، جس میں شوہر پر اس کا نفقہ واجب نہیں رہتا۔

نص نص سے مراد کتاب و سنت بھی ہے اور نص کا لفظ صراحت و وضاحت کو بتانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے، —— اُصول فقہ کی اصطلاح میں عبارت سے ماخوذ اس معنی کو کہتے ہیں جس کو بیان کرنے کے لئے آیت یا حدیث وارد ہوئی ہو۔

نصاب کسی چیز کی کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ مقدار زکوٰۃ، حدود اور حیض میں عام طور پر یہ اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

نصب (ن پر پیش ص پر پیش یا سکون) وہ مقامات جہاں اس مقام کے احترام میں جانور ذبح کئے جاتے ہوں، خواہ بت ہوں جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں ہوا کرتا تھا یا کوئی اور صورت ہو —— ایسے مقام پر جو جانور ذبح کیا جائے وہ غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا جانور سمجھا جائے گا۔

نضح وضوء کے بعد تھوڑا سا پانی لے کر شرمگاہ پر اس کی چھینٹیں مارنا تاکہ وسوسہ سے حفاظت ہو —— حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔

نطفہ مرد کا مادہ منویہ۔

نطیحہ جس جانور کی موت کسی جانور کے سینگ مارنے سے ہوگئی ہو۔

نفاس وہ خون جو کامل الخلقت یا ناقص الخلقت بچے کی ولادت کے بعد عورت کو آئے۔

نفقہ وہ ضروریات جن پر زندگی کی بقاء موقوف ہو، یعنی خوراک، پوشاک، علاج اور رہائش۔

نفل وہ افعال جو شریعت میں مطلوب ہوں، لیکن فرض یا واجب نہ ہوں۔
— جہاد میں فوجی کو مالِ غنیمت کے حصہ کے علاوہ بطورِ انعام جو دیا جائے اسے بھی نفل کہتے ہیں۔

نفی امر زائد کا انکار کرنا —— یہ تعریف اثبات کے مقابلہ میں ہے۔
— جلاوطن اور شہر بدر کرنا، —— یہ تعبیر قرآن وحدیث میں بھی استعمال ہوئی ہے۔

نقض جس وصف کے علت ہونے کا دعویٰ ہو اس کا پایا جانا اور اس سے متعلق حکم کا نہ پایا جانا۔

نقل کسی شی کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا یا ایک شخص کا دوسرے کی دی ہوئی خبر کا ذکر کرنا۔

نقیع وہ پانی جسے پکایا نہ گیا ہو اور اس میں کشمش ڈال کر چھوڑ دی گئی ہو یہاں تک کہ پانی میں مٹھاس اور جھاگ پیدا ہو جائے۔

نکاح اصطلاح میں عقدِ نکاح یعنی نکاح کے ایجاب وقبول کو کہتے ہیں، جمہور کے نزدیک یہی اس کا معنی حقیقی بھی ہے، اور حنفیہ کے نزدیک معنی حقیقی وطئی ہے۔

○ ○ ○

واجب جس فعل کا لازم ہونا دلیل ظنی سے ثابت ہو۔

واسرہ اپنے دانت کو بہ تکلف باریک اور نوک دار بنانے والی عورت۔

وتر وتر کے معنی طاق عدد کے ہیں، رات کی طاق نماز —— جو عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے —— کو اسی مناسبت سے وتر کہتے ہیں۔

وجوب کسی چیز کا لازم ہو جانا، خواہ شارع کے حکم کی وجہ سے ہو، یا انسان کے اپنے عمل کی وجہ سے۔

وحی اللہ تعالیٰ کا کلام جو انبیاء کی طرف فرشتہ کے واسطہ سے یا بلا واسطہ القاء کیا جاتا ہے۔

ودج (''و'' اور ''د'' پر زبر) گردن کے دونوں جانب کی شہ رگ جس کو ذبح کے موقع پر کاٹا جاتا ہے۔

ودی مرد کے عضو تناسل سے نکلنے والا مادہ جو بغیر کسی لذت کے خارج ہوتا ہے، اور عام طور پر پیشاب کے بعد نکلا کرتا ہے۔

ودیعت کوئی شی جو دوسرے کے پاس حفاظت کے لئے رکھی جائے —— ودیعت اور امانت میں فرق یہ ہے کہ امانت میں بالارادہ مال رکھا جانا ضروری نہیں اور ودیعت میں بالقصد مال رکھا جاتا ہے۔

ورع حرام کے علاوہ مشتبہ امور سے بچنا۔

ورق (''و'' پر زبر ''ر'' پر زبر) چاندنی اور چاندی کا ڈھالا ہوا سکہ۔

وسط (''و'' اور ''س'' پر زبر) درمیان جس کے دونوں طرف کا حصہ برابر ہو۔

وسطی درمیانی انگلی جو انگشتِ شہادت اور بنصر کے درمیان ہوتی ہے۔

وسطی درمیانی نماز، زیادہ تر لوگوں نے اس سے نماز عصر مراد لی ہے۔

وسق (''و'' پر زبر) عرب کا ایک مخصوص پیمانہ جو ساٹھ صاع کے برابر ہوا کرتا تھا، موجودہ اوزان میں اس کا وزن ایک کنفل تیس کیلو چھ گرام متعین کیا گیا ہے۔

وسوسہ کسی امر سے متعلق قلب میں پیدا ہونے والا تذبذب۔

وصال یہ اصطلاح روزہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے، صوم

وصال سے مراد یہ ہے کہ مسلسل شب و روز کا روزہ رکھا جائے اور درمیان میں کچھ کھایا پیا نہ جائے۔

وصف وہ خصوصی کیفیت جو موصوف کی ذات سے قائم ہوتی ہے۔

وصیلہ وہ مادہ جو اپنے نر بھائی کے ساتھ پیدا ہوئی ہو، عرب ایسی مانندہ کو مبارک سمجھتے تھے، وصیلہ کے سلسلہ میں بعض اور اصطلاحات بھی ہیں۔

وصیت کسی کو اپنی مملوکہ شئ کا موت کے بعد مالک بنانا۔

وضع دیکھئے: حکم وضعی۔

وضوء (''و'' پیش) مخصوص اعضاء کو دھونا اور مسح کرنا، اگر ''و'' پر زبر ہو تو مراد پانی اور مٹی ہوگا، جس سے وضوء اور تیمم کیا جاتا ہے، یعنی وضوء طہارت ہے اور وَضوء آلہ طہارت۔

وضیعہ جس قیمت میں خرید کیا ہو، اس قیمت سے کم میں سامان کو فروخت کرنا۔

وطن وہ مقام جہاں انسان رہتا ہو —— احکام کے اعتبار سے وطن کی دو قسمیں کی گئی ہیں:

وطن اصلی: یعنی وہ جگہ جہاں انسان کی پیدائش ہوئی ہو اور وہاں اس کے والدین یا زمین و جائیداد موجود ہو، اسی طرح وہ جگہ جہاں اس نے نکاح کیا ہو، اور اس کے سسرال کے لوگ وہاں رہتے ہوں، نیز وہ جگہ جس کو آدمی نے اپنی مستقل جائے قیام بنالیا ہو، یہ بھی وطن اصلی شمار ہوگا۔

وطن اقامت: وہ جگہ جہاں پندرہ دن یا اس سے زیادہ کے قیام کی نیت سے ٹھہرا ہو، اور وہ وطن اصلی نہیں ہو۔

وظیفہ یومیہ کھانے کی جو مقدار یا ماہانہ غلہ کی مقدار متعین کی جاتی تھی، اسے متاخرین فقہاء وظیفہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

وعدہ دوسرے سے متعلق مستقبل میں کسی کام کو انجام دینے کی خبر دینا، چاہے یہ کام اچھا ہو یا برا۔

وفاء بیع وفاء فقہاء متأخرین کے دور میں مروج ایک طریقۂ معاملہ تھا، جس میں خریدار کو سامنے اس شرط پر بیچا جاتا کہ جب وہ اس قیمت کو واپس کردے گا، اس کا یہ سامان اسی کی ہاتھوں فروخت کردیا جائے گا۔

وفرہ کان کو چھوتے ہوئے سر کے بال۔

وقص (''و'' پر زبر ''ق'' پر زبر یا سکون) زکوٰۃ کے لئے مقررہ ایک اور دوسرے نصاب کی درمیانی مقدار، جیسے پانچ اونٹ پر ایک بکری اور دس اونٹ پر دو بکریاں واجب ہیں، اب ۶/ سے ۹/ تک کی تعداد وقص کہلائے گی۔

وقف امام ابوحنیفہ کی رائے پر واقف کی ملکیت پر کسی شئ کو روک رکھنا اور اس کا نفع صدقہ کردینا، یعنی مقاصد وقف پر خرچ کردینا وقف ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک وقف کی گئی چیز پر وقف کرنے والے کی ملکیت ختم ہوجاتی ہے، اور وہ خدا کی ملکیت میں داخل ہوجاتا ہے۔

وکالت (''و'' پر زبر یا زیر) متعین تصرف میں دوسرے کو اپنا قائم مقام بنا دینا، —— اگر یہ مطلق ہو تو وکالت مطلقہ ہے، اور اگر کسی شرط و قید کے ساتھ یا محدود وقت کے لئے ہو تو وکالت مقیدہ ہے۔

وکیل جو دوسرے کے لئے اس کے حکم سے تصرف کرے۔

وکیل مسخر: اگر مدعا علیہ حاضر نہ ہو اور اس کا حاضر کیا

جانا دشوار ہو، تو قاضی مدعا علیہ کی طرف سے کسی ایسے شخص کو وکیل مقرر کرے گا، جس کے بارے میں توقع ہو کہ وہ مدعا علیہ کی طرف سے رفع الزام کرے گا، ایسے وکیل کو وکیل مسخر کہا جاتا ہے۔

ولاء تعاون و تناصر کا تعلق، —— ولاء کی دو قسمیں ہیں۔

ولاء عتاقہ: جب کوئی شخص غلام یا باندی کو آزاد کرے، اور آزاد کردہ شخص کا کوئی عصبہ نسبی موجود نہ ہو، تو یہ آزاد کرنے والا شخص میراث، نکاح اور دیت وغیرہ میں اس کا عصبہ شمار کیا جاتا ہے، اس کو ولاء عتاقہ یا ولاء نعمت کہتے ہیں۔

ولاء موالاۃ: کسی مجہول النسب شخص کے ساتھ معاہدہ ہو جائے کہ وہ اس کا مولی تصور کیا جائے گا اور اگر اس مجہول شخص کا کوئی وارث نہ ہو تو یہ اس کا وارث ہوگا، اور اگر اس پر دیت واجب ہو تو یہ اسی معروف النسب شخص کا خاندان دیت کی ادائیگی میں شریک رہے گا، جیسا کہ اپنا خاندان شریک رہتا ہے، اس کو ولاء موالاۃ کہتے ہیں، یہ ولاء باہمی معاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔

ولایت دوسرے پر تصرف کا حق حاصل ہونا، —— ولایت کی دو قسمیں ہیں:

ولایت عامہ: عام مسلمانوں پر تصرف کا حق حاصل ہونا، یہ ولایت امیر و سلطان کو اور اس کے واسطہ سے قاضی کو حاصل ہوتی ہے۔

ولایت خاصہ: کسی خاص شخص پر کچھ متعین معاملات میں تصرف کا اختیار حاصل ہونا، جیسے باپ کو اولاد پر۔

ولی جو دوسرے کے اُمور میں تصرف اور انتظام کا ذمہ دار ہو۔

ولیمہ بیوی سے یکجائی کے بعد مرد کی طرف سے کی جانے والی دعوت۔

وہم جس چیز کے ہونے کا خیال مغلوب ہو، اس کے مقابلہ میں غالب پہلو کو "ظن" کہتے ہیں۔

ہاشمہ ایسا زخم جو ہڈی کو متاثر کردے، یا اس سے ہڈی ٹوٹ جائے۔

ہبہ کسی شخص کو اپنے مال کا بلا عوض مالک بنا دینا۔

ہجر (ھ پر زبر) ترک تعلق —— بیوی کو اپنے گھر سے نہ نکالنا لیکن چند روز اس سے میاں بیوی کا تعلق نہیں رکھے، اس کو بھی ہجر کہتے ہیں، (النساء:۳۴) —— حدیث میں ترک کلام کے لئے بھی ہجر کی تعبیر آئی ہے۔

ہجرت دین کی حفاظت یا اشاعت کے لئے دار الکفر سے دار الاسلام میں منتقل ہونا۔

ہدنہ مسلمانوں کا امیر مسلمانوں سے برسر جنگ لوگوں سے ایک مخصوص مدت کے لئے یا مطلق ترک جنگ کا معاہدہ کرے۔

ہدی قربانی کا جانور جو قربانی کے لئے حرم شریف لے جایا جا رہا ہو۔

ہدیہ بلا عوض کسی کو مال کا مالک بنانا، —— ہدیہ اور صدقۂ نافلہ میں فرق یہ ہے کہ صدقہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر ہوتی ہے، اور ہدیہ میں اس شخص کی محبت اور خوشی بھی مطلوب ہوتی ہے، جس کو ہدیہ کرنا ہو۔

ہزل جو بات بطور مزاح کے کہی جائے، متکلم نے نہ اس لفظ کا معنی حقیقی مراد لیا ہو اور نہ معنی مجازی۔

○ ○ ○

یاس لغوی معنی نا اُمیدی کے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں اس عمر کو کہتے ہیں، جس میں عورت سے حیض کا سلسلہ ختم ہو جائے۔

یتیم وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی جس کے والد کا انتقال ہو گیا ہو۔

ید ہاتھ یعنی مونڈھے سے انگلیوں کے کنارے تک کا حصہ —— مجازاً قبضہ کو بھی کہتے ہیں۔

یسار مال کی اتنی مقدار حاصل ہونا، جس سے بسہولت ضروریات زندگی پوری ہو جائے —— یسار کے لئے کثرت دولت ضروری نہیں۔

یسیر اتنی کم مقدار جس کو خاطر میں نہ لایا جاتا ہو، غرر، جہالت اور ضرر وغیرہ کے ساتھ یہ اصطلاح ذکر کی جاتی ہے، اور اس کے مقابلہ میں کثیر یا فاحش کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

یقین کسی چیز کے بارے میں ایسا اطمینان کہ کوئی شک باقی نہیں رہے۔

یلملم تہامہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ، جو اہل یمن اور اہل ہند وغیرہ کی میقات ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ سے ۵۴/کیلومیٹر پر واقع ہے۔

یمین اللہ تعالیٰ کے نام یا اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کے ذریعہ، یا کسی دشوار شرط کے ذریعہ کسی بات کو مؤکد کرنا، خواہ اس کا تعلق ماضی سے ہو یا مستقبل سے، —— یمین کی تین قسمیں کی گئی ہیں:

یمین منعقدہ: مستقبل کے بارے میں قسم کھانا۔

یمین غموس: ماضی کے بارے میں جھوٹی قسم کھانا۔

یمین لغو: امام ابوحنیفہ کے نزدیک ماضی یا حال سے متعلق خلاف واقعہ بات کو درست گمان کرتے ہوئے قسم کھا لینا، —— امام شافعی کے نزدیک بلا ارادہ زبان پر الفاظ قسم کا آجانا جیسے: لا واللہ وغیرہ۔

یوم سورج کے طلوع ہونے سے ڈوبنے تک کا وقت۔

یوم ترویہ: ۸/ ذوالحجہ۔

یوم عرفہ: ۹/ ذوالحجہ۔

ایام نحر: ۱۰-۱۱-۱۲/ ذوالحجہ۔

ایام تشریق: ۹ تا ۱۳/ ذوالحجہ۔

یوم عاشوراء: ۱۰/ محرم۔

یوم شک: ۳۰/ شعبان جس کے بارے میں رمضان یا شعبان ہونے کا شبہ ہو۔

○ ○ ○ ○

قاموس الفقہ جلد اول

مُقدَّمۃ

فقہ اسلامی

تعارف اور تاریخ

از: مؤلف کتاب

مُقدّمہ

فقہ اسلامی
تعارف اور تاریخ

اسلام کے معنی سر تسلیم خم کر دینے اور مکمل طور پر اپنے آپ کو حوالہ کر دینے کے ہیں، پس جو شخص اسلام قبول کرتا ہے، وہ پوری طرح اپنے آپ کو خالق کائنات کے حوالہ کر دیتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ پوری طرح اسلام میں داخل ہو جاؤ، یٰایها الذین امنوا ادخلوا فی السّلم کافة ، (البقرہ:۲۰۸) اس ارشاد ربانی میں اشارہ ہے کہ شریعتِ اسلامی محض چند عباداتی رسم ورواج اور خدا کی بندگی کے طریقہ کا نام نہیں، بلکہ وہ ایک مکمل نظامِ حیات اور کامل طریقۂ زندگی ہے؛ جو انسانیت کے لئے بھیجا گیا ہے، اور سراپا رحمت اور خیر وفلاح سے عبارت ہے۔

اسلام کی نگاہ میں قانون بنانے اور حلال وحرام کو متعین کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، إن الحکم إلا للہ ، (الانعام:۵۷) وله الامر (الاعراف:۵۴) کیوں کہ پوری انسانیت کے لئے وہی ذات نظامِ حیات کو طے کر سکتی ہے، جو ایک طرف پوری کائنات کے بارے میں باخبر ہو اور پوری انسانیت کے جذبات واحساسات اور اس کی خواہشات وضروریات، نیز اس کے نفع ونقصان اور اشیاء کے نتائج و اثرات سے پوری طرح واقف ہو؛ کیوں کہ اگر وہ ان حقیقتوں کا علم نہیں رکھتا ہو، تو عین ممکن ہے کہ اس کے دیئے ہوئے بعض احکام نفع کے بجائے نقصان اور خیر وفلاح کے بجائے ناکامی وخسران کا باعث بن جائیں۔

دوسری طرف وہ تمام انسانی طبقات کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کر سکتا ہو، کالے گورے، امیر وغریب، مرد وعورت، رنگ و نسل اور زبان ووطن کی بنیاد پر ان کے درمیان کوئی تفریق روا نہ رکھتا ہو اور ایسی ذات خدا ہی کی ہو سکتی ہے؛ کیوں کہ وہ علیم وخبیر بھی ہے اور عادل ومنصف بھی۔

انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ کائنات کی تمام اشیاء کے فائدہ ونقصان اور پوری انسانیت کے جذبات واحساسات سے واقف ہے؛ بلکہ وہ تو اپنے آپ سے بھی پوری آگہی کا مدعی نہیں ہو سکتا، اور ہر انسان چوں کہ کسی خاص رنگ ونسل، کنبہ وخاندان اور زبان وعلاقہ کی وابستگی کے ساتھ ہی پیدا ہوتا ہے اور یہ وابستگی اس میں فطری طور پر ترجیح وطرفداری کا ذہن پیدا کرتی ہے؛ اس لئے کسی انسان یا انسانی گروہ کے بارے میں یہ بات نہیں سوچی جا سکتی کہ وہ تمام انسانوں کے ساتھ مساوی طریقہ پر عدل وانصاف کا برتاؤ کرے گا، اگر ایسا ممکن ہوتا تو زبان ووطن اور نسل ورنگ کی بنیاد پر جو جغرافیائی تقسیم پائی جاتی ہے، وہ نہیں ہوتی؛ اس لئے خدا کا بھیجا ہوا قانون انسانی قانون کے مقابلہ یقیناً برتر وفائق اور مبنی بر انصاف ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے جس دن سے کائنات کی اس بستی کو انسانوں سے بسایا ہے، اسی دن انسان کو زندگی بسر کرنے کے طریقہ کی بھی تعلیم دی ہے، البتہ انسانی تمدن کے ارتقاء کے باعث وقتاً فوقتاً نئے احکام دیئے گئے، نیز قانون کی گرفت کو کمزور کرنے کے لئے انسان نے آسمانی ہدایات میں اپنی طرف سے آمیزشیں کی، ان تحریفات اور آمیزشوں سے پاک کرنے کی غرض سے رب کائنات کی طرف سے انسانیت کے لئے نئے بے آمیز ہدایت نامے آئے، اس سلسلہ کی آخری کتاب قرآن مجید کی صورت میں پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم پر نازل ہوئی، یہ کوئی نیا قانون اور مکمل طور پر نئی شریعت نہیں ہے، بلکہ اسی قانون کا تسلسل ہے جو مختلف ادوار میں پیغمبروں کے واسطہ سے انسانیت تک پہنچتا رہا ہے۔

شریعتِ اسلامی کو جو باتیں انسان کے خودساختہ قوانین سے ممتاز کرتی ہیں، وہ یہ ہیں :

عدل

شریعتِ اسلامی کا سب سے امتیازی پہلو اس کا عدل اور پوری انسانیت کے ساتھ مساویانہ سلوک ہے، دین کی بنیاد ہی دراصل عدل پر ہے، إن اللہ یـأمـر بـالعدل والإحسـان، (النحل :۹۰) اسی لئے اسلام کی نگاہ میں رنگ و نسل، جنس اور قبیلہ و خاندان کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

> یـأیهـاالنـاس انـا خـلـقـنـاکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ، ان اکرکم عنداللہ اتقاکم . (الحجرات:۳)
>
> اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو خاندانوں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے؛ تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے، جو سب سے زیادہ تقوی اختیار کرنے والا ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کو مزید واضح فرمایا اور ارشاد ہوا کہ کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، (۱) اسلام کے تمام قوانین کی اساس اسی اُصول پر ہے، برخلاف انسانی قوانین کے، انسانوں نے جو بھی قوانین وضع کئے ہیں، وہ ایک گروہ کی برتری اور دوسرے طبقہ کی تذلیل وحق تلفی پر مبنی رہا ہے، مغربی ممالک میں نصف صدی پہلے تک نسلی تفریق موجود تھی، ساؤتھ افریقہ میں تو یہ تفریق (جو اہل یورپ کی طرف سے مسلط کی گئی تھی) گذشتہ دس بارہ سال پہلے تک بھی موجود تھی، آج بھی ان کے آثار و شواہد باقی ہیں، جنھیں دیکھ کر انسانیت کا سر مارے شرم کے جھک جاتا ہے، امریکہ جو دُنیا کی واحد سُپر طاقت ہے، وہاں کی بعض ریاستوں میں آج بھی نسلی امتیاز پر مبنی قوانین موجود ہیں اور شہریت کے مختلف درجات ہیں اور اسی نسبت سے ان کو رعایتیں اور سہولتیں حاصل ہیں، بعض ریاستوں میں اب بھی گوری اور کالی نسل کے درمیان شادی نہیں ہوسکتی، اگر کرلی جائے تو یہ شادی غیر معتبر ہوگی اور پانچ سوڈالر یا چھ مہینہ کی قید یا دونوں سزائیں اس کا ارتکاب کرنے والوں کو دی جائیں گی۔ (۲)

اسی طرح امریکہ کا صدر گورا شخص ہی ہوسکتا ہے، کوئی سیاہ فام اس عہدہ پر فائز نہیں ہوسکتا، اسی نسلی امتیاز و تفریق کا نتیجہ ہے کہ امریکہ

(۱) مسند احمد:۵/۴۱۱ (۲) الرق بیننا وبین أمریکا، ص :۳۹ (تالیف : علی شحاتہ)

میں سیاہ فام نسل کی آبادی کے لحاظ سے حکومت کے اہم عہدوں اور ملازمتوں میں ان کا تناسب نہایت ہی حقیر ہے۔

اسلام نے دُنیا کو ایک ایسے قانون سے روشناس کیا جس کی بنیاد انسانی وحدت، مساوات اور ہر طبقہ کے ساتھ انصاف پر ہے اور جو کسی طبقہ کو حقیر اور اچھوت بنانے کی اجازت نہیں دیتا!

توازن واعتدال

شریعتِ اسلامی کا دوسرا امتیازی وصف اس کا ''توازن واعتدال'' ہے، مثلاً مرد وعورت انسانی سماج کے دو لازمی جزو ہیں، دُنیا میں کچھ ایسے قوانین وضع کئے گئے جن میں عورت کی حیثیت جانور اور بے جان املاک (Property) کی سی قرار دے دی گئی، نہ وہ کسی جائیداد کی مالک ہوسکتی تھی، نہ اس میں تصرف کرسکتی تھی، نہ اس کو اپنے مال پر اختیار حاصل تھا؛ نہ اپنی جان پر، یہاں تک کہ اہل علم کے درمیان بحث جاری تھی کہ عورتوں میں انسانی روح پائی جاتی ہے یا حیوانی؟ ......اس کے مقابل دوسری طرف کچھ لوگوں نے عورتوں کو تمام ذمہ داریوں میں مردوں کے مساوی قرار دے دیا، عورتوں کی جسمانی کمزوری، ان کے ساتھ پیش آنے والے قدرتی حالات وعوارض اور طبیعت ومزاج اور قوتِ فیصلہ پر ان کے اثرات کو نظر انداز کردیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہ ظاہر تو اسے عورت کی حمایت سمجھا گیا، لیکن انجامِ کار اس آزادی نے سماج کو بے حیائی، اخلاقی انارکی، ناقابل علاج امراض اور خود عورتوں کو ناقابل تحمل فرائض کا تحفہ دیا۔

اسلام نے مردوں اور عورتوں سے متعلق نہایت متوازن قانون دیا ہے، انسانی حقوق میں مردوں اور عورتوں کو مساوی درجہ دیا گیا ہے، ولھن مثل الذی علیھن، (البقرہ:۲۲۸) لیکن سماجی زندگی میں دونوں کے قویٰ اور صلاحیت کے لحاظ سے فرق کیا گیا ہے اور بال بچوں کی تربیت کی ذمہ داری عورتوں پر اور کسبِ معاش کی ذمہ داری مردوں پر رکھی گئی ہے، سماجی زندگی کا یہ نہایت ہی زریں اُصول ہے، جس میں خاندانی نظام کا بقاء، اخلاقی اقدار کی حفاظت اور عورت کو ناقابل برداشت مصائب سے بچانا ہے۔

دولت مندوں اور غریبوں، آجروں اور مزدوروں، عوام اور حکومت کے تعلقات اور مجرموں اور جرم سے متاثر مظلوموں کے درمیان انصاف وغیرہ احکام کو اگر حقیقت پسندی کے ساتھ دیکھا جائے تو قانونِ شریعت میں جو اعتدال نظر آئے گا، گذشتہ اور موجودہ ادوار میں انسانوں کے بنائے ہوئے کسی قانون میں اس کی مثال نہیں ملے گی۔

عقل وحکمت سے مطابقت

خدا سے بڑھ کر کوئی ذات انسان کی مصلحتوں سے آگاہ نہیں ہوسکتی؛ اسی لئے شریعت کے احکام عقل کے تقاضوں اور مصلحتوں کے عین مطابق ہیں، یہاں تک کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ شریعت تمام تر مصلحت ہی سے عبارت ہے اور ہر حکم شرعی کا مقصد یا تو کسی مصلحت کو پانا ہے، یا کسی نقصان اور مفسدہ کا ازالہ: '' إن الشریعة کلها مصالح ، إما درأ مفاسد، أو جلب مصالح ''۔(۱)

اس کے برخلاف انسان کی عقل کوتاہ ونارسا ہے اور خود اپنے نفع ونقصان کو سمجھنے سے بھی قاصر وعاجز، دوسرے انسان بعض اوقات

(۱) قواعد الاحکام لعز الدین بن عبد السلام:۹/۱

خواہشات سے اس قدر مغلوب ہوجاتا ہے کہ کسی بات کو نقصان جانتے ہوئے بھی اس کو قبول کر لیتا ہے، اس کی واضح مثال شراب ہے، شراب انسان کے لئے نہایت نقصان دہ اور اس کی صحت کو برباد کردینے والی چیز ہے، اس پر اتفاق ہے؛ لیکن آج دُنیا کے ان تمام ملکوں میں جوانسانی قانون کے زیرسایہ زندگی بسر کررہے ہیں، شراب کی اجازت ہے، غیر قانونی جنسی تعلق اور ہم جنسی کے بارے میں تمام میڈیکل ماہرین متفق ہیں کہ یہ صحت کے لئے نہایت مہلک فعل ہےاور نہ صرف اخلاق کے لئے تباہ کن ہے؛ بلکہ طبی نقطۂ نظر سے بھی سماج کے لئے زہر ہلاہل سے کم نہیں، اس کے باوجود عوامی دباؤ اور آوارہ خیال لوگوں کی کثرت سے مجبور ہوکر بہت سے ترقی یافتہ ملکوں میں ان خلافِ فطرت اُمور کی بھی اجازت دے دی گئی ہے۔

اسلامی شریعت کہیں بھی عقل اور حکمت ومصلحت سے برسرِ پیکار نظر نہیں آتی اور اس کا ایک ایک حکم انسانی مفاد ومصلحت پر مبنی ہے۔

فطرتِ انسانی سے ہم آہنگی

اللہ تعالیٰ نے جیسے کائنات کو پیدا کیا ہے، اسی طرح وہی انسانی فطرت سے بھی پوری طرح واقف ہے، اس لئے اس کی بھیجی ہوئی شریعت مکمل طور پر فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ ہے؛ اسی لئے قرآن نے اسلام کو دینِ فطرت سے تعبیر کیا ہے، فطرة الله التی فطر الناس علیها (الروم: ۳۰)، فطرت سے بغاوت ہمیشہ انسان کے لئے نقصان وخسران اور تباہی وبربادی کا سبب بنا ہے، انسان کے بنائے ہوئے قانون میں فطرت سے بغاوت کا رجحان قدم قدم پر ملتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے عورت کی فطرت میں جلد بازی، زود رنجی اور بعجلت قدم اُٹھانے کا مزاج رکھا ہے، اسی لئے اسلام نے طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں نہیں رکھا، مرد کو طلاق کا اختیار دیا اور عورت کے واسطہ سے گلوخلاصی کی سہولت دی، مغرب نے مرد وعورت کو مساوی درجہ دیتے ہوئے طلاق کے معاملہ میں بھی دونوں کو یکساں حیثیت دے دی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلاق کی شرح بہت بڑھ گئی، یہاں تک کہ بہت سے ملکوں میں نکاح کے مقابلہ طلاق کی شرح بڑھی ہوئی ہےاور اس کے نتیجہ میں خاندانی نظام بکھر کر رہ گیا ہے، اس وقت مغربی سماج اس کے درد میں کراہ رہا ہےاور رشتوں کی بنیاد محبت کے بجائے خود غرضی پر قائم ہوگئی ہے۔

اسی طرح انسانی فطرت ہے کہ سخت اور مناسب سزائیں ہی انسان کو جرم سے باز رکھ سکتی ہیں اور مجرم کے ساتھ حسن سلوک دراصل مظلوم کے ساتھ ناانصافی اور سماج کو امن سے محروم کردینے کے مترادف ہے؛ اسی لئے اسلام میں قتل کی سزا قتل رکھی گئی اور بعض دیگر جرائم میں بھی سخت سزائیں رکھی گئیں؛ لیکن مختلف ملکوں میں قتل کے مقابلہ قتل کی سزا ختم کردی گئی اور ہمدردی وانسانیت کے نام پر مجرم کو سہولتیں دی گئیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرائم پر جسارت بڑھتی جارہی ہےاور جوسزائیں دی جاتی ہیں، وہ جرم کے سدباب کے لئے قطعاً ناکافی ثابت ہورہی ہیں؛ اسی لئے بعض ملکوں میں تو قتل کی سزا منسوخ کرنے کے بعد دوبارہ ان کے اجراء کا فیصلہ کیا گیا۔

شریعتِ اسلامی کے جس حکم کو بھی حقیقت پسندی کے ساتھ دیکھا جائے محسوس ہوگا کہ اس میں قانونِ فطرت کی مطابقت غیر معمولی حد تک پائی جاتی ہے، برخلاف خود انسان کے خود ساختہ قوانین کے، کہ اس میں فطرت سے بغاوت اور تقاضوں پر خواہشات کے غلبہ کا

رجحان ہر جگہ نمایاں ہے۔

جامعیت

اسلامی اور الہامی قانون کا ایک اہم پہلو اس کی جامعیت اور ہمہ گیری ہے، شریعتِ اسلامی میں عقائد بھی ہیں اور اخلاق بھی، عبادات بھی ہیں اور انسان کے قول و فعل سے متعلق احکام بھی، مالی معاملات بھی ہیں اور خاندانی تعلقات بھی، شخصی ارتباط کے اُصول بھی ہیں اور بین قومی روابط کی بابت رہنمائی بھی، قانونِ جرم و سزا بھی ہے اور سیاسی نظام کی صورت گری بھی، یہ جامعیت وضعی قوانین میں نہیں ملتی، کم سے کم عقائد و اخلاق اور عبادات کے لئے ان قوانین میں کوئی جگہ نہیں، خدا اور بندہ کے تعلق اور انسان پر مالکِ کائنات کے حقوق کے بارے میں ان نظامہائے قانون میں کوئی رہنمائی نہیں مل سکتی، اسلامی شریعت ایک جامع ترین نظام قانون ہے، جو ہر ہر قدم پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے اور اسے روشنی دکھاتا ہے۔

ابدیت و دوام

کسی بھی قانون کے مفید اور فعال رہنے کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ اس میں حالات اور مواقع کے لحاظ سے تغیرات کو قبول کرنے کی گنجائش رہے، وہیں ایک گونہ ثبات و دوام اور بقاء و استمرار بھی ضروری ہے، جو قانون بالکل بے لچک اور تغیر نا آشنا ہو، وہ زمانہ کی تبدیلیوں کا ساتھ نہیں دے سکتا اور جس قانون میں کوئی بقاء و استحکام ہی نہ ہو، وہ انصاف قائم کرنے اور لوگوں کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا؛ کیوں کے اس کے ہر اُصول میں شکست و ریخت کی گنجائش ہوگی اور کسی بھی قانون کو لوگ اپنی خواہش کے سانچہ میں ڈھال سکیں گے۔

شریعتِ اسلامی میں ان دونوں پہلوؤں کی رعایت ملحوظ ہے، کچھ احکام وہ ہیں، جن کی بابت اُصول و قواعد اور شریعت کے مقاصد کی وضاحت پر اکتفاء کیا گیا ہے، ہر عہد میں جو مسائل پیدا ہوں، ان کو ان اُصولوں کی روشنی میں حل کیا جائے گا؛ کیوں کہ شریعت کا اصل مقصد عدل کو قائم کرنا اور ظلم کو دفع کرنا ہے، اگر ایک ہی حکم کسی زمانہ میں عدل کو قائم رکھنے کا سبب ہوا اور دوسرے عہد میں ظلم و ناانصافی کا باعث بن جائے، تو دونوں حالات میں حکم ایک دوسرے سے مختلف ہوگا۔

شریعت نے بعض مسائل میں جزوی تفصیلات کو بغیر کسی استثناء اور تخصیص کے متعین کر دیا ہے، یہ تعین و تحدید اس بات کی علامت ہے کہ یہ قیامت تک قابل عمل ہے، اسی طرح شریعت میں جو اُصولی ہدایات دی گئی ہیں، جن قواعد اور مقاصد کی رہنمائی کی گئی ہے، وہ ناقابل تبدیل ہیں، اسی لئے قرآن نے اشارہ کیا ہے کہ قرآنی ہدایات کے ذریعہ دین پایۂ کمال کو پہنچ گیا ہے، الیوم اکملت لکم دینکم، (المائدہ : ۳) اور محمد رسول اللہ ﷺ پر سلسلۂ نبوت کو ختم کر دیا گیا ہے، (الاحزاب: ۴۰) لہٰذا اب خالق کائنات کی طرف سے کسی نئی شریعت کے آنے کا امکان باقی نہیں رہا۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو جوں جوں عمر بڑھتی جاتی ہے، لباس کی مقدار میں اضافہ ہوتا جاتا ہے؛ لیکن جب انسان جوانی کی عمر کو پہنچ

جاتا ہے،تواس وقت جولباس اس کے لئے موزوں ہوتا ہے، وہ ہمیشہ اس کے لئے کافی ہوتا ہےاوراس کی موزونیت باقی رہتی ہے، اسی طرح انسانی تمدن کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسبِ حال احکام آتے رہے، یہاں تک کہ جب انسانی شعوراوراس کا تمدن اپنے اوجِ کمال کو پہنچ گیا تو اسے شریعتِ محمدی سے نوازا گیا، اب یہ انسانی سماج کے لئے ایسا موزوں قانون ہے کہ قیامت تک اس کی موزونیت اوراس کی افادیت کم نہیں ہوسکتی۔

تنفیذ کی قوت

کسی بھی قانون کا نفاذ دوطریقوں پر ہوتا ہے، سماج کے اندر قبول و طاعت کا جذبہ پیدا کر کےاور قانون کے خلاف جبر وقوت کا استعمال۔

کچھ طبیعتیں سلامتی اور شرافت کی حامل ہوتی ہیں، ان میں ازخود قانون پر عمل کرنے کا جذبہ موجود ہوتا ہے،لیکن جن طبیعتوں میں سرکشی اور بغاوت ہوتی ہے، یا جوخواہشات سے مغلوب ہوتی ہیں، وہ جبر وخوف کے بغیر یا قانون کوقبول کرنے کی شکل میں اس سے خوب تر کی اُمیدؔ کے بغیر سر تسلیم خم نہیں کرتیں، انسانی قوانین میں عدالت اور پولیس اوران دونوں شعبوں کے ذریعہ سزاؤں کا خوف ہی انسان کو جرم سے باز رکھتا ہے،لیکن شریعتِ اسلامی میں اس سے آگے ایک اورعقیدہ ''آخرت کے عذاب وثواب'' کا ہے، اسی لئے قرآن وحدیث میں ہرحکم کے ساتھ، اس کے ماننے پرآخرت کا اجر اوراس کے نہ ماننے پرآخرت کی پکڑ کا ذکر موجود ہے، یہ ایسا انقلاب انگیز عقیدہ ہے جو طاقتور سے طاقتورانسان کے دل کو ہلاکر رکھ دیتا ہےاور بڑے بڑے مجرموں کوقانون کے سامنے سپرانداز ہونے پر مجبور کرتا ہے، جب کوئی آنکھ دیکھنے والی اورکوئی زبان ٹوکنے والی نہیں ہوتی، اس وقت بھی یہ عقیدہ اس کے ہاتھوں کے لئے ہتھکڑی اوراس کے پاؤں کے لئے زنجیر بن جاتا ہے۔

مسلم سماج میں اس گئے گذرے دور میں بھی اس کی مثالیں بہ آسانی دیکھی جاسکتی ہیں، مثلاً یہی منشیات کا مسئلہ ہے،آج پوری دُنیا اس مسئلہ سے دوچار ہے اوراس کے نقصانات بحث سے ماوراء ہیں، امریکہ نے ان حالات کودیکھتے ہوئے ۱۹۳۰ء میں نشہ بندی کا ایک قانون بنایااورشراب کی مضرتوں کوواضح کرنے کے لئے صرف تشہیر پر ۶۵/ ملین ڈالرخرچ کئے، ۹/ ہزارملین صفحات شراب کے نقصانات پر لکھے گئے، ۲۰۰/ آدمی قتل کئے گئے، ۵/لاکھ کوقید کی سزادی گئی، ان لوگوں پر جوجرمانے کئے گئے، اس کی مقدار بے شمار ہے؛لیکن اس کے باوجودقانون کی طاقت سے قانون کومنوایانہیں جاسکااور۱۹۳۳ء میں امریکی حکومت اس بات پر مجبور ہوئی کہ اس قانون کوواپس لے لے۔

قرآن مجید نے جب شراب کوحرام قراردیا،تو عرب اس کے بے حد عادی تھے، یہاں تک کہ اسلام سے پہلے ان کی مذہبی تقریبات بھی شراب سے خالی نہیں ہوتی تھیں،لیکن شراب کی حرمت کاحکم آتے ہی لوگوں نے اپنا سر جھکا دیااور مدینہ کی گلیوں اورکوچوں میں شراب بہنے لگی، آج بھی صورتِ حال یہ ہے کہ جہالت وغفلت کے باوجود مسلمان سماج میں شراب سے جواحتیاط برتی جاتی ہے، شاید ہی اس کی مثال مل سکے، مغربی ممالک میں خاص طور پراس کومحسوس کیا جاسکتا ہے کہ دوش بدوش زندگی گذارنے والے مسلمان اورغیرمسلم مےنوشی

کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بہت مختلف کردار کے حامل ہوتے ہیں۔

اسی طرح زنا اور غیر قانونی جنسی تعلق کا معاملہ ہے، کہ آج بھی اس معاملہ میں مسلم سماج دوسری قوموں سے بدرجہا غنیمت ہے، یہی وجہ ہے کہ ایڈس کی بیماری کی شرح مسلم ملکوں میں سب سے کم ہے، یہاں تک کہ وہ مسلمان ملک جنھیں سیکولرزم کے نام پر ''اغواء'' کرلیا گیا ہے، وہ بھی ایسی برائیوں میں مغربی اور مغرب زدہ ممالک سے بہتر حالت میں ہیں، —— مغربی ملکوں میں شہر شہر بوڑھے لوگوں کے لئے ہاسٹل قائم کردیئے گئے ہیں، لوگ بوڑھے ماں باپ اور بزرگانِ خاندان کو ان ہاسٹلوں میں رکھ کر اپنا بوجھ ہلکا کرلیتے ہیں، لیکن مسلم سماج میں آج بھی ایسی خودغرضی نسبتاً کم پائی جاتی ہے، والدین کا احترام اور بزرگوں کی قدردانی کو لوگ اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں، یہ آخرت کے خوف اور آخرت میں جوابدہی کے احساس کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے، پس وضعی قوانین کا نفاذ قانون کی طاقت ہی سے ممکن ہے، لیکن قانونِ شریعت کے نفاذ میں عقیدہ و ایمان کی طاقت بھی مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔

قانونِ شریعت کے مصادر

چوں کہ اسلامی نقطۂ نظر سے قانون کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، اس لئے شریعت کے تمام قوانین کا رشتہ بہرحال اللہ تعالیٰ ہی سے ہے، البتہ بعض احکام کی نسبت صراحتاً اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور بعض احکام قرآن وحدیث سے ثابت ہونے والے اُصول وقواعد کی روشنی میں اہل علم نے استنباط کئے ہیں، ان کی بھی بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی جاسکتی ہے، فرق یہ ہے کہ پہلا ذریعہ معصوم ہے، اگر قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت یقینی ہو تو اس میں غلطی کا احتمال نہیں اور دوسرا ذریعہ معصوم نہیں؛ کیوں کہ اس میں انسانی اجتہاد کو دخل ہے اور انسان کی سوچ غلط بھی ہوسکتی ہے، اس طرح قانونِ شریعت کے مصادر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: نصوص، اجتہاد سے ثابت ہونے والے احکام۔

منصوص مصادر

منصوص مصادر چار ہیں: کتاب اللہ، سنتِ رسول، شرائع ماقبل اور جن مسائل میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو ان میں صحابہ کے آثار۔

کتاب اللہ سے مراد قرآنِ مجید ہے، جو بے کم وکاست محفوظ ہے اور قیامت تک رہے گا، قرآنِ مجید میں فقہی احکام سے متعلق آیات کی تعداد لوگوں نے دو، ڈھائی سو سے لے کر پانچ سو تک لکھی ہے، پانچ سو کی تعداد اس لحاظ سے ہوسکتی ہے کہ قرآن سے ثابت ہونے والے صریح احکام کے علاوہ اُصولی احکام کو بھی شامل کرلیا جائے، ملاجیون نے تفسیراتِ احمدیہ میں اسی اُصول پر آیات کا انتخاب کیا ہے، جن کی تعداد ۴۶۲ ہے، نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے بھی ''نیل المرام'' میں آیاتِ احکام کے استیعاب کی کوشش کی ہے، جن کی تعداد ۲۴۸/ ہوتی ہے، —— قرآن میں آیاتِ احکام، عبادات سے متعلق بھی ہیں اور معاملات، نیز دوسرے شعبہ سے متعلق بھی، شیخ عبدالوہاب خلاف نے عبادات کے علاوہ دوسرے مسائل سے متعلق آیات کی تعداد اس طرح لکھی ہے :

احوالِ شخصیہ (۷۰)

قانون شہریت (۷۰)

احکام جرم وسزا (۳۰۱)

عدالتی قوانین (۱۳)

دستوری قوانین (۱۰)

اقتصادی قوانین (۱۰)

قومی وبین قومی قوانین (۲۵)۔(۱)

فقہی احکام کی اہمیت اور عملی زندگی سے اس کے تعلق کی وجہ سے بہت سے اہل علم نے آیاتِ احکام کی تفسیر کا اہتمام کیا ہے، ان میں سے اہم کتابیں اس طرح ہیں :

احکام القرآن	امام ابوبکر جصاص رازی	(م:۳۷۰ھ)
احکام القرآن للشافعی	ابوبکر احمد بیہقی (یہ دراصل امام شافعی کے افادات ہیں، جس کو علامہ بیہقی نے یکجا اور مرتب کیا ہے)۔	(م:۴۵۸ھ)
احکام القرآن	ابوبکر محمد بن عربی	(م:۵۴۳ھ)
تفسیرات احمدیہ	ملا احمد جیون	(م:۱۱۳۰ھ)
نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام	نواب صدیق حسن خان	(م:۱۳۰۷ھ)
احکام القرآن	زیرنگرانی : مولانا اشرف علی تھانویؒ (یہ اس موضوع پر نہایت مفصل اور جامع مجموعہ ہے، جسے مولانا ظفر احمد عثانی، مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا ادریس کاندھلوی نے تالیف کیا ہے)۔	
روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام من القرآن	شیخ محمد علی صابونی	
تفسیر آیات لأحکام	محمد علی السائس، عبداللطیف السبکی، محمد ابراہیم محمد کرشون	

ان کے علاوہ علامہ ابوعبداللہ محمد قرطبی (م:۶۷۰ھ) کی الجامع لاحکام القرآن اور مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م:۱۲۲۵ھ) کی ''التفسیر المظہری''، ہے تو پورے قرآن مجید کی تفسیر، لیکن اس پر فقہی رنگ غالب ہے اور قرآن کے فقہی احکام پر بہت شرح وبسط کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔

---

(۱) علم أصول الفقه للخلاف، ص:۳۱،۳۲

سنتِ رسول

احکامِ شرعیہ کا دوسرا ماخذ سنتِ رسول ہے، سنتِ رسول سے مراد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات، آپ کا عمل، نیز وہ قول وفعل ہے، جو آپ کے سامنے آیا ہو اور آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی ہو، سنت کے حجت ہونے پر اُمت کا اجماع واتفاق ہے، کیوں کہ قرآن مجید میں کثرت سے مستقل طور پر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، فرمایا گیا کہ رسول کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے، ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ، (النساء ۸۰) نیز اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے :

وما آتا کم الرسول فخذوہ وما نھا کم عنہ فانتھوا ۔ (الحشر : ۷)

رسول جو کچھ لائے، اسے قبول کرو اور جس سے منع کردے اُس سے رک جاؤ۔

بلکہ سنتِ رسول اصل میں قرآن مجید کی تفسیر وتوضیح ہے، اسی لئے امام شافعی نے فرمایا: ''حضور ﷺ کی سنتیں تین طرح کی ہیں: یا تو قرآن میں جو حکم ہے، وہی حکم سنتِ رسول میں بھی ہے، یا قرآن میں کوئی حکم مجمل ہے، سنت نے اس کو واضح کر دیا ہے، یا قرآنِ مجید اس سلسلہ میں خاموش ہے اور سنت کے ذریعہ اس صورت کا حکم معلوم ہوتا ہے (۱)، لیکن غور کیا جائے ! تو یہ صورت بھی قرآن مجید کے بتائے ہوئے عام اُصولوں کے دائرہ میں آتی ہے، گویا قرآن نے ایک اُصول بیان کردیا اور سنت کے ذریعہ اس کی تطبیق اور عملی صورت گری سامنے آگئی، اسی لئے امام اوزاعی نے فرمایا کہ بیان ووضاحت اور فہم مراد کے اعتبار سے قرآن کو حدیث کی حاجت زیادہ ہے، بمقابلہ اس حاجت کے جو حدیث کو قرآن کی ہے، الکتاب أحوج الی السنة من السنة الی الکتاب ۔ (۲)

حقیقت یہ ہے کہ فقہی اعتبار سے احادیث کی بڑی اہمیت ہے، قرآن مجید ایک دستوری کتاب ہے، جس میں اُصولی احکام دیئے گئے ہیں اور دین کے حدود واربعہ کو متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے، حدیث کے ذریعہ ان قرآنی احکام کی عملی تصویر سامنے آجاتی ہے۔

اور اس طرح اہل ہوس کے لئے قرآن کے معنوں میں اُلٹ پھیر، تحریف اور من چاہی تاویل کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، جہاں حفاظ اور قاریوں کے ذریعہ الفاظ قرآنی کی حفاظت کا غیبی انتظام ہوا ہے، وہیں معنوی تحریف اور آمیزش سے حفاظت کا سروسامان حدیث کے ذریعہ انجام پایا ہے، اس طرح احادیث قرآن مجید کی معنوی حفاظت کا ذریعہ ہیں۔

وہ احادیث جو احکامِ فقہیہ سے متعلق ہیں، ان کی تعداد تقریباً سات، آٹھ ہزار ہے، کتب احادیث میں چوں کہ مختلف سندوں سے آنے والی روایتوں کو مختلف حدیث شمار کرلیا جاتا ہے، اس لئے ان کی تعداد زیادہ معلوم ہوتی ہے، لیکن مکررات کو چھوڑ کر اصل مضمون اور متن کے اعتبار سے احادیثِ احکام کی تعداد سات، آٹھ ہزار سے زیادہ نہ ہوگی، جن مصنفین نے ایسی حدیثوں کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے، اس حقیر کے علم کے مطابق مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا کام اس میں سب سے زیادہ جامع ہے، جنھوں نے اعلاءُ السنن جیسی عظیم الشان کتاب تالیف کی اور احادیثِ احکام کو جمع فرمایا، اس میں احادیث اور آثارِ صحابہ کی مجموعی تعداد (۶۱۲۲) ہے، دوسری کتابیں جن میں خاص

---

(۱) الرسالة ، ص ۹۱-۹۲، باب ما أبان اللہ لخلقه من فرضه علی رسوله اتباع ما أوحی إلیه

(۲) شرح السنة:۱/۳۵، للحسن بن علی بن خلف بربهاری ابو محمد

طور پر احکام سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہیں، اس سے بہت کم تعداد پر مشتمل ہے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء .

احادیثِ احکام سے متعلق کتابیں دو طرح کی ہیں: ایک وہ جس میں مختلف مضامین کی احادیث ہیں، لیکن احادیث کی بھی ایک بڑی تعداد اس میں شامل ہے، چاہے اس کی ترتیب فقہی ہو، یا وہ ابوابِ فقہ کی ترتیب پر نہ ہو، فقہی ترتیب پر جو کتابیں ہوں وہ سنن کہلاتی ہیں، ایسی کتابیں جو سنن ہیں، لیکن ان میں احکام سے متعلق حدیثیں بھی ہیں، بہت ہیں، لیکن ان میں مشہور اور اہم کتابیں یہ ہیں :

صحیح بخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری	(متوفی:۲۵۶ھ)
صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج نیساپوری	(متوفی:۲۶۱ھ)
صحیح ابن خزیمہ	امام محمد بن اسحاق بن خزیمۃ نیساپوری	(متوفی:۳۱۱ھ)
مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	(متوفی:۲۴۱ھ)
مسند بزار	امام ابوبکر احمد بن عمرو بزار	(متوفی:۲۹۲ھ)
مسند ابوداؤد طیالسی	امام سلیمان بن داؤد طیالسی	(متوفی:۲۰۴ھ)
المعجم الکبیر	امام ابوقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	(متوفی:۳۶۰ھ)
المعجم الاوسط	//	//
المعجم الصغیر	//	//
مستدرک حاکم	امام ابوعبداللہ حاکم نیساپوری	(متوفی:۴۰۵)

جو کتبِ احادیث فقہی ترتیب سے جمع کی گئی ہیں، ان میں سے اہم کتابیں یہ ہیں :

مؤطا امام مالک	امام مالک بن انس	(متوفی:۱۷۹ھ)
مؤطا امام محمد	امام محمد بن حسن شیبانی	(متوفی:۱۸۹ھ)
کتاب الآثار	امام یعقوب ابویوسف	(متوفی:۱۸۲ھ)
کتاب الآثار	امام محمد بن حسن شیبانی	(متوفی:۱۸۹ھ)
مصنف ابن ابی شیبہ	الامام الحافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ الکوفی	(متوفی:۲۳۵ھ)
مصنف عبدالرزاق	الامام الحافظ الکبیر ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	(متوفی:۲۱۱ھ)
سنن ترمذی	امام محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی	(متوفی:۲۷۹ھ)
سنن ابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	(متوفی:۲۷۵ھ)
سنن نسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی نسائی	(متوفی:۳۱۵ھ)
سنن دارمی	امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی	(متوفی:۲۵۵ھ)

سنن ابن ماجہ	امام محمد بن زید بن ماجہ القزوینی	(متوفی:۲۷۳ھ)
سنن دارقطنی	حافظ علی بن عمر دارقطنی	(متوفی:۳۸۵ھ)
سنن بیہقی	حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	(متوفی:۴۵۸ھ)

کچھ کتابیں وہ ہیں جن کے مصنفین نے کتبِ احادیث کی روایات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور ان میں احادیثِ احکام کا بہت بڑا حصہ آ گیا ہے، اس سلسلہ میں یہ کتابیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

○ جامع الاصول من احادیث الرسول :

یہ کتاب علامہ ابن اثیر کی ہے، جس میں بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور موطا امام مالک کی احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔

○ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد :

یہ حافظ علی بن ابی بکر ہیثمی کی تالیف ہے، جس میں انھوں نے مسند احمد، مسند ابویعلی موصلی، مسند بزار اور طبرانی کی معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر کی ان زائد احادیث کو جمع کیا ہے، جو صحاحِ ستہ میں موجود نہیں ہیں اور ضعیف احادیث کا درجہ و مقام واضح کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے، اس طرح اس میں احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔

○ جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد :

یہ محمد بن سلیمان مغربی کی تالیف ہے، جنھوں نے علامہ ابن اثیر کی جامع الاصول اور علامہ ہیثمی کی مجمع الزوائد کی احادیث کو جمع کرنے کے علاوہ سنن ابن ماجہ اور سنن دارمی کی ان زائد احادیث کو بھی شامل کر لیا ہے، جو صحاح ستہ میں موجود نہیں ہیں، اس کتاب میں حدیث کی چودہ اہم کتابوں کی احادیث یکجا ہو گئی ہیں اور اس طرح یہ کتاب احادیثِ نبوی کا عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا بن گئی ہے۔

○ الجامع الصغیر من احادیث البشیر النذیر :

یہ علامہ جلال الدین سیوطی کی تالیف ہے، جس میں انھوں نے (۱۰۱۳۱) حدیثیں سند کو حذف کر کے حروفِ تہجی کی ترتیب سے جمع کی ہیں اور ہر حدیث پر حدیث کے درجہ کی طرف رمزیہ الفاظ کے ذریعہ اشارہ بھی کیا ہے، پھر جو حدیثیں اس میں باقی رہ گئیں ان کو ''الفتح الکبیر'' کے نام سے جمع فرمایا، البتہ اس میں درجہ کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا ہے، واقعہ ہے کہ ہر طرح کی حدیثوں کا یہ بہت بڑا ذخیرہ ہے، پھر اسی کی بنیاد پر علامہ سیوطی نے ''الجامع الکبیر'' مرتب کی جس میں قولی احادیث کی ترتیب حروفِ تہجی پر ہے اور فعلی احادیث کی ترتیب صحابہ کے نام پر، اللہ جزائے خیر دے علامہ علاء الدین علی المتقی ہندی کو کہ انھوں نے اس پورے ذخیرہ کو موضوعات کی ترتیب پر ''کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال'' کے نام سے مرتب فرمایا، جو اس وقت احادیث کا سب سے بڑا ذخیرہ ۴۶۶۲۴ر احادیث وآثار پر مشتمل ہے۔

بعد کے اہل علم نے کتبِ احادیث سے سند کو حذف کر کے صرف احادیثِ احکام کو جمع کرنے کی سعی ہے، اس سلسلہ میں درج ذیل کتب اہم ہیں :

الأحکام	عبدالغنی مقدسی
عمدۃ الاحکام من سید الانام	عبدالغنی مقدسی
الإلمام لأحادیث الاحکام	ابن دقیق العید
المنتقی فی الاحکام	عبدالسلام بن عبداللہ بن تیمیہ حرانی
بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام	حافظ ابن حجر عسقلانی
آثار السنن	علامہ ظہیر احسن شوق نیموی
اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد عثمانی

احادیثِ احکام کا بہت بڑا حصہ بعض ان کتابوں میں آگیا ہے، جن میں کسی فقہی کتاب کی مرویات کی تخریج کی گئی ہے، اس سلسلہ میں یہ کتابیں نہایت اہم اور احادیثِ احکام سے متعلق فنی مباحث کو جامع ہیں :

○ نصب الرایہ لأحادیث الہدایہ :

یہ حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی کی تالیف ہے، جس کو بجا طور پر تخریج حدیث میں نادرۂ روزگار تالیف سمجھا جاتا ہے، اس میں نہ صرف حنفیہ کے مستدلاتِ حدیث کا احاطہ ہے؛ بلکہ بڑی حد تک تمام ہی احادیثِ احکام جمع ہوگئی ہیں اور زیلعی نے کمالِ انصاف کے ساتھ احادیث پر گفتگو کی ہے۔

○ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ :

یہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے قلم سے نصب الرایہ کی تلخیص ہے۔

○ التلخیص الحبیر :

فقہ شافعی کی ایک اہم کتاب امام غزالی کی ''الوجیز'' ہے، علامہ ابوالقاسم عبدالکریم رافعی نے ''الشرح الکبیر'' کے نام سے اس کی شرح کی ہے، اس میں بکثرت شوافع کی مستدل احادیث نقل کی گئی ہیں، چنانچہ علامہ سراج الدین عمر بن ملقن (جو ابن ملقن کے نام سے مشہور ہیں) نے ''البدر المنیر فی تخریج الاحادیث والآثار الواقعہ فی الشرح الکبیر'' کے نام سے ان احادیث کی تخریج کی ہے، جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے، حافظ ابن حجر نے اسی کی تلخیص کی ہے اور اس کا نام ''التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث شرح الوجیز الکبیر'' رکھا ہے، ۲۱۶۱/احادیث احکام اور اس پر نقد و جرح کے اعتبار سے نصب الرایہ کے بعد یہ نہایت اہم تالیف ہے اور متاخرین نے احادیث کا درجہ متعین کرنے میں ان دونوں کتابوں سے بڑی مدد لی ہے۔

احادیثِ احکام کے سلسلہ میں دو اور خدمتیں قابلِ ذکر ہیں: ایک وہ جو مسند امام احمد بن حنبل پر کی گئی، مسند احمد ۲۷۶۳۴/احادیث پر مشتمل ہے، جو زیادہ تر صحیح اور حسن کے درجہ کی ہیں، اس میں بہت بڑی مقدار احادیثِ احکام کی ہے، لیکن چوں کہ کتاب کی ترتیب روایت کرنے والے صحابہ کے ناموں پر ہے، اس لئے کتاب سے احادیثِ احکام کو نکالنا بہت ہی دشوار کام تھا، علامہ احمد بن عبدالرحمن البنا نے

''الفتح الربانی'' کے نام سے اس کتاب کی مرویات کو فقہی ترتیب پر جمع کیا ہے اور اس پر نہایت عمدہ اور بصیرت افروز شرح بھی کی ہے، اس خدمت نے اہل علم کے لئے مسند احمد سے استفادہ کو آسان کردیا ہے۔

حدیث کی اہم خدمات میں ایک صحیح ابن حبان بھی ہے، جو کتب حدیث کی عام ترتیب سے مختلف ہے، اس لئے اس سے استفادہ دشوار تھا، چنانچہ کمال یوسف الحوت نے ''الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان'' کے نام سے موضوع وار احادیث کو مرتب کیا ہے اور اس طرح فقہی موضوعات پر بھی اس کتاب سے استفادہ آسان ہوگیا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ احکام شرعیہ میں عبادات اور حدود کا غالب ترین حصہ احادیث ہی پر مبنی ہے، اس لئے قانونِ شریعت کے مصادر میں حدیث کو خاص اہمیت حاصل ہے اور اس سلسلہ میں محدثین نے جو سعیٔ بے پایاں کی ہے، مذاہب کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، فجزاهم الله خير الجزاء .

شرائع ماقبل

تمام پیغمبروں کے ذریعہ اللہ تعالی نے جو دین بھیجا ہے، وہ ایک ہی دین ہے، اعتقادی اور اخلاقی احکام میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں پایا جاتا؛ اس لئے کہ اس کا سرچشمہ ایک ہی ذات ہے اور اگر عقیدہ و اخلاق کی ہدایات میں کوئی فرق پایا جاتا ہو تو یقینی طور پر یہ انسانی تحریفات اور آمیزشوں کا نتیجہ ہے، البتہ ''عملی زندگی'' کے احکام جو فقہ کا اصل موضوع ہے، مختلف شریعتوں میں مختلف رہا کیے ہیں؛ کیوں کہ انسانی تمدن کے مرحلہ بہ مرحلہ ارتقاء کا تقاضا یہی تھا، پہلی قسم کے احکام کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

> شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذى اوحينا اليك وما وصينا به ابراهيم وموسى وعيسى ان اقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه . (الشورى:۱۳)
>
> اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ (علیہم السلام) کو (مع ان سب کے اتباع کے) حکم دیا تھا (اور ان کی امم کو یہ کہا تھا، کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔(۱)

اور دوسری قسم کے احکام کے بارے میں ارشاد ہے :

> لكل جعلنا منكم شرعة ومنها جا . (المائدة:۴۸)
>
> تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک (خاص) شریعت اور راہ رکھی تھی۔(۲)

اس پس منظر میں سوال پیدا ہوتا ہے، کہ گذشتہ شریعتوں کے احکام کی کیا حیثیت ہوگی؟ ـــــ اس سلسلہ میں اہل علم نے جو گفتگو کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پچھلی کتابوں میں جو احکام آئے ہیں، وہ چار طرح کے ہیں: اول وہ احکام جن کا قرآن و حدیث میں کوئی ذکر

---

(۱) معارف القرآن:۶۷۵/۷ (۲) ماجدی:۹۲۴/۱

نہیں، بالاتفاق اس اُمت میں وہ احکام قابل عمل نہیں ہیں، دوسرے وہ احکام جن کا قرآن وحدیث میں ذکر آیا ہے اور یہ بات بھی واضح کردی گئی ہے کہ یہ حکم سابقہ اُمت کے لئے تھا، اس اُمت میں یہ حکم باقی نہیں، بلکہ منسوخ ہو چکا ہے، اس کے بارے میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ اُمتِ محمدیہ میں اس حکم پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

تیسرے وہ احکام ہیں جو قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں اور یہ بھی بتادیا گیا کہ یہ احکام اس اُمت کے لئے بھی ہیں، بالاتفاق اس شریعت میں بھی ان احکام پر عمل کیا جائے گا —— چوتھے وہ احکام ہیں جن کو قرآن وحدیث نے پچھلی قوموں کی نسبت سے بیان کیا ہے ،لیکن اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی ہے، کہ اس اُمت کے لئے یہ حکم باقی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں دو گروہ ہیں: ایک گروہ کا نقطۂ نظر ہے کہ اس اُمت کے لئے بھی یہ حکم باقی ہے، حنفیہ اسی نقطۂ نظر کے حامل ہیں، دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس اُمت کے لئے یہ حکم باقی نہیں، (۱) —— لیکن یہ اختلاف عملی اعتبار سے چنداں اہم نہیں، کیوں کہ عملاً شاید ہی کسی مسئلہ میں اس کی وجہ سے اختلاف رہا ہو۔

آثارِ صحابہ

رسول اللہ ﷺ سے اس دین کو براہِ راست حضرات صحابہ ؓ نے حاصل کیا ہے اور انھیں کے واسطہ سے یہ دین پوری اُمت تک پہنچا ہے، صحابہ سب کے سب عادل، معتبر، خداترس اور مخلص تھے، لہٰذا ان کے اقوال اور آراء کی خاص اہمیت ہے، ...... پھر بعض مسائل تو وہ ہیں، جن میں اجتہاد اور رائے کی گنجائش ہے اور بعض مسائل وہ ہیں جسے کوئی شخص اپنے اجتہاد سے اخذ نہیں کرسکتا، بلکہ لازماً ان کی بنیاد قرآن وحدیث ہی پر ہوگی، —— ان دوسرے قسم کے مسائل میں صحابہ کی رائے حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک حجت ودلیل ہے، اس لئے کہ ان کی رائے حضور ﷺ سے سنی ہوئی کسی بات پر ہی مبنی ہوگی، پس گویا یہ بھی حدیث ہی کے درجہ میں ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے، اسی کتاب میں: آثار)

آثارِ صحابہ کے نقل کرنے کا زیادہ اہتمام مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق میں کیا گیا ہے اور موجودہ دور میں اس سلسلہ کی بہت قابل قدر خدمت ابوعبداللہ سید بن کسروی نے کی ہے، کہ انھوں نے اپنے علم ودانست کے مطابق تمام آثار صحابہ کو ''موسوعة آثار الصحابه'' کے نام سے تین جلدوں میں جمع کردیا ہے، جس میں ۹۱۹۵ آثار ہیں۔ **فجزاهم الله خير الجزاء .**

غیر منصوص ادلہ

اجماع

جن شرعی دلائل کا ماخذ انسانی اجتہاد اور انسانی نقطۂ نظر ہے، ان میں سب سے قوی اجماع ہے، اجماع سے مراد کسی رائے پر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اُمت کے مجتہدین کا متفق ہوجانا ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ یہ اُمت کسی غلط بات پر متفق

---

(۱) دیکھئے: الاحکام للآمدی: ۱۸۶/۴، المستصفی للغزالی: ۱۳۲

نہیں ہوسکتی، گویا اُمت کے افراد کے انفرادی اجتہاد میں تو خطاء کا احتمال ہے، لیکن اپنی اجتماعی حیثیت میں وہ معصوم ہیں اور کسی غلط بات پر متفق نہیں ہو سکتے۔

اجماعی احکام میں کچھ تو وہ ہیں، جن کی بنیاد احادیث پر ہے، یعنی ایک حکم خبر واحد سے ثابت ہوا اور بعد کو تمام فقہاء اس پر متفق ہو گئے، اس طرح اس مسئلہ پر اجماع منعقد ہو گیا اور اجماع کی وجہ سے اس حکم نے قطعی اور یقینی حکم کا درجہ حاصل کر لیا، اور کچھ احکام وہ ہیں، جن کی بنیاد قیاس و مصلحت پر ہے، اور اس میں اجتہاد اور ایک سے زیادہ نقطۂ نظر کی گنجائش ہے، اس طرح کے احکام میں زیادہ تر اجماع کا انعقاد عہدِ صحابہ میں ہوا ہے، کیوں کہ اس عہد میں تمام مجتہدین کی آراء سے واقف ہونا آسان تھا، خاص کر سیدنا حضرت عمر فاروق ﷛ کو اللہ تعالیٰ نے اجتماعی غور و فکر اور شورائی اجتہاد کا خاص ذوق عطا فرمایا تھا، اسی لئے ان کے عہد میں نسبتاً زیادہ اجماع منعقد ہوئے ہیں۔

اجماعی احکام پر اہم تالیف علامہ ابن منذر (متوفی: ۳۱۸) کی ''کتاب الاجماع'' ہے، جس میں ۷۶۵ اجماعی مسائل کا ذکر آیا ہے، اس سلسلہ میں ایک اہم خدمت اس دور میں سعدی ابوحبیب نے کی ہے اور ''موسوعۃ الاجماع'' کے نام سے تمام اجماعی احکام کا احاطہ کرنے کی سعی کی ہے، اس کتاب میں ۱۳۰۴ اجماعی مسائل ذکر کئے گئے ہیں، —— یہ کتابیں ان معترضین کی تردید کرتی ہیں، جن کے نزدیک اجماع کی کوئی اہمیت نہیں اور عملاً اجماعی مسائل کا وجود نہیں، (اجماع سے متعلق تفصیل اسی کتاب میں خود اس لفظ کے تحت ملاحظہ کی جاسکتی ہے)۔

قیاس

قیاس کے اصل معنیٰ ایک چیز کو دوسری چیز کے برابر کرنے کے ہیں، کسی مسئلہ کے سلسلہ میں قرآن وحدیث کی صراحت موجود نہ ہو، لیکن قرآن وحدیث میں اِس سے ملتا جلتا کوئی مسئلہ موجود ہو اور اُس مسئلہ میں اللہ اور رسول کے حکم کی جو وجہ ہو سکتی ہو، وہ اس مسئلہ میں بھی موجود ہو، چنانچہ یہاں وہی بھی حکم لگا دیا جائے، اسی کو ''قیاس'' کہتے ہیں، پس غور کیا جائے! تو قیاس قرآن وحدیث کے مقابلہ میں دی جانے والی رائے نہیں ہے: بلکہ قیاس کے ذریعہ قرآن وحدیث کے حکم کے دائرہ کو وسیع کیا جاتا ہے۔

جن مسائل کی بابت نص موجود نہ ہو، ان میں قیاس پر عمل کیا جائے گا، یہ بات تقریباً متفق علیہ ہے، شرعی دلیلوں میں قیاس کو چوتھے درجہ پر رکھا گیا ہے: لیکن حدیث اور قیاس یہ دونوں ایسے مصادر ہیں، جن سے بیشتر فقہی احکام متعلق ہیں اور معاملات کے احکام کی بنیاد تو بڑی حد تک قیاس ہی پر ہے، اس لحاظ سے یہ نہایت اہم ماخذ ہے، —— ایسی کوئی کتاب جس میں صرف قیاسی احکام کو جمع کیا گیا ہو، اس حقیر کی نظر سے نہیں گذری، ولعل اللہ یحدث بعد ذالک أمرا، (قیاس کے تفصیلی احکام کے لئے خود اس لفظ سے رجوع کیا جاسکتا ہے)۔

دوسرے دلائل

ان کے علاوہ جن شرعی دلائل کا ذکر کیا گیا ہے، نیچے ان کی تعریف ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے، ان سے متعلق تفصیلی احکام خود ان الفاظ کے ذیل میں ذکر کر دیئے گئے ہیں :

استحسان : نص، اجماع، ضرورت ومصلحت، عرف وعادت اور غیر ظاہر لیکن نسبتاً قوی قیاس کے مقابلہ میں ظاہری قیاس کو چھوڑ دینے کا نام استحسان ہے۔

مصالح مرسلہ : کتاب وسنت میں جن مصلحتوں کے نہ معتبر ہونے کی صراحت ہے اور نہ نا معتبر ہونے کی، ان کو ''مصالح مرسلہ'' کہتے ہیں، اگر یہ شریعت کے مزاج اور عمومی ہدایات سے ہم آہنگ ہوں تو معتبر ہے۔

استصحاب : گذشتہ زمانہ میں کسی امر کے ثابت ہونے کی وجہ سے موجودہ یا آئندہ زمانہ میں بھی اس کو موجود ہی مانا جائے، اس کو اصطلاح میں ''استصحاب'' کہتے ہیں۔

ذریعہ : ذریعہ کے معنی وسیلہ کے ہیں، لہٰذا اگر کوئی امر کسی واجب یا مستحب کا ذریعہ بنتا ہو تو وہ ذریعہ مطلوب ہوگا، اس کو ''فتح ذریعہ'' کہتے ہیں، اور حرام ومکروہ کا ذریعہ بنتا ہو تو وہ مذموم ہوگا، اس کو سدِ ذریعہ کہتے ہیں، پھر جو جس درجہ کا ذریعہ ہو، اسی نسبت سے اس کا حکم ہوگا۔

عرف : لوگ، زندگی کے اُمور اور معاملات میں جس قول، فعل یا ترکِ فعل کے عادی ہو گئے ہوں، ان کو ''عرف وعادت'' کہتے ہیں، عرف کا بدلے ہوئے حالات کے پس منظر میں احکام کی تبدیلی سے گہرا تعلق ہے۔

اتباع وتقلید

گذشتہ اُمتوں میں ایک پیغمبر کے جانے سے پہلے دوسرے پیغمبر بھیج دیئے جاتے تھے اور وہی احکام شرعیہ کے باب میں اُمت کی رہنمائی کا کام کرتے تھے؛ چوں کہ رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا اور یہ ممکن نہیں کہ پوری اُمت بطورِ خود شرعی مسائل کا استنباط کرے، اس لئے اُمت میں علماء (جن کو حضور ﷺ نے انبیاء کا وارث قرار دیا ہے) کا فریضہ ہے کہ وہ احکامِ شرعیہ کو مستنبط کریں اور عوام اس پر عمل کریں، اسی استنباط احکام کو ''اجتہاد'' اور اس پر عمل کرنے کو ''تقلید'' کہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اجتہاد کرے، اگر وہ صحیح نتیجہ پر پہنچے، تب تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے، ایک محنت کا اور دوسرے صحیح نتیجہ تک پہنچنے کا، اور اگر اس سے خطاء ہو جائے اور وہ صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ پائے، تب بھی ایک اجر کا ضرور ہی مستحق ہوگا؛ کیوں کہ اس نے صحیح نتیجہ حاصل کرنے اور حکم دین کی تحقیق کرنے میں کاوش تو کی ہی ہے، (۱) اس حدیث سے واضح طور پر اجتہاد کا ثبوت ملتا ہے، اجتہاد کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی گئی ہے: ''کسی بات کی تحقیق میں پوری قوت صرف کر دینا، کہ اب اس سے زیادہ تحقیق وجستجو کا امکان باقی نہ رہے''، استفراغ الوسع فی تحقیق امر من الأمور۔ (۲)

تقلید کی حقیقت کو قاضی محمد اعلیٰ تھانوی نے اس طرح بیان کیا ہے :

التقلید اتباع الانسان غیرہ فیما یقول اویفعل معتقدا للحقیة من غیر نظر الی الدلیل ۔ (۳)

---

(۱) دیکھئے: بخاری: ۲/۱۱۹۲، حدیث نمبر: ۷۳۵۲، باب أجر الحاکم إذا اجتهد الخ (۲) الاحکام فی اصول الاحکام: ۴/۱۶۹

(۳) کشاف اصطلاحات الفنون: ۱۱۷۸

تقلید کے معنی یہ ہیں کہ کوئی کسی دوسرے کے قول وفعل کی دلیل طلب کئے بغیر اس کو حق سمجھتے ہوئے اتباع کرے۔

جولوگ اجتہاد پر قدرت نہیں رکھتے ہیں، ان کے لئے تقلید واجب ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اللہ، رسول اور ''اولی الأ مر'' کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور بقول ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ ''اُولوالامر'' سے مراد اصحاب فقہ اور اصحاب دین ہیں، اولی الأمر یعني: أهل الفقة و الدین ۔ (۱)

علمی انحطاط، ورع وتقویٰ کی کمی اور اتباع نفس کے اندیشہ سے دوسری صدی ہجری کے بعد سے شخصی تقلید کا رواج مقبول خاص و عام ہو چکا ہے، اور بقول شاہ ولی اللہ صاحب کے: بہت کم لوگ دوسری صدی کے بعد ایسے گذرے ہیں جو کسی متعین مجتہد کے پیرو نہ ہوں اور یہی اس زمانہ میں واجب تھا، وقلّ من کان لا یعتمد علی مذهب مجتهد بعینه و کان هذا هو الواجب في ذالک الزمان ،(۲) اور اسی لئے صدیوں سے ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ) کی اتباع پر اُمت کا سوادِاعظم متفق ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب کے حسب تحریر ان کی تقلید سے باہر جانا سوادِاعظم سے نکل جانے کے مترادف ہے، (۳) یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اب اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور یہ دروازہ کبھی کھلے گا ہی نہیں، کہ قرآن وحدیث میں ایسی کوئی صراحت نہیں آئی ہے اور نہ ائمہ مجتہدین سے یہ منقول ہے، اس لئے اس کو اجماع کہنا بھی دُشوار ہے؛ کیوں کہ اجماع تو صرف مجتہدین کا معتبر ہے، فقہاء نے قاضی کے لئے صلاحیت اجتہاد کا حامل ہونا مستحب قرار دیا ہے، ظاہر ہے کہ قاضی کا مقرر کرنا ہر عہد میں شرعی فریضہ ہے، پھر اس اُمت کے آخری حصہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور امام مہدی کا ظہور ہوگا، ان حضرات کو کسی امام کا مقلد قرار دینا ان کی شان سے فروتر بات ہے، اس لئے اجتہاد کا دروازہ اُصولی طور پر بند نہیں ہوا ہے؛ لیکن صلاحیتِ اجتہاد کے مفقود ہونے کی وجہ سے عملاً مدتوں سے مستقل طور پر اجتہاد کا سلسلہ رکا ہوا ہے اور فی زمانہ تقلید میں ہی عامۃ المسلمین کے عقیدہ وعمل کی حفاظت ہے۔

(اجتہاد وتقلید کی حقیقت اور اس سلسلہ میں فقہی اُصول وقواعد، خود ان الفاظ کے ذیل میں دیکھے جاسکتے ہیں)۔

اسبابِ اختلاف

چوں کہ احکامِ شرعیہ کو مستنبط کرنے میں اجتہاد اور غور وفکر کو دخل ہے، غور وفکر کے نتیجہ میں اختلاف رائے کا پایا جانا فطری امر ہے اور انسانی سوچ درست بھی ہوسکتی ہے اور نادرست بھی اور واقعہ کے مطابق بھی ہوسکتی ہے اور اس کے خلاف بھی، اس لئے بہت سے مسائل میں مجتہدین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، جسے قانونِ شریعت کی زندگی اور حیات کی علامت قرار دیا جاسکتا ہے اور یہ اُمت کے لئے رحمت ہے نہ کہ زحمت؛ کیوں کہ اس کی وجہ سے مختلف اُمور میں اُمت کو درپیش مشکلات کو حل کرنے کے لئے مختلف نقاطِ نظر سے استفادہ کی گنجائش فراہم ہوتی ہے؛ اسی لئے سلف صالحین اور خاص کر امام مالک نے اس بات کو ناپسند کیا کہ تمام لوگوں کو ایک ہی رائے کا

(۱) مستدرک حاکم: ۱/۱۲۳ (۲) الانصاف: ۵۹

(۳) عقدالجید: ۳۸

پابند کرنے پر مجبور کیا جائے ،(۱) اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ صحابہ میں کوئی اختلاف ہی نہ ہوتا، اس لئے کہ اگر صحابہ کا تمام مسائل میں ایک ہی قول ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے ، کیوں کہ صحابہ مقتدیٰ ہیں، اگر آدمی ان میں سے کسی ایک کے قول کو اختیار کر لے تو اس کی گنجائش ہے، اسی بنیاد پر سلف صالحین نے اختلاف فقہاء کو جمع کرنے کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔

اختلاف رائے کے اسباب بہت سے ہیں: لیکن چند اسباب بنیادی نوعیت کے حامل ہیں ، یہاں انھیں کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے :

(۱) بعض اُمور کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان کی حیثیت دلیل شرعی کی ہے یا نہیں؟ مثلاً استحسان اور مصالح مرسلہ، احناف و مالکیہ کے یہاں ان کا اعتبار ہے، ذریعہ کے سلسلہ میں مالکیہ کا نقطۂ نظر دوسرے فقہاء سے زیادہ وسیع ہے، عرف سے حنفیہ زیادہ کام لیتے ہیں، استصحاب کا اعتبار حنابلہ کے یہاں نسبتاً زیادہ ہے، آثار صحابہ کو دلیل بنانے میں حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں زیادہ وسعت ہے اور بعض فقہاء کی طرف منسوب ہے کہ وہ آثار صحابہ کو مطلق حجت نہ مانتے تھے۔

پس جن فقہاء نے ان کو ماخذ قانون کا درجہ دیا ہے، انھوں نے ان پر مبنی احکام کو قبول کیا اور جنھوں نے ان کو دلیل شرعی نہیں مانا ہے، انھوں نے ان احکام سے اختلاف کیا۔

(۲) اختلاف رائے کا دوسرا مرکزی سبب نصوص کے ثابت و معتبر ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں اختلاف رائے ہے، جیسے حدیثِ مرسل حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں حجت ہے، شوافع بعض مستثنیات کو چھوڑ کر حدیث کی اس قسم کو ثابت نہیں سمجھتے ، قیاس کے مقابلہ حنفیہ کے یہاں حدیثِ ضعیف کا اعتبار ہے، بشرطیکہ اس کا ضعف بہت شدید نہ ہو، دوسرے فقہاء کو اس سے اختلاف ہے۔

اسی طرح کسی روایت کا معتبر یا غیر معتبر ہونا راویوں کے معتبر ہونے اور نہ ہونے پر موقوف ہوتا ہے اور راویوں کے بارے میں مجتہد کی جو رائے ہوتی ہے، وہ بھی اجتہاد پر مبنی ہوتی ہے اور اس میں غلطی بھی ہوسکتی ہے، ایسا ممکن ہے کہ ایک راوی بعض اہل علم کے نزدیک قابل اعتبار ہو اور دوسروں کے نزدیک نا قابل اعتبار، ایسی صورت میں دونوں گروہ کی رائے اپنے اپنے نقطۂ نظر پر مبنی ہوگا۔

(۳) کوئی انسان خواہ کتنا بھی صاحبِ علم ہو، وہ اس بات کا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نے معلومات کا احاطہ کرلیا ہے، اس بنیاد پر ایسا ممکن ہے کہ بعض دلیلیں ایک مجتہد تک پہنچی ہوں اور دوسرے تک نہ پہنچی ہوں، یا کسی دلیل کی طرف ایک مجتہد کا ذہن منتقل ہوا اور دوسرے کا نہیں ہوا ہو، یہی وجہ کہ امام شافعی جیسے فقیہ و محدث نے جب حجاز سے نکل کر عراق اور عراق کے بعد مصر کا سفر کیا اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا تو بے شمار مسائل میں ان کی رائے بدل گئی، اسی لئے فقہ شافعی میں قول قدیم اور قولِ جدید کی مستقل اصطلاح پائی جاتی ہے، اسی طرح امام ابو یوسف اور امام محمد، امام ابوحنیفہ کی وفات کے بعد جب حجاز آئے اور امام مالک سے استفادہ کیا، تو بعض مسائل میں نہ صرف یہ کہ ان کی رائے بدل گئی ، بلکہ انھوں نے یہ بھی فرمایا: ''اگر امام ابوحنیفہ اس پر مطلع ہوتے تو وہ بھی وہی کہتے جو میں کہہ رہا ہوں''، اس طرح کا رجوع و اعتراف مختلف فقہاء کے یہاں پایا جاتا ہے، جو طلبِ حق کے سلسلہ میں ان کے اخلاص اور بے نفسی کی دلیل ہے!

---

(۱) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف:۲۳

(۴) بعض مسائل میں دلیلیں متعارض ہوتی ہیں، ایک مسئلہ سے متعلق دو مختلف احادیث ہوتی ہیں، اب مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں کس پر عمل کرنا اولیٰ وافضل ہے؟ یا یہ کہ کون سی حدیث منسوخ ہے اور کس کا حکم باقی ہے؟ —— چوں کہ حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہوتی؛ اس لئے فقہاء کو اپنے ذوق سے ترجیح دینا پڑتا ہے، اسی طرح کسی مسئلہ میں قرآن وحدیث کا واضح حکم موجود نہیں ہوتا اور صحابہ کی رائے مختلف ہوتی ہے، ان آراء میں ترجیح سے کام لینا ہوتا ہے، اسی طرح ایک ہی مسئلہ میں قیاس کے دو پہلو ہوتے ہیں اور دونوں متضاد ہوتے ہیں، اس صورت میں بھی مجتہد کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ایک قیاس کو دوسرے پر ترجیح دے۔

ایسے مواقع پر ترجیح کے سلسلہ میں فقہاء کا ذوق الگ الگ ہوتا ہے، کوئی حدیث کو قوتِ سند کی بناء پر ترجیح دیتا ہے، کوئی قرآن اور دین کے مسلمہ اُصول وقواعد کی موافقت کو ترجیح دیتا ہے، کسی کے نزدیک اس بات کی اہمیت ہوتی ہے کہ کس حدیث کی سند میں واسطے کم ہیں، اور کسی کے یہاں یہ بات اہم قرار پاتی ہے کہ کس حدیث کے روایت کرنے والے تفقہ کے حامل ہیں؟ کسی کا رجحان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاویٰ کی طرف ہے اور کسی کا حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ کی آراء کی طرف، کسی کے نزدیک ایک راوی بہت ہی ضعیف و ناقابلِ اعتبار ہے اور کسی کی نگاہ میں وہ ایک بلند پایہ، معتبر راوی ہے، —— اس اختلافِ ذوق کی وجہ سے ان کے اجتہاد واستنباط میں بھی اختلاف واقع ہوتا ہے۔

(۵) قانونِ شریعت کے اصل مأخذ قرآن وحدیث ہیں، اور یہ دونوں عربی زبان میں ہیں؛ اس لئے عربی زبان کے قواعد، طرزِ تعبیر اور اسالیبِ بیان سے بھی مسائل کے استنباط کا گہرا تعلق ہے اور صورتِ حال یہ ہے کہ خود اہل زبان کے نزدیک بعض الفاظ اور افعال کی مراد کے سلسلہ میں اختلاف ہے، یا اہل زبان کے نزدیک اس کے ایک سے زیادہ معنی مراد لئے جاسکتے ہیں، اس کی وجہ سے بھی اختلافِ رائے پیدا ہوتا ہے۔

مثلاً فعل امر لازماً کسی بات کے واجب ہونے کو بتاتا ہے، یا مباح اور مستحب کے لئے بھی بولا جاتا ہے؟ ''و'' صرف جمع کے معنی میں ہے، یا اس کے معنی میں ترتیب بھی ملحوظ ہوتی ہے؟ ''الیٰ'' اپنے مابعد کو شامل ہوتا ہے یا شامل نہیں ہوتا ہے؟ ''ب'' کا اصل معنی بعض کا ہے، یا ''بیان'' کے لئے ہے؟ وغیرہ، اس لئے اُصولِ فقہ کی کتابوں کا ایک اہم موضوع دلالتِ کلام سے متعلق ہے اور حنفیہ کی کتبِ اُصول جیسے امام بزدوی اور امام سرخسی وغیرہ کی تالیفات میں بڑا حصہ انھیں مباحث پر مشتمل ہے۔

(۶) بعض مسائل میں اختلاف رائے کی بنیاد حالات کی تبدیلی، سیاسی ومعاشی نظام میں تغیر اور اخلاقی قدروں میں ارتقاء سے بھی متعلق ہوتا ہے، اس لئے فقہاء کے یہاں ایک متفقہ اُصول ہے: لا ینکر تغیر الأحکام بتغیر الزمان کہ زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے احکام میں تبدیلی سے انکار نہیں کیا جاسکتا، —— حضرت عائشہؓ نے اپنے زمانہ میں خواتین کے حالات کو دیکھتے ہوئے فرمایا: اگر حضور ﷺ نے ان کو دیکھا ہوتا، تو انھیں مسجد میں آنے سے منع کر دیا ہوتا، اس طرح بعض مسائل میں بعد کے فقہاء نے اپنے سلف کی رائے سے اختلاف کیا اور کہا کہ اگر گذشتہ بزرگوں نے آج کے حالات کو دیکھا ہوتا تو وہ بھی اس کے قائل ہو گئے ہوتے۔

اسی کو بعض اہل علم نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ ''اختلافِ برہان'' نہیں، بلکہ ''اختلافِ زمان'' ہے، امام ابوحنیفہ امامت اور تعلیم

قرآن پر اُجرت لینے کو جائز نہیں سمجھے تھے؛ لیکن متاخرین نے اس کی اجازت دی، متقدمین اجیر کو اس کے پاس ضائع ہوجانے والے مال کا ضامن نہیں ٹھہراتے تھے، لیکن متاخرین نے بڑھتی ہوئی بددیانتی کو دیکھتے ہوئے ان کو ضامن ٹھہرایا، اس طرح کے بہت سے مسائل ہیں، جن میں فقہاءِ متقدمین اور متاخرین کے نقاط نظر میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ایک ہی دبستانِ فقہ سے متعلق پہلے اور بعد کے اہل علم کی رائیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

یہ فقہی اختلافات کے اہم اور بنیادی اسباب ہیں، ورنہ اسبابِ اختلاف کی بڑی تعداد ہے، شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ''الإنصاف في بيان سبب الاختلاف'' میں ان نکات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، جو اہل علم کے درمیان اختلاف کا موجب بنے ہیں، ماضی قریب میں بھی اس سلسلہ میں بعض اہم خدمات انجام پائی ہیں، جن میں شیخ محمد عوامہ کی ''اثر الحديث الشريف في اختلاف الأئمة الفقهاء رضي الله عنهم'' (ص:۱۴۱) اور ڈاکٹر مصطفیٰ سعید الخن کی ''اثر الاختلاف في القواعد الأصولية'' (ص:۶۴۵) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

فقہی اختلاف اور مجتہدین کا اختلافِ ذوق

اسبابِ اختلاف کے سلسلہ میں اس بات کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ اس سلسلہ میں فقہاء کو علاقائی اثرات اور مقامی افکار نے بھی متاثر کیا ہے، امام ابوحنیفہ کوفہ میں پیدا ہوئے، یہیں آپ کی علمی نشو ونما ہوئی اور یہیں سے آپ کے فقہ و اجتہاد کا خورشیدِ عالم تاب طلوع ہوا، کوفہ میں زیادہ تر اہل علم حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اور حضرت علی ؓ کی درس گاہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے فتاویٰ کو ترجیح دیتے تھے، اس لئے امام ابوحنیفہ کی آراء پر ان صحابہ کے فتاویٰ اور فیصلوں کی اتباع کا رجحان غالب ہے، امام مالک نے پوری زندگی مدینہ میں گذاردی، یہیں فیض اُٹھایا اور یہیں سے آپ کے فیضان کا چشمہ جاری ہوا، مدینہ میں حضرت عمر ؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے تلامذہ ومنتسبین کی فکر کی گہری چھاپ تھی، اس لئے امام مالک کے مسلک پر ان صحابہ کی آراء اور علماءِ مدینہ کے افکار کا غلبہ ہے، یہاں تک کہ ''تعامل اہل مدینہ'' ان کے یہاں مستقل ایک مصدرِ شرعی ہے۔

حضرت امام شافعی کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی اور یہیں آپ کی علمی نشو ونما انجام پائی، مکہ کو حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے اپنے علمی فیوض و برکات کا مرکز بنایا تھا اور ان کے لائق و فائق تلامذہ مکہ کی علمی فضاء پر چھائے ہوئے تھے، چنانچہ امام شافعی کی آراء پر حضرت عبداللہ بن عباس ؓ اور ان کے شاگردوں کے فتاوے کا واضح اثر ہے، —— امام احمد چوں کہ ظاہر حدیث پر عمل کرنے کا خاص ذوق رکھتے تھے اور صحابہ ؓ میں حضرت ابوہریرہ ؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کا ذوق یہی تھا، اس لئے امام احمد کے یہاں ان صحابہ کے فتاویٰ کی پیروی کا رجحان نمایاں ہے۔

غرض اختلافِ رائے کے اسباب میں جہاں استدلال اور طریقۂ استنباط میں اختلاف کو دخل ہے، وہیں احوالِ زمانہ میں تبدیلی اور مجتہد کے مذاق و رجحان کا بھی حصہ ہے۔

فقہ — لغوی و اصطلاحی معنی

فقہ کے لغوی معنی کسی بات کو جاننے اور سمجھنے کے ہیں، قرآن مجید میں کم سے کم دو موقعوں پر یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، (النساء:۷۸، ھود:۹۱)...... اسی مناسب سے احکامِ شرعیہ کے علم کو بھی فقہ سے تعبیر کیا گیا، ابتداء شریعت کے تمام احکام کے جاننے کو ''فقہ'' کہا جاتا تھا، خواہ عقائد ہوں، یا اخلاق، اور عبادات ہوں یا معاملات، قرآن و حدیث میں اسی معنی کے لحاظ سے اس لفظ کا ذکر کیا گیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

وما كان المومنون لينفروا كافة ، فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ...... لعلهم يحذرون . (توبہ:۱۵)

اہل ایمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ سبھی کوچ کر جائیں، تو کیوں نہ ان میں سے ایک گروہ نے کوچ کیا، تا کہ دین میں تفقہ حاصل کریں، ...... تا کہ وہ بچ جائیں۔

حضرت معاویہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين . (۱)

اللہ تعالیٰ جس کے حق میں بہتری چاہتے ہیں، اس کو دین کا تفقہ عطا فرماتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ نے مفہوم میں اسی وسعت کے لحاظ سے ان الفاظ میں فقہ کی تعریف کی ہے :

هو معرفة النفس مالها وما عليها . (۲)

انسان کا اپنے حقوق اور فرائض کو جاننا ''فقہ'' ہے۔

اس تعریف میں اسی لحاظ سے شریعت کے تمام احکام کو فقہ کے دائرہ میں شامل کیا گیا ہے؛ اسی لئے امام ابو حنیفہ نے عقائد پر جو کتاب تالیف فرمائی ہے، یا ان کی طرف منسوب کی گئی ہے، اس کا نام ''الفقہ الاکبر'' ہے، بلکہ اسی نام سے عقائد پر ایک کتاب امام شافعی کی طرف بھی منسوب ہے، لیکن دستیاب نہیں۔

بعد کو چل کر عقائد کی توضیح اور اخلاقی تربیت نے مستقل فنون کی حیثیت حاصل کر لی، چنانچہ عقائد سے متعلق احکام ''علم کلام'' کہلایا اور اخلاق سے متعلق مباحث کو ''تصوف'' کا نام دیا گیا، ان دونوں فنون کے ماہرین کو بھی مستقل حیثیت حاصل ہوگئی اور انھیں ''متکلمین'' اور ''صوفیاء'' کا لقب دیا گیا، —— اس طرح اب وہ عملی احکام باقی رہ گئے، جو محض اخلاقی حیثیت کے حامل نہیں، بلکہ قانونی حیثیت رکھتے ہیں، ان کو ''فقہ'' سے موسوم کیا گیا اور اسی لحاظ سے ان الفاظ میں فقہ کی تعریف کی گئی :

العلم بالأحكام الشرعية العملية من أدلتها التفصيلية بالاستدلال . (۳)

---

(۱) بخاری:۱/۱۶، مسلم:۲/۱۳۳ (۲) التوضیح :۱/۱۰

(۳) التلویح شرح التوضیح :۱/۱۲-۱۳، نیز دیکھئے: المستصفیٰ للغزالی :۳-۵، مقدمہ ابن خلدون :۴۴۵

فقہ ''عملی شرعی احکام'' کو ان کے تفصیلی دلائل سے استدلال کے ذریعہ جاننے کا نام ہے۔

○ عملی شرعی احکام سے علم کلام اور تصوف کو نکالنا مقصود ہے؛ کیوں کہ اعتقادی اور قلبی احکام دماغ اور ضمیر سے ہوتے ہیں، اعضاء وجوارح کے عمل سے ان کا تعلق نہیں ہوتا، عملی احکام میں عبادات بھی شامل ہیں اور معاملات بھی۔

○ تفصیلی دلائل کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسئلہ کس دلیل شرعی پر مبنی ہے؟ کتاب اللہ پر، سنتِ رسول پر، اجماع پر یا قیاس وغیرہ پر؟ حکم اور دلیل کے درمیان ارتباط کو جاننا بھی فقہ میں شامل ہے۔

○ استدلال سے مراد اجتہاد اور غور وفکر ہے۔

○ اس تعریف کا مطلب یہ ہوا کہ مجتہد کا علم ہی اصل میں فقہ ہے، مقلدین کو اگر احکام اور ان کے دلائل کا علم ہو، تو یہ فقہ نہیں، اسی لئے متقدمین مجتہد ہی کو ''فقیہ'' کہا کرتے تھے، بعد کے ادوار میں مقلدین جو مسائل اور ان کے دلائل کا علم رکھتے، ان کو بھی ''فقیہ'' کہا جانے لگا اور آج کل یہی تعبیر ومراد مروج ہے؛ اسی لئے قاضی محب اللہ بہاری نے ''بالاستدلال'' کی قید حذف کردی ہے اور فقہ کی تعریف اس طرح کی ہے :

العلم بالأحکام الشرعیة عن أدلتها التفصیلیة . (۱)

تفصیلی دلائل سے شرعی احکام کو جاننے کا نام فقہ ہے۔

○ ''شرعی احکام'' سے مکلف کے افعال پر شریعت کی جانب سے جو حکم اور صفت مرتب ہوتی ہے، وہ مراد ہے، جیسے کسی عمل کا فرض، واجب، مستحب یا مباح یا اسی طرح حرام ومکروہ ہونا۔

پس اب فقہ کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے :

شرعی حکم جاننے کو فقہ اور جاننے والے کو فقیہ کہتے ہیں۔

فقہ اور دین وشریعت

فقہ سے قریب تر دو اور تعبیرات ملتی ہیں: دین اور شریعت، سوال یہ ہے کہ کیا یہ الفاظ مترادف ہیں، یا ان کی مراد اور مصداق میں فرق ہے؟ —— اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کی تعبیرات پر غور کیا جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ دین کی اصطلاح تمام احکام اسلامی کو شامل ہے؛ بلکہ قرآن میں اعتقادی احکام کے لئے ''دین'' کا لفظ زیادہ استعمال کیا ہے، اس لئے دین اعتقادات، اخلاق، عبادات اور معاملات تمام احکام کو شامل ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

شرع لکم من الدین ما وصیٰ به نوحاً والذی أوحینا الیک . (الشوریٰ:۱۳)

---

(۱) مسلم الثبوت:۱/۱۱-۱۲

تم لوگوں کے لئے اللہ نے وہی دین مقرر کیا ہے، جس کی نوح کو ہدایت دی تھی اور جو ہم نے آپ کی طرف اُتارا۔

شریعت کے معنی ان اُمور کے ہیں جو اُمت کے لئے مشروع کئے گئے ہوں، اس طرح شریعت کے لفظ میں بھی تمام احکام دین شامل ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ثم جعلناک علی شریعة من الأمر فاتبعها و لا تتبع اهواء الذین لایعلمون . (الجاثیہ:۱۸)

پھر ہم نے آپ کو دین کے کام کے ایک راستہ پر رکھا تو اسی پر چلئے اور ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی مت کیجئے جو نادان ہیں۔

اس آیت میں آپ ﷺ کو مشرکین و کفار کی خواہش کی پیروی سے منع کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان کی اصل خواہش اعتقادات اور ایمانیات میں ان کی پیروی تھی، لہٰذا اس اعتبار سے دین، شریعت اور فقہ کا وہ مفہوم جو متقدمین کے یہاں تھا، مترادف ہے، البتہ بعد کے ادوار میں اور خاص کر موجودہ دور میں شریعت کی تعبیر فقہی احکام کے لئے غالب ہوگئی ہے اور آج کل احکام الشریعہ سے مراد احکام فقہیہ ہوتے ہیں، اسی مناسبت سے معروف حنفی فقیہ محمد بن زادہ نے اپنی کتاب کو ''شریعۃ الاسلام'' سے موسوم کیا ہے، اس تعبیر کے لئے ایک قرآنی اشارہ بھی موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا . (المائدہ:۴۸)

تم میں سے ہر ایک کے لئے میں نے شریعت اور منہاج بنایا ہے۔

یعنی ہر اُمت کے لئے اللہ تعالیٰ نے علاحدہ شریعت مقرر کی ہے اور ظاہر ہے کہ مختلف اُمتوں کے لئے اعتقادی اور اخلاقی احکام یکساں رہے ہیں، فروعی اور عملی احکام میں اختلاف اور نسخ واقع ہوا ہے، پس اس آیت میں ''شرعۃ'' سے عملی احکام مراد ہیں، اس طرح فقہاءِ متاخرین نے فقہ کی جو تعریف کی ہے، وہ اور شریعت کا مفہوم، ایک دوسرے سے قریب نظر آتا ہے۔

فقہ اسلامی کا دائرہ

فقہ کی اس تعریف پر غور کیا جائے، تو اس کا دائرہ بھی واضح ہو جاتا ہے، فقہ دراصل انسان کی پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے اور درج ذیل شعبہائے حیات کی بابت اس فن کے ذریعہ رہنمائی ملتی ہے۔

عبادات

یعنی وہ احکام جو خدا اور بندہ کے براہِ راست تعلق پر مبنی ہیں —— نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی، اعتکاف، نذر، عبادات میں شامل ہیں اور عبادات سے متعلق احکام خالصۃً اللہ تعالیٰ کی ہدایت ورہنمائی پر موقوف ہیں، اگر شریعت کی رہنمائی نہ ہوتی، تو انسان اپنی عقل سے اس کو دریافت نہیں کر پاتا۔

احوالِ شخصیہ

یعنی دو آمیوں کے درمیان غیر مالی بنیاد پر تعلقات سے متعلق احکام، اس میں نکاح وطلاق، فسخ وتفریق، عدت وثبوت نسب، نفقہ و حضانت، ولایت، میراث، وصیت وغیرہ احکام آجاتے ہیں، قدیم فقہاء اس کے لئے "مناکحات" کا لفظ استعمال کرتے تھے، موجودہ دور میں اس کو "احوالِ شخصیہ"، اُردو زبان میں "عائلی قانون" اور انگریزی میں Personal law کہا جاتا ہے۔

معاملات

یعنی دو اشخاص کے درمیان مالی معاہدہ پر مبنی تعلقات، اس میں خرید وفروخت، شرکت، رہن وکفالت، ھبہ، عاریت، اجارہ وغیرہ قوانین شامل ہیں، آج کل اسے (تجارتی قوانین) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مرافعات

مرافعات سے مراد عدالتی قوانین ہیں، یعنی قاضی کا تقرر، شہادت ووکالت کے احکام، مقدمات کو ثابت کرنے کا طریقہ وغیرہ۔

دستوری قانون

یعنی وہ قوانین جو حکومت اور ملک کے شہریوں کے درمیان حقوق وفرائض کو متعین کرتے ہیں۔

عقوبات

جرم وسزا سے متعلق قوانین، اس میں شرعی حدود، قتل وجنایت کی سزا اور جن جرائم کے بارے میں کوئی سزا متعین نہیں کی گئی ہے، ان کی بابت سزا کا تعین، جسے فقہ کی اصطلاح میں "تعزیر" کہتے ہیں، شامل ہیں۔

بین ملکی قانون

یعنی دو ملکوں اور دو قوموں کے درمیان تعلقات ومعاہدات اور حقوق وفرائض سے متعلق قوانین، ان کو فقہاء اسلام "سِیَر" سے تعبیر کرتے ہیں، قانون کی دنیا میں اس موضوع پر پہلی تالیف امام محمدؒ کی "کتاب السیر" ہے، مستشرقین کو بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے۔
اس تشریح سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ فقہ اسلامی کا دائرہ کس قدر وسیع ہے اور کس طرح اس نے زندگی کے تمام شعبوں کو اپنے اندر سمولیا ہے، یہی وجہ ہے کہ عہدِ نبوی سے لے کر خلافتِ عثمانیہ کے سقوط تک فقہ اسلامی نے ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے قابل لحاظ حصہ پر فرماں روائی کی ہے، اگر فقہ اسلامی میں ہمہ جہت رہنمائی کی صلاحیت نہیں ہوتی تو ہرگز وہ یہ مقام حاصل نہیں کر پاتی!

فقہ کی فضلیت

فن فقہ کی بڑی فضلیت ہے، اللہ تعالیٰ نے خود دین میں تفقہ حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے، (التوبہ: ۱۵) حضور ﷺ کا ارشاد گذر

چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر چاہتا ہے، اسے تفقہ سے سرفراز کرتا ہے،(۱) حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے، اس سے تمام لوگوں پر علماء کی فضیلت اور تمام علوم سے تفقہ فی الدین کا افضل ہونا ظاہر ہوتا ہے، (۲) اسی لئے سلف صالحین کے یہاں حفظ حدیث کے مقابلہ تفقہ یعنی فہم حدیث کی اہمیت زیادہ تھی اور وہ فقہاء کے مرتبہ شناس تھے۔

امام ترمذیؒ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں :

وكذالك قال الفقهاء وهم أعلم بمعاني الحديث . (۳)

فقہاء نے یہی کہا ہے اور وہ معانی حدیث سے زیادہ واقف ہیں۔

سلیمان بن مہران اعمشؒ جیسے محدث نے ایک موقع پر فرمایا کہ اے جماعتِ فقہاء! تم طبیب ہو اور ہم محض عطار" یامعشر الفقهاء انتم الأطباء ونحن الصيادلة" (۴)، اسی لئے محدثین فقیہ راویوں کی روایت کو قابل ترجیح سمجھتے تھے، امام وکیعؒ کہتے تھے کہ جس حدیث کو فقہاء نقل کرتے ہوں، وہ اس سے بہتر ہے جس کے راوی صرف محدث ہوں، حديث يتداوله الفقهاء خير من أن يتداوله الشيوخ ، (۵) —— اسی لئے حافظ ابن حجرؒ کہا کرتے تھے کہ حلال و حرام کا علم فقہاء سے حاصل کرنا چاہئے، فان علم الحلال والحرام انما يتلقى من الفقهاء ۔ (۶)

علامہ ابن تیمیہؒ جو فقہ و حدیث دونوں کوچوں کے رمز شناس ہیں، امام احمد سے نقل کرتے ہیں: "حدیث میں تفقہ میرے نزدیک حفظِ حدیث سے زیادہ محبوب ہے" اور علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ: متونِ احادیث میں تفقہ پیدا کرنا اور راویوں کے احوال کو جاننا سب سے اشرف علم ہے، (۷) —— اسی لئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: قرآن و حدیث کے بعد اسلام کا مدار فقہ پر ہے" وبعد از قرآن و حدیث مدارِ اسلام بر فقہ است" (۸) —— افسوس کہ بہت سے لوگوں نے اتنے عظیم الشان فن کے بارے میں قدر ناشناسی کا ثبوت دیا ہے اور علم فقہ میں اشتغال کو معیوب سمجھا ہے، ان کی ناسمجھی پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جا سکتا ہے؟ ایسے لوگوں کے لئے امام ابوالحسن منصور بن اسماعیل شافعیؒ (متوفی: ۳۰۶) کا وہ شعر نقل کرنے کو جی چاہتا ہے، جسے علامہ سبکی نے نقل کیا ہے :

عاب التفقه قوم لاعقول لهم أن لايرى ضوء ها من ليس ذا بصر .

وما عليه إذا عابوه من ضرر ماضر شمس الضحى وهي طالعة . (۹)

فقہ حاصل کرنے پر ان لوگوں نے عیب لگایا ہے جنھیں عقل نہیں اور ایسے لوگوں کی نکتہ چینی سے کوئی نقصان نہیں، دوپہر کا سورج جو روشن ہو، کسی نابینا کا اسے نہ دیکھنا کیا آفتاب کی روشنی کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے؟

---

(۱) بخاری:۱۶/۱ (۲) فتح الباری:۱۴۳/۱ (۳) ترمذی:۱۱۸/۱

(۴) جامع بیان العلم:۳۱/۲ (۵) معرفة علوم الحديث:۱۱، نیز دیکھئے: كتاب الاعتبار للحازمی:۱۵ (۶) فتح الباری:۳۱/۹

(۷) منهاج السنه:۱۱۵/۴ (۸) قرة العينين:۱۷۱ (۹) طبقات السبكی:۳۱۷/۲

تدوین فقہ کے مراحل

فقہ کی تدوین مختلف مراحل میں انجام پائی ہے اور بتدریج اس نے ارتقاء کا سفر طئے کیا ہے، ان ادوار کو بعض حضرات نے فکری اور فقہی ارتقاء کے لحاظ سے تقسیم کیا ہے اور پانچ ادوار مقرر کئے ہیں :

اول : عہدِ نبوی وخلافتِ راشدہ۔

دوم : فقہ کی تاسیس اور مدرسہ حجاز اور مدرسہ عراق کی نشو ونما کا دور۔

سوم : فقہ کے ارتقاء، فقہ وحدیث کی فنی تدوین اور مذاہبِ فقہیہ کی تشکیل کا عہد۔

چہارم : تقلید اور دروازۂ اجتہاد کے بند ہوجانے کا زمانہ۔

پنجم : نئی فقہی بیداری کا عہد۔

دوسری تقسیم وہ ہے جو مسلمانوں کے سیاسی اور اجتماعی حالات سے مربوط ہے اور اس کے مراحل اس طرح ہیں :

۱- عہدِ نبوی (تا ۱۱ ہجری)۔

۲- خلافتِ راشدہ (۱۱ تا ۴۰ ھ)۔

۳- اصاغر صحابہ اور اکابر تابعین کا عہد (۴۱ ھ سے دوسری صدی ہجری کے اوائل تک)۔

۴- دوسری صدی ہجری کے اوائل سے چوتھی صدی ہجری کے نصف تک۔

۵- چوتھی صدی کے نصف سے سقوطِ بغداد (۶۵۶ ھ) تک۔

۶- سقوطِ بغداد سے عصر حاضر تک۔

موجودہ دور میں جن اہل علم نے تدوین فقہ کی تاریخ پر قلم اُٹھایا ہے، انھوں نے عام طور پر تدوین فقہ کے مراحل کی اس دوسری تقسیم کو اختیار کیا ہے، کیوں کہ کسی علاقہ کے سیاسی واجتماعی اور تہذیبی وتمدنی حالات کا اس قوم کے علمی وفکری سرمایہ اور نشو ونما سے گہرا تعلق ہوتا ہے؛ اس لئے یہاں اسی تفصیل کے مطابق تدوین فقہ کے مراحل بیان کئے جاتے ہیں :

عہدِ نبوی

(۱) قرآن وحدیث کی بنیاد براہِ راست فرمان باری پر ہے، فرق یہ ہے کہ قرآن مجید میں الفاظ ومعانی دونوں اللہ تعالی کی طرف سے ہیں، اور حدیث میں الفاظ اور تعبیر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے، پس قرآن وحدیث کا سرچشمہ ذاتِ خداوندی ہے، اور واسطہ رسول اللہ ﷺ کا ہے، اس لئے اس کے ذریعہ جو علم حاصل ہوگا وہ معصوم ہوگا، یعنی غلطیوں اور خطاؤں سے محفوظ، اور اجتہاد کے ذریعہ جو احکام اخذ کئے جاتے ہیں، ان میں خطاء کا احتمال موجود ہوتا ہے اور جب محفوظ طریقۂ علم موجود ہو تو غیر محفوظ اور غلطی کا احتمال رکھنے والے ذریعۂ علم کی ضرورت نہیں رہتی؛ اسی لئے عہدِ نبوی میں احکامِ فقہیہ کا مدار کتاب وسنت پر تھا۔

(۲) پھر چوں کہ مکی زندگی میں آپ کے مخاطب زیادہ تر کفار و مشرکین تھے اور ابھی سب سے اہم مسئلہ ان کے دلوں میں ایمان کا پودا لگانے کا تھا، اس لئے زیادہ توجہ اعتقادی اور اخلاقی اصلاح کی طرف تھی، مکہ میں نبوت کے بعد آپ کا قیام بارہ سال پانچ مہینہ، تیرہ دن رہا ہے، قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے زیادہ تر سورتیں مکہ ہی میں نازل ہوئیں؛ کیوں کہ بیس سورتوں کے مدنی ہونے پر اتفاق ہے اور بارہ کے مکی یا مدنی ہونے کی بابت اختلاف ہے، باقی بیاسی سورتیں بالاتفاق مکی ہیں۔

مکی زندگی میں قرآن کا خاص موضوع دعوتِ ایمان اور اصلاحِ عقیدہ تھا، ہاں بعض اُصولی احکام اور بعض متفق علیہ برائیوں کی مذمت سے متعلق ہدایات زندگی میں بھی دی گئیں، جیسے قتل ناحق کی ممانعت (الانعام:۱۵۱) لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی مذمت (التکویر: ۸-۹) ، زنا کی حرمت (المؤمنون:۵-۷)، یتیموں کے ساتھ بدسلوکی کی ممانعت اور ناپ تول کو درست رکھنے کی ہدایات (الانعام:۸)، غیر اللہ پر جانور یا نذر کی ممانعت (الانعام:۱۳۶)، ان ہی جانوروں کا گوشت کھانے کی اجازت جن پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو (الانعام:۱۱۸)، عبادات میں بالاتفاق ''نماز'' مکی زندگی میں فرض ہو چکی تھی اور زکوٰۃ کے بارے میں اختلاف ہے، لیکن زکوٰۃ کا ذکر مکی آیات میں بھی ملتا ہے، ممکن ہے کہ مکہ میں اجمالی حکم دیا گیا ہو اور مدنی زندگی میں اس کی تنفیذ عمل میں آئی ہو۔ عملی زندگی سے متعلق احکام عام طور پر مدنی زندگی میں ہی دیئے گئے ہیں۔

(۳) قرآنِ مجید میں جو فقہی احکام آئے ہیں، ان میں بعض اپنے منشاء و مراد کے اعتبار سے بالکل واضح ہیں، جیسے: نماز، روزہ، زکوٰۃ، وغیرہ کا فرض ہونا، زنا، قتل، تہمت تراشی کی حرمت، میراث کے احکام، نکاح میں محرم اور غیر محرم رشتہ داروں کی تعیین، یہ عقیدہ کے درجہ میں ہیں اور ان کا انکار موجبِ کفر ہے —— اور بعض میں ایک سے زیادہ معنوں کا احتمال اور اختلاف رائے کی گنجائش ہے؛ لہٰذا ان مسائل میں استنباط میں اختلاف رائے کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔

قرآن کا طرزِ بیان فقہی اور قانونی کتابوں جیسا نہیں ہے، کہ ایک موضوع سے متعلق تمام مسائل ایک ہی جگہ ذکر کردیئے گئے ہوں، بلکہ قرآن میں حسبِ ضرورت ایک موضوع سے متعلق احکام مختلف مقامات پر آیا کرتے ہیں اور فقہی احکام کے ساتھ ترغیبات و ترہیبات اور ان احکام کی حکمتوں اور مصلحتوں پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے، تاکہ انسان کو اس کے تقاضے پر عمل کرنے کی رغبت ہو، کیوں کہ قرآنِ مجید کا اصل مقصد ہدایت ہے۔

(۴) حدیثِ نبوی کے سلسلہ میں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی دو حیثیتیں تھیں، ایک بشری اور دوسرے نبوی، چنانچہ آپ کی بشری حیثیت کو قرآن نے پوری تاکید سے بیان کیا ہے، قل إنما أنا بشر مثلكم (کہف:۱۱۰)، اس حیثیت سے آپ ﷺ نے جو بات فرمائی ہو، اس کی حیثیت حکم شرعی کی نہیں ہوگی، جیسا کہ آپ نے ابتداءً اہل مدینہ کو کھجور میں ''تابیر'' یعنی کھجور کے مادہ درخت میں نر درخت کے ایک خاص حصہ کو ڈالنے سے منع فرمایا تھا، لیکن جب اس کی وجہ سے پیداوار گھٹ گئی، تو آپ ﷺ نے اپنی ہدایت کو واپس لے لیا اور فرمایا: انتم اعلم بامور دنیاکم،(۱) لیکن یہ فرق کرنا بہت دُشوار ہے کہ آپ کے کون سے احکام بشری حیثیت سے تھے؛ اس

(۱) مسلم، کتاب الفضائل، حدیث نمبر:۴۱۲۸

لئے جب تک اس پر کوئی واضح دلیل موجود نہ ہو، آپ کے تمام فرمودات اور معمولات کی حیثیت شرعی ہی ہوگی۔

(۵) آپ کے بعض افعال طبعی نوعیت کے ہیں، مثلاً آپ کے استراحت کا انداز، کسی غذا کا آپ کو پسند آنا اور کسی غذا کا آپ کو پسند نہ آنا، چلنے، بیٹھنے، گفتگو کرنے، ہنسنے اور مسکرانے کی مبارک ادائیں، ان میں جن اُمور کو باختیار عمل میں لایا جاسکتا ہو، وہ بھی مستحب کے درجہ میں ہوں گے اور جو باتیں آدمی کے ارادہ واختیار سے باہر ہیں، ان سے شرعی حکم متعلق نہیں ہوگا، کیوں کہ حکم شرعی کا تعلق ارادہ واختیار اور قوت واستطاعت سے ہے۔

(۶) بعض افعال آپ نے بطور وقتی تدبیر کے کئے ہیں، جیسے میدانِ جنگ میں جگہ کا انتخاب، راستہ کا انتخاب، فوجوں کی صف بندی، وغیرہ، یہ احکام بحیثیت امیر آپ کی طرف سے تھے اور اُس وقت جو صحابہ موجود تھے، ان پر اس کی اطاعت فرض تھی، آئندہ ان اُمور کے سلسلہ میں مناسب حال تدبیر کا اختیار کرنا دُرست ہوگا۔

(۷) جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ اس عہد میں احکام شرعیہ کا اصل ماخذ تو قرآن وحدیث ہی تھا؛ لیکن آپ سے اجتہاد کرنا بھی ثابت ہے، ایک خاتون آپ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا، ان کے ذمہ نذر کے روزے باقی تھے، کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری ماں پر کسی کا دین باقی ہوتا تو کیا اسے ادا کرتیں؟ انھوں نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا دین زیادہ قابل ادائیگی ہے، فدین اللہ احق أن یقضی ،(۱) دیکھئے! یہاں حضور ﷺ نے اجتہاد وقیاس سے کام لیا ہے، البتہ اگر آپ سے اجتہاد میں لغزش ہوجاتی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے متنبہ کردیا جاتا، چنانچہ غزوۂ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں آپ ﷺ نے فدیہ لے کر رہا کردینے کا فیصلہ فرمایا، اس فیصلہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی، (الانعام: ۶۷-۶۸) اسی طرح غزوۂ تبوک کے موقع سے آپ نے پیچھے رہ جانے والے منافقین کی معذرت اپنے اجتہاد سے قبول کی، اور اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوئی۔ (التوبہ: ۴۳)

پس آپ ﷺ نے اجتہاد بھی فرمایا ہے، فرق یہ ہے کہ اگر آپ سے اجتہاد میں کوئی لغزش ہوجاتی تو آپ ﷺ کو اس پر تنبیہ فرمادیا جاتا؛ اس لئے آپ ﷺ کا اجتہاد بھی نص کے حکم میں ہے۔

(۸) آپ کے عہد میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اجتہاد کیا ہے، آپ ﷺ کی عدم موجودگی میں تو کیا ہی ہے؛ کیوں کہ خود آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اجازت دی تھی کہ اگر قرآن وحدیث میں حکم نہ ملے تو اجتہاد سے کام لو اور صحابہ نے آپ کے ارشاد پر عمل بھی کیا، مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں ایک لڑکے کے سلسلہ میں تین دعویدار پہنچے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے تو ہر ایک کو راضی کرنے کی کوشش کی کہ وہ دوسرے کے حق میں دستبردار ہوجائے؛ لیکن جب کوئی اس پر آمادہ نہ ہوا تو قرعہ اندازی کرکے جس کے حق میں قرعہ نکلا اس کو لڑکا حوالہ کردیا اور باقی دونوں سے کہا کہ وہ دونوں کو ایک ایک تہائی دیت ادا کرے، (۲) رسول اللہ ﷺ کی عدم موجودگی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجتہاد کے اور بھی متعدد واقعات موجود ہیں۔

---

(۱) بخاری: ۱۹۵۳، بیہقی: ۸۲۲۳

(۲) الفقیہ والمتفقہ للخطیب بغدادی: ۱۸۸، ومن حکم باجتہادہ الخ

(۹) بعض اوقات حضور ﷺ کی موجودگی میں بھی صحابہ ؓ نے اجتہاد فرمایا ہے، اس کی واضح مثال آپ ﷺ کی موجودگی میں غزوۂ بنوقریظہ کے موقع سے بنوقریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد بن معاذ ؓ کا فیصلہ کرنا ہے، اسی طرح امام احمدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک مقدمہ آیا، آپ نے حضرت عمرو بن عاص ؓ کو اس کا فیصلہ کرنے کا حکم فرمایا، انھوں نے معذرت بھی کرنی چاہی؛ لیکن آپ ﷺ نے حکم دیا اور فرمایا کہ اگر صحیح فیصلہ کروگے تو دس نیکیاں ملیں گی اور اگر کوشش کے بعد غلطی ہوجائے، تب بھی ایک نیکی ضرور ہی حاصل ہوگی۔(۱)

(۱۱) عرب چوں کہ اصل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُمت تھے، اس لئے بہت سی روایات و رواجات، صالح، منصفانہ اور شریفانہ بھی پائے جاتے تھے، جیسے: قصاص، دیت، قسامت، مقدمات کے ثابت کرنے کا طریقہ، نکاح میں حرام رشتے وغیرہ، لیکن بہت سے طریقے غیر شریفانہ اور غیر منصفانہ تھے، شریعتِ اسلامی نے عام طور پر پہلی قسم کے احکام کو باقی رکھا اور دوسری قسم کے احکام کی اصلاح فرمائی، یہاں اختصار کے ساتھ کچھ اصلاحی ہدایات و ترمیمات کا ذکر کیا جاتا ہے :

- زمانۂ جاہلیت میں ایک طریقہ ''نکاح شغار'' کا تھا، دومرد ایک دوسرے سے اپنی محرم خاتون کا نکاح کرتے تھے اور ایک نکاح کو دوسرے کے لئے مہر ٹھہراتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا، اسی کو نکاحِ شغار کہا جاتا تھا۔(۲)
- والد کی وفات کے بعد لڑکا سوتیلی ماں سے اپنا نکاح کرلیتا تھا، اگر وہ خود نکاح نہ کرتا، تو اسے یہ حق ہوتا کہ کسی اور سے نکاح کردے اور مہر وصول کرلے، یا اسے نکاح کرنے سے روک دے، یہاں تک کہ اس کی موت ہوجائے اور یہ اس کے مال کا وارث ہوجائے،(۳) قرآن نے اس طریقہ کی مذمت فرمائی اور اس سے منع کردیا۔(النساء:۱۹-۲۲)
- نکاح میں دو بہنوں کو جمع کیا جاتا تھا اور غیر محدود تعدادِ ازدواج کی اجازت تھی؛ یہاں تک کہ جب غیلان ثقفی مسلمان ہوئے، تو ان کی دس بیویاں تھیں، قرآن نے دو بہنوں کو جمع کرنے اور چار سے زیادہ نکاح کرنے کو منع فرمادیا۔
- زمانۂ جاہلیت میں منھ بولے بیٹے اور بیٹی کو بھی اپنی اولاد کا درجہ دیا جاتا تھا، نکاح کے معاملہ میں بھی اور میراث کے معاملہ میں بھی، اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی، **وما جعل ادعیاء کم ابناء کم** ۔ (احزاب:۴)
- زمانۂ جاہلیت میں عورت کے مہر پر ولی قبضہ کرلیتا تھا، قرآن مجید نے کہا کہ عورت کا مہر عورت کو دیا جائے، **وآتوا النساء صدقاتھن نحلۃ** ۔(النساء:۲)
- طلاق کی کوئی تعداد متعین نہ تھی، جتنی چاہتے طلاق دیتے جاتے اور عورت کو نکاح سے آزاد بھی نہ ہونے دیتے،(۴) قرآن نے طلاق کو تین تک محدود کردیا۔(البقرہ:۲۳۰)
- ''ایلاء'' سال دوسال کا بھی ہوا کرتا تھا، جو ظاہر ہے کہ عورت کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ بات تھی، قرآن مجید نے چار ماہ کی

---

(۱) مسند احمد، حدیث نمبر:۱۷۷۹۱
(۲) بخاری:۵۱۱۲، مسلم:۳۴۶۵
(۳) احکام القرآن للجصاص:۲/۱۰۲-۱۰۶
(۴) فتح القدیر:۳/۳۱

مدت مقرر کردی، کہ اگر قسم کھا کر اس سے زیادہ بیوی سے بے تعلق رہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ (۱)

○ ظہار یعنی بیوی کو محرم کے کسی عضو حرام سے تشبیہ دینے کو طلاق تصور کیا جاتا تھا، (۲) قرآن نے اسے طلاق تو قرار نہیں دیا، لیکن اس پر کفارہ واجب قرار دیا۔ (المجادلہ:۲-۴)

○ عدت سال بھر ہوا کرتی تھی، قرآن نے وضع حمل اور غیر حاملہ کے لئے وفات کی صورت میں چار ماہ دس دن اور طلاق کی صورت میں جوان عورت کے لئے تین حیض اور دوسروں کے لئے تین ماہ قرار دی۔

○ اسلام سے پہلے وارث اور غیر وارث دونوں کے لئے جتنے مال کی چاہے وصیت کر سکتے تھے، اسلام نے وارث کے لئے وصیت کو غیر معتبر قرار دیا اور وصیت کی مقدار ایک تہائی تک محدود کر دیا۔ (۳)

○ میراث کا قانون بڑا ظالمانہ تھا، صرف ان مردوں کو جو جنگ میں لڑنے کے قابل ہوتے، انھیں میراث دی جاتی تھی اور نابالغوں کے لئے میراث میں حصہ نہیں تھا، اسلام نے عورتوں اور نابالغ بچوں کو حق میراث عطا کیا۔

○ عرب سود کو درست سمجھتے تھے، اسلام نے نہایت سختی کے ساتھ اس کو منع کر دیا۔

○ مال رہن کا قرض دینے والا مالک ہو جاتا تھا، اگر مقروض نے وقت پر قرض ادا نہیں کیا، اسلام نے اس بات کی تو اجازت دی کہ اگر مقروض قرض ادا نہیں کرے تو بعض صورتوں میں مال کو فروخت کر کے اپنا قرض وصول کر لے اور باقی پیسہ واپس کر دے، لیکن یہ دُرست نہیں کہ پورے مال رہن کا مالک ہو جائے۔ (۴)

○ زمانہ جاہلیت میں ایک طریقہ یہ تھا کہ خرید وفروخت کے درمیان اگر بیچی جانے والی شئی کو چھو دیا، یا اس پر کنکری پھینک دی، تو اس کے ذمہ اس کا خریدنا لازم ہو گیا، جس کو منابذہ، ملامسہ، بیع حصاۃ کہا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس طریقہ پر خرید وفروخت کو منع فرمایا، (۵) بیع ملامسہ وغیرہ کی بعض اور تعریفیں بھی کی گئی ہیں جسے بیع کے لفظ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

○ لوگ کسی سامان کی قیمت کو بڑھانے کے لئے مصنوعی طور پر بولی لگا دیتے تھے، اس کو ''نجش'' کہتے ہیں، آپ ﷺ نے اس کو بھی منع فرمایا۔

○ قتل اور جسمانی تعدی میں لوگ صرف قاتل اور ظالم ہی سے بدلہ نہیں لیتے تھے؛ بلکہ اس کے متعلقین اور پورے قبیلہ کو مجرم کا درجہ دیتے تھے، قرآن نے اس کو منع کیا اور صرف مجرم کو سزاوار ٹھہرایا۔

○ حج میں قریش مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے تھے اور اسے اپنے لئے باعثِ ہتک سمجھتے تھے، قرآن مجید نے سبھوں کو عرفات جانے کا حکم دیا، (البقرہ :۱۹۹) بلکہ وقوفِ عرفہ کو حج کا رکن اعظم قرار دیا گیا۔

---

(۱) دیکھئے: احکام القرآن للجصاص: ۱/۴۲۰

(۲) احکام القرآن للجصاص :۳/۴۱۷

(۳) بیان القرآن، سورہ بقرہ: ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲

(۴) دیکھئے: احکام القرآن للجصاص: ۱/۵۱۰

(۵) بخاری، حدیث نمبر: ۲۱۴۷

پس زمانہ جاہلیت کے بہت سے احکام میں شریعتِ اسلامی نے اصلاح کی اور جو رواجات عدل وانصاف کے تقاضوں کے خلاف تھے،ان کو کالعدم قرار دے دیا۔

دوسرا مرحلہ — خلافتِ راشدہ

یہ عہد ۱۱/ہجری سے شروع ہوکر ۴۰/ہجری پر ختم ہوتا ہے۔

(۱) اس عہد میں احکامِ شریعت کے اخذ واستنباط کا سرچشمہ قرآن مجید اور حدیثِ نبوی کے علاوہ اجماعِ اُمت اور قیاس تھا،چنانچہ حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کو جو خط لکھا،اس میں حسبِ ذیل نصیحت فرمائی :

> جب کتاب اللہ میں کوئی حکم پاؤ تو اس کے مطابق فیصلہ کرو،کسی اور طرف توجہ نہ کرو،اگر کوئی ایسا معاملہ سامنے آئے کہ کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ہو،تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو،اگر کتاب اللہ میں نہ ملے اور نہ سنتِ رسول میں،تو جس بات پر لوگوں کا اجماع ہو اس کے مطابق فیصلہ کرو،نہ کتاب اللہ میں ہو،نہ سنتِ رسول میں اور نہ تم سے پہلوں نے اس سلسلہ میں کوئی رائے ظاہر کی ہو،تو اگر تم اجتہاد کرنا چاہو تو اجتہاد کے لئے آگے بڑھو اور اس سے پیچھے ہٹنا چاہو،تو پیچھے ہٹ جاؤ اور اس کو میں تمہارے حق میں بہتر ہی سمجھتا ہوں۔(۱)

(۲) حضرت ابوبکرؓ بھی اس بات کے لئے کوشاں رہتے تھے کہ جن مسائل کے بارے میں قرآن وحدیث کی کوئی نص موجود نہ ہو،ان میں اہم شخصیتوں کو جمع کیا جائے اور ان سے مشورہ کیا جائے اور اگر وہ کسی بات پر متفق ہو جائیں،تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے،(۲) چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر جو اتفاق ہوا،وہ آپ ہی کی پہل پر۔

اسی طرح بعض مسائل پر اجماع منعقد ہونے میں حضرت ابوبکرؓ کی سعی کو دخل رہا ہے،جیسے مانعین زکوٰۃ سے جہاد،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متروکات میں میراث کا جاری نہ ہونا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی جائے وفات پر دفن کیا جانا،قرآن مجید کی جمع وترتیب،وغیرہ۔

(۳) چوں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کے سوا چارہ نہیں تھا؛ اس لئے صحابہ کے درمیان اختلافِ رائے بھی پیدا ہوا،بعض مواقع پر کوشش کی گئی کہ لوگوں کو ایک رائے پر جمع کیا جائے،لیکن اس کے باوجود نقاطِ نظر کا اختلاف باقی رہا،صحابہ کا مزاج یہ تھا کہ وہ اس طرح کے اختلافات کو مذموم نہیں سمجھتے تھے اور پورے احترام اور فراخ قلبی کے ساتھ دوسرے کو اختلاف کا حق دیتے تھے،اس کی چند مثالیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں :

- حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک بیوہ حاملہ عورت کی عدت ولادت تک تھی اور غیر حاملہ کی چار مہینے دس روز،

---

(۱) جامع بيان العلم وفضله لابن عبدالبر ، باب اجتهاد الرأى على الأصول من عدم النصوص الخ

(۲) سنن دارمی:۱/۵۳،باب الفتيا وما فيها من الشدة

حضرت علی اور عبداللہ بن عباس ﷺ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ ولادت اور چار ماہ دس دنوں میں سے جو مدت طویل ہو وہ عدتِ وفات ہوگی۔

○ حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود ﷺ کے نزدیک مطلقہ عورت کی عدت تیسرے حیض کے غسل کے بعد پوری ہوتی تھی اور زید بن ثابت ﷺ کے نزدیک تیسرا حیض شروع ہوتے ہی عدت پوری ہو جاتی تھی، حضرت ابوبکر اور عبداللہ بن عباس ﷺ کی رائے یہ تھی کہ باپ کی طرح دادا بھی سگے بھائیوں کو میراث سے محروم کر دے گا، حضرت عمر، حضرت علی، اور حضرت زید بن ثابت ﷺ کو اس سے اختلاف تھا۔

○ ایک بڑا اختلاف عراق و شام کی فتوحات کے وقت پیدا ہوا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عمار بن یاسر ﷺ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ مالِ غنیمت کے عام اُصول کے مطابق اسے مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے اور حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی ﷺ وغیرہ کی رائے تھی کہ اسے بیت المال کی ملکیت میں رکھا جائے، تاکہ تمام مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچے اور طویل بحث و مباحثہ کے بعد اسی پر فیصلہ ہوا۔

○ حضرت عثمان غنی ﷺ کا فتویٰ یہ تھا کہ خلع حاصل کرنے والی عورت پر عدت واجب نہیں، صرف فراغتِ رحم کو جاننے کے لئے ایک حیض گذارنا ضروری ہوگا، دوسرے صحابہ مکمل عدت گذارنے کو واجب قرار دیتے تھے۔

اس طرح کے بیسیوں اختلاف عہدِ صحابہ میں موجود تھے، کتبِ فقہ اور خاص کر شروحِ حدیث ان کی تفصیلات سے بھری پڑی ہیں اور موجودہ دور کے معروف صاحبِ علم ڈاکٹر رواس قلعہ جی نے صحابہ کی موسوعات کو جمع کرنے کا کام شروع کیا ہے، اس سے مختلف صحابہ کی فقہ اور ان کا فقہی ذوق اور منہجِ استنباط واضح طور پر سامنے آتا ہے۔

(۴) حضرت عمر ﷺ نے لوگوں کو بعض اختلافی مسائل میں ایک رائے پر جمع کرنے کی خاص طور پر کوشش فرمائی، چنانچہ بعض مسائل پر اتفاق رائے ہوگیا اور جن میں اتفاق نہیں ہو سکا، ان میں بھی کم سے کم جمہور ایک نقطۂ نظر پر آ گئے، ان میں سے چند مسائل یہ ہیں :

○ اس وقت تک شراب نوشی کی کوئی سزا متعین نہیں تھی، حضرت عمر ﷺ نے اس سلسلہ میں اکابر صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت علی ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو نشہ میں مبتلا ہوتا ہے، پھر نشہ کی حالت میں ہذیان گوئی شروع کرتا ہے اور اس میں لوگوں پر بہتان تراشی بھی کر گزرتا ہے، اس لئے جو سزا تہمت اندازی (قذف) کی ہے، یعنی اسی (۸۰) کوڑے، وہی سزا شراب نوشی پر بھی دے دی جانی چاہئے، چنانچہ اسی پر فیصلہ ہوا، (۱) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ نے بھی اسی (۸۰) کوڑے کا مشورہ دیا تھا۔

○ اگر کوئی شخص لفظ بتہ کے ذریعہ طلاق دے، تو اس میں ایک طلاق کا معنیٰ بھی ہو سکتا ہے اور تین طلاق کا بھی، چنانچہ ہوتا یہ تھا کہ طلاق دینے والے کی نیت کے مطابق فیصلہ کیا جاتا تھا، حضرت عمر ﷺ کا احساس یہ تھا کہ بعض لوگ اس گنجائش سے غلط فائدہ اُٹھاتے ہیں اور غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ میری نیت ایک طلاق کی تھی، اس لئے انھوں نے اس کے تین طلاق ہونے کا فیصلہ فرمایا۔

---

(۱) مؤطا امام مالک، حدیث نمبر: ۷۰۹

○ رسول اللہ ﷺ سے نمازِ تراویح کی رکعات کی تعداد صحیح طور پر ثابت نہیں ہے؛ کیوں کہ آپ نے اس نماز کے واجب ہوجانے کے اندیشہ سے دو تین شب کے علاوہ صحابہ کے سامنے یہ نماز ادا نہیں فرمائی، مختلف لوگ تنہا تنہا پڑھ لیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت بنادی، ان پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کیا اور تراویح کی بیس رکعتیں مقرر فرمادیں، جو آج تک متوارثا چلا آرہا ہے۔

(۵) صحابہ اور خاص کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض فیصلے شریعت کی مصلحت اور اس کے عمومی مقاصد کو سامنے رکھ کر بھی کئے ہیں، جیسے :

○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں ''مؤلفۃ القلوب'' جو زکوٰۃ کی ایک اہم مد ہے، کو روک دیا تھا؛ کیوں کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی اور اسلام کی شوکت قائم ہوگئی تھی، لہٰذا ان کے خیال میں اب اس مد کی ضرورت باقی نہیں تھی۔

○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شدید قحط پڑا کہ لوگ اضطرار کی کیفیت میں مبتلا ہوگئے، اس زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چوری کی سزا موقوف فرمادی، اسی طرح حضرت حاطب بن بلتعہ کے غلاموں نے قبیلہ مزینہ کے ایک شخص کی اُونٹنی چوری کرلی، آپ رضی اللہ عنہ نے ان غلاموں کے ہاتھ نہیں کاٹے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اس وقت لوگ حالتِ اضطرار میں ہیں اور اضطراری حالت میں چوری کرنے سے حد جاری نہیں ہوگی؛ کیوں کہ انسان اختیاری افعال کے بارے میں جواب دہ ہے، نہ کہ اضطراری افعال کے بارے میں۔

○ حضور ﷺ نے بھٹکی ہوئی اُونٹنی کو پکڑنے سے منع فرمایا، کیوں کہ وہ خود اپنی حفاظت کرسکتی ہے، یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پالے، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دور میں اسی پر عمل رہا، لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں ایسی اُونٹنی کو پکڑ لینے اور بیچ کر اس کی قیمت کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا، تا آں کہ اس کا مالک آجائے،(۱) کیوں کہ اخلاقی انحطاط کی وجہ سے اس بات کا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ بدقماش لوگ ایسی اُونٹنی کو پکڑ لیں، گویا منشا اُونٹنی کی حفاظت تھا، طریقۂ کار، زمانہ کے حالات کے لحاظ سے بدل گیا۔

○ اسی طرح اگر کوئی شخص مرضِ وفات میں اپنی بیوی کو طلاق بائن دے دے، تو شریعت کے عمومی اُصول کا تقاضا تو یہی تھا کہ مطلقہ کو اس مرد سے میراث نہ ملے؛ لیکن چوں کہ اس کو بعض غیر منصف مزاج لوگ بیوی کو میراث سے محروم کرنے کا ذریعہ بناسکتے تھے، اس لئے صحابہ نے ظلم کے سدِ باب کی غرض سے ایسی مطلقہ کو بھی مستحق میراث قرار دیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خیال تو یہ تھا کہ اگر عدت ختم ہونے کے بعد شوہر کی موت ہو، تب بھی عورت وارث ہوگی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ عدت کے اندر شوہر کی وفات کی صورت میں عورت کو میراث ملے گی۔

○ اسی طرح امن وامان اور حفاظتِ جان کی مصلحت کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کے قتل میں ایک جماعت شریک ہو تو تمام شرکاء قتل کئے جائیں گے۔

(۶) صحابہ فروعی مسائل میں اختلاف رائے کو برا نہیں سمجھتے تھے اور ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے، ایک دوسرے کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے، اگر کوئی شخص سوال کرنے آئے تو ایک دوسرے کے پاس تحقیق مسئلہ کے لئے بھیجتے تھے اور اپنی رائے پر شدت نہ اختیار کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک صاحب ملے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا فیصلہ انھیں سنایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن

---

(۱) شرح الزرقانی علی الموطا لمالک :۱۲۹/۳

کر کہا: کہ اگر میں فیصلہ کرتا تو اس کے برخلاف اس طرح کرتا، ان صاحب نے کہا کہ آپ کو تو اس کا حق اور اختیار حاصل ہے، پھر آپ اپنی رائے کے مطابق فیصلہ فرمادیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس اللہ، رسول کا حکم ہوتا تو میں اس کو نافذ کر دیتا؛ لیکن میری بھی رائے ہے اور رائے میں سب شریک ہیں، چنانچہ انھوں نے حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کے فیصلہ کو برقرار رکھا، والرای مشترک فلم ینقص ماقال علی وزید ۔(۱)

(۷) فقہاءِ صحابہ کے درمیان اختلاف رائے کے مختلف اسباب ہیں :

(الف) قرآن وحدیث کے کسی لفظ میں ایک سے زیادہ معنوں کا احتمال، جیسے قرآن نے تین ''قروٗ'' کو عدت قرار دیا ہے، ''قرأ'' کے معنی حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی، چنانچہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس سے حیض کا معنی مراد لیا اور حضرت عائشہ، حضرت زید بن ثابتؓ نے طہر کا۔

(ب) بعض احادیث ایک صحابی تک پہنچی اور دوسرے تک نہیں پہنچی، جیسے جدہ کی میراث کے سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ اس بات سے واقف نہیں تھے کہ آپ ﷺ نے اسے چھٹا حصہ دیا ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلم نے شہادت دی کہ حضور ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا ہے، چنانچہ اسی پر فیصلہ ہوا۔

(ج) بعض دفعہ حضور ﷺ کے کسی عمل کا مقصد ومنشاء متعین کرنے میں اختلاف رائے ہوتا تھا، جیسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی رائے تھی کہ طواف میں رمل کا عمل آپ نے مشرکین کی تردید کے لئے فرمایا، جو کہتے تھے کہ مدینہ کے بخار نے مسلمانوں کو کمزور کر کے رکھ دیا ہے، یہ آپ کی مستقل سنت نہیں، دوسرے صحابہ اس کو مستقل قرار دیتے تھے، یا حج میں منیٰ سے مکہ لوٹتے ہوئے وادی ابطح میں توقف، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ اسے سنت نہیں سمجھتے تھے اور اس کو حضور کا ایک طبعی فعل قرار دیتے تھے کہ اس کا مقصد آرام کرنا تھا، لیکن دوسرے صحابہ اسے سنت قرار دیتے تھے۔

جن مسائل میں کوئی نص موجود نہ ہوتی اور اجتہاد سے کام لیا جاتا، ان میں نقطۂ نظر کا اختلاف پیدا ہوتا، مثلاً اگر کوئی مرد کسی عورت سے عدت کے درمیان نکاح کر لے، تو حضرت عمرؓ بطور سرزنش اس عورت کو ہمیشہ کے لئے اس مرد پر حرام قرار دیتے تھے اور حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ دونوں میں تفریق کر دی جائے اور سرزنش کی جائے؛ لیکن اس کی وجہ سے ان دونوں مرد وعورت کے درمیان دائمی حرمت پیدا نہیں ہوگی، اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کا طریقہ یہ تھا کہ بیت المال میں جو کچھ آتا، اسے تمام مسلمانوں پر مساوی تقسیم فرماتے اور حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں برابر تقسیم کرنے کے بجائے، لوگوں کے درجہ ومقام اور اسلام کے لئے ان کی خدمات کو سامنے رکھ کر تقسیم کرنا شروع کیا۔

(۸) غور کیا جائے! تو صحابہ کے درمیان اختلاف رائے کا ایک سبب ذوق اور طریقۂ استنباط کا فرق بھی تھا، بعض صحابہ کا مزاج حدیث کے ظاہری الفاظ پر قناعت کا تھا، جیسے حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوذر غفاریؓ وغیرہ، بعض صحابہ حدیث

---

(۱) اعلام الموقعین:۱/۵۴

کے مقصد و منشاء پر نظر رکھتے تھے اور قرآن مجید اور دین کے عمومی مزاج و مذاق کی کسوٹی پر اسے پرکھنے کی کوشش کرتے تھے، حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی ؓ وغیرہ اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے، چند مثالوں سے اس کی وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے :

○ حضرت فاطمہؓ بنت قیس نے روایت کیا کہ مطلقہ بائنہ عدت میں نہ نفقہ کی حق دار ہے، نہ رہائش کی، حضرت عمر ؓ نے سنا تو اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں ایک عورت کی بات پر نہ معلوم کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی، کتاب اللہ اور سنت رسول کو نہیں چھوڑ سکتا، ــــ حضرت عمر ؓ کو خیال تھا کہ یہ فاطمہ بنت قیس کا وہم ہو سکتا ہے، کیوں کہ قرآن (الطلاق :۱) میں مطلقہ کے لئے رہائش فراہم کرنے کی ہدایت موجود ہے۔

○ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے روایت کیا کہ مردہ کو اس کے لوگوں کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے، حضرت عائشہؓ نے اس پر نکیر فرمائی اور کہا کہ یہ قرآن کے حکم لا تزر وازرۃ وزر اخری ، (فاطر :۱۸) یعنی ''ایک شخص پر دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں ہوگا'' کے خلاف ہے۔

○ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے روایت کیا کہ جنازہ کو اُٹھانے والے پر وضو واجب ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے سوال کیا کہ کیا سوکھی ہوئی لکڑیوں کو چھونے سے وضو واجب ہو جاتا ہے؟ اسی طرح حضرت ابو ہرہ ؓ سے روایت ہے کہ آگ میں پکی ہوئی چیزوں کے استعمال سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا کہ پھر تو گرم پانی سے غسل کیا جائے تو اس سے بھی وضو واجب ہو جائے گا؟

اس طرح کی بہت سی مثالیں صحابہ کے درمیان باہمی مناقشات کی پائی جاتی ہیں، جن سے ظاہر ہے کہ مسائل شرعیہ کو اخذ کرنے کے سلسلہ میں دونوں طرح کا ذوق پایا جاتا تھا اور یہی ذوق بعد کو فقہاء مجتہدین تک منتقل ہوا اور اس کی وجہ سے الگ الگ دبستانِ فقہ وجود میں آئے۔

(۹) اس عہد میں سب سے اہم کام حضرت ابو بکر ؓ کے عہدِ خلافت میں سرکاری طور پر قرآن مجید کی جمع و تدوین کا اور حضرت عثمان غنی ؓ کے دور میں قراءتِ قریش پر مصحفِ قرآنی کی کتابت اور اس کی اشاعت کا ہوا، ــــ حضرت عمر ؓ کے دل میں جمع احادیث کا داعیہ بھی پیدا ہوا؛ لیکن انھوں نے کافی غور و فکر اور تقریباً ایک ماہ استخارہ کرنے کے بعد اس کا ارادہ ترک کر دیا، کہ کہیں یہ قرآن مجید کی طرف سے بے توجہی اور بے التفاتی کا سبب نہ بن جائے۔(۱)

(۱۰) یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ صحابہ سب کے سب فقیہ و مجتہد تھے، بلکہ ایک محدود تعداد ہی اس جانب متوجہ تھی؛ کیوں کہ استعداد و صلاحیت کے فرق کے علاوہ دین کے بہت سے کام اور وقت کے بہت سے تقاضے تھے اور سب کے لئے افرادِ کار کی ضرورت تھی، علامہ ابن قیمؒ نے ان صحابہ کا ذکر کیا ہے، جن سے فتاویٰ منقول ہیں، مرد و خواتین کو لے کر ان کی تعداد ۱۳۰ ہوتی ہے، پھر ان کے تین گروہ کئے ہیں: ایک وہ جن سے بہت زیادہ فتاویٰ منقول ہیں، ان کی تعداد سات ہے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عائشہ،

(۱) تاریخ التشریع الاسلامی لخضری بک :۱۷۱

حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم، خلیفہ مامون کے پڑپوتے ابوبکر محمد نے صرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فتاویٰ کو جمع کیا تو ان کی بیس جلدیں ہوئیں۔

بیس صحابہ متوسطین میں شمار کئے گئے ہیں، جن سے بہت زیادہ نہیں، لیکن مناسب تعداد میں فتاویٰ منقول ہیں اور بقول ابن قیمؒ ان کے فتاویٰ کو ایک چھوٹے جزء میں جمع کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت اُم سلمہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اسی گروہ میں ہیں، بقیہ صحابہ وہ ہیں جن سے ایک دو مسئلہ میں فتویٰ دینا منقول ہے، ان کی تعداد (۱۲۵) ہے، اسی گروہ میں حضرت حسن وحسین، سیدۃ النساء حضرت فاطمہ، حضرت حفصہ، حضرت صفیہ، حضرت اُم حبیبہ، حضرت میمونہ، حضرت بلال، حضرت عباد اور حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں۔(۱)

تیسرا مرحلہ — اصاغر صحابہ اور اکابرِ تابعین

یہ مرحلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت سے شروع ہوتا ہے اور بنواُمیہ کی حکومت کے خاتمہ کے قریبی زمانہ تک کا احاطہ کرتا ہے، اس عہد میں بھی بنیادی طور پر اجتہاد واستنباط کا وہی منہج رہا جو صحابہ نے اختیار کیا تھا، —— اس عہد کی چند خصوصیات قابل ذکر ہیں :

(۱) فقہاء صحابہ کسی ایک شہر میں مقیم نہیں رہے، بلکہ مختلف شہروں میں مختلف صحابہ کا ورود ہوا، وہاں لوگوں نے ان سے استفادہ کیا اور اس شہر میں ان کی آراء اور فتاویٰ کو قبولیت حاصل ہوئی، مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، مکہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ان کے تلامذہ مجاہد بن جبیرؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، طاؤس بن کیسانؒ، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے شاگردانِ باتوفیق، علقمہ نخعیؒ، اسود بن یزیدؒ اور ابراہیم نخعیؒ، بصرہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگرد محمد بن سیرینؒ، شام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور ان صحابہ سے استفادہ کرنے والے تابعین، ابوادریس خولانیؒ، اسی طرح مصر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور ان کے بعد یزید بن حبیبؒ وغیرہ کے فتاویٰ کو قبول حاصل ہوا۔(۲)

(۲) صحابہ اور فقہاءِ تابعین کے مختلف شہروں میں مقیم ہونے کی وجہ سے فقہی مسائل میں اختلافات کی بھی کثرت ہوئی، کیوں کہ ایک تو خلافتِ راشدہ میں خاص کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک اہل علم یکجا تھے یا ایک دوسرے سے قریب واقع تھے، اس کی وجہ سے بہت سے مسائل میں اتفاق رائے ہوجاتا تھا، اب عالم اسلام کا دائرہ وسیع ہوجانے، دراز شہروں میں مقیم ہونے اور ذرائع ابلاغ کے مفقود ہونے کی وجہ سے اجتماعی اجتہاد کی جگہ انفرادی اجتہاد کا غلبہ تھا، دوسرے مختلف شہروں کے حالات، رواجات، کاروباری طریقے اور لوگوں کے فکری وعملی رجحانات بھی مختلف تھے، اس اختلاف کا اثر مختلف شہروں میں بسنے والے فقہاء کے نقطۂ نظر پر بھی پڑتا تھا؛ اس لئے بمقابلہ گذشتہ ادوار کے، اس دور میں اختلافِ رائے کی کثرت ملتی ہے۔

(۳) یوں تو اکابرِ صحابہ میں بھی دونوں طرح کے فقہاء پائے جاتے تھے، ایک وہ جن کی نگاہ حدیث کے ظاہری الفاظ پر ہوتی تھی،

(۱) دیکھئے: اعلام الموقعین: ۱/۱۲-۱۴
(۲) اعلام الموقعین: ۱/۲۱، اور اس کے بعد فصل: الائمۃ الذین نشر والدین والفقہ

دوسرے وہ جو معانی حدیث کے غواص تھے اور احکامِ شرعیہ میں شریعت کی مصالح اور لوگوں کے احوال کو بھی پیش نظر رکھتے تھے، تابعین کے عہد میں یہ دونوں طریقۂ اجتہاد اور ان کے طرزِ استنباط کا تفاوت زیادہ نمایاں ہوگیا، جو لوگ ظاہر حدیث پر قانع تھے، وہ ''اصحابُ الحدیث'' کہلائے اور جو نصوص اور ان کے مقاصد و مصالح کو سامنے رکھ کر رائے قائم کرتے تھے، وہ ''اصحاب الرائے'' کہلائے، اصحاب الحدیث کا مرکز مدینہ تھا اور اصحاب الرائے کا عراق، اور خاص طور پر عراق کا شہر کوفہ، گو مدینہ میں بعض ایسے اہل علم موجود تھے، جو اصحاب الرائے کے طریقۂ استنباط سے متاثر تھے، جیسے امام مالکؒ کے استاذ ربیعہ بن عبدالرحمٰنؒ، جو اصحاب الرائے کے طرزِ استنباط میں ماہر ہونے سے ''ربیعۃ الرای'' کہلائے اور ''رای'' ان کے نام کا جزو ٹھہرا، اسی طرح کوفہ میں امام عامر شراحیل شعبیؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ میں ہیں، لیکن ان کا منہج اصحاب الحدیث کا تھا۔

اصحاب الرأی اور اصحاب الحدیث کے درمیان دو اُمور میں نمایاں فرق تھا، ایک یہ کہ اصحاب الحدیث کسی حدیث کو قبول اور رد کرنے میں محض سند کی تحقیق کو کافی سمجھتے تھے اور خارجی وسائل سے کام نہیں لیتے تھے، اصحاب الرأی اُصولِ روایت کے ساتھ اُصولِ درایت کو بھی ملحوظ رکھتے تھے، وہ حدیث کو سند کے علاوہ اس طور پر بھی پرکھتے تھے کہ وہ قرآن کے مضمون سے ہم آہنگ ہے یا اس سے متعارض؟ دین کے مسلمہ اُصول اور مقاصد کے موافق ہے یا نہیں؟ دوسری مشہور حدیثوں سے متعارض تو نہیں ہے؟ صحابہ کا اس حدیث پر عمل تھا یا نہیں؟ اور نہیں تھا تو اس کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں —— حقیقت یہ ہے کہ اصحاب الرأی کا منہج زیادہ دُرست بھی تھا اور دُشوار بھی۔

دوسرا فرق یہ تھا کہ اصحاب الحدیث ان مسائل سے آگے نہیں بڑھتے تھے جو حدیث میں مذکور ہوں، یہاں تک کہ بعض اوقات کوئی مسئلہ پیش آجاتا اور ان سے اس سلسلہ میں رائے دریافت کی جاتی، اگر حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہوتا تو وہ جواب دینے سے انکار کر جاتے اور لوگ ان کی رہنمائی سے محروم رہتے، ایک صاحب سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئے اور ایک مسئلہ دریافت کیا، انھوں نے کہا کہ میں نے اس سلسلہ میں کوئی حدیث نہیں سنی، استفسار کرنے والے نے کہا کہ آپ اپنی رائے بتائیں، انھوں نے انکار کیا، اس نے دوبارہ استفسار کیا اور کہا کہ میں آپ کی رائے پر راضی ہوں، سالم نے کہا کہ اگر اپنی رائے بتاؤں، تو ہوسکتا ہے کہ تم چلے جاؤ، اس کے بعد میری رائے بدل جائے اور میں تم کو نہ پاؤں، (۱) —— یہ واقعہ ایک طرف ان کے احتیاط کی دلیل ہے، لیکن سوال ہے کہ کیا ایسی احتیاط سے اُمت کی رہنمائی کا حق ادا ہوسکتا ہے؟

اصحاب الرأی نہ صرف یہ کہ جن مسائل میں نص موجود نہ ہوتی، ان میں مصالح شریعت کو سامنے رکھتے ہوئے اجتہاد کرتے، بلکہ جو مسائل ابھی وجود میں نہیں آئے ؛ لیکن ان کے واقع ہونے کا امکان ہے، ان کے بارے میں بھی پیشگی تیاری کے طور پر غور کرتے اور اپنی رائے کا اظہار کرتے، اسی کو ''فقہ تقدیری'' کہتے ہیں، اصحاب حدیث اصحاب الرأی کے اس طرزِ عمل پر طعنہ دیتے تھے ؛ لیکن آج اسی فقہ تقدیری کا نتیجہ ہے کہ نئے مسائل کو حل کرنے میں قدیم ترین فقہی ذخیرہ سے مدد مل رہی ہے۔

اس وضاحت سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اصحاب الرأی کا کام بمقابلہ اصحاب الحدیث کے زیادہ دُشوار تھا، اسی لئے

---

(۱) تاریخ الفقه الاسلامی للشیخ محمد علی السایس:۷۷

متقدمین کے یہاں ''اصحاب الرائی'' میں سے ہونا ایک قابل تعریف بات تھی اور مدح سمجھی جاتی تھی، بعد کو جن لوگوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا، انھوں نے رائے سے مراد ایسی رائے کو سمجھا جو قرآن وحدیث کے مقابلہ خود رائی پر مبنی ہو، یہ کھلی ہوئی غلط فہمی اور نا سمجھی ہے۔

حجاز کا اصحاب الحدیث کا مرکز بننا اور عراق کا اصحاب الرائی کا مرکز بننا کوئی اتفاقی امر نہیں تھا، اس کے چند بنیادی اسباب تھے: اول یہ کہ حجاز عرب تہذیب کا مرکز تھا، عرب اپنی سادہ زندگی کے لئے مشہور رہے ہیں، ان کی تہذیب میں بھی یہی سادگی رچی بسی تھی، عراق ہمیشہ سے دُنیا کی عظیم تہذیبوں کا مرکز رہا ہے اور زندگی میں تکلفات تعیشات اس تہذیب کا جز دتھا، پھر مسلمانوں کے زیر نگین آنے کے بعد یہ علاقہ عربی اور عجمی تہذیب کا سنگم بن گیا تھا؛ اس لئے بمقابلہ حجاز کے یہاں مسائل زیادہ پیدا ہوتے تھے اور دین کے عمومی مقاصد ومصالح کو سامنے رکھ کر اجتہاد سے کام لینا پڑتا تھا، یہاں کے فقہاء اگر علمائے اصحاب حدیث کی طرح منصوص مسائل کے آگے سوچنے کو تیار ہی نہ ہوتے، تو آخر اُمت کی رہنمائی کا فرض کیوں کر ادا ہوتا؟

دوسرے دبستانِ حجاز پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ صحابہ کی چھاپ تھی، جن کا ذوق ظاہرِ نص پر قناعت کرنے کا تھا اور عراق کے استاذ اول حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ جیسے فقہاء تھے، جن پر اصحاب الرائی کے طریقۂ اجتہاد کا غلبہ تھا، اس لئے دونوں جگہ بعد کے علماء پر ان صحابہ کے اندازِ فکر کی چھاپ گہری ہوتی چلی گئی۔

تیسرے اکثر فرقِ باطلہ کا مرکز عراق ہی تھا، یہ لوگ اپنی فکر کی اشاعت کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے، اس لئے علماءِ عراق تحقیق حدیث میں اُصول روایت کے ساتھ ساتھ اُصولِ درایت سے کام لیتے تھے، اس کے برخلاف علماء حجاز کو وضع حدیث کے اس فتنہ سے نسبتاً کم سابقہ تھا۔

(۴) اسی دور میں فرقِ باطلہ کا ظہور ہوا اور سیاسی اختلاف نے آہستہ آہستہ مذہبی رنگ اختیار کر لیا، ایک طرف شیعانِ علی تھے، جو اہل بیت کو ہی خلافت کا مستحق جانتے تھے اور چند صحابہ کو چھوڑ کر تمام ہی صحابہ کی تکفیر کیا کرتے تھے، دوسری طرف ناصبیہ تھے، جو اہل بیت پر بنواُمیہ کے ظلم وجور کو سندِ جواز عطا کرتے تھے اور حضرت علی ﷺ اور اہل بیت کو برا بھلا کہنے سے بھی نہیں چوکتے تھے، تاہم ناصبیہ کی تعداد بہت کم تھی اور انھیں کبھی کسی طبقہ میں قبول حاصل نہیں ہوا، تیسرا گروہ خوارج کا تھا، جو حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت معاویہ ﷺ اور بعد کے تمام صحابہ کو قرار دیتا تھا۔

شیعہ اور خوارج کا مرکز عراق اور مشرق کا علاقہ تھا، حالاں کہ اس اختلاف کی بنیاد سیاسی تھی؛ لیکن چوں کہ لوگوں کے ذہن پر مذہب کی گرفت بہت مضبوط تھی، اس لئے جلد ہی اس اختلاف نے عقیدہ کی صورت اختیار کر لی اور اس کو تقویت پہنچانے کے لئے لوگوں نے روایتیں گھڑنی شروع کر دیں، پس اسی دور سے وضع حدیث کا فتنہ بھی شروع ہوا۔

(۵) عہدِ صحابہ میں اکثر لوگ وہ تھے، جنھوں نے حضور ﷺ کے عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؛ اس لئے روایت حدیث کی ضرورت کم پیش آتی تھی، اب چوں کہ زیادہ تر صحابہ رخصت ہو چکے تھے اور دوسری طرف فرقِ باطلہ کے نمائندوں نے اپنی طرف سے حدیثیں گھڑنی شروع کر دی تھیں، اس لئے روایتِ حدیث کے سلسلہ میں بمقابلہ گذشتہ دور کے اضافہ ہو گیا۔

(۵) البتہ اس دور میں حدیث یا فقہ کی باضابطہ تدوین عمل میں نہ آئی، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس سلسلہ میں کوشش تو کی اور گورنر مدینہ ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم کو اس کام کی طرف متوجہ کیا؛ لیکن اس سے پہلے کہ ابن حزم اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرتے، خود حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات ہوگئی۔

(۶) اس دور کے اہم فقہاء وارباب افتاء کے نام اس طرح ہیں :

مدینہ : اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام، امام زین العابدین علی بن حسین، عبداللہ بن مسعود، سالم بن عبداللہ بن عمر، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد بن ابوبکر، نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر، محمد بن مسلم ابن شہاب زہری، امام ابوجعفر محمد باقر، ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان، یحیٰ بن سعید انصاری، ربیعۃ الرأی رضی اللہ عنہم۔

مکہ : حضرت عبداللہ بن عباس، امام مجاہد، عکرمہ، عطاء بن ابی رباح۔

کوفہ : علقمہ نخعی، مسروق، عبیدۃ بن عمرو سلمانی، اسود بن یزید نخعی، قاضی شریح، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، عامر بن شراحیل شعبی رحمہم اللہ۔

بصرہ : حضرت انس بن مالک انصاریؓ، ابوالعالیہ، رفیع بن مہران، حسن بن ابی الحسن یسار، ابوالشعثاء، جابر بن زید، محمد بن سیرین، قتادہ رحمہم اللہ۔

شام : عبدالرحمٰن بن غانم، ابوادریس خولانی، مکحول، قبیصہ بن ذویب، رجاء بن حیوۃ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ۔

مصر : حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، مرثد بن عبداللہ بن الیزنی، یزید بن ابی حبیب رحمہم اللہ۔

یمن : طاؤس بن کیسان، وہب بن منبہ صنعانی، یحیٰ بن ابی کثیر۔

چوتھا مرحلہ — اوائل دوسری صدی تا نصف چوتھی صدی

تدوین فقہ کا چوتھا مرحلہ جو عباسی دور کی ابتداء سے شروع ہو کر چوتھی صدی ہجری کے وسط تک محیط ہے، نہایت اہم ہے اور اسے نہ صرف فقہ اسلامی بلکہ تمام ہی اسلامی وعربی علوم وفنون کا سنہرا دور کہہ سکتے ہیں، فقہ اور فقہ سے متعلق جو علوم ہیں، ان کے علاوہ اسی عہد میں تفسیر قرآن کے فن کو کمال حاصل ہوا، اور تفسیر طبری جیسی عظیم الشان تفسیر وجود میں آئی، جو آج تک کتب تفسیر کا نہایت اہم مرجع ہے، اسی عہد میں عربی زبان کے قواعد مرتب ہوئے، اسی دور میں عباسی خلفاء کی خواہش پر یونانی علوم، منطق اور فلسفہ وغیرہ عربی زبان میں منتقل کیا گیا اور اس کو بنیاد بنا کر مسلمان محققین نے بڑے بڑے سائنسی کارنامے انجام دیئے اور علم وتحقیق کی دنیا میں اپنی فتح مندی کے علم نصب کئے اور فقہ کے لئے تو یہ دور نہایت ہی اہم ہے۔

اس دور کی چند اہم خصوصیات اس طرح ہیں :

۱- یوں تو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی سے حدیث کی جمع و کتابت کا کام شروع ہو چکا تھا؛ لیکن کتابی انداز پر اس کی ترتیب عمل میں نہیں آئی تھی، بلکہ مختلف لوگوں نے اپنی اپنی یادداشتیں لکھ رکھی تھیں، سب سے پہلے احادیث کو باضابطہ طور پر جمع کرنے کا خیال حضرت عمر ؓ کو اور ان کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو آیا، لیکن حضرت عمر نے اسے مناسب نہ سمجھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اس کام کی تکمیل سے پہلے ہی وفات ہو گئی، اب عباسی دور میں باضابطہ حدیث کی تدوین کا کام شروع ہوا۔

یہ تدوین تین مرحلوں میں انجام پائی، پہلے مرحلہ میں حضور ﷺ کی احادیث اور صحابہ کے فتاویٰ اور فیصلے، بلکہ کہیں کہیں تابعین کے فتاویٰ بھی ملے جلے جمع کئے گئے، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی کتاب الآثار اور امام مالکؒ کی موطا میں آج بھی اس طریقہ ترتیب کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، پھر دوسری صدی ہجری کے آخر میں مسانید کا طریقہ مروج ہوا، کہ راوی اپنی تمام مرویات کو صحابہ کے ناموں کی ترتیب سے جمع کرتا اور حدیث کے مضامین و موضوعات سے قطع نظر ایک صحابی کی تمام مرویات ایک جگہ ذکر کی جاتیں، اس سلسلہ کی سب سے ممتاز کتاب ''مسند امام احمد بن حنبل'' ہے، لیکن ان میں صحیح و مستند اور ضعیف و نامعتبر دونوں طرح کی روایتیں مذکور ہوتیں، چنانچہ تیسری صدی ہجری میں دو اُمور کی رعایت کے ساتھ کتبِ حدیث مرتب کی گئیں، ایک یہ کہ ان کی ترتیب مضمون کے اعتبار سے ہو اور فقہی ابواب کی ترتیب پر روایتیں جمع کی جائیں، دوسرے یہ کہ نقل حدیث میں صحیح و ضعیف کا فرق ملحوظ رکھا جائے اور اپنے گمان کے مطابق صحیح روایتیں نقل کی جائیں، صحاحِ ستہ، اسی دور کی یادگاریں ہیں، جن کو کتبِ حدیث میں خاص طور پر قبولِ عام اور شہرت و دوام حاصل ہوا۔

اس وقت جو کتبِ حدیث موجود ہیں، ان میں امام ابو یوسفؒ کی کتاب الآثار، امام مالکؒ کی موطا اور امام محمدؒ کی موطا اور کتاب الآثار سب سے قدیم کتابیں ہیں، باقی بہت سی کتابیں وہ ہیں کہ ان کے مصنفین کی نسبت سے تاریخ کی کتابوں میں ان کا ذکر ملتا ہے، لیکن اب دستیاب نہیں ہیں، امام ابو حنیفہؒ کی مسند کو ایک قدیم ترین مسند ہے، لیکن یہ ان کے تلامذہ کی جمع کی ہوئی ہے، نہ کہ خود امام صاحبؒ کی۔

(۲) چوں کہ تدوین حدیث کے شانہ بشانہ بلکہ اس سے پہلے ہی گمراہ فرقوں اور خدا ناترس افراد و اشخاص کی طرف سے وضع حدیث کا قبیح سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا، اس لئے کچھ عالی ہمت، اہل علم نے روایت کی تحقیق کو اپنا موضوع بنایا اور کسی رعایت اور لحاظ کے بغیر مشکوک و نامعتبر راویوں کے احوال سے لوگوں کو باخبر کرنے کی اہم ترین ذمہ داری اپنے سر لی، یہ فن ''جرح و تعدیل'' کہلاتا ہے، اسی دور میں اس فن کی بنیاد پڑی، اس فن کے سب سے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطانؒ (متوفی: ۸۹)، اسی عہد کے تھے، اسی طرح امام عبدالرحمٰن بن مھدیؒ (متوفی: ۱۹۸ھ)، یحییٰ بن معینؒ (متوفی: ۲۳۰ھ) اور امام احمد بن حنبلؒ (متوفی: ۲۴۱ھ) جو اس فن کے اولین معماروں میں ہیں، اسی خوش نصیب عہد کی یادگار ہیں۔

(۳) مسائل فقہیہ کے استنباط اور اجتہاد میں قرآنِ مجید کی مختلف قراءتوں کا بھی بڑا دخل ہے، چنانچہ اس عہد میں قراءت کے فن نے بھی بڑا عروج حاصل کیا اور قراءِ سبعہ نافعؒ (متوفی: ۱۶۷ھ)، عبداللہ بن کثیرؒ (متوفی: ۱۲۰ھ) ابو عمرو بن علاءؒ (متوفی: ۱۵۴ھ)، عبداللہ بن عامرؒ (متوفی: ۱۱۸ھ) ابو بکر عاصمؒ (متوفی: ۱۲۸ھ)، جن کے تلامذہ میں حفص بن سلیمانؒ ہیں، حمزہ بن حبیب زیاتؒ (متوفی: ۱۴۵ھ) اور ابو الحسن کسائیؒ (متوفی: ۱۸۹ھ) اسی عہد کے قراء ہیں، —— قراءِ سبعہ پر جن تین قراء کا اضافہ کیا گیا ہے اور ان کو قراءِ عشرہ کہا

جاتا ہے، ان کا تعلق بھی اسی عہد سے ہے۔

(۴) اُصول فقہ کی باضابطہ تدوین بھی اسی عہد میں ہوئی، کہا جاتا ہے کہ اس موضوع پر امام ابوحنیفہؒ کی کوئی تالیف ''کتاب الرأی'' کے نام سے تھی؛ لیکن اب اس کا کوئی وجود نہیں، امام محمدؒ کی طرف بھی اُصول کی ایک کتاب اسی نام سے منسوب کی جاتی ہے، یہ بھی دستیاب نہیں، لیکن ماضی قریب میں ابوالحسین بصری معتزلی کی کتاب ''المعتمد فی أصول الفقه'' طبع ہوئی ہے، اس کتاب میں امام ابویوسفؒ کی کتاب کا حوالہ موجود ہے، اس لئے حقیقت یہی ہے کہ اس فن کے موسس اول امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ہیں، اس وقت اس موضوع پر جو قدیم ترین کتاب پائی جاتی ہے، وہ امام شافعیؒ کی ''الرسالہ'' ہے۔

یہ نہایت اہم کتاب ہے اور ابتدائی دور کی تالیف ہونے کے لحاظ سے نہایت جامع، واضح اور مدلل تالیف ہے، جس میں قرآن مجید کے بیان کے اُصول، سنت کی اہمیت اور قرآن سے اس کا ربط، ناسخ ومنسوخ، علل حدیث، خبر واحد کی حجیت، اجماع، قیاس، اجتہاد، استحسان اور فقہی اختلاف رائے کی حیثیت پر گفتگو کی گئی ہے، امام شافعیؒ نے اس کتاب میں استحسان پر بہت شدید تنقید کی ہے اور ان کا یہی لب ولہجہ ''کتاب الام'' میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن یہ تنقید زیادہ تر غلط فہمی —— اور اگر اس تنقید کا نشانہ حنفیہ ہوں تو —— حنفیہ کے نقطۂ نظر سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔

(۵) اس دور میں فقہی اصطلاحات کا ظہور ہوا اور احکام میں فرض، واجب، سنت، مباح اور مستحب جیسی اصطلاحات نے رواج پایا، تابعین کے عہد میں عام طور پر ایسی اصطلاحات قائم نہیں تھیں، بلکہ شریعت میں جن باتوں کا حکم دیا گیا، لوگ بلاتفریق اس پر عمل کرتے تھے اور جن باتوں سے منع کیا گیا، بلا کسی فرق کے ان سے اجتناب کرتے تھے۔

(۶) بمقابلہ پچھلے ادوار کے اس عہد میں اجتہاد واستنباط کی کثرت ہوئی، اس کے دو بنیادی اسباب تھے : ایک عباسی حکومت کا علمی ذوق، عباسیوں نے جہاں بغداد جیسا متمدن شہر آباد کیا اور عقلی علوم کو عربی زبان کا جامہ پہنایا، وہیں اسلامی علوم سے بھی ان کو اعتناء تھا اور خود خلفاء علمی ذوق کے حامل ہوا کرتے تھے، بلکہ بعض دفعہ کسی رائے سے تاثر اور غلو کی وجہ سے نقصان بھی ہوتا تھا، چنانچہ بعض عباسی خلفاء کے معتزلہ سے متاثر ہونے کی وجہ سے ''خلق قرآن کا فتنہ پیدا ہوا، جس کی خوں آشام داستانیں اب بھی تاریخ میں محفوظ ہیں۔

عباسی خلفاء کو فقہ سے بھی تعلق تھا، یہی وجہ ہے کہ منصور اور پھر خلیفہ ہارون رشید نے امام مالکؒ کی موطا کو ملکی دستور کی حیثیت دینی چاہی، لیکن یہ امام مالکؒ کا اخلاص تھا کہ انھوں نے اس سے منع فرمادیا، بعض عباسی خلفاء نے امام مالک سے یہ شکایت بھی کی کہ ان کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور بنو ہاشم کے صحابہ کی مرویات کو وہ اہمیت نہیں دی گئی ہے، جو دوسرے صحابہ کی مرویات کو دی گئی ہے، امام مالکؒ نے اس پر معذرت کی کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ کے تلامذہ سے استفادہ کا موقع نہیں ملا۔

یہ ان کے علمی ذوق ہی کی بات تھی کہ ہارون رشید قاضی ابویوسف سے حکومت کے مالیاتی قوانین کے موضوع پر تالیف کا طلب گار ہوتا ہے اور اسی خواہش کے نتیجہ میں ان کی معروف مقبول تالیف ''کتاب الخراج'' وجود میں آتی ہے اور یہ بھی خلفاء کی علم پروری ہی ہے کہ ان کے عہد میں بغداد ہر فن کے علماء وماہرین کا مرکز وملجا بن جاتا ہے، اس حوصلہ افزائی اور علمی پذیرائی نے علماء کو اپنے اپنے فن کو پایہ کمال

تک پہنچانے کا حوصلہ دیا۔

دوسرا سبب عالم اسلام کی وسعت تھی، اب مسلمانوں کی حکومت یوروپ میں اسپین سے لے کر ایشیاء میں مشرق بعید چین تک تھی، مختلف قوموں، مختلف تہذیبیں، مختلف لسانی گروہ اور مختلف صلاحیتوں کے لوگ عالم اسلام کے سایہ میں تھے اور ان میں بڑی تعداد نومسلموں کی تھی، اس لئے لوگوں کی طرف سے سوالات کی کثرت تھی اور اس نسبت سے فقہی اجتہادات کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

اسی عہد میں بڑے بلند پایہ، عالی ہمت اور اپنی ذہانت وفطانت کے اعتبار سے محیر العقول علماء وفقہاء پیدا ہوئے؛ کیوں کہ اس عہد میں اسی درجہ کے اہل علم کی ضرورت تھی، پھر ان میں سے بعض بلند پایہ فقہاء نے مستقل دبستانِ فقہ کی بنیاد رکھی اور ان سے علمی تاثر کی وجہ سے اہل علم کی ایک تعداد ان کے ساتھ ہوگئی اور اس نے ان کے علوم کی اشاعت وتدوین اور تائید وتقویت کے ذریعہ مستقل فقہی مدارس کو وجود بخشا، ان شخصیتوں میں سب سے ممتاز شخصیتیں ائمہ اربعہ کی ہیں۔

(۷) لیکن فقہ کی باضابطہ تدوین کا شرف سب سے پہلے جس شخصیت کو حاصل ہوا، وہ امام ابوحنیفہؒ کی ذات والاصفات ہے، اسی لئے امام شافعیؒ نے فرمایا :

من أراد الفقه فهو عيال على ابى حنيفة . (۱)

اس کا اعتراف تمام ہی منصف مزاج علماء نے کیا ہے، حافظ جلال الدین سیوطی شافعیؒ فرماتے ہیں :

إنه اول من دوّن علم الشريعة ورتبها ابوابا ثم تبعه مالك ابن انس فى ترتيب الموطا ولم يسبق أبا حنيفة احد . (۲)

امام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے علم شریعت کی تدوین کی اور اسے باب وار مرتب کیا، پھر مؤطا کی ترتیب میں امام مالکؒ نے انھیں کی پیروی کی، امام ابوحنیفہؒ سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا۔

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں :

انه اول من دون علم الفقه ورتبه أبواباً وكتباً على نحو ماهو عليه اليوم وتبعه مالك فى مؤطائه . (۳)

امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے علم فقہ کو مدون کیا اور کتاب اور باب پر اس کو مرتب فرمایا، جیسا کہ آج موجود ہے اور امام مالک نے اپنی موطا میں انھیں کی اتباع کی ہے۔

---

(۱) الانتقاء لابن عبدالبر:۲۱۰ (۲) تبييض الصحيفه:۳٦

(۳) الخيرات الحسان:۲۸

پھر اہم بات یہ ہے کہ امام صاحب نے دوسرے فقہاء کی طرح انفرادی طور پر اپنی آراء مرتب نہیں کی، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح شورائی انداز اختیار کیا، چنانچہ علامہ موفقؒ فرماتے ہیں :

فوضع ابو حنيفة مذهبه شورى بينهم لم يستمد بنفسه دونهم . (۱)

امام ابوحنیفہ نے اپنا مذہب شورائی رکھا، وہ شرکاءِ شوریٰ کو چھوڑ کر تنہا اپنی رائے مسلط نہیں کرتے۔

اس کا نتیجہ تھا کہ بعض اوقات ایک مسئلہ پر ایک ماہ یا اس سے زیادہ بحث ومباحثہ کا سلسلہ جاری رہتا تھا، چنانچہ موفقؒ ہی رقم طراز ہیں :

كان يلقي مسئلة مسئلة يقلبهم ويسمع ماعندهم ويقول ماعنده ويناظرهم شهرا او اكثر من ذالك حتى يستقر احدالأ قوال فيها . (۲)

امام صاحب ایک ایک مسئلہ پیش کرتے، ان کے خیالات کا جائزہ لیتے اوران کی بھی باتیں سنتے، اپنے خیالات پیش کرتے اور بعض اوقات ایک ماہ یا اس سے زیادہ تبادلۂ خیال کا سلسلہ جاری رکھتے، یہاں تک کہ کوئی ایک قول متعین ہو جاتا۔

اس مجلس تدوین میں جو مسائل مرتب ہوئے اور جو زیر بحث آئے ان کی تعداد کیا تھی؟ اس سلسلہ میں تذکرہ نگاروں کے مختلف بیانات ملتے ہیں، مسانید امام ابوحنیفہؒ کے جامع علامہ خوارزمی نے تراسی ہزار کی تعداد لکھی ہے، جس میں اڑتیس ہزار کا تعلق عبادات سے تھا اور باقی کا معاملات سے، (۳) بعض حضرات نے ۶ / لاکھ اور بعضوں نے ۱۲/ لاکھ سے بھی زیادہ بتائی ہے، مشہور محقق مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کا خیال ہے کہ اس تعداد میں ان مسائل کو بھی شامل کرلیا گیا ہے، جو امام کے مقرر کئے ہوئے اُصول وکلیات کی روشنی میں مستنبط کئے گئے تھے، (۴) پس اگر تراسی ہزار مسائل ہی اس مجلس تدوین کے مستنبط کئے ہوئے مانے جائیں، تو یہ کیا کم ہے؟

عام طور پر یہ بات نقل کی گئی آئی ہے کہ اس مجلس میں اپنے عہد کے چالیس ممتاز علماء شامل تھے؛ لیکن ان کے سنین وفات اور امام صاحبؒ سے وابستگی کے زمانہ کو دیکھتے ہوئے قیاس کیا جاسکتا ہے، کہ یہ سارے لوگ شروع سے آخر تک اس کام میں شریک نہیں رہے، بلکہ مختلف ارکان نے مختلف ادوار میں کارِ تدوین میں ہاتھ بٹایا اور ان میں بعض وہ تھے جنھوں نے آخری زمانہ میں اس کام میں شرکت کی، عام طور پر شرکاء مجلس کا نام ایک جگہ نہیں ملتا ہے، مفتی عزیز الرحمن اور ڈاکٹر محمد میاں صدیقی نے ان ناموں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے اور ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی نے ان ہی کے حوالہ سے اسے نقل کیا ہے، نام اس طرح ہیں :

امام ابو یوسفؒ	(متوفی:۱۸۲ھ)	محمد بن حسن شیبانیؒ	(متوفی:۱۸۹ھ)
حسن بن زیادؒ	(متوفی:۲۰۴ھ)	زفر بن ہذیلؒ	(متوفی:۱۵۸ھ)

(۱) مناقب ابو حنیفہ ۲: ۱۳۳
(۲) مناقب ابو حنیفہ: ۲/ ۱۳۳
(۳) مناقب الامام اعظم لملا علی قاری: ۴۷۳
(۴) دیکھئے: امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی: ۲۳۵

مالک بن مغولؒ	(متوفی:۱۵۹ھ)	داؤد طائیؒ	(متوفی:۱۶۰ھ)
مندل بن علیؒ	(متوفی:۱۶۸ھ)	نصر بن عبدالکریمؒ	(متوفی:۱۶۹ھ)
عمرو بن میمونؒ	(متوفی:۱۷۱ھ)	حبان بن علیؒ	(متوفی:۱۷۲ھ)
ابوعصمہ	(متوفی:۱۷۳ھ)	زہیر بن معاویہؒ	(متوفی:۱۷۳ھ)
قاسم بن معنؒ	(متوفی:۱۷۵ھ)	حماد بن ابی حنیفہؒ	(متوفی:۱۷۶ھ)
ہیاج بن بطامؒ	(متوفی:۱۷۷ھ)	شریک بن عبداللہؒ	(متوفی:۱۷۸ھ)
عافیہ بن یزیدؒ	(متوفی:۱۸۱ھ)	عبداللہ بن مبارکؒ	(متوفی:۱۸۱ھ)
نوح بن دراجؒ	(متوفی:۱۸۲ھ)	ہشیم بن بشیر سلمیؒ	(متوفی:۱۸۳ھ)
ابوسعید یحییٰ بن زکریاؒ	(متوفی:۱۸۴ھ)	فضیل بن عیاضؒ	(متوفی:۱۸۷ھ)
اسد بن عمروؒ	(متوفی:۱۸۸ھ)	علی بن مسہرؒ	(متوفی:۱۸۹ھ)
یوسف بن خالدؒ	(متوفی:۱۸۹ھ)	عبداللہ بن ادریسؒ	(متوفی:۱۹۲ھ)
فضل بن موسیٰؒ	(متوفی:۱۹۲ھ)	حفص بن غیاثؒ	(متوفی:۱۹۴ھ)
وکیع بن جراحؒ	(متوفی:۱۹۷ھ)	یحییٰ بن سعید القطانؒ	(متوفی:۱۹۸ھ)
شعیب بن اسحاقؒ	(متوفی:۱۹۸ھ)	ابوحفص بن عبدالرحمٰنؒ	(متوفی:۱۹۹ھ)
ابومطیع بلخیؒ	(متوفی:۱۹۹ھ)	خالد بن سلیمانؒ	(متوفی:۱۹۹ھ)
عبدالحمیدؒ	(متوفی:۲۰۳ھ)	ابوعاصم النبیلؒ	(متوفی:۲۱۲ھ)
مکی بن ابراہیمؒ	(متوفی:۲۱۵ھ)	حماد بن دلیلؒ	(متوفی:۲۱۵ھ)
ہشام بن یوسفؒ	(متوفی:۱۹۷ھ)		

(۸) اس دور میں فقہاء اپنی قوتِ اجتہاد اور لیاقتِ استنباط میں نہایت اعلیٰ درجہ کے حامل تھے، اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ بات مقدر نہیں تھی کہ ان کے مذہب کو بقاء واستحکام حاصل ہوسکے، چنانچہ کم ہی عرصہ میں یہ مذاہب ناپید ہوگئے؛ البتہ ان کی چیدہ چیدہ آراء، کتابوں میں اب بھی موجود ہیں، ان میں سے چار شخصیتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں :

امام اوزاعیؒ :

ان کا پورا نام ابوعمر عبدالرحمٰن بن محمدؒ ہے، یمن کے قبیلہ ذی الکاع کی ایک شاخ اوزاع تھی، اسی نسبت سے اوزاعی کہلائے، ۸۸ھ میں شام میں پیدا ہوئے، ۱۵۷ھ میں وفات پائی، حدیث کے بڑے عالم تھے، اصحاب حدیث کے گروہ سے تعلق تھا اور قیاس سے اجتناب

کرتے تھے، شام اور اندلس کے علاقہ میں ان کے مذہب کو قبولیت حاصل ہوئی؛ لیکن جلد ہی ان کے متبعین ناپید ہو گئے ۔(۱)

سفیان ثوریؒ :

ابوعبداللہ سفیان بن سعید ثوری ۹۷ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۱ھ میں بصرہ میں وفات پائی ، فقہ اور حدیث دونوں پر نظر تھی ، عام طور پر ان کی آراء امام ابوحنیفہ کی آراء سے قریب ہوتی ہیں ، ابتداء امام صاحب سے چشمک تھی ، پھر بعد کو غلط فہمی دور ہو گئی اور امام ابوحنیفہؒ کے قدرداں ہو گئے ۔

لیث بن سعدؒ :

یہ مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۷۵ھ میں وفات پائی ، کہا جاتا ہے کہ تفقہ میں ان کا درجہ امام مالکؒ اور شافعیؒ سے کم نہیں تھا ، خود امام شافعیؒ ان کو امام مالکؒ سے زیادہ فقیہ قرار دیتے تھے؛ لیکن ان کے مذہب کو زیادہ رواج حاصل نہیں ہو سکا اور جلد ہی ختم ہو گیا ۔

داؤد ظاہریؒ :

ان کا پورا نام ابوسلیمان داؤد بن علی اصفہانی ہے ، ۲۰۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۰ھ میں وفات پائی ، ابتداء میں فقہ شافعی کے متبع تھے ، بعد میں پھر اپنے مسلک کی بنیاد رکھی ، ظاہر نص پر عمل کرنے میں غلو تھا اور اسی غلو کی وجہ سے بعض آراء حد معقولیت سے گذر جاتی ہیں ، داؤد ظاہریؒ نے بہت سی کتابیں بھی تالیف کی ہیں ، اس مکتب فکر کی نمائندہ شخصیت علامہ ابن حزمؒ اندلسی (متوفی : ۴۵۶) ہیں ، جنھوں نے اپنی معروف کتاب ''المحلیٰ'' لکھ کر اصحابِ ظواہر کی فکر کی آراء کو محفوظ کر دیا ہے ، ابن حزمؒ ہی کی کتاب ''الاحکام فی أصول الاحکام'' بھی ہے ، جس میں اصحابِ ظواہر کے اُصولِ فقہ مدون ہیں ، پانچویں صدی ہجری تک یہ مذہب پایا جاتا تھا ، (۲) ابن خلدون نے لکھا ہے کہ آٹھویں صدی ہجری تک بھی یہ مذہب باقی تھا ، پھر اس کا نام ونشان مٹ گیا ، موجودہ دور میں سلفیت کو اسی دبستانِ فقہ کا احیاء قرار دیا جاسکتا ہے؟

ابن جریر طبریؒ :

ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ ۲۲۴ھ میں طبرستان میں پیدا ہوئے ، ۳۱۰ھ میں وفات پائی ، انھوں نے فقہ حنفی ، فقہ مالکی اور فقہ شافعی تینوں کو حاصل کیا ، لیکن کسی کی تقلید نہیں کی اور خود اجتہاد کیا ، تفسیر طبری اور تاریخ طبری ان کی معروف کتابیں ہیں ، جو بعد کے اہل علم کے لئے اولین مرجع کا درجہ رکھتی ہیں ، اسی طرح فقہی اختلافات پر ''کتاب اختلافات الفقھاء'' چھپ چکی ہے ، ختم ہو جانے والے مذاہب میں اسی کو زیادہ دنوں تک زندگی حاصل رہی اور پانچویں صدی کے نصف تک بہت سے لوگ اس فقہ پر عامل تھے ۔(۳)

پانچواں مرحلہ — سقوطِ بغداد تک (۶۵۶ھ)

فقہ کی تدوین وترتیب کا چوتھا مرحلہ چوتھی صدی ہجری کے اوائل سے شروع ہوتا ہے اور ۶۵۶ھ میں سقوطِ بغداد پر ختم ہوتا ہے ،

---

(۱) دیکھئے : تذکرة الحفاظ للذهبي : ۱/۱۷۰-۱۷۲ (۲) تاريخ التشريع الاسلامي لحضرمي : ۱۸۰

(۳) دیکھئے : تذکرة الفاظ : ۲/۲۵۱ ، کتاب الفهرست لابن نديم : ۳۲۶ ، تاريخ التشريع الاسلامي : ۱۸۳

جب چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے عالم اسلامی کے دارالخلافہ بغداد پر غلبہ حاصل کیا، آخری عباسی خلیفہ کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا اور ایسی خوں آشامی اور ہلاکت خیزی کا ثبوت دیا کہ انسانیت سوزی اور قتل و غارت گری کی تاریخ میں کم ہی اس کی مثال مل سکے گی۔

اس عہد کی خصوصیات اس طرح ہیں :

(۱) اسی عہد میں شخصی تقلید کا رواج ہوا اور لوگ تمام احکام میں ایک متعین مجتہد کی پیروی کرنے لگے، تقلید کی اس صورت کو مختلف اسباب کی وجہ سے تقویت پہنچی، جن کا تذکرہ مناسب محسوس ہوتا ہے :

(الف) بہت سے ایسے لوگ دعویٔ اجتہاد کرنے لگے جو حقیقت میں اس منصب کے اہل نہیں تھے اور وہ اجتہاد کو قرآن و حدیث سے انحراف کا چور دروازہ بنانے لگے، اس لئے دین کے تحفظ اور دفع فساد کے لئے اس زمانہ کے بالغ نظر اور محتاط علماء نے ضروری سمجھا کہ موجودہ حالات میں باب اجتہاد کو بند کر دیا جائے اور اُمت کو ان آوارہ خیالوں کے فتنہ سے بچایا جائے۔

(ب) ائمۂ مجتہدین کی سعی و محنت سے فقہ اسلامی کی ترتیب و تدوین پایۂ کمال کو پہنچ چکی تھی اور ان کی مساعی کی وجہ سے لوگوں کے لئے ہر طرح کے مسائل کا حل موجود تھا، اس لئے گذشتہ ادوار میں جس درجہ اجتہاد و استنباط کی ضرورت تھی اب اتنی ضرورت باقی نہیں رہ گئی تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کا قدرتی نظام ہے کہ جب کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ہے، تو اس طرف لوگوں کی توجہ بھی کم ہو جاتی ہے۔

(ج) بعض مجتہدین کو من جانب اللہ لائق تلامذہ اور لائق ماہرین و متبعین ہاتھ آئے اور انھوں نے اس مجتہد کی آراء و افکار کو نہایت بہتر طور پر مرتب کر دیا، اس کی وجہ سے لوگوں میں ان کے اجتہادات کے تئیں قبول عام کا رجحان پیدا ہو گیا اور اس طرح ایک مستقل دبستان فقہ کی تشکیل عمل میں آ گئی، جن فقہاء کو ایسے لائق شاگرد میسر نہیں آئے، ان کی فقہ باضابطہ طور پر مدون نہیں ہو پائی اور آہستہ آہستہ علمی زندگی سے اس کا رشتہ کٹ گیا، اس کی واضح مثال امام اوزاعیؒ اور لیث بن سعدؒ ہیں، جن کو ان کے معاصرین تفقہ کے اعتبار سے بعض ائمہ متبوعین سے بھی فائق قرار دیتے تھے، لیکن آج کتابوں میں چند مسائل سے متعلق ان کی آرا مل جاتی ہیں اور بس۔

(د) صحابہ اور تابعین کے عہد میں کسی کو قاضی بنایا جاتا تو اسے ہدایت دی جاتی کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول کو اصل بنائے اور اگر کتاب و سنت میں حکم نہ ملے تو اجتہاد سے کام لے، اس سلسلہ میں وہ خط جو حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا تھا، حدیث و فقہ اور قضاء سے متعلق اکثر کتابوں میں نقل کیا گیا ہے، بعد کے ادوار میں یوں ہوا کہ بعض قضاۃ حق اجتہاد کو جور و زیادتی اور کسی فریق کے حق میں طرف داری کا ذریعہ بنانے لگے، اس پس منظر میں حکومتیں جب کسی کو قاضی مقرر کرتیں تو ان کو پابند کر دیتیں کہ فلاں مذہب کے مطابق فیصلہ کیا کریں؛ تاکہ فیصلوں میں یکسانیت رہے اور جانب داری کی گنجائش باقی نہ رہے۔

چنانچہ عباسی خلفاء عام طور پر فقہ حنفی پر قاضی مقرر کیا کرتے، اسی طرح ترکوں نے بھی عہدۂ قضاء کو احناف کے لئے مخصوص رکھا، صلاح الدین ایوبیؒ نے مصر میں اور سلطان محمود سبکتگینؒ اور نظام الملک طوسی نے مشرقی علاقہ کی عدالتوں کو فقہ شافعی کے مطابق فیصلے کرنے کا حکم دیا، یہ بھی تقلیدِ شخصی کی ترویج کا ایک اہم سبب بنا۔

(ہ) تقلید پر انحصار کا ایک سبب علمی انحطاط بھی تھا، اللہ تعالیٰ کا نظام یہ ہے کہ ہر عہد میں اس عہد کی ضرورت کے مطابق افراد پیدا

ہوتے ہیں اور ضرورت جوں جوں کم ہوتی جاتی ہے، اس طرح کے افراد بھی کم ہوتے جاتے ہیں، یہی دیکھئے کہ روایتِ حدیث کے دور میں کیسے قوی الحفظ محدثین پائے جاتے تھے، جنھیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حدیثیں یاد ہوتی تھیں اور سند ومتن صفحہ ذہن پر اس طرح نقش ہوجاتا تھا کہ گویا وہ پتھر پر کندہ کردیئے گئے ہیں، لیکن تدوین حدیث کا کام مکمل ہونے کے بعد پھر اس صلاحیت کے لوگ پیدا نہیں ہوسکے، زمانہ جاہلیت میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا، تو لوگوں کو شاعروں کی پوری پوری دیوان نوکِ زبان ہوتی تھیں اور اس طرح جاہلیت کا ادب محفوظ ہوسکا، بعد کے ادوار میں ایسی مثالیں شاذ ونادر ہی مل سکیں۔

اسی طرح جب تک شریعتِ اسلامی کے ایک مکمل نظامِ حیات کی ترتیب وتدوین اور زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق مسائل کے حل کی ضرورت تھی اور اس ضرورت کو پوری کرنے کے لئے مجتہدانہ بصیرت مطلوب تھی، اجتہادی صلاحیتوں کے لوگ پیدا ہوتے رہے، جب اس کی ضرورت کم ہوگئی تو اس نسبت سے ایسے افراد کی پیدائش بھی کم ہوگئی۔

(۴) تقلید کے رواج نے جو ایک منفی اثر پیدا کیا وہ فقہی تعصب وتنگ نظری اور جدل ومناظرہ کی کیفیت کا پیدا ہوجانا ہے، گذشتہ ادوار میں بھی فقہی مسائل میں اختلاف رائے پایا جاتا تھا؛ لیکن ایک دوسرے سے تعصب کی کیفیت نہیں تھی اور نہ اس کے لئے معرکہ جدل برپا ہوتا تھا، اس دور میں بدترین قسم کی تنگ نظری وجود میں آئی، لوگ اپنے امام کی تعریف میں مبالغہ کی آخری حدود کو بھی پار کرجاتے تھے اور مخالف نقطۂ نظر کے حامل امام ذی احترام کی شان میں گستاخی اور بدکلامی سے بھی باز نہیں رہتے تھے، یہاں تک کہ ان مذموم مقاصد کے لئے بعض خدا ناترس لوگوں نے روایتیں بھی گھڑنی شروع کردیں۔

چوں کہ عوام میں فقہ حنفی اور فقہ شافعی کو زیادہ رسوخ حاصل تھا، اس لئے معرکے بھی انھیں دونوں مکاتبِ فکر کے درمیان نسبتاً گرم ہوتے تھے اور اپنے مسلک کی ترویج کے لئے بعض اوقات بہت ہی پست حرکات کی جاتی تھیں، سلطان محمود سبکتگین اصل میں حنفی تھا اور کچھ زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا، ایک شافعی عالم نے اس کو متاثر کرنے کے لئے اس کے سامنے بے ترتیبی کے ساتھ جیسے تیسے وضو کیا، پھر جلدی جلدی نماز پڑھی اور سلام پھیرنے سے پہلے قصداً توڑنے کا ارتکاب کیا اور بادشاہ سے کہا کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کی نماز ہے، پھر اچھی طرح وضو کیا اور بہتر طریقہ پر نماز ادا کی اور بادشاہ سے کہا کہ امام شافعیؒ کی نماز ہے، چنانچہ سلطان محمود نے اس واقعہ سے متاثر ہوکر شافعیت کو اختیار کرلیا اور نقل کرنے والوں کے بہ قول اس حرکت کا ارتکاب کرنے والا کوئی عامی نہیں تھا، بلکہ یہ تھے ممتاز شافعی فقیہ قفال شاشی۔ (۱)

اب یہ فقہی تعصبات ہی کا حصہ ہے کہ ہماری کتابوں میں یہ بحث ملتی ہے کہ حنفی شافعی اور شافعی حنفی کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے تو فاجر کے پیچھے بھی نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی اور صحابہ نے تو حجاج بن یوسف کے پیچھے بھی نماز ادا فرمائی، لیکن متاخرین کے ہاں یہ ایک سوال بن گیا، احکامِ نماز میں جو اختلافِ رائے مثلاً احناف اور شوافع کے درمیان پایا جاتا ہے، یہ صحابہ کے درمیان بھی تھا اور تابعین وائمۂ مجتہدین کے زمانہ میں بھی تھا، لیکن وہ بے تکلف ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے اور یہ بات ان کے یہاں چنداں قابل اعتناء نہیں تھی۔

---

(۱) تاریخ الفقہ الاسلامی (محمد علی سائس) ۱۳۲

اسی طرح احناف کے یہاں یہ بحث ملتی ہے کہ شوافع سے نکاح دُرست ہے یا نہیں؟ اور "انـا مـومـن انشـاء الله" (انشاءاللہ میں مومن ہوں) کہنے کی وجہ سے کیا ان کو مسلمان سمجھا جائے گا؟ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے لکھ دیا کہ ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ کیا جائے —— یہ کس قدر تعصب انگیز اور مزاجِ دین کے مغائر باتیں ہیں؟

سلف صالحین کے زمانہ میں مناظرہ ایک طرح کا تبادلہ خیال ہوتا تھا، جس میں ایک دوسرے کا پورا احترام ملحوظ رکھا جاتا اور جو بات صحیح نظر آتی تھی اسے لوگ قبول کرتے تھے، لیکن اس دور میں مناظرہ کے نام پر مجادلہ اور باہمی سب وشتم کا سلسلہ شروع ہوا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بادشاہوں اور رئیسوں کے دربار اور بڑی بڑی مسجدیں مناظرہ کا اکھاڑہ بن گئی تھیں اور بہت سے جاہل فرماں روا، جیسے مرغوں اور جانوروں کا مقابلہ کراتے اور تماشہ دیکھتے تھے، اسی طرح علماء سے مناظرے کرا کران سے لطف لیا جاتا تھا، اسی لئے اس عہد کے بہت سے حنفی اور شافعی علماء کے حالات میں خاص طور سے اس کا ذکر ملے گا کہ یہ مذہبِ مخالف کے فلاں عالم سے مناظرہ کرتے تھے اور یہ کہ مناظرہ میں ان کو بڑا کمال حاصل تھا۔

(۳) اس عہد میں مقلد علماء نے دو اہم کام کئے، ایک تو اپنے دبستانِ فقہ کی آراء کے لئے دلائل کی تلاش اور استنباط؛ کیوں کہ اصحابِ مذہب سے بہت سے مسائل میں صرف ان کی رائے ملتی تھی اور اس رائے پر دلیل منقول نہیں تھی، لہٰذا کچھ تو علمی اور تحقیقی ضرورت اور کچھ مناظروں کی گرم بازاری اور فریق مخالف کی جواب دہی کے پس منظر میں نصوص اور عقل وقیاس سے مذہب کی آراء پر دلیل فراہم کی گئیں۔

دوسرا کام ایک ہی مذہب فقہی کی حدود میں مختلف آراء کے درمیان ترجیح کا ہوا، یہ ترجیح کی ضرورت دو موقعوں پر پیش آتی ہے، ایک اس وقت جب امام سے مختلف راویوں نے الگ الگ رائے نقل کی ہو، اس صورت میں راوی کے استناد واعتبار کے لحاظ سے ترجیح دی جاتی ہے کہ کون سی نقل زیادہ دُرست ہے؟ اسی بناء پر حنفیہ کے یہاں ظاہر روایت کو نوادر پر، مالکیہ کے ہاں ابن قاسم کی روایت کو ابن وهب، ابن ماجشون اور اسد ابن فرات کی روایت پر اور شوافع کے یہاں ربیع ابن سلیمان کی روایت کو مزنی کی روایت پر مقدم رکھا جاتا ہے۔

دوسرے اُس وقت جب امام سے ایک سے زیادہ اقوال صحیح ومستند طریقہ پر ثابت ہوں، ایسی صورت میں امام کے اصول استنباط اور کتاب وسنت اور قیاس سے موافقت اور ہم آہنگی کی بنیاد پر بعض اقوال کو ترجیح دی جاتی ہے، اس لئے اس دور کو "اصحابِ ترجیح" کا دور کہا جاسکتا ہے اور چوں کہ یہ ترجیحات بھی ایک گونہ اجتہاد واستنباط پر مبنی ہوتی ہے، اس لئے ان میں اختلاف رائے کا پیدا ہونا فطری ہے، اسی لئے ایک ہی مذہب کے مختلف مصنفین کے نزدیک اقوال وآراء کی ترجیح میں خاصا اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

اس دور کا ایک قابل ذکر کام ائمۂ مجتہدین کے اقوال کی تشریح وتوضیح بھی ہے، یعنی مجمل احکام کی توضیح، بعض مطلق اقوال سے متعلق شرائط وقیود کا بیان اور آراء کی تنقیح —— اس طرح اس عہد میں ائمہ متبوعین کے مذاہب کی تنظیم وتدوین اور توضیح وتائید کا بڑا اہم کام انجام پایا ہے۔

(۴) اس دور کا تذکرہ نامکمل ہوگا، اگر اس دور کے اہم فقہاء اور اہل علم کا ذکر نہ کیا جائے، اس لئے اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

حنفیہ

امام ابوالحسن عبداللہ بن حسن کرخی (۲۶۰-۳۴۰)

ابوبکر جصاص رازی (م: ۳۷۰ھ)

ابوجعفر محمد بن عبداللہ بلخی ھندوانی (م: ۳۶۲ھ)

ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی، امام الھدیٰ (م: ۳۷۳ھ)

ابوعبداللہ یوسف بن محمد جرجانی (م: ۳۹۸ھ)

ابوالحسن احمد قدوری (م: ۴۲۷ھ)

ابوزید عبداللہ دبوسی، سمرقندی (م: ۴۰۰ھ)

ابوعبداللہ حسین صیمری (م: ۴۳۶ھ)

ابوبکر خواہرزادہ بخاری (م: ۴۳۳ھ)

شمس الائمہ عبدالعزیز حلوانی (م: ۴۱۸ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی صاحب المبسوط (م: ۴۸۳ھ)

ابوعبداللہ محمد بن علی دامغانی (۴۰۰ھ—۴۷۸ھ)

علی بن محمد بزدوی (م: ۴۸۳ھ)

شمس الائمہ بکر بن محمد زرنجری (۴۲۷—۵۱۲ھ)

ابواسحٰق ابراہیم بن اسمٰعیل صفار (م: ۵۷۴ھ)

طاہر بن احمد بخاری (م: ۵۴۲ھ)

ظہیرالدین عبدالرشید والوالجی (م: ۵۴۰ھ)

ملک العلماء ابوبکر ابن مسعود کاسانی (م: ۵۸۷ھ)

فخرالدین حسن اوزجندی قاضی خاں (م: ۵۹۲ھ)

علی ابن ابی بکر مرغینانی صاحب ہدایہ (م: ۵۹۳ھ)

مالکیہ :

محمد بن یحییٰ اندلسی (م: ۳۲۶ھ)

بکر بن علا قشیری	(م:۳۱۴ھ)
ابوبکر بن عبداللہ المعیطی	(م:۳۶۷ھ)
یوسف بن عمر بن عبدالبر	(م:۳۸۰ھ)
ابومحمد عبداللہ بن اُبی زید قیروانی	(م:۳۸۶ھ)
ابوبکر محمد بن عبداللہ اُبھری	(م:۳۹۵ھ)
قاضی عبدالوھاب بغدادی	(م:۴۲۲ھ)
ابوالقاسم عبدالرحمٰن حضرمی	(م:۴۴۰ھ)
ابوالولید سلیمان باجی	(م:۴۹۴ھ)
ابوالحسن علی لخمی	(م:۴۹۸ھ)
ابوالولید محمد بن رشد قرطبی	(م:۵۲۵ھ)
ابوعبداللہ محمد تمیمی	(م:۵۲۶ھ)
ابوبکر محمد بن عربی صاحبِ احکام القرآن	(م:۵۳۶ھ)
ابوالفضل قاضی عیاض	(م:۵۴۱ھ)
محمد بن احمد بن محمد بن ارشد صاحب بدایۃ المجتہد	(م:۵۹۵ھ)

(یہ اُوپر ذکر کئے گئے ابن رشد صاحب کتاب المقدمات کے پوتے ہیں، اس لئے ''ابن رشد الحفید'' کہلاتے ہیں)

عبداللہ بن نجم سعدی	(م:۶۱۰ھ)

شوافع :

ابواسحٰق ابراہیم مروزی	(م:۳۴۰ھ)
ابوعلی حسین، المعروف بابن ابی ہریرہ	(م:۳۴۵ھ)
قاضی ابوحامد مروزی	(م:۳۶۲ھ)
محمد بن اسمٰعیل قفال کبیر شاشی	(م:۳۶۵ھ)
ابوالقاسم عبدالعزیز دارکی	(م:۳۷۵ھ)
ابوالقاسم عبدالواحد بصری	(م:۳۸۶ھ)
ابوعلی حسین سنجی	(م:۴۰۳ھ)
ابوحامد ابن محمد اسفرائنی	(م:۴۰۸ھ)

عبداللہ ابن احمد قفال صغیر	(م: ۴۱۷ھ)
ابواسحٰق ابراہیم اسفرائنی	(م: ۴۱۸ھ)
ابوالطیب طاہر طبری	(م: ۴۵۰ھ)
ابوالحسن علی ماوردی	(م: ۴۵۰ھ)
ابوعاصم محمد مروزی	(م: ۴۵۸ھ)
ابواسحٰق ابراہیم شیرازی	(م: ۴۷۶ھ)
ابونصر محمد بن صباغ	(م: ۴۷۷ھ)
امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک جوینی	(م: ۴۸۷ھ)
حجۃ الاسلام ابوحامد محمد غزالی	(۴۵۰—۵۰۵ھ)
ابوالقاسم عبدالکریم رافعی	(م: ۶۲۳ھ)
محی الدین ابوزکریا نووی	(م: ۶۳۱ھ)

چھٹا مرحلہ — سقوطِ بغداد تا اختتام تیرہویں صدی

یہ عہد بھی بنیادی طور پر پہلے ہی عہد کے مماثل ہے، جس میں مختلف مسالک کے اہل علم نے اپنے مذہب فقہی کی خدمت کی، مختلف مذاہب سے متعلق متون اور متون پر مبنی شروح وحدیث کی ترتیب عمل میں آئی، فتاویٰ مرتب ہوئے، فتاویٰ سے مراد دو طرح کی تحریریں ہیں، ایک متاخرین کے اجتہادات، دوسرے مستفتیوں کے سوالات کے جوابات اسی طرح علمی اعتبار سے اس دور کی خصوصیات کو تین نکتوں میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

اول: یہ کہ گذشتہ ادوار میں علماء کے درمیان باہمی ارتباط اور افادہ واستفادہ کا دائرہ بہت وسیع تھا، خاص کر حج کا موسم ایک ایسی بڑی درسگاہ کی شکل اختیار کر لیتا تھا، جس میں پوری دنیا کے اہل علم ایک دوسرے سے کسب فیض کرتے تھے، اور ان کی آراء اور علوم سے فائدہ اُٹھاتے تھے، لیکن مذہبی تصلب اور مسلمان آبادیوں کی مختلف مملکتوں میں تقسیم وغیرہ کی وجہ سے اب افادہ واستفادہ کا یہ عالمی مزاج محدود ہوگیا اور ایک ملک اور ایک علاقہ کے علماء ایک دوسرے سے استفادہ پر اکتفا کرنے لگے۔

دوسرے: متقدمین کی کتابوں میں طرزِ گفتگو مجتہدانہ ہوا کرتا ہے، متاخرین کے یہاں زیادہ سے زیادہ جزئیات کو جمع کرنے کا اہتمام پیدا ہوا، اس دور میں متقدمین کی کتابوں سے اہل علم کا رشتہ کمزور ہوگیا، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جزئیات کی کثرت سے آدمی مسائل کا حافظ ہوسکتا ہے، لیکن اس میں تفقہ کی شان پیدا نہیں ہوسکتی۔

تیسرے: متقدمین کے یہاں طریقۂ تالیف سادہ، سلیس اور واضح ہوا کرتا تھا، عبارت سہل ہوا کرتی تھی اور اصل توجہ فن اور مضمون

پر ہوتی تھی، لیکن متاخرین کے یہاں الفاظ کی کفایت اور مختصر نویسی کمال ٹھہرا، یہاں تک کہ عبارتیں چیستاں بن گئیں، پھر کئی کئی مصنفین نے اس کی عقدہ کشائی میں اپنا زورِ قلم صرف کیا، حاشیے، شرحیں، پھران شرحوں پرحواشی اور کبھی ان شروح پر شروح، نتیجہ یہ ہوا کہ فن سے توجہ ہٹ گئی اور غیر متعلق اُمور پر محنتیں صرف ہونے لگیں، اس اختصار نویسی کا نمونہ علامہ نسفی کی ''کنز الدقائق''، زکریا انصاری کی ''منہج الطلاب'' اور مالکیہ میں ''مختصر خلیل'' میں دیکھی جاسکتی ہے، خاص کر مالکیہ کے یہاں مسائل کی تعبیر میں اور بھی زیادہ اغلاق پایا جاتا ہے۔

اس صورتِ حال نے فقہی ارتقاء کے راستے روک سے دیئے اور زیادہ تر متون کی مختصرات اور پھران مختصرات پر شروح وحواشی کا کام ہوتا رہا؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت سی گراں قدر تالیفات بھی اسی عہد کی یادگار ہیں، خاص کر دسویں صدی ہجری کے اوائل تک متعدد صاحبِ نظر اہل علم پیدا ہوئے، جن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے :

حنفیہ :

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی	(م:۷۱۰ھ)
ابومحمد عثمان فخر الدین زیلعی	(م:۷۴۳ھ)
محمد بن عبدالواحد کمال الدین ابن ہمام	(م:۷۶۱ھ)
محمد بن احمد بدرالدین عینی	(۷۶۲—۸۵۵)
زین العابدین ابن نجیم مصری	(م:۹۶۹ھ)
شمس الدین محمد بن امیر الحاج حلبی	(م:۸۷۹ھ)
حافظ سیف الدین قطلو بغا	(۷۹۸—۸۸۱ھ)
عمر بن ابراہیم ابن نجیم، صاحب النہر الفائق	(م:۱۰۰۵ھ)

مالکیہ :

ابوضیاء خلیل کردی	(م:۷۷۶ھ)
ابوالحسن نورالدین اجہوری	(۹۶۷—۱۰۶۶ھ)
محمد بن عبداللہ قریشی	(م:۱۱۱۱ھ)
نورالدین عدوی	(م:۱۱۱۲ھ)

شوافع :

علامہ تقی الدین سبکی	(۶۸۳—۷۵۲ھ)
شیخ الاسلام زکریا انصاری	(۸۲۶—۹۲۶ھ)

شہاب الدین ابن حجر ہیثمی (۹۰۹—۹۹۵ھ)

حنابلہ :

علامہ تقی الدین احمد بن تیمیہ (۶۶۱—۷۲۸ھ)

شمس الدین ابن قیم جوزی (۶۹۱—۷۵۱ھ)

فقہ اسلامی — عہدِ جدید میں

فقہ اسلامی کے ارتقاء کے سلسلہ میں جدید دور کا نقطۂ آغاز تیرہویں صدی ہجری کے اواخر کو قرار دیا جاسکتا ہے، جب خلافتِ عثمانیہ کے حکم پر ''مجلة الاحکام العدلیة'' کی ترتیب عمل میں آئی، اس عہد میں فقہ اسلامی کی خدمت کا ایک رجحان پیدا ہوا ہے اور اس سلسلہ میں جو کاوشیں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں، وہ یہ ہیں :

(۱) مسلکی تعصب جو خلافتِ عباسیہ کے سقوط کے بعد سے بہت شدت اختیار کر گیا تھا اور فقہی مسائل مناظرہ ومجادلہ کا موضوع بن چکے تھے، الحمدللہ اب اس صورتِ حال میں بہتری آئی ہے، اب اہل علم مختلف ائمہ اور مجتہدین کی آراء کو پورے احترام اور انصاف کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، عوامی مجلسوں میں تمام ہی سلف صالحین کے موعظت آمیز واقعات نقل کئے جاتے ہیں، کتابوں میں مخالف دلائل کا بھی انصاف کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، حرمین شریفین میں چار علاحدہ مصلی کی صورت ختم ہوجانے کے بعد سے ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا کرنے کا مزاج عام ہوا ہے، ان موضوعات پر مناظروں کی گرم بازاری ختم ہوئی ہے اور نئے مسائل پر غور کرنے کے لئے مختلف مسالک کے علماء ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے اور پورے جذبہ مسامحت کے ساتھ تمام نقاطِ نظر کو سنتے ہیں، یہ بہت ہی مثبت تبدیلی ہے، جو خاص کر گذشتہ نصف صدی میں اُبھر کر سامنے آئی ہے۔

(۲) دوسرا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ جہاں احناف وشوافع اور شوافع و مالکیہ کی بے معنی آتش جنگ بجھ چکی ہے، وہیں اس دور میں ''ظاہریت'' اپنے اسی مزاج و مذاق کے ساتھ جو ابن حزم وغیرہ کی تحریروں سے ظاہر ہے، نئے لباس اور نئے پیکر میں ظہور پذیر ہوئی ہے، یہ حضرات اپنے آپ کو اہل حدیث، سلفی، محمدی، اثری، مختلف ناموں سے موسوم کرتے ہیں، انھوں نے نماز سے متعلق چار پانچ مسائل، طلاق سے متعلق ایک مسئلہ اور طریقۂ مصافحہ کو اپنی تمام علمی کاوشوں اور محنتوں کا محور بنا رکھا ہے اور اپنے گمان میں اسے تبلیغ دین تصور کرتے ہیں، اس فرقہ نے اُمت کے سوادِ اعظم اور سلف صالحین پر طعن وتشنیع اور فروعی مسائل پر مناظرہ ومجادلہ، نیز دوسرے مسلمانوں کی تکفیر و تفسیق کا اس سے زیادہ بدترین طریقہ اختیار کر رکھا ہے جو کسی زمانہ میں تنگ نظر مقلد عوام ایک دوسرے کے خلاف کیا کرتے تھے، **فھداھم اللہ ووفقھم بالحق۔**

یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ برصغیر میں یہ غلو پسند فرقہ اپنی نسبت شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ اور عرب علماء سے کرتا ہے، حالاں کہ شیخ نجدی نے خود اپنے آپ کو حنبلی قرار دیا ہے اور عام عرب علماء ومحققین ایسی تنگ نظری اور تعصب میں مبتلا نہیں ہیں جو اس فرقہ کا امتیاز ہے،

خود ہندوستان میں اس مکتبِ فکر کے بزرگوں نواب صدیق حسن خانؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا عبداللہ غزنویؒ وغیرہ کے یہاں اس طرح کا غلو نہیں ملتا، برصغیر میں غیر مقلدین کی جو نئی نسل نشو ونما پا رہی ہے افسوس کہ ان کی اکثریت اس وقت اُمت میں تفریق وانتشار کی نقیب وترجمان بنی ہوئی ہے۔

(۳) سترھویں صدی کے انقلاب کے بعد سے جدید مسائل کی ایجاد، عالمی تعلقات میں قربت اور مختلف ممالک کے درمیان باہمی ارتباط میں اضافہ، تہذیبی اقدار میں تبدیلی اور سیاسی ومعاشی نظام میں آنے والے تغیرات کے پس منظر میں جس تیزی سے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں، ماضی میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، بحمد اللہ علماء اور اربابِ افتاء کی توجہ ان مسائل کے حل کی طرف مبذول ہوئی ہے، اس سے دوہرا فائدہ ہوا، ایک تو شریعت اسلامی کو اس وقت جس خدمت کی ضرورت ہے، اہل علم کی صلاحیتیں اس خدمت میں صرف ہو رہی ہے، دوسرے گذشتہ دو تین صدیوں سے کسی نئے علمی کام کے بجائے تفصیل کا اختصار اور اختصار کی تفصیل، نیز غیر اہم مسائل کی تحقیق اور فریق مخالف کے نقطۂ نظر کو کمزور ثابت کرنے پر جو کاوشیں ہو رہی تھیں، صحیح میدانِ عمل مہیا ہونے کی وجہ سے اب اس رویہ کی اصلاح ہوئی ہے۔

(۴) اس دور میں جو علمی کارنامے انجام پائے ہیں یا پا رہے ہیں، ان کو ہم چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں :

اول فقہی مضامین کو دفعہ وار جدید قانونی کتابوں کے انداز پر مرتب کرنا کہ اس سے لوگوں کے لئے استفادہ آسان ہو جاتا ہے اور عدالتوں کے لئے یہ بات ممکن ہوتی ہے کہ وہ اس قانون کو اپنے لئے نشانِ راہ بنائے، اس کی ابتداء ''مجلة الاحكام'' سے ہوئی، حکومت عثمانیہ ترکی نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے، وزیر انصاف کی صدارت میں اکابر فقہاء کی ایک کمیٹی تشکیل دی اور انھیں حکم دیا کہ فقہ حنفی کے مطابق نکاح، تجارت اور تمام معاملات کے احکام کو دفعہ وار مرتب کریں، ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں یہ کام شروع ہوا اور سات سال کی محنت کے بعد ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا، پھر ۲۶/ شعبان ۱۲۹۳ھ کو حکومت کے حکم سے اس کی تنفیذ عمل میں آئی، اس مجموعہ کے شروع میں فقہ، اس کی اقسام اور نوے قواعد پر مشتمل مقدمہ ہے، یہ مجموعہ سولہ مرکزی عنوانات اور اس کے تحت مختلف ابواب پر مشتمل ہے، ہر باب کے شروع میں اس باب سے متعلق فقہی اصطلاحات نقل کی گئی ہیں، کل دفعات (۱۸۵۱) ہیں، یہ مجموعہ فقہ حنفی کے راجح اقوال پر مبنی ہے، البتہ بعض مسائل میں احوالِ زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے ضعیف اقوال کو بھی قبول کیا گیا ہے۔

اس کے بعد مختلف مسلم ممالک میں حکومت کی زیر نگرانی احوالِ شخصیہ سے متعلق مجموعۂ قوانین کی ترتیب عمل میں آئی، یہ مجموعے کسی ایک فقہ پر مبنی نہیں تھے، بلکہ ان میں مختلف مذاہب سے استفادہ کیا گیا تھا، لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ مختلف ممالک میں یوروپ کے اثر سے قانونِ شریعت میں ناقابل قبول تبدیلیاں کر دی گئی ہیں، جیسے تعدادِ ازدواج کا مسئلہ، احکامِ طلاق، میراث میں مرد وعورت کے درمیان فرق، وغیرہ۔

اسی طرح مجموعہ قوانین کی ترتیب کی بہت ہی قابل قدر انفرادی کوششیں بھی عمل میں آئی ہیں، اس سلسلہ میں فقیہ محمد قدری پاشاہ کی ''مرشد الحيران لمعرفة احوال الانسان'' فقہ حنفی کے مطابق احوالِ شخصیہ، وقف اور معاملات سے متعلق احکام پر مشتمل ہے، اور جس

کی دفعات (۱۰۴۵) ہیں، شیخ ابوزہرہ کی ''الاحوال الشخصیۃ'' (جس میں کسی ایک مذہب کی پابندی نہیں کی گئی) اور شیخ احمد بن عبداللہ قاری کی ''مجلۃ الاحکام الشرعیۃ علی مذھب الامام احمد بن حنبل شیبانی'' (جو مجلۃ الاحکام کے طرز پر فقہ حنبلی کے نقطۂ نظر سے معاملات کے احکامات کا مجموعہ ہے، ۲۳۸۴ دفعات پر مشتمل ہے) نیز جرم وسزا کے اسلامی قانون سے متعلق ڈاکٹر عبدالقادر عودہ شہید کی ''التشریع الجنائی الاسلامی'' (۲ رحصے، ۹۸۴ دفعات) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، عالم عرب میں اس طرح کی اور بھی بہت سی کوششیں ہوئی ہیں، جس نے عام لوگوں کے لئے استفادہ کو آسان کردیا ہے۔

برصغیر میں اس سلسلہ میں جو کوشش ہوئی ہیں ان میں ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب کی مجموعہ قوانین اسلام اور ہندوستان میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے زیرنگرانی پرسنل لاء سے متعلق مجموعۂ قوانین (جو غالباً ۶ جلدوں پر مشتمل ہے) نہایت اہم ہے، یہ دونوں مجموعے بنیادی طور پر فقہ حنفی کے لحاظ سے مرتب کئے گئے ہیں، البتہ بعض مسائل میں دوسرے دبستانِ فقہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، اسی سلسلہ کی ایک اہم کوشش اسلام کے عدالتی قوانین سے متعلق حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ کی اسلامی عدالت ہے جو ۷۰۴ دفعات پر مشتمل ہے اور اُردو زبان میں اس موضوع پر منفرد کتاب ہے، اس کا عربی ترجمہ بھی بیروت سے شائع ہو چکا ہے۔

(۵) اس دور میں قدیم کتابوں کی خدمت میں بھی بعض نئے پہلو اختیار کئے گئے ہیں، جیسے مضامین کی فقرہ بندی، تفصیلی فہرست سازی، تعلیق وتحقیق اور ایک اہم سلسلہ حروفِ تہجی کی ترتیب پر مضامین کی فہرست سازی کا بھی شروع ہوا ہے، جو کتاب سے مراجعت کرنے والوں کے لئے بہت ہی سہولت بخش ہے، چنانچہ احمد مہدی نے ''ردالمحتار'' کی، محمد اشقر نے ''المغنی لابن قدامہ'' کی اور محمد منتصر کتانی نے ''المحلی لابن حزم'' کی ابجدی فہرست بنائی ہے، اسی طرح فقہ مالکی میں ''الشرح الصغیر للدردیر'' ابجدی فہرست کے ضمیمہ کے ساتھ شائع ہوئی ہے، ان فہارس نے طویل کتابوں سے استفادہ اور مطلوبہ مضامین کے حصول کو آسان کردیا ہے، خاص کر جن کتابوں کو کمپیوٹر میں فہارس کے ساتھ محفوظ کردیا گیا ہے، ان سے استفادہ مزید سہل ہو گیا ہے۔

موجودہ دور میں مختلف علوم کی انسائیکلوپیڈیا مرتب کرنے کا رجحان عالمی سطح پر اور ہر زبان میں بڑھ رہا ہے، بحمداللہ فقہ اسلامی میں بھی اس سلسلہ میں متعدد کوششیں کی گئی ہیں، چنانچہ جب مشہور اسلامی مؤلف اور داعی ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی دمشق یونیورسٹی میں کلیۃ الشریعۃ کے صدر شعبہ بنے تو فقہ اسلامی کی دائرۃ المعارف کی ترتیب کا منصوبہ پیش کیا اور ۱۹۵۶ء میں حکومتِ شام نے اسے منظور کرلیا، اس مقصد کے لئے ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، ڈاکٹر احمد سمان، ڈاکٹر مصطفیٰ زرقاء، ڈاکٹر معروف دوالیبی اور ڈاکٹر یوسف العش جیسے ممتاز اصحابِ تحقیق پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی گئی اور کام چار مراحل پر تقسیم کیا گیا، جن میں پہلا مرحلہ موسوعہ میں آنے والے فقہی موضوعات کی تعیین وترتیب تھی، افسوس کہ طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود اس کا پہلا مرحلہ ہی تشنۂ تکمیل ہے۔

۱۹۵۸ء میں جب مصر وشام کا اتحاد ہوا تو مشترکہ طور پر مصر اور شام نے مل کر اس موسوعہ کی ترتیب کا ذمہ لیا، لیکن یہ اتحاد جلد ہی ۱۹۶۱ء میں ٹوٹ گیا، چنانچہ ۱۹۶۲ء میں حکومتِ مصر نے از سر نو اس کی منصوبہ سازی کی اور ایک مضحکہ خیز بات یہ ہوئی کہ جمال عبدالناصر جیسے دین بیزار شخص کی طرف منسوب کرکے اس کا نام ''موسوعۃ جمال عبدالناصر فی الفقہ الاسلامی'' رکھ دیا گیا، موسوعہ کے لئے

مقررہ یہ کمیٹی کام کررہی ہے اور اب تک اس کی پندرہ سولہ جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں: اس موسوعۃ میں حنفیہ، مالکیہ، شوافع، حنابلہ اور ظاہریہ کے علاوہ امامیہ، زیدیہ اور اباضیہ فرقوں کے نقطۂ نظر کو بھی ضروری دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اُصولِ فقہ اور قواعدِ فقہ کو بھی شامل رکھا گیا ہے۔

اسی طرح کی ایک اور کوشش ''جمعیة الدراسات الاسلامیة قاهرة'' نے شیخ محمد ابوزہرہ کی صدارت میں شروع کی تھی، جس میں مذکورہ آٹھوں مذاہب کا نقطۂ نظر جمع کرنا پیش نظر ہے، لیکن غالباً ابھی یہ کوشش منظر عام پر نہیں آسکی ہے۔

اس سلسلہ کی سب سے کامیاب اور نتیجہ خیز کوشش وزارت اوقاف کویت کی طرف سے ہوئی ہے، جس نے ۱۹۶۶ء میں ''الموسوعة الفقهیه'' کے منصوبہ کو منظوری دی اور اس مقصد کے لئے فقہی موسوعہ کا تصور پیش کرنے والی پہلی شخصیت ڈاکٹر زرقاء کی خدمات حاصل کیں، اس موسوعہ میں بھی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، ظاہری، زیدی، اثناعشری اور اباضی نقاط نظر کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، یہ عظیم الشان کام پینتالیس جلدوں میں مکمل ہو چکا ہے اور واقعہ ہے کہ اس موضوع پر ایک تاریخی علمی کام ہوا ہے، جو یقیناً فقہ اسلامی کی نشأۃ ثانیہ کا حصہ ہے، مقامِ مسرت ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اس موسوعہ کو اُردو کا جامہ پہنایا ہے، تادمِ تحریر چالیس جلدوں کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے اور اس وقت نظر ثانی اور مراجعت کے آخری مراحل میں ہے، دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کو آسان فرمائے اور اُردو دُنیا کو اس عظیم علمی ذخیرہ کے ذریعہ شادکام کرے۔

انسائیکلوپیڈیائی کاوشوں میں ڈاکٹر رواس قلعہ جی کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا کہ انھوں نے عہدِ صحابہ اور عہدِ تابعین کے ان فقہاء کی آراء کو یکجا، منضبط اور مرتب کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، جن کے اقوال مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے تھے اور سلف کا ایک بہت بڑا علمی اور فقہی ورثہ لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہوتا جارہا تھا، ڈاکٹر رواس نے الف بائی ترتیب سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ، حسن بصریؒ اور ابراہیم نخعیؒ وغیرہ کی فقہ کو جمع کیا ہے اور اس طرح اہل علم کی نئی نسل کو ابتدائی دور کے فقہاء کے اجتہادات سے مربوط کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، فجزاهم الله خیر الجزاء۔

(۷) اس عہد میں ایک بہتر رجحان نئے مسائل پر اجتماعی غور وفکر کا بھی پیدا ہوا ہے، جس میں مختلف فقہی مذاہب کے اہل علم سے استفادہ کیا جائے اور اس دور کی مشکلات کو حل کیا جائے، چنانچہ رابطہ عالم اسلامی کی مؤتمر منعقدہ مکہ مکرمہ ۱۳۸۴ھ میں ''مجمع الفقه الاسلامی'' کے سلسلہ میں ڈاکٹر مصطفیٰ زرقاء نے نہایت اہم تجویز پیش کی، یہ تجویز قبول کی گئی، مجمع کی تشکیل عمل میں آئی، چنانچہ اب تک اس کے دسیوں اجلاس ہو چکے ہیں، اور کئی درجن مسائل زیر بحث آچکے ہیں، ان ہی خطوط پر زیادہ وسعت کے ساتھ ۱۹۸۳ء میں جدہ (O.I.C) کے تحت فقہ اکیڈمی کی تشکیل ہوئی، جو اس وقت عالمی سطح پر سب سے زیادہ باوقار اور فعال اکیڈمی سمجھی جاتی ہے، ۲۰۰۴ء تک اس اکیڈمی کے ۱۴ سیمینار ہو چکے تھے اور اس میں ۱۳۳ مسائل زیر بحث آچکے تھے، ان دونوں اکیڈمیوں کے سمیناروں کی تجاویز کا اُردو ترجمہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا سے شائع ہو چکا ہے، اسی طرح یوروپ میں ''یوروپی افتاء کونسل'' قائم ہے، جس کا مرکز برطانیہ ہے اور جس کا مقصد نئے مسائل کو حل کرنا ہے۔

عالم اسلام میں اور بھی کئی ادارے ہیں جو خاص کر مسلمانوں کو درپیش جدید فقہی مسائل کو اجتماعی غور و فکر اور تبادلۂ خیال کے ذریعہ حل کرنے کے لئے کوشاں ہیں —— ہندوستان کے علماء نے بھی اس سمت میں کوششیں کی ہیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء نے مجلس تحقیقاتِ شرعیہ اور جمیعۃ علماءِ ہند نے ادارۃ المباحث الفقہیۃ کو اسی مقصد کے تحت قائم کیا تھا، پاکستان میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ وغیرہ نے ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' کی بنیاد رکھی تھی، ان مجالس نے وقتاً فوقتاً اجتماعات منعقد کئے ہیں اور متعدد مسائل پر تبادلہ خیال کیا گیا ہے، لیکن مسائل کی رفتار کے اعتبار سے کام آگے نہیں بڑھ سکا، کیوں کہ ان اداروں کی حیثیت ضمنی تھی اور جن تنظیموں اور اداروں کے تحت یہ رکھا گیا تھا، ان کے کام کا دائرہ خود بہت وسیع ہے۔

اسی پس منظر میں ۱۹۸۹ء میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے اسلامک فقہ اکیڈمی کی بنیاد رکھی، اکیڈمی نے اب تک ۱۵ سیمینار کئے ہیں اور ان سیمیناروں میں پچاس سے زیادہ مسائل زیر بحث آئے ہیں، ان سیمیناروں میں پیش کئے جانے والے مقالات کی ۲۰ سے زیادہ ضخیم جلدیں طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں، اس کے علاوہ فقہی تحقیق اور نئی نسل کو صحیح خطوط پر تربیت کے سلسلہ میں اکیڈمی نے نہایت اہم اور ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔

(۸) اس عہد سے پہلے عام طور پر فقہی ذخیرہ عربی زبان ہی میں ہوا کرتا تھا، یا چند کتابیں فارسی زبان میں لکھی گئی تھیں، لیکن موجودہ عہد میں فقہ کے عربی ذخیرہ کو اُردو اور دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کا ذوق پیدا ہوا اور مختلف علاقائی اور عالمی زبانوں میں فقہ کے موضوع پر یا تو ترجمے کئے گئے، یا مستقل طور پر کتابیں لکھی گئیں، ان زبانوں میں اُردو زبان کو اولیت کا شرف حاصل ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت اُردو زبان میں علوم اسلامی اور فقہ کا جتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے، عربی زبان کے سوا کسی اور زبان میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے، بلکہ بعض کتابیں تو ایسی ہیں کہ عربی و انگریزی میں بھی ان کے ترجمے ہوئے اور انھیں قبول عام و خاص حاصل ہوا، ان میں اُصولِ فقہ، تاریخ فقہ، قواعدِ فقہ، فقہ کے تمام ابواب کو جامع اور فقہ کے کسی ایک باب نیز فقہ حنفی، فقہ شافعی اور فقہ سلفی سے متعلق ہر طرح کی کتابیں موجود ہیں، راقم الحروف نے المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد میں شعبۂ فقہ کے طالب علم مولانا محمد امتیاز قاسمی کو ۱۴۲۲ھ میں یہ کام سپرد کیا تھا، کہ وہ ۲۰۰۰ء تک اُردو زبان میں لکھی گئی فقہی کتابوں کا مختصر تعارف مرتب کریں، انھوں نے اس مقصد کے لئے حیدرآباد کے کتب خانوں کے علاوہ پٹنہ، لکھنؤ، کلکتہ، اعظم گڈھ، علی گڈھ، رام پور، دہلی اور دیوبند کے کتب خانوں سے استفادہ کرنے کے بعد یہ تعارف جمع کیا ہے، جس میں ۱۲۴۷ کتابوں کا تعارف ہے اور ظاہر ہے کہ بہت سی کتابیں نایاب ہو جانے، یا ان تک رسائی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے چھوٹ بھی گئی ہوں گی، اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اس موضوع پر اُردو زبان میں کم و بیش ڈیڑھ ہزار تالیفات موجود ہیں اور یقیناً یہ اُردو زبان کی بڑی سعادت اور اس کے لئے تمغۂ افتخار ہے۔

ائمہ اربعہ

دوسری صدی ہجری یوں تو فقہ اسلامی کے شباب اور اس کے ارتقاء و کمال کا عہد ہے، کتنے ہی اُولوالعزم فقہاء اور مخلص و حوصلہ مند

مجتہدین ہیں، جنھوں نے اس عہد میں احکامِ شریعت کے استنباط میں اپنی شبانہ روز محنتیں صرف کردیں اور اپنے خونِ جگر سے علم وتحقیق کے چراغ کو روشن کیا اور اُمت کو روشنی پہنچائی؛ لیکن اتفاقی طور پر بہت سے اہل علم کے فتاویٰ محفوظ نہیں رہ سکے اور ان کو ایسے لائق شاگرد میسر نہیں آئے جو ان کے علمی وفکری آثار کی حفاظت کرتے، جن لوگوں کے فتاویٰ مرتب ہوئے اور ان کو قبول حاصل ہوا ان میں بھی متعدد اہل علم وہ تھے کہ پانچویں صدی ہجری کے اختتام تک ان کی فقہ کا عملی زندگی سے رشتہ ٹوٹ گیا اور ان کے متبعین نہیں رہے۔

لیکن ائمہ اربعہ وہ خوش قسمت مجتہدین ہیں جن کی فقہ کو من جانب اللہ بقاء حاصل ہوا اور جو گیارہ بارہ سو سال سے عملی طور پر قائم اور نافذ ہے، ان مکاتب فقہ میں شخصیتوں کا تسلسل رہا ہے، ہر عہد میں اس کے تقاضوں کے مطابق علم وتحقیق کا کام انجام پاتا رہا ہے اور ان کی مثال ایک سایہ دار اور سدا بہار درخت کی سی ہوگئی ہے، جس کی جڑیں گہری ہوں اور شاخیں پھیلی ہوئی ہوں، اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء —— اس لئے مناسب محسوس ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ اور ان کی فقہ پر مختصر اور ان کا مستقل تذکرہ کیا جائے۔

امام ابوحنیفہؒ

آپ کا نام نعمان، والد کا ثابت، دادا کا زوطی (ز پر پیش اور ط پر زبر)، فارسی النسل تھے، اللہ تعالیٰ نے دولت ایمان سے سرفراز فرمایا، ثابت کا بچپن تھا کہ ان کے والد انھیں لے کر حضرت علی ﷺ کی خدمت میں گئے، حضرت علی ﷺ نے خود ثابت کے لئے اور ثابت کی اولاد کے لئے برکت کی دُعا فرمائی، امام ابوحنیفہؒ اسی دُعا کا ظہور ہیں، ابوحنیفہ آپ کی کنیت ہے، جو آپ کی صاحبزادی کی نسبت سے ہے، حضرت ابوہریرہ ﷺ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لو كان الدين عند الثريا لذهب رجل من فارس ، اوقال من ابناء فارس ، حتى يتناوله . (۱)

گو دین ثریا پر ہوتا، تب بھی اسے فارس کا ایک شخص حاصل کر کے ہی رہتا، یا فرمایا فارس کے کچھ لوگ۔

بعض روایتوں میں ''دین'' کے بجائے ''علم'' کا لفظ ہے اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ شافعی نے حضور ﷺ کی اس پیش گوئی کا مصداق امام ابوحنیفہ کو قرار دیا ہے، (۲) غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان صاحبؒ نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے، کہ اس حدیث کا مصداق امام ابوحنیفہؒ اور جملہ محدثین ہیں، ''صواب آنست کہ ہم امام دراں داخل است''۔ (۳)

یہ بات تو ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ ﷺ کے زمانہ کو پایا ہے؛ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آپ کو تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے یا نہیں؟ محققین کے نزدیک راجح یہی ہے کہ آپؒ نے صحابہ ﷺ سے روایت تو نہیں کی ہے، لیکن صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے اور تابعی ہونے کے لئے صحابی کو دیکھنا کافی ہے، روایت کرنا نہیں، چنانچہ ابن ندیم نے بھی آپ کو تابعین میں شمار کیا ہے، و كان

(۱) مسلم :۲/۳۱۲

(۲) تبييض الصحيفة:۳-۴، نیز دیکھئے:الخيرات الحسان:۱۳

(۳) أتحاف النبلاء:۴۲۴

من التابعين ، لقي عدّة من الصحابة ، (۱) ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں وفات پائی، ریشمی کپڑے کے تاجر تھے، پھر کسبِ علم کی طرف متوجہ ہوئے، ابتداءً علم کلام کو حاصل کیا اور اس میں بڑی شہرت پائی، پھر فقہ وحدیث کی طرف رخ کیا اور اس مقام پر پہنچے کہ بڑے بڑے محدثین وفقہاء آپ کے قدر شناس ہوئے۔

امام جعفر صادقؒ، زید ابن علیؒ، عبداللہ بن حسنؒ، نفس ذکیہؒ، عطاء بن أبی رباحؒ، عکرمہؒ، نافعؒ وغیرہ آپ کے اساتذہ میں تھے، لیکن آپ نے سب سے زیادہ جن کی فکر کا اثر قبول کیا وہ تھے حماد بن سلیمانؒ، جو عراق میں فقہ کا مرجع تھے، امام صاحب نے اٹھارہ سال ان سے استفادہ کیا اور حماد کی وفات (۱۱۹ھ) تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑا، حمادؒ، ابراہیم نخعیؒ کے، وہ علقمہ بن قیس نخعیؒ کے اور علقمہؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردِ خاص تھے، اس طرح امام ابوحنیفہؒ صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریقۂ اجتہاد اور منہج استنباط کے وارث اور اس فکر کے ترجمان ونقیب ہوئے۔

امام ابوحنیفہ کا اُصولِ استنباط کیا تھا؟ اس کو امام صاحب نے خود ہی واضح فرمایا ہے :

> اگر قرآن میں مل جائے تو میں اسی کا حکم لیتا ہوں، قرآن میں نہ ہو تو سنتِ رسول کو لیتا ہوں اور کتاب وسنت میں کسی بات کا حکم نہیں پاتا تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے جس کا قول چاہتا ہوں، لیتا ہوں، لیکن ان کے قول سے کسی اور کے قول کی طرف نہیں جاتا، جب بات ابراہیم، ابن سیرین، عطاء اور سعید بن مسیب کی آتی تو جیسے ان لوگوں نے اجتہاد کیا ہے، میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔ (۲)

امام ابوحنیفہ کا تفقہ تو سبھوں کو تسلیم ہے، امام شافعی جیسے بلند پایہ محدث وفقیہ کہا کرتے تھے کہ: ''لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں، الناس في الفقه عيال على ابي حنيفة ، (۳) لیکن فن حدیث میں بھی آپ کا پایہ کچھ کم نہیں تھا، امام یوسفؒ اور امام محمدؒ نے اپنی اپنی کتاب الآثار میں امام صاحب سے بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں اور ابوالموٴید محمد بن محمود خوارزمی (م: ۶۶۵ھ) نے امام صاحب کی تلامذہ سے مروی آپ کی احادیث کو'' جامع المسانید'' کے نام سے جمع کر دیا ہے، جو سو صفحات پر مشتمل ہے۔

اُصولِ فقہ میں امام ابوحنیفہ کا امتیاز ''استحسان'' ہے، جو اکثر حالات میں قیاس ہی کی ایک قسم ہوتی ہے، حدیث کو قبول اور رد کرنے میں امام صاحب نے اُصولِ روایت کے علاوہ اُصولِ درایت کو بڑی اہمیت دی ہے، آپ سے استفادہ کرنے والے تلامذہ کی بڑی تعداد ہے، جن میں امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ، زفر بن ہذیل اور حسن بن زیادؒ زیادہ مشہور ہیں۔

امام صاحب کی فقہی آراء کو جاننے کا اہم ذریعہ امام ابویوسف اور امام محمد کی کتابیں ہیں، امام ابویوسف کی درج ذیل تالیفات ملتی ہیں :

---

(۱) كتاب الفهرست لابن نديم: ۱/ ۲۹۸ (۲) الانتقاء لابن عبدالبر: ۱۴۳

(۳) تذكرة الحفاظ: ۱/ ۱۵۹

كتاب الآثار

كتاب الخراج

إختلاف أبي حنيفه و ابن أبي ليلى (اس کو امام شافعی نے کتاب الام میں نقل فرمایا ہے)۔

امام محمد کی درج ذیل تالیفات دستیاب ہیں :

مؤطا امام محمد

كتاب الآثار

المبسوط

الجامع الكبير

الجامع الصغير

كتاب السير الكبير

كتاب السير الصيغر

الزيادات

زيادات الزيادات

فقہ حنفی شروع سے مقبول عام فقہ رہی ہے، اس وقت ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، ترکی، روس، چین، آزاد ایشیاء کی جمہوریتیں، ایران کا سنی علاقہ، افغانستان میں قریب قریب ننانوے فیصد حنفی المسلک لوگ ہیں، اس کے علاوہ عراق، مصر، شام، فلسطین اور دنیا کے اکثر ملکوں میں احناف موجود ہیں، بعض اہل علم کا خیال ہے کہ تقریباً اسی فیصد اہل سنت حنفی ہیں۔

امام ابو یوسفؒ

امام ابو یوسفؒ کا اصل نام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری ہے ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۳ھ میں وفات پائے، جب تک امام ابوحنیفہؒ زندہ رہے، ان کے دامن تربیت سے بندھے رہے، پھر مدینہ کا سفر کیا اور امام مالکؒ سے بھی استفادہ کیا، محدثین ان کی ثقاہت اور حدیث میں ان کے علو مرتبت پر گویا متفق ہیں، مہدی کے عہد خلافت میں ۱۶۶ھ میں قاضی بنائے گئے اور مہدی، ہادی اور ہارون رشید تین خلفاء کے دور میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز رہے، آپ اسلامی تاریخ کے پہلے قاضی القضاۃ تھے، آپ کی متعدد کتابوں کا تذکرہ نگاروں نے ذکر کیا ہے، جیسے: اُصولِ فقہ میں کتاب الرائ، نیز کتاب الوصایا، کتاب اختلاف الامصار، الرد علی مالک بن اَنس، وغیرہ (۱)، لیکن آپ کی اکثر کتابیں دستیاب نہیں ہیں، کتاب الآثار، کتاب الخراج اور اختلاف اَبی حنیفہ مع ابن اَبی لیلیٰ، جسے امام شافعیؒ نے کتاب الام میں نقل کیا ہے، دستیاب ہیں۔ (۲)

---

(۱) الفہرست لابن ندیم :۲۸۶

(۲) دیکھئے: کتاب الام: ۸۷/۷

امام محمدؒ

امام ابوحنیفہؒ کے دوسرے سب سے ممتاز شاگرد امام محمد حسن بن فرقد شیبانی ہیں، یہ خاندان اصل میں دمشق کے مضافات کے ایک گاؤں ''حرستا'' کا رہنے والا تھا، پھر ان لوگوں نے عراق کا رخ کیا اور عراق ہی میں واسط نامی شہر میں ۱۳۲ھ میں امام محمد پیدا ہوئے، کوفہ میں پرورش پائی اور اخیر زمانہ میں بغداد میں مقیم ہوگئے، آپ نے مسعر بن کدامؒ، امام اوزاعیؒ اور سفیان ثوریؒ سے حدیث کا درس لیا، لیکن فقہ وحدیث میں سب سے زیادہ جس شخصیت نے آپ کو متاثر کیا وہ ہیں امام ابوحنیفہؒ، لیکن امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ استفادہ نہیں کر سکے؛ کیوں کہ جس وقت امام صاحب کی وفات ہوئی تھی، آپ کی عمر محض اٹھائیس سال تھی، امام صاحبؒ کے بعد آپ نے امام ابویوسفؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، پھر مدینہ کا سفر کیا اور وہاں امام مالکؒ سے استفادہ کیا؛ چنانچہ موطا امام محمد دراصل امام مالک ہی کی مرویات ہیں، بغداد میں قیام کے دوران امام شافعیؒ نے آپ سے استفادہ کیا، امام محمدؒ کی خواہش پر بہت سے مسائل میں امام شافعیؒ ان سے بحث بھی کرتے تھے اور آپ بہت ہی فراخ دلی کے ساتھ جوابات مرحمت فرماتے تھے۔

عربی زبان میں یدطولیٰ حاصل تھا، اسی لئے آپ کی تحریروں میں بڑی سلاست اور حسن تعبیر ہے، خود امام شافعیؒ کی کتاب الام پر امام محمدؒ کے طریقۂ تالیف کی گہری چھاپ ہے، امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ میں نے ایک اُونٹ کے بوجھ کے برابر علم امام محمدؒ سے حاصل کیا، امام ابوعبید کہتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے بڑھ کر کسی کو کتاب اللہ کا عالم نہیں پایا، امام احمدؒ سے استفسار کیا گیا کہ آپ کو یہ دقیق مسائل کیوں کر حاصل ہوئے؟ فرمایا: امام محمدؒ کی کتابوں سے، امام محمدؒ سے بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا ہے، جن میں امام شافعیؒ، ابوسلیمانؒ جوزجانی، موسیٰ بن نصیر رازیؒ، محمد بن سماعہ، عیسیٰ بن ابانؒ اور محمد مقاتلؒ وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

فقہ حنفی کا مدار امام محمدؒ کی کتابوں پر ہے، لیکن آپ کی جو کتابیں دستیاب ہیں وہ چند ہی ہیں، جب کہ کہا جاتا ہے کہ آپ کی تصانیف کی تعداد (۹۹۰) تھی، متقدمین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر بحث کو مستقل کتاب کے عنوان سے لکھتے تھے: جیسے کتاب الصلاۃ، کتاب الزکاۃ، ممکن ہے کہ اس پہلو سے آپ کی تصنیفات کی تعداد اتنی زیادہ ہوں، خلیفہ ہارون رشیدؒ نے آپ کو قاضی مقرر کیا تھا، خلیفہ کے ساتھ آپ خراسان کے سفر پر تھے کہ رے نامی شہر میں ۱۹۸ھ میں وفات ہوگئی اور وہیں دفن کئے گئے۔

فقہ حنفی کی کتابیں

بنیادی طور پر فقہ حنفی کے مصادر کے تین حصے کئے گئے ہیں، ظاہر روایت، نوادر، فتاویٰ اور واقعات۔

ظاہر روایت سے مراد امام محمدؒ کی یہ چھ کتابیں ہیں:

المبسوط: اس کو ''کتاب الاصل فی الفروع'' بھی کہتے ہیں، استنبول (ترکی) اور جامع ازہر کے کتب خانہ میں اس کا مخطوطہ موجود ہے، جامعہ ازہر کا نسخہ ناقص ہے، استنبول کا ایک نسخہ چھ جلدوں پر مشتمل ہے، کتاب کی چار جلدیں دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد سے شائع ہو چکی ہیں، جو کتاب المعاقل پر ختم ہوتی ہیں اور آئندہ جلدوں کی طباعت ادارہ کے پروگرام میں شامل ہے۔

الجامع الصغیر : امام محمدؒ نے یہ کتاب امام ابو یوسفؒ کی خواہش پر مرتب فرمائی ہے، مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ نے ''النافع الکبیر'' کے نام سے اس کی ایک شرح لکھی ہے، انھوں نے اس کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے کہ اس کتاب میں ۱۵۳۲ مسائل آئے ہیں، جن میں سے ۱۷۰ مسائل میں امام محمدؒ نے فقہاء کے اختلاف کو ذکر کیا ہے اور صرف دو مسائل میں قیاس و استحسان سے استدلال کیا ہے۔(۱)

الجامع الکبیر : یہ کتاب بھی ماضی قریب تک مخطوطہ کی شکل میں تھی، اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے مولانا ابوالوفاء افغانی کو، کہ انھوں نے احیاء المعارف النعمانیہ سے اس کتاب کو اپنی تحقیق کے ساتھ شائع فرمایا، کتاب ۳۷۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اسم بامسمیٰ ہے، پہلا ایڈیشن عرصہ پہلے حیدرآباد سے اور دوسرا ایڈیشن ۱۳۹۹ھ میں بیروت سے شائع ہوا، اس کتاب کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں، جن میں شرح الحصیری الکبیر سب سے اہم سمجھی جاتی ہے، اس کتاب پر مولانا افغانی کا مقدمہ بھی بڑا نفیس ہے۔

الزیادات : استنبول میں مخطوطہ کی صورت میں اس کے نسخے موجود ہیں، الجامع الکبیر میں جو مسائل باقی رہ گئے، ان کو امام محمدؒ نے ''الزیادات'' کے نام سے مرتب فرمایا اور جو مسائل ''الزیادات'' سے بھی رہ گئے ان کو ''زیادات الزیادات'' کے نام سے، ''زیادات الزیادات'' کو مولانا افغانی نے اپنی تحقیق کے ساتھ احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد سے شائع کیا ہے، اس کے صفحات زیادہ نہیں ہیں — کیا ''زیادات الزیادات'' بھی ظاہر روایت میں شامل ہے؟ اس میں اختلاف ہے، راجح یہی ہے کہ یہ بھی چوں کہ ''زیادات'' ہی کا حصہ ہے، اس لئے ظاہر روایت میں شامل ہے۔

کتاب السیر الصغیر : فقہ کی اصطلاح میں ''سیر'' ان قوانین کو کہا جاتا ہے جن کا متعلق جنگ و امن، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات اور مسلم و غیر مسلم ممالک کے باہمی روابط سے ہوتا ہے، قانون کی تاریخ میں اس موضوع پر پہلی کتاب امام محمدؒ نے تالیف فرمائی ہے، یہ کتاب ماضی قریب تک مخطوطہ کی شکل میں تھی، تقریباً ۱۰ سال پہلے ڈاکٹر محمود غازی کی تحقیق اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ ''انٹرنیشنل اسلام آباد یونیورسٹی نے ایک مختصر جلد کی صورت میں شائع کیا ہے۔

کتاب السیر الکبیر : یہ قانون بین ملکی ہی کے موضوع پر امام محمدؒ کی بہت ہی تفصیلی کتاب ہے، علامہ سرخسیؒ نے اس کی تفصیلی شرح لکھی ہے، مجرد متن تو اب تک تشنۂ طبع ہے، لیکن سرخسیؒ کی شرح کے ساتھ پانچ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے، پہلی تین جلدوں پر صلاح الدین المنجد کی اور چوتھی اور پانچویں جلد پر عبدالعزیز احمد کی تحقیق ہے۔

یہ چھ کتابیں ''ظاہر روایت'' کہلاتی ہیں، کیوں کہ یہ شہرت و تواتر کے ساتھ اور مستند طریقہ پر منقول ہیں، انھیں اُصول بھی کہا جاتا ہے، ان میں سے مکرر مسائل کو حذف کر کے ابوالفضل محمد بن احمد مروزیؒ معروف بہ حاکم شہید (م: ۳۳۴ھ) نے ''الکافی فی فروع الحنفیة'' کے نام سے مرتب کیا، اسی کی شرح علامہ سرخسیؒ نے ''المبسوط'' کے نام سے کی ہے، جو شائع ہو چکی ہے، لیکن اصل متن مستقل طور پر ابھی تک تشنۂ طبع ہے۔

ان کے علاوہ امام محمدؒ کی دوسری کتابیں، جیسے ہارونیات، کیسانیات، رقیات، نیز امام ابو یوسفؒ کی کتاب الأمالی، حسن بن زیاد

---

(۱) دیکھئے: النافع الکبیر: ۳۵

کی کتاب المجرد اور امام صاحب کے تلامذہ کی دوسری کتابیں ''نوادر'' کہلاتی ہیں : کیوں کہ اس درجہ شہرت وتواتر کے ساتھ اور مستند و معتبر طریقہ پر نقل نہیں ہوئی ہیں ——— جن مسائل کے بارے میں امام صاحب کی رائے منقول نہیں ہے اور بعد کے مشائخ نے ان کی بابت اجتہاد کیا ہے ان کو ''فتاویٰ اور واقعات'' کہا جاتا ہے، اس سلسلہ میں ابواللیث سمرقندیؒ کی کتاب النوازل، علامہ ناطفیؒ کی مجمع النوازل والواقعات اور صدر شہید کی الواقعات اولین کتابیں ہیں، جن میں سے نوازل سمرقندی ۴۵۶ صفحات پر طبع ہو چکی ہے، افسوس کہ اس میں اغلاط بہت ہیں اور کتاب پر تحقیق وتعلیق کا کام نہیں ہوا ہے۔

ان کتب کے علاوہ فقہ حنفی کی اہم کتابیں اس طرح ہیں :

مختصر الطحاوی :

امام ابوجعفر طحاویؒ (م:۳۲۱ھ) کی کتاب ہے، جس کو فقہ حنفی کا سب سے پہلا متن سمجھا گیا ہے، مولانا ابوالوفا افغانی کی تحقیق کے ساتھ ''احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد'' نے پہلی بار شائع کیا ہے، امام طحاویؒ مسائل میں امام صاحبؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، زفرؒ اور حسن بن زیادؒ کے اقوال کو نقل کرتے ہیں اور پھر اس میں ترجیح دیتے ہیں اور بعض اوقات ان حضرات کی رائے کے مقابل اپنی مستقل رائے نقل کرتے ہیں، بنیادی طور پر اس کتاب کی ترتیب امام طحاویؒ کے ماموں اور استاذ علامہ مزنی شافعیؒ کی مختصر ترتیب پر ہے۔

المنتقی فی فروع الحنفیة :

یہ حاکم شہیدؒ کی تالیف ہے اور اہل علم نے اسے امام محمدؒ کی کتابوں کے بعد فقہ حنفی کا اہم ترین ماخذ قرار دیا ہے، اس میں خاص طور پر ''نوادر'' کے اقوال کو نقل کرنے کا خاص اہتمام ہے، لیکن افسوس کہ ابھی تک یہ کتاب تشنۂ طبع ہے۔

مختصر کرخی :

یہ امام ابوالحسین عبداللہ بن حسین الکرخی (م۳۴۰ھ) کی تالیف ہے، جو فقہ کی اہم متون میں ہے، لیکن ابھی تک تشنۂ طبع ہے، اس کی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں، ان میں سے احمد بن منصور اسبیجابی (م:۴۸۰) کی شرح زیادہ معروف ہے اور کتابوں میں کثرت سے اس کے حوالے آئے ہیں۔

مختصر قدوری :

یہ ابوالحسین احمد ابن محمد قدوریؒ بغدادی (متوفی:۴۲۸ھ) کی مشہور کتاب ہے، جو فقہ حنفی میں متفق علیہ متن کی حیثیت رکھتی ہے اور متاخرین حنفیہ نے جن چار متون کو سب سے زیادہ مستند قرار دیا ہے ان میں ایک ہے، (۱) بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اس میں مسائل کی تعداد ۱۲/ہزار ہے۔ (۲)

المبسوط :

یہ شمس الائمہ ابوبکر محمد ابن احمد سرخسیؒ (متوفی:۴۸۳ھ) کی ''الکافی'' پر مفصل شرح ہے، حالاں کہ مبسوط سے موسوم کئی کتابیں پائی

---

(۱) عمدۃ الرعایۃ:۱/۱۰ (۲) کشف الظنون:۲/۱۶۳۱

جاتی ہیں، لیکن جب مطلق مبسوط کہا جائے تو یہی کتاب مراد ہوتی ہے، پہلی بار ۳۰ جلدوں میں ۱۳۲۴ھ میں مصر سے شائع ہوئی اور اہل علم کی چشم شوق کا سرمہ بنی، جس کا نیا ایڈیشن دو جلدوں میں آیا ہے یہ کتاب ہے تو فقہ حنفی میں، لیکن یہ فقہی جزئیات کو جامع نقلی اور عقلی دلائل کو محیط، صحابہ وتابعین اور ائمۂ مجتہدین کے مذاہب کی ترجمانی کرنے والی ایک عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا ہے۔

تحفة الفقهاء :

یہ علاء الدین محمد ابن احمد سمرقندیؒ (متوفی: ۵۷۵ھ) کی تالیف ہے، مصنف کے بقول امام قدوریؒ سے جو مسائل رہ گئے تھے، علامہ سمرقندیؒ نے قدوریؒ کے مسائل کو شامل کرتے ہوئے ان مسائل کا اضافہ کیا ہے، حسب ضرورت دلائل بھی ذکر کئے ہیں اور مختلف فقہاء کے نقطۂ نظر پر مقارنہ کیا ہے، زبان عام فہم، مسائل مربوط و مسلسل اور تعبیر بہت واضح ہے۔

بدائع الصنائع :

ملک العلماء علاء الدین ابوبکر ابن مسعود کاسانیؒ (متوفی: ۵۸۷ھ) کی یہ تالیف نہ صرف فقہ حنفی بلکہ مطلق فقہ اسلامی میں منفرد لب ولہجہ کی تالیف ہے، عبارت واضح، زبان نہایت رواں اور سلیس، ہر مسئلہ پر دلیل، نصوص کی کثرت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حدیث پر مصنف کی گہری نظر ہے اور اس کا سب سے امتیاز اس کی حسن ترتیب ہے، کہا جاتا ہے کہ مؤلف نے تحفه الفقهاء کو اپنے لئے اصل بنایا ہے، اگر کوئی شخص کسی فقہی موضوع پر قلم اُٹھائے اور اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا چاہے تو یہ تالیف اس کے لئے بہترین رہنما ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں :

یہ فخر الدین اوز جندیؒ (متوفی: ۵۹۲ھ) کی معروف اور متداول تالیف ہے، مطبع نول کشور نے اسے فارسی رسم الخط میں مستقل طور پر شائع کیا تھا، آج کل فتاویٰ عالمگیری کے ساتھ شائع شدہ نسخہ دستیاب ہے، فقہ حنفی میں فتاویٰ کے لئے یہ کتاب بہت مستند سمجھی گئی ہے، مؤلف کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں مشائخ کے ایک سے زیادہ اقوال ہوں تو جو قول ان کے نزدیک راجح ہوتا ہے اس کو پہلے نقل کرتے ہیں۔

بداية المبتدی :

یہ ابوالحسن علی مرغینانیؒ صاحب ہدایہ (متوفی: ۵۹۳ھ) کی تالیف ہے، مصنف نے اس میں امام محمدؒ کی جامع صغیر اور امام قدوریؒ کی مختصر قدوری کے مسائل کو جمع کیا ہے، ترتیب جامع صغیر کی رکھی ہے اور مسائل پہلے قدوری کے ذکر کرتے ہیں، پھر جامع صغیر کے، جہاں کتاب کا نام ذکر کرنا پڑتا ہے، وہاں قدوری کے لئے ''المختصر'' اور جامع صغیر کے لئے ''الکتاب'' کی تعبیر اختیار کرتے ہیں۔

الهداية :

یہ امام ابوالحسن مرغینانیؒ کی مشہور کتاب ہے، جو بداية المبتدی کی شرح ہے، ایجاز کے ساتھ ایضاح کا ایسا نمونہ شاید ہی کہیں اور مل سکے، مؤلف کی کچھ اپنی خاص تعبیرات بھی ہیں، جیسے دلیل قرآنی کے لئے ''مماتلون''، حدیث سے استدلال کے لئے ''لمارَوينا''، قول صحابی کے لئے ''للاثر''، عقلی دلیل کے لئے ''لمابينا''، مصنف کا تواضع یہ ہے کہ اپنے لئے کہتے ہیں: ''قال العبد الضعيف عفی

عنہ'' طاش کبریٰ زادہ نے بعض اور اُمور کا ذکر کیا ہے۔(۱)

وقاية الرواية :

یہ برہان الشریعۃ محمود ابن احمدؒ (متوفی:۶۷۳ھ) کی تالیف ہے جو فقہ حنفی کے متونِ اربعہ میں سے ایک ہے، مؤلف اسے اپنے نواسے عبیداللہ ابن مسعود کے لئے بطور یادداشت لکھا کرتے تھے، اس کتاب میں دلائل کو حذف کرکے ہدایہ کے اصل مسائل جمع کئے گئے ہیں، فقہ حنفی میں اس کتاب کو اہل علم کی بڑی توجہ ہوئی اور اس پر مختلف شرحیں اور حاشیے لکھے گئے، جن میں صدر الشریعۃ عبیداللہ ابن مسعودؒ کی ''شرح وقایہ'' کو خاص طور پر بڑا قبول حاصل ہوا، جو آج کل بہت سے مدارس میں شامل نصاب بھی ہے۔

المختار :

متاخرین حنفیہ کے یہاں متونِ اربعہ کے نام سے جو کتابیں جانی جاتی ہیں، ان میں تیسری کتاب ابوالفضل مجدالدین عبداللہ ابن محمود موصلی (متوفی:۶۸۳ھ) کی تالیف ہے، اس کا نام ''المختار للفتویٰ'' ہے اور مؤلف نے اپنے خیال کے مطابق اس میں مفتی بہ اقوال کا انتخاب کیا ہے، خود مصنف ہی نے ''الاختیار'' کے نام سے اس کی شرح کی ہے، اس شرح میں دلائل کے ذکر کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے اور حدیثیں کثرت سے نقل کی گئی ہیں، حافظ قاسم ابن قطلو بغا نے ''التعریف والاخبار'' کے نام سے ان احادیث کی تخریج فرمائی ہے، افسوس کہ یہ اہم کتاب اب تک اشاعت پذیر نہیں ہوسکی، اگر شائع ہوجائے تو ''نصب الرایہ'' کی طرح تخریج حدیث کی اہم ترین کتابوں میں اس کا شمار ہوگا۔

مجمع البحرين :

متونِ اربعہ میں سے چوتھی کتاب یہی ہے، جس میں قدوری اور منظوم نسفی کے علاوہ بہت سے مسائل کا اضافہ بھی ہے، کتاب کا پورا نام ''مجمع البحرين وملتقى النهرين'' ہے، مصنف مظفرالدین احمدؒ (متوفی:۶۹۴ھ) ہیں، جو ابن الساعاتی کے نام سے مشہور ہیں، فقہاء کے اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے دیگر مؤلفین سے جداگانہ رموز استعمال کرتے ہیں، جیسے کسی کی رائے کے لئے جملہ اسمیہ، کسی کے لئے جملہ فعلیہ بفعل مضارع اور کسی کے لئے جملہ فعلیہ بفعل ماضی، وغیرہ۔(۲)

كنز الدقائق :

مؤلف: ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ ابن احمد نسفیؒ (متوفی:۷۱۰ھ)، یہ فقہ حنفی کی اہم اور معتبر متون میں ہے، کتاب میں اختصار اغلاق کی حد تک ہے اور مصنف نے اختلاف مذہب کو بیان کرنے کے لئے مختلف حروف کو رمز بنایا ہے، اہل علم نے اس کتاب سے بڑا اعتناء کیا ہے، ابن نجیم کی البحر الرائق اور زیلعی کی تبیین الحقائق اس کی اعلیٰ درجہ کی شرح ہے اور یہ برصغیر میں دینی مدارس کی مقبول عام نصابی کتابوں میں ہے۔

الجامع الوجيز :

یہ محمد بن بزاز کردریؒ (م:۸۲۷ھ) کی تالیف ہے، جو مختصر ہونے کے باوجود نہایت اہم مسائل پر مشتمل ہے اور فتاویٰ ''بزازیہ''

(۱) دیکھئے: مفتاح السعادۃ:۲/۲۶۵ (۲) دیکھئے: کشف الظنون:۲/۱۵۹۹

کے نام سے معروف ہے، آج کل فتاویٰ عالمگیری کی چوتھی، پانچویں جلد کے ساتھ دستیاب ہے۔

البناية :

یہ ہدایہ پر علامہ عینی (م: ۸۵۵ھ) کی شرح ہے، جو حل کتاب کے لئے بہت مفید سمجھی جاتی ہے۔

فتح القدير :

ہدایہ کی سب سے مفصل شرح ہے، جس میں احادیث پر فنی اعتبار سے بڑی ہی چشم کشا بحثیں ہیں اور نہ صرف فقہ حنفی میں بلکہ مطلق فقہ اسلامی کے ذخیرہ میں ایک خاص مقام اور اہمیت کی حامل ہے، علامہ کمال الدین ابن ہمامؒ (م ۸۶۱ھ) کتاب کے مؤلف ہیں، لیکن وہ اس کتاب کو مکمل نہیں کر پائے، اس لئے کتاب الزکاۃ تک ان کے قلم سے ہے اور تکملہ قاضی زادہ شمس الدین احمدؒ (م: ۹۸۸ھ) کے قلم سے، یہ تکملہ "نتائج الافکار فی کشف الرموز والأسرار" سے موسوم ہے۔

ملتقى الأبحر :

یہ ابراہیم بن محمد حلبیؒ (م: ۹۵۶ھ) کی تالیف ہے، اس کتاب کا امتیاز فقہی جزئیات کی بہت بڑی تعداد کا احاطہ ہے، مصنف نے اس میں متونِ اربعہ، —— قدوری، المختار، کنز اور وقایہ —— کے علاوہ ہدایہ اور مجمع البحرین کی جزئیات کو بھی یکجا کرنے کی کوشش کی ہے اور راجح قول کو پہلے نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

فتاوىٰ هنديه :

حضرت اورنگ زیبؒ عالمگیر کو خیال ہوا کہ حکومت کی سہولت کے لئے فقہ حنفی کے مطابق جزئیات کا ایک مستند مجموعہ تیار کیا جائے، چنانچہ انھوں نے اس کے لئے ملک بھر کے علماء کی ایک کمیٹی بنائی اور اُس وقت کے ایک ممتاز عالم شیخ نظام کو اس کا ذمہ دار بنایا، یہ کتاب بادشاہ کی نسبت سے "فتاوىٰ عالمگیری" کے نام سے مشہور ہے اور هداية کی ترتیب پر ہے، فقہی جزئیات کی کثرت اور احاطہ کے اعتبار سے محیط برهانی اور فتاویٰ تاتار خانیه کے علاوہ شاید ہی کوئی کتاب اس کے مقابلہ میں رکھی جاسکے، افسوس کہ طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود کتابت وطباعت کے معیار، مسائل کی ترقیم اور تحقیق وتعلیق کے لحاظ سے اس کتاب کی کوئی خدمت نہیں ہوسکی۔

تنوير الأبصار :

اس کا پورا نام "تنوير الأبصار وجامع البحار" ہے، اس کے مصنف شمس الدین محمد بن عبداللہ غزیؒ (م: ۱۰۰۴ھ) ہیں، دو پشت اُوپر ایک جد کا نام "تمرتاش" تھا، اسی لئے علامہ تمرتاشیؒ سے معروف ہیں، مصنف نے اس میں فقہ حنفی کی معتبر متون کے مسائل کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

الدر المختار :

یہ علامہ محمد علاء الدین بن علی حصکفی (م: ۱۰۸۸ھ) کے قلم سے "تنویر الابصار" کی شرح ہے اور معتبر ومستند ہونے کے اعتبار سے بھی اور جامع ومختصر ہونے کے لحاظ سے بھی شہرت کی حامل ہے۔

ردالمحتار :

یہ علامہ محمد امین ابن عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ) کی نہایت عظیم الشان تالیف ہے، جس میں دُرِمختار کی شرح کی گئی ہے، مسائل کی تنقیح، مشائخ کے اقوال کے درمیان تصحیح و ترجیح اور مجملات کی تفسیر و توضیح میں اپنی مثال آپ اور متاخرین کے لئے گویا تحقیق وافتاء کا نہایت اہم مرجع ہے، خاص کر نئے مسائل پر لکھنے والوں کو اس سے مفر نہیں۔

امام مالک بن انسؒ

اسم گرامی مالک، والد ماجد کا نام اُنس، قبیلہ ذی اصبح سے تعلق کی وجہ سے اصبحی کہلاتے ہیں، امام صاحب کے آباء واجداد مدینہ میں آبسے تھے، ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں وفات پائی اور سوائے حج کے مدینے سے باہر نہیں گئے، عبدالرحمٰن ابن ہرمزؒ، ابن شہاب زہریؒ، ابوالزناد عبداللہ بن ذکوانؒ، یحییٰ بن سعیدؒ اور ربیعہ بن عبدالرحمٰنؒ، نیز امام جعفرؒ سے کسبِ فیض کیا، لیکن حدیث میں سب سے زیادہ ابن شہاب زہریؒ اور فقہ میں ربیعۃ الرائےؒ سے متاثر تھے۔

مسجدِ نبوی میں آپؒ کی مجلس درس آراستہ ہوتی تھی، جس میں بڑے بڑے ائمہ فن نے زانوئے تلمذ تہ کیا اور بادشاہوں اور شہزادوں نے بھی حصولِ علم کی سعادت حاصل کی، امام مالکؒ کی مجلس درس میں سوال و جواب اور مناقشہ و مباحثہ کی اجازت نہیں تھی، اسی لیے ان کی زندگی میں شاگردوں کا ان سے اختلافِ رائے سامنے نہیں آیا، امام مالکؒ کے ممتاز تلامذہ میں عبداللہ بن وہبؒ (متوفی: ۱۹۷ھ) ہیں، جو بیس سال امام مالکؒ کی رفاقت میں رہے اور انھیں کے ذریعہ مصر اور مغرب کے علاقہ میں فقہ مالکی کی اشاعت ہوئی، دوسرے ممتاز شاگرد عبدالرحمٰن بن قاسم مصری ہیں (متوفی: ۱۹۲ھ) جن کو فقہ مالکی میں وہی مقام حاصل ہے جو فقہ حنفی میں امام محمدؒ کا ہے، اشہب بن عبدالعزیز قیسی (متوفی: ۲۲۴ھ) موطا کے راوی اور اندلس میں فقہ مالکی کی نشر و اشاعت کی خدمت کرنے والے ابوالحسن قرطبی (متوفی: ۱۹۳ھ) اور اسد بن فرات ممتاز شاگردوں میں ہیں —— اس وقت فقہ مالکی زیادہ تر مراکش اور افریقی ممالک میں مروج ہے۔

شاہ ولی اللہؒ صاحب نے امام مالکؒ کے مصادرِ اجتہاد کے بارے میں نقل کیا ہے کہ فقہ مالکی میں اول درجہ متصل یا مرسل حدیث کا ہے، اس کے بعد حضرت عمرؓ کے فیصلے، پھر عبداللہ بن عمرؓ کے فتاویٰ، پھر مدنی صحابہ کے فتاویٰ، اس کے بعد مدینہ کے فقہاءِ سبعہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے فتاویٰ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔(۱)

امام مالکؒ کی علمی یادگار میں ''موطا امام مالک'' ہے، جو ۱۷۲۰ روایات پر مشتمل ہے، ان میں متصل، مرسل احادیث اور صحابہ و تابعین کے فتاویٰ شامل ہیں، فقہ میں امام مالکؒ کے آراء واقوال کا وہ مجموعہ بہت اہم ہے جو ''المدونۃ'' کے نام سے مرتب ہے، جسے ابتداء اسد بن فرات نے مرتب کیا تھا اور آخری شکل ابن سحنون نے دی ہے۔

فقہ مالکی کی اہم کتابوں اور مصنفین کے نام اس طرح ہیں :

المؤطا	امام مالکؒ	(م: ۱۷۹ھ)

(۱) المسوی: ۲۶

المدونه — عبدالسلام ابوسعید سحنون تنوخیؒ (م:۲۴۰ھ)

الواضحة فی السنن والفقه — عبدالملک بن حبیبؒ (م:۲۳۸ھ)

(یہ اب تک مخطوطہ ہے)۔

المستخرجه — محمد العتبی قرطبیؒ (م:۲۵۴ھ)

(اس کا نام ''عتبیہ'' بھی ہے اور یہ ''البیان والتحسین'' نامی شرح کے ساتھ طبع ہو چکی ہے)

الموازية — محمد ابراہیم اسکندری معروف بابن موازؒ (م:۲۶۹)

(یہ بھی مخطوطہ تھی، حال ہی میں شائع ہوئی ہے)۔

یہ چاروں کتابیں فقہ مالکی میں اُمہاتِ اربعہ کہلاتی ہیں اور انھیں پر فقہ مالکی کا مدار ہے۔

التفريع — ابوالقاسم عبیداللہ جلابؒ (م:۳۷۸ھ)

رساله ابن ابی زید قیروانی — ابومحمد اللہ زید قیروانیؒ (م:۳۸۹ھ)

كتاب التلقين — قاضی ابومحمد عبدالوھاب بغدادیؒ (م:۴۲۲ھ)

البيان والتحصيل (شرح المستخرجہ) — ابوالولید محمد بن رشد قرطبیؒ (م:۵۲۰ھ)

فتاویٰ ابن رشد — ابوالولید محمد بن رشد قرطبیؒ (م:۵۲۰ھ)

الجواهر الثمينه فی مذهب عالم المدينه — ابومحمد عبداللہ شاسؒ (م:۶۱۰ھ)

(یہ فقہ مالکی کا نہایت اہم ماخذ سمجھا جاتا ہے)۔

معين الحكام علی القضايا والحكام — ابواسحاق ابراہیمؒ (م:۷۳۳ھ)

(یہ کتاب صرف قضاء سے متعلق نہیں ہے، بلکہ عقود و جنایات پر ہے کہ قضاۃ کو اس سے مدد ملے)۔

المختصر — شیخ خلیل بن اسحاق مالکیؒ (م:۷۶۷ھ)

(مختصر خلیل، متاخرین کے نزدیک نہایت ہی معتمد و مستند کتاب ہے اور اسی لئے اس کو علماء مالکی کے ہاں بڑا قبول اور اعتناء حاصل ہوا ہے)۔

مواهب الجليل شرح مختصر خليل — ابوعبداللہ محمد خطاب محمد مکیؒ (م:۹۵۴ھ)

شرح الزرقانی علی مختصر خليل — عبدالباقی زرقانیؒ (م:۱۰۹۹ھ)

خرشی علی مختصر خليل — محمد بن عبداللہ خرشیؒ (م:۱۱۱۱ھ)

الشرح الكبير علی مختصر خليل — احمد بن محمد دردیرؒ (م:۱۲۰۱ھ)

حاشية الدسوقی علی الشرح الكبير — محمد بن احمد دسوقی (م:۱۲۳۰ھ)

المجموع الفقهی فی مذهب امام مالک محمد بن محمد امیرؒ (م:۱۲۳۲ھ)

امام شافعیؒ

آپ کا نام محمد بن ادریس اور کنیت ابوعبداللہ ہے، آپ کی چوتھی پشت میں ایک بزرگ شافع بن سائب ہیں، ان ہی کی طرف منسوب ہوکر ''شافعی'' کہلائے، نسبتاً مطلبی یعنی عبدالمطلب بن عبدمناف کی اولاد میں ہیں، اس طرح عبدمناف پر آپ کا نسب رسول اقدس ﷺ سے مل جاتا ہے، غزہ میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور مصر میں ۲۰۴ھ میں وفات پائی، آپ کی ابتدائی نشو ونما مکہ مکرمہ میں ہوئی اور یہاں مسلم بن خالد زنگیؒ مفتی مکہ سے استفادہ کیا، پھر مدینہ تشریف لے گئے اور امام مالکؒ کی وفات تک ان ہی کے دامن تربیت سے وابستہ رہے، پھر یمن تشریف لے گئے اور امام اوزاعیؒ کے شاگرد عمر بن سلمہؒ سے فقہ اوزاعی اور لیث بن سعدؒ کے شاگرد یحییٰ بن حسان سے فقہ لیثی کی تحصیل کی۔

ایک سیاسی تہمت اندازی میں بطورِ ملزم کے ۱۸۴ھ میں بغداد لے جائے گئے، یہاں اپنی قوتِ بیان اور امام محمدؒ کی نصرت وتائید سے خلیفۂ عباسی کے عتاب سے بچ گئے اور امام محمدؒ کے دامن تلمذ سے وابستہ ہوگئے، اس طرح امام شافعیؒ نے حجاز، عراق، شام اور مصر کے دبستانِ فقہ کو اپنے اندر سمولیا تھا۔

امام شافعیؒ کو بجا طور پر اصحابِ حدیث اور اصحابِ رائے کے طریقۂ اجتہاد کا جامع سمجھا جاتا ہے، وہ ابتداءً تو فقہ مالکی کے متبع تھے، لیکن ۱۹۵ھ میں جب دوبارہ بغداد تشریف لے گئے تو ایک مستقل دبستانِ فقہ کی بنیاد رکھی اور علماءِ عراق سے ملاقات کے بعد ان کی فکر اور آراء میں بہت سی تبدیلیاں آئیں، اسی لئے فقہ شافعی میں امام شافعیؒ کے قولِ قدیم اور قولِ جدید کی کثرت پائی جاتی ہے۔

امام شافعیؒ کے ممتاز عراقی تلامذہ میں حسن بن محمد زعفرانیؒ (متوفی: ۲۶۰ھ) اور ابوعلی حسین بن علی کرابیسی (متوفی: ۲۴۵ھ) ہیں، عام طور پر امام شافعیؒ کے قولِ قدیم کے راوی یہی حضرات ہیں، مصر میں اسماعیل بن یحییٰ مزنی (متوفی:۲۶۴ھ) ابویعقوب یوسف بن یحییٰ بویطیؒ اور ربیع بن سلیمان مرادیؒ، (جو کتاب الأم کے ناقل ہیں) ممتاز تلامذہ ہیں اور زیادہ تر ان ہی حضرات سے امام شافعیؒ کا قولِ جدید منقول ہے۔

فقہ شافعی کی خوش قسمتی ہے کہ امام شافعیؒ کے اُصولِ استنباط اور مجتہدات دونوں خود صاحب مذہب کے قلم سے موجود ہیں، اُصولِ فقہ میں امام شافعیؒ کی مختصر، لیکن جامع اور اُصول کے موجودہ ذخیرہ میں پہلی کتاب ''الرسالہ'' موجود ہے، جس میں امام شافعیؒ نے سنت سے کتاب اللہ کے شرح وبیان کے طریقے اور خبر واحد کی حجیت وغیرہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور غالبًا پہلی بار حدیثِ مرسل کے معتبر ہونے سے اختلاف کیا ہے۔

اس وقت فقہ شافعی، مصر، انڈونیشیا، یمن، عراق اور ہند وپاک کے ساحلی علاقوں میں پائی جاتی ہے اور اہل سنت میں فقہ حنفی کے بعد سب سے زیادہ اسی فقہ کو قبول حاصل ہوا ہے۔

فقہ شافعی کی اہم کتابیں یہ ہیں :

الأم	امام محمد بن ادریس الشافعیؒ	(متوفی:۲۰۴ھ)
مختصر مزنی	ابوابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مزنیؒ	(متوفی:۲۶۴ھ)
المهذب	ابواسحاق ابراہیم شیرازیؒ	(متوفی:۴۷۶ھ)
التنبيه فی فروع الشافعيه	ابواسحاق ابراہیم شیرازیؒ	(متوفی:۴۷۶)
نهاية المطالب دراية المهذب	امام الحرمین عبدالملک الجوینیؒ	(متوفی:۴۷۸ھ)
الوسيط فی فروع المذهب	امام ابوحامد بن محمد غزالیؒ	(متوفی:۵۰۵ھ)
الوجيز	امام ابوحامد الغزالیؒ	(متوفی:۵۰۵ھ)
المحرر	ابوالقاسم عبدالکریم رافعیؒ	(متوفی:۶۲۳ھ)
فتح العزيز فی شرح الوجيز	ابوالقاسم عبدالکریم رافعیؒ	(متوفی:۶۲۳ھ)
روضة الطالبين	امام ابوزکریا محی الدین بن شرف نوویؒ	(متوفی:۶۷۶ھ)
منهاج الطالبين	امام نوویؒ	(متوفی:۶۷۶ھ)
التحقيق	امام نوویؒ	(متوفی:۶۷۶ھ)

امام نوویؒ کی کتابوں میں یہ سب سے معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے۔

تحفة المحتاج لشرح المنهاج	احمد بن محمد بن حجر ہیثمیؒ	(متوفی:۹۷۴ھ)
مغنی المحتاج	شمس الدین محمد الشربینی الخطیبؒ	(متوفی:۹۷۷ھ)
نهاية المحتاج	شمس الدین جمال محمد بن احمد رملیؒ	(متوفی:۱۰۰۴ھ)

متاخرین شوافع کے یہاں ''مغنی المحتاج'' اور ''نهاية المحتاج'' کو فقہ شافعی کے سب سے مستند ترجمان کی حیثیت سے قبول عام حاصل ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ

اسم گرامی احمد، والد کا نام محمد اور دادا کا حنبل، کنیت ابوعبداللہ، ماں اور باپ دونوں کی طرف سے آپ کا نسب عرب کے قبیلہ ربیعہ کی شاخ شیبان سے ملتا ہے، اسی لئے آپ شیبانی کہلاتے ہیں، آباء واجداد مرو میں رہتے تھے، وہاں سے بغداد آئے اور بغداد ہی میں ربیع الاول ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے، کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، شام اور یمن کے اسفار طلبِ علم کے لئے کئے، امام شافعیؒ، ہشیمؒ، سفیان بن عیینہؒ، ابراہیم بن سعدؒ وغیرہ آپ کے اساتذہ میں ہیں، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ جیسے اساطین علم حدیث نے آپ سے روایت لی ہے، حدیث اور فقہ

دونوں میں آپ کونمایاں درجہ ومقام حاصل ہے، جہاں علم کی دُنیا میں آپ کی خدمات کوقدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، وہیں دعوت وعزیمت اورحق وسچائی پر استقامت کی تاریخ میں بھی آپ کی حیات نقش جادواں کی حیثیت رکھتی ہے کہ ۲۱۸ھ تا ۲۳۳ھ آپ عباسی خلفاء (مامون، معتصم اور واثق) کی طرف سے سخت ابتلاؤں اور آزمائشوں سے گذرے اوراس کوچہ امتحان کی آبلہ پائی میں کہیں آپ کے قدم میں کوئی تزلزل پیدا نہیں ہوا، ۲۴۱ھ میں ماہ ربیع الاول ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔

امام احمدؒ نے اپنے اجتہادات کی بنیاد پانچ اُصولوں پر رکھی تھی، اولاً نصوص، دوسرے صحابہؓ کے وہ فتاویٰ جن کے بارے میں کسی دوسرے صحابی کا اختلاف منقول نہ ہو، تیسرے اگر صحابہ کا اختلاف ہوتو جوقول آپ کے خیال میں کتاب وسنت سے قریب ہوتا اسے لیتے اور صحابہ کے اقوال سے باہر نہ جاتے، چوتھے اگر ان میں سے کوئی دلیل موجود نہ ہوتو حدیثِ مرسل اور ایسی حدیثِ ضعیف جو باطل ومنکر کے درجہ میں نہ ہو، واضح ہو کہ امام احمدؒ کے نزدیک حدیثِ حسن کو بھی حدیثِ ضعیف ہی کہا جاتا ہے اور حدیث کی دو ہی قسمیں کی جاتی ہیں: حدیثِ صحیح اور حدیثِ ضعیف، پانچویں قیاس، جب کوئی اور دلیل موجود نہ ہوتو امام صاحب قیاس سے کام لیتے ہیں، ویسے امام احمدؒ کا اپنا مزاج یہ ہے کہ جس مسئلہ میں نص یا سلف کا کوئی قول موجود نہ ہو، اس میں اظہار رائے سے گریز کرتے ہیں۔(۱)

امام احمدؒ کی علمی یادگار آپ کی مسند ہے، جو اہل سنت کی احادیث کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے اور جس میں (۲۸۱۹۹) احادیث جمع کی گئی ہیں، شیخ احمد محمد شاکر نے ان احادیث کی درجہ بندی کا کام شروع کیا تھا اوراس کی تخریج اور فہرست سازی کی بھی عظیم الشان خدمت شروع کی تھی، لیکن افسوس کہ حضرت ابوسعید خدری ﷺ کی سند تک ہی یہ کام ہوسکا اور یہی کام ۲۲/ جلدوں پر مشتمل ہے، جس میں (۱۱۵۵۴) حدیثیں آگئی ہیں، حال ہی میں ''بيت الأفكار الدولية'' نے پوری مسند کوایک جلد میں، اور ایک جلد میں کتاب کی کمپیوٹرائزڈ فہارس کوشائع کردیا ہے، جس کے ذریعہ حدیث کوتلاش کرنا آسان ہوگیا ہے، اس نسخہ میں ناشرین نے تصحیح اور مسند میں حدیث کے اطراف کی نشاندہی کا بڑا اہتمام کیا ہے، مسند کے سلسلہ میں ایک خدمت داعیٔ اسلام حسن البنا شہیدؒ کے والد ماجد شیخ احمد البنا کا بھی ہے، جنھوں نے مسند کی احادیث کوفقہی ابواب کی ترتیب پر جمع کیا ہے اوراس کی مختصر شرح کی ہے، یہ ''الفتح الرباني على مسند الإمام أحمد الشيباني'' کے نام سے ۲۴/جلدوں میں طبع ہوچکی ہے، اس کتاب نے فقہی نقطۂ نظر سے مسند احمد کی احادیث کی تلاش کو بہت آسان کردیا ہے، فجزاهم الله خير الجزاء.

امام احمدؒ اپنے ورع وتقویٰ کی وجہ سے اظہارِ رائے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے؛ اسی لئے بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ مختلف اوقات میں جوحدیث علم میں آتی، اس کے مطابق فتویٰ دیتے؛ اسی لئے آپ کے یہاں بہت سے مسائل میں سکوت اور بہت سے مسائل میں ایک سے زیادہ بلکہ متضاد رائیں ملتی ہیں، اسی احتیاط کی وجہ سے آپ کو اپنے فتاویٰ کا جمع کرنا پسند نہیں تھا، اس لئے آپ کے علوم آپ کے شاگردوں کے ذریعہ شائع ہوئے، جن میں آپ کے دونوں صاحبزادے صالح بن احمد، عبداللہ بن احمدؒ کا نام سرفہرست ہے، ان کے علاوہ احمد بن محمد ابوبکر اثرمؒ، عبدالملک میمونیؒ اور ابوبکر مروزیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، پھر ابوبکر مروزیؒ کے ایک لائق شاگرد احمد بن محمد

---

(۱) دیکھئے: اعلام الموقعین: ۱/۲۹-۳۳

بن ہارون ابوبکر خلالؒ آئے، جنھوں نے ابوبکر مروزیؒ کی تا حیات صحبت اختیار کی اور ان کے ذریعے امام احمد کے فتاویٰ کو "الجامع الکبیر" کے نام سے جمع فرمایا، یہی کتاب فقہ حنبلی کے لئے اساس و بنیاد ہے۔

اہل سنت کے ائمہ میں امام احمدؒ کے متبعین کی تعداد ہمیشہ کم رہی ہے، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اس فقہ میں کوئی خامی یا کمی تھی، بلکہ ایک تو امام احمدؒ کا دور ائمۂ اربعہ میں سب سے آخر کا ہے، اس سے پہلے دوسرے فقہاء مجتہدین کی فقہ مقبول و مروج ہو چکی تھی، دوسرے جیسے سلاطین کی نصرت و حمایت فقہ حنفی کو یا مغرب میں فقہ مالکی کو یا ایوبیوں کے عہد میں فقہ شافعی کو حاصل تھی، شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ (متوفی: ۱۲۰۶ھ) سے پہلے تک فقہ حنبلی کو یہ توجہ حاصل نہیں ہو سکی، خلیج میں شیخ نجدی کی تحریک کے کامیاب ہونے کے بعد سعودی عرب میں حکومت نے فقہ حنبلی کو اپنا قانون قرار دیا اور اس وقت وہاں کے شرعی محاکم میں اسی فقہ کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں، چنانچہ اس وقت سعودی عرب، کویت، عرب امارات اور دوسری خلیجی ریاستوں میں زیادہ تر اسی فقہ پر عمل ہے۔

فقہ حنبلی کی اہم مطبوعہ کتابوں کے نام اس طرح ہیں :

مختصر خرقی — ابوالقاسم عمر بن حسین خرقیؒ — (متوفی: ۳۳۴ھ)

فقہ حنبلی میں یہ کتاب متن کا درجہ رکھتی ہے اور بعد میں فقہ حنبلی پر جو کام ہوا ہے، وہ زیادہ تر اسی کتاب کے گرد گھومتا ہے۔

کتاب الروایتین والوجهین — قاضی ابویعلیٰ محمد حسن بن فراءؒ — (متوفی: ۴۵۸ھ)

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس کتاب میں قاضی ابویعلیٰؒ نے امام احمدؒ سے منقول مختلف اقوال کے درمیان ترجیح و تطبیق کی خدمت انجام دی ہے۔

الکافی — موفق الدین ابن قدامہؒ — (متوفی: ۶۲۰ھ)

المقنع — موفق الدین ابن قدامہ مقدسیؒ — (متوفی: ۶۲۰ھ)

المغنی — موفق الدین ابن قدامہ مقدسیؒ — (متوفی: ۶۲۰ھ)

یہ مختصر خرقی کی سب سے مبسوط شرح ہے اور نہ صرف فقہ حنبلی بلکہ فقہ اسلامی کی چند منتخب ترین کتابوں میں ایک ہے، جس میں نصوص و آثار اور سلف کی آراء اور ان کے دلائل، تفصیل اور انصاف کے ساتھ نقل کئے گئے ہیں۔

العمدة — موفق الدین ابن قدامہ مقدسیؒ — (متوفی: ۶۲۰ھ)

المحرر — مجد الدین ابوالبرکات عبدالسلامؒ — (متوفی: ۶۵۲ھ)

الشافی (معروف: الشرح الکبیر) — عبدالرحمٰن بن امام ابی عمر مقدسیؒ — (متوفی: ۶۸۲ھ)

مجموعة فتاویٰ — شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ — (متوفی: ۷۲۸ھ)

اس مجموعہ میں علامہ ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ کے علاوہ ان کی دوسری تحریریں بھی شامل ہیں اور مجموعی طور پر ۳۵/ جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔

الفروع	شمس الدین ابن مفلح حنبلیؒ	(متوفی:۷۶۳ھ)
تصحیح الفروع	علاء الدین سعدی مرداویؒ	(متوفی:۸۸۵ھ)
الإنصاف فی معرفه الراجح من الخلاف	علاء الدین علی بن سلیمان سعدی مرداویؒ	(متوفی:۸۸۵ھ)
الإقناع	موسیٰ بن احمد مقدسیؒ	(متوفی:۹۶۸ھ)
منتهی الارادات فی جمع المقنع مع التنقیح والزیادات	تقی الدین بن نجارؒ	(متوفی:۹۷۲ھ)
کشاف القناع عن متن الإقناع	منصور بن یونس بہوتیؒ	(متوفی:۱۰۵۱ھ)
شرح منتهی الارادات	منصور بن یونس بہوتیؒ	(متوفی:۱۰۵۱ھ)

ویسے متاخرین حنابلہ کے یہاں الانصاف، الاقناع اور منتہی الارادات فقہ حنبلی کی نقل وترجیح میں زیادہ مستند سمجھی گئی ہیں۔

ادبِ قضاء کے موضوع پر اہم کتابیں

بعض موضوعات کی اہمیت کی وجہ سے فقہاء نے اس پر مستقل طور سے قلم اُٹھایا ہے اور ان تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے، ان میں سب سے اہم موضوع قضاء کا ہے، قضاء کے موضوع پر ہر دور میں کام ہوا ہے اور قضاۃ نے اپنے تجربات کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کی کوشش کی ہے، اس سلسلہ میں اہم کتابیں ذکر کی جاتی ہیں :

أدب القاضی	امام ابوبکر خصافؒ	(متوفی:۲۶۱ھ)

یہ قضاء کے موضوع پر سب سے جامع ترین کتاب سمجھی جاتی ہے، جو ۱۲۰؍ابواب پر مشتمل ہے اور صدر شہید کی شرح کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

أدب القاضی	ابوالعباس احمد طبری معروف با بن القاصؒ	(م:۳۳۵ھ)
أدب القاضی	قاضی ابوالحسن ماوردی شافعیؒ	(م:۴۵۰ھ)
روضة القضاة وطریق النجاة	ابوالقاسم علی سمنانیؒ	(م:۴۹۹ھ)
أدب القضاء	علامہ شہاب الدین ابن ابی الدم حموی شافعیؒ	(م:۲۴۶ھ)
الطرق الحکمیه فی السیاسة الشرعیة	ابن قیم جوزیؒ	(م:۷۵۱ھ)
تبصرة الحکام فی اصول الأقضیه ومناهج الأحکام	ابن فرحون مالکیؒ	(م:۷۹۹ھ)
جواهر العقود ومعین القضاة والموقعین والشهود	شمس الدین سیوطیؒ	(م:۸۱۰ھ)
لسان الحکام فی معرفة الاحکام	ابن شحنہ حنفیؒ	(م:۸۸۲ھ)
معین الحکام فی مایتردد بین الخصمین من الأحکام	علاء الدین طرابلسی حنفیؒ	(م:۸۴۴ھ)

صنوان القضاء وعنوان الافتاء	قاضی عماد الدین اشفور قانیؒ	(م:۴۸۶ھ)
	بہ تحقیق : قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ	(م:۱۴۲۲ھ)

اُصولِ افتاء پر اہم کتابیں

قضاء کی طرح اُصولِ افتاء پر بھی اہل علم نے بحث کی ہے، عام طور پر اُصولِ فقہ کی کتابوں میں اور بعض مصنفین کے نزدیک کتب فقہ میں بھی افتاء واستفتاء کے آداب ذکر کئے گئے ہیں، لیکن بعض مؤلفین نے مستقل طور پر اُصولِ افتاء کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اس سلسلہ میں درجہ ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں :

ادب المفتی والمستفتی	علامہ ابن صلاح شہرزوریؒ	(م:۶۴۳ھ)
مقدمہ شرح مہذب	امام ابوزکریا نوویؒ	(م:۶۷۶ھ)
الاحکام فی تمییز الفتاویٰ عن الاحکام	علامہ شہاب الدین قرافیؒ	(م:۶۸۴ھ)

یہ بڑی اہم کتاب ہے، جس کا تعلق قضاء اور افتاء دونوں سے ہے اور جس میں ائمہ وقضاۃ کے تصرفات کی حدود کو واضح کیا گیا ہے۔

صفة الفتویٰ والمفتی والمستفتی	احمد بن حمدان حرانی حنبلیؒ	(م:۶۹۵ھ)
إعلام الموقعین	ابن قیم جوزیؒ	(م:۷۵۱ھ)

یہ ذخیرۂ فقہ کی نہایت اہم تالیف ہے، جس میں منصبِ افتاء کی اہمیت، امام احمدؒ کے اُصولِ افتاء، تغیر احوال کی وجہ سے تغیر احکام اور بہت سے احکام جو افتاء اور ایک درجہ میں قضاء سے متعلق ہیں، پر بحث کی گئی ہے۔

شرح عقود رسم المفتی	علامہ ابن عابدین شامیؒ	(م:۱۲۵۲ھ)
الفتویٰ فی الاسلام	علامہ محمد جمال الدین قاسمیؒ	(م:۱۳۳۳ھ)
الفقیہ والمتفقہ	حافظ خطیب بغدادی	(م:۴۶۳ھ)
الفتیا ومناهج الافتاء	شمس الدین محمود اصفہانی	(م:۷۴۹ھ)
منار اهل الفتوی وقواعد الافتاء بالاقوی	علامہ لقانی مالکی	

محکمۂ احتساب پر کتابیں

اسلامی حکومت میں شعبۂ قضاء کے علاوہ لاقانونیت کو روکنے اور لوگوں کو اشرار کی ظلم وزیادتی سے بچانے، نیز حکومت کی طرف سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے ایک شعبہ ''احتساب'' یا ''حسبہ'' کا بھی رکھا گیا ہے، اس شعبہ کی اہمیت کی وجہ سے اس موضوع پر بھی مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت اور اس کے طریقے اور محتسب کے دائرۂ اختیار پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس سلسلہ میں جو تالیفات ملتی ہیں، ان میں سے چند اہم اور دستیاب کتابیں یہ ہیں :

نهاية الرتبه فی طلب الحسبة	عبدالرحمٰن بن نصر شیزریؒ	(م:۵۸۹ھ)
الحسبة فی الإسلام	شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہؒ	(م:۷۲۸ھ)
معالم القربة فی احکام الحسبة	محمد بن محمد قرشیؒ معروف بہ ابن الاخوۃ	(م:۷۲۹ھ)
معید النعم و عبید النقم	تاج الدین عبدالوہاب سبکیؒ	(م:۷۷۱ھ)
آداب الحسبة	ابوعبداللہ محمد بن احمد سقطیؒ	

نظامِ حکومت پر اہم فقہی کتابیں

یہ بات ظاہر ہے کہ اسلامی شریعت ایک ہمہ گیر اور جامع شریعت ہے، اور اس نے انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی تمام پہلوؤں کے بارے میں انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے، چنانچہ نظامِ حکومت اور تدبیر مملکت کے بارے میں بھی شریعتِ اسلامی کی پوری رہنمائی موجود ہے، یہ چوں کہ ایک اہم موضوع ہے اور سماج کا صلاح وفساد بڑی حد تک حکومت کے نظام اور حکمرانوں کے رویہ سے متعلق ہوتا ہے، اس لئے فقہاء نے اس موضوع پر بھی مستقل طور پر قلم اُٹھایا ہے، اس سلسلہ کی چند اہم مطبوعہ کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے :

سلوک المالک فی تدبیر الممالک	شہاب الدین احمد ابن ابی الربیعؒ	(م:۲۷۲ھ)
الاحکام السلطانیه و الولایات الدینیه	قاضی ابوالحسن علی ماوردیؒ	(م:۴۵۰ھ)

یہ ماوردی کا خاص موضوع تھا، کہ حکمرانوں کے حقوق اور ان کے فرائض کیا ہیں؟ اور اس موضوع پر ان کی متعدد تالیفات ہیں، جن میں بعض عرصہ پہلے طبع ہو چکی ہیں اور بعض ماضی قریب میں منظر عام پر آئی ہیں۔

کتاب قوانین الوزاره	قاضی ابوالحسن علی ماوردیؒ	(م:۴۵۰ھ)
نصیحة الملوک	قاضی ابوالحسن علی ماوردیؒ	(م:۴۵۰ھ)

لیکن ماوردی کی طرف اس کتاب کی نسبت کے سلسلہ میں اہل علم کے یہاں اختلاف رائے پایا جاتا ہے

تسہیل النظر وتعجیل الظفر فی اخلاق المَلِک وسیاسیة المُلک	قاضی ابوالحسن علی ماوردیؒ	(م:۴۵۰ھ)
الاحکام السلطانیه	قاضی ابویعلی محمد بن حسین فراءؒ	(م:۴۵۸ھ)
غیاث الأمم فی التیاث الظلم	امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک جوینی	(م:۴۷۸ھ)

یہ اس موضوع پر نہایت اہم کتاب سمجھی جاتی ہے جو ''غیاثی'' اور ''نظامی'' سے بھی مشہور ہے۔

سراج الملوک	ابن ابی رندقہ طرطوشیؒ مالکی	(م:۵۲۰ھ)
المنهج المسلوک فی سیاسة الملوک	عبدالرحمٰن شیزریؒ	(م:۵۸۹ھ)
تحریر الأحکام فی تدبیر اهل الاسلام	علامہ بدرالدین بن جماعةؒ	(م:۷۳۳ھ)

مالیاتی نظام سے متعلق اہم کتب

بعض فقہی کتابیں اسلام کے مالیاتی نظام یا اس کے کسی خاص پہلو سے متعلق ہیں، اس سلسلہ میں چند اہم کتابوں کے نام اس طرح ہیں :

کتاب الخراج	امام ابو یوسفؒ	(م:۱۸۲ھ)

آپ نے یہ کتاب خلیفہ ہارون الرشید کی خواہش پر تالیف فرمائی تھی، جو اپنے موضوع پر ایک انسائیکلو پیڈیا کا درجہ رکھتی ہے۔

کتاب الکسب	امام محمد بن حسن شیبانیؒ	(م:۱۸۹ھ)

یہ امام محمدؒ کی نہایت اہم تالیف ہے، جس میں کسب معاش کی فضیلت اور کسب معاش کی صورتیں —— اجارہ، تجارت، زراعت اور صنعت —— کا تفصیلی ذکر ہے، اصل کتاب مفقود ہے، امام صاحبؒ کے شاگرد محمد بن سماعہؒ نے ''الاکتساب فی الرزق المستطاب'' کے نام سے اس کی تلخیص مرتب کی تھی، جو ۱۴۰۶ھ میں محمود ارنوس کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ طبع ہوئی ہے، اس تلخیص سے اس کتاب کی عظمت شان کا اندازہ ہوتا ہے، واقعہ ہے کہ امام محمدؒ کی یہ کتاب اسلامی اقتصادیات کے لئے بنیاد واساس کی حیثیت رکھتی ہے۔

کتاب الخراج	یحییٰ بن آدم قرشیؒ	(م:۲۰۳ھ)
کتاب الأموال	ابو عبید قاسم بن سلامؒ	(م:۲۲۴ھ)
کتاب الأموال	حمید بن زنجویہؒ	(م:۲۵۱ھ)
الخراج وصناعة الکتابة	قدامہ بن جعفرؒ	(م:۳۲۸ھ)
کتاب الاموال	ابو جعفر احمد بن نصر داؤدیؒ	(م:۴۰۲ھ)

خاص موضوعات پر کتابیں

اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر فقہی تالیفات ملتی ہیں، بین ملکی قوانین اور بین قومی تعلقات پر امام محمدؒ (متوفی:۱۸۹ھ) کی ''کتاب السیر الکبیر'' اور علامہ ابن قیم جوزیؒ (متوفی:۷۵۱ھ) کی ''احکام اھل الذمہ'' نہایت اہم کتابیں ہیں؛ بلکہ امام محمدؒ کی اول الذکر کتاب کو نہ صرف فقہ اسلامی میں؛ بلکہ مطلق قانون بین الممالک کے موضوع پر پہلی کتاب تصور کیا جاتا ہے، مستشرقین نے بھی اس کتاب کا اعتراف کیا ہے —— اوقاف کے موضوع پر ہلال بن یحییٰ بصریؒ (م:۲۴۵ھ) کی ''کتاب احکام الوقف'' امام ابو بکر خصافؒ (متوفی:۲۶۱ھ) کی ''احکام الاوقاف'' اور برہان الدین طرابلسیؒ (متوفی:۹۲۲ھ) کے قلم سے کتاب کی تلخیص ''کتاب الاسعاف فی احکام الاوقاف'' اہم کتابیں ہیں اور یہ بھی فقہاء احناف کے قلم سے ہیں۔

اسی طرح نومولود اور نابالغ سے متعلق فقہی احکام پر حافظ ابن قیم جوزیؒ کی ''تحفة المودود فی احکام المولود'' اور محمد بن استروشنیؒ (متوفی:۶۳۲ھ) کی ''جامع احکام الصغار'' اہم کتابیں ہیں اور طبع ہو چکی ہیں، اسی طرح ضمان وتاوان کے موضوع پر ابو محمد

غانم بغدادیؒ (متوفی: ۱۰۳۰ھ) کی تالیف "مجمع الضمانات فی مذهب الامام اعظم ابی حنیفه النعمان" بہت جامع کتاب ہے اور حال میں طبع ہوئی ہے۔

اختلافِ فقہاء پر کتابیں :

کچھ اہل علم وہ ہیں جنھوں نے فقہاء مجتہدین کی آراء کو نقل کرنے یا آراء کے ساتھ ان کے دلائل پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے، بجا طور پر امام محمد بن حسن شیبانیؒ (متوفی: ۱۸۹ھ) کی "کتاب الحجه علی اهل المدینه" اس نوع کی پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے، پھر امام شافعیؒ کی "کتاب الأم" کا نمبر آتا ہے، بعد کو ایسی تالیفات کا رواج ہوا، جس میں زیادہ سے زیادہ فقہاء کے اختلاف کو نقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ان میں سے اہم کتابیں یہ ہیں :

اختلاف الفقهاء	امام محمد بن جریر طبریؒ	(م: ۳۱۰ھ)
الإشراف علی مذاهب العلماء	ابوبکر بن منذر نیساپوریؒ	(م: ۳۱۸ھ)
إختلاف الفقهاء	امام ابوجعفر احمد بن طحاویؒ	(م: ۳۲۱ھ)
الإشراف علی مسائل الخلاف	قاضی عبدالوھاب مالکیؒ	(م: ۴۲۲ھ)
حلية العلماء فی معرفة مذاهب الفقهاء	سیف الدین ابوبکر الشاشی القفال	(م: ۵۰۸ھ)
الإفصاح عن معانی الصحاح	ابوالمظفر یحییٰ بن ہبیرہؒ	(م: ۵۶۰ھ)

اس میں مصنف کا اُسلوب یہ ہے کہ ہر باب میں پہلے متفق علیہ مسائل کو ذکر کرتے ہیں، پھر مختلف فیہ مسائل کو۔

بداية المجتهد و نهاية المقتصد	علامہ محمد بن رشد قرطبیؒ	(م: ۵۹۵ھ)
رحمة الامه فی اختلاف الائمة	ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن دمشقیؒ	
المیزان الکبریٰ	امام عبدالوہاب شعرانیؒ	(م: ۹۷۳ھ)
السیل الجرار	علامہ محمد بن علی شوکانیؒ	(م: ۱۲۵۰ھ)
الفقه علی المذاهب الاربعه	شیخ عبدالرحمٰن الجزیری	(م: ۱۹۴۱ء)
الفقه الاسلامی و أدلته	ڈاکٹر وہبہ زحیلی	(حفظہ اللہ)

یہ ائمہ اربعہ کے نقاطِ نظر اور دلائل پر بہت ہی جامع اور اہم ترین کتاب ہے، جس میں قولِ راجح کو نقل کرنے اور انصاف کے ساتھ سبھوں کے دلائل پیش کرنے کا بہت اہتمام کیا گیا ہے اور تمام ہی سلف صالحین کے احترام کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

الموسوعة الفقهية	علماء کی ایک جماعت کی تالیف، باہتمام وزارتِ اوقاف کویت۔
موسوعة الفقه لجمال عبدالناصر	علماء کی ایک جماعت کی تالیف، باہتمام حکومتِ مصر۔

قواعدِ فقہ

فقہ سے متعلق فنون میں ایک اہم ''فن قواعدِ فقہ'' کا ہے،قواعد،قاعدہ کی جمع ہے،قاعدہ کے معنی اساس و بنیاد کے ہیں،قرآن مجید میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے،(البقرہ:۱۲۷)—— فقہاء کے یہاں یہ لفظ کبھی عام معنی میں استعمال ہوتا ہے،یعنی ان تمام اُمور کے لئے جو اُصولی حیثیت کے حامل ہیں،کبھی مصالح اور حِکَم پر بھی قواعد کا اطلاق کر دیا جاتا ہے،لیکن بتدریج اس نے ایک فن کی صورت اختیار کر لی اور اس کے بعد اُصول،مقاصد اور مصالح سے الگ قواعد کی اصطلاح قائم ہوئی،مختلف اہل علم نے الفاظ کے معمولی تفاوت کے ساتھ الگ الگ تعبیرات میں اس کی تعریف کرنے کی کوشش کی ہے،ڈاکٹر مصطفیٰ احمد زرقاءؒ (جو ماضی قریب کے عظیم فقہاء اور عبقری علماء میں تھے) نے ان تعریفات کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل الفاظ سے قواعد فقہیہ کی تعبیر کی ہے :

اصول فقهية كلية في نصوص موجزة دستورية تتضمن أحكاماً تشريعية عامة في الحوادث التي تدخل تحت موضوعها . (۱)

قواعدِ فقہیہ مختصر اور دستوری الفاظ میں وہ کلی فقہی اُصول ہیں جو اس موضوع کے تحت آنے والے واقعات سے متعلق عمومی قانونی احکام کو شامل ہوں۔

جیسے:اليقين لايزول بالشک (جو بات یقین سے ثابت ہو،محض شک کی وجہ سے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا)،یہ ایک اُصولی بات ہے جو عبادات،معاملات اور قریب قریب تمام ہی ابوابِ فقہ میں آنے والے مختلف مسائل میں اثر انداز ہوتا ہے،اس لئے اسے فقہی قاعدہ کہا جائے گا —— البتہ شیخ زرقاء کی تعریف میں ''کلیۃ'' کا لفظ آیا ہے،اس کے بجائے اگر ''اکثریۃ'' کی تعبیر اختیار کی جاتی تو زیادہ بہتر ہوتا؛ کیوں کہ قواعد ''کلی'' نہیں ہوتے،''اکثری'' ہوتے ہیں،یعنی ہمیشہ ان کا اطلاق نہیں ہوتا،بعض صورتیں مستثنیٰ بھی ہوتی ہیں اور اکثر و بیشتر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔

قواعد سے قریبی تعلق رکھنے والی چند اور اصطلاحات بھی آتی ہیں،جن کا ذکر یہاں مناسب ہوگا :

''قاعدہ'' سے قریبی ایک اور اصطلاح ''ضابطہ'' کی ہے،ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ ''قاعدہ''،(۲) کا تعلق مختلف ابوابِ فقہ سے ہوتا ہے،جیسا کہ اُوپر یقین اور شک کے سلسلہ میں قاعدہ گذرا،یہ قاعدہ طہارت،نماز،روزہ،حج،زکوۃ،نکاح و طلاق وغیرہ مختلف شعبہ ہائے قانون میں برتے جاتے ہیں،''ضابطہ'' کا تعلق کسی ایک فقہی باب سے ہوتا ہے،جیسے :

أيما إهاب دبغ فقد طهر .

جس چمڑے کو دباغت دے دی جائے وہ پاک ہو جائے گا۔

اس کا تعلق طہارت سے ہے،یا جیسے :

---

(۱) المدخل الفقهي العام:۲/۹۴۷

(۲) المدخل الفقهي العام:۲/۹۴۷

المباشر ضامن و ان لم يتعمد .

کسی کام کو براہِ راست انجام دینے والا اس کا ضامن ہوگا، اگر چہ اس نے بالا رادہ نہیں کیا ہو۔

اس کا تعلق جنایات کے باب سے ہے، اس لئے یہ ضابطہ کہلائے گا، قواعد اور اُصول کے درمیان کئی باتوں میں فرق ہے :

۱- اُصولِ فقہ استنباطِ احکام کا ذریعہ ہیں اور قواعدِ فقہ مستنبط کئے جانے والے احکام کو سامنے رکھ کر مرتب کئے جانے والے قضایا۔

۲- اُصول کلی ہوتے ہیں اور قواعد اکثری۔

۳- اُصول کا تعلق زیادہ تر عربی زبان کے قواعد اور طریقۂ استنباط سے ہوتا ہے اور قواعد کا تعلق زیادہ تر شریعت کی مصالح اور حکمتوں سے۔

۴- اُصول کا وجود فروع سے پہلے ہوتا ہے؛ کیوں کہ وہ فروع کے لئے استنباط کا ذریعہ ہوتے ہیں اور قواعد فروع کے بعد وجود میں آتے ہیں؛ کیوں کہ فرع کو سامنے رکھ کر قواعد وضع کئے جاتے ہیں۔

قواعد ہی سے قریبی اصطلاح ''اشباہ ونظائر'' کی ہے، اَشباہ، شبہ (ش پر زیر اور ب پر سکون، نیز ش اور ب پر زبر کے ساتھ) کے معنی مماثل اور مانند کے آتے ہیں اور نظائر نظیر کی جمع ہے، جس کے معنی مماثل اور ہمسر و یکساں کے ہیں، اصطلاح میں ایسے مسائل کو کہتے ہیں، جن پر دو مختلف اصل کو منطبق کیا جاسکتا ہے، مجتہد اجتہاد اور غور وفکر کے ذریعہ متعین کرتا ہے کہ یہ کس اصل سے زیادہ قریب اور اس کے مشابہ ہے؛ مثلاً موزوں پر مسح ایک بار کیا جائے یا تین بار؟ اعضاء وضو میں سے ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ تین بار مسح ہو اور اس لحاظ سے کہ یہ مسح ہے اور تیمم میں ایک ہی بار مسح کیا جاتا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ ایک ہی بار مسح کیا جائے۔

دوسرے اسلامی علوم کی طرح قواعدِ فقہ کا خمیر بھی اصل میں کتاب وسنت سے ہی تیار ہوا ہے، قرآن مجید میں بہت سے احکام فقہی قواعد کی صورت میں وارد ہوئے ہیں، جیسے :

> يريد الله بكم اليسر و لا يريد بكم العسر . (البقرہ:۱۸۴)
>
> اللہ تعالیٰ تم سے آسانی چاہتے ہیں، تم سے دُشواری نہیں چاہتے۔

اسی سے فقہاء نے ''المشقة تجلب التيسير'' کا قاعدہ لیا ہے۔

> فمن اضطر غير باغ و لا عاد فلا ألم عليه . (البقرہ:۱۷۳)
>
> لیکن (اس میں بھی) جو شخص مضطر ہو جائے اور نہ بے حکمی کرنے والا ہو، اور نہ حد سے نکل جانے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

اسی سے مشہور قاعدہ کہ ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیزیں بھی جواز کے دائرہ میں آجاتی ہیں؛ ''الضرورات تبيح المحظورات'' ماخوذ ہے۔

وماجعل عليكم في الدين من حرج . (الحج:۷۸)

اللہ نے تم پر دین میں حرج نہیں رکھا۔

اسی پر فقہی قاعدہ ''الحرج مدفوع'' (تنگی دور کی جائے گی) مبنی ہے۔

ولاتزر وازرة وزر أخرى . (الاسراء:۱۵)

ایک شخص کی غلطی کا بوجھ دوسرے پر نہیں۔

اسی سے یہ بات اخذ کی گئی کہ اصل ذمہ کا بری ہونا ہے، جب تک کہ کسی شخص کا قصور ثابت نہ ہو جائے۔

اس طرح کے اور بھی بہت سے قواعد ہیں، جن کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔

حدیث میں بھی بہت سے قواعد وضوابط ملتے ہیں، بلکہ ایسے قواعد کو جمع کرنا ایک مستقل کام ہے، بطورِ مثال چند قواعد ذکر کئے جاتے ہیں :

إنما الأعمال بالنيات . (۱)

اعمال کی بنیاد نیت پر ہے۔

اسی سے فقہاء نے یہ قاعدہ اخذ کیا کہ کسی بھی معاملہ میں عمل کرنے والے کے مقصد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے ''الأمور بمقاصدها''۔

الخراج بالضمان . (۲)

جو نقصان کا ذمہ دار ہو وہی فائدہ کا حقدار ہے۔

المسلمون على شروطهم . (۳)

مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں۔

البينة على المدعي ، واليمين على المدعى عليه . (۴)

مدعی کے ذمہ ثبوت ہے اور مدعی علیہ کے ذمہ قسم۔

إدرؤا الحدود عن المسلمين ما استطعتم .

جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو حدود سے بچاؤ۔

دَع مايريبك ألى مالا يريبك . (۵)

شبہ کو چھوڑ کر یقین کو اختیار کرو۔

---

(۱) بخاری:۱/۱ (۲) ابوداؤد، حدیث نمبر:۳۵۰۸

(۳) ابوداؤد، حدیث نمبر:۳۵۹۴ (۴) ترمذی:۱۳۴۱/۳

(۵) موسوعة فقه عمر بن الخطاب:۴۳۱

حدیث میں کثرت سے قواعد وضوابط آئے ہیں اور فقہاء نے قواعد کی جو تعبیر کی ہے، وہ بنیادی طور پر قرآن وحدیث ہی سے ماخوذ ہے۔

قرآن وحدیث کے بعد آثارِ صحابہ میں بھی بہت سے ایسے فرمودات ملتے ہیں، جو یقیناً قواعد کہے جاسکتے ہیں، خاص کر حضرت عمر ﷺ کے یہاں، جیسے :

البينة على المدعي واليمين على من أنكر . (١)

ثبوت مدعی کے ذمہ ہوگا اور قسم انکار کرنے والے کے ذمہ۔

ذروا الربا والريبة . (٢)

سود سے بھی بچو اور شبہ سود سے بھی۔

صحابہ کے بعد بھی تابعین وتبع تابعین کے عہد میں اور فقہ اسلامی کی اولین تالیفات میں ایسے اُصولی نظریات ملتے ہیں، جن کو ''قاعدۂ فقہیہ'' سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، اس سلسلہ میں شیخ زرقاء وغیرہ نے خاص طور پر امام ابو یوسفؒ کی تحریروں کا ذکر کیا ہے، چند مثالیں امام ابو یوسفؒ کی ''کتاب الخراج'' سے پیش کی جاتی ہیں :

لايؤخذ شيء من أموالهم إلا بحق يجب عليهم . (٣)

لوگوں کا کوئی مال نہیں لیا جائے گا، سوائے اس کے کہ ان سے کوئی حق متعلق ہو۔

امام ابو یوسفؒ ایک خاص واقعہ کے سلسلہ میں خلیفہ ہارون رشید کے استفسار کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

ان كان هذا النهر قديماً يترك على حاله . (٤)

اگر نہر پرانی ہو تو اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔

لاينبغي لأحد أن يحدث شيئا في طرق المسلمين مما يضره . (٥)

کسی کے لئے درست نہیں کہ مسلمانوں کے راستہ میں ان کو نقصان پہنچانے والا کوئی تصرف کرے۔

امام محمدؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ کے یہاں بھی ایسے فقرے ملتے ہیں، جن کو قواعد فقہ قرار دیا جاسکتا ہے، اس طرح چوتھی صدی ہجری سے پہلے کا دور قواعد کے وجود میں آنے اور اس کی نشو ونکوین کا دور ہے، جس میں اس نے مستقل فن کا پیرہن نہیں پہنا تھا اور جا بجا کتابوں اور عبارتوں کے ذیل میں فقہی قواعد مذکور تھے۔

---

(١) موسوعة فقه عمر بن الخطاب:٦٣١
(٢) كتاب الخراج:١٢٥
(٣) كتاب الخراج
(٤) كتاب الخراج لأبي يوسف :٩٤
(٥) كتاب الخراج :٩٣

چوتھی صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری کے عہد کو اس کے ارتقاء وتدوین کا دور کہا جا سکتا ہے، قواعدِ فقہیہ کی تدوین کے سلسلہ میں ایک واقعہ مشہور ہے، جو ابوطاہر دباسؒ (جو امام ابوالحسن کرخیؒ کے معاصرین میں ہیں) کی طرف منسوب ہے اور اسے علامہ سیوطیؒ اور ابن نجیمؒ نے اپنی اپنی اشباہ میں نقل کیا ہے، (۱) اس واقعہ کی تصدیق مشکل ہے، لیکن فی الجملہ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابوطاہر دباس حنفیؒ نے ایسے سترہ قواعد مرتب کئے تھے، جن پر فقہ حنفی کی جزئیات منطبق ہوتی ہیں، اس طرح انھیں اس فن کی تدوین میں اولیت وسبقت کا شرف حاصل ہے، کہا جاتا ہے کہ ان سترہ قواعد میں یہ پانچ اساسی قواعد بھی شامل تھے :

الأمور بمقاصدها	(اُمور میں مقاصد کا اعتبار ہوگا)
الضرر يزال	(ضرر دور کیا جائے گا)
العادة مُحكَّمة	(عرف وعادت کی حیثیت حکم کی ہوگی)
اليقين لايزول بالشك	(یقین سے ثابت شدہ بات محض شک سے ختم نہیں ہوتی)
المشقة تجلب التيسر . (۲)	(مشقت سہولت کا باعث بنتی ہے)

یہاں سے مستقل فن کے طور پر قواعد فقہ سے متعلق کتابوں کی تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوا، اس سلسلہ میں سب پہلی کتاب جو دستیاب ہے، امام ابوالحسن کرخیؒ (متوفی : ۳۴۰ھ) کی ''اُصول الکرخی'' ہے، جو ۳۷/ قواعد پر مشتمل ہے اور نجم الدین ابوحفصؒ نے اس کی شرح کی ہے، پھر قاضی ابوزید دبوسیؒ (م: ۴۳۰ھ) کی ''تاسیس النظر'' کا نام آتا ہے، جس میں انھوں نے مختلف فقہاء کی آراء کے اختلاف کی بناء واساس کو قواعد فقہ میں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے، اس کے بعد علاء الدین سمرقندیؒ (م: ۵۴۰ھ) کی ''ایضاح القواعد'' کا ذکر آتا ہے، یہ سب کے سب احناف ہیں، اسی لئے مشہور محقق شیخ مصطفیٰ احمد زرقاء نے بجا طور پر حنفیہ کو اس میں سبقت کا حامل قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں :

> ويظهر من تتبع حركة التاليف في القواعد أن فقهاء الشافعية ثم الحنابلة ، ثم المالكية تابعوا الحنفية في ذالك ، ثم انتقلت الى علماء الشيعة ، بهذا الترتيب التاريخي . (۳)
>
> فن قواعد میں تصنیف وتالیف کے ارتقاء پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شوافع، پھر حنابلہ اور اس کے بعد مالکیہ، سبھی اس فن میں حنفیہ کے متبعین ہیں، پھر شیعہ علماء کی طرف یہ فن منتقل ہوا، یہی اس کی تاریخی ترتیب ہے۔

ساتویں صدی ہجری میں محمد بن ابراہیم جاجرمیؒ (م: ۶۱۳ھ)، عزالدین بن عبدالسلام شافعیؒ (م: ۶۶۰ھ) اور محمد بن عبداللہ بکری مالکیؒ (م: ۶۸۵ھ) کی تالیفات ظہور پذیر ہوئیں، آٹھویں صدی ہجری کو قواعدِ فقہ کی تدوین وارتقاء کا زریں دور قرار دیا جاتا ہے، جس

(۱) دیکھئے: اشباہ للسیوطی: ۳۵، اشباہ لابن نجیم: ۱۶ (۲) شرح القواعد الفقهيه: ۳۸

(۳) المدخل الفقهي العام: ۹۵۸/۲

میں ابن وکیل شافعیؒ، تاج الدین سبکیؒ، جمال الدین اسنویؒ، علامہ زرکشیؒ اور علامہ ابن رجب حنبلیؒ جیسے اہل علم نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا، نویں صدی ہجری میں ابن ہائم (م:۸۱۵ھ) کی "القواعد المنظومة" زبیری (م:۸۰۸ھ) کی أسنی المقاصد اور دسویں صدی ہجری میں علامہ سیوطیؒ، ابن نجیم مصریؒ اور ابوالحسن زقاق مالکیؒ کی تالیفات سامنے آئیں اور اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

تیسرا دور جس کو اس فن کی تکمیل اور اس کی پختگی کا دور کہا جاتا ہے، خلافت عثمانیہ ترکی، کے زیرنگرانی "مجلة الأحکام العدلیه" کی ترتیب سے شروع ہوتا ہے، اس مجلّہ کی ترتیب ۱۲۸۶ھ میں مکمل ہوئی، جس میں ایک باب قواعدِ فقہیہ کا رکھا گیا اور اس میں تمام اہم قواعد جمع کئے گئے، پھر مجلّہ کے شارحین نے ان قواعد کی تنقیح و تحقیق کی خدمت انجام دی اور شیخ احمد زرقاء نے مستقل طور پر ان قواعد کی تشریح "شرح القواعد الفقهیه" کے نام سے کی، پھر ان کے صاحبزادہ ڈاکٹر مصطفیٰ احمد زرقاء نے اس کوشش کو اور آگے بڑھایا اور اپنی مایہ ناز تالیف "المدخل الفقهی العام" میں قواعدِ فقہیہ کو خاص طور پر اپنی گفتگو کا موضوع بنایا، ماضی قریب میں جن اہل علم نے اس فن پر خصوصی توجہ دی ہے، ان میں ایک نہایت اہم ترین نام ہندوستانی عالم ڈاکٹر احمد علی ندوی حفظہ اللہ کا بھی ہے، جن کو ابھی چند ماہ پہلے اپنی علمی وفقہی خدمات پر شاہ فیصل ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا ہے۔

چوں کہ قواعدِ فقہ سے شریعت کے مقصد ومنشاء کی وضاحت ہوتی ہے اور اس سے پیش آمدہ مسائل کے بارے میں دین کا مزاج ومذاق معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے اس دور میں اس فن پر نسبتاً زیادہ توجہ دی جارہی ہے؛ کیوں کہ نئے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے میں ان قواعد وکلیات سے جو روشنی حاصل ہوتی ہے، وہ فقہی جزئیات سے حاصل نہیں ہوسکتی۔

اب مختلف دبستانِ فقہ میں اس فن کی اہم تالیفات کا ذکر کیا جاتا ہے :

فقہ حنفی

تاسیس النظر	قاضی ابوزید دبوسیؒ	(م:۴۳۰ھ)
القواعد فی الفروع	علی بن عثمان غزیؒ	(م:۷۹۹ھ)
الأشباه والنظائر	زین الدین ابن نجیم مصریؒ	(م:۹۷۰ھ)

یہ کتاب غالباً زیادہ تر علامہ سیوطیؒ کی اشباہ سے ماخوذ ہے، یہاں تک کہ اکثر مواقع پر عبارتوں میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔

مجلة الأحکام العدلیه	خلافت عثمانیہ ترکی	(م:۱۲۸۶ھ)
الفرائد البهیه فی الفوائد والقواعد الفقهیه	شیخ محمود حمزہؒ، مفتی دمشق	(مطبوعہ:۱۹۲۸ھ)
مجامع الحقائق والقواعد	محمد ابوسعید الخادمیؒ	(بارہویں صدی ہجری کا نصف)

فقہ مالکی

القواعد الفقهیه	قاضی ابوعبداللہ محمد تلمسانیؒ	(م:۷۵۶ھ)

الکلیات الفقهیه — قاضی ابوعبداللہ محمد تلمسانیؒ (م:۷۵۶ھ)

الکلیات الفقهیه — ابوعبداللہ محمد بن غازی المکناسیؒ (م:دسویں صدی کی ابتداء)

المنهج المنتخب إلیٰ اصول المذهب — علی زقاق تجیبی مالکیؒ (م:۹۱۳ھ)

تکمیل المنهج إلی اصول المذهب المبرج — شیخ میارہ فاسیؒ (م:۱۰۷۲ھ)

فقہ شافعی

فقہ شافعی میں اس فن کی پہلی کتاب معین الدین ابن حامد جاجرمیؒ (م:۱۱۳۰ھ) کی ''القواعد فی فروع الشافعية '' ہے، لیکن یہ اب تک مخطوطہ کی صورت میں ہے، اس فن میں فقہ شافعی کی اہم مطبوعہ کتابیں اس طرح ہیں :

قواعد الأحكام فی مصالح الأنام — علامہ عزالدین بن عبدالسلام (م:۶۶۰ھ)

اس کا موضوع قواعدِ فقہ کی فنی حدود سے زیادہ وسیع ہے اور نہایت اہم اور مقبول و معروف تالیفات میں ہے، علامہ سراج الدین بلقینیؒ شافعی (م:۸۰۴ھ) نے ''الفوائد الجام'' کے نام سے اس کی شرح بھی کی ہے۔

الأشباه والنظائر — صدرالدین ابن وکیل شافعیؒ (م:۷۱۶ھ)

المجموع المذهب فی قواعد المذهب — صلاح الدین ابن علاء دمشقیؒ (م:۷۶۱ھ)

الأشباه والنظائر — تاج الدین عبدالوہاب سبکیؒ (م:۷۷۱ھ)

المنثو فی ترتیب القواعد الفقهية — بدرالدین زرکشیؒ (م:۷۹۴ھ)

الأشباه والنظائر — جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (م:۹۱۱ھ)

فقہ حنبلی

فقہ حنبلی میں غالباً اس سلسلہ کی پہلی کتاب نجم الدین طوفیؒ (م:۷۱۰ھ) کی ''القواعد الکبریٰ فی فروع الحنابلۃ'' ہے، لیکن ابھی تک یہ طبع نہیں ہو پائی ہے، مطبوعہ اہم کتابیں اس طرح ہیں :

القواعد النورانية — علامہ ابن تیمیہؒ (م:۷۲۸ھ)

تقرير القواعد وتحرير الفوائد — ابن رجب حنبلیؒ (م:۷۹۵ھ)

القواعد والفوائد الأصولية وما يتعلق بهامن الأحكام الفرعيه — ابوالحسن علاء الدین ابن لحامؒ (م:۸۰۳ھ)

القواعد الكلية والضوابط الفقهية — ابن الہادیؒ (م:۹۰۹ھ)

قواعد مجلة أحكام الشريعة على مذهب الامام أحمد — احمد بن عبداللہ قاری حنفیؒ (م:۱۳۹۵ھ)

عصر حاضر کی کچھ اہم تالیفات

عصر حاضر میں قواعدِ فقہ کے موضوع پر کئی تالیفات منظر عام پر آئی ہیں اوران میں تطبیقی نہج اختیار کیا گیا ہے،اس کی اہمیت اس لئے ہے کہ متقدمین کے یہاں تو قواعد سے استدلال کیا جاتا تھااوران سے استنباط احکام میں مدد لی جاتی تھی،لیکن متاخرین کے یہاں عام طور پر قواعد کی توجیہ اور فقہاء کے مستدلات میں اس کی نظائر وامثال جمع کر دی جاتی ہیں ،لیکن قواعد سے استدلال واستنباط کا رجحان نہیں پیدا کیا جاتا ، موجودہ دور میں اس موضوع پر جو کام کیا گیا ہے،اس میں اس پہلو پر توجہ دی گئی ہے کہ مسائل کے حل میں قواعدِفقہیہ سے مدد لی جائے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ موجودہ دور کی تالیفات میں ایک ہی دبستانِ فقہ میں محدود رہنے کے بجائے مختلف دبستانِ فقہ کو سامنے رکھ کر وسیع تر اُفق میں فقہی قواعد کو جمع کیا گیا ہے،اس سلسلہ میں ڈاکٹر مصطفیٰ زرقاء کی ''المدخل الفقہی العام'' ان کے والد شیخ احمد زرقاء کی ''شرح القواعد الفقہیہ'' اور مولانا علی احمد ندوی کی ''القواعد والضوابط الفقہیہ'' خصوصیت سے قابل ذکر ہیں :

فقہی اصطلاحات پر کتابیں

کسی بھی فن میں اس کی خاص اصطلاحات اور تعبیرات کو نمایاں اہمیت حاصل ہوتی ہے،اصطلاحات کا لفظ میں ترجمہ نہیں کیا جاسکتا؛ کیوں کہ اس کے معنی ومفہوم میں وسعت ہوتی ہے،اسی لئے ایسی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں،جن میں مختلف فنون کی مصطلحات کو جمع کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں علامہ علی بن محمد شریف جرجانیؒ (متوفی : ۸۱۶) اور علامہ عبدالنبیؒ احمد نگری (تالیف : ۱۱۷۳ھ) کی جامع العلوم جو ''دستور العلماء'' کے نام سے معروف ہے،اہم اور مشہور کتابیں ہیں،لیکن خاص طور پر فقہ میں بھی فنی مصطلحات پر مختلف دبستانِ فقہ کے علماء نے قلم اُٹھایا ہے، چنانچہ مذاہب اربعہ کی اس موضوع پر اہم کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے :

فقہ حنفی

طلبة الطلبة　　　نجم الدین ابن حفص نسفیؒ　　　(م:۵۳۷ھ)

یہ کتاب ابوابِ فقہیہ کی ترتیب پر ہے،نہ کہ حروفِ تہجی کی ترتیب پر۔

کتاب المغروب فی ترتیب المعرب　　　ابوالفتح ناصر بن عبدالسید مطرزیؒ　　　(م:۶۱۶ھ)

یہ کتاب حروفِ تہجی کی ترتیب پر ہے،اس لئے استفادہ کے اعتبار سے نسبتاً آسان ہے،اصل کتاب ''المعرب'' ہے،اسی کی تلخیص المغرب کے نام سے ہے،یہی طبع ہوئی ہے۔

الحدود والأحکام　　　علی بن مجد الدینؒ معروف ''بہ مصنفک''　　　(م:۸۷۵ھ)

یہ کتاب بھی ابوابِ فقہیہ کی ترتیب پر ہے اور صرف تعریفات تک محدود نہیں ہے، بلکہ کچھ دوسری ابحاث بھی آ گئی ہیں۔

انیس الفقهاء　　　شیخ قاسم قانویؒ　　　(م:۹۷۸ھ)

یہ کتاب بھی ابواب فقہیہ کی ترتیب پر ہے۔

التعریفات الفقهیه مولانا عمیم الاحسان مجددیؒ

فقہ مالکی

کتاب شرح غریب الفاظ المدونة

یہ علامہ جبیؒ کی تصنیف ہے، جو ۱۴۰۲ھ میں محمد محفوظ کی تحقیق کے ساتھ بیروت سے طبع ہو چکی ہے، مصنف کا نام اور ان کی سن وفات کا پتہ نہیں چلتا ہے، جیسا کہ نام سے واضح ہے فقہ مالکی کی بنیادی کتاب ''المدونۃ'' کے الفاظ کو حل کیا گیا ہے۔

کشف النقاب الحاجب من مصطلح ابن حاجب ابراہیم بن علی بن فرحونؒ (م:۷۹۹ھ)

یہ فقہ مالکی کے مشہور متن مختصر ابن حاجب میں وارد ہونے والی مصطلحات کی تشریح پر مشتمل ہے۔

کتاب الحدود ابوعبداللہ محمد ورغمیؒ (م:۸۰۳ھ)

دلیل السالک فی مصطلحات الامام مالک

فقہ شافعی

الزاهر ابومنصور ازہریؒ (م:۳۷۰ھ)

اس میں مصنف نے مختصر مزنی کی فقہی اصطلاحات اور مفردات پر گفتگو کرتے ہوئے بہت سے مسائل پر قرآن وحدیث اور اُصول واخلاق کی جہت سے بھی کلام کیا ہے۔

حلیة الفقهاء ابوالحسین احمد بن فارس رازیؒ (م:۳۹۵ھ)

اس کتاب میں بھی مختصر مزنی کو ہی اصل بنایا گیا ہے۔

تهذیب الأسماء واللغات امام ابوزکریا نوویؒ (م:۶۷۶ھ)

اسی کتاب میں فقہ شافعی کے چھ اہم متون —— مختصر مزنی، مہذب، تنبیہ، وسط، وجیز، روضۃ —— میں آنے والی اصطلاحات اور مفردات نیز رجال وغیرہ کے تراجم کو حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہے۔

تحریر ألفاظ التنبیه ابوزکریا نوویؒ (م:۶۷۶ھ)

یہ امام ابواسحاق شیرازیؒ (م:۴۷۶ھ) کی کتاب التنبیہ کی فقہی لغات کا حل ہے، اس کتاب کو'' لغة الفقه '' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، کتاب تو کتاب التنبیہ کی ترتیب پر ہے؛ لیکن کتاب کے محقق عبدالغنی الدقر نے کتاب کے اخیر میں حروف تہجی کی ترتیب پر الفاظ کی فہرست ذکر کی ہے۔

المصباح المنیر احمد بن محمد مقریؒ (م:۷۷۰ھ)

اس کتاب میں علامہ رافعیؒ کی الشرح الکبیر جو امام غزالیؒ کی الوجیز کی شرح ہے، کے مفردات اور مصطلحات کو جمع کیا گیا ہے۔

فقہ حنبلی

المطلع علی ابواب المقنع — شمس الدین محمد بن ابوالفتح بعلیؒ — (م:۷۰۹ھ)

یہ کتاب علامہ ابن قدامہ مقدسیؒ کی ''المقنع'' کے مفردات کی تحقیق میں ہے۔

الدر النقی فی شرح الفاظ الخرقی — یوسف بن مبردؒ — (م:۹۰۹ھ)

یہ اصطلاحات فقہیہ کے حل کے اعتبار سے نہایت اہم اور جامع کتابوں میں ہے۔

ماضی قریب میں تمام مذاہب فقہ کی اصطلاحات کو جامع، بعض مفید اور اہم کتابیں منظر عام پر آئی ہیں، جن میں ''معجم المصطلحات الفقهيه'' (تالیف: ڈاکٹر محمد عبدالرحمن عبدالمنعم اور 'القاموس الفقہی' (سعدی حبیب) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

طبقات فقہاء

علماء اسلام نے ہمیشہ سے ہر فن میں طبقات رجال کے موضوع کو خاص اہمیت دی ہے، حدیث کے رجال پر تو بڑی تفصیلی کتابیں موجود ہیں؛ کیوں کہ احادیث کا استناد و اعتبار ان ہی رواۃ پر موقوف ہے، دوسرے فنون میں طبقات پر کم توجہ دی گئی ہے، تاہم یہ موضوع بھی اہل علم کی نگاہ التفات سے خالی نہیں رہا ہے، فقہاء کے طبقات و رجال پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں مختلف مکاتب فقہ کی شخصیتوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے؛ لیکن ان میں سے اب تک غالباً صرف ابواسحاق شیرازیؒ شافعی (م:۴۷۶ھ) کی ''طبقات الفقہاء'' طبع ہو پائی ہے، اس کتاب میں انھوں نے صحابہ و تابعین کے عہد کے فقہاء سے شروع کیا ہے اور شوافع، حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور اصحاب ظواہر کے فقہاء کو ذکر کیا ہے، —— اس کے علاوہ مذاہب اربعہ میں سے ہر ایک کی شخصیات پر مستقل کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔

طبقات احناف

الجواهر المضيئة — محی الدین ابو عبدالقادر قریشیؒ — (م:۷۷۵ھ)

مصنف نے کتاب کے مقدمہ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ، رسول اللہ ﷺ کے اسماءِ مبارکہ اور امام ابوحنیفہؒ کے مناقب ذکر کئے ہیں، پھر حروف تہجی کی ترتیب سے شخصیتوں کا ذکر کیا ہے۔

تاج التراجم — حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغاؒ — (م:۸۷۹ھ)

اس میں ۲۸۶ فقہاء کا ذکر ہے۔

الطبقات السنية — تقی الدین ابن عبدالقادر تمیمی — (م:۱۰۰۵ھ)

اس میں ۲۷۶ فقہاء کا ترجمہ ہے۔

الفوائد البهية — مولانا عبدالحی لکھنویؒ — (م:۱۳۰۴ھ)

یہ دراصل علامہ محمد بن سلیمان رومیؒ (م:۹۹ھ) کی کتاب ''كتاب اعلام الأخيار من فقهاء مذهب نعمان المختار'' کی

تلخیص ہے اوراس پر مصنف کا اضافہ ہے، اس طرح یہ اس موضوع پر بہت ہی جامع کتاب ہے۔

طبقات مالکیہ

ترتیب المدارک وتقریب المسالک — قاضی عیاض بن موسی سبتیؒ — (م:۵۴۴ھ)

الدیباج المذھب فی معرفة أعیان علماء المذھب — برہان الدین ابراہیم بن فرحون مالکیؒ (م:۷۹۹ھ)

اس میں مؤلف نے ۶۳۰ سے زیادہ فقہاء مالکیہ کا ذکر کیا ہے اور مقدمہ میں فقہ مالکی کی ترجیح کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

توشیح الدیباج وحلیة الإبتھاج — بدرالدین قرافیؒ — (م:۹۶۶ھ)

نیل الإبتھاج بتطریز الدیباج — ابوالعباس بابا تنبکتیؒ — (م:۱۰۳۲ھ)

یہ علامہ ابن فرحونؒ کی الدیباج المذہب کا تکملہ ہے اوراسی کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے۔

الیواقیت الثمینة — محمد بشیرازہریؒ — (چودہویں صدی ہجری)

یہ ''نیل الإبتھاج'' کا تکملہ ہے۔

شجرة النور الذکیة — محمد بن محمد مخلوفؒ — (م:۱۳۶۰ھ)

اس میں ۱۸۰۰ تراجم ہیں، جس کی ابتداء رسول اللہ ﷺ سے ہوئی ہے۔

طبقاتِ شافعیہ

کتاب طبقات الفقھاء الشافعیة — ابوعاصم عبادیؒ — (م:۴۵۸ھ)

طبقات الشافعیة الکبری — تاج الدین عبدالوہاب سبکیؒ — (م:۷۷۱ھ)

طبقات الشافعیة — جمال الدین اسنویؒ — (م:۷۷۲ھ)

طبقات الشافعیة — ابوبکر بن احمد دمشقیؒ — (م:۸۹۱ھ)

طبقات الشافعیة — ابوبکر ہدایت اللہ حسینیؒ — (م:۱۰۱۴ھ)

طبقاتِ حنابلہ

طبقات الحنابلة — قاضی ابوحسین محمد ابن فراءؒ — (م:۵۲۷ھ)

الجوھر المنضد — یوسف بن حسن صالحیؒ — (م:۹۰۹ھ)

یہ علامہ ابن رجب حنبلیؒ کی کتاب طبقات کا ذیل اوراس کا تکملہ ہے۔

المنھج الأحمد — ابوالیمن مجیرالدین علیمیؒ — (م:۹۲۸ھ)

النعت الأکمل — کمال الدین غزیؒ — (م:۱۲۱۴ھ)

اس کتاب کو المنهج الأحمد کا تکملہ خیال کیا جاتا ہے، کتاب کے محقق محمد مطیع حافظ نے بعد کے تراجم کا اضافہ کیا ہے اور اس طرح ۱۴۰۰ھ تک کے تراجم آگئے ہیں۔

تاریخ فقہ پر کتابیں

فقہ کا ایک اہم موضوع ''فقہ اسلامی کی تدوین اور اس کی ارتقاء کی تاریخ'' ہے، اس موضوع پر سلف صالحین کے یہاں مستقل تالیفات نہیں ملتی ہیں، البتہ مقدمہ ابن خلدون اور علوم وفنون کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں کے ذیل میں مختصر سی بحث مل جاتی ہے، موجودہ دور میں اس موضوع پر اہل علم نے قلم اُٹھایا ہے اور بڑی اہم کتابیں وجود میں آئیں اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے، چنانچہ چند اہم کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے :

الفکر السامی — محمد حسن ثعالبیؒ — (م:۱۳۷۶ھ)

تاریخ التشریع الاسلامی — محمد بن عفیفی باجوری معروف بہ خضری بکؒ — (م:۱۳۴۵ھ)

یہ اس موضوع پر اساسی کتاب کا درجہ رکھتی ہے، جس میں فقہ اسلامی کی تدوین وارتقاء کو چھ ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔

فقه أهل العراق وحديثه — علامہ محمد زاہد الکوثریؒ — (م:۱۳۷۱ھ)

یہ علامہ زاہد الکوثریؒ کے قلم سے ''نصب الرایہ'' کا مقدمہ ہے، جس میں فقہ حنفی کی تاریخ اور مصادر پر بڑی فاضلانہ گفتگو ہے اور شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کی تعلیق کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔

تاریخ الفقه الاسلامی — ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰؒ

تاریخ الفقه الاسلامی — محمد علی السایس (اشراف)

تاریخ التشریع الاسلامی — ڈاکٹر مناع القطان

ماضی قریب میں اس موضوع پر جو کام ہوا ہے، اس میں یہ کتاب غالباً سب سے زیادہ مفصل اور جامع ہے۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر مصطفیٰ احمد زرقاءؒ نے المدخل الفقہی العام، ڈاکٹر عبدالکریم زیدانؒ نے المدخل لدراسة الشريعة الاسلامیہ اور اس نوعیت کی بعض دیگر کتابوں میں بھی فقہ اسلامی کے ارتقاء پر بہت اچھی بحث آگئی ہے —— افسوس کہ اُردو زبان میں مستقل طور پر اس موضوع پر کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کا ایک مقالہ جو مجلّہ عثمانیہ میں شائع ہوا تھا؛ ''تدوین فقہ'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے اور شیخ خضریؒ بک کی تاریخ کا ترجمہ ہندوستان میں مولانا عبدالسلام ندوی (رفیق دارالمصنفین اعظم گڈھ) اور پاکستان میں مولانا محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ کے قلم سے ہو چکا ہے۔

خالد سیف اللہ رحمانی

○ ○ ○ ○

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الامین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین ۔

علم بالخصوص علم دین ایک ایسا بحرِ ناپیدا کنار ہے کہ صدیاں گذر گئیں، بلکہ ہزاروں سال بیت گئے، اور لاکھوں غواص و تیراک اس کی پنہائی ناپنے اور اس کے اندر سے گہر تلاش کرنے میں برابر لگے رہے اور اب بھی لگے ہیں، مگر ہر اک بہ زبانِ قال یا بہ زبانِ حال یہ کہتے ہوئے دنیا سے رُخصت ہوا کہ: ''معلوم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد'' یعنی: ''وما اُوتیتم من العلم الا قلیلاً'' کی تصدیق کے بغیر چارۂ کار نظر نہیں آیا، اسی کے ساتھ کسی عارف کے مقولہ: ''کم ترک الاول للآخر'' کی صداقت پر بھی عملی شہادتیں ملتی رہیں۔

یہ بھی خدا کی قدرت و حکمت کی عجیب مثال ہے کہ نبی اُمی (فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت نے علم کی جیسی اور جتنی کم و کیف دونوں اعتبار سے خدمت کی؛ بلکہ بہت سے علوم کی موجد بنی، اس کی نظیر نہ سابق اُمتوں میں مل سکتی ہے اور نہ حال میں کسی ملک، جماعت یا گروہ کے اندر پائی جاتی ہے، دینِ خالد سے تعلق و نسبت کا ہی شاید یہ اثر ہے کہ دینی علوم کی ایسی ایسی شاخیں پھوٹیں اور برابر پھوٹ رہی ہیں، جن کی وجہ سے یہ درخت برابر پھلتا، پھولتا اور پھیلتا جا رہا ہے کہ اس کے نمودار ہونے سے پہلے یہ گمان بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ یہ بھی اسی سدابہار درخت ''علم دین'' کی ایک شاخ ہوگی؛ لیکن بعد میں اندازہ ہوا کہ یہ شاخ بھی بڑی ہی شاداب اور بارآور ہے۔

اسی قبیل کی ایک شاخ 'علم فقہ' کی اصطلاحات پر ضروری تشریح پر مشتمل فن کا وجود ہے، جسے اگرچہ غالباً مستقل نام دیا جانا ضروری نہیں سمجھا گیا، یعنی اس کے لئے کوئی خاص اصطلاح مقرر کرنا لازم نہیں سمجھا گیا، لیکن علماء کی اس پر بہترین صلاحیتیں اور ذہانتیں عرصۂ دراز سے صرف ہو رہی ہیں اور یہ شاخ برابر پھل اور پھیل رہی ہے۔

عربی زبان جو دین اسلام کی گویا ''سرکاری زبان'' ہے، میں تو خاصی تعداد میں ایسی چھوٹی بڑی اور مختلف قدر و قیمت کی حامل کتابیں صدیوں سے وجود میں آ رہی ہیں، جن میں اس موضوع پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے، مثلاً سید شریف جرجانیؒ (م:۸۱۶ھ) کی کتاب ''التعریفات''، شیخ محمد اعلیٰ تھانویؒ کی ''کشاف اصطلاحات الفنون'' کا ایک حصہ، قاضی عبدالنبی احمد نگری کی ''دستور العلماء'' اور علامہ ابوحفص نسفی کی ''طلبۃ الطلبۃ فی الاصطلاحات الفقھیہ الحنفیہ''، لیکن اس بارے میں شہرت و وقعت اور مرجعیت کا جو مقام شیخ ناصرالدین ابوالمکارم ابوالفتح الحنفی المطرزی (م:۶۱۶ھ) کی کتاب ''المغرب'' کو حاصل ہوا وہ کسی اور کو نہ ہوسکا، اگرچہ یہ کتاب مختصر ہے، گویا ایک طرح کی ڈکشنری کی حیثیت رکھتی ہے، جس سے تفصیل کے طالب کی تشنگی نہیں بجھتی، تاہم ایک اہم ضرورت پوری کرنے والی کتاب ہے۔

عصر حاضر جسے ''انسائیکلو پیڈیائی عصر'' کہنا شاید بے جانہ ہوگا، میں ہر فن کی طرح فقہ پر بھی دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) کے طرز کا مفید کام ہوا ہے، جن میں موسوعۃ جمال عبدالناصر، —— جو مصر کے ممتاز علماء نے تیار کی اور وہیں شائع بھی ہوئی —— ایک ممتاز مقام رکھتی ہے، لیکن ان سب سے جامع، حاوی اور نافع تر وہ موسوعہ ہوئی جو چند سال قبل عالم اسلام کے مشہور اور ممتاز ترین فاضل علامہ مصطفیٰ احمد الزرقاء کی زیر نگرانی کویت میں مرتب ہو رہی تھی، واقعہ یہ ہے کہ اگر وہ اسی طرز پر مکمل ہو جاتی، جس کا نمونہ کے طور پر شائع ہونے والی چند جلدوں سے اندازہ ہو رہا تھا تو وہ اپنی نوعیت کی منفرد، سب سے مکمل اور دوسری کتابوں سے بے نیاز کرنے والی موسوعہ ہوتی، خدا کرے اس کی تکمیل کی پھر کوئی صورت پیدا ہو، (۱) مگر یہ سارا کام اب تک ''عربی'' ہی میں تھا، اُردو زبان'' جو بجا طور پر اب دینی علوم کے ذخیرہ کے لحاظ سے عربی کے بعد سب سے زیادہ مالا مال ہے'' کا دامن اب تک اس موضوع سے بظاہر خالی تھا، مقام شکر ہے کہ ہمارے عزیز اور نوجوان فاضل دوست مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (فاضل دارالعلوم دیوبند) نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا، —— جو اس سے قبل بھی اپنی متعدد مفید اور قیمتی کتابوں سے اُردو کو مالا مال کر چکے ہیں، —— اور ''قاموس الفقہ'' کے نام سے یہ سلسلہ شروع کیا (جس کی ایک قسط شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے) اور سچ تو یہ ہے کہ اُردو میں اپنے موضوع پر یہ پہلی ہی کتاب اس درجہ کی ہے کہ اگر آخر میں سامنے آتی تو بھی تعجب نہ ہوتا۔

اس کتاب میں جن اُمور کا لحاظ خاص طور سے رکھا گیا ہے، مختصر طور پر انھیں اس طرح بتایا جا سکتا ہے :

- ڈکشنری کے طرز پر (یعنی حروف تہجی کی ترتیب پر) اس کے مضامین مرتب کئے گئے ہیں اور ہر لفظ کے تحت اس کی تشریح کے ساتھ تمام متعلقہ ضروری فقہی احکام ذکر کئے گئے ہیں۔
- ائمہ اربعہ کے مسالک (ان کے اصل ماخذ کے حوالہ سے) ذکر کئے گئے ہیں۔
- اہم الفاظ و اصطلاحات پر گویا پورا مقالہ لکھا گیا ہے، جس میں اس موضوع کے تقریباً تمام گوشے زیر بحث آگئے ہیں اور قاری کے اطمینان کا پورا سامان اس طور پر فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، کہ وہ دوسرے ماٰخذ سے بے نیاز ہو جائے۔
- جہاں تفصیل کی زیادہ ضرورت نہیں سمجھی وہاں مختصر کلام کیا گیا ہے، لیکن نہ اتنا کم کہ مطالب کے فہم میں مخل ہو۔
- اندازہ ہے کہ اوسط تقطیع کی پانچ پانچ سو کی پانچ جلدوں میں یہ کتاب مکمل ہو سکے گی۔

اس کا اعتراف ہے کہ راقم عدیم الفرصتی کی وجہ سے پوری کتاب حرفاً حرفاً نہیں پڑھ سکا، لیکن جا بجا سے متعدد مقامات حرفاً حرفاً دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ کتاب مکمل ہونے کے بعد انشاء اللہ بڑی مفید اور اپنے موضوع پر منفرد ہوگی، جس میں مصنف کی وسعت

(۱) بحمد اللہ یہ موسوعہ ۴۵ جلدوں میں مکمل ہو چکی ہے۔ (رحمانی)

مطالعہ، دقتِ نظر، ذہانت، مسائلِ حاضرہ سے واقفیت اور ان کے حل کی مخلصانہ فکر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ نمایاں ہے، اگر چہ یہ کہنا بھی غلط بلکہ مداہنت ہوگا کہ کتاب کے تمام مندرجات بالکل لائق اتفاق ہیں، کیوں کہ نہ انسانی کوشش ایسی ہوسکتی ہے، نہ کسی انسانی کوشش کے بارے میں ایسا کہنا دیانتاً درست ہوسکتا ہے۔

کتاب میں جا بجا اور بکثرت ایسی علمی بحثیں ملتی ہیں، جنھیں پڑھنے کے بعد بے ساختہ مصنف کے لئے دل سے دُعاءِ خیر نکلتی ہے اور ''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ'' کی صدا، خاص طور پر پہلی جلد میں ''اباحت، اجماع، اجتہاد، اختصاء، اسراف، استحسان اور اسقاط'' کی بحثیں ایسی سیر حاصل، نیز اطراف وجوانب اور بحث کے تمام گوشوں پر اتنی حاوی ہیں کہ اُردو میں کیا عربی میں بھی یکجا ملنا مشکل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دُعاء ہے کہ فاضل عزیز کی مساعی کو قبول فرمائے اور کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر اشاعت کے ذریعہ اسے نفع عام و تام کا ذریعہ بنائے۔ وما ذٰلک علیہ بعزیز۔

سید ابوالحسن علی ندوی

(سابق ناظم: ندوۃ العلماء لکھنؤ و سابق صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ)

○ ○ ○ ○

قاموس الفقہ (جلداول)

اللہ—اجیر

اللہ (جل جلالہ)

انسان نے اپنے خالق و مالک کو دیکھا نہیں ہے، لیکن اس کائنات سے بالاتر اور ماوراء ہستی کا یقین اس کی فطرت میں ودیعت ہے، اس کی زندگی میں جب کوئی خوش کن واقعہ پیش آتا ہے تو اس کی پیشانی میں سجدۂ شکر مچلنے لگتا ہے، اور اس کا جی چاہتا ہے کہ وہ اس اَن دیکھی غیبی ہستی کا شکر ادا کرے، جب اس پر کوئی مصیبت یا آزمائش آتی ہے تو دکھ بھرے وقت میں بے ساختہ اس کا ہاتھ اسی نادیدہ ذات کے سامنے پھیل جاتا ہے، اور اس کی آنکھیں اپنے عجز و نارسائی کے اظہار کے لئے اشک بار ہو جاتی ہیں۔

یہی اَن دیکھی ذات ہے جس کو مذاہب عالم نے خدا کہا ہے، خدا کی محبت، خدا کا خوف اور مصیبت کے وقت خدا کی پناہ حاصل کرنے کا جذبہ فطرت سلیمہ کا ایسا حصہ ہے کہ تاریخ کا کوئی دور اور کائنات کا کوئی خطہ خدا پرستی کے اس فطری جذبہ سے خالی نہیں رہا ہے، اسی جذبہ میں غلو اور مظاہر پرستی کی وجہ سے مشرکانہ عقیدۂ و خیال کی پیدائش ہوتی رہی ہے، ایرانیوں نے ایک سے دو خدا بنائے تھے، یونانیوں اور اس سے متاثر عیسائیوں نے تیسرے خدا کا اضافہ کیا، اور ہندوستان پہنچتے تک خود ساختہ خداؤں کی تعداد تین سے تین کروڑ تک پہنچ گئی، اور آگ، پانی سے لے کر معمولی سے معمولی مخلوق بلکہ انسان کی خود ساختہ مورتیں بھی انسانوں کی مسجود و معبود ٹھہریں۔

خداؤں کی اس فوج کی تیاری یقیناً خلاف واقعہ بات ہے، لیکن اس سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ خدا کو پانے اور اس کو راضی رکھنے کی خواہش انسانی فطرت کا حصہ ہے، اسی لئے ملحدین و منکرین کی تعداد ہمیشہ ''نہیں'' کے برابر رہی ہے، مذہبی صحائف میں شرک، خدا کی نافرمانی اور خدا ناترسی پر تنقیدیں کی گئی ہیں، اور دلائل سے ان کا رد کیا گیا ہے، الحاد و انکار پر رد کے مضامین بہت کم ملتے ہیں، اور اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ دہریت کی تاریخ میں کوئی تسلسل نہیں پایا جاتا، خاص خاص ادوار میں کسی آوارہ فکر سے متاثر ہو کر کچھ لوگوں نے خدا کا انکار کر دیا، لیکن ان کی تعداد ہمیشہ معمولی رہی، پس! خدا کا اقرار، خدا کی محبت، خدا کی خوشنودی کی طلب، خدا کا خوف، خدا کے سامنے جوابدہی کا احساس، خدا کو پوجنے کی تڑپ اور خدا کی غیبی مدد سے لَو لگانے کا جذبہ انسانی فطرت کا حصہ ہے، عجیب نہیں کہ اسی فطرت انسانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن نے کہا ہو کہ انسانی روحوں نے خدا کے سامنے اس کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا: قال الست بربکم قالوا : بلی ۔ (الأعراف: ۱۷۲)

دنیا میں انسان اپنی اس نوائے فطرت پر کس طرح لبیک کہے؟ اور اپنے فراموشیدہ سبق کو کیوں کر یاد کرے؟ اس کے لئے خدا نے ایک طرف انبیاء اور ان کے ذریعہ آسمانی کتابیں بھیجیں اور دوسری طرف کائنات میں اپنے وجود اور توحید کی نشانیوں کو قدم قدم پر بکھیر دیا، ایک طرف کائنات میں نوع بہ نوع مخلوقات کی وجود اس کے خالق کی طرف متوجہ کرتا ہے، تو دوسری طرف نظام کائنات کا باہمی ارتباط اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ رب کائنات ایک ہی ہے نہ کہ متعدد، کہ اگر یہ نظام ایک سے زیادہ منتظمین کے ہاتھ ہوتا تو یقیناً بکھراؤ سے دوچار ہو جاتا، اور کائنات کا سارا نظم و نسق درہم برہم ہو کر رہ جاتا، ان شواہد فطرت کے باوجود خدا کا انکار دراصل فطرت سے بغاوت اور اس کا انکار ہے۔

کیا اسلام کا خدا صرف غضبناک اور قاہر و جابر ہے؟

اسلام اور قرآن کے بارے میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ اس

نے ایک قاہر و جابر اور خوفناک خدا کا تصور پیش کیا ہے، جو ہر وقت جہنم کے خوف سے ڈراتا اور دھمکاتا رہتا ہے، اس کے برخلاف عیسائیت انسان کو ایسے خدا سے روشناس کراتی ہے جو انسان سے محبت کرنے والا، اس پر رحم کھانے والا اور اس کی کوتاہیوں سے درگزر کرنے والا ہے، —— لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہے، اسلام خدا کو ایک رحمٰن و رحیم کی حیثیت سے پیش کرتا ہے، غور کیجئے کہ قرآن کی پہلی سورت "سورۂ فاتحہ" ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد سب سے پہلے اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تمام عالم کا رب ہے، یہ ربوبیت ایسا وصف ہے جس میں ماں کی ممتا سے بھی زیادہ محبت پائی جاتی ہے، جس میں اللہ کی بے پناہ رحمت اور اتھاہ شفقت کا اظہار ہے۔

پھر قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے جن اسماء حسنیٰ اور صفات مبارکہ کا ذکر ہے، ان کو دیکھئے، تو صفات غضب دو چار سے زیادہ نہیں: جبار، قہار، منتقم، مذل، خافض، —— اور خدا کی رحمت، اپنی مخلوق سے محبت اور خطا کاروں سے عفو و درگذر کو ظاہر کرنے والی صفات ان سے بہت زیادہ ہیں، مثلاً چند صفات ملاحظہ ہوں :

الرحمٰن ، الرافع ، الکریم ، التواب ، الرزاق ،
الرحیم ، الباسط ، المجیب ، العفو ، الکافی ،
السلام ، المعز ، الواسع ، الرؤف ، القریب ،
المومن ، العدل ، الودود ، المقسط ، المعطی ،
المھیمن ، اللطیف ، الحبیب ، المغنی ، المنان ،
الغفار ، الحلیم ، الوکیل ، النافع ، الحنان ،
الوہاب ، الغفور ، الوالی ، الصبور ، الکفیل ، الشکور ،
البر ، الرب ، النصیر ، ذوالفضل ، المولیٰ ،

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی شفقت و محبت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا کہ اس کی محبت ستر ماؤں سے بھی بڑھ کر ہے، اب ذرا غور کیجئے کہ ایک تو ماں خود ممتا کی پیکر اور مجسم محبت ہے، پھر ستر کا لفظ کثرت اور بہتات کو ظاہر کرتا ہے، گویا بے شمار ماؤں کے خمیر کو جمع کیا جائے تو خدا کی اپنے بندوں سے محبت اس سے بھی فزوں تر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا کہ جب بندہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس سے قریب ہو جاتا ہوں، اور بندہ جب میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں، (۱) اس میں اللہ تعالیٰ کی کمال شفقت اور غایت محبت والتفات کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے غضب و رحمت میں کیا نسبت ہے؟ اس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حق تعالیٰ کے الفاظ میں ذکر فرمایا ہے، کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے، سبقت رحمتی غضبی، (۲) کائنات کا سارا نظام خدا کی رحمت اور مغفرت کی زندہ شہادت ہے، اس کائنات میں خدا کے فرماں برداروں سے زیادہ نافرمان بستے ہیں، انسانوں کی اس بستی میں احکام خداوندی کی اطاعت کرنے والے کم ہیں، اور سرتاب و سرکش زیادہ ہیں، خدا کے لگائے ہوئے اس گلشن ہستی میں وہ لوگ بھی ہیں جو خدا کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس کا استہزاء اور تمسخر کرتے ہیں، اور خدا پرستوں پر ظلم و جور روا رکھتے ہیں، اللہ اگر ان سے انتقام لے، تو نہ ان کو کھانے کے لئے ایک دانہ میسر آئے، اور نہ پانی کا کوئی قطرہ ان کے حلق کو تر کر سکے، پھر آخرت میں بھی جس عفو و درگذر کا ذکر آسمانی کتابوں میں عموماً آیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ خدا کس قدر وسیع

(۱) صحیح مسلم : باب فی الحض علی التوبة والفرح بھا رقم الحدیث ۲۹۵۲

(۲) مسلم: باب فی سعة رحمة اللہ تعالیٰ وإنھا تغلب غضبه ، رقم الحدیث :۲۹۷۰

القلب اور فراخ دل ہے، وہ بہانۂ انتقام کا نہیں بلکہ بہانۂ مغفرت کا متلاشی ہے، اور اس انسان سے بڑھ کر کوئی حرماں نصیب اور سیاہ بخت ہوسکتا ہے جو ایسے کریم آقا کو بھی راضی نہ کرسکے؟

اللہ تعالیٰ کی صفات رحمت وغضب پر ایک اور پہلو سے بھی غور کرنا چاہئے کہ مذہب بہر حال یہ چاہتا ہے کہ انسان خدا کی مرضیات کے مقابلہ اپنی خواہشات کو قربان کرے، اور نفس کی ہر خواہش پر انسان لبیک نہ کہنے لگے، کسی خلاف طبیعت امر کو انجام دینے یا کسی موافق طبیعت بات کو خواہش کے باوجود ترک کردینے پر آمادہ کرنا مشکل بات ہے، اس کے لئے دو باتوں میں سے کم سے کم ایک کا ہونا ضرور ہے، یا تو حکم دینے والی ذات سے بے پناہ محبت ہو، ایسی محبت کہ اس کا حکم بجالانے میں طبع عصیاں شعار کو لطف آنے لگے، اور اس کی خلاف ورزی نفس پر بوجھ محسوس ہونے لگے، لیکن انسان پر چوں کہ بہیمیت اور شہوت پرستی کا غلبہ ہے، اور وہ بہت آسانی سے خواہشات نفسانی کا اسیر بن جاتا ہے، اس لئے ایسی سلیم طبیعتیں بہت کم ہوتی ہیں جن کو صرف محبت اور شوق حق وراستی پر قائم رکھے، اور صراط مستقیم سے منحرف نہ ہونے دے، انسان کو بھلائی پر قائم رکھنے اور برائی سے روکنے کا دوسرا محرک خوف اور جوابدہی کا احساس ہے، زیادہ تر نفوس کو یہی چیز ہے جو کجروی، ظلم وزیادتی اور لاقانونیت سے باز رکھتی ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں عدالتوں، مجرموں کے لئے قید خانوں اور جرائم پر سزاؤں کی ضرورت نہ ہوتی، لیکن سب جانتے ہیں کہ زیادہ تر لوگوں کو یہ قانونِ جرم وسزا ہی ہے جو ظلم وزیادتی اور خلاف قانون کاموں سے باز رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی صفات غضب اور آخرت میں مواخذہ کا تصور انسان کو جرم سے باز رکھنے میں نہایت موثر ذریعہ ہے، جو خدا کے خوف کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، اس کی مثال عیسائی اقوام ہیں، عیسائیت کی جو موجودہ ترجمانی کی گئی ہے اس میں خدا اتنا بے حس واقع ہوا ہے کہ بڑا سے بڑا جرم اور سخت سے سخت مظالم بھی اسے متحرک نہیں کرتا، اس کے نزدیک نتیجہ اور انجام کے اعتبار سے روشنی اور تاریکی، نیکی اور بدی اور ظلم اور رحم دونوں برابر ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عیسائیوں کے یہاں مذہب ایک کھلونا بن کر رہ گیا ہے، جس میں مجرم کے ہاتھ باندھنے اور قدم تھامنے کی کوئی صلاحیت نہیں ہے، بے حیائی اور بے عفتی کا ایسا طوفان ہے کہ شاید حیوان بھی اسے دیکھ کر شرمسار ہوتے ہوں گے، اس کے جہاں اور بہت سے عوامل ہیں، وہیں اس کا ایک اہم سبب خدا کے خوف اور آخرت کی جوابدہی سے احساس کا ختم ہوجانا بھی ہے، اس لئے امن وامان، معاشرہ کی صلاح وفلاح، جرائم کے سد باب، اور انسانی معاشرہ میں صالح اقدار کی برقراری کے لئے اللہ تعالیٰ کی صفات غضب کا استحضار بہت بڑی ضرورت ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ صفت باری کے اس پہلو کو صرف قرآن مجید نے نمایاں کیا ہو، بلکہ تمام ہی مذاہب میں خدا کی شوکت وجلال، اس کے غضب وانتقام اور اس کی جباریت وقہاریت کا ذکر موجود ہے، اور خاص کر بائبل کے عہد عتیق میں تو کثرت سے ایسے مضامین آئے ہیں، کیوں کہ یہ نہ صرف مطابق واقعہ ہے بلکہ اس کا استحضار انسانی سماج کی اصلاح، خیر پر استقامت اور بدی سے اس کی حفاظت کے لئے ناگزیر ہے۔

اللہ کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کے نام دو طرح کے ہیں، کچھ نام تو وہ ہیں جو خدا تعالیٰ کی بعض صفات، کمالات اور اختیارات کا اظہار کرتے ہیں، مثلاً رازق، خالق، کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے روزی رساں اور خالق ہونے کی صفت معلوم ہوتی ہے، اور بعض نام ایسے ہیں، جو خدا کی ذات کو بتاتے ہیں، گو کہ اس سے بھی فی الجملہ اللہ تعالیٰ کی کوئی

صفت معلوم ہو جاتی ہے، مثلاً اللہ، اکثر علماء و محققین او رممتاز مفسرین کی رائے ہے کہ یہ باری تعالی کا ذاتی نام (علم) ہے۔

عربی قاعدہ کے لحاظ سے لفظ ''اللہ'' جامد ہے، یعنی یہ مستقل لفظ ہے، کسی اور لفظ سے ماخوذ نہیں، یا یہ مشتق ہے؟ اس میں اختلاف ہے، امام رازیؒ کا رجحان اس کے جامد ہونے کی طرف ہے اور اس پر انھوں نے بعض دلائل بھی پیش کئے ہیں، بقول رازیؒ اکثر علماءِ اُصول وفقہاء نیز فقہاء اور خلیل وسیبویہ ائمہ لغت کی یہی رائے ہے، (۱) لیکن عام طور پر مفسرین کا رجحان اس کے مشتق ہونے کی طرف معلوم ہوتا ہے، پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس لفظ کا مادۂ اشتقاق کیا ہے؟ سیبویہ نے خلیل سے نقل کیا ہے کہ اس کی اصل ''الاہ'' ہے، اور سیبویہ ہی کے ایک قول کے مطابق اصل ''لاہ'' ہے، جس کے معنی بلند کے ہیں، گویا اللہ کے معنی بلند اور برتر ذات کے ہوئے، ضحاک سے منقول ہے کہ یہ ''الہ'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ضرورت کے وقت کسی کی پناہ پکڑنے کے ہیں، اللہ کے معنی اس ذات کے ہوئے کہ جس کی طرف مصیبت کے وقت رُجوع کیا جائے، ایک رائے یہ بھی ہے کہ اس کا مادہ اشتقاق ''ولہ'' ہے، جس کے معنی متحیر ہونے کے ہیں، یعنی اللہ تعالی کی ذات والاصفات اتنی اعلیٰ وارفع ہے کہ عقل اس کی معرفت، ادراک اور احاطہ سے عاجز بلکہ اس کے لئے متحیر ہے، بعض حضرات نے کچھ اور باتیں بھی کہیں ہیں۔(۲)

بہرحال اسماء باری تعالی میں یہ سب سے عظیم الشان نام ہے، یہاں تک کہ بعض اہل علم نے اس کو ''اسم اعظم'' قرار دیا ہے، اللہ تعالی کے سوا کسی کو اس نام سے موسوم نہیں کیا گیا، ارشاد باری ہے: ھل تعلم له سميا (مریم :۶۴) کی ایک تفسیر یہی منقول ہے کہ کوئی اور ہے جو اللہ کے نام سے موسوم ہو، اسی لئے اس مبارک نام کا نہ تثنیہ ہے اور نہ جمع۔(۳)

فقہی نقطۂ نظر سے یہاں دو باتیں قابل ذکر ہیں: اول یہ کہ اللہ تعالی کو کن ناموں سے پکارا جاسکتا ہے اور کن سے نہیں؟ دوم یہ کہ اللہ تعالی کے نام سے کسی بندے کو مخاطب کرنا یا ان کے نام رکھنا درست ہے یا نہیں؟

اسماءِ حسنیٰ

اللہ تعالی کو کن ناموں سے پکارا جاسکتا ہے؟ اس سلسلے میں اصل قرآن مجید کا ارشاد ہے :

> وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ اَسْمَاءِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (اعراف:۱۸۰)
>
> اللہ تعالی کے لئے اچھے نام ہیں، تم ان سے اللہ کو پکارو اور اللہ کے ناموں میں کجروی کرنے والوں کو چھوڑ دو، انھیں اپنے عمل کا بدلہ مل کر رہے گا۔

اس آیت میں دو باتیں بتائی گئی ہیں، اول یہ کہ اللہ تعالی کے اچھے نام ہیں، انہی ناموں سے اللہ تعالی کو پکارنا چاہئے۔

دوم یہ کہ اللہ کے ناموں میں کجروی اختیار کرنے سے احتراز کرنا چاہئے، اللہ تعالی کے اچھے نام کیا ہیں، اور کتنے ہیں؟ تو بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے ننانوے نام ہیں، بعض روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ناموں کو شمار بھی کرایا ہے۔

ترمذی، ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ان ننانوے اسماء حسنیٰ کا شمار کرایا گیا ہے، ترمذی میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے

---

(۱) مفاتیح الغیب :۱/۲۰۱

(۲) دیکھئے: تفسیر قرطبی :۱/۱۰۳-۱۰۲

(۳) قرطبی :۱/۱۰۳

مروی ہے، اس روایت میں جن اسماء مبارکہ کا ذکر آیا ہے وہ اس طرح ہیں :

اللہ

الرحمن (بہت رحم کرنے والا)

الرحیم (نہایت مہربان)

الملک (کائنات کا بادشاہ)

القدوس (پاک و بزرگ)

السلام (عیوب و نقائص سے پاک، بندوں کے لئے سلامتی، سلامتی کا ضامن، امن سے سرفراز کرنے والا)

المھیمن (نگہبانی کرنے والا)

العزیز (غالب)

المتکبر (بڑا)

الخالق (پیدا کرنے والا)

الباری (پیدا کرنے والا، نکال کر کھڑا کرنے والا)

المصور (صورت بخشنے والا)

الغفار (بہت معاف کرنے والا)

القھار (بہت عذاب دینے والا)

الوھاب (بہت عطا فرمانے والا)

الرزاق (بہت روزی دینے والا)

الفتاح (بڑا فیصلہ کرنے والا)

العلیم (خوب جاننے والا)

القابض (روزی تنگ کرنے والا)

الباسط (روزی کشادہ کرنے والا)

الخافض (پست کرنے والا)

الرافع (بلند کرنے والا)

المعز (عزت دینے والا)

المذل (ذلت دینے والا)

السمیع (خوب سننے والا)

البصیر (خوب دیکھنے والا)

الحکم (فیصلہ کرنے والا)

العدل (انصاف کرنے والا)

اللطیف (مہربان)

الخبیر (بہت باخبر)

الحلیم (بہت بردبار)

العظیم (بہت بڑا)

الغفور (بہت معاف کرنے والا)

الشکور (بہت قدرداں)

العلی (بہت بلند)

الکبیر (بڑا)

الحفیظ (نگراں)

المقیت (قدرت رکھنے والا)

الحسیب (حساب لینے والا)

الجلیل (بزرگ و برتر)

الکریم (مہربان و شفیق)

الرقیب (نگراں)

المجیب (دعائیں سننے والا)

الواسع (کشادگی کرنے والا)

الحکیم (بہت دانا)

الودود (بہت محبت کرنے والا)

الحسیب (محبت کرنے والا، محبت کئے جانے کے لائق)

الباعث (دوبارہ زندہ کرنے والا)

الشھید	(حاضر وناظر)
الحق	(حق)
الوکیل	(کارساز)
القوی	(بہت طاقت والا)
المتین	(بہت مضبوط)
الولی	(دوست)
الحمید	(قابل تعریف)
المحصی	(قابو میں لانے والا)
المبدی	(شروع کرنے والا، پیدا کرنے والا)
المعید	(لوٹانے والا)
المحی	(زندہ کرنے والا)
الممیت	(موت دینے والا)
القیوم	(جس کی ذات سے کائنات قائم ہے)
الواجد	(مجد وعزت والا)
الواحد	(ایک)
الصمد	(بے نیاز)
القادر	(قدرت والا)
المقتدر	(اقتدار والا)
المقدّم	(آگے کرنے والا)
المؤخّر	(پیچھے کرنے والا)
الاول	(سب سے پہلے)
الآخر	(سب کے بعد تک رہنے والا)
الظاھر	(ظاہر)
الباطن	(پوشیدہ، مخفی)
الوالی	(دوست، نگراں، سرپرست، آقا)

المتعالی	(بلند وبالا)
البر	(احسان کرنے والا)
التواب	(خوب توبہ قبول کرنے والا)
المنتقم	(بدلہ لینے والا)
العفو	(معاف کرنے والا)
الرؤف	(شفیق ومہربان)
مالک الملک	(ملک کا مالک)
ذوالجلال والاکرام	(بزرگی وعزت والا)
المقسط	(انصاف کرنے والا)
الجامع	(سبھوں کو جمع کرنے والا)
الغنی	(بے نیاز)
المغنی	(بے نیاز کرنے والا)
المانع	(روکنے والا)
الضار	(نقصان سے دوچار کرنے والا)
النافع	(نفع پہنچانے والا)
النور	(روشنی)
الھادی	(ہدایت دینے والا)
البدیع	(موجد)
الباقی	(ہمیشہ باقی رہنے والا)
الوارث	(سبھوں کے بعد بھی باقی رہنے والا)
الرشید	(ہدایت دینے والا)
الصبور (۱)	(بردبار)

ابن ماجہ میں بھی ننانوے نام بتائے گئے ہیں، جن میں سے اکثر نام تو وہی ہیں جو ترمذی کی روایت میں مذکور ہوئے، کچھ نام ترمذی سے مختلف ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) ترمذی، حدیث نمبر: ۳۵۰۷

الرب (پروردگار)
الرزاق (بہت روزی دینے والا)
الکافی (دوسری چیزوں سے بے نیاز کرنے والا)
القاهر (عذاب دینے والا)
الصادق (سچا)
الجمیل (خوبصورت)
الفاطر (پیدا کرنے والا)
البرهان (پیدا کرنے والا)
الشدید (سخت)
القریب (نزدیک)
الواقی (بچانے والا)
المنیر (روشنی دینے والا)
الحافظ (حفاظت کرنے والا)
القدیم (ہمیشہ سے رہنے والا)
السامع (سننے والا)
المعطی (دینے والا)
التام (مکمل)
العالم (جاننے والا)
الاحد (اکیلا و یکتا)
الوتر (طاق)

اس کے علاوہ ابن ماجہ کی روایت میں البر کی بجائے ''البار'' کا لفظ آیا ہے، جو اسی کا ہم معنی ہے اور المتین کے ساتھ ''ذوالقوۃ المتین'' کی تعبیر آئی ہے(۱) ——— اسی کا ہم معنی ہے، کتب حدیث میں سے مستدرک حاکم میں بھی ننانوے اسماءِ حسنٰی کا ذکر آیا ہے، ان میں اکثر اسماء تو وہی ہیں جو ترمذی اور ابن ماجہ یا ان میں سے ایک میں منقول ہیں، لیکن چند اسماء حسنٰی اس میں دونوں کتابوں سے مختلف ہیں اور وہ یہ ہیں :

المنان (احسان جتانے والا)
الحنان (شفقت کرنے والا)
الکفیل (کفالت کرنے والا)
المحیط (جو پورے عالم کا احاطہ کئے ہوئے ہے)
الرفیع (بلند)
الشاکر (قدر داں)
الاکرم (بڑا کریم)
القدیر (بہت قدرت والا)
الخلاق (بہت تخلیق کرنے والا)
الفاتح (فیصلہ کرنے والا، حق و باطل کو الگ الگ کرنے والا)
العلام (خوب جاننے والا)
المولی (دوست، سرپرست)
النصیر (خوب مدد کرنے والا)
ذوالطول (فراخی و کشادگی والا)
ذوالمعارج (بلند درجہ والا)
ذوالفضل (فضل والا)
المبین (ظاہر کرنے والا)
الالٰه (معبود)
المدبر (تدبیر کرنے والا)
الفرد (۲) (تنہا و یکتا)

ان روایات کو سامنے رکھنے سے صاف طور پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ننانوے کی تعبیر سے اسماءِ حسنٰی کی کثرت مقصود ہے،

(۱) ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۸۶۱

(۲) مستدرک حاکم، رقم الحدیث: ۴۱-۴۲، ۱/۶۲-۶۳

تحدید مقصود نہیں، اس کے علاوہ متعدد ایسے الفاظ ہیں جن کے اسماء الٰہی ہونے پر اجماع ہو چکا ہے، جیسے صانع، موجود، واجب، قدیم اور علت، متکلمین کثرت سے اللہ تعالیٰ کے لئے ان الفاظ کا استعمال کرتے آئے ہیں، حالاں کہ قرآن وحدیث میں ان کا کوئی ذکر نہیں۔(۱)

کیا اسماءِ الٰہی توقیفی ہیں؟

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں یا نہیں؟ یعنی جو منصوص نام ہیں اور کتاب وسنت میں منقول ہیں، صرف انہی ناموں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاسکتا ہے، یا دوسرے ناموں سے بھی؟ تو ایک گروہ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، جو نام قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے مذکور ہیں، ان کے سوا دوسرے ناموں سے آپ کا ذکر مناسب نہیں، اسی طرف مفسر رازی کا رجحان ہے، امام رازی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں، لیکن صفات توقیفی نہیں ہیں،(۲) —— چنانچہ ہم اللہ تعالیٰ کو ''شافی'' تو کہہ سکتے ہیں طبیب نہیں کہہ سکتے، ''علیم'' کہہ سکتے ہیں ''فقیہ'' نہیں کہہ سکتے، یہی رائے امام غزالیؒ کی ہے، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم میں سے کسی شخص کا لوگ اپنے طور پر نام رکھنے لگیں تو اسے سوءِادب سمجھا جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ درجہ اولیٰ سوءِادب سمجھا جائے گا،(۳) قاضی ابوبکر باقلانی، امام غزالیؒ اور معتزلہ وغیرہ کی رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی نہیں ہیں، پس! یہ ضرور نہیں کہ قرآن وحدیث میں مذکور ناموں کے علاوہ دوسرے ناموں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو موسوم نہ کیا جائے۔

امام الحرمین سے بھی یہی رائے نقل کی گئی ہے اور امام نوویؒ اور امام طیبیؒ کا بھی یہی مسلک ہے، علامہ ابن عربیؒ سے منقول ہے کہ خدا کے ایک ہزار نام ہیں، جب کہ ان کو احساس ہے کہ یہ تعداد بہت ہی کم ہے،(۴) چنانچہ بعض صوفیاء کا خیال ہے کہ اسماء الٰہی بے شمار ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں اس بات کا کوئی واضح اشارہ نہیں ہے کہ کتاب وسنت میں مذکور ناموں کے علاوہ کسی دوسرے نام سے ذاتِ خداوندی کا ذکر نہیں کیا جاسکتا۔

مشہور مفسر علامہ شہاب الدین آلوسی کی رائے بھی یہی ہے کہ اسماء الٰہی میں تحدید نہیں ہے، قرآن وحدیث اور اجماع سے ثابت ہونے والے ناموں کے علاوہ دوسرے ایسے ناموں سے بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاسکتا ہے، جو جنابِ باری تعالیٰ کے شایانِ شان ہوں، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس میں کافی احتیاط اور تحقیق کی ضرورت ہے کہ (نعوذ باللہ) مبادا شانِ خداوندی میں کوئی کوتاہی نہ ہوجائے، راقم الحروف کی بھی یہی رائے ہے کہ گو احتیاط اور بہتر یہی ہے کہ صرف ان ہی ناموں پر اکتفاء کیا جائے جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں یا جن پر اُمت کا اجماع ہے، لیکن دوسرے ایسے نام بھی لئے جاسکتے ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان پوری طرح ملحوظ رکھی جائے، اس لئے کہ دلائل سے اسماء الٰہی کے توقیفی ہونے کا کوئی واضح ثبوت نہیں ملتا۔

جو لوگ اسماءِ الٰہی کو ''توقیفی'' مانتے ہیں وہ آیت مذکورہ کے دوسرے جزو ''یلحدون فی اسمائہ'' کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ ان ناموں سے اللہ تعالیٰ کو نہ پکارا جائے جن کا قرآن وحدیث میں ذکر نہیں، گو وہ معنی کے اعتبار سے صحیح ہوں، مثلاً ''شافی'' کہا جائے، ''طبیب'' نہ کہا جائے، ''کریم'' کہا جائے، ''سخی'' نہ کہا جائے، ''نور'' کہا جائے، ''ابیض'' نہ کہا جائے، ابوالقاسم قشیری اور علامہ آمدی نے اس کی تصریح کی ہے۔

(۱) دیکھئے: روح المعانی: ۹/ ۱۲۵-۹۲

(۲) تفسیر کبیر: ۱/ ۱۹۷

(۳) حوالۂ سابق

(۴) ردالمحتار: ۹/ ۵۶۸

جو لوگ اسماء الٰہی کے ''توقیفی'' قرار دینے سے اتفاق نہیں رکھتے، وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ تم لوگ ان ناموں سے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو، مشرکین کی طرح غیر اللہ کے لئے ان کا استعمال نہ کرو، یا یہ کہ مشرکین جو ان میں سے بعض ناموں کا استہزاء کرتے تھے، ان کی فکر نہ کرو، یہ اچھے نام ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرو، چنانچہ مروی ہے کہ کفار مکہ بطور استہزاء کہا کرتے تھے کہ رحمٰن کیا چیز ہے؟ ہم تو صرف ''یمامہ کے رحمٰن'' کو جانتے ہیں، (مراد مسیلمہ کذاب ہے، جس نے اپنا لقب ''رحمان الیمامہ'' رکھ چھوڑا تھا)، اگر آیت کی یہ تفسیر کی جائے جو زیادہ قرین قیاس ہے اور اپنے تاریخی پس منظر سے مطابقت رکھتی ہے تو اس آیت سے یہ بات ثابت نہیں کی جاسکے گی کہ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں اور دوسرے ناموں سے باری تعالیٰ شانہٗ کو مخاطب نہیں کیا جاسکتا۔ (۱)

نیز حضرت عبداللہ بن عباس ﷜ اور قتادہ کی ایک روایت میں ہے کہ اس (الحاد فی الاسماء) سے کفار مکہ کا یہ طرز عمل مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ترمیم اور اس سے اخذ کر کے بعض بتوں کے نام رکھ دیتے تھے، مثلاً انھوں نے عزیز سے لفظ عزیٰ، منان سے مناۃ اور اللہ سے لات کو اخذ کیا اور اس کے ذریعہ بتوں کے نام رکھ لئے، قرآن کریم نے کہا کہ یہ اسماء الٰہی میں الحاد ہے، کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کو بگاڑنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے دیگر مذاہب اور زبانوں میں استعمال ہونے والے الفاظ کا حکم

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے لئے دیگر مذاہب یا زبانوں میں جو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟ مثلاً خدا، ایشور، بھگوان، گوڈ وغیرہ فارسی، ہندی اور انگریزی کے الفاظ۔

راقم الحروف کی رائے ہے کہ اولاً تو خود ان کی لغات میں ان الفاظ کی تحقیق کی جانی چاہئے کہ ان کا بنیادی اور اصل مفہوم کیا ہے؟ کیا واقعی یہ خدا کی ذاتِ مطلق کو بتاتے ہیں، یا ان ناموں میں ان کے مذہبی تصورات کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے، کیوں کہ اکثر مذہبی اصطلاحات میں ان کے بنیادی افکار کی کچھ نہ کچھ جھلک ضرور ہو جاتی ہے۔

جہاں تک فارسی لفظ ''خدا'' کی بات ہے تو اس کا مفہوم اسلامی تصور کے عین مطابق ہے، خدا کے لغوی معنی ہیں: ''آپ سے آپ آنے والا'' جس کو کسی دوسرے نے پیدا نہ کیا ہو، تقریباً اسی مفہوم کو علماء اسلام ''واجب الوجود'' کے لفظ سے عربی میں ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے بکثرت اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں، اس لئے ظاہر ہے کہ ''خدا'' کے لفظ سے اللہ تعالیٰ کو موسوم اور مخاطب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

خدا کے بارے میں یہ تحریر پہلے ایڈیشن کی ہے، نظر ثانی کے وقت تفسیر رازی سے مراجعت کا موقع ملا تو بعینہٖ یہی بات مل گئی اور اس توافق پر بے ساختہ جذبۂ شکر اُمڈ آیا، امام رازیؒ رقمطراز ہیں:

> **وقولهم بالفارسية " خداى " معناه أنه واجب الوجود لذاته لأن قولنا " خداى " كلمة مركبة من لفظتين في الفارسية إحداهما : خود ، ومعناه ذات الشيء ونفسه وحقيقته والثانية قولنا " آى " ومعناه جاء ، فقولنا " خداى " معناه أنه بنفسه جاء ، وهو إشارة إلى أنه بنفسه وذاته جاء إلى الوجود لا بغيره ، وعلى هذا الوجه فيصير تفسير قولهم " خداى " أنه لذاته كان موجوداً . (۲)**

انگریزی لفظ ''گوڈ'' (God) کے سلسلے میں بھی ظن غالب یہی ہے کہ اس کا استعمال صحیح ہوگا، اس لئے کہ یہ زبان جن قوموں

(۱) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۷/۳۲۸

(۲) تفسیر کبیر: ۱/۱۷۰

کی آغوش میں پروان چڑھی ہے، یعنی عیسائی اور یہودی، ان کے اندر فی الجملہ توحید کا تصور موجود ہے، وہ اپنے شرک کو بھی شرک کہنا اور کہلانا پسند نہیں کرتے۔

رہ گئے ہندی الفاظ، سو اس میں احتیاط برتنے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ اس مذہب کے متبعین نے جس طرح رام جی اور کرشن جی کی تعلیمات کو شرک و بت پرستی سے آلودہ کیا ہے، کچھ عجیب نہیں کہ ان ناموں میں بھی اس کی کوئی جھلک موجود ہو، لیکن اگر تحقیق کے بعد ثابت ہو جائے کہ ان میں بھی اللہ تعالیٰ کا مرتبہ، اس کی ذات وصفات اور توحید کے منافی کوئی بات نہیں ہے تو اس کے ذریعہ بھی اللہ تعالیٰ کو موسوم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء خواہ وہ کسی زبان میں ہوں قابل احترام ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں :

> اللہ تعالیٰ کے اسماء جس زبان میں بھی ہوں قابل تعظیم ہیں، اس لئے کہ ان سب کا مصداق خداوند تعالیٰ ہی کی ذات ہے، کیوں کہ عرب بھی کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کے نام کو غیر عربی زبانوں میں لیتے ہیں، مثلاً فارسی میں خدا، حبشی میں ''واق'' اور فرنگی میں ''کریطردرو'' تم ان ناموں کی تحقیق کرو تو معلوم ہوگا کہ خود ان لغات میں بھی یہ نام تعظیم و احترام ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(۱)

اصل یہ ہے کہ عربی زبان کی فضیلت اور عظمت کے باوجود کوئی بھی زبان اپنی ذات میں غیر اسلامی نہیں، اصل قیمت اور اہمیت الفاظ کی نہیں معنی ومفہوم اور فکر وعقیدہ کی ہے؛ اسی لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو نماز کی حالت میں مجبوری اور عربی سے ناواقفیت کی صورت میں خود قرآن مجید کا بھی ترجمہ پڑھ دینا کافی ہے، (۲) اگرچہ کہ اس پر فتویٰ نہیں ہے۔

خود قرآن مجید ناطق ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں اللہ کا کلام نازل ہوا اور ہر زبان میں دعوت دینے والے رسل اور انبیاء بھیجے گئے، (ابراھیم :۴) اب ظاہر ہے کہ ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا نام انھیں زبان میں لیا گیا ہوگا نہ یہ کہ اصل کتاب تو عبرانی اور سریانی اور کوئی اور زبان میں ہو اور لوگ سمجھتے ہوں اس کو، لیکن نام خداوندی لیا گیا ہو عربی زبان میں۔

بلکہ قرآن مجید نے تو ایک حد تک اس کی تصریح کی ہے کہ خدا کے اسماءِ حسنیٰ کچھ عربی زبان ہی کے ساتھ مختص نہیں ہیں، وہ تو نہ صرف انسانوں کی مختلف زبانوں میں بلکہ مختلف مخلوقات کی زبانوں میں بھی ہیں، چنانچہ ارشاد ہے :

> هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ . (الحشر:۲۴)
>
> وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے، اس کے لئے بہترین نام ہیں، ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کی تسبیح کر رہی ہے۔

ظاہر ہے کہ آسمان اور زمین کے تمام انسانوں، انسان کے علاوہ دوسری عاقل خلقتوں، ان کے علاوہ دیگر حیوانات اور پھر نباتات و جمادات سب کی زبان ایک عربی ہی تو نہ ہوگی اور آخر وہ اپنی اپنی زبان ہی میں اللہ کے اسماءِ حسنیٰ کی تسبیح پڑھتی ہوں گی!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایام جاہلیت میں کفار مکہ لفظ ''اللہ'' ہی سے ذات والا شانہٗ کو موسوم کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دُعائیں ''یا اللہ، یا رحمٰن'' کے الفاظ کہتے تو وہ اعتراض کرتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی دو خداؤں کو پکارتے ہیں

(۱) الیواقیت والجواھر :۷۴

(۲) ھدایہ:۱/۱۰۱

اور خود بھی مشرک ہیں، (نعوذ باللہ) دوسری طرف یہودیوں کو یہ اصرار تھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے رحمٰن ہی کا لفظ بولا جائے، اس لئے وہ کہتے ہیں کہ کیا بات ہے کہ تورات میں تو رحمٰن کا لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے اور قرآن میں اس نام کا ذکر نسبتاً کم ہے، چنانچہ اسی کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔(۱)

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى . (الاسراء:۱۱۰)

آپ ﷺ کہہ دیجئے! اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، سو جس نام سے بھی پکارو (پکار سکتے ہو)، اس کے بہت سے بہتر نام ہیں۔

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی نام سے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ناموزوں نہ ہو، خواہ وہ کسی بھی زبان کا ہو، اللہ تعالیٰ کو اس سے پکارا جاسکتا ہے، دوسری طرف مشرکین عرب اور یہود کا جواب بھی ہوگیا کہ ''اللہ'' اور ''رحمٰن'' ایک ہی ذات منبع الکمالات کے دو نام ہیں، صفات و اسماء کے تعدد سے ذات کا تعدد لازم نہیں کہ یہ چیز توحید کے منافی سمجھی جائے، عنوانات و تعبیرات کے تنوع سے معنون نہیں بدلتا، ہاں یہ ضرور ہے کہ: ''ہر سخن وقتے و ہر نکتہ رامکانے دارد''۔(۲)

عبـاراتـنـا شتـى وحسـنـك واحـد
وكـلٌّ الـى ذاك الـجـمـال يشيـر

(اگرچہ ہماری تعبیرات مختلف ہیں، لیکن ان تمام سے مقصود تمہارے اسی ایک حسن کی تعریف ہے اور ان میں سے ہر تعبیر تمہارے جمال ہی کی طرف اشارہ کرتی ہے)۔

اسماءِ الٰہی سے بندوں کے نام

باری تعالیٰ کے اصل نام یعنی لفظ ''اللہ'' کے ذریعہ کسی اور کا نام نہیں رکھا جاسکتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ایسے صفاتی نام کہ جو صفتیں اللہ ہی کے لئے مخصوص ہوں اور کوئی انسان کسی درجہ میں بھی ان سے متصف نہیں ہوسکتا، ان سے بندوں کو موسوم کرنا درست نہیں، مثلاً: خالق، غفور، علام الغیوب وغیرہ، کہ تخلیق، مغفرت، علم غیب اللہ ہی کی صفات ہیں، ان کا کوئی حصہ انسان میں نہیں پایا جاتا۔

اللہ تعالیٰ کے بعض صفاتی نام ایسے ہیں جو خدا اور بندوں کے درمیان مشترک ہیں، یہ اور بات ہے کہ خدا اور بندوں کے درمیان اس وصف کی تعداد میں کوئی نسبت نہیں، مثلاً علی، کبیر، رحیم وغیرہ، کہ ''علی'' کے معنی بلند کے، ''کبیر'' کے معنی بڑے کے اور ''رحیم'' کے معنی مہربان کے ہیں، بلندی، بڑا پن اور مہربانی کسی نہ کسی درجہ میں انسانوں میں بھی پائی جاتی ہے، یہ اور بات ہے کہ خدا کی بلندی، کبریائی اور مہربانی سے بندوں کو کوئی نسبت نہیں، ایسے الفاظ کے ذریعہ انسانوں کا نام بھی رکھا جاسکتا ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ عبدالرحمٰن کی بجائے رحمٰن اور عبدالغفار کی بجائے غفار بول دیا کرتے ہیں، اگر اس کو غفار اور رحمٰن کہتے ہوئے آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ واقعی وہ رحمٰن اور غفار ہے تو یہ کفر ہوگا اور اگر اس عقیدہ کے بغیر جان بوجھ کر یوں ہی بولا کرے تو مکروہ ہے اور گناہِ شدید ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر کسی کا نام عبدالکریم، عبدالعلی، عبدالرحیم وغیرہ ہو اور اس کی بجائے کریم، رحیم اور علی کے نام سے اس کو پکارا جائے تو کیا حکم ہوگا؟ جب کہ خود اس کا نام بھی کریم، رحیم وغیرہ رکھا جاسکتا تھا۔

تو باوجود تلاش کے فقہ کی متداول کتب میں اس عاجز کو اس سلسلہ میں کوئی تصریح نہیں مل سکی، لیکن اپنا رجحان یہ ہے کہ یہ

(۱) الجامع لاحکام القرآن :۱/۳۴۲

(۲) الفتاوی الھندیہ :۴/۱۱۵

صورت بھی کراہت سے خالی نہیں، اس لئے کہ لفظ ''عبد'' کی نسبت کے ساتھ نام رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ رکھنے والے کے ذہن میں یہاں کریم اور رحیم سے خدا کی ذات مراد ہے، جب ہی تو اس نے عبدالکریم (کریم کا بندہ) نام رکھا ہے، پس جب یہ بات متعین ہوگئی کہ یہاں اصلاً کریم اور رحیم کے لفظ سے ذاتِ خداوندی مراد ہے تو اب ظاہر ہے اس شخص کو اس نام سے موسوم کرنا درست نہ ہوگا، بخلاف اس صورت کے جب کہ ابتداء ہی میں کریم اور رحیم وغیرہ کے الفاظ سے کسی آدمی کو موسوم کیا جائے، کہ یہاں اس لفظ سے شروع ہی سے ذاتِ خداوندی مقصود نہیں، بلکہ وہ خاص آدمی مراد ہے جس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔

اللہ کا نام لینا کب مکروہ ہے؟

○ استنجاء کی حالت میں کسی بھی طرح اللہ کا نام لینا مکروہ ہے، چھینکنے میں الحمدللہ یا اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا، اذان کا جواب دینا، سلام کا جواب دینا اور وہ تمام اذکار جس میں لفظ اللہ آتا ہو، اس حالت میں کہنا مکروہ ہے، اسی طرح خود استنجاء کی دُعاء بیت الخلاء میں جانے سے پہلے پڑھ لینی چاہئے، کوئی ایسا کاغذ یا انگوٹھی یا تعویذ وغیرہ بھی جس میں اللہ لکھا ہوا ہو نہیں لے جانا چاہئے، (۱) اگر دل ہی دل میں پڑھ لے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

○ نماز کا مقصود اللہ کا ذکر ہے، اس لئے دورانِ نماز اگر اللہ تعالیٰ کا نام لے، یا اس کے ساتھ کوئی لفظ ملا کر بولے، جیسے: سبحان اللہ یا اللہ اکبر یا الٰہ الا اللہ، تو اگر مقصود کسی شخص کی بات کا جواب دینا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر صرف اللہ کا ذکر ہی مقصود ہو تو جائز ہے۔(۲)

○ حیض اور نفاس کی حالت میں لفظ اللہ بولنا، یا کوئی ایسی دُعاء کرنا جس میں اللہ کا ذکر ہو، یہاں تک کہ اذان کا جواب دینا بھی درست ہے۔(۳)

○ بیوی سے ہم بستری کے وقت بھی زبان سے لفظ اللہ کہنا مکروہ ہے —— اس عمل سے پہلے سورۂ اخلاص اور بعض دُعائیں منقول ہیں، اسے پڑھنا چاہئے، البتہ امام غزالی نے لکھا ہے کہ جب انزال قریب ہو، اس وقت بھی دل ہی دل میں یہ الفاظ کہے:

الحمد لله الذی خلق من الماء بشراً فجعله نسباً و صهراً. (۴)

تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے، جس نے پانی (منی) سے انسان کو پیدا کیا اور اسے نسبی اور سسرالی خانوادے عطا کئے —— زبان سے اس دُعاء کو بھی ادا نہ کرے۔

اسماءِ الٰہی سے قسم

لفظ ''اللہ'' یا اللہ تعالیٰ کے کسی اور نام سے بھی قسم کھائی جا سکتی ہے اور اس سے قسم ہو جائے گی، اسی طرح اگر اللہ کی صفات سے قسم ہو جاتی ہے، لیکن اگر اللہ کا نام لے کر قسم نہ کھائی جائے، بلکہ کسی دوسرے آدمی وغیرہ کی قسم کھائی جائے تو قسم ہوتی ہی نہیں۔(۵)

بعض تجویدی احکام

اللہ کی ابتداء میں آنے والے ہمزہ کو اگر کھینچ کر پڑھا جائے تو معنی میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ کیا اللہ ہے؟ اسی کو اصطلاح میں استفہام کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے معنی میں غیر معمولی تبدیلی (تغیر فاحش) پیدا ہو جاتی ہے۔

(۱) الفتاویٰ الهندیه :۱/۲۶
(۲) الفتاویٰ الهندیه :۱/۵۲
(۳) الفتاویٰ الهندیه :۱/۳۸
(۴) احیاء العلوم، باب آداب الجماع :۲/۵۰
(۵) الفتاویٰ الهندیه :۲/۵۱

چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے تکبیر تحریمہ میں "آللہ اکبر" کہا تو تحریمہ ہی درست نہیں ہوگا اور نماز ہی شروع نہیں ہوگی اور اگر درمیان نماز کہے تو فاسد ہو جائے گی، (۱) بلکہ بعض فقہاء نے تو اسے باعث کفر قرار دیا ہے، (۲) چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اللہ اکبر کے شروع میں "مد" کفر ہے، (۳) مگر ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ناسمجھی اور جہالت میں اس طرح پڑھ جائے تو گناہ تو ضرور ہوگا لیکن اس کے کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا۔ (۴)

ہمارے زمانہ میں عوام تو کجا خواص کا بھی معمول بن گیا ہے، کہ وہ اذان و نماز وغیرہ میں "اللہ" کی لام کو کھینچ کر پڑھتے ہیں، یہ تجوید و قرأت کی رو سے غلط ہے، البتہ اس کی وجہ سے معنی میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی، شارح مشکوٰۃ ملا علی قاریؒ نے اس کو "لحن خفی" قرار دیا ہے۔

> وبعضها لحن خفي كترك ادغام دال محمد في را رسول الله و مد الف الله والصلوة والفلاح . (۵)
>
> بعض تجویدی غلطیاں لحن خفی ہیں، جیسے محمد ﷺ کی دال کا رسول کی را میں ادغام نہ کرنا اور "اللہ، صلوٰۃ" اور "فلاح کی الف کو کھینچنا۔

البتہ "اللہ" کے "ل" پر مد درست ہے، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

> مد لام الله صواب۔ (۶)
>
> اللہ کی لام کو کھینچنا درست ہے۔

واضح رہے کہ تمام الفاظ جن میں اللہ بھی داخل ہے میں قرأت اور ادائیگی کا جو حکم نماز میں ہے وہی نماز سے باہر عام حالات میں پڑھنے کا بھی ہے، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کے شروع میں آنے والے ہمزہ کو نماز میں کھینچ کر پڑھنا درست نہیں، اسی طرح نماز کے باہر عام تلاوت کے دوران بھی درست نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر پر حمدیہ کلمہ

اللہ تعالیٰ کا ذکر پورے احترام و ادب کے ساتھ کرنا چاہئے، اس لئے کہ مستحب ہے کہ یوں نہ کہا جائے: اللہ نے کہا، بلکہ یوں کہا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، (۷) —— اسی طرح اگر کسی اور شخص کی زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر مبارک سنے تو اس موقع پر بھی حمد و ثناء کا کوئی کلمہ جیسے سبحان اللہ وغیرہ کہا جائے، (۸) —— اگر ایک مجلس میں کئی بار یا مختلف مجلسوں میں اللہ تعالیٰ کا پاک نام سنے تو ہر مجلس میں یا ہر بار کلمۂ ثناء کہنا چاہئے، اگر نہ کہا تو یہ اس کے ذمہ دَین نہیں رہے گا، اس لئے کہ انسان جس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کرے وہ وقت اللہ کی حمد کا ہے اور اس وقت کا بھی حق ہے کہ اس کی زبان حمد باری کے لئے استعمال ہو، کیوں کہ انسان ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے سرفراز ہوتا رہتا ہے، تو اس کا یہ عمل ادا ہی ہوگا نہ کہ قضاء۔ (۹)

○○○○

(۱) کبیری: ۲۵۷

(۲) خلاصة الفتاوی: ۸۳/۱

(۳) فتاوی عالمگیری: ۵۶/۱

(۴) ویکفر لو تعمده ، کبیری: ۲۵۷

(۵) مرقاة المفاتیح: ۴۱۸/۱

(۶) هندیه: ۷۳/۱

(۷) هندیه: ۳۱۵/۵

(۸) فتاوی هندیه: ۳۱۵/۵

(۹) دیکھئے: ردالمحتار: ۲۲۹/۲

احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی میں سے ہے، آپ کا یہ نام خواب کی بنیاد پر والدہ نے رکھا ہے، حدیث میں بھی اس نام کا ذکر ہے،(۱) اور قرآن مجید میں بھی، ـــــ اس کے لغوی معنی ''بہت تعریف کرنے والا'' کے بھی ہیں اور ''بہت قابل تعریف'' کے بھی۔

آپ ﷺ کے نام ''احمد ﷺ'' کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا گیا :

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِيْ إِسْرَائِيلَ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِيْ اسْمُهُ أَحْمَدُ . (الصافات:۶)

وہ وقت یاد کئے جانے کے لائق ہے، جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا: اے بنی اسرائیل ! میں خدا کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں، جن کا نام احمد ﷺ ہوگا۔

احمد ﷺ نام رکھنا

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہ، عبدالرحمٰن سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں،(۲) فقہاء نے اسی فہرست میں ان تمام ناموں کو شمار کیا ہے، جن سے اللہ کی عبدیت اور بندگی کا اظہار ہوتا ہو، مثلاً عبدالکریم، عبدالرحیم وغیرہ۔(۳)

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ شاید یہ ان لوگوں کے لئے ہے، جو اپنے ناموں کے ساتھ لفظ ''عبد'' لگانا چاہتے ہوں، اور آپ نے خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں لوگ مشرکانہ نام عبدشمس وغیرہ رکھا کرتے تھے، ورنہ تو عین ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام محمد ﷺ اور احمد ﷺ کو دوسرے تمام ناموں پر فضیلت حاصل ہو، اور یہ بات کیسے سوچی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نسبتاً کم افضل نام کو پسند کیا ہو!(۴) اگر یہ نام احمد ﷺ اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام میں تبدیلی لائی جاسکتی تھی، جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام بدلے ہیں۔

اس طرح علامہ ابن عابدین شامیؒ کے نزدیک سب سے افضل نام محمد ﷺ، پھر احمد ﷺ، پھر عبداللہ اس کے بعد عبدالرحمٰن ہے اور اس کے بعد دوسرے نام ہیں، عام علماء کے نزدیک سب سے افضل عبداللہ، اس کے بعد عبدالرحمٰن ہے اور ان دونوں کے بعد محمد ﷺ، پھر احمد ﷺ ہے، احمد کے لفظ سے بچوں کا نام رکھنا درست بھی ہے اور بہتر بھی۔

بعض روایتوں کی تحقیق

تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر رکھنے سے متعلق جو روایات بعض کتب حدیث میں نقل کی گئی ہیں، وہ حد درجہ ضعیف اور نامعتبر ہیں۔ مثلاً :

اذا سميتم الولد محمد فاعظموه ووقروه وبجلوه ولا تذلوه ولا تحقروه .

---

(۱) رحمة للعالمين:۱/۴۹، سيرة المصطفى :۱/۶۲، تالیف مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، بحواله الخصائص الكبرى :۱/۳۲

(۲) ابوداؤد، حدیث نمبر:۲۹۵۰

(۳) ردالمحتار:۹/۵۹۷

(۴) ردالمحتار :۹/۵۹۸

جب بچہ کا نام محمد رکھو تو اس کی توقیر اور تعظیم واحترام کرو اور اس کی تحقیر وتذلیل نہ کرو۔

یہ حدیث محققین کے نزدیک موضوع اور بالکل ساقط الاعتبار ہے۔(۱)

یا حضرت انس ﷺ کی روایت "إذا سميتم محمدا فلا تضربوه ولا تحرموه" اہل علم کے نزدیک سند کے اعتبار سے یہ بھی ضعیف ہے،(۲) اسی طرح وہ روایت کہ جس کو تین بچے ہوں اور کسی کا نام محمد نہ رکھے، اس نے جہالت کا ثبوت دیا: من ولد له ثلاثة فلم يسم احدهم محمدا فقد جهل، غایت درجہ ضعیف، بلکہ بعض اہل فن کے نزدیک موضوعات میں ہے،(۳) —— اور کیوں ضعیف نہ ہو کہ خود سیدنا حضرت عمر فاروق ﷺ کے تین صاجزادے ہوئے اور کسی کو "محمد" سے موسوم نہیں فرمایا، یہی حال اس روایت کا ہے، جس میں کہا گیا کہ جو صاحب اولاد بنے اور وہ اس کو از راہ تبرک "محمد" سے موسوم کردے تو وہ اور اس کا وہ بچہ دونوں جنتی ہوں گے۔(۴)

صلوٰۃ وسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کے محسن اعظم ہیں، اسی لئے آپ پر صلاۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا :

يايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما .
(الأحزاب:۵۵)

اے ایمان والو! نبی پر خوب صلاۃ وسلام بھیجو۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر صلاۃ وسلام بھیجنے کے بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں، آپ نے حدیث قدسی نقل فرمائی کہ میری اُمت میں سے جو شخص مجھ پر صلاۃ بھیجے گا، اللہ تعالی اس پر دس بار صلاۃ بھیجیں گے اور جو مجھ پر سلام بھیجے گا، اللہ تعالی اس پر دس بار سلام بھیجیں گے،(۵) —— حضرت انس بن مالک ﷺ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر کی ایک ایک سیڑھی پر چڑھتے جاتے اور آمین کہتے جاتے، صحابہ ﷺ نے آمین کہنے کی وجہ دریافت کی تو ارشاد ہوا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل ؑ آئے، انھوں نے کہا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجے، میں کہا آمین، آگے حضور نے والدین کو پانے اور جنت سے محروم ہونے اور رمضان کو پانے اور مغفرت سے محروم ہونے والوں کا ذکر فرمایا،(۶) —— حضرت حسین ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا، وہ شخص بخیل ہے، جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔(۷)

صلوٰۃ وسلام پر کتابیں

غرض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام کے بڑے فضائل منقول ہیں اور علماء نے اس موضوع پر بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں، چند کے نام اس طرح ہیں :

---

(۱) شوکانی، الفوائد المجموعه :۲۹۰

(۲) جمع الفوائد، حدیث نمبر:۸۱۳۸، بحواله مسند بزار

(۳) سلسلة الاحاديث الضعيفه :۱/۳۳۵، حدیث نمبر:۴۳۷

(۴) ابن جوزی نے تو اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے، لیکن سیوطی نے "اللآلی المصنوعه" :۱/۱۰۶، میں اس کو درجہ "حسن" تک پہنچانے کی سعی کی ہے اور "مکحول" نامی راوی کی طرف سے دفاع کیا ہے، مگر بعض اہل علم کا خیال ہے کہ سیوطی کو غلط فہمی ہوئی ہے، —— ابن جوزی نے دراصل "حامد بن حماد" نامی راوی کی وجہ سے اس روایت پر کلام کیا ہے، جن کا ضعف قریب قریب متفق علیہ ہے، اسی لئے ملا علی قاری نے بھی "تذکرۃ الموضوعات" :۱۰۹، میں اس حدیث کو نامعتبر ہی قرار دیا ہے۔

(۵) فضل الصلاة على النبي لاسماعيل بن اسحاق، حدیث نمبر:۲

(۶) حوالۂ سابق، حدیث نمبر:۱۵

(۷) حوالۂ سابق، حدیث نمبر:۳۳

☆ الاعلام بفضل الصلاة على النبي عليه الصلاة والسلام . (ابوعبداللہ منیری مالکی)
☆ جلاء الأفهام . (ابن قیم حنبلی)
☆ الفجر المنيرى في الصلاة على البشير النذير . (ابوحفص عمرو بن علی فاکہانی مالکی)
☆ فضل التسليم على النبي الكريم . (ابوالقاسم احمد مالکی تونسی)
☆ انوار الآثار المختصة بفضل الصلاة على النبي المختار . (حافظ ابوعباس احمد اندلسی)
☆ دفع النقم في الصلاة على نبي الرحمة . (شہاب بن ابی مجلہ حنفی)
☆ الصلاة والبشر في الصلاة على سيد البشر . (علامہ مجد الدین فیروز آبادی)

ان کے علاوہ اور بھی متعدد کتابیں ہیں، جن کا علامہ سخاوی نے اپنی معروف اور بصیرت افروز تالیف "القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع" میں ذکر کیا ہے،(۱) —— اسی سلسلہ کی ایک اہم کتاب امام اسماعیل بن اسحاق قاضی (۱۹۹ھ-۲۸۲ھ) کی "فضل الصلاة على النبي" ہے، جو عبدالحق ترکمانی کی تحقیق کے ساتھ ماضی قریب میں سعودی عرب سے شائع ہوئی ہے۔

صلوٰۃ وسلام سے متعلق مسائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام سے چند مسائل متعلق ہیں :

☆ نماز کے اندر صلاۃ وسلام۔
☆ نماز سے باہر صلاۃ وسلام۔
☆ جب آپ کا ذکر مبارک آئے، اس وقت صلاۃ وسلام۔
☆ جب آپ کا اسم مبارک لکھا جائے، اس وقت صلاۃ وسلام۔
☆ رسول ﷺ کے علاوہ دوسرے لوگوں پر صلاۃ وسلام۔
☆ صلاۃ وسلام کے مواقع۔

اسم مبارک آنے پر صلوٰۃ وسلام

جہاں تک نماز میں صلاۃ وسلام کی بات ہے تو یہ مسئلہ احکام نماز سے متعلق ہے، لفظ صلاۃ کے تحت اس کا ذکر آئے گا، —— جہاں تک نماز سے باہر آپ پر صلاۃ وسلام کی بات ہے، تو ابن جریر طبری نے اسے مستحب قرار دیا ہے، لیکن جمہور کی رائے یہ ہے کہ فی الجملہ درود پڑھنا واجب ہے، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، حنفیہ میں جصاص رازیؒ، حافظ ابن عبدالبر، اور علامہ ابن حزم ظاہری رحمہم اللہ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ نماز کے باہر یا نماز کے اندر زندگی میں کم سے کم ایک دفعہ بشرط قدرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اسی طرح واجب ہے جیسے کلمۂ طیبہ کا پڑھنا واجب ہے، قاضی عیاض نے اس کو جمہور اُمت کا قول قرار دیا ہے، وهو قول جمهور الأئمة اور مفسر قرطبی نے لکھا ہے: لا خلاف في وجوبها في العمر مرة ۔(۲)

اگر ایک مجلس میں بار بار ذکر آئے؟

یہ بات بھی قریب قریب متفق علیہ ہے کہ جب آپ کا نام لے، یا کسی اور سے آپ کا ذکر سنے، تو آپ پر درود بھیجنا واجب ہے؛ لیکن کیا اگر ایک ہی مجلس میں بار بار ذکر مبارک آئے تو، ہر بار درود بھیجنا واجب ہوگا، یا مجلس میں ایک بار درود بھیجنا کافی ہوگا؟ جیسا کہ ایک ہی آیت سجدہ کو اگر مجلس میں بار بار پڑھا جائے تو ایک ہی بار سجدہ واجب ہوتا ہے؟ امام طحاوی کے نزدیک ہر بار درود واجب ہے اور امام کرخی کے نزدیک ایک بار کہنا کافی ہے اور ہر بار کہنا مستحب،

(۱) دیکھئے: ۲۵۸، باب الكتب المصنفه في هذا الباب
(۲) القول البديع :۲۱، نیز دیکھئے: ردالمحتار :۲/۲۲۶

فقہاء حنفیہ میں سے بعض نے طحاوی اور بعض نے کرخی کے قول کو صحیح قرار دیا ہے ، (۱) ــــ دوسرے فقہاء سے بھی دونوں طرح کی رائیں منقول ہیں ، فقہاء شوافع میں علامہ حلیمی ، ابو حامد اسفرائینی ، مالکیہ میں ابن عربی ، ان کے علاوہ ابن عساکر ، ابو بکر طرطوشی ، ابواسحاق اسفرائینی ، علامہ زعفرانی وغیرہ کا رجحان بھی اسی قول کی طرف ہے ، ان حضرات نے اس حدیث کو پیش نظر رکھا ہے ، جس میں یہ بات فرمائی گئی ہے کہ جس شخص کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ بخیل ہے ، یہاں تک کہ ابن بشکوال نے محمد بن فرج فقیہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ حضرت حسان کا شعر پڑھتے جس میں آپ کا ذکر مبارک ہے ، تو آپ کے نام پر "صلی اللہ علیہ وسلم" بھی پڑھتے ، لوگوں نے کہا کہ اس سے شعر کا وزن ٹوٹ جاتا ہے تو فرمایا کہ میں حضور پر صلاۃ کو نہیں چھوڑ سکتا ، ابن بشکوال کہتے ہیں کہ مجھ کو ان کا یہ عمل ان کے حسن نیت کی وجہ سے بہت بھاتا تھا ۔ (۲)

اس کے برخلاف امام اوزاعی کا نقطۂ نظر وہ ہے جو امام کرخی کا ہے اور مشہور محدث امام ترمذی نے بھی بعض اہل علم کا یہی نقطۂ نظر نقل کیا ہے ، (۳) ــــ واقعہ ہے کہ امام طحاوی کی رائے دلیل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عظمت سے قریب تر ہے اور امام کرخی کی رائے میں سہولت ہے ، غالباً علامہ شامی کا رجحان اسی طرف ہے کہ اگر ایک ہی مجلس میں کئی بار سببِ وجوب پایا جائے ، تو اس میں تداخل ہو جایا کرتا ہے ، (۴) ــــ پھر امام طحاوی کے قول کے سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ صلاۃ کا تکرار بطور کفایہ واجب ہے ، یعنی مجلس کے ہر آدمی کے لئے تکرار واجب نہیں ؛ بلکہ اگر مجلس میں ایک شخص بھی درود پڑھ لے تو باقی لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا ۔ (۵)

البتہ اسماء مبارکہ ' محمد اور احمد وغیرہ پر درود اس وقت پڑھا جائے گا ، جب کہ اس سے آپ کی ذات والا صفات مراد ہو ، اگر یہ کسی دوسرے شخص کا نام ہو تو اسے بولنے یا لکھنے کے وقت درود شریف نہیں پڑھا جائے گا ، کیوں کہ درود آپ ہی کی ذات کے لئے مخصوص ہے ، (۶) ــــ اگر آپ کا اسم گرامی آئے اور اس وقت درود نہ پڑھے تو یہ اس کے ذمہ دین رہتا ہے اور بعد میں اس کو ادا کرنا واجب ہے ، کیوں کہ یہ بندوں کے حقوق میں سے ہیں اور بندہ کا حق ادائیگی کے بغیر ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ چھینک کے جواب کا حکم ہے ۔ (۷)

اگر تحریر میں اسم مبارک آئے ؟

جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بولتے وقت درود شریف بھیجنا ضروری ہے ، اسی طرح آپ کا نام لکھتے وقت بھی آپ پر درود و سلام لکھنا چاہئے ، اگر اس وقت صرف زبان سے درود پڑھا جائے تو وہ اسی وقت تک محدود رہے گا اور اگر درود شریف لکھ دیا جائے تو جب تک وہ تحریر رہے گی گویا اس کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صلاۃ وسلام کا اہتمام ہوتا رہے گا ، اس لئے اس موقع پر درود لکھنے کی بہت فضیلت ہے ، (۸) ــــ مشہور صاحب علم علامہ ابن صلاح نے اس کی بڑی تاکید کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جتنی بار ذکر آئے درود لکھا جائے اور اس کا اہتمام نہ کرنا بڑی محرومی ہے ، اس سلسلہ میں سلف صالحین کے بہت سے خواب بھی منقول ہیں ، ابن صلاح نے خاص طور پر دو باتوں پر توجہ دلائی ہے ، از راہ سست انگاری لوگ جس کے مرتکب ہوتے ہیں ، ایک یہ

(۱) دیکھئے : درمختار و ردالمحتار : ۲/ ۲۲۶
(۲) ملخص از : القول البدیع : ۳۰-۳۲
(۳) حوالۂ سابق : ۳۶
(۴) دیکھئے : ردالمحتار : ۲/ ۲۲۷
(۵) حوالۂ سابق
(۶) القول البدیع : ۳۳
(۷) درمختار و ردالمحتار : ۲/ ۲۲۸
(۸) القول البدیع : ۳۵۴

کہ پورا صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کے بجائے صرف صلعم یا کوئی اور مخفف لفظ لکھ دیا جائے دوسرے یہ کہ صرف صلاۃ لکھا جائے سلام کو چھوڑ دیا جائے، مثلاً صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے، اور ان دونوں باتوں سے حدیث کے اساتذہ طلبہ کو اجتناب کا مشورہ دیا ہے۔(۱)

درود وسلام کے مواقع

کن مواقع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا چاہئے، علامہ سخاوی نے اس سلسلہ میں اپنی بصیرت افروز تالیف ''القول البدیع'' میں ایک مستقل باب اسی پر قائم کیا ہے، اور احادیث وآثار کی روشنی میں بڑی تفصیل سے اس پر گفتگو کی ہے، اس وقت ان تمام کو ذکر کرنا طول کلام کا باعث ہوگا، علامہ شامی نے بھی اختصار کے ساتھ ان مواقع کا ذکر کیا ہے، یہاں ان کے تذکرہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے:

> جمعہ کے دن، جمعہ کی شب، ہفتہ، اتوار اور جمعرات کے دن، صبح اور شام کے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت، صفا ومروہ پر، جمعہ اور دوسرے خطبوں میں، مؤذن کی اذان کا جواب دینے کے بعد، اقامت کے وقت، دعاء کے شروع، درمیان اور اخیر میں، دعاءِ قنوت کے بعد، تلبیہ سے فارغ ہونے کے وقت، ایک ساتھ جمع ہونے کے وقت، جمع ہونے کے بعد علاحدہ ہوتے وقت، وضو کے بعد، کان بجتے وقت، حدیث پڑھنے کے شروع میں اور ختم پر، استفتاء اور فتویٰ لکھتے وقت، مصنف، مدرس، طالب علم، خطیب، نکاح کا پیغام دینے والا، نکاح کرنے والا، دوسرے کا نکاح انجام دینے والا، تمام اہم امور کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے تذکرے سننے یا لکھتے وقت۔(۲)

جب درود بھیجنا خلاف ادب ہے؟

کچھ مواقع وہ ہیں جن میں حضور پر صلاۃ وسلام بھیجنا خلاف ادب ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، علامہ حصکفیؒ نے اس سلسلہ میں قعدۂ اخیرہ کے علاوہ نماز میں کسی اور موقع پر درود پڑھنے کا ذکر کیا ہے، لیکن علامہ شامی نے سات مواقع کا ذکر کیا ہے، جماع، قضاء حاجت، خرید وفروخت میں سامان کی تشہیر، ٹھوکر کھانا، تعجب، چھینک اور جانور کو ذبح کرنے کے وقت،(۳) —— ان میں سے ذبح کے وقت درود شریف پڑھنے کو اس لئے منع کیا گیا ہے کہ ذبیحہ پر تنہا اللہ ہی کا نام لینا واجب ہے، اگر اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کے نام کو شریک کرنے کا وہم پیدا ہوتا ہے، اس حقیر کا خیال ہے کہ جن مواقع پر صلاۃ وسلام کی کراہت ہے وہاں آپ کا اسم گرامی لینا بھی مکروہ ہوگا، کیوں کہ یہ بھی خلاف ادب ہے۔

درود سے متعلق مسائل

☆ اگر قرآن مجید کی تلاوت کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آگیا، تو رک کر درود شریف نہ پڑھے، بلکہ قرآن مجید کو اس کی ترتیب کے مطابق پڑھتا جائے، ہاں جب قراءت سے فارغ ہو جائے تو درود شریف پڑھ لے، یہ افضل طریقہ ہے، گو جائز یہ بھی ہے کہ اسی وقت رُک کر درود پڑھ لے۔(۴)

☆ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام صراحتاً نہ آئے، لیکن آپ کی طرف لوٹنے والی ضمیر لائی جائے، اور ایسی ہی

(۱) القول البدیع:۳۵۴
(۲) ردالمحتار:۲/۲۳۰-۲۳۱
(۳) در مختار وردالمحتار:۲/۲۳۱
(۴) فتاویٰ ہندیہ:۵/۳۱۶

ضمیروں میں ’’آپ‘‘ کا لفظ ہے، جو اردو زبان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، تو کیا ایسی ضمیر کے استعمال کے وقت بھی درود شریف پڑھا جائے؟ —— مجھے اس سلسلہ میں کوئی صراحت نہیں ملی، تاہم اس حقیر کا خیال ہے کہ چوں کہ اس سے بھی مقصود آپ ہی کی ذات مبارک ہے، اس لئے اس موقع پر بھی درود شریف پڑھا اور لکھا جانا چاہئے۔

☆ جن اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، ان میں درود پڑھنا قرآن مجید پڑھنے سے افضل ہے اور بقیہ اوقات میں قرآن مجید پڑھنا افضل ہے۔(۱)

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور پر صلاۃ بھیجنا مکروہ ہے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ بھیجی جائے اور ضمن میں دوسروں پر، جیسے یوں کہا جائے: اللھم صل علی محمد و علی آلہ و اصحابہ، تو درست ہے۔(۲)

رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے ساتھ ساتھ آپ کی توقیر و تعظیم اور اکرام و احترام بھی واجب ہے اور اس میں ذرا بھی تساہل کی گنجائش نہیں، اسی لئے اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ شانِ والا تبار میں گستاخی موجب کفر ہے، اور ایسا شخص واجب القتل ہے، اس پر ائمہ اربعہ متفق ہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر وہ شخص تائب ہو جائے تو دنیا کے حکم کے اعتبار سے اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں شیخ طاہر بن احمد بخاری نے علامہ سرخسی کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

> جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا، توہین کی، کسی دینی یا شخصی معاملے میں عیب لگایا یا آپ کے ذاتی اوصاف میں سے کسی پر نکتہ چینی کی تو وہ شخص مسلمان ہو یا غیر مسلم، یہودی و عیسائی ہو یا مشرک، اسلامی مملکت کی پناہ میں ہو یا کسی دشمن اسلام مملکت کا پابند اور یہ سب و شتم بالارادہ ہو یا غفلت و بھول کی وجہ سے یا مزاحاً، بہر صورت وہ ہمیشہ کے لئے کافر قرار پائے گا اور اس کی توبہ تک نا قابل قبول ہوگی، نہ عند اللہ قبول ہوگی، اور نہ عند الناس، شریعت مطہرہ میں اس کا یہ حکم فقہاء متاخرین کے نزدیک اجماعی ہے اور فقہاء متقدمین بھی اسے کلیتاً واجب القتل سمجھتے ہیں۔(۳)

لیکن علامہ شامی کا خیال ہے کہ فقہاء حنفیہ کی طرف شاتم رسول کی توبہ قبول نہ ہونے کی نسبت درست نہیں ہے، شامی نے اُصول افتاء پر اپنی مشہور کتاب ’’شرح عقود رسم المفتی‘‘ میں بھی اور ’’ردالمحتار‘‘ میں بھی اس پر تفصیل سے بحث کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اور شوافع کے قول مشہور کے مطابق ایسے شخص کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس پر سزائے قتل نافذ نہیں ہوگی، جب کہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور وہ بہر حال قتل کیا جائے گا، اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ حنفیہ اور شوافع کے نزدیک شتم رسول وجہ ارتداد ہے اور مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ سزا بطور حد شرعی کے ہے اور حد شرعی جب ثابت ہو چکی ہو تو، توبہ کی وجہ سے معاف نہیں ہوتی اور حکمِ دنیوی جاری ہو کر رہتا ہے۔(۴)

○ ○ ○ ○

(۱) فتاوی هندیه: ۳۱۶/۵
(۲) فتاوی هندیه: ۳۱۵/۵
(۳) خلاصة الفتاوی: ۳۸۶/۴
(۴) ردالمحتار: ۳۲۸/۶

آبق (بھاگا ہوا غلام)

"اباق" کے لغوی معنی بھاگنے کے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں ایسے غلام کو کہتے ہیں، جو بالارادہ اپنے مالک کے قبضہ سے بھاگ نکلے، جو آدمی اس غلام کو پکڑ لینے پر قادر ہو جائے، مستحب ہے کہ وہ اسے پکڑ لے اور تحقیق کے بعد اس کے مالک تک پہنچا دے اور اس سلسلہ میں ہونے والے اخراجات اس کے مالک سے وصول کر لے۔(۱)

آثار

اصطلاح میں صحابہ کے اقوال وافعال کو کہتے ہیں۔

صحابہ ﷺ نے جس طرح اسلام کی تبلیغ واشاعت اور دین حق کی صیانت وحفاظت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور نصرت وحمایت کی اور آپ کی رفاقت کا حق ادا فرمایا، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بافیض سے گہری بصیرت، دین کا فہم صحیح اور عمیق علم حاصل کیا اور اس اعتبار سے بھی ان کا درجہ ومقام یقیناً بعد میں آنے والی اُمت سے بدر جہا بلند وبالا ہے، اسی وجہ سے یہ سوال پیدا ہوا کہ صحابہ ﷺ کے فتاویٰ کی قانونی حیثیت کیا ہے؟

اس سلسلہ میں فقہاء کے جو مذاہب نقل کئے گئے ہیں، ان کی تفصیل اس طرح ہے :

شوافع کا نقطۂ نظر

۱) کہا جاتا ہے کہ امام شافعیؒ کے قول جدید کے مطابق صحابی حجت نہیں، الشافعی فی الجدید أنه لا یجوز مطلقاً،(۲) —— لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام شافعیؒ کی طرف اس کی نسبت درست نہیں معلوم ہوتی، علامہ ابن قیمؒ نے بھی امام شافعیؒ کی طرف اس نسبت کو نادرست قرار دیا ہے، (۳) —— راقم الحروف نے اپنے مقالہ "فقہ شافعی اور اس کی خصوصیات واولیات" (مطبوعہ: بحث ونظر) میں اس پر گفتگو کی ہے، یہاں اس گفتگو کا نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مصادر شریعت میں ایک آثار صحابہ بھی ہے، صحابہ کے ایسے فتاویٰ جو قیاس کے قبیل کے نہ ہوں، غالب گمان یہ ہے کہ وہ کسی سنت ہی پر مبنی ہوں گے، اس لئے فقہاء کے درمیان آثار صحابہ کے حجت ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں اختلاف پیدا ہو گیا، امام شافعیؒ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ ابتداءً آثار صحابہ کو حجت مانتے تھے؛ لیکن بعد میں آپ کی رائے بدل گئی تھی اور آپ اس کو حجت تسلیم نہ کرتے تھے، امام نوویؒ نے امام شافعیؒ کے نقطۂ نظر کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے، فرماتے ہیں :

> إذا قال الصحابي قولاً ولم يخالفه غيره ولم ينتشر فليس هو اجماعاً وهل هو حجة ؟ فيه قولان للشافعي ، الصحيح الجديد أنه ليس بحجة و القديم أنه حجة فإن قلنا هو حجة قدم على القياس ...... أما إذا اختلف الصحابة ...... فإن قلنا بالجديد لم يجز تقليد واحد من الفريقين بل يطلب الدليل وان قلنا بالقديم فهما دليلان تعارضا فيرجح احدهما على الآخر بكثرة العدد . (۴)

جب صحابی کی کوئی رائے ہو، دوسرے صحابہ سے اختلاف منقول نہ ہو اور صحابی کا وہ قول مشہور نہ ہوا ہو، تو یہ اجماع [illegible] وہ حجت بھی ہے؟ اس سلسلہ

(۱) الهداية:۲/۶۱۸

(۲) نهاية السول للأسنوي:۳۶۷

(۳) دیکھئے: اعلام الموقعین: ۴/۱۲۰-۱۲۱

(۴) شرح مهذب ۱/۱۳۵

میں امام شافعیؒ سے دو رائیں منقول ہیں، صحیح اور جدید قول یہ ہے کہ حجت بھی نہیں، قول قدیم کے مطابق حجت ہے، پس اگر ہم صحابہ کے ایسے اقوال کو حجت مان لیں تو وہ قیاس پر ...... مقدم ہوگا ...... اگر صحابہ کے درمیان اختلاف رائے ہو تو قول جدید کے مطابق کسی کی تقلید جائز نہ ہوگی، بلکہ دلیل پر فیصلہ کیا جائے گا اور قول قدیم کے مطابق دونوں اقوال متعارض دلیل سمجھے جائیں گے اور ایک کو دوسرے پر اس بنیاد پر ترجیح دی جائے گی کہ صحابہ کی زیادہ تعداد کس رائے کی حامی ہے؟

اس عاجز کا خیال ہے کہ یہ بات جو امام نوویؒ نے کہی ہے اور عام طور پر جو علماء اُصول کے درمیان معروف ہے، محل نظر ہے اور خود حضرت الامام کی تحریروں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی ہے، امام شافعیؒ الرسالہ میں تحریر فرماتے ہیں :

قلت إلى اتباع قول واحد إذا لم اجد كتاباً ولا سنة ولا اجماعاً ولا شيئاً في معنا هذا يحكم له بحكمه أو وجد معه قياس وقل مايوجد من قول الواحد منهم لا يخالفه غيره من هذا . (۱)

میں کہتا ہوں کہ ایک صحابی کے قول کی بھی اتباع کی جائے گی، بشرطیکہ کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع اور اس کے ہم درجہ حکم کا ماخذ یا قیاس نہ پایا جائے، لیکن ایسا کم ہوتا ہے کہ کسی صحابی سے ایسی رائے منقول ہو کہ دوسرے صحابی نے اس سے اختلاف نہ کیا ہو۔

امام شافعیؒ کی'' کتاب الام'' جس کو ان کے قول جدید کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے، اس میں ایسے بہت سے ایسے احکام موجود ہیں جن میں امام شافعیؒ نے محض آثارِ صحابہ سے استدلال کیا ہے، مثلاً حضرت الامام کے نزدیک'' یمین لغو'' کا مصداق وہ قسمیہ کلمات ہیں جو بے ساختہ زبان پر آجائیں اور اس کے لئے دلیل محض حضرت عائشہؓ کا فتویٰ ہے :

اما الذى نذهب اليه فهو ماقالت عائشةؓ . (۲)

بڑھاپے کی وجہ سے جو شخص روزہ نہ رکھ سکے، امام شافعیؒ اس پر فدیہ کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس پر حضرت انس ﷺ کے عمل سے استدلال کرتے ہیں۔ (۳)

اس لئے امام شافعیؒ کی طرف آثار صحابہ کو حجت نہ ماننے کی نسبت صحیح نظر نہیں آتی، اصل یہ ہے کہ امام شافعیؒ کسی حدیث نبوی کی موجودگی میں آثار صحابہ کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے :

إن كان يروىٰ عمن دون رسول الله حديث يخالفه لم التفت إلى ماخالفه وحديث رسول الله أولىٰ أنه يوخذ به . (۴)

دوسری طرف صورتِ حال یہ تھی کہ امام شافعیؒ کو جن دو جماعتِ فقہاء حنفیہ اور مالکیہ سے سابقہ پیش آیا، وہ دونوں ہی بعض حالات میں آثار صحابہ کو خبر واحد پر ترجیح دے دیا کرتے تھے، امام شافعیؒ کو اس طریقۂ ترجیح سے سخت اختلاف ہے اور انھوں نے اپنے مزاج کے مطابق اس پر شدید نقد کیا ہے، مثلاً حدیث میں ہے کہ پانچ وسق سے کم مقدار غلہ میں عشر واجب نہیں ہے، احناف اس پر عامل نہیں اور علاوہ کتاب و سنت کے عموم کے بعض صحابہ کے آثار سے بھی اس پر استدلال کرتے ہیں، امام شافعیؒ نے اس پر نقد کیا ہے، (۵) —— حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بلی کا جوٹھا ناپاک

(۱) الرسالہ:۸۲

(۲) الام:۷/۲۳۲

(۳) الام:۷/۲۳۵

(۴) الام:۷/۱۹۱، باب اختلاف مالك والشافعي

(۵) الام:۷/۹۵-۹۴

نہیں ہے، حنفیہ حضرت ابن عمر کے اثر سے استدلال کرتے ہیں کہ بلی کے جوٹھے سے وضوء مکروہ ہے، امام صاحبؒ نے اس کو حدیث کی مخالفت قرار دیا ہے، (۱) —— اسی طرح کی تنقیدیں آپ نے مالکیہ پر بھی کی ہیں، بلکہ مالکیہ کے یہاں چوں کہ آثار صحابہ سے استدلال زیادہ ہے، اس لئے ان پر آپ کی تنقید کا لب ولہجہ بھی ذرا تیکھا ہے، فرماتے ہیں :

عن ابن عمر انه كان اذا اغتسل من الجنابة نضح في عينيه الماء قال مالك ليس عليه العمل قال الشافعي هذا مما تركتم على ابن عمر ولم ترووا عن احد خلافه فاذا وسعكم الترك على ابن عمر لغير قول مثله لم يجز لكم ان تقولوا قوله حجة على مثله . (۲)

ابن عمر ﷺ سے مروی ہے کہ جب غسل جنابت فرماتے تو آنکھوں میں بھی پانی بہاتے، امام مالکؒ کہتے ہیں کہ ابن عمر ﷺ کی اس رائے پر عمل نہیں ہے، امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ یہ اس بات کی مثال ہے کہ تم لوگ ابن عمر ﷺ کی رائے چھوڑتے ہو حالاں کہ کسی صحابی سے اس کی مخالف رائے نقل نہیں کرتے تو جب تم ابن عمر ﷺ کی رائے کسی صحابی کے اختلاف کے بغیر ترک کر سکتے ہو تو پھر دوسرے صحابی پر ان کی رائے کو کیوں کر حجت قرار دے سکتے ہو؟

اس لئے عاجز کا خیال ہے کہ آثار صحابہ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی حجت ہے، البتہ یہ کسی بھی صورت خبر واحد پر ترجیح اور اولیت کے حقدار نہیں۔ واللہ اعلم

۲) دوسری رائے یہ ہے کہ اگر صحابی کی یہ رائے اس کے عہد میں مشہور ہوگئی ہو، تب وہ حجت ہوگی ورنہ نہیں، امام غزالیؒ، علامہ آمدیؒ اور امام رازیؒ وغیرہ نے امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ (۳)

حنابلہ کی رائے

۳) فقہاء حنابلہ سے اس سلسلہ میں مختلف اقوال منقول ہیں، قول راجح یہ ہے کہ صحابی کا قول حجت ہے اور اس کی تقلید واجب ہے، چنانچہ علامہ نجم الدین طوفی حنبلی فرماتے ہیں :

الثاني : قول صحابي لم يظهر له مخالف حجة يقدم على القياس و يخص به العام ، وهو قول مالك و بعض الحنفية خلافا لابي الخطاب و جديد الشافعي و عامة المتكلمين . (۴)

طوفی کی صراحت سے معلوم ہوا کہ یہی حضرات مالکیہ کی بھی رائے ہے، چنانچہ اکثر اہل علم نے مالکیہ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کے اقوال قیاس پر مقدم ہیں، یہی رائے ابو بکر جصاص رازیؒ اور ابو سعید بردعیؒ وغیرہ کی ہے، (۵) —— رازی نے بواسطہ کرخی نقل کیا ہے کہ میں امام ابو یوسف کو بعض مسائل کے بارے میں دیکھتا ہوں کہ کہتے ہیں : قیاس تو یہ ہے لیکن میں نے اس کو قول صحابی کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے، القياس كذا الا انى تركته للاثر و ذالك الاثر قول واحد من الصحابة۔ (۶)

حنفیہ کا نقطۂ نظر

۴) حنفیہ کی رائے میں کچھ تفصیل ہے :

(۱) الام: ۱۹۲/۷ (۲) الام: ۲۴۷/۷

(۳) نہایۃ السول: ۳۶۷

(۴) شرح مختصر الروضۃ: ۱۸۵/۳، نیز دیکھئے: الواضح فی اصول الفقہ لابن عقیل حنبلی: ۳۸/۲

(۵) الاحکام للآمدی: ۲۰۱/۴ (۶) اصول السرخسی: ۱۰۵/۲

(الف) جن مسائل میں قیاس واجتہاد کی گنجائش نہیں، ان میں صحابی کا قول بالاتفاق حجت ہے، کیوں کہ جب اس مسئلہ میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے، تو ضرور ہے کہ صحابی نے یہ رائے کسی نص کی بنیاد پر قائم کی ہوگی، چنانچہ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں :

و لا خلاف بين اصحابنا المتقدمين والمتاخرين ان قول الواحد من الصحابة حجة فيما لا مدخل للقياس في معرفة الحكم فيه . (۱)

امام سرخسیؒ نے اس کی بہت سی مثالیں نقل کی ہیں، جیسے مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم کا ہونا حضرت علیؓ کا قول ہے جسے ہم نے لیا ہے، حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہوگی، اس میں حضرت انسؓ کا قول لیا گیا ہے، نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہوگی، اس میں حنفیہ نے عثمان بن ابی العاصؓ کے قول کو لیا ہے، اپنی فروخت کی ہوئی چیز کو قیمت کی ادائیگی سے پہلے ہی خریدار سے کم قیمت پر خرید کر لینا جائز نہیں، یہ حضرت عائشہؓ کا قول ہے اور حنفیہ نے اسے اختیار کیا ہے، کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو ذبح کرنے کی نذر مان لے تو اس کی جگہ اس کو بکرا ذبح کرنا چاہئے، یہ عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے، جس پر احناف کا عمل ہے، (۲) متعدد مسائل ہیں کہ احناف نے ان میں قیاس کے مقابلہ صحابی کے فتویٰ کو قابل ترجیح سمجھا ہے۔

(ب) جو مسائل قیاسی واجتہادی ہوں، تو اس میں صحابی کے قول کی کیا حیثیت ہوگی؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے، امام کرخی کی رائے ہے کہ ان مسائل میں صحابی کا قول حجت نہیں، کیوں کہ ممکن ہے کہ صحابی نے یہ بات اپنے اجتہاد سے کہی ہو، اور ابو سعید بردعی کے نزدیک ایسے مسائل میں بھی صحابی کا قول حجت ہے، اور رو ہ قیاس سے مقدم ہوگا (۳) —— عام طور پر حنفیہ کا عمل ابو سعید بردعی کے قول پر ہے، سرخسی نے اس کی بہت سی مثالیں نقل کی ہیں، قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل جنابت اور وضو دونوں میں سنت ہو، لیکن احناف نے عبداللہ بن عباسؓ کے قول کی بنیاد پر ان کو غسل میں واجب اور وضو میں سنت قرار دیا، قیاس کا تقاضہ ہے کہ خون زخم کے اوپر نکل آئے اور نہ بہہ جائے تو بھی وہ ناقض وضو ہو، لیکن عبداللہ بن عباسؓ کے قول کی وجہ سے قیاس کو چھوڑتے ہوئے اس کو ناقض وضو قرار نہیں دیا گیا، مرض وفات میں وارث کے لئے دین کا اقرار کیا جائے تو قیاس کا تقاضا ہے کہ جائز ہو، لیکن عبداللہ بن عمرؓ کے قول کی بنا پر اس اقرار کو غیر معتبر قرار دیا گیا، اس طرح خرید وفروخت کا معاملہ طے پائے کہ اگر خریدار نے تین دنوں تک قیمت ادا نہیں کی، تو معاملہ ختم ہو جائے گا، تو قیاس کا تقاضہ ہے کہ یہ صورت جائز نہ ہو، لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ کے قول کی بنا پر ہم نے اس معاملہ کو درست قرار دیا۔ (۴)

حقیقت یہ ہے کہ خود امام ابوحنیفہؒ سے ان کے طریقۂ اجتہاد کی جو تفصیل منقول ہے، اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کتاب وسنت کے بعد صحابہ کے فتاویٰ کو مطلقاً حجت مانتے تھے، اور ایک مستقل دلیل شرعی کی حیثیت سے اس کو پیش نظر رکھتے تھے، امام صاحبؒ فرماتے ہیں :

میں اولاً کتاب اللہ کی طرف رُجوع کرتا ہوں، اس میں نہ ملے تو حدیث کی طرف، دونوں میں نہ ملے تو صحابہ کے اقوال سے اخذ کرتا ہوں، ان میں سے جن کی رائے چاہتا ہوں، قبول کرتا ہوں اور جسے چاہتا

(۱) اصول السرخسی :۲/۱۱۰

(۲) حوالۂ سابق

(۳) اصول السرخسی :۲/۱۰۵، نیز دیکھئے: اصول البزدوی:۲۳۳

(۴) اصول السرخسی:۲/۱۰۶

ہوں چھوڑ دیتا ہوں اور ان کے اقوال سے کسی دوسرے کی طرف رجوع نہیں کرتا، پھر جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، ابن سیرین، حسن، عطاء اور سعید بن مسیب تک پہنچتا ہے، تو وہ بھی اجتہاد کرتے تھے اور میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔(۱)

آثارِ صحابہ سے حدیث کی تخصیص

اسی سے ایک دوسرا مسئلہ یہ متعلق ہے کہ اگر کوئی حدیث عام ہو، تو کیا صحابی کے قول و فعل سے اس میں تخصیص ہوسکتی ہے، یعنی بعض افراد کا اس حکم سے استثناء کیا جاسکتا ہے؟ —— اس سلسلہ میں دو نقاط نظر ہیں، ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ چوں کہ قول صحابی بھی حجت و دلیل ہے، اس لئے اس کی وجہ سے حدیث کے عمومی حکم میں تخصیص کی جاسکتی ہے، دوسری رائے اس کے برخلاف ہے،(۲) —— دوسرا قول امام شافعیؒ وغیرہ کا ہے اور پہلا احناف اور حنابلہ کا،(۳) —— امام مالکؒ کے طریقۂ اجتہاد سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ قول صحابی کی بناء پر حدیث کے عمومی مفہوم میں تخصیص کو درست سمجھتے تھے، یہ ایک بنیادی اور اہم مسئلہ ہے اور اس سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے کم علم لوگوں کو ائمہ مجتہدین کے بارے میں غلط فہمی ہوتی ہے اور صحابہ نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو حاصل کیا ہے اور وہ ورع و تقویٰ اور خشیت الٰہی میں پوری اُمت پر فائق ہیں، اس لئے اگر کسی حکم شرعی سے واقف ہونے کے باوجود ان کا فتویٰ یا عمل بظاہر اس کے خلاف جاتا ہو، تو ضرور ہے کہ انھوں نے حضور ﷺ سے سیکھ کر اور آگہی حاصل کر کے ہی یہ عمل کیا ہوگا، تو وہ بدگمانی پیدا نہ ہو، جس میں آج کل مسلمانوں کا ایک کم علم گروہ مبتلا ہے۔

مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کھڑی ہو جائے، تو اس فرض کے سوا کوئی اور نماز نہ پڑھی جائے، لیکن حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوالدرداء، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ وغیرہ کے بارے میں صحیح حدیثیں موجود ہیں، کہ انھوں نے مسجد کے دروازہ پر، یا مسجد کے کسی گوشے میں، یا صفوں سے ہٹ کر نماز ادا فرمائی، پھر جماعت میں شریک ہوئے،(۴) —— چنانچہ حنفیہ اور بعض دوسرے فقہاء نے ان صحابہ کے آثار کی بنیاد پر یہ رائے قائم فرمائی کہ اگر جماعت کے بالکلیہ فوت ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو، تو جماعت کی جگہ سے ہٹ کر سنت فجر ادا کرلینا بہتر ہے، اسی طرح حدیث میں جمعہ کی فرضیت کا حکم عام ہے، لیکن حضرت علی ﷺ کا فتویٰ موجود ہے کہ جمعہ و عیدین شہر سے متعلق عبادتیں ہیں، چنانچہ حنفیہ نے اسی بنیاد پر نماز جمعہ کے لئے شہر کی شرط لگائی ہے، یہ حدیث کے مقابلہ رائے پر عمل کرنا نہیں ہے، بلکہ قول صحابی —— جو خود بھی حدیث کے درجہ میں ہے —— کی بنیاد پر حدیث کے ایک عمومی حکم میں تخصیص ہے اور یہ اس حسن ظن کی بنیاد پر ہے کہ یہ جماعت صحابہ براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ ہے، اس لئے ان کے اقوال و افعال منشاء نبوی کے ہی ترجمان ہیں۔

(صحابہ کے ''اجماع'' کے سلسلہ میں دیکھئے: اجماع)

آفاقی

مکہ معظمہ سے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر پانچ مقامات ہیں

---

(۱) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۶۸

(۲) الواضح فی اصول الفقہ: ۲/۳۵۸

(۳) الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی: ۲/۳۵۸

(۴) دیکھئے: آثار السنن، باب من قال یصلی سنۃ الفجر عند اشتغال الامام بالفریضۃ خارج المسجد الخ

جہاں پہنچ کر زائرِ حرم کو احرام باندھنا ہوتا ہے، احرام باندھے بغیر ان مقامات سے آگے بڑھنا جائز نہیں، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں یہ حکم ان تمام لوگوں کے لئے ہے جو کسی بھی مقصد کے تحت مکہ معظمہ کو جانا چاہتے ہوں، (۱) ان مقامات کو میقات کہتے ہیں اور ان کے باہر جو لوگ ہوں ان کو 'آفاقی' کہتے ہیں۔

مواقیت

ان میں ایک ''ذوالحلیفہ'' نامی جگہ ہے، جو مدینہ اور اس طرف سے آنے والے لوگوں کی میقات ہے، اہل شام کے لئے ''جحفہ'' نامی گاؤں اور اہل نجد و یمن والوں کے لئے ''قرن المنازل'' نامی پہاڑ، اہل عراق کے لئے ''ذاتِ عرق'' نامی گاؤں اور اہل تہامہ کے لئے ''کوہ یلملم'' میقات ہے، چوں کہ ہندو پاک اور انڈونیشیا کے حجاج بھی یلملم ہی کے سامنے سے گزرتے ہیں، اس لئے ان کے لئے بھی یہی میقات ہے۔ (۲)

یہاں یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ خاص میقات سے نہ گزرتے ہوں، ان کو اس جگہ سے احرام باندھنا چاہئے جو میقات کے مقابل میں پڑتا ہو، یعنی حاجی جب وہاں پر پہنچے تو ٹھیک اس کے دائیں یا بائیں میقات پڑے، میقات سے آگے حدودِ حرم میں بلا احرام کے بڑھنا درست نہیں ہے، البتہ اگر حدودِ حرم سے باہر ہی دوسری سمت میں بلا احرام کے سفر کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (۳)

ہندوستانی حجاج کے لئے میقات

ہندوستان کے موجودہ حجاج کے ساتھ صورتِ حال یہ ہے کہ سمندری سفر میں ان کا رُخ یلملم کے بعد حرم کے بجائے جدہ کی طرف ہوتا ہے، جو حدودِ حرم میں داخل نہیں ہے، لہٰذا اس فقہی اُصول کا تقاضہ یہ ٹھہرا کہ یلملم کے بعد بھی وہ بلا احرام گزر سکتے ہیں، آگے پھر جہاں وہ میقات کے مقابل اور برابری میں آجائیں وہاں سے احرام باندھ لیں، سمندر کی حدود سے گذر کر جب وہ جدہ پہنچیں گے تو پھر وہ یلملم کے مقابلے میں آجائیں گے، فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے، اور مکہ سے جدہ اور یلملم کی مسافت یکساں قرار دی ہے، (۴) تاہم اس پر علماء کا اتفاق نہیں ہے اور مشہور صاحبِ علم حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بھی اس رائے سے اختلاف رکھتے ہیں، یلملم سے احرام باندھ کر گزرنے کو ضروری قرار دیتے ہیں اور اگر ایسا نہ کرے تو کہتے ہیں کہ دَم واجب ہوگا، (۵) اس لئے احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ یلملم ہی سے احرام باندھا جائے، جیسا کہ آج کل معمول بھی ہے۔ (۶)

ہوائی جہاز کا احرام

ہوائی جہاز سے سفر کی صورت میں احرام کہاں سے باندھا جائے؟ اس کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے کہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ احرام آغازِ سفر ہی سے باندھ لے، لیکن یہ بات بھی جائز ہوگی کہ دورانِ سفر اس آخری مقام سے احرام ضرور باندھ لیا جائے جو کسی میقات کے مقابل میں آتا ہو اور اس کے بعد کوئی ایسی جگہ نہ ہو جو میقات کے مقابل آنے والی ہو، مثلاً ہندوستانی حاجی اگر سمندری راستے سے ہوائی جہاز کا سفر کرے اور جدہ میں اترنے کی نوبت

---

(۱) الهدایہ: ۱/۲۳۵

(۲) ذوالحلیفہ، جحفہ، قرن المنازل اور یلملم کا ذکر حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے، جس کو بخاری: ۱/۲۰۶-۲۰۷، اور مسلم: ۱/۳۷۴-۳۷۵، نے روایت کیا ہے اور ذاتِ عرق کا تذکرہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے، جسے ابوداؤد: ۱/۲۴۳، اور نسائی: ۲/۵ نے روایت کیا ہے۔

(۳) شہاب الدین قسطلانی، ارشاد الساری: ۵۶، ابن حجر مکی، تحفة المحتاج: ۴/۴۱

(۴) حوالۂ سابق

(۵) الیواقیت فی احکام المواقیت: ۲۴

(۶) مسئلہ کی تفصیل و تحقیق کے لئے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا رسالہ ''المواقیت فی احکام المواقیت'' ملاحظہ ہو جو جواہر الفقہ میں شریک طبع ہے۔

آئے تو وہیں احرام باندھ لے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ سفر ایسی راہ سے ہو رہا ہو، جو میقات کے دائیں بائیں پڑ رہا ہو، اگر ٹھیک میقات ہی کے اوپر فضا سے گزرنا ہو اور میقات کے بعد سفر حرم کی سمت ہو رہا ہو تو پھر وہیں سے احرام باندھنا ضروری ہوگا۔

آفت

بلا ارادہ از خود کوئی ایسا حادثہ پیش آ جائے، جس کی وجہ سے کوئی چیز ضائع ہو جائے، یا اس کو نقصان ہو جائے اس کو ''آفت'' کہتے ہیں، مختلف اُمور و معاملات میں ''آفت'' کی وجہ سے احکام متاثر ہوتے ہیں، ان میں چند اہم مسائل اس طرح ہیں :

(الف) مالِ زکوٰۃ مکمل یا اس کا کچھ حصہ یا زائد از نصاب حصہ ضائع ہو جائے۔

(ب) خریدار یا بیچنے والا خرید و فروخت کا معاملہ طے کرنے کے بعد غور و فکر کے لئے تین دنوں کی مہلت لے اور اس مدت میں ''مبیع'' یعنی جو چیز بیچی جا رہی ہے، ضائع ہو جائے۔

(ج) مالِ رہن آفت کا شکار ہو جائے۔

(د) کاریگر اور وقتی مزدور جیسے دھوبی، درزی وغیرہ کو جو چیز دی جائے، وہ ضائع ہو جائے۔

(ز) جس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے، وہ اس کی غفلت و بے اعتنائی کی وجہ سے یا اس کے بغیر ہی ضائع ہو جائے۔

(ح) مغصوبہ اشیاء غاصب کے پاس سے، یا مسروقہ سامان چور کے پاس سے ہلاک ہو جائے، یہ اور اس طرح کے بعض اور معاملات بھی ہیں، جن میں آفت اور ہلاکت سے متعلق احکام فقہاء نے ذکر کئے ہیں، یہ احکام خود ان الفاظ (بیع، اجارہ، اجیر، رہن، ودیعت، غصب، سرقہ، زکوٰۃ) کے ذیل میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

آل

عرب اہل لغت کے نزدیک آل اصل میں اہل تھا، (۱) اس کا اطلاق اولاد اور سلسلۂ اولاد پر ہوتا ہے، اس طرح بیٹوں اور پوتوں دونوں ہی پر یہ لفظ بولا جا سکتا ہے، البتہ عرب اس لفظ کو خصوصیت کے ساتھ شرفاء کی اولاد کے لئے استعمال کرتے ہیں، (۲) اور شرفاء سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو اپنے سماج اور معاشرہ میں ممتاز حیثیت اور مقام حاصل ہو، چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں، چنانچہ قرآن نے انبیاءِ کرام کی اولاد کے لئے بھی آل کا لفظ ذکر کیا ہے، (یوسف : ۶) اور فرعون کے خاندان کے لئے بھی۔ (انفال : ۵۴)

وقف کا ایک مسئلہ

یہ لفظ اپنے مصداق کے اعتبار سے بہت وسیع ہے، اس میں پورا خاندان اور پدری سلسلۂ نسب داخل ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص اپنا کوئی مال یہ کہہ کر وقف کرے کہ اسے میری ''آل'' پر صرف کیا جائے تو یہ اس کے خاندان کے اس مورث اعلیٰ کی تمام اولاد پر صرف ہوگا، جس نے اسلام کو پایا ہے، چاہے خود اس نے اسلام قبول نہ کیا ہو، یا جس سے اس خاندان میں اسلام کی ابتداء ہوئی مثلاً اگر کوئی ''علوی خاندان'' کا فرد اس طرح وقف کرے تو حضرت ابوطالب کی تمام اولاد حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تا حال اولاد پر ہی وقف کی رقم خرچ ہوگی اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسل کا کوئی شخص اس طرح وقف کرے تو ان تمام لوگوں پر یہ رقم خرچ کی جائے گی، جو ان کی نسل سے ہو، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی سے اس خاندان میں اسلام کا آغاز ہوا، ان کے والد نے اسلام کا زمانہ ہی نہیں پایا تھا۔ (۳)

(۱) القاموس المحیط : ۱/۱۹۸　(۲) المفردات : ۱/۳۸، القاموس المحیط : ۱/۱۹۸　(۳) فتاوی ہندیہ : ۲/۳۹۱، رد المحتار : ۳/۴۳۹

آلِ محمد ﷺ

آلِ محمد ﷺ یا اہل بیت کا مصداق کون لوگ ہیں؟ اس میں علماء کی رائیں مختلف ہیں :

پہلی رائے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عکرمہؒ، عروہؒ، مقاتلؒ اور بعض دیگر حضرات کی رائے منقول ہے کہ "آلِ نبی" میں صرف اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن داخل ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے :

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۔ (الاحزاب:۳۳)

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آپ سے اور آپ کے اہل بیت سے گندگی کو دور کریں اور پاک بنادیں۔

اس آیت کے سیاق وسباق اور اگلے پچھلے ہر دو مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تخاطب ازواجِ مطہرات کے سلسلہ میں ہے، البتہ آیت میں مذکر کے صیغے اس لئے استعمال کئے گئے ہیں کہ بسا اوقات عربی زبان میں مؤنث کی بجائے مذکر کا صیغہ تغلیباً استعمال کرلیا جاتا ہے، اس کا قرینہ یہ ہے کہ قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی (القصص:۲۹) اور حضرات ابراہیم علیہ السلام کی بیوی (ھود:۷۳) کے لئے بھی اہل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور ان دونوں مقامات پر تخاطب کے لئے مذکر کا صیغہ لایا گیا ہے، عکرمہ کو تو آیت کی اس تفسیر پر اس قدر اصرار تھا کہ وہ بازار میں بانگ دہل اس کا اعلان کرتے تھے اور اختلاف رکھنے والوں کو مباہلہ کی دعوت دیتے تھے۔

دوسری رائے

دوسری رائے یہ ہے کہ "آلِ نبی" صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم ہیں۔

چنانچہ مسلم (۲۸۳/۲،۲۷۸/۲)، ترمذی (۲۱۹/۲) اور متعدد دیگر کتب میں حضرت عائشہؓ اور حضرت اُم سلمہؓ سے مضمون کے معمولی فرق کے ساتھ یہ روایت منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر اوڑھی اور ان چاروں حضرات کے سر پر ڈالا اور فرمایا کہ خداوندا! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے گناہوں کو دور فرما اور ان کو پاک کر، —— امام ترمذی کی روایت میں اس قدر اضافہ بھی ہے کہ حضرت اُم سلمہؓ نے اس چادر میں داخل ہونے کی خواہش کی یا بعض احادیث کے مطابق کوشش کی تو حضور ﷺ نے چادر کھینچ لی یا ان کی خواہش خوش اُسلوبی کے ساتھ رد فرمادی، (۱) —— یہ رائے اہل تشیع کی ہے۔

امام نوویؒ کا بھی اسی طرف رجحان معلوم ہوتا ہے (۲) اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے کہ اہل بیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اطہار ہیں اور اہل کا لفظ اپنے اصل مفہوم کے لحاظ سے بھی اس کی تائید میں ہے (۳) اور غالباً یہی نقطۂ نظر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا تھا۔ (۴)

تیسری رائے

تیسری رائے یہ ہے کہ آلِ نبی ﷺ سے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب مراد ہیں، امام نوویؒ اور امام شافعیؒ کی یہی رائے ہے، قرطبی کا بھی خیال ہے کہ جن لوگوں کے لئے زکوٰۃ لینا حرام ہے، وہی اہل بیت ہیں۔ (۵)

---

(۱) دیکھئے: مسلم: ۲۸۳/۲،۲۷۸/۲، ترمذی: ۲۱۹/۲

(۲) نووی، شرح صحیح مسلم: ۲۸۰/۲

(۳) مسلم، باب فضل علی: ۲۸۰/۲

(۴) روح المعانی: ۱۷/۲۲

(۵) روح المعانی: ۱۷/۲۲

اب جہاں تک ازواجِ مطہرات کی بات ہے تو ابن عبدالبر نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ زکوٰۃ ان پر حرام نہیں ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس رائے کو کمزور قرار دیا ہے کہ ازواجِ مطہرات پر زکوٰۃ حرام ہے، اس مسلک کے مطابق بھی گویا ازواجِ مطہرات اہل بیت اور آلِ نبی میں داخل نہیں ہیں، امام مالک اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں صرف بنو ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے، اگر اہل بیت کے سلسلہ میں اس اُصول کو تسلیم کرلیا جائے جو قرطبی کی رائے ہے اور جس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ: ان الصدقة لا ينبغي لآل محمد انما هي اوساخ ،(۱) سے بھی ہوتی ہے تو گویا ازواجِ مطہرات حنفیہ کے یہاں بھی اہل بیت میں داخل نہیں ہوں گی، چنانچہ حضرت زید بن ارقم ؓ سے بھی مروی ہے کہ ان سے ازواجِ مطہرات کے اہل بیت ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ ''اہل بیت'' وہ ہیں جن کے لئے زکوٰۃ لینا حرام ہو۔

بعض محققین کا مسلک

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ آلِ نبی اور اہل بیت کے الفاظ مختلف موقعوں پر مختلف معنوں کے لئے استعمال ہوئے ہیں، کبھی اس سے ازواجِ مطہرات مراد ہوتی ہیں، مثلاً آیت مذکورہ میں جن حضرات نے اس آیت کا مصداق صرف ازواجِ مطہرات کو بتایا ہے اور جن حضرات نے حدیث کی روشنی میں صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین ؓ کو مراد لیا ہے غالباً وہ دونوں ہی افراط و تفریط میں مبتلا ہیں، حدیث بتاتی ہے کہ گو کہ اس کا سیاق و سباق اُمہات المومنین سے متعلق ہے، مگر یہ ٹکڑا ان چاروں حضرات کو شامل ہے اور حدیث سے اس بات پر استدلال کہ یہی چاروں حضرات آلِ نبی میں داخل ہیں محل نظر ہے۔

ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو اپنی چادر کے نیچے اس لئے جمع کیا ہو کہ آیت کے سیاق و سباق سے لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ صرف اُمہات المومنین ہی اس میں داخل ہیں، رہ گئیں اُمہات المومنین تو ان کو آیت کی کھلی شہادت کے بعد اس طرح جمع کرنے کی چنداں حاجت نہیں تھی اور شاید اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم سلمہؓ کے اس سوال پر کہ کیا میں آپ کے اہل میں داخل نہیں ہوں؟ فرمایا: انت علی مکانک (تو تو اپنی جگہ پر ہے ہی) اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ایک روایت کے مطابق حضرت اُم سلمہؓ کے اس سوال پر حضور ﷺ نے اثبات میں جواب دیا اور ان کو چادر کے احاطہ میں داخل کرلیا، حافظ ابن حجرؒ اور بعض محققین نے اسی لئے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ شاید یہ آیت دو موقعوں پر نازل ہوئی ہے، ایک دفعہ حضرت اُم سلمہؓ کو شریک نہیں کیا گیا، دوسری بار ان کی شرکت بھی عمل میں آئی۔

کبھی اس سے تمام بنو ہاشم مراد لئے گئے اور ازواجِ مطہرات اس حکم میں شامل نہیں ہیں، مثلاً تحریم زکوٰۃ والی روایت، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب زید بن ارقم ؓ سے ازواجِ مطہرات کے اہل بیت ہونے کی بابت سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا:

> نساءه من اهل بيته ولكن اهل بيته من حرم الصدقة بعده . (۲)

یعنی ازواجِ مطہرات بھی آپ کے اہل بیت ہی میں ہیں، مگر یہاں (زیر بحث مسئلہ میں) وہ اہل بیت مراد ہیں جن پر صدقہ لینا حرام ہے۔

(۱) صحيح مسلم: ۵/۱-۳۴۴، صدقات آلِ محمد ﷺ کے لئے مناسب نہیں ہیں کہ وہ میل کچیل ہیں۔

(۲) صحيح مسلم ، عن حصين بن سبره ، باب فضل علي: ۲۷۹/۲

یہ تو آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حقیقی مصداق ہے، ورنہ مجازاً اس لفظ کا استعمال اولاد اطہار اور ازواج مطہرات کے علاوہ دوسرے صالحین اور اہل تقویٰ کے لئے بھی خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جیسے طبرانی نے ایک ضعیف روایت میں ہے کہ ہر خدا ترس شخص میری آل میں ہے، اکل تقی آلی، اس طرح آپ ﷺ نے واثلہ ؓ سے فرمایا: انت من اهلی اور حضرت سلمان فارسی ؓ کے بارے میں ارشاد ہوا: سلمان منا من اهل البیت۔ (۱)

آل نبی کے معصوم ہونے کا عقیدہ

جہاں تک آل نبی ﷺ کے معصوم ہونے کا تعلق ہے، جیسا کہ حضرات شیعہ کا خیال ہے تو یہ کلیتاً غلط ہے اور اس سے مراد یہ چاروں حضرات ہوں یا ازواج مطہرات، کوئی بھی معصوم نہیں ہیں، خود حضرت علی ؓ کے الفاظ اور ارباب تشیع کے بنیادی ماخذ "نهج البلاغة" کی تصریحات سے اس کی نفی ہوتی ہے، چنانچہ اسی کتاب میں ایک جگہ مذکور ہے کہ حضرت علی ؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

> لا تکفوا عن مقالة بحق او مشورة بعدل فانی لست بفوق أن اخطی ولا امن من ذالک فی فعلی۔ (۲)
>
> مجھے کوئی حق بات کہنے یا انصاف کے مطابق کا مشورہ دینے سے نہ روکو، اس لئے کہ میں بھی اپنے کام میں غلطیوں سے بالاتر اور مامون نہیں ہوں۔

افسوس کہ جب عقیدت میں "غلو" کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور آدمی کی طبیعت اپنے محبوب کو معبود بنانے پر آمادہ ہوتی ہے تو وہ اپنے بزرگوں اور سلف کی ایسی واضح تصریحات کو بھی نظر انداز کر جاتا ہے۔ والله هو المستعان وهو یهدی الی الحق۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: روح المعانی: ۲۲/۱۲-۲۰)

آلہ

آلہ وہ سامان ہے، جس کو کسی چیز کے بنانے میں استعمال کیا جائے، اس کی جمع آلات ہے، فقہاء کے یہاں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، فقہاء کے یہاں مختلف افعال سے متعلق آلات کا ضمناً ذکر آیا ہے، جن میں سے چند اہم اُمور یہ ہیں:

(الف) تطہیر یعنی پاک کرنے کے آلات وذرائع۔
(ب) جہاد کے اسلحہ اور آلات۔
(ج) حدود جاری کرنے کے لئے استعمال ہونے والے آلات۔
(د) ذبح کے آلات۔
(ہ) صنعت وحرفت کے آلات سے متعلق زکوۃ کے احکام۔
(و) رؤیت ہلال کے آلات وذرائع۔
(ز) شکار کے آلات۔
(ح) قتل کے آلات۔
(ط) آلۂ قصاص۔
(ی) لہو ولعب کے آلات کا حکم۔

یہ تمام احکام ان ہی الفاظ (تطہیر، جہاد، حدود، ذبح، زکوۃ، ہلال، صید، قتل، قصاص، اور لہو ولعب) کے ذیل میں ذکر کئے جائیں گے، یہاں صرف آلۂ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کے مسئلہ پر گفتگو کی جاتی ہے۔

آلۂ مکبر الصوت

دنیا کی جدید ایجادات میں ایک آلۂ مکبر الصوت ہے جو

---

(۱) روح المعانی: ۲۲/۱۵ (۲) روح المعانی: ۲۲/۱۸

انسانی آواز کو وسعت اور پھیلاؤ عطا کرتی ہے، کچھ عرصہ پہلے تک علماء اور اربابِ افتاء کا اس پر اتفاق نہ تھا کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ نماز پڑھی جاسکتی ہے، لیکن اب تمام ہی قابل ذکر علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔

جدید اکتشافات کے سلسلہ میں بنیادی طور پر یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اسلام اس کی حوصلہ شکنی نہیں کرتا بلکہ حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اگر اس کے اثرات ونتائج ایسے ہوں جو شریعت کے مزاج سے ہم آہنگی رکھتے ہوں تو نہ صرف یہ کہ اس کو جائز رکھتا ہے، بلکہ اس سے استفادہ کرنے کو پسند بھی کرتا ہے۔

آلۂ مکبر الصوت بھی انہی میں سے ایک ہے، اس کے ذریعہ دین کی باتوں اور نصح وموعظت کا دوسروں تک اور دور کے حاضرین تک پہنچانا آسان ہوجاتا ہے، لاؤڈ اسپیکر نہ ہو تو امام کی نقل وحرکت دور کھڑے ہوئے مقتدیوں تک پہنچانے کے لئے درمیان میں مکبر کی حاجت ہوگی، لاؤڈ اسپیکر ہو تو وہ اس ضرورت کو زیادہ بہتر طریقہ پر انجام دے سکے گا۔

یہ خیال درست نہیں کہ نماز میں مقتدیوں کو سنانا اور ان تک آواز کا پہنچانا مطلوب ہی نہیں ہے، اس لئے کہ اگر سنانا مقصود نہ ہو تو بعض نمازوں میں قرأت کا جہری ہونا ایک بے معنی حکم قرار پائے گا؟ اور پھر آخر قرآن مجید کے اس حکم کی بابت کیا کہا جائے گا کہ :

إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا ۔

(الاعراف ۲۰۴)

یعنی جب قرآن کی تلاوت ہو تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔

ہاں! یہ اور بات ہے کہ چوں کہ قدیم زمانہ میں ایسا کوئی آلہ معرضِ ایجاد میں نہیں آیا تھا اور اب بھی ہر جگہ اس کی دستیابی دشوار ہے، اس لئے شریعت نے یہ رخصت اور سہولت دی کہ ضروری نہیں کہ امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچ ہی جائے اور اس کے بغیر اقتداء درست ہی نہ ہو۔

پھر اسی طرح اس آلہ کو آلاتِ لہو میں بھی شمار نہیں کیا جاسکتا کہ اپنی اصل ساخت اور بناوٹ کے اعتبار سے وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کرتا کہ نسبتاً پست آواز کو بلند بنا دیتا ہے اور جو لوگ براہ راست اس کی آواز کو نہیں سن سکتے تھے، ان کے لئے قابل سماعت کردیتا ہے، صرف یہ بات کہ گانے بجانے اور لہو ولعب کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے، اس کو آلۂ لہو قرار دینے کے لئے کافی نہیں، آج کی دنیا میں اسلحہ جات اکثر ظلم وطغیان کے لئے استعمال ہوتے ہیں، ظاہر ہے محض اس بنیاد پر مسلمانوں کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تم ان سے اجتناب کرو۔

بعض اہل علم نے اس سلسلہ میں یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہ امام ہی کی آواز ہے تو اقتداء درست ہوگی اور اگر اصل آواز کی بجائے اس کے تموج سے پیدا ہونے والی دوسری آواز ہے تو اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا، اس لئے کہ ایسی صورت میں مقتدی جب لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نقل وحرکت کریں گے تو غیر امام کی آواز پر نقل وحرکت ہوگی اور یہ درست نہیں ہے۔

ابتداءً حضرت تھانوی تک یہ بات پہنچی تھی کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز امام کی بعینہ آواز نہیں ہے، چنانچہ آپ نے اس کے جائز نہ ہونے کا فتویٰ دیا، پھر جب ان کے '' مجاز رشید'' مفتی محمد شفیع صاحب نے پاکستان پہنچ کر اس مسئلہ کی تحقیق کی تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ بعینہ امام ہی کی آواز بلند کردیتا ہے، اس لئے مفتی صاحب نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا اور اب اسی پر قریب قریب سبھوں کا اتفاق ہے۔

اس سے قطع نظر فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ کسی کام کے لئے اگر ایسی چیز کو ذریعہ بنایا جائے جو بجائے خود احکام الٰہی کی مکلف اور

پابند ہوتو اس فعل کی نسبت اسی کی طرف ہوگی اور اگر ایسی چیز کو ذریعہ بنایا جائے جو ذی روح نہ ہونے یا ذی عقل نہ ہونے کی وجہ سے احکام شریعت کی مکلف نہ ہو، تو فعل کی نسبت اس آدمی کی طرف ہوگی جس نے اس کو ذریعہ بنایا ہے، اس کو اصطلاح میں ''مشیت'' کہتے ہیں۔

—— اس اُصول کی روشنی میں لاؤڈ اسپیکر چوں کہ ایک بے جان شی ہے؛ اس لئے اگر بالفرض وہ آواز بعینہٖ امام کی نہ ہوتو بھی چوں کہ امام ہی کی آواز کی وجہ سے یہ دوسری آواز بھی پیدا ہوئی ہے، اور دونوں کے درمیان کسی با اختیار متسبب کا واسطہ نہیں، اس لئے اس کی نسبت بھی امام ہی کی طرف کی جائے گی اور اس پر کی جانے والی نقل وحرکت گویا امام ہی کی آواز پر نقل وحرکت ہوگی ، یہ وضاحت حنفیہ کے مسلک پر ہے، دوسرے فقہاء کے نزدیک اگر درستگی نماز کے لئے خارج صلاۃ شخص کی صلاح قبول کی جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

لاؤڈ اسپیکر چوں کہ قرأت قرآن اور تکبیرات انتقال کی آواز مقتدیوں تک پہنچانے میں معاون اور مفید ہے؛ اس لئے مسلمانوں کے جم غفیر اور بڑی جماعت کے وقت اس کا استعمال مستحسن اور بہتر ہوگا، لوگ کم ہوں تو احتراز بہتر ہے کہ اس کی حاجت ہی نہیں اور نماز میں آواز بہ قدر حاجت ہی رکھنے کا حکم ہے، چنانچہ فقہاء نے ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنے کو منع فرمایا ہے۔(۱)

پھر نماز میں تو محض قرأت کافی ہے، لیکن اذان کا تو مقصد ہی اعلان اور اعلام ہے، فقہاء متاخرین نے اذان کی آواز دور تک پہنچانے کے لئے اذان خانوں کی تعمیر اور اونچی جگہ یا ان کے گنبدوں سے اذان دینے کی اجازت دی ہے تا کہ آواز دور تک پہنچ سکے بلکہ استقبال قبلہ جو ضروری ہے، اس مقصد کے لئے اس میں بھی رعایت دی گئی ہے، چنانچہ میناروں میں مؤذن حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے الفاظ اپنی جگہ سے ہٹ کر دائیں اور بائیں روشندان کے پاس چہرہ لے جا کر بول سکتا ہے،(۲) اس لئے ظاہر ہے کہ اذان کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بہتر ہوگا کہ کسی سنت کو ترک کئے بغیر اس کے ذریعہ زیادہ بہتر طریقہ پر نماز کا اعلان ہوسکے گا۔

اسی طرح خطبہ اور مواعظ میں بھی اس کا استعمال بہتر ہوگا بشرطیکہ آواز ضرورت سے زیادہ اور دوسروں کے لئے باعث تکلیف نہ ہو، مقصد لوگوں تک اپنی بات پہنچانا ہے جس میں یہ جدید آلہ مفید ہے اور اسی پر ہمارے زمانہ میں علماء وصلحاء کا عمل ہے۔

آمہ

سر کے ایسے زخم کو کہتے ہیں جو دماغ تک پہنچ جائے ،کوئی شخص اگر کسی کو اس طرح مارے کہ نوبت اس زخم تک آجائے تو یہ بالارادہ ہو یا غلطی سے، قصاص یعنی ''زخم کا بدلہ زخم'' سے لینے کی اجازت نہ ہوگی ؛ اس لئے کہ دماغ اپنی جسمانی اہمیت اور محل وقوع کی حیثیت سے اتنا نازک حصہ ہے کہ اس پر ''ضرب'' موت کا باعث بن سکتا ہے اور ایسی تمام صورتوں میں زخم کا بدلہ زخم سے لینے کی اجازت نہیں ہے، جہاں زخم سے موت کا اندیشہ ہو۔(۳)

(تفصیل کے لئے دیکھئے: ''شجاج'')

آمین

ہمزہ پر مد کے ساتھ بھی ہے اور بغیر مد کے بھی ، روایات اور قراء کے اقوال میں دونوں کا درست ہونا نقل کیا گیا ہے، علامہ

(۱) دیکھئے: ھندیہ ۱/۷۲

(۲) الھدایہ: ۱/۸۸، کتاب الاذان

(۳) فتاوی عالمگیری: ۶/۲۹

واحدی نے قراء میں ہمزہ اور کسائی سے ''امالہ'' کی صورت بھی نقل کی ہے، یہی اس سلسلہ میں معروف ومقبول اقوال ہیں، تین اور اقوال بھی آمین کے سلسلہ میں منقول ہیں، بقول حافظ ابن حجرؒ یہ شاذ لغتیں ہیں، (۱) —— عربی قواعد کی اصطلاح کے مطابق یہ اسماء افعال میں سے ہیں، اس کے مختلف معنی نقل کئے گئے ہیں، اکثر اہل علم کے نزدیک یہ ''اللھم استجب'' (اے اللہ! اس دُعاء کو قبول فرما) کے معنی میں ہے۔ (۲)

معنی سے ظاہر ہے کہ یہ کلمہ دُعاء کے بعد کہے جانے کا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی دُعاء کے بعد آمین کہنے کو پسند فرمایا ہے، چنانچہ حضرت ابوزہیر نمیری ﷛ سے مروی ہے کہ ایک شب ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، ہم لوگوں کا گزر ایک شخص پر ہوا، جو بہت الحاح کے ساتھ دُعاء کرنے میں مشغول تھا، آپ کھڑے ہو کر سننے لگے، پھر فرمایا کہ اگر اس نے دُعاء پر مہر لگالی، تو اس نے اپنی دُعاء کی قبولیت کو واجب کرلیا، ایک صاحب نے کہا کس چیز سے مہر لگائی جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آمین کے ذریعہ، (۳) —— اس سے معلوم ہوا کہ خواہ کوئی بھی دُعاء ہو، اس کو آمین پر ختم کرنا مستحب ہے۔

سورۂ فاتحہ کا آخری فقرہ چوں کہ نہایت ہی اہم دُعاء پر مشتمل ہے، اس لئے اس سورہ کی تلاوت کے اختتام پر خواہ نماز سے باہر کیوں نہ ہو، آمین کہنا مستحب ہے اور نماز کے اندر بھی آمین کہنا مسنون ہے، اس پر فی الجملہ تمام فقہاء کا اتفاق ہے، لیکن آمین کون کہے؟ اور کس طرح کہے؟ اس سلسلہ میں اہل علم کی مختلف رائیں ہیں۔

آمین کون کہے؟

امام مالکؒ کے مشہور قول کے مطابق امام آمین نہ کہے گا، بلکہ صرف مقتدی آمین کہیں گے، (۴) دوسرے فقہاء کے نزدیک امام و مقتدی دونوں آمین کہیں گے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آمین آہستہ کہی جائے گی، یہی رائے مالکیہ کی بھی ہے، (۵) —— امام احمدؒ کا خیال ہے کہ آمین زور سے کہی جائے (۶) —— امام شافعیؒ کا قول جدید امام ابوحنیفہؒ کے مطابق ہے اور قدیم رائے امام احمدؒ کی رائے کے موافق ہے، جس پر فقہ شافعی میں فتویٰ ہے، (۷) امام مالکؒ سے بھی دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں، البتہ عمل زور ہی سے آمین کہنے پر ہے۔ (۸)

یہ بات کہ آمین صرف امام کہیں یا مقتدی بھی، اس میں حنفیہ وغیرہ کی رائے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ حضرت ابوہریرہ ﷛ کی صریح روایت موجود ہے، کہ جب امام آمین کہے تو تم لوگ بھی آمین کہو: اذا امن الامام فامنو ا (۹) —— اور جب امام اور مقتدی آمین کہیں گے تو تنہا نماز ادا کرنے والا بدرجۂ اولیٰ آمین کہے گا۔

زور سے کہے یا آہستہ؟

جہاں تک آمین کے زور سے اور آہستہ کہنے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں دونوں نقطۂ نظر کے لئے حدیثیں اور صحابہ کے آثار موجود ہیں، لیکن دشواری یہ ہے کہ جو روایتیں اس باب میں صریح اور واضح ہیں وہ عام طور پر ضعف وکلام اور تعارض سے خالی نہیں ہیں،

---

(۱) فتح الباری: ۲/۳۰۲ (۲) فتح الباری: ۲/۳۰۲
(۳) ابوداؤد، حدیث نمبر: ۹۳۸ (۴) شرح الزرقانی علی الموطا: ۱/۱۸۰
(۵) الشرح الصغیر: ۱/۳۲۷ (۶) المغنی: ۱/۲۹۰
(۷) المہذب مع شرح ۳/۳۶۸ (۸) المیزان الکبری للشعرانی: ۱/۱۶۸، رحمۃ الامۃ: ۴۳، اوجز المسالک: ۱/۴۵
(۹) بخاری، حدیث نمبر: ۷۸۰، باب جہر الامام بالتامین

اور جو روایتیں صحیح وقوی ہیں ان میں آمین کے زور یا آہستہ کہنے کی صراحت نہیں ہے، بلکہ نصوص کے اشارہ اور بین السطور سے فقہاء نے رائیں اخذ کی ہیں۔

حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند آواز میں آمین کہنا بھی ثابت ہے اور آہستہ بھی، اور یہ دونوں ہی صورتیں فی الجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور طریقوں میں سے ہیں، البتہ "آمین" چونکہ دعا ہے اور خود قرآن مجید نے دعا کا ادب بتایا ہے کہ آہستہ ہو "وادعوا ربکم تضرعا وخفیة" (الاعراف:۵۴) اس لئے آہستہ کہنا افضل ہونا چاہئے۔

آنیہ

آنیہ کے معنی برتن کے ہیں اور اس کی جمع اوانی ہے، اس کا اطلاق ہر قسم کے برتن پر ہوتا ہے۔

سونے چاندی اور دوسرے دھاتوں کے برتن

سونے اور چاندی کے برتن کھانے پینے، تیل لگانے اور خوشبو میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے، (۱) اس پر ائمہ اربعہ اور فقہاء کا اتفاق ہے، صرف امام شافعی کا قول قدیم حرمت کی بجائے کراہت کا ہے، مگر یہ قول خود شوافع کے یہاں معتبر نہیں، داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ پینے کی ممانعت ہے، کھانے کی نہیں، مگر یہ نص کے خلاف ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بڑی شدت سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سونے اور چاندی کے برتن سے کچھ پیتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ ڈالتا ہے۔ (۲)

فقہاء نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے ایسے برتن مراد ہیں کہ جن سے چیزیں نکالنے کے لئے ہاتھ ڈالنے کی نوبت نہ آئے، بلکہ براہ راست اس سے مشروب کو پینا یا کھانا پڑے اگر ایسا برتن ہو کہ جس سے براہ راست منہ کو لگانے کی نوبت نہ آئے بلکہ اس میں ہاتھ ڈال کر نکالا جائے تو جائز ہے، (۳) اسی طرح سونے اور چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کے برتن، جس پر سونے اور چاندی کی قلعی کر دی گئی ہو، استعمال کئے جاسکتے ہیں، شیشہ، بلور، اور عقیق کے برتن کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں، (۴) یہی حکم اس زمانہ میں چینی، تام چینی، اسٹیل اور فائبر وغیرہ کے برتن کا ہوگا۔

سونے اور چاندی کے چمچے سے کھانا، اس کے طشت میں وضو کرنا، اس کی سلائی کو سرمہ کے لئے استعمال کرنا یہ سب ہی ناجائز ہیں اور یہ حکم مردوں، عورتوں، بچوں، سبھوں کے لئے ہے، (۵) یہی رائے امام شافعیؒ کی بھی ہے، ہاں سلائی کے لئے ضرورۃً اجازت دیتے ہیں، (۶) البتہ امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق ان اشیاء کا استعمال صرف مکروہ تنزیہی ہے، (۷) اگر محض زیب و زینت کے لئے ایسی چیزیں گھر میں رکھی جائیں تو امام محمدؒ نے اجازت دی ہے، (۸) لیکن احتیاط کا تقاضا ہے کہ اس سے بھی بچا جائے۔

برتن کی نجاست اور پاکی

برتن میں اگر نجاست گر جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے، چنانچہ

---

(۱) الهدایہ:۴/۳۳۶

(۲) اس روایت کو امام بخاری وامام مسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے نقل کیا ہے، مسلم کی روایت میں پینے کے علاوہ کھانے کا بھی ذکر ہے، بخاری، حدیث نمبر:۵۶۳۴، مسلم، حدیث نمبر:۵۳۸۶

(۳) الفتاویٰ الهندیہ:۵/۳۳۴، الباب العاشر فی استعمال الذهب و الفضه (۴) الهدایہ:۴/۴۳

(۵) الفتاویٰ الهندیہ :۵/۳۳۴ (۶) مغنی المحتاج:۱/۲۹

(۷) الافصاح:۱/۶۳، باب الآنیہ (۸) الفتاویٰ الهندیہ:۵/۳۳۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو چاہئے کہ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ دھولے، کیوں کہ نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گزاری ہے،(۱) یعنی ممکن ہے کہ سوتے وقت ہاتھ ایسی جگہ پہنچ گیا ہو، جہاں پسینے کی وجہ سے کچھ نجاست جو رہ گئی ہو تر ہو جائے اور ہاتھ ناپاک ہو جائے، اس سے معلوم ہوا کہ ناپاک ہاتھ پانی میں ڈالنے کی وجہ سے برتن ناپاک ہو جاتا ہے۔

اگر برتن ناپاک ہو جائے تو دھونے کے بعد دوسری جامد اشیاء کی طرح یہ بھی پاک ہو جائے گا، ایک بار دھو دینا کافی ہے، تکرار ضروری نہیں، بہ شرطیکہ نجاست کے اثرات زائل ہو گئے ہوں۔(۲)

البتہ بعض احکام اس سے مستثنیٰ ہیں اور ان میں ایک مرتبہ دھونا کافی نہیں، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت اور ان کے فتویٰ کے مطابق کتے کا جوٹھا تین بار دھویا جائے گا،(۳) بہتر ہے کہ سات بار دھویا جائے اور اس کے اثرات اور سمّیت کے ازالہ کے لئے مٹی یا کسی اور چیز کا بھی استعمال کیا جائے، امام مالکؒ کے نزدیک کتے کا جوٹھا پاک ہے، لیکن حکم شریعت کی تعمیل میں سات دفعہ دھویا جائے گا،(۴) امام شافعیؒ کے نزدیک پاکی کے لئے سات بار دھونا ضروری ہے۔(۵)

(تفصیل کے لئے دیکھئے: کلب، سور، ہرہ)

نیا کوزہ اور مٹی کا برتن جس میں پانی اور سیال چیزوں کو جذب کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے، اس میں اگر شراب رکھ دی جائے، تو اس کو بھی تین بار دھونا ضروری ہے، اسی طرح قدیم شراب میں استعمال ہونے والا مشکہ بھی تین بار دھویا جائے گا، اور جب تک شراب کی بو کا ازالہ نہ ہو جائے پاک نہ ہوگا۔(۶)

ناپاک مٹی سے برتن اور ہانڈی وغیرہ بنائی جائے اور پھر اسے پکا دیا جائے تو اب اس کا شمار پاک برتنوں میں ہوگا، اس لئے کہ جلنے اور پک جانے کے بعد اس ناپاک مٹی کی حقیقت بدل گئی اور اب وہ اپنی پہلی حالت پر باقی نہ رہی۔(۷)

بعض برتنوں کی ممانعت اور دوبارہ اجازت

بعض برتنوں سے جو شراب کے لئے استعمال ہوا کرتے تھے، آپ ﷺ نے ابتداء میں منع فرما دیا تھا، احادیث میں ایسے چار برتنوں کا ذکر ملتا ہے، حنتم (سبز ٹھیلیا) دباء (کدو کے تونبے) نقیر (درخت کی جڑوں کو کھوکھلا کیا ہوا برتن) اور مزفت (ایک خاص قسم کا روغن ملا ہوا برتن)،(۸) مگر شاید منشاء رسالت یہ تھا کہ ابھی جو لوگ شراب کے خوگر ہیں اندیشہ ہے کہ ان برتنوں کے استعمال کی وجہ سے وہ شراب پینے میں مبتلا ہو جائیں، چنانچہ بعد میں حضور ﷺ نے ممنوع برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی بشرطیکہ نشہ آور نہ ہوں۔(۹)

مخلوط پاک اور ناپاک برتن

اگر چند ایسے برتن مل جائیں جن میں سے بعض پاک ہوں اور بعض ناپاک، تو اگر ناپاک برتن نسبتاً کم ہوں تو تحری اور غور و خوض کا حکم ہے، جس طرف طبیعت کا رجحان ہو کہ یہ پاک ہوگا اس کو وضو وغیرہ کے لئے استعمال کیا جائے اور اگر برتن کی غالب تعداد

(۱) بخاری، عن ابی ہریرۃ: حدیث نمبر:۱۶۲ (۲) نووی علی مسلم:۱/۱۳۷

(۳) دار قطنی مرفوعاً عن الاعرج عن ابی ہریرۃ، حدیث نمبر:۱۹۰ و موقوفاً علی ابی ہریرۃؓ، حدیث نمبر:۱۹۳

(۴) الافصاح:۱/۶۴ (۵) رحمۃ الامۃ:۸، باب النجاسۃ

(۶) الفتاوی الہندیہ:۱/۴۲ (۷) الفتاوی الہندیہ:۱/۴۴

(۸) بخاری، حدیث نمبر:۵۳، مسلم، حدیث نمبر:۵۱۷۰ (۹) مسلم، حدیث نمبر:۵۲۰۸

ناپاک ہوتو پھر غور خوض کی گنجائش نہیں، تیمم پر اکتفا کرے۔(۱)

اور اگر ایسی اضطراری شکل پیدا ہو جائے کہ اس کے علاوہ پانی ہو ہی نہیں تو وضو میں تو اس کا استعمال بہر حال درست نہیں، البتہ پینے کے لئے قلب کے رجحان پر عمل کر سکتا ہے اور جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ یہ پاک ہوگا، اسے پی سکتا ہے، البتہ نماز کے لئے تیمم کرے گا اور فقہاء نے اس بات کو زیادہ محتاط قرار دیا ہے کہ پانی بہادے پھر تیمم کرلے، اس لئے کہ جب پانی باقی ہی نہ رہا تو تیمّم کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ (۲)

رفقاءِ سفر کے ساتھ برتنوں کا اختلاط

اگر چند آدمی سفر میں ساتھ ہوں اور ان سب کے پاس پانی کے اپنے اپنے برتن ہوں، پھر وہ باہم اس طرح مل جائیں کہ تمیز دشوار ہو جائے اور دوسرے ساتھی موجود نہ ہوں تو ان حالات میں بھی تحری کرے گا اور جس کی طرف رجحان ہو جائے کہ یہ میرا برتن ہے اسی کو استعمال کرے۔ (۳)

غیر مسلموں کے برتن کے احکام

کفار و مشرکین اور اہل کتاب کے برتن کے سلسلہ میں چند اُصولی باتیں ذہن میں رکھنی چاہئیں :

۱) برتن کی پاکی اور ناپاکی کا تعلق اس بات سے ہے کہ خود اس برتن میں کیا چیز رکھی گئی ہے، اگر اس میں کوئی ناپاک چیز رکھی گئی ہے تو ظاہر ہے کہ برتن ناپاک ہوگا اور اگر کوئی پاک چیز رکھی گئی ہو تو برتن ناپاک نہ ہوگا۔

۲) جہاں تک جوٹھے کی بات ہے، تو مسلمانوں کی طرح کافروں اور تمام انسانوں کے جوٹھے پاک ہیں اور اس میں کفر و اسلام کا کوئی فرق نہیں، اس لئے ظاہر ہے کہ کسی برتن میں محض ان کا کھالینا اس بات کے لئے کافی نہیں کہ اسے ناپاک قرار دیا جائے، البتہ یہ ضرور ہے کہ کسی حرام اور ناپاک چیز کے فوری استعمال کے بعد جس چیز کو وہ کھائے یا پیئے وہ ناپاک ہو جائے گی، جیسا کہ فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر بلی کے منہ میں خون لگا ہو اور وہ اسی حالت میں کسی چیز میں منہ ڈال دے تو وہ شئی ناپاک ہو جائے گی —— اسی طرح اگر شراب، مردار کا گوشت یا اسی قسم کی چیز کھائے پیئے تو وہ برتن ناپاک ہو جائے گا اور پاک کئے بغیر اس کا استعمال درست نہ ہوگا۔

۳) غلہ اور پودوں مثلاً ترکاریوں میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں، جو کچھ فرق ہے وہ صرف ذبیحہ کے سلسلہ میں ہے کہ اسلام میں وہی گوشت پاک ہے جو مسلمان یا اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اللہ کے نام پر ذبح کریں، ان کے علاوہ دوسروں کا ذبیحہ اور مردار جانور حرام اور ناپاک ہیں۔

ان اُصولوں کی روشنی میں یہ بات بآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ عام حالات میں غیر مسلموں کے برتن کا استعمال بھی درست ہوگا اور اس میں ضرورت سے زیادہ تجسس اور تکلف شریعت میں مطلوب نہیں، چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یہودیہ کی دعوت کھانا ثابت ہے، البتہ جن برتنوں میں مذکورہ اُصولوں کے مطابق ناپاک چیزوں کا استعمال کیا جانا معلوم ہو یا اس کا ظن غالب ہو تو دھوئے اور پاک کئے بغیر اس کا استعمال درست نہیں۔

سپلائنگ کمپنی کے برتنوں کا حکم

اس زمانہ میں سپلائنگ کمپنی جو کرایہ پر وقتی استعمال کے لئے برتن فراہم کرتی ہے، ان کا بھی یہی حکم ہے اور احتیاط کا تقاضا ہے

(۱) طحطاوی علی مراقی الفلاح:۲، باب التحری

(۲) الفتاویٰ الهندیه:۳۸۴/۵،باب التحری

(۳) الفتاویٰ الهندیه:۳۸۴/۵

کہ چوں کہ یہ برتن بلا امتیاز مسلمانوں اور غیر مسلموں کو سپلائی کئے جاتے ہیں اور اس میں حرام چیزوں کے کھانے کا بھی کافی امکان ہے، پھر شرعی نقطۂ نظر سے برتنوں کو جس طرح دھویا اور صاف کیا جانا چاہئے اس کا بھی اہتمام نہیں ہے، اس لئے ان کو دھوئے بغیر استعمال نہ کیا جائے۔

آہ

یہ لفظ اپنی اصل کے اعتبار سے درد و تکلیف یا خوف وڈر کے اظہار کے لئے آیا کرتا ہے،(۱) نماز کی حالت میں اگر قرآن مجید میں جنت و دوزخ کے ذکر یا اپنے گناہ کی کثرت کو یاد کر کے بے ساختہ زبان پر آہ یا اوہ کا لفظ آجائے تو نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، قصداً زبان پر اس قسم کے الفاظ لانا خواہ وہ خوف خدا ہی سے کیوں نہ ہو، نامناسب ہے، اور اگر کسی جسمانی تکلیف اور درد کی وجہ سے آہ نکل گئی ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔(۲)

ایجابِ نکاح کے وقت آہ

اگر نا کتخدا بالغہ لڑکی کے سامنے اس کے والد یا دادا نے کسی شخص سے نکاح کی پیش کش کی اور لڑکی کی زبان پر آہ کا لفظ آگیا تو اس میں عرف اور دیگر قرائن کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کیا جائے گا کہ یہ نکاح سے ناپسندیدگی کی بناء پر ہے اور اس کی طرف سے انکار ہے یا نکاح کے بعد اپنے والدین اور اہل قرابت سے جدائی کے احساس اور نکاح پر رضامندی کے سبب ہے؟ —— اس کی نظیر فقہ کا وہ جزئیہ ہے کہ اگر اپنے باپ یا دادا سے نکاح کی خبر سننے کے بعد وہ اس طرح روئے کہ جس سے ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے تو نکاح مسترد ہو جائے گا اور چیخ و پکار کے بغیر روئے تو یہ رضامندی کی دلیل ہوگی اور سمجھا جائے گا کہ اس کا سبب میکہ سے جدائی ہے۔(۳)

آئسہ (بوڑھی عورت)

لغوی معنی ہیں ''مایوس ہو جانے والی''، فقہ کی اصطلاح میں اس عورت کو کہتے ہیں جس کو درازی عمر اور بڑھاپے کے باعث حیض کا خون آنا بند ہو گیا ہو؛ اس لئے کہ اس کی وجہ سے وہ توالد و تناسل سے ناامید اور مایوس ہو جاتی ہے اور اس کے بعد وہ ماں نہیں بن سکتی۔

آئسہ عورتوں کی عدت

ایسی عورت کو اگر طلاق کی عدت گزارنی پڑے تو مہینوں کے لحاظ سے گزارنی ہوگی، یعنی ''تین حیض'' کی بجائے ایسی عورتوں کی عدت تین ماہ ہوگی۔(الطلاق :۲۸)

اگر قمری مہینہ کے آغاز یعنی پہلی تاریخ سے عدت شروع ہوتی تو مسلسل تین ماہ عدت گزارے، خواہ یہ مہینے ۲۹ کے ہوں یا ۳۰ کے اور مہینہ کی درمیانی تاریخوں سے عدت گزارنے کی نوبت آئی ہو تو مکمل ۹۰ دن عدت کے شمار ہوں گے،(۴) شوہر کی وفات کی عدت دوسری عورتوں کی طرح اس کے لئے بھی ۴/ ماہ ۱۰/ دن ہے۔(البقرہ:۲۳۴)

آیت

قرآن مجید کے ایسے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو ایک مکمل جملہ ہو اور باہم مربوط ہو، یہ طویل بھی ہو سکتی ہے اور مختصر بھی، قرآن کی سب سے طویل آیت ہے بقرہ:۲۸۲ اور سب سے چھوٹی اور مختصر رحمٰن:۶۴۔

(۱) المنجد :۲۲، دار المشرق لبنان، ایڈیشن:۲۰
(۲) الفتاوی الهندیه :۱/۱۰۰
(۳) مستفاد از : عالمگیری:۲/۱۱، الهدایه:۲/۲۱۳
(۴) الفتاوی الهندیه :۱/۵۲۶

قرأت قرآن کا اطلاق

کیا صرف ایک آیت پر بھی قرآن پڑھنے کا اطلاق ہوگا؟
اس سلسلہ میں اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی آیت بحیثیت آیت قرآنی کے نہ پڑھی جائے تو اس کا حکم قرآن کا نہ ہوگا، مثلاً اگر موت کی خبر سن کر کوئی شخص انا للہ وانا الیہ راجعون، نماز کی حالت میں پڑھے تو گو کہ یہ قرآن ہی کا ایک حصہ ہے مگر اس سے نماز فاسد ہوجائے گی، اس لئے کہ یہاں تلاوت قرآن مجید کی نیت سے یہ کلمات نہیں کہے گئے ہیں، اسی طرح جنابت یا حیض کی حالت میں بطور تعزیت کے یہ جملہ ادا کرنا درست ہوگا، حالاں کہ ان حالات میں قرآن مجید کا پڑھنا روا نہیں ہے۔

اور اگر ایک ہی آیت کی تلاوت بحیثیت قرآن مجید کی جائے تو مشائخ احناف کے نزدیک کبھی وہ قرآن کے حکم میں داخل ہوتا ہے اور کبھی نہیں، چنانچہ اگر نماز میں کوئی شخص صرف ایک مختصر آیت کی تلاوت کرے تو اس سے قراءت قرآن کا فریضہ ادا نہ ہوگا، اور اس کے برعکس جنابت یا حیض و نفاس کی حالت میں ایک آیت کی تلاوت بھی حرام ہے بلکہ بعض حضرات تو ایک آیت سے کم کی تلاوت کو بھی حرام قرار دیتے ہیں، البتہ امام طحاویؒ اور ابن سماعہؒ کی روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس حد تک اجازت ہے، جو حکم تلاوت کا ہے وہی کتابت اور اس کو ہاتھ لگانے کا ہے۔(۱)

آیات مکی و مدنی

قرآن مجید چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یکبارگی نازل نہیں ہوا، بلکہ مختلف اوقات میں اور مختلف مقامات پر مختلف آیتیں نازل ہوتی رہیں، اس لئے مقامات اور اوقات کے اعتبار سے ان کو مختلف نام دیئے جاتے ہیں، ان ہی میں سے ایک مکی اور مدنی ہے، مکی اور مدنی آیت کا اطلاق کن پر ہوگا؟ اس سلسلہ میں علماء اصول سے تین رائیں منقول ہیں:

۱) جو آیات ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں، وہ مکی ہیں اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں، وہ مدنی ہیں —— اس تشریح کے مطابق ہجرت کے بعد فتح مکہ اور حجۃ الوداع وغیرہ کے موقع سے خود مکہ مکرمہ یا اس کے مضافات میں جو آیتیں نازل ہوئیں، ان کا شمار بھی مدنی آیات میں ہوگا۔

۲) دوسری رائے یہ ہے کہ جو آیتیں مکہ معظمہ اور اس کے مضافات منیٰ وغیرہ میں نازل ہوئیں وہ مکی ہیں اور جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں، مدنی آیات میں ان کا شمار بھی ہوگا جو مدینہ کے قرب و جوار بدر و احد وغیرہ میں نازل ہوئیں —— اس تشریح کے مطابق کچھ آیات ایسی بھی قرار پائیں گی جو نہ مکی ہوں اور نہ مدنی، چنانچہ طبرانی کی روایت کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قرآن تین مقامات پر نازل کیا گیا ہے، مکہ، مدینہ اور شام، شام سے مراد بیت المقدس اور حافظ ابن کثیر کی تشریح کے مطابق تبوک ہے۔

۳) تیسری رائے یہ ہے کہ جن آیات میں اہل مکہ کو مخاطب کیا گیا ہو وہ مکی ہیں اور جن میں اہل مدینہ کو مخاطب کیا گیا ہو وہ مدنی ہیں، اس رائے کی تائید حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے ایک قول سے بھی ہوتی ہے۔(۲)

ان میں پہلا قول مشہور اور زیادہ تر علماء تفسیر کا پسندیدہ ہے۔

مکی اور مدنی آیات وسورتوں کی بعض علامات

علماء نے مکی اور مدنی آیات کے سلسلہ میں کچھ علامتیں بھی

---

(۱) الفتاوی الهندیه :۱/۹۹، حاشیه ، هدایه :۱/۳۹

(۲) البرهان فی علوم القرآن :۱/۱۸۸، اور حافظ جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن :۱/۲۲-۲۳

ذکر کی ہیں، ان علامتوں کی حیثیت کسی قاعدہ کلیہ کی نہیں بلکہ تقریباً ان سبھوں میں کچھ نہ کچھ استثناء موجود ہیں، وہ علامتیں درج ذیل ہیں :

۱) جن سورتوں میں یا ایھا الذین آمنوا کے الفاظ ہوں وہ مدنی ہوگی اور جن سورتوں میں یا ایھا الناس سے خطاب ہو وہ مکی ہیں، یہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہے، لیکن کبھی کبھی اس کے خلاف بھی ہوجاتا ہے، چنانچہ سورۂ نساء مدنی ہے مگر اس میں یا ایھا الناس کے الفاظ موجود ہیں اور سورہ حج مکی ہے لیکن اس میں یا ایھا الذین آمنوا سے خطاب ہے۔

۲) جن سورتوں یا آیات میں یا بنی آدم کے لفظ سے مخاطب کیا جائے وہ بھی مکی ہوں گی، یہ میمون بن مہرانؒ سے منقول ہے۔

۳) عروہ سے مروی ہے کہ قرآن کی جن آیات اور سورتوں میں گزشتہ اُمتوں اور قوموں کا ذکر ہے، وہ مکی ہیں اور جن میں فقہی احکام، فرائض وسنن کا تذکرہ ہو وہ مدنی ہیں۔

۴) جعفریؒ کہتے ہیں کہ وہ تمام سورتیں جن میں لفظ ''کلا'' آیا ہے یا اس کی ابتدا میں حروف تہجی ہیں (سوائے سورۂ آل عمران کے)، یا جس میں (سورۂ بقرہ کے علاوہ) حضرت آدم علیہ السلام و ابلیس کا واقعہ مذکور ہے وہ مکی ہیں اور جن میں شرعی حدود کا ذکر ہے وہ مدنی ہیں۔

۵) وہ تمام سورتیں جن میں منافقین کا ذکر ہے وہ مکی ہیں، البتہ اس سے سورۂ عنکبوت مستثنیٰ ہے۔

۶) کامل ہذلی فرماتے ہیں کہ وہ تمام سورتیں جن میں سجدہ ہو، مکی ہیں۔(۱)

ان کے علاوہ مکی اور مدنی آیات کے طرز بیان اور اُسلوب میں بھی نمایاں فرق ہے، مکی آیات عموماً مختصر چھوٹی اور مسجع ہوتی ہیں اور یہ اہل مکہ کے ادبی مزاج کے عین مطابق بھی تھا، جب کہ مدنی آیات ان کے مقابلہ میں طویل اور نسبتاً کم مسجع اور سادہ ادب کا شاہکار ہیں، ان کا اندازہ لگانے کے لئے پارہ ۳۰ جس کی سورتیں عموماً مکی ہیں اور سورۂ بقرہ جو مدنی ہیں، ان کے درمیان تقابل کیا جاسکتا ہے، انشاء اللہ ادنی تامل سے یہ بات واضح ہوجائیگی۔

اس بات کی وضاحت مناسب ہے کہ مکی ومدنی کی اصطلاحات اور اس سلسلہ میں علامات وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہیں اور نہ حضور ﷺ کو بحیثیت نبی ان اُمور کے اظہار کی ضرورت ہی تھی، یہ اصطلاحات بعد کو علماء تفسیر نے مقرر کی ہیں اور مختلف قرائن کی روشنی میں یہ چند علامات لکھی ہیں، تاہم عہد صحابہ ہی میں مکی، مدنی سورتوں اور آیات کی اصطلاح چل پڑی تھی۔(۲)

اوقات وحالات کے لحاظ سے آیاتِ قرآن کی قسمیں

مقامات کے علاوہ اوقات اور کیفیات کے لحاظ سے بھی قرآنی آیات کے لئے اصطلاحات مقرر کی گئی ہیں، مثلاً :

سفری: وہ آیات جو سفر کی حالت میں نازل ہوئیں۔

حضری: وہ آیات جو قیام کی حالت میں نازل ہوئیں۔

نہاری: دن کے وقت نازل ہونے والی آیات۔

لیلی : شب میں نازل ہونے والی آیات۔

صیفی : سخت گرمی میں نازل شدہ آیتیں۔

شتائی: جاڑے میں نازل شدہ آیتیں۔

فراشی : وہ آیات جو بستر پر لیٹے ہوئے بیداری کی حالت میں آپ ﷺ پر اُتریں۔

---

(۱) ان تمام علامات کا ذکر علامہ زرکشی اور حافظ سیوطی نے الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ البرھان:۱/۱۸۶تا۱۹۱اور ''اتقان'':۱/۴۷–۵۰ میں کیا ہے۔

(۲) البرھان:۱/۱۹۲

نومی : جو آیات نیند کی حالت میں نازل ہوئیں ، مثلاً بعض مفسرین کے قول کے مطابق سورۂ کوثر ، علامہ رافعیؒ نے لکھا ہے کہ گو انبیاء کے خواب بھی بدرجۂ وحی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو مصحف قرآنی ہمارے پاس موجود ہے ، وہ تمام کا تمام بحالت بیداری نازل ہوا ہے ۔(۱)

ارضی : جو آیات قرآنی آپ ﷺ پر زمین میں نازل ہوئیں ۔

سمائی : جو آیات آسمان پر معراج کے موقعہ پر اُتریں ۔

جلال الدین سیوطی نے '' الاتقان '' میں ان ساری آیات کے متعلق مفصل گفتگو کی ہے اور اپنی تلاش و تحقیق کے مطابق ان آیات کو شمار بھی کرایا ہے —— یہاں اس کا ذکر طوالت سے خالی نہیں ، اس لئے حوالہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے ۔

سب سے پہلی آیت

قرآن مجید کی سب سے پہلی آیت کونسی ہے ؟ اس سلسلہ میں رائیں ہیں :

۱) اقرأ باسم ربک سے علم الانسان مالم یعلم تک ، بخاری اور مسلم کی متعدد احادیث میں اس کا ذکر ملتا ہے (۲) اور عموماً علماء نے اسی کو ترجیح دیا ہے ۔

۲) دوسری رائے یہ ہے کہ سورۂ مدثر سب سے پہلے نازل ہوئی ، چنانچہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ ہر دو نے سلمہ بن عبد الرحمٰنؒ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے قرآن کی پہلی آیت کی بابت دریافت کیا ، انھوں نے فرمایا : یا ایھا المدثر ......۔(۳)

۳) تیسری رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی ہے ، چنانچہ اس قول کی نسبت حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ اور امام مجاہدؒ کی طرف بھی کی گئی ہے ۔(۴)

۴) چوتھی رائے یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پہلے نازل ہوئی ، اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو ابن جریرؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے نقل کی ہے کہ سب سے پہلے حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ تعوذ پڑھئے پھر کہئے : بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

جیسا کہ بتایا گیا اکثر علماء کے نزدیک اسی رائے کو ترجیح ہے کہ سب سے پہلے سورۂ علق کی ابتدائی آیت نازل ہوئی ہیں ، ان مختلف احادیث کے درمیان موافقت اور ہم آہنگی پیدا کرنے کی صورت یہ ہے سب سے پہلے سورۂ علق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں پھر وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو مدثر کی کچھ آیتیں نازل ہوئیں اور سورۂ فاتحہ پہلی سورت ہے جو بیک وقت پوری سورت نازل ہوئی اور عین ممکن ہے کہ اسی موقعہ سے دو سورتوں کے درمیان امتیاز کے لئے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوا ہو ۔(۵)

سب سے آخری آیت

سب سے آخری آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کونسی نازل ہوئی ؟ اس سلسلہ میں بھی صحابہ اور علماء کی مختلف رائیں منقول ہیں :

۱) براء بن عازب ؓ سے مروی ہے کہ سورۂ نساء کی آیت نمبر : ۱۷۶ آخری آیت ہے ۔

۲) سیدنا حضرت عمر ؓ سے مروی ہے کہ سورۂ بقرہ کی

(۱) الاتقان : ۱/۸۵
(۲) دیکھئے : بخاری : ۲/۷۳۹
(۳) بخاری : ۲/۷۳۳
(۴) تفسیر قرطبی : ۱/۸۲
(۵) ملخص از : الاتقان والبرہان مع زیادات

آیت نمبر: ۲۷۸، جس میں سود کے احکام مذکور ہیں، سب سے آخری آیت ہے۔

۳) عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آخری آیت بقرہ ۲۸۱ ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی موت سے ۸۱ دن پہلے نازل ہوئی ہے۔

۴) حضرت ابی ابن کعبؓ سے منقول ہے کہ آخری آیات سورۂ توبہ کی آخری آیات ہیں۔

۵) امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی سے نقل کیا ہے کہ آخری سورت سورہ نصر پارہ ۳۰ ہے۔

۶) حضرت معاویہؓ سے منقول ہے کہ سب سے آخری آیت سورہ کہف کی آیت نمبر: ۱۱۰ ہے۔

۷) حضرت اُم سلمہؓ سے مروی ہے کہ آخری آیت سورۂ آل عمران کی آیت نمبر: ۱۹۵ ہے۔

۸) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر: ۵ سب سے آخری آیت ہے۔

۹) امام الحرمین سے منقول ہے کہ وہ سورہ انعام کی آیات نمبر: ۱۴۵ کو آخری آیت سمجھتے تھے۔

۱۰) ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سورۂ نساء کی آیت نمبر: ۹۳ کو آخری آیت سمجھتے تھے۔(۱)

یہ اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے، بلکہ یہ اکثر صحابہ کے اپنے اپنے اندازے اور قیاسات ہیں، جن تک جو آیت سب سے آخر میں پہنچی انھوں نے اسی کو آخری آیت سمجھ لیا —— اور اس اختلاف کی گنجائش اس لئے پیدا ہوئی کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تصریح نہیں فرمائی کہ آخری آیت کونسی ہے اور نہ اس سے اُمت کا کوئی فائدہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فریضۂ منصبی کا کوئی علاقہ تھا، اکثر علماء کی رائے ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر: ۳ جو ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفہ میں نازل ہوئی:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا .

آخری آیت ہے جو آپ پر نازل ہوئی —— روایات کے علاوہ خود اس آیت کے مفہوم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

آیۃ الکرسی

سورۃ البقرہ آیت: ۵۵ کو حدیث میں آیۃ الکرسی قرار دیا گیا ہے، ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو پورے قرآن مجید میں سب سے افضل قرار دیتے ہیں، سنن نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھا کرے تو اس کو جنت داخل ہونے کے لئے بجز موت کے کوئی مانع نہیں ہے۔(۲)

آیاتِ سجدہ

قرآن مجید کی چند آیات ہیں جو آیاتِ سجدہ کہلاتی ہیں، ایسی آیات چودہ ہیں، اس تعداد پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، البتہ آیاتِ سجدہ اور حروفِ سجدہ کے تعین میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق وہ چودہ مقامات درج ذیل ہیں:

الاعراف: ۲۰۶، الرعد: ۱۵، النحل: ۵۰، بنی اسرائیل: ۱۰۹، مریم: ۵۸، الحج: ۱۸، الفرقان: ۶۰، النمل: ۲۶، الٓم تنزیل: ۱۵، صٓ: ۲۴، حٰمٓ السجدہ: ۳۸، والنجم: ۶۲، اذالسماء انشقت: ۱۹۔

امام مالکؒ کے نزدیک گیارہ آیاتِ سجدہ ہیں "ص، نجم، علق،

(۱) ملخص از: الاتقان: ۱/۷۷-۸۱

(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۹۱

انشقاق'' میں اور ''حج'' میں دوسرا سجدہ نہیں۔(۱)

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک سورۂ صٓ والی آیت آیتِ سجدہ نہیں ہے، بلکہ وہ سورۃ الحج ہی کی ایک اور آیت میں سجدۂ تلاوت کے قائل ہیں، البتہ امام احمد کے ایک قول پر پندرہ آیات ہیں، جن میں صٓ اور حج دونوں ہی ہیں، (۲) اگر ان آیات میں کسی کے اکثر حصہ اور وہ خاص لفظ جس پر سجدہ کا حکم ہے، کی تلاوت کر لی جائے تو سجدۂ تلاوت امام ابوحنیفہؒ کے یہاں سننے اور تلاوت کرنے والے پر واجب اور امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مسنون ہے۔

(مزید دیکھئے: ''سجدہ'')

○ ○ ○ ○

(۱) مواھب الجلیل :۲/۳۶۱

(۲) دیکھئے: مغنی المحتاج :۲/۲۰۴، المغنی لابن قدامہ مع تحقیق ترکی :۲/۳۵۴

اَب (باپ)

اَب کے معنی باپ کے ہیں ، شریعت کی نگاہ میں انسانی رشتوں اور رابطوں میں ماں کے بعد سے زیادہ اہمیت باپ کو حاصل ہے، اس لئے کہ عالم اسباب میں ماں باپ ہی ہیں جن کے ذریعہ انسان وجود میں آتا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت اور خلاقیت کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔

اسلام سے پہلے اکثر مذاہب میں بعد میں آنے والوں کی تحریف کی وجہ سے یہ تصور قائم ہو گیا تھا کہ زوجین کے باہمی جنسی روابط ناپاک یا کم از کم ناپسندیدہ ہیں، اسلام نے اس رہبانی اندازِ فکر کی بیخ و بن اکھاڑی اور اس تعلق کو ایک مقدس، پاکیزہ، فطری اور انبیاء واولیاء کا طریقہ قرار دیا، اس طرح والدین کے بارے میں اولاد کا جو نامناسب اور ایک حد تک نفرت انگیز ذہن بن سکتا تھا اسلام نے اس کو غایت درجہ احترام اور کمالِ تقدس سے بدل دیا۔

باپ کو جنت کا دروازہ قرار دیا گیا، (۱) آپ ﷺ نے اس شخص کو محروم قرار دیا جو والدین یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے میں پائے اور پھر ان کی خدمت وخوشنودی کے ذریعہ جنت میں داخل نہ ہو سکے، (۲) باپ کو بالواسطہ برا بھلا کہنے کو بھی گناہ کبیرہ قرار دیا گیا یعنی یہ کہ اس کے کسی اور کے باپ کو گالی دینے کی وجہ سے وہ دوسرا شخص اس کے باپ کو گالی دے بیٹھے، (۳) اور باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کو بھی بہت بڑا کارِ خیر (ابرالبر) قرار دیا گیا۔ (۴)

فقہ کی اصطلاح میں ''اَب'' دو قسم کے ہیں :

نسبی باپ

نسبی باپ جس کے صلب سے پیدائش ہوئی ہو، نسبی باپ سے نکاح حرام ہے اور یہ حرمت ہمیشہ کے لئے ہے، وہ قرابت کے لحاظ سے محرم ہے اور عورت کا اپنے باپ کے سامنے چہرہ، ہاتھ، بال، گردن، بازو، مونڈھا اور پاؤں کھولنا درست ہے، (۵) اگر اولاد نابالغ ہو تو نکاح کے معاملے میں بھی اور مال میں بھی وہ اس کا ''ولی'' ہے اور ان معاملات میں وہی ان کی نمائندگی کرتا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: ''ولایت'')

حق پرورش

اسی طرح نابالغی کی عمر میں ماں کی شرکت کے ساتھ وہی بچوں کی نگہداشت کا بھی ذمہ دار اور حقدار ہے، البتہ زن وشو میں علاحدگی کی نوبت آجائے اور اس کی اولاد کی ماں یعنی اس کی سابقہ بیوی نے کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کر لیا ہو جو بچوں کے لئے غیر محرم ہو تو وہ عورت نابالغ اولادِ ذکور کی ۸ سال تک اور لڑکیوں کی بالغ ہونے تک پرورش کی مستحق ہوگی۔ (۶)

(ملاحظہ ہو: ''حضانت'')

باپ کا نفقہ

اس رشتہ کی بناء پر اس کا نفقہ اپنی اولاد کے ذمہ واجب ہے؛ بہ شرطیکہ وہ کمانے سے معذور تو نہ ہو، لیکن عملاً بے روزگار اور تنگ دست ہو اور اپنی کفالت خود کرنے سے قاصر ہو، نیز اولاد کو یہ حق بھی نہ ہوگا کہ وہ باپ سے کمانے اور خود مکتفی ہونے کا مطالبہ کرے، اگر ایک شخص کے چند بچے ہوں اور سبھی معاشی اعتبار سے خوش حال ہوں تو نفقہ سبھوں پر مساوی تقسیم ہوگا اور اگر اس کی اولاد میں لڑکے بھی ہوں اور لڑکیاں بھی جو بذات خود مال رکھتی ہوں تو نفقہ ذکور و

(۱) ترمذی عن ابی الدرداءؓ: حدیث نمبر: ۱۹۰۲
(۲) مسلم، حدیث نمبر: ۲۵۱۰
(۳) ترمذی ، عن عبداللہ بن عمرؓ: حدیث نمبر: ۱۹۰۲
(۴) ترمذی ، عن عبداللہ بن عمرؓ: ۱۹۰۳
(۵) خلاصۃ الفتاوی: ۴/۳۴۴، مطبع نولکشور، لکھنؤ
(۶) الفتاوی الھندیہ: ۱/۵۴۲، مکتبہ رشیدیہ

اناث پر برابر تقسیم ہوگا اور کمی بیشی نہ ہوگی،(۱) واضح ہو کہ یہ حکم اس وقت ہے جب لڑکیاں خود مالکِ جائداد ہوں، شوہر کی مملوکہ جائداد کی وہ مالکہ نہیں سمجھی جائے گی، باپ کے نفقہ کے علاوہ اگر وہ خادم کا ضرورت مند ہو اور اولاد اس کے خادم کا نفقہ بھی ادا کرنے کے موقف میں ہوں تو اولاد کو باپ کے علاوہ اس کے خادم کا نفقہ ادا کرنے پر بھی مجبور کیا جائے گا۔(۲)

باپ کے وارث ہونے کی صورتیں

باپ کو اپنی اولاد کی متروکہ جائداد میں شریعت حق وراثت بھی دیتی ہے، اس کی تین صورتیں ہیں :

۱) مرنے والا اپنے باپ کے ساتھ نرینہ اولاد کو چھوڑا ہو تو باپ کو چھٹا حصہ ملے گا۔

۲) دوسری صورت یہ ہے کہ مرنے والا باپ کے ساتھ مؤنث اولاد کو چھوڑا ہو تو باپ چھٹے حصے کے مستحق ہونے کے ساتھ عصبہ بھی ہوگا۔

۳) تیسری صورت یہ ہے کہ مرنے والا کوئی اولاد نہ چھوڑا ہو تو باپ دوسرے ذوی الفروض سے بچا ہوا پورا مال اور تنہا ہونے کی صورت میں کل متروکہ کا حق دار ہوگا۔(۳)

کفر کے باوجود باپ کا حق

باپ کا نفقہ اس کے باوجود باقی رہتا ہے کہ وہ کافر ہو،(۴) البتہ کافر باپ مسلمان بیٹے کا، یا مسلمان باپ کافر بیٹے کا وارث نہیں بن سکتا، اس لئے کہ اختلافِ دین ان امور میں ہے، جسے شریعت نے وراثت کے لئے مانع قرار دیا ہے،(۵) جس طرح زندگی میں باپ کا نفقہ واجب ہے، اسی طرح موت کے بعد تجہیز و تکفین بھی مرحوم باپ کا اپنی اولاد پر حق ہے۔(۶)

حدود و قصاص میں

حدود و قصاص کے معاملہ میں بھی شریعت نے باپ کے خصوصی احکام رکھے ہیں، اگر باپ بیٹے کا مال چوری کرلے تو اس کے ہاتھ تراشے نہیں جائیں گے،(۷) یہی رائے امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور دوسرے فقہاء کی بھی ہے،(۸) باپ بیٹے کو قتل کردے تو باپ کو بطور قصاص کے قتل نہیں کیا جائے گا،(۹) امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی بھی یہی رائے ہے، امام مالکؒ کے نزدیک بالقصد قتل کرے تو وہ بھی قتل کیا جائے گا،(۱۰) باپ کے سلسلہ میں یہ خصوصی مراعات امام ابوحنیفہؒ کے یہاں اس اُصول کی روشنی میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انت و مالک لابیک،(۱۱) تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملک ہے، اس لحاظ سے بیٹے کو قتل کر ڈالنا اور اس کا مال لینا گویا باپ کو خود اپنی ملک میں تصرف کرنا ہے، البتہ یہ جرائم چوں کہ بذاتِ خود بہت سنگین ہیں؛ اس لئے عنداللہ اس کا مرتکب گنہگار ہوگا اور دنیا میں بھی تعزیر کے عام شرعی قانون کے مطابق باپ کو متعینہ شرعی سزاؤں (حدود) سے کمتر سزا قاضی

---

(۱) الفقه علی المذاهب الاربعه :۴/۵۸۸　(۲) الفتاوی الهندیه:۱/۵۶۴

(۳) النساء :۱۱، تفصیل کے لئے کتب فقہ عالمگیری:۶/۴۴۸، الباب الثانی فی ذوی الفروض، سراجی وغیرہ ملاحظہ کریں۔

(۴) الفتاوی الهندیه:۱/۵۶۴　(۵) شیخ سراج الدین سجاوندی: السراجی فی المیراث:۸

(۶) خلاصة الفتاوی　(۷) الهدایة :۲/۵۴۳

(۸) بدایة المجتهد:۲/۴۵۱　(۹) رحمة الامة:۳۲۵، کتاب الجنایات

(۱۰) کنز الدقائق:۴۵　(۱۱) التعلیق الصبیح :۳/۱۳۰، اس سے زیادہ واضح حدیث قصاص کے سلسلہ میں وہ ہے، جسے ترمذی اور دارمی نے عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ: لا یقاد الوالد بالولد بیٹے کا قصاص باپ سے نہیں لیا جائے گا، ترمذی :۱۴۰۰، دارمی:۲۳۶۲

اپنی صوابدید سے دے گا۔

باپ اور رباپ کا بالائی سلسلہ دادا وغیرہ کو زکواۃ نہیں دی جاسکتی۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: زکوٰۃ)

رضاعی باپ

رضاعی باپ سے مراد وہ مرد ہے جس کو نسبی اولاد کی وجہ سے عورت کے تھن میں دودھ آیا ہو، اب جو بچے شیر خوارگی کی عمر میں اس عورت کا دودھ پئیں گے تو ان کے لئے وہ عورت رضاعی ماں اور وہ مرد رضاعی باپ متصور ہوگا۔

اس رشتہ کی وجہ سے نکاح کی حرمت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس لڑکی کا محرم قرار پاتا ہے؛ چنانچہ اسی لحاظ سے پردہ کے مسئلہ میں اس کے لئے وہی رعایت ہے جو حقیقی بیٹی کو اپنے باپ کے مقابلہ حاصل ہے —— رضاعی باپ کا نفقہ واجب نہیں ہوتا، رضاعی بیٹے کی اس کے حق میں گواہی معتبر ہوگی۔(۱)

ایک اور صورت

باپ کہلائے جانے کی ایک اور مجازی صورت بھی ہے، جسے اردو زبان میں 'سوتیلا' کہتے ہیں، یعنی جو شخص کسی بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کر لے اور اس عورت کو پہلے شوہر سے بھی اولاد ہو، اب وہ سابقہ اولاد کے لئے سوتیلا باپ کہلائے گا، اور یہ لڑکیاں (ربائب) اس شخص کے لئے حرام قرار پائیں گی۔(النساء:۲۳)

اباحت

اباحت سے مراد کسی مسئلہ کی ایسی نوعیت ہے کہ اس کا نہ کرنا شرعاً مطلوب ہو اور نہ اس کا چھوڑنا، نہ اس کی انجام دہی پر ثواب ہو نہ اس کے ترک پر کوئی گرفت، مثلاً آلتی پالتی مار کر بیٹھنا یا اپنے گھٹنے کھڑا کر کے بیٹھنا، اسی کو اصطلاح فقہ میں ''حلال'' سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے،(۲) اور اسی کو جائز بھی کہتے ہیں۔

درجۂ عفو

اس موقع پر اس بات کا ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ مباحات ہی کی قسم میں ایک درجۂ عفو بھی ہے، عفو سے مراد وہ احکام ہیں جن کا شریعت نے اثباتاً یا نفیاً کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے اور نہ شریعت میں کوئی دوسری ایسی نظیر مل سکے جس پر اس کو قیاس کیا جائے، محض شریعت کے اس حکم سے خاموش رہنے یا شریعت میں اس کے نظائر نہ ملنے کی وجہ سے یہ مان لیا گیا ہے کہ وہ مباح ہے اور اس کو کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہے۔(۳)

مباح کا حکم

مباح کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ذاتی طور پر کسی مباح پر عمل کرنا اور ترک کرنا دونوں برابر ہے، اس معاملہ میں آدمی آزاد ہے کہ جس رخ کو چاہے اختیار کرے اور جسے چاہے چھوڑ دے، اس کو کسی ایک جہت کا پابند بنا دینا اسلام کی دی ہوئی شخصی آزادی کو سلب کر لینے کے مرادف ہے، چنانچہ کتاب وسنت میں مباحات کے لئے جو بھی الفاظ استعمال ہوئے ہیں اس میں جبر کا شائبہ تک نہیں ہے۔

ایک اہم مسئلہ

ہمارے زمانہ کے بعض متجددین اسلامی قانون میں تبدیلی کی

---

(۱) ابو البرکات نسفی، کنز الدقائق :۲۹۱ (۲) التعریفات لسید شریف جرجانی :۳، ابو اسحاق شاطبی : الموافقات:۱/۳۱۹، ابن حزم اندلسی : الاحکام فی اصول الاحکام:۱/۴۴، بعض علماء اصول نے ''اباحت'' اور ''حلت'' میں بھی فرق کیا ہے۔

(۳) یہ اصطلاح خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ایک قول سے ماخوذ ہے: الموافقات :۱۶۳

غرض سے مباحات کو حیلہ بناتے ہیں اور اس کے دو پہلوؤں میں سے کسی ایک کو لازم اور ضروری قرار دینا چاہتے ہیں، مثلاً تعدد ازدواج جائز ہے، کم عمری میں نکاح محض جائز ہے اس لئے ایسا کیوں نہ ہو کہ اس سے باز رہنے اور ترک کردینے کو قانونی لحاظ سے ضروری اور واجب العمل قرار دے دیا جائے، اس لئے کسی مباح اور جائز چیز کے کرنے یا چھوڑنے کو واجب قرار دینے کا مسئلہ اس زمانہ میں بڑی اہمیت کا حامل ہو گیا ہے؛ اس لئے اس مسئلہ پر قدرے تفصیل اور وضاحت سے گفتگو کی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہر قسم کی جائز بات میں اس قسم کے قانونی التزام کی اجازت دے دی گئی، تو شریعت اور اسلام کے مزاج کے یکسر مغائر اور اسلام میں مداخلت کے لئے باب الداخلہ بن جائے گا، ذیل میں اس سے پیدا ہونے والی بعض قباحتوں کا ذکر کیا جاتا ہے :

تحریم حلال

سب سے پہلی خرابی یہ پیدا ہوگی کہ بہت سے وہ احکام جو شرعاً حلال اور درست ہیں، ان میں کسی ایک جہت کو لازم کرنے کے نتیجہ میں ایک جائز اور حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینا لازم آئے گا؛ حالاں کہ یہ اسلام کے مزاج اور قرآن وسنت کی تاکید کے خلاف ہے، اسلام نے حلت اور حرمت کا حق صرف خدا کو دیا ہے، بندہ اگر ایسا کرتا ہے تو اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق وہ اپنے خدا کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کی نازیبا سعی کرتا ہے۔

اسلام سے پہلے بھی اہل کتاب نے بعض چیزوں کو بطور خود حرام کر لیا تھا جن کو قرآن نے اصرو اغلال سے تعبیر کیا ہے، قرآن نے اس طرز عمل کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے :

من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبات من الرزق . (الأعراف:۳۲)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جنھوں نے اپنے اوپر گوشت اور گھی حرام کر لیا تھا، ابن زید فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے بکری کا گوشت، دودھ اور گھی اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، یہ آیت ان ہی لوگوں کے بارے میں ہے، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں ان اہل جاہلیت کی مذمت کی گئی ہے جو اپنے دیوتاؤں اور فرضی خداؤں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور کو اپنے اوپر حرام تصور کرتے تھے،(۱) غرض کہ اس آیت کا شان نزول جو واقعہ بھی ہو بہرحال یہ اسی موقع پر اور ان ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جو اپنے اوپر بعض حلال چیزوں کو حرام کر چکے تھے۔

اور اس کے علاوہ بھی شریعت میں بہت سی نظائر ہیں جو اس بات کو بتلاتی ہیں کہ ہم اپنے طور پر ایسی کسی قانون سازی کے مجاز نہیں ہیں، جو شریعت کی دی ہوئی اجازت پر خط تنسیخ پھیر دے اور اسے اعتقاداً یا قانوناً حرام بنا دے۔

انفرادی حقوق میں دخل اندازی

اس سے دوسری بڑی خرابی یہ پیدا ہوگی کہ شریعت نے افراد کو جو حقوق دیئے ہیں اور جن معاملات میں ان کو عمل کی آزادی بخشی ہے، ریاست کسی ایک جہت کا پابند بنا کر اس میں دخیل ہو رہی ہے، اور ان کے شرعی حق پر دست درازی کر رہی ہے، حالاں کہ وہ معاملات جن میں حقوق واختیارات افراد کو ذاتی طور پر حاصل ہیں، ان میں ریاست کو یہ حق نہیں ہے کہ افراد کو کسی ایک

---

(۱) جلال الدين سيوطی ، الدر المنثور:۸۱/۳

جہت کا پابند بنادے۔

خود آنحضور ﷺ کو بھی اس کا حق نہیں تھا کہ شریعت نے جہاں شخصی آزادی بحال رکھی ہے اور فرد کو کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے کا اختیار دیا ہے، وہاں آپ ﷺ ان نجی معاملات میں دخل انداز ہوں اور ان کو کسی مباح کے چھوڑنے یا کرنے پر مجبور کریں، اس کی دلیل حضرت بریرہ اور حضرت مغیث رضی اللہ عنہما کا واقعہ ہے۔

حضرت بریرہؓ کا نکاح حضرت مغیث ؓ سے ہوا تھا، یہ نکاح اس وقت ہوا جب حضرت بریرہؓ باندی تھیں، فقہ اسلامی کی رو سے غلامی کے عہد میں کئے گئے نکاح میں عورت کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ آزاد ہونے کے بعد اس کو برقرار رکھے یا مسترد کردے، فقہاء اسے "خیار عتق" کہتے ہیں، حضرت بریرہؓ جب آزاد ہوئیں تو اس نکاح کو مسترد کردیا اور حضرت مغیث ؓ کی رفاقت کے لئے آمادہ نہ ہوئیں، جب کہ حضرت مغیث ؓ ان کو بہت چاہتے تھے، وہ باچشم نم آنحضور ﷺ کے پاس تشریف لے گئے، آنحضور ﷺ نے حضرت بریرہؓ سے فرمایا کہ یہ دیکھو، مغیث تم کو کس قدر چاہتے ہیں؟ تم ان کو نہ چھوڑو، حضرت بریرہؓ نے جو خود بھی بڑی ہوشمند اور بیدار مغز خاتون تھیں، دریافت کیا کہ کیا یہ آپ کا حکم ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حکم نہیں ہے یعنی مشورہ ہے حکم نہیں ہے، حضرت بریرہؓ نے معذرت کردی اور اپنے فیصلہ پر قائم رہیں، (۱) اس موقع پر آنحضور ﷺ کا حکم دینے سے احتراز فرمانا اور پھر حضرت بریرہؓ کا آنحضور ﷺ کے مشورہ کو قبول نہ کرنا اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ افراد کے حقوق اور اختیارات میں جبر اور پابندی کی راہ اختیار کرنا درست نہیں ہے، یہاں زیادہ سے زیادہ اپیل کی جاسکتی ہے۔

انفرادی اور جماعتی یا دوسرے لفظوں میں افراد اور ریاست کے حقوق واختیارات کا مسئلہ آج بین الاقوامی سطح پر افراط وتفریط کا شکار بنا ہوا ہے، ایک گروہ جو شخصی آزادی کے محافظ ہونے کا مدعی ہے، افراد کی آزادی میں اس حد تک دور جاچکا ہے کہ ریاستی اور جماعتی مفادات بھی شخصی آزادی پر قربان کئے جارہے ہیں، وہاں اپنے فائدہ کے لئے دوسروں کو مضرت پہنچانے کا بھی جواز حاصل ہے اور ہوس کاری اور خود غرضی کو آزادی کا دلفریب اور دیدہ زیب عنوان دے دیا گیا ہے۔

دوسری طرف وہ انتہا پسند ہیں جن کے یہاں شخصی آزادی نام کی کوئی چیز نہیں ہے، افراد کی حیثیت مشین کے ایسے پرزے کی ہے جو اپنے اختیار سے حرکت بھی نہیں کرسکتے، نجی زندگی سے پبلک زندگی تک سارے معاملات ریاست اور جمہور کے دست اختیار میں ہیں، اس غیر فطری جبر وآمریت کو عوامی جمہوریت اور اس جیسے چند خوش نما نام دیئے گئے ہیں۔

اسلام نے اس افراط وتفریط کے درمیان اعتدال کی راہ نکالی ہے، اس نے شخصی آزادی اور اجتماعی اختیارات دونوں کے حدود اس خوبصورتی سے متعین کردیئے ہیں کہ شخصی آزادی سے جماعتی مفادات اور ریاست کے نظام امن وصلاح میں خلل واقع نہ ہو اور نہ ریاست کو ایسا مختار مطلق بنادیا جائے کہ افراد کے فطری حقوق بھی پامال ہونے لگیں اور وہ مجبور محض بن کر رہ جائے، مثلاً اسلام نے ایک طرف سود کا دروازہ بند کردیا کہ اس میں شخصی مفادات کے آگے جماعتی مفادات مجروح ہوتے ہیں اور دوسری طرف انفرادی ملکیت کو جائز رکھا کہ آدمی تانگہ کا گھوڑا نہ بن جائے، جس کو اس کا آقا چارہ لگادیتا ہے اور بس، وہ کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا،

(۱) ابوداؤد:۱/۳۳۰، باب فی المملوكة تعتق وهي تحت حر أو عبد

مباحات دراصل شہریوں کے انفرادی حقوق ہیں، اگر حکومت کو اس میں ایک پہلو کے ایجاب کا حق حاصل ہو تو وہی افراط و تفریط پیدا ہوجائے گی جس کا ذکر پہلے ہوا اور جو اسلام کے منشاء کے خلاف ہے۔

عسر فی الدین

اسلام کا ایک اہم اور بنیادی اُصول یہ ہے کہ دین میں تنگی نہیں ہے، مختلف آیات و روایات میں اس کا تذکرہ ہے، مثلاً :

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر. (البقرہ:۱۸۵)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، دشواری نہیں چاہتا۔

اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ فقہ اسلامی میں اخلاقی حدود کو برقرار رکھتے ہوئے انسانی ضروریات اور مشکلات کی جتنی رعایتیں کی گئی ہیں اور درست حد تک جتنی آسانیاں پیدا کی گئی ہیں اس کی نظیر نہ دوسرے کسی مذہبی (الہامی) قانون میں ملتی ہے اور نہ کسی وضعی قانون میں، اگر وہاں بظاہر کوئی چیز آسان اور سہل معلوم ہوتی ہے تو وہ بھی مآل اور اپنے اثرات کے اعتبار سے مضر اور نقصان دہ ہی ہے اور تجربات نے ثابت کردیا ہے کہ بارہا انسان کی ان کمزور آنکھوں نے جس چیز کو آب سمجھا تھا، وہ سراب نکلیں۔

مباحات کے ذریعہ بھی شریعت نے دراصل اُمت کے لئے آسانی اور سہولت پیدا کرنی چاہی ہے کہ اگر ان کو فرض و واجب قرار دے کر کرنے کا حکم دیا جاتا یا حرام و مکروہ کہہ کر روک دیا جاتا تو دشواری اور تنگی پیدا ہوجاتی، یہی وجہ ہے کہ فرض اور واجب ہونے کے اندیشے سے آنحضور ﷺ نے بعض اچھے اعمال وقتی طور پر ترک فرمادیئے ہیں، تراویح کی نماز چند دنوں آپ ﷺ نے مسجد میں لوگوں کے ساتھ ادا فرمائی، پھر جب لوگ روز جمع ہونے لگے تو آپ ﷺ نے یہ سلسلہ ترک فرمادیا کہ کہیں یہ واجب نہ ہوجائے، مسواک کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا :

لولا أن أشق علی امتی لأمرتهم بالسواک .

اگر مجھے اپنی اُمت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں مسواک کا حکم دیتا، یعنی اس کو واجب قرار دیتا۔

یہاں بھی حضور ﷺ نے سہولت اور آسانی کی غرض سے مسواک کو اُمت کے لئے واجب قرار نہیں دیا، پس کسی حکم کا مباح ہونا اس بات کی علامت ہے کہ شریعت یہاں یسر اور توسع چاہتی ہے، مباحات میں دراصل شریعت آدمی کو اس کا مختار بنادیتی ہے کہ وہ بطور خود مصالح پر غور کرے اور اگر اس کو کرنے میں فائدہ اور آسانی محسوس کرے، تو کرے اور چھوڑنا زیادہ سود مند اور اس کے نجی حالات کے تحت آسان ہو تو چھوڑ دے۔(۱)

پس مباحات کے کسی ایک رُخ کو لازم اور دوسرے کو ناقابل اختیار قرار دے دینا اس جگہ جہاں شریعت یسر اور آسانی پیدا کرنا چاہتی ہے، عسر اور دشواری پیدا کرنے کے مرادف ہوگا اور اس سے شریعت کے منشاء کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔

فرقِ درجات

چوتھی بات یہ ہے کہ فقہاء نے احکام کے جو مختلف درجات متعین کئے ہیں، وہ کتاب و سنت کے لب و لہجہ اور اُسلوب کو دیکھتے ہوئے متعین کئے گئے ہیں اور خود شریعت چاہتی ہے کہ احکام کی بجا آوری اور ممنوعات سے اجتناب میں وہ حدود قائم رہیں، جو اس نے متعین کئے ہیں اور لوگ افراط و تفریط کا شکار نہ ہوجائیں۔

فرائض میں بھی اعمال کی بجا آوری مطلوب ہے اور مستحبات میں بھی، لیکن دونوں کے درمیان فرق مراتب قائم رکھنا ضروری

(۱) شیخ ابوزہرہ، تاریخ المذاهب الفقهیه :۱۰۱/۲

ہے، مستحبات کو اس طرح انجام نہ دیا جائے کہ اس کے فرض کے ہونے کا وہم ہونے لگے، اسی طرح مستحب اُمور کو ترک کرنا گناہ نہیں ہے جیسے مباحات کو ترک کردینے میں کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن مستحبات کو مسلسل اس طرح چھوڑنا جیسے مباحات کو، مناسب نہیں ہے، یہی حال مباحات میں ہے، نہ اس کی اتنی پابندی ہونی چاہئے جیسے فرائض کی اور نہ اس سے محرمات کی طرح اجتناب کرنا چاہئے، اور ظاہر ہے جب بطور خود کسی مباح کو اپنے اوپر لازم کرلینا درست نہیں ہے تو اجتماعی سطح پر حکومت کا اس کو لازم کردینا کیوں کر درست ہوسکتا ہے؟

شرعی احکام میں مراتب اور درجات کے اعتبار سے جو فرق اس کم سواد نے بیان کیا ہے، وہ کوئی طبع زاد اور من گھڑت اُصول نہیں ہے؛ بلکہ آنحضور ﷺ کا اسوہ اس پر شاہد ہے، صحابہ کے طرز عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے، اُصولیین نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

غور کیجئے! کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے، لیکن غالباً اس وجہ سے کہ لوگ اس پر مواظبت کرنے لگیں اور مستحب واجب کا درجہ حاصل کرلے، آپ ﷺ نے فرمایا :

> لا تخصوا ليلة الجمعة لقيام من بين الليالي و لا تخصوا يوم الجمعة لصيام من بين الايام الا ان يكون في صوم ليصومه احدكم . (۱)
>
> راتوں کے درمیان جمعہ کو نماز کے لئے اور دنوں میں روزِ جمعہ کو روزہ کے لئے مخصوص نہ کرلو، سوائے اس کے کہ وہ کسی ایسے روزہ کے درمیان پڑ جائے، جس کو تم میں سے کوئی معمولاً رکھتا رہا ہو۔

جب آنحضور ﷺ نے مستحبات میں افراط اور مواظبت کو پسند نہیں فرمایا، جس کا کیا جانا شرعاً مطلوب ہے، تو مباحات تو اس سے ایک درجہ کم تر ہے، اس کو لازم کرلینے یا کردینے کی اجازت کیوں کر ہوسکتی ہے؟ لہسن کو اس کی بدبو کی وجہ سے آپ ﷺ ناپسند فرماتے تھے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دسترخوان پر لہسن آیا، آپ ﷺ نے اس میں سے نہیں کھایا، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یہ حرام ہے؟ آپ ﷺ نے صراحت فرمادی کہ حرام نہیں ہے، محض اس کی ناپسندیدہ بو کی وجہ سے میں اسکو ناپسند کرتا ہوں، غرض آپ نے اپنے عمل اور قول سے وضاحت فرمادی کہ پیاز اور لہسن کھانا کراہت کے ساتھ مباح ہے اور کھایا جاسکتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ اس سے محرمات کی طرح احتراز کرنے لگیں، پس جب کسی مکروہ کو حرام کی طرح چھوڑنا درست نہیں ہے تو مباح کو اس طرح ترک کردینا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

دائیں جانب سے اچھے کاموں کی ابتداء مسنون ہے، جب امام نماز سے فارغ ہوجائے اور مقتدی کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھ جائے تو دائیں طرف بھی رُخ کرسکتا ہے اور بائیں طرف بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول دائیں طرف التفات کا تھا، لیکن واسع بن حبان راوی ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں دائیں کے بجائے بائیں طرف توجہ کی اور اس طرف پلٹ کر بیٹھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کہ تم کو دائیں طرف پہل کرنے سے کس چیز نے روکا؟ میں نے جواب دیا کہ آپ کو بائیں طرف دیکھا؛ اس لئے میں نے اس طرف پہل کی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا؛ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دائیں طرف سے ہی نماز سے واپس ہو؛ لیکن میں کہتا ہوں : دائیں بائیں جس طرف سے چاہو لوٹ جاؤ : الصرف عن يمينك، یہ اسی وجوب واستحباب اور احکام مکر

(۱) مسلم: ۱/۳۶۱

درجات کے فرق کو ملحوظ رکھنا ہے اور اسی پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے تنبیہ فرمائی ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ایک بار منبر پر چند آیات پڑھتے ہوئے آیت سجدہ کی تلاوت کی، آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے؛ لیکن فی الفور سجدہ کرنا ضروری نہیں ہے، حضرت عمرؓ نے اسی وقت سجدہ فرمایا، آپ کے ساتھ حاضرین نے بھی سجدہ کیا، دوسری بار جب حضرت عمرؓ نے پھر وہی آیات پڑھیں اور آیت سجدہ کے قریب پہنچے تو لوگ سجدہ کے ارادہ سے آگے بڑھے؛ لیکن حضرت عمرؓ نے سجدہ نہیں کیا اور فرمایا :

ان الله لم يكتبها علينا الا أن نشاء .

اللہ تعالیٰ نے (فوراً) سجدہ کرنا ہم پر فرض نہیں کیا ہے، البتہ اگر ہم خود ایسا کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

امام مالکؒ سے وضو کرتے وقت بسم اللہ کہنے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ایحب ان یذبح (کیا وہ جانور ذبح کرنا چاہتا ہے؟) حالاں کہ وضو کرتے وقت شروع میں بسم اللہ کہنا خود ان کے نزدیک بھی مندوب ہے، مگر اس کے باوجود یہ لب ولہجہ اختیار کرنا دراصل اسی مقصد کے پیش نظر تھا کہ لوگ ایک مستحب کو عملاً یا اعتقاداً واجب کا درجہ نہ دے دیں۔(۱)

یہ جتنے شواہد ذکر کئے گئے ہیں، اگرچہ ان میں سے اکثر کا تعلق استحباب اور مندوبات سے ہے، لیکن چوں کہ مباح اور مندوب دونوں ہی میں آدمی عمل کرنے میں مختار ہے اور اس کو ترک کرنے میں گناہ نہیں ہے؛ بلکہ مندوبات میں اس کا کیا جانا پسندیدہ ہے، اس کے باوجود اس کے التزام اور مباحات کو کلیتاً ترک کر دینے کو صحابہ غلط اور شریعت کے منشاء کے خلاف تصور فرماتے تھے، تو وہ مسائل جن کا کیا جانا کسی درجہ میں بھی مطلوب نہ ہو اور ان کو چھوڑنے میں قطعاً کوئی مضائقہ نہیں ہو، کو کس طرح واجب کا درجہ دیا جا سکتا ہے؟

اجتماعی اور انفرادی حیثیتوں کا فرق

مباحات کے سلسلہ میں ان وضاحتوں سے ظاہر ہے کہ اپنی اصل اور حقیقت کے اعتبار سے مباحات کے کسی ایک رُخ کو ترک کرنے اور دوسرے کو بطور خود واجب کر لینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور جب از خود یہ درست نہیں ہے تو حکومت کی جانب سے ایجاب کا تو اور بھی کوئی سوال نہیں پیدا ہو سکتا۔

لیکن فقہ اسلامی میں انفرادی اور اجتماعی حالات کے تحت بھی بہت سے احکام بدل جاتے ہیں اور فقہ اور اُصولِ فقہ کی کتابوں میں اس موضوع پر اتنے شواہد موجود ہیں کہ اگر ان کو جمع کر دیا جائے تو خود ایک مقالہ ہو جائے، اُصولیین نے لکھا ہے کہ مندوبات انفرادی حیثیت سے واجب ہیں، مکروہات انفرادی حیثیت سے محض مکروہ ہیں، مگر اجتماعی حیثیت سے واجب الترک ہیں، بعض چیزیں انفرادی حیثیت سے محض سنت ہیں مگر اجتماعی حیثیت سے واجب ہیں اور اس کے ترک پر فوج کشی کا اقدام بھی کیا جا سکتا ہے جو دراصل تاکید واہتمام کی آخری حد ہے، مثلاً اذان، امام محمد بن الحسن الشیبانی نے لکھا ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ اذان نہ دینے پر اتفاق کر لیں تو ان سے قتال کیا جائے گا، بعض فقہاء احناف نے اس سے یہ بھی سمجھا کہ امام محمدؒ کے یہاں اذان واجب ہے، اس لئے ترک اذان پر قتال کو جائز قرار دیتے ہیں، لیکن محققین کا خیال ہے کہ یہ اجتماعی ترک سنت کی سرزنش ہے، بعض چیزیں انفرادی حیثیت سے مباح اور محض خلاف اولیٰ ہیں؛ لیکن اجتماعی حیثیت سے واجب الترک ہیں؛ جیسا کہ قاضی ابوالحسن ماوردی کی رائے

(۱) تقریباً یہ تمام شواہد ابن حزم ظاہری کی ''الاحکام فی اصول الاحکام'' اور ابواسحاق شاطبی کی ''الموافقات'' سے ماخوذ ہیں۔

کے مطابق اگر کسی قریہ کے لوگ نماز آخرِ وقت میں پڑھنا طے کرلیں تو ان کو اس سے روکا جائے گا اور اس کے لئے قانون کی تلوار استعمال کی جائے گی، بعض حنفیہ کے یہاں اگر کبھی اتفاقاً ایک ہی مسجد میں دوسری جماعت کرلیں تو درست ہے؛ لیکن اس کی عادت بنالینا درست نہیں ہے، غرض کہ اجتماعی اور انفرادی حالات کے پیش نظر بہت سے احکام بدل جاتے ہیں۔

مباح احکام کے سلسلہ میں ان اُصولی باتوں پر روشنی ڈالنے کے بعد اب اس بات کی وضاحت مناسب ہوگی کہ مباح کی کن قسموں کے کیا احکام ہیں؟ اور کن صورتوں میں قانون سازی کے ذریعہ ایک پہلو کی تحدید کی جاسکتی ہے اور ان میں اس کی گنجائش نہیں ہے؟

مباحاتِ رخصت

بعض مباح چیزیں ایسی ہیں جن کا مقصود حرج اور دشواری کا دور کرنا ہے، یعنی اپنی اصل کے لحاظ سے ان کو کرنے اور نہ کرنے کا اختیار نہیں ہے؛ بلکہ مخصوص حالات میں مخصوص اعذار کی بناپر اس کی اجازت دے دی گئی ہے، جیسے حالتِ سفر میں رمضان المبارک میں سفر یا مرض کی وجہ سے افطار کی اجازت یا بعض حالات میں بیوی کا نفقہ ساقط ہوجانا، فقہ کی اصطلاح میں ایسے احکام کو ''رخصت'' کہا جاتا ہے۔

ان معاملات میں مداخلت کسی صورت جائز نہیں ہے، اس لئے کہ جن اعذار کی بناپر ان کو مباح قرار دیا گیا ہے، اگر ان کی رعایت نہ کی جائے، تو ان کا مقصود ہی فوت ہوجائے گا اور کتاب و سنت کے احکام میں اپنی خواہش کے مطابق تصرف ہوگا۔

منصوص مباحات

وہ اُمور جن کی اجازت خود نصوص یعنی قرآن و حدیث سے ثابت ہو، ان میں بعض وہ ہیں جو شرعاً پسندیدہ اور مطلوب ہیں اور وہ جن باتوں کا ذریعہ بنتی ہیں وہ بھی پسندیدہ ہیں، مثلاً تعددِ ازدواج کہ یہ توالد و تناسل اور عفت و عصمت کا ذریعہ ہے، یا تجارت جو خلق اللہ کی اور مسلمانوں کی خدمت ہے —— ایسے احکام انفرادی لحاظ سے محض جائز ہیں، ان کا کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہے؛ لیکن اجتماعی حیثیت سے یہ مطلوب ہیں۔

بعض اُمور ایسے ہیں کہ شریعت میں ان کی اجازت تو ضروری ہے مگر اجازت محض ضرورت کی بناپر ہے ورنہ وہ اپنی اصل کے لحاظ سے ناپسندیدہ اور نامناسب نتائج کی حامل ہے، مثلاً طلاق، کہ خود شریعت کی نگاہ میں وہ ناپسندیدہ ہے۔

ایسے احکام انفرادی اعتبار سے تو جائز ہیں، مگر اجتماعی لحاظ سے اس سے باز رہنا شریعت کا مطلوب ہے، شرعی نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسے مباحات کو عام طور پر اختیار کیا جانے لگے اور قانون کا غلط استعمال ہونے لگے تو اس کے سدباب کے لئے حکومت اس کو قابل سرزنش جرم قرار دے سکتی ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں طلاق مغلظہ پر کوڑے لگوائے ہیں مگر سرے سے ان احکام کو باطل اور کالعدم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، مثلاً طلاق کے بے جا استعمال پر طلاق کو بے اثر قرار نہیں دیا جاسکتا، نہ مردوں سے یہ حق چھینا جاسکتا ہے مگر سرزنش کی جاسکتی ہے۔

بعض احکام وہ ہیں جو شریعت کی نگاہ میں نہ پسندیدہ ہیں اور نہ ناپسندیدہ، اسی طرح وہ اپنی ذات کے اعتبار سے نہ کسی ایسی بات کا ذریعہ بنتے ہیں جسے شریعت تحسین کی نظر سے دیکھتی ہے اور نہ کسی ایسی بات کا جو شریعت کی نگاہ میں مذموم ہو، مثلاً گاؤ کشی کا مسئلہ ہے، خود نص سے اس کا جواز ثابت ہے اور نصوص میں کہیں اس کا ذکر نہیں ہے جس سے اس کے پسندیدہ یا ناپسندیدہ ہونے کا اشارہ بھی ملتا ہو، لہٰذا اس پر بھی عام حالات میں عمومی پابندی عائد کرنا صحیح نہ

ہوگا۔(۱)

مباحاتِ عفو

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ اکثر مباح احکام وہ ہیں جن کا نصوص (کتاب وسنت) میں ذکر نہیں ہے؛ مگر ان کو اس عام اُصول کے تحت مباح اور جائز مان لیا گیا ہے کہ اشیاء میں اصل ''اباحت'' ہے اور جب تک کوئی ایسی دلیل نہ آجائے جو اس کو حرام قرار دیتی ہو اس کو حلال ہی سمجھا جائے گا، ایسے ہی مباحات کو ''عفو'' کہا جاتا ہے۔

ایسی مباح چیزوں میں حکومت اس بات کی مجاز ہوگی کہ وہ اگر مناسب سمجھے تو حالات ومصالح کی روشنی میں اس کے کرنے یا چھوڑنے کو لازم کردے، مثلاً سڑک کے دائیں اور بائیں ہر دو سمت چلنا درست ہے، لیکن ٹریفک نظام پر قابو رکھنے کے لئے کسی ایک سمت کی تعیین درست ہوگی، لوگ ہر قسم کے ساتر لباس پہن سکتے ہیں، کوئی خاص رنگ اور ڈیزائن ضروری نہیں؛ مگر فوج یا کسی خاص محکمہ کے لوگوں کے لئے شناخت اور امتیاز کی غرض سے کوئی خاص وضع متعین کردی جائے، یہ جائز ہوگا، اسلامی قانون کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ رکھنے میں اس گنجائش کو بڑا دخل ہے، البتہ یہاں بھی اس حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے گا کہ ان کے کسی ایک پہلو کو لازم اور ضروری قرار دینے کی وجہ سے قانون کسی ایسی بات کا ذریعہ نہ بنتا ہو، جو اسلام کے مجموعی مزاج اور شریعت کے مقاصد اور اس کی روح سے متصادم ہو، ابواسحاق شاطبی کے الفاظ میں :

> وعلى الجملة فاذا فرض ذريعة الى غيره فحكمه حكم ذالك الغير . (۲)

اشیاء میں اصل اباحت ہے یا ممانعت؟

اباحت سے متعلق ایک اہم اور اُصولی مسئلہ یہ ہے کہ اشیاء میں اصل مباح ہونا ہے، یا حرام ہونا؟ یعنی اگر کسی شی کے بارے میں اللہ کی طرف سے نہ جائز ہونا منقول ہو اور نہ اس کے ناجائز ہونے کی صراحت ہو، تو اسے مباح سمجھا جائے گا یا حرام؟ یا اس کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے گا؟ —— اس سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ جو افعال انسان کے لئے اضطرار کے درجہ میں ہوں، وہ مباح ہوں گے، جیسے ہوا خوری، کہ ہر انسان اس پر مضطر ہے اور وہ اس سے بچ نہیں سکتا۔(۳)

جو افعال اختیاری ہوں، ان کے سلسلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے ہے اور مجموعی طور پر تین نقاط نظر پائے جاتے ہیں: حرمت، توقف اور اباحت، شیخ ابوعلی بن ہریرہ شافعی، بغداد کے معتزلہ، بعض امامیہ، ابومنصور ماتریدی اور بعض حنفیہ کی طرف یہ منسوب ہے کہ اشیاء میں اصل حرام ہونا ہے اور امیر بادشاہ نے عام محدثین سے بھی یہی رائے نقل کی ہے،(۴) علامہ ابن تیمیہ نے اس بات کو کہ معاملات وشروط میں اصل ناجائز ہونا ہے، اصحابِ ظواہر کا قول قرار دیا ہے،(۵) ان حضرات کا مستدل قرآن مجید کی اس آیت سے ہے :

> قل لا اجد فيما اوحى الىّ محرما على طاعم يطعمه الا ان يكون ميتة او دما ....(أنعام:۱۴۵)
>
> آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر جو وحی کی گئی ہے، میں اس میں کسی کھانے والا پر حرام نہیں پاتا، سوائے اس کے کہ مردار ہو یا خون ہو......۔

---

(۱) ابواسحاق شاطبی نے پہلی صورت کو المباح بالجزء المطلوب الفعل بالكل دوسری صورت کو المباح بالجزء المطلوب الترك بالكل اور تیسری کو المباح المطلق سے تعبیر کیا ہے۔

(۲) الموافقات:۱/۱۱۲

(۳) المحصول :۱/۴۷، کشف الاسرار للبخاری :۳/۱۹۳

(۴) دیکھئے: الابهاج فی شرح المنهاج :۱/۱۴۳-۱۴۴، کشف الاسرار :۳/۱۹۳، تیسیر التحریر :۲/۶۸

(۵) القواعد الفقهيه النورانية :۲۰۶

ان حضرات کا اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ حلت اور حرمت وحی الٰہی سے متعلق ہے، کوئی بھی حکم بغیر وحی کے نہیں لگ سکتا اور جب کوئی چیز حلال نہ ہوگی تو ممنوع ہوگی —— لیکن اس استدلال میں جو سقم ہے وہ ظاہر ہے؛ کیوں کہ اس آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی شی یا فعل کے حرام ہونے کے لئے نص کی ضرورت ہے، اگر ممانعت پر نص موجود نہ ہو تو وہ حلال سمجھی جائے گی، اس لئے اکثر اہل علم ابوبکر جصاص رازیؒ، ابن عربیؒ، علامہ قرطبیؒ اور علامہ آلوسیؒ وغیرہ نے اسی آیت سے یہ بات ثابت کی ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، (۱) حقیقت یہ ہے کہ اس نقطۂ نظر پر کوئی قوی دلیل موجود نہیں اور اس لئے سلف میں کم ہی لوگ اس کے قائل رہے ہیں۔ (۲)

دوسرا نقطۂ نظر توقف کا ہے، یعنی ایسے مسائل کی بابت سکوت اختیار کیا جائے گا، ابوالحسن اشعری، ابوبکر صیرفی، امام غزالی، بعض احناف اور شوافع اسی طرف رجحان رکھتے ہیں، (۳) اور عام طور پر محدثین کا میلان اسی طرف ہے، (۴) اس لئے کہ یہ ان کے مزاج و مذاق کے مطابق ہے، بعض حضرات نے صاحب ہدایہ اور علامہ حصکفی کی طرف بھی اس کی نسبت کردی ہے، (۵) لیکن یہ نسبت صحیح نظر نہیں آتی؛ کیوں کہ صاحب ہدایہ نے مختلف مقامات پر اباحت کو اصل قرار دیا ہے، مثلاً حداد (سوگ) کے مسئلہ میں فرماتے ہیں :

الاباحة اصل، (۶) اور علامہ حصکفیؒ درمختار میں ایک سے زیادہ مقامات پر قمطراز ہیں: فبقی علی اصل الاباحة۔ (۷)

ابن نجیم گو اکثر فقہاء احناف سے توقف کا قول نقل کرتے ہیں، لیکن انھیں اعتراف ہے کہ بالفعل مجھے کوئی ایسا مسئلہ نہیں مل سکا، جس میں حنفیہ نے توقف سے کام لیا ہو، ولكن لم نقف عليه بالفعل۔ (۸)

ان حضرات کے پیش نظر وہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ اُمور تین قسم کے ہیں، ایک وہ ہے جس کا درست ہونا واضح ہے، تو اس کی اتباع کرو، ایک وہ ہے کہ اس کا غلط ہونا واضح ہے، اس سے اجتناب کرو اور ایک وہ ہے کہ جس میں دونوں پہلو ہوں، تو اسے اللہ کے سپرد کردو، امر اختلف فيه فكله الى الله، (۹) اسی طرح بعض روایتوں میں مشتبہات سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، (۱۰) —— لیکن اس حدیث کے سیاق وسباق سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حکم بہ طور احتیاط اور تقویٰ کے ہے، نہ کہ بہ طور وجوب کے، اسی لئے فقہاء نے حرام سے بچنے کو واجب اور شبہات سے بچنے کو مستحب قرار دیا ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں :

الامتناع عن الحرام واجب بخلاف الامتناع عن الشبهة فانه مندوب . (۱۱)

اکثر حنفیہ، شوافع، ابوعلی جبائی وغیرہ کے نزدیک اشیاء میں

(۱) دیکھئے: احکام القرآن لابن عربی: ۲/ ۷۴۷، احکام القرآن للجصاص: ۳/ ۱۹، الجامع لاحکام القرآن: ۴/ ۱۰۶، روح المعانی: ۸/ ۴۰۳

(۲) دیکھئے: فواتح الرحموت علی هامش المستصفی: ۱/ ۴۹ (۳) الاحکام فی اصول الاحکام: ۱/ ۱۳۱، الابهاج: ۱/ ۱۳۲، المستصفی: ۱/ ۱۵، نهایة السؤل علی هامش التقریر و التحریر: ۱/ ۹۷، تیسیر التحریر: ۲/ ۱۷۲، کشف الاسرار للبخاری: ۳/ ۱۹۳

(۴) کشف الاسرار: ۳/ ۱۹۳ (۵) تسهیل الوصول: ۲۷۰

(۶) هدایه: ۲/ ۴۲۸، فصل فی الحداد (۷) درمختار علی هامش الرد: ۴/ ۱۹۹، ط: پاکستان

(۸) الاشباه والنظائر: ۲۲ (۹) مسند احمد، مشکوٰة المصابیح: ۱/ ۳۱، عن بن عباسؓ: کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة

(۱۰) دیکھئے: مسلم [illegible]

اصل اباحت ہے، (۱) جمہور محدثین، فقہاء اور متکلمین کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے، (۲) ابن تیمیہ بھی اسی کے قائل ہیں اور ان کی عبارت سے ظاہر ہے کہ امام مالکؒ کا رجحان بھی یہی ہے، (۳) مالکیہ میں اسی کے قائل علامہ قرافیؒ بھی ہیں، (۴) جیسا کہ گذرا حنفیہ کا عام رجحان یہی ہے، امام کرخی کے بارے میں اس کی صراحت ملتی ہے، برہان الدین مرغینانیؒ اور علاء الدین حصکفیؒ، ابوبکر جصاص رازیؒ اور علامہ آلوسیؒ وغیرہ کے بارے میں گذر چکا ہے کہ ان حضرات نے اباحت ہی کو اصل مانا ہے، علامہ ابن نجیم مصریؒ اسی کے قائل ہیں اور اس کو انھوں نے اشباہ کے دوسرے قاعدہ میں وضاحت سے بیان کیا ہے، (۵) یہی نقطۂ نظر صاحب مجمع الانہر کا بھی ہے، (۶) اس رائے کے قائلین میں قاسم بن قطلو بغا بھی شامل ہیں، (۷) اور یہی نقطۂ نظر شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریر سے بھی ظاہر ہے، گو فخر الاسلام بزدوی نے حنفیہ کے اس قول کو زمانۂ فترت سے متعلق قرار دیا ہے، جیسا کہ حموی ناقل ہیں، لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں : بلکہ احناف کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عام اُصول ہے، زمانۂ فترت ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، اسی لئے فقہاء نے بہت سے احکام میں اس اصل سے استدلال کیا ہے۔

جو لوگ اباحت کو اصل قرار دیتے ہیں، وہ ان آیات سے استدلال کرتے ہیں، جن میں یہ بات فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے، اس کا مطلب ہے کہ یہ تمام چیزیں مباح اور انسان کے استعمال کے لئے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

هو الذى خلق لكم ما فى الارض جميعاً. (البقرہ:۲۹)

وہ خدا ہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے لئے پیدا کیں۔

سخر لكم ما فى السموات و ما فى الارض جميعاً. (الجاثیۃ:۱۳)

اللہ نے تمہارے لئے آسمان وزمین کی ساری چیزیں مسخر کردی ہیں۔

اسی مضمون کی آیت سورۂ لقمان (۲۰) میں بھی آئی ہے ؛ دوسرے قرآن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محرمات کے ثبوت کے لئے نص ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے محرمات کو تفصیل سے بیان کردیا ہے۔

وقد فصل لكم ما حرم عليكم. (الانعام:۱۱۹)

تم پر جو چیزیں حرام کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے لئے وضاحت سے بیان کردیا ہے۔

اسی طرح گذر چکا ہے، کہ سورۂ انعام : ۱۴۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزیں حرام ہیں، ان کو اللہ اور اس کے رسول نے واضح کردیا ہے، لہٰذا جن اشیاء کے بارے میں حرمت کی صراحت نہ ہو، انھیں مباح ہونا چاہئے۔

تیسرے اللہ تعالیٰ نے اپنے طور پر کسی چیز کے حرام کرنے کو منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے :

قل من حرم زينة الله التى اخرج لعباده و الطيبت من الرزق. (الاعراف:۳۲)

آپ کہئے : اللہ نے جو سامان زینت اپنے بندے

---

(۱) تیسیر التحریر :۲/۱۶۸، فواتح الرحموت علی ھامش المستصفی :۱/۴۹، کشف الاسرار :۳/۹۵

(۲) الجامع لاحکام القرآن:۱۹۲

(۳) القواعد الفقهیه النورانیة:۲۱۰، نیز دیکھئے:۲۲-۲۲۱

(۴) دیکھئے: کتاب الفروق :۳/۱۴۵

(۵) دیکھئے: الاشباہ :۱۰۹، القاعدۃ الثانیة

(۶) مجمع الانہر :۲/۱۷۵، کتاب القاضی ، مسائل شتی منه

(۷) حموی علی الاشباہ :۱/۱۲۳

کے لئے بنایا ہے، اس کو اور کھانے کی پاک چیزوں کو کس نے حرام کیا؟

حدیثیں بھی اس پر کئی وارد ہیں، جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض کی ہیں، انھیں ضائع نہ کرو، کچھ حدیں مقرر کی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو، کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے، ان کی بے حرمتی نہ کرو اور بغیر بھول کے کچھ چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے، ان کی کھوج میں نہ پڑو، **وسکت عن اشياء عن غير نسيان فلا تبحثوا عنها ۔** (۱)

اسی طرح حضرت ابو درداء ؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کو حلال کیا ہے، وہ حلال ہیں، جن کو حرام کیا ہے وہ حرام ہیں اور جن سے سکوت اختیار کیا ہے وہ اللہ کی طرف سے درگذر کی ہوئی ہیں، انھیں اللہ کی طرف سے قبول کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کسی بات کو بھولتے نہیں ہیں، **وما سكت عنه فهو معفو عنه ۔** (۲)

حقیقت یہ ہے کہ کتاب و سنت کی نصوص اس سلسلہ میں بالکل واضح ہیں اور ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، یہاں تک کہ عبد العزیز بخاری نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے، **اما بعد ورود الشرع فالاموال على الاباحة بالاجماع مالم يظهر ۔** (۳)

البتہ یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس اُصول کا تعلق معاملات اور خاص کر مالی اُمور سے ہے، جیسا کہ اوپر عبد العزیز بخاری کی تحریر سے بھی ظاہر ہے، عبادات میں کسی قسم کی کمی بیشی کی گنجائش نہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُمور دین کے معاملہ میں کوئی بھی اضافہ نا قابل قبول ہے، ارشاد ہے :

من احدث في امرنا ما ليس فيه فهو رد ۔ (۴)

علامہ شاطبی فرماتے ہیں :

ان التعبديات انما وضعها الشارع فلا يقال في صلاة سادسة مثلاً انها على الاباحة ...... (۵)

اُمور تعبدی اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ہیں، اس لئے مثلاً چھٹی نماز مشروع نہیں ہوسکتی، اس اُصول پر کہ اصل اباحت ہے۔

پس ! حاصل یہ ہے کہ عبادات میں اصل حرمت و ممانعت ہے، جب تک کہ شارع کی طرف سے اس کے ثبوت پر کوئی دلیل موجود نہ ہو اور معاملات اور اشیاء میں اصل اباحت ہے، اگر اس کی حرمت پر کوئی نص صراحتاً یا اشارۃً وارد نہ ہو۔

ابانت

''ابانت'' کے معنی جدا اور علاحدہ کرنے کے ہیں، زن و شو کے درمیان علاحدگی کی ان تمام صورتوں کو فقہ کی اصطلاح میں ''ابانت'' سے تعبیر کرتے ہیں، جو قطعی ہوں اور جس میں رجوع کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے —— اس کی تین صورتیں ہیں :

طلاق میں ابانت کی صورتیں

اول یہ کہ مرد طلاق بائن، یا طلاق مغلظہ دیدے کہ اس کے بعد رجعت کی گنجائش باقی نہیں رہتی، دوم یہ کہ زن و شو کے باہمی

---

(۱) ترمذی :۱/۳۰۳، باب اللباس

(۲) الدر المنثور :۲/۲۷۹، بحواله مستدرك حاكم

(۳) کشف الاسرار :۳/۱۹۵

(۴) بخاری :۱/۳۷۲، کتاب الصلح

(۵) الاعتصام :۱/۳۰۱

معاہدہ کے ذریعہ خلع ہوجائے، یعنی شوہر کچھ معاوضہ لے کر طلاق دیدے، سوم یہ کہ قاضی نکاح فسخ کردے۔

طلاق رجعی پر اصطلاحاً ابانت کا اطلاق نہیں ہوتا، مگر طلاق رجعی کی عدت گزر جانے کے باوجود اگر شوہر بیوی کو لوٹا نہ لے تو وہ بھی طلاق بائن ہی کے حکم میں ہوجاتی ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ''طلاق'')

کٹے ہوئے اعضاء کا حکم

ابانت کے ذیل میں ایک مسئلہ یہ آتا ہے کہ اگر کسی زندہ جانور کے بعض اعضاء کاٹ لئے جائیں تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ اس لئے کہ ابانت کے معنی کاٹنے کے بھی ہیں اور اس طریقہ کو ''ابانت فی العضو'' کہتے ہیں، اسلام سے پہلے عربوں میں یہ طریقہ رائج تھا کہ لوگ اونٹ کے کوہان اور دنبوں کے کولھے ان کے زندہ رہتے ہوئے کاٹ لیتے تھے اور کھاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وحشیانہ طریقہ سے منع فرمادیا، (۱) اس لئے کہ یہ طریقہ نہ صرف یہ کہ ذبح کے مسنون طریقہ کے خلاف ہے بلکہ ظالمانہ اور وحشیانہ بھی ہے، چنانچہ فقہاء نے ایسے گوشت کو مردار کے حکم میں رکھا ہے اور حرام قرار دیا ہے۔ (۲)

اباء (انکار)

اِباء کے معنی انکار کے ہیں، کتب فقہ میں نکاح کے باب میں ''اِباء عن الاسلام'' کا مسئلہ آتا ہے۔

زوجین میں سے ایک کا اسلام

یعنی اگر زوجین کافر و مشرک ہوں اور ان میں سے کوئی ایک اسلام قبول کرلے تو قاضی دوسرے پر اسلام پیش کرے گا، بشرطیکہ وہ پاگل نہ ہو اور ہوش مند ہو، اگر اس نے اسلام قبول کرلیا تو نکاح برقرار رہے گا اور اگر انکار کردیا تو پھر قاضی دونوں کے درمیان تفریق کرادے گا اور اگر خاموش ہوجائے تو احتیاطاً قاضی تین بار ایمان پر بشارت اور آخرت کا خوف دلاکر فہمائش کے ساتھ اس پر اسلام پیش کرے گا، اگر اس کے بعد بھی اس نے خاموشی اختیار کی تو اسے انکار تصور کرتے ہوئے تفریق کردی جائے گی۔

نیز اگر زوجین میں سے دوسرا شخص اپنی کم سنی کی وجہ سے ابھی کم عقل اور بے شعور ہو تو باشعور ہونے کا انتظار کیا جائے گا، جوں ہی اس کے اندر سوجھ بوجھ اور فہم و فراست پیدا ہوگی مذکورہ بالا طریقہ اختیار کیا جائے گا، اس کے لئے عقل و ہوش اور فہم و فراست کی حد کو پہنچ جانا کافی ہے، بالغ ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ پاگل اور فاتر العقل ہو تو اس کے والدین پر اسلام پیش کیا جائے گا، اگر اس میں سے کسی ایک نے بھی اسلام قبول کرلیا تو نکاح برقرار رہے گا ورنہ تفریق کردی جائے گی۔

ظاہر ہے یہ صورت وہیں قابل عمل ہے جہاں اسلامی حکومت ہو اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو، اگر ایسا ملک نہ ہو بلکہ وہاں غیر مسلموں کو سیاسی غلبہ و اقتدار حاصل ہو تو اُصول یہ ہے کہ تین حیض تک عورت انتظار کرے، اس درمیان اگر مرد اسلام قبول کرلے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس مدت کے گزرتے ہی آپ سے آپ ان دونوں کا نکاح ختم ہوجائے گا، یہی حکم اس صورت میں بھی ہے، جب مرد اسلام قبول کرلے اور عورت کافر ہی رہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس مسئلہ میں وہ عورت جس سے مرد مباشرت کرچکا ہو اور جس سے ابھی مباشرت نہ کی ہو، کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک زوجین میں سے جو بھی اسلام قبول کرلے، تو دوسرے کے لئے عدت کے تمام ہونے تک اسلام قبول

(۱) ملا جیون : نور الانوار شرح منار: ۲۲۴

(۲) مستفاد از : الهدایه: ۴/۴۲۷

کرنے کی گنجائش ہوگی، اگر قبول کرلے تو نکاح برقرار رہے گا اور قبول نہ کیا تو نکاح فسخ ہوجائے گا۔(۱)

اہل کتاب کا اسلام

یہ حکم عام کفار و مشرکین کا ہے، اگر زوجین عیسائی یا یہودی یعنی اہل کتاب میں سے ہوں اور مرد اسلام قبول کرلے تو بیوی پر اسلام کی پیشکش ضروری نہیں، اس لئے کہ شریعت نے یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح کی اجازت دی ہے، البتہ اگر عورت اسلام قبول کرلے اور مرد اپنے مذہب پر قائم ہو تو پھر وہی صورت اختیار کی جائے گی، جس کا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے۔(۲)

مہر کے احکام

اگر عورت نے اسلام قبول کرلیا اور مرد نے اس سے انکار کیا تو بہر حال عورت کا مہر اس کے ذمہ واجب ہوگا اور اگر مرد ایمان لایا اور عورت نے انکار کیا تو صرف اسی صورت اس کا مہر واجب سمجھا جائے گا جب مرد اس کے ساتھ جنسی ربط رکھ چکا ہے یا اس طرح ''یکجا'' ہو چکا ہے کہ کوئی طبعی چیز اس عمل سے مانع نہ رہی ہو۔

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ''خلوت صحیحہ'')

اَبد　(ہمیشہ)

مستقبل میں کسی چیز کے اس طرح مستقل پائے جانے کو کہتے ہیں جس کی کوئی انتہاء نہ ہو، (۳) اُردو میں اس کو ہم ''ہمیشہ'' کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، اگر کوئی شخص اس لفظ کے ساتھ قسم کھائے مثلاً کہے کہ: لا اکلمک ابداً، (میں تم سے ہمیشہ یعنی کبھی بات نہیں کروں گا) تو جب بھی گفتگو کرے گا، کفارہ واجب ہوجائے گا، اسی طرح عورت کے ساتھ ''ایلاء'' یعنی مباشرت نہ کرنے کا عزم کرتے وقت ابداً کا لفظ بولے تو ایلاء مؤبدہ ہوجائے گا۔

(ایلاء مؤبدہ کے احکام کے لئے دیکھئے لفظ: ''ایلاء'')

اِبداء　(ظاہر کرنا)

اِبداء کے معنی ظاہر کرنے کے ہیں۔

سجدہ کا طریقہ

فقہ کی کتابوں میں سجدہ کی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے ''یبدی ضبعیہ'' کا ذکر ملتا ہے، یعنی اپنے دونوں بازوؤں کو سجدہ میں پیٹ سے جدا رکھے، ابن حبان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبدالرزاق نے اپنی ''مصنف'' میں عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت نقل کی ہے جس سے اس کی تائید معلوم ہوتی ہے۔(۴)

اِبراد

''اِبراد'' کے معنی ٹھنڈا کرنے کے ہیں۔

ظہر کا وقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، ایک مرتبہ مؤذن نے ظہر کی اذان دینی چاہی تو حضور ﷺ نے فرمایا: موسم ٹھنڈا ہوجانے دو، انھوں نے دوسری مرتبہ اذان دینی چاہی حضور ﷺ نے پھر منع فرمایا: تیسری بار پھر حضور ﷺ نے منع فرمایا: یہاں تک

---

(۱) بدایة المجتهد :۲/۳۹، الفصل الثانی عشر فی مانع الزوجیة

(۲) الهدایه :۳/۳۲۲، الفتاوی الهندیه :۲/۳۹، اور غیر اسلامی مملکت میں زوجین میں سے ایک کے مسلمان ہونے کی صورت میں جو حکم مذکور ہوا وہ وہاں ہے جو ''دارالحرب'' ہو، یعنی جہاں مسلمانوں کو اسلام پر چلنے کا قانونا تحفظ حاصل نہ ہو، لیکن ہمارے ملک ہندوستان میں (جو دارالحرب اور دارالاسلام کے درمیان کی ایک صورت دارالامن ہے) مسلمان ارباب حل وعقد اور خود زوجین میں سے مسلمان ہونے والے کو پہلے ترغیب و دعوت سے کام لینا چاہئے پھر قانون چارہ جوئی کرنی چاہئے۔ و باللہ التوفیق.

(۳) کتاب التعریفات :۹

(۴) الدرایه فی احادیث الهدایه :۱/۹۳، علی هامش الهدایه

کہ جب پہاڑ کی چوٹی کا سایہ زمین تک پہنچ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: گرمی ہو تو نماز ٹھنڈی کر کے یعنی قدرے تاخیر سے پڑھو۔(۱)
اسی بنا پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک موسم گرما میں ظہر کی نماز میں تاخیر مستحب ہے، یہی اور فقہاء کی رائے ہے اور امام شافعیؒ دوسری نمازوں کی طرح اسے بھی اول وقت میں نماز پڑھے جانے کو افضل قرار دیتے ہیں۔(۲)

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ''صلاۃ'')

اِبراء

لغوی معنی ''نجات دینے'' کے ہیں، فقہ کی اصطلاح میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ''خلع'' کو ابراء اور مباراۃ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

خلع کے معنی میں

اگر عورت نے کہا: ''بارئنی علی کذا'' (مجھے اتنے مال پر بری کردو اور تم بھی بری ہو جاؤ) تو امام ابوحنیفہؒ کے یہاں یہ خلع کے حکم میں ہوگا، یعنی یہ عورت کی جانب سے ''مال کے عوض طلاق کا مطالبہ'' متصور ہوگا اور اس کے جواب میں شوہر کی جانب سے پڑنے والی طلاق ''طلاقِ بائن'' ہوگی۔

جملہ حقوق سے سبکدوشی

اگر خلع کے لئے مبارات، ابراء یا براءت کا لفظ استعمال کیا جائے تو اس کی وجہ سے زوجین کے ایک دوسرے پر جتنے حقوق بھی نکاح کی بنا پر واجب رہے ہوں گے، ساقط ہو جائیں گے، یہ امام ابوحنیفہؒ اور قاضی ابو یوسف کا مسلک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، امام محمدؒ کے نزدیک وہی حقوق معاف ہوں گے جن کا خلع کا معاملہ طے پاتے وقت صراحتاً ذکر آ گیا ہو، (۳) البتہ عدت کا نفقہ، اس کے بچے کو دودھ پلانے کی اُجرت اور عورت کے زیر پرورش اولاد کا نفقہ اسی وقت ساقط ہوگا جب واضح لفظوں میں اس کا ذکر کر دے، نیز وہ اس طلاق کے بدلہ اولاد کے نفقہ سے کتنے دنوں گلوخلاصی چاہتا ہے اس کی تعیین بھی کر دے۔(۴)

طلاق کے معنی میں

اگر کوئی شخص لفظ ابراء (اَبرأت) یعنی ''میں نے تمہیں بری کر دیا'' کے ذریعہ طلاق دے، یا عورت طلاق کے مطالبہ کی غرض سے کہے ''مجھے بری کردو'' اور شوہر جواب دے کہ ''بری کر دیا'' تو ہر دو صورت میں طلاق بائن پڑ جائے گی، نیز عورت کے مذکورہ بالا مطالبہ کے مقابلہ میں دی جانے والی طلاق بلا معاوضہ ہوگی، اس کے بدلہ کچھ مال وغیرہ عورت پر واجب نہیں ہوگا۔(۵)

عیب سے براءت

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص کوئی چیز فروخت کرے اور شرط لگا دے کہ میں اس میں پائے جانے والے عیوب سے بری ہوں گا اور ذمہ دار نہ ہوں گا یا یہ کہ اس سلسلہ میں تم کو شریعت نے عیب کی بناء پر واپسی، یا اس شی کو دیکھنے کے بعد رکھنے یا واپس کرنے کے جو حقوق دیئے ہیں میں اس کا پابند اور ضامن نہیں ہوں گا اور خریدار ان شرائط کے ساتھ معاملہ کو گوارا کر لے تو یہ معاملہ درست ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں یہ معاملہ طے پانے کے بعد مذکورہ سامان کی حوالگی سے پہلے پہلے تک جو بھی عیب اور نقص

(۱) سنن ابی داؤد (باب فی وقت صلوٰۃ الظهر)
(۲) مستفاد از: الافصاح ۱/۸۷
(۳) الهدایہ ۲/۳۸۸
(۴) الفتاوی الهندیہ ۱/۴۸۹
(۵) الفتاوی الهندیہ ۲/۱۲۴

اس سامان میں پیدا ہو، بیچنے والا اس کا ذمہ دار نہیں ہوگا اور فتویٰ اسی پر ہے، امام محمدؒ کے یہاں یہ ذمہ داری صرف اس معاملہ کے طے پانے کے وقت تک ختم ہوگی، اس کے بعد جو نقائص پیدا ہوئے فروخت کرنے والا اس کا ذمہ دار متصور ہوگا۔(۱)

قرض اور حقوق سے براءت

امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں تجھ کو اس گھر سے یا اس گھر کے سلسلہ میں اپنے دعویٰ سے بری کرتا ہوں، یا میں اس سے بری ہوتا ہوں، تو اسے فقہ کی اصطلاح میں ''ابراء'' کہتے ہیں، اسی طرح اگر کسی شخص نے کہا کہ میں اس کو ان تمام چیزوں سے بری کرتا ہوں جو میرا اس پر ہے (ھو بریٔ علیہ) تو دوسرا شخص اگر وہ اس شخص کے یہاں کوئی امانت رکھنے یا عاریۃً رکھنے کا دعویٰ کرے تو وہ قابل سماعت ہوگا اور اگر یہ کہے کہ وہ ان تمام چیزوں سے بری ہے جو میری اس کے پاس ہیں، ھو بریٔ مما لی عندہ، تو براءت میں امانت بھی داخل ہوگی اور آئندہ کا یہ دعویٰ قابل سماعت نہیں ہوگا کہ میری امانت اس شخص کے ذمہ ہے۔(۲)

الفاظ اور شرائط

ابراء کے لئے ہبہ یا ترک، یا ابراء یا کوئی ایسا لفظ استعمال کرے جو صراحتاً اس کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کو بتائے، نیز اس شخص کی تعیین کردے جسے بری کرنا چاہتا ہے، مبہم اور محتمل الفاظ مثلاً مجھ کو فلاں سے کچھ کام نہیں ہے، یا مقروض کو کہنا ''میرا تیرے ساتھ کوئی حساب نہیں ہے، ابراء متصور نہیں ہوگا اور اس کے بعد بھی اس کو دعویٰ کا حق باقی رہے گا، (۳) واضح ہو کہ فقہی اعتبار سے ''ابراء'' اقرار و ہبہ کے درجہ میں ہے اور بری کرنے کے بعد پھر مطالبہ کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔

اِبط (بغل)

''اِبط'' کے معنی بغل کے ہیں اور اس کی جمع آباط ہے، مرد کے لئے یہ حصہ مقام ستر نہیں ہے، اسی طرح محرم عورتوں کے حق میں بھی یہ حصہ ستر میں داخل نہیں، (۴) اگر عورت نماز کی حالت میں اس کے چوتھائی حصہ کو کھولے رکھے یا کھل جائے تو نماز درست نہیں ہوگی اور اس سے کم کی صورت میں نماز درست ہوجائے گی، اس لئے کہ فقہاء کا یہ عام اُصول ہے کہ قابل ستر اعضاء میں سے کوئی بھی اگر ایک چوتھائی کی مقدار کھل جائے تو نماز نہیں ہوگی۔(۵)

حضرت عمار بن یاسر ﷺ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں انھوں نے تیمم کیا اور تیمم میں ہاتھوں کا مسح بغل تک کیا، (۶) اسی حدیث کی بنیاد پر مشہور محدث ابن شہاب زہری اس طرف گئے ہیں کہ بغل بھی تیمم میں داخل ہے، ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مسح صرف کہنیوں تک ہے اور یہ حدیث اسلام کے ابتدائی دور کی ہے جو منسوخ ہوچکی ہے۔(۷)

اَبطح (ایک وادی کا نام)

مکہ کے قریب ایک وادی کا نام ہے، جسے ''محصب'' بھی کہتے ہیں، حجاج منیٰ میں وقوف کے بعد جب طواف زیارت کے

---

(۱) خلاصۃ الفتاویٰ:۳/۶۹
(۲) حوالۂ سابق:۴/۱۱۸
(۳) حوالۂ سابق:۴/۱۱۹
(۴) حوالۂ سابق:۴/۳۴۰
(۵) حوالۂ سابق:۱/۴۳
(۶) ابوداؤد: باب التیمم
(۷) بذل المجہود:۱/۱۹۱

لئے مکہ کو واپس ہوں تو بہتر ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے اس وادی میں قیام کریں۔(۱)

(تفصیل کے لئے دیکھئے: "تحصیب، حج")

اِبل (اونٹ)

ابل کے معنی اونٹ کے ہیں اور اس کا اطلاق نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔

اونٹ کے احکام

اونٹ حلال جانور ہے اور اس کے حلال ہونے پر پوری اُمت کا اتفاق ہے،(۲) اونٹ کا جوٹھا اور اس کا پسینہ پاک ہے، اس لئے کہ جو حکم گوشت کا ہے وہی اس کے جوٹھے اور پسینہ کا بھی ہے،(۳) البتہ امام ابوداؤد ظاہری اور امام احمدؒ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا واجب ہے،(۴) اور بعض روایات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے،(۵) دیگر فقہاء اس کو صرف مستحب قرار دیتے ہیں۔

بدبودار اونٹ

ہاں وہ اونٹ جس کے گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے یا جو غلاظتوں کو اپنی غذا بنائے اس کا گوشت،(۶) اس کا دودھ، سواری کے لئے اس کا استعمال یہاں تک کہ اس کی خرید و فروخت بھی مکروہ ہے، ایسے اونٹ کو فقہ کی اصطلاح میں "جلالہ" کہتے ہیں اور ایسے اونٹ کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک سال اپنے ہاں روک کر پھر اس کا گوشت کھایا جائے تا کہ غلاظتوں کو غذا بنانے کے اثرات ختم ہو جائیں۔(۷)

اونٹ کی زکوٰۃ شرعی

اونٹ کی زکوٰۃ شرعی کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا نحر کیا جائے یعنی حلقوم کی بجائے سینہ پر نیزہ وغیرہ سے وار کیا جائے، اس لئے کہ دوسرے چوپایوں کے برخلاف اونٹ کی شہ رگ سینہ میں ہوتی ہے، اس لئے یہ طریقہ اختیار کرنے سے فاسد خون بہتر طور پر نکل سکے گا اور روح بھی جلد نکلے گی، لیکن اگر نحر کی بجائے ذبح کر دے یعنی حلقوم پر آلہ کا استعمال کرے تو بھی جائز ہے، البتہ یہ غیر بہتر طریقہ ہوگا۔(۸)

(تفصیل کے لئے دیکھئے: "ذبح")

اونٹ کا پیشاب

اونٹ کے پیشاب کے سلسلہ بھی فقہاء کا اختلاف ہے، عام فقہاء کے نزدیک اس کا پیشاب بھی پاک ہے، امام مالکؒ، امام احمدؒ، اوزاعیؒ نخعیؒ، احناف میں امام محمدؒ اور امام زفر نیز شوافع میں ابن منذر، ابن حبان اور ریانی رحمہم اللہ کا یہی نقطہ نظر ہے،(۹) امام ابو یوسفؒ اس پیشاب کو پاک تو نہیں کہتے لیکن دوا و علاج کے لئے پینے کو جائز قرار دیتے ہیں،(۱۰) امام ابوحنیفہؒ کے یہاں یہ پیشاب نہ صرف یہ کہ ناپاک ہے، بلکہ دوا کے طور پر بھی اس کا استعمال روا نہیں ہے،(۱۱) یہ اختلاف جس طرح اونٹ کے پیشاب میں ہے اسی طرح ان تمام

---

(۱) قواعد الفقہ :۱۵۷
(۲) نورالایضاح :۱۷۷
(۳) المیزان الکبریٰ :۲/۶۴
(۴) الهدایہ:۱/۳۸
(۵) بذل المجہود:۱/۱۱۲
(۶) عن براء بن عازبؓ : ابوداؤد
(۷) عن ابن عمرؓ : سنن ترمذی
(۸) خلاصۃ الفتاوی :۳/۳۰۵
(۹) التعلیق الصبیح:۱/۲۴۳
(۱۰) الفتاوی الهندیہ:۳/۱۱۲
(۱۱) تکرہ ابوال الابل ، حوالۂ سابق

جانوروں کے پیشاب کے سلسلہ میں ہے جن کا کھانا حلال ہے، پہلے گروہ کی دلیل اصحابِ عرینہ کا واقعہ جن کو آپ ﷺ نے بیت المال کے اونٹوں کے دودھ اور پیشاب پینے کی دواءً اجازت دی تھی، دوسرے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "کھائے جانے والے جانوروں کے پیشاب میں کچھ مضائقہ نہیں، (۱) مگر یہ روایت ضعیف ہے، دارقطنی، ابن حزم اور متعدد محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے سلسلۂ سند کے ایک راوی سوار بن مصعب کے غیر ثقہ اور نا قابل اعتبار ہونے پر تقریباً محدثین اور اصحابِ جرح وتعدیل کا اتفاق ہے۔(۲)

یحییٰ بن معین نے ان کے بارے میں کہا ہے: لیس بشی، امام بخاریؒ ان کو" منکر الحدیث" قرار دیتے ہیں، نسائی نے کہا ہے کہ ثقہ نہیں ہیں اور ان کی حدیث نہ لکھی جائے، امام احمدؒ اور ابوحاتم متروک الحدیث کہتے ہیں، حاکم کا بیان ہے کہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہیں اور ابن عدی لکھتے ہیں کہ ان کی زیادہ تر مرویات محفوظ نہیں ہیں اور وہ ضعیف ہیں، (۳) دوسری جماعت کے پیش نظر وہ مشہور روایت ہے جس میں آپ نے ہر قسم کے پیشاب سے احتراز کا حکم دیا ہے اور اس سلسلہ میں بے احتیاطی کو عذابِ قبر کا موجب بتایا ہے۔(۴)

حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کی رائے معتدل اور کتاب وسنت اور شریعت کے مزاج سے قریب تر ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: "تداوی بالحرام")

اونٹ کی قربانی

اونٹ بھی ان جانوروں میں ہے جن کی قربانی کی جاسکتی ہے، اکثر فقہاء کے نزدیک اونٹ میں سات حصے ہوسکتے ہیں اور ایک اونٹ میں سات حصے ہوسکتے ہیں اور ایک اونٹ سات آدمیوں کی جانب سے کفایت کرسکتا ہے، حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، (۵) صرف اسحاق بن راہویہ کے یہاں اونٹ میں دس حصے ہوتے ہیں۔(۶)

اونٹ کے اصطبل میں نماز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ "اونٹ کے اصطبل (جس کو عربی میں مبرک کہتے ہیں) میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟" آپ ﷺ نے اس میں نماز کی ادائیگی سے منع فرمایا"۔(۷)

اس روایت کی روشنی میں امام احمدؒ، ابن حزمؒ اور ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ اس میں نماز پڑھنے کو نادرست قرار دیتے ہیں، جب کہ دیگر فقہاء بشمول امام ابوحنیفہؒ اس کو جائز تو کہتے ہیں، لیکن مکروہ اور حدیث کا منشاء بھی کراہت ہی قرار دیتے ہیں۔(۸)

اونٹ کی فطرت میں وحشت ہے اور وہ انسان پر حملہ آور ہوجاتا ہے، پھر اونٹ دراز قامت جانور ہے جو پیشاب کرتا ہے تو دور دور تک اس کی چھینٹیں پھیل جاتی ہیں، نیز اس کے بیٹھنے کی وجہ سے زمین میں کہیں کہیں گڑھے ہوجاتے ہیں اور جگہ ناہموار ہوجاتی

---

(۱) رواہ احمد والدار قطنی
(۲) تفصیل کے لئے دیکھئے: مولانا ظہیر احسن شوق نیموی کی "التعلیق الحسن علی آثار السنن"
(۳) لسان المیزان: ۳/۳۵۵، ترجمہ نمبر: ۴۰۵۸
(۴) بخاری و مسلم
(۵) ابوداؤد: ۲/۳۸۸، عن جابر مرفوعاً : صحیح مسلم
(۶) المیزان الکبریٰ: ۲/۵۸
(۷) سنن ابی داؤد: باب الوضوء من لحوم الابل
(۸) بذل المجهود: ۱/۱۱۳

ہے، غالباً ان ہی وجوہ کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے اصطبل میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

اونٹ کی زکوٰۃ

اونٹ بھی ان جانوروں میں سے ہے جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، کم از کم پانچ اونٹ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، بشرطیکہ سال کے اکثر حصہ میں اس نے چراگاہ سے اپنی غذا حاصل کی ہو اور مالک کو اس کے اخراجات برداشت نہ کرنے پڑے ہوں، نیز ان کا مالک بنے ایک سال ہو چکا ہو۔

پانچ اونٹ پر ایک بکری واجب ہوتی ہے، (۱) اونٹ میں زکوٰۃ اس وقت بھی واجب ہوتی ہے جب صرف نر یا صرف مادہ ہوں، دونوں جنس کا اجتماع ضروری نہیں۔ (۲)

(تفصیل کے لئے دیکھئے: ''زکوٰۃ'')

ابن (بیٹا)

معنی ''حقیقی بیٹے'' کے ہیں، بیٹے سے متعلق درج ذیل فقہی احکام ہیں:

حرمتِ نکاح

بیٹا، ماں باپ اور ان کے تمام اُصولی رشتہ داروں یعنی باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ اور فروعی رشتہ دار بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ کے لئے محرم قرار پائے گا، ان کے مابین نکاح جائز نہ ہوگا اور پردہ وحجاب میں بھی وہی احکام ہوں گے جو محرم رشتہ داروں کے ہیں۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ''حجاب'')

نفقہ ورضاعت

بیٹا ان رشتہ داروں میں سے ہے جن کا نفقہ باپ پر بطور حق واجب ہوتا ہے، اس لئے کہ بچے کی حیثیت باپ کے جزء اور اس کے ایک حصہ کی ہے، لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب وہ نابالغ ہو، بالغ ہونے کے بعد دوسرے اقرباء کی طرح دو شرطوں کے ساتھ اس کا نفقہ واجب ہوگا۔

ایک یہ کہ باپ مستطیع ہو، دوسرے یہ کہ بیٹا مریض ہو اور خود کمانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، (۳) نابالغ بچے کا نفقہ کافر ہونے کے باوجود واجب ہوتا ہے اور اگر وہ دودھ پی رہا ہو اور ماں دودھ پلانے پر آمادہ نہ ہو تو باپ پر واجب ہوگا کہ وہ بیٹے کے لئے کسی دودھ پلانے والی کا یا دودھ کا نظم کرے، بشرطیکہ یہ اس کے لئے ممکن ہو، اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو ماں کو مجبور کیا جائے گا۔

لڑکے بالغ ہوں اور مسلمان نہ ہوں تو چاہے وہ معذور ہوں باپ پر ان کا نفقہ واجب نہ ہوگا، (۴) —— اگر شدید مرض کی وجہ سے بیٹا معذور ہو جائے تو بیٹے کا نفقہ باپ پر بہ اتفاق جمہور علماء واجب ہوگا اور مرض کے عود کر آنے کی صورت میں بھی باپ پر نفقہ واجب ہوگا، مگر امام مالکؒ کے یہاں اب باپ پر نفقہ واجب نہیں رہے گا۔ (۵)

(تفصیل اور فقہی اختلاف کی بابت ملاحظہ ہو: ''نفقہ'')

باپ کے مال سے چوری

بیٹا اگر باپ کے مال میں سے چوری کر لے تو امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اس پر چوری کی سزا نافذ ہوگی اور اس کا ہاتھ کاٹا نہیں جائے گا، امام مالکؒ کے نزدیک ہاتھ کاٹا جائے

---

(۱) ہدایہ: ۱/۱۸۸
(۲) یہ قید صرف گھوڑوں میں ہے، الہدایہ: ۱/۱۷۱
(۳) الہدایہ: ۲/۴۴۷
(۴) الافصاح: ۱/۲۳۱
(۵) ہدایہ: ۲/۴۳۵، کتاب الطلاق

گا،(۱) یہی حکم اس وقت بھی ہے جب کہ آدمی کسی اور محرم رشتہ دار کی کوئی اور چیز چوری کرلے۔(۲)

(تفصیل کے لئے دیکھئے: سرقہ)

گواہی

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک باپ کی شہادت بیٹے کے حق میں اور بیٹے کی باپ کے حق میں معتبر نہیں، یہی رائے امام شافعیؒ اور مالکؒ کی بھی ہے، امام احمدؒ سے تین رائیں منقول ہیں، ایک تو وہی جو ائمہ ثلاثہ کی ہیں، دوسری یہ کہ دونوں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں معتبر ہوگی بشرطیکہ اس میں اس کا اپنا مفاد نہ ہو، تیسری یہ کہ بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں معتبر ہے، باپ کی شہادت بیٹے کے حق میں معتبر نہیں،(۳) باپ کی گواہی بیٹے کے خلاف اور بیٹے کی باپ کے خلاف بالاتفاق معتبر ہے، البتہ قصاص وحدود کے مسائل میں امام شافعیؒ کے نزدیک بیٹے کی گواہی باپ کے خلاف قابل اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ تہمت کی گنجائش ہے کہ میراث کے حصول کی غرض سے اس نے ایسی گواہی دی ہو۔(۴)

بیٹے کو زکوٰۃ

خود اپنے بیٹے کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں، نہ بیٹا والدین کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: زکوٰۃ)

حق پرورش

بیٹے کی پرورش کا حق ماں کو ہوگا، جب تک کہ اس میں اپنی ضروریات کی تکمیل کی صلاحیت نہ پیدا ہوجائے، جیسے پیشاب، پائخانہ، کپڑے پہننا، فقہاء نے سات سال اندازہ لگایا ہے، اس طرح سات سال کے بعد بچہ باپ کے حوالہ کردیا جائے گا،(۵) اس سات سال کے عرصہ میں بھی اس کی جملہ ضروریاتِ زندگی کی تکمیل باپ ہی کے ذمہ رہے گی۔(۶)

اولاد میں مساوات

والدین پر واجب ہے کہ وہ اپنے بچوں کے درمیان مالی اور غیر مالی سلوک میں مساوات و برابری برتے، اسلام سے پہلے مختلف مذاہب میں اس معاملہ میں بڑی بے اعتدالی تھی، اکثر اوقات باپ کی پوری جائداد پر پہلو ٹھے کا قبضہ ہوجاتا تھا، اسلام نے زندگی میں مساوات و برابری کا اخلاقی حکم دے کر اور موت کے بعد قانون میراث نافذ کر کے اس ناانصافی کا سد باب کیا، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے جو اپنے بچوں میں سے ایک کو خصوصی طور پر ایک غلام دینا چاہتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ اس ہبہ پر آپ ﷺ کی گواہی ہو، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کہ کیا تم نے سب بچوں کو ایک ایک غلام دیا ہے، عرض کیا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر میں ایسے ظالمانہ عطیہ پر گواہ نہ بنوں گا۔(۷)

چنانچہ فقہاء نے کسی خاص سبب کے بغیر اپنی بعض اولاد کو زیادہ اور بعض کو کم ہبہ کرنا مکروہ قرار دیا ہے، ہاں اگر کسی خاص وجہ سے مثلاً کسی کی صالحیت اور دین داری کی وجہ سے اس کو زیادہ دے دیا تو اس میں حرج نہیں،(۸) —— یہی حکم اس صورت میں بھی

---

(۱) رحمۃ الامۃ: ۳۶۸
(۲) الھدایہ: ۲/۵۴۳
(۳) المغنی: ۱۰/۱۸۶، رحمۃ الامۃ: ۴۲۴
(۴) حوالۂ سابق
(۵) ھدایہ: ۲/۴۳۵، کتاب الطلاق
(۶) حوالۂ سابق: ۲/۴۴۴، کتاب الطلاق
(۷) ابوداؤد، کتاب البیوع: ۲/۵۰۰
(۸) البحر الرائق: ۳/۴۹۰

ہونا چاہئے جب اولاد میں سے کوئی معذور، مقروض یا زیادہ محتاج ہو، یا اس نے ماں باپ کی نسبتاً زیادہ خدمت کی ہو،(۱) پھر یہ حکم جمہور کے نزدیک اخلاقی اور استحبابی نوعیت کا ہے، وذھب الجمھور الی ان التسویۃ مستحبۃ ،(۲) —— اسی لئے اگر ماں باپ نے اپنی اولاد میں سے بعض کو زیادہ اور بعض کو کم ہبہ کردیا، تو قانوناً یہ نافذ ہوگا۔(۳)

اب سوال یہ ہے کہ اولاد کے درمیان مساوات سے کیا مراد ہے؟ اگر والدین نے زندگی میں کوئی چیز ہبہ کی، تو لڑکے اور لڑکیوں کو برابر دینا ضروری ہے، یا میراث کی طرح لڑکوں کو لڑکیوں کے مقابلہ دوہرا حصہ دیا جائے گا؟ —— اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ اور زیادہ تر اہل علم کے نزدیک اگر زندگی میں ہبہ کیا تو دونوں کو برابر دے گا، لیکن امام احمدؒ، حنفیہ میں امام محمدؒ نیز بعض مالکیہ اور شوافع کی رائے ہے کہ زندگی میں ہبہ کرے تب بھی حصہ میراث کے تناسب کو ملحوظ رکھے اور لڑکوں کا حصہ بمقابلہ لڑکیوں کے دوہرا رکھا جائے،(۴) —— اس حقیر کی رائے میں امام احمدؒ اور امام محمدؒ کی رائے اس سلسلہ میں زیادہ قابل قبول ہے، اس لئے کہ شریعت کا حکم بنیادی طور پر عدل کا ہے، نہ کہ مساوات کا اور عدل کا معیار خود شارع نے قانونِ میراث کے ذریعہ متعین کردیا ہے، کہ بیٹے کا حصہ بمقابلہ بیٹی کے دوہرا ہو، لہٰذا اگر زندگی میں ہبہ کرے تب بھی یہی تناسب شریعت کا مطلوب ومقصود قرار پائے گا۔ واللہ اعلم

بیٹا ان رشتہ داروں میں ہے جو کبھی وراثت سے محروم نہیں ہوسکتا، عصبہ ہونے کی وجہ سے دوسرے رشتہ داروں کا حق ادا کرنے کے بعد جو کچھ بچ رہے گا اس کو ملے گا، اسی طرح کوئی اور حقدار نہ ہو تو وہ تنہا والدین کی پوری املاک کا مالک قرار پائے گا، والدین کی متروکہ جائداد کی تقسیم اس طرح عمل میں آئے گی کہ بیٹے کو بیٹی کے مقابلہ میں دوگنا حصہ ملے گا (قضا، شہادت، سفر، حجاب، حضانت، نفقہ وغیرہ ابواب میں اپنی اپنی جگہ "بیٹے" اور اس سے متعلق دوسرے رشتہ داروں کی نسبت سے احکام ذکر کئے جائیں گے)۔

متبنّٰی کا مسئلہ

اسلام سے پہلے عربوں، رومیوں اور بعض دوسری قوموں میں یہ تصور تھا کہ جس طرح اپنے صلب او بطن سے جنم لینے والا بچہ اس کی اولاد ہے اور وہ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اسی طرح جسے انسان اپنا بیٹا کہہ دے اور اپنی اولاد فرض کرکے اس کی پرورش وپرداخت کرے وہ بھی اس کی اولاد ہے اور اس کے لئے بھی وہی تمام احکام ہیں جو اس کی حقیقی اولاد کے لئے ہیں، وہ بھی اسی طرح ان کی طرف منسوب ہوگا جیسے ایک بیٹا باپ سے اور نکاح ووراثت کے معاملے میں اس کی بھی وہی حیثیت ہوگی جو اپنے بیٹے کی ہوتی ہے، عربی میں اس کو "تبنیت" کہتے ہیں، "ابن" اور "متبنّٰی" میں یہی فرق ہے، ابن وہ ہے جو فی الواقع اس کی اولاد میں سے ہو اور متبنّٰی وہ ہے جس کو اولاد فرض کرلیا گیا ہو۔

اسلام میں انسان کے اس "خودساختہ" اور "فرضی رشتہ" کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ زبان سے کہہ دینے کان سے سن لینے اور اور باہم ایجاب وقبول کرلینے سے دو آدمیوں کے درمیان "باپ" کا رشتہ قائم نہیں ہوسکتا، یہ کلیتاً ایک قدرتی اور فطری رشتہ ہے۔

اسوۂ رسالت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابتداءً حضرت زید بن

(۱) دیکھئے: فتح الباری: ۵/۲۶۷
(۲) فتح الباری: ۵/۲۶۷
(۳) البحر الرائق: ۳/۴۹۰
(۴) المغنی: ۸/۲۵۹، فتح الباری: ۵/۲۶۸

حارثہ ﷺ کو متبنی بنالیا تھا، حضرت زید ﷺ جب اپنے باپ اور چچا کے ساتھ جانے پر آمادہ نہیں ہوئے، اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! اب زید ﷺ میرے غلام نہیں ہیں بیٹے ہیں'' چنانچہ اس کے بعد حضرت زید ﷺ کو صحابہ کرام ﷺ زید بن محمد ﷺ کہنے لگے، قرآن مجید نے اس نقطۂ نظر کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے:

وما جعل ادعياء كم ابناء كم ذلكم قولكم بافواهكم والله يقول الحق وهو يهدى السبيل أدعو هم لأباء هم هو اقسط عند الله فان لم تعلموا اباء هم فاخوانكم في الدين و مواليكم. (۱)

لے پالک تمہارے بیٹے نہیں ہیں، ان کو بیٹا کہنا تمہارے منھ کی ایک بات ہے اور اللہ تو سچی بات ہی کہتا ہے اور وہی راستہ کی ہدایت کرتا ہے، لے پالکون کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو کہ اللہ کے یہاں یہی پکار انصاف ہے اور اگر تم اس کے آباء کو نہیں جانتے تو وہ لے پالک دین میں تمہارے بھائی ورفیق ہیں۔

اسلام کا پورا نظام زندگی اس طرح ایک دوسرے سے مربوط اور پیوستہ ہے کہ اس میں ذرا بھی تبدیلی بڑے دوررس اور گہرے اثرات کی حامل ہوتی ہے، اس کی کسی بھی شعبہ میں ذراسی ترمیم نظام زندگی کی ہر جہت اور ہر شعبہ پر اثر انداز ہوگی، اگر اس کے کچھ حصوں کو نافذ کیا جائے اور کچھ کو نظر انداز کردیا جائے تو اسلام ایک بے معنی چیز ہو کر رہ جائے گا اور عام طور پر اس کے متعلق جو شبہات پیدا ہورہے ہیں اس کی ایک بنیادی اور اہم وجہ یہی ہے کہ لوگ دین کا کلی اور ہمہ جہت تصور رکھ کر کسی مسئلہ پر غور کرنے کے بجائے صرف چند خاص مسائل کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

یوں تو ''تبنیت'' سے متاثر ہونے والے مسائل کی فہرست بہت طویل ہے، اس کا اثر سیاست، معیشت اور معاشرت سے لے کر عبادت تک ہر شعبۂ حیات پر پڑتا ہے، مگر ابھی صرف عائلی قوانین پر پڑنے والے اثرات کا ایک مختصر جائزہ پیش کررہے ہیں جس کا تعلق براہ راست ہندوستانی قانون اور ہندوستانی مسلمانوں سے ہے۔

تبنیت کا اثر قانونِ نکاح پر

اس کی سب سے پہلی ضرب تو اسلام کے آئین نکاح پر پڑتی ہے، حرمت و حلت کے معاملے میں ولدیت کا رشتہ بڑا اہم ہے، مرد پر اس کے والدین اور اس کے پدری اور مادری سلسلہ میں آنے والی تمام عورتیں حرام ہیں، اسی طرح عورت پر ماں اور باپ کی جانب سے ہونے والا دادا، نانا کا پورا سلسلہ باپ پر اور بیٹا اور اس کے ذریعہ ہونے والے پوتوں کا سلسلہ ماں پر حرام ہوتا ہے اور یہی حکم ''بیٹی'' کے سلسلے میں آنے والی اولاد کا ہے، اسی طرح پھوپھی، خالہ، چچا، ماموں اور خود اپنے بھائی بہن سے نکاح کی حرمت بھی ''ولدیت'' ہی کی بنا پر پیدا ہوتی ہے۔

غرض کہ فقہ کی کتابوں میں ''نسب کی بنا پر حرمت'' کے سلسلے میں جن محرمات کا تذکرہ ہے وہ سب اسی ذیل میں آتی ہیں، متبنیٰ کو صلبی اولاد فرض کرلینے کا مطلب یہ ہوگا کہ دو خاندان کے درمیان رشتۂ ازدواج کی جو وسیع تر سہولتیں موجود تھیں اور اس کے لئے شریعت نے جو راہیں کھول رکھی تھیں ان کو بند کردیا جائے اور اپنے من گھڑت رشتہ کا سہارا لے کر اللہ تعالیٰ کی فراہم کی ہوئی حرام و حلال کے حدود پر خط نسخ پھیر دیا جائے، فقہاء نے نصوص کی روشنی میں حرمت و حلت کے لئے جو اُصول مستنبط کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جن دو آدمیوں کے درمیان ایسا تعلق اور رشتہ ہو کہ وہ

(۱) مسلم: ۲/۲۸۳

ایک دوسرے کا "جزو" ہوں، ان میں نکاح حرام ہوگا، چوں کہ بچہ اپنے والدین کے "مادہ جسم" کے ذریعہ ظہور میں آیا ہے، اس لئے گویا وہ اپنے والدین کا "جزو" ہے، اسی طرح دو حقیقی بھائی بہن چوں کہ ایک ہی ماں باپ کے "اجزاء" ہیں، اس لئے ان کو ایک دوسرے کا جزو تصور کیا جائے گا، رضاعت کے ذریعہ چوں کہ عورت کے دودھ سے بچہ کے "لحم واستخواں" میں اضافہ ہوتا ہے، اس لئے بچہ کو اس دودھ پلانے والی عورت کا "جزو" سمجھا جائے گا، اور وہ اس پر حرام ہوگی، اسی اُصول سے استدلال کرتے ہوئے مشہور فقیہ علامہ مرغینانی نے لکھا ہے کہ حرمتِ مصاہرت (سسرالی رشتہ کی وجہ سے جن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے مثلاً ساس وغیرہ سے) کا ثبوت "زنا" سے بھی ہونا چاہئے، چنانچہ لکھتے ہیں:

ومن زنى بامرأة حرمت عليه امها وبنتها بواسطة الولد حتى يضاف الى كل منها والاستمتاع بالجزء حرام. (۱)

اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی (اپنی بیوی کی ماں بیٹی کی طرح) حرام ہے، اس لئے کہ وطی کی وجہ سے مرد وعورت میں لڑکے کے ذریعہ جزئیت پیدا ہوجاتی ہے حتیٰ کہ لڑکا ماں اور باپ دونوں کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اپنے جزو سے استمتاع حرام ہے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح آنحضور ﷺ کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے تھا، ان دونوں میں ازدواجی تعلقات خوشگوار نہ رہ سکے اور بالآخر نوبت طلاق تک آپہنچی، یہ ایک بہترین موقع تھا کہ "تبنیت" کی جاہلانہ رسم ورواج کی عملاً بیخ کنی کردی جاتی اور لوگوں کے ذہن سے یہ تصور کھرچ دیا جاتا کہ متبنّٰی کی حیثیت بھی اپنی صلبی اولاد کی ہے اور اس کی منکوحہ بھی آدمی پر اسی طرح حرام ہے، جیسے اپنی حقیقی بہو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کے بعد اسی اہم مقصد کے پیش نظر آپ نے چاہا کہ حضرت زینبؓ سے نکاح فرمالیں تا کہ آپ ﷺ کے عمل کے بعد لوگوں میں جو ایک جھجک اور ہچکچاہٹ قائم ہے اور لوگ یہ سمجھنے کے باوجود کہ متبنّٰی کی مطلقہ اپنی بہو کی طرح حرام نہیں ہے، عار محسوس کرتے ہیں، ختم ہوجائے مگر خود آپ ﷺ بھی عربوں کے قدیم تصور اور منافقین کی "شوشہ جوئی" سے ڈرتے ہوئے پس و پیش کررہے تھے، حتیٰ کہ خود قرآن مجید نے زمانہ جاہلیت کی اس فکر کی تردید کی ہے اور حضور ﷺ کی جھجک کو دور کردیا، اس طرح حضرت زینبؓ آپ ﷺ کی زوجیت میں آگئیں۔ (احزاب:۴)

حضرت زینبؓ سے آپ ﷺ کا نکاح فرمانا محض نکاح برائے نکاح نہیں تھا اور نعوذ باللہ اس سے وہ نفس پرستی مقصود نہ تھی جو اکثر مغربی مصنفین لکھتے آئے ہیں، بلکہ اس طرح ایک اتنی بڑی بدعت اور جاہلانہ رسم کی "شہ رگ" کاٹ دی گئی کہ اگر آپ ﷺ اس موقع پر ایسا نہ کرتے تو شاید صدیوں کا وعظ اور سالہا سال کی جدوجہد بھی اس طرح اس بدعت کا خاتمہ نہ کرسکے۔

پھر نکاح کے باب میں "تبنیت" کے اثرات یہیں تک محدود نہیں ہیں، اس کا اثر "ولایت" اور "کفاءت" وغیرہ کے مسائل پر بھی پڑے گا۔

فقہ کی کتابوں میں ایک مشہور مسئلہ "خیارِ بلوغ" کا آتا ہے، یعنی اگر لڑکے یا لڑکی کی نابالغی کی حالت میں شادی کردی جائے اور نکاح باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے کیا ہو تو بالغ ہوجانے کے بعد اس کو مسترد کردینے کا اختیار ہے، لیکن اگر باپ یا دادا نے یہ نکاح کیا ہو تو نکاح لازم ہوجائے گا اور بعض مخصوص حالات کے

---

(۱) ہدایہ:۲/۳۰۹ باب المحرمات

علاوہ عام حالات میں لڑکے یا لڑکی کو اس نکاح کے رد کردینے کا حق نہیں ہوگا، یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ "متبنیٰ" کو صلبی اولاد کی حیثیت دینے کی صورت میں شریعت نے اس کو بلوغ کے بعد نکاح باقی رکھنے یا رد کردینے کا جو اختیار دیا تھا وہ سلب ہوجائے گا جو اس کے حق میں بڑی ناانصافی اور شریعت پر زیادتی ہوگی۔

اسی طرح اگر بالغہ عورت اپنا نکاح برابری کے لوگوں میں کرنے کے بجائے کم تر برادری کے لوگوں میں کرے تو باپ کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اس کو مسترد کردے، لیکن باپ دادا کے علاوہ دوسرے لوگ اس کے مستحق نہیں ہیں، مگر اس نقطۂ نظر کے تحت اس شخص کو جس نے کسی لڑکی کو "متبنیٰ" بنالیا ہے اس کی خواہش کے علی الرغم نکاح رد کردینے کا اختیار ہوگا جو شرعاً درست نہیں ہے۔

ایسے ہی اگر باپ دادا کے علاوہ کوئی دوسرا سرپرست کسی نابالغ کا نکاح اس سے کمتر لوگوں میں کردے تو شرعاً نکاح لازم نہیں ہوگا —— لیکن متبنیٰ کو صلبی اولاد فرض کرلینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو وہ نکاح چاہے نہ چاہے گوارا کرنا پڑے گا۔

تبنیت کا اثر قانونِ وراثت پر

دوسرا مسئلہ جو "تبنیت" سے کافی متاثر ہوتا ہے "وراثت" ہے، وراثت کی تقسیم میں بھی شریعت نے قرابت اور نسب کو ملحوظ رکھا ہے، جس سے جتنا قریب کا رشتہ ہے وہ اتنا ہی زیادہ اس کے ترکہ کا مستحق ہے اور جس سے جتنی دوری ہے حصہ کی تقسیم میں بھی اس کا نمبر اتنا ہی بعد میں آئے گا اور اسی تناسب سے حصہ ملے گا۔

اگر "متبنیٰ" کو صلبی اولاد فرض کرلیا جائے تو لامحالہ مرنے والے کے اصل وارثین کی حق تلفی ہوگی، بسا اوقات اس کا صحیح وارث سرے سے حصہ ہی سے محروم ہوجائے گا، اس لئے کہ بعض اقرباء کو حصہ ہی اس وقت ملتا ہے جب مرنے والے کو کوئی اولاد نہ ہو اور اگر وارثین کو حصہ ملے گا تو اس مقدار سے کم جو اس کا صحیح حق ہے۔

اس طرح ایک ظلم تو شریعت پر ہوگا، کہ کتاب وسنت نے وراثت کی تقسیم اور استحقاق کا جو نظام قائم کیا ہے، جس کے جو حصے متعین کئے ہیں اور جن لوگوں کو حصہ دار بنایا ہے یہ پورا قانونی ڈھانچہ اس کے لئے متاثر ہوگا، دوسری طرف یہ خود اس شخص پر ظلم ہے جس نے اس کی پرورش کی ہے، آخر اس کا نام ظلم کے سوا اور کیا ہوگا کہ ایک شخص اپنی دولت قربان کرکے کسی کی پرورش و پرداخت کیا ہے، اس نے غایت درجہ محبت اور شفقت سے پالا ہے اور اس قابل بنادیا ہے کہ وہ سکھ چین کی زندگی بسر کرے، مگر جیسے ہی وہ مرتا ہے فوراً ہی یہ پروردہ اپنے محسن کی جائداد پر دھاوا بول دیتا ہے، اس کے بال بچوں اور رشتہ داروں کا حریف اور "حصہ دار" بن کر کھڑا ہوجاتا ہے کہ اس کے بچوں اور پس ماندگان کے حقوق پر اپنا قبضہ جما رہا ہے۔

شریعت اور دین سے قطع نظر اور اسلام سے ہٹ کر میں نہیں سمجھتا کہ خود عقل کا تقاضہ اخلاق بھی اس کی اجازت دے گا۔

تبنیت کا اثر دوسرے قوانین پر

اس کے علاوہ رشتۂ فرزندی اپنی قربت اور اہمیت کی وجہ سے زندگی کے مختلف شعبوں میں اثرانداز ہوتا ہے، بیٹے کی باپ کے حق میں اور باپ کی بیٹے کے حق میں شہادت و گواہی معتبر نہیں، نہ یہ درست ہے کہ ان میں سے کوئی ایسے مقدمہ میں قاضی بنے جس میں ان میں کا کوئی دوسرا فریق بن کر آئے، بیٹے کا ماں کے ساتھ اور دوسرے محرم رشتہ داروں کے ساتھ تنہا سفر جائز ہے، محرم رشتہ داروں کے پردہ کے احکام بھی دوسرے لوگوں سے علاحدہ ہیں، نفقہ اور حق پرورش بھی مختلف پدری اور مادری رشتہ داروں کو مختلف حالات میں حاصل ہوتے ہیں، یہ تمام مسائل ہیں، جن میں

''تبنیت'' اثر انداز ہوگی۔

ابن الابن (پوتا)

۱) حرمتِ نکاح اور حجاب کے مسئلہ میں جو حکم بیٹے کا ہے وہی پوتے کا ہے۔

۲) پوتے کا نفقہ باپ ہی کی طرح دادا پر بھی اس وقت واجب ہے جب کہ خود پوتے کی اپنی املاک موجود نہ ہو، جس سے اس کی کفالت ہو سکے۔

۳) باپ نہ ہو تو دادا کو پوتے پر ولایت اجبار حاصل ہوتی ہے۔

۴) پوتے کو بعض حالات میں دادا کے متروکہ سے حصہ ملتا ہے۔(۱)

(مزید احکام کی تفصیل نفقہ، نکاح، ولایت میں ملاحظہ ہو)

پوتے کی وراثت کا مسئلہ

البتہ اگر ایک شخص کے چند لڑکے ہوں اور ان میں سے کسی کا باپ کی موجودگی میں انتقال ہو جائے تو اب اس کی اولاد، دادا کے مال میں وراثت کی مستحق باقی نہیں رہتی اور دادا کی موت کے وقت اس کے جو چچا زندہ ہوں، وہی وراثت کے حقدار رہتے ہیں۔

قرآنی اُصول

بعض بزعم خود روشن خیال نے اس مسئلہ کو کچھ اس رنگ سے پیش کیا ہے کہ گویا یہ سب کچھ روایتی مولویوں کا خود ساختہ قضیہ ہے ورنہ تو قرآن وحدیث کہاں اس ناانصافی کو گوارہ کر سکتا ہے؟ اس لئے مناسب ہے کہ اس سلسلہ میں پہلے خود قرآنی اُصول پیش کر دیئے جائیں۔

۱) اس مسئلہ میں ہمیں قرآنی اُصول وراثت سے رہنمائی ملتی ہے، ان میں ایک یہ ہے کہ وراثت کا حق پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے کہ جب مال کا مالک مرجائے، جب تک وہ زندہ ہو، کوئی اس کا وارث نہیں ہو سکتا —— یہ اُصول قرآن مجید کے اس لفظ سے ماخوذ ہے کہ اس نے ہر جگہ وراثت کے استحقاق کے لئے ''ماترک'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں، یعنی مال کا مالک جو مال چھوڑ جائے اس کی تقسیم یوں عمل میں آئے گی اور 'مال چھوڑ جانا'' اسی وقت ہوگا جب اس کی موت ہو جائے۔

اب یہاں صورت حال یہ ہے کہ اس یتیم بچہ کے باپ کی موت دادا کی زندگی ہی میں واقع ہوگئی، اس طرح ظاہر ہے کہ اس کا باپ دادا کے مال سے وارث نہیں بن سکا اور جب باپ ہی وارث نہ بن سکا تو وہ خود جو باپ کے واسطہ ہی سے وارث بن سکتا تھا، آخر کس طرح بنے گا؟

۲) قرآن نے وراثت کے باب میں دوسرا اُصول یہ بتایا ہے کہ قریب ترین رشتہ دار کی موجودگی میں نسبتاً کم قریب رشتہ دار وراثت سے محروم ہو جائیں گے، چنانچہ قرآن کہتا ہے :

للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون. (نساء:۷)

کہ مردوں کو اس مال میں سے حصہ ملے گا جو اس کے والدین رشتہ دار چھوڑ کر مریں۔

پھر اسی آیت کے سیاق وسباق میں یہ بھی بتلا دیا گیا کہ قریب ترین رشتہ دار ''والدیت'' کے لحاظ سے وہ اولاد نرینہ اور اولاد اناث ہیں جو براہ راست ان کے ''نطفہ'' ہیں اور ازدواجی حیثیت سے زن وشوہر ہیں کہ یہ سب بہرصورت وراثت کے مستحق ہوں گے اور دوسرے اقرباء اس وقت جب ان کے ''قریب ترین'' رشتہ داروں

(۱) مولانا عبدالرزاق قاضی شریعت کٹیہار (بہار) کا رسالہ ''یتیم پوتے کی وراثت'' مطبوعہ: مسلم پرسنل لا بورڈ، اس موضوع پر قابل مطالعہ ہے۔

کی جگہ خالی ہوجائے، مثلاً باپ نہ ہوتو دادا، کوئی اولاد زندہ نہ رہی ہو اور پوتے وغیرہ ہوں تو وہ وارث ہوں گے۔

قرآن نے قریب تر رشتہ دار ہونے کا یہ اُصول ذکر کرنے کے بعد یہ بھی جتادیا ہے کہ :

لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعاً . (النساء:۱۱)

تمہیں نہیں معلوم کہ باعتبار نفع تمہارے لئے کون قریب ترین ہیں؟

اور اسی لئے نسبتاً کم قریب رشتہ داروں کے لئے یہ اخلاقی ہدایت بھی دینی پڑی کہ :

اذا حضر القسمة اولو القربیٰ والیتمیٰ والمساکین فارزقوھم منه وقولوا لھم قولاً معروفاً . (النساء:۸)

جب وراثت کی تقسیم کے وقت اہل قرابت یتیم بچے اور محتاج آجائیں تو انھیں بھی اس میں سے کچھ دیدو اور ان کو بھلی بات کہو۔

جب تک ایک شخص کے بیٹے زندہ ہوں، ظاہر ہے پوتے نسبتاً دور کے رشتہ دار قرار پائیں گے، اس لئے کہ جو بیٹے موجود ہیں وہ براہ راست اس کا نطفہ ہیں اور مرحوم بیٹے کی اولاد بالواسطہ اس کا نطفہ ہے، لہٰذا اس اُصول کا تقاضا ہے کہ یتیم پوتا، دادا سے چچا کے مقابلہ نسبتاً دور کا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے چچا کی زندگی میں وراثت سے محروم ہوجائیں۔

قرآن مجید نے بعض بنیادی اور اُصولی مسائل کو جن کا تعلق وراثت سے ہے، ذکر کرنے کے بعد یہ تنبیہ بھی کردی ہے کہ ممکن ہے تمہاری عقل کوتاہ کو اس میں بعض باتیں قابل اعتراض اور جادۂ انصاف سے ہٹی ہوئی محسوس ہوں لیکن یہ **فریضة من اللہ** (اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکام اور حصے) ہیں اور اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ عقل ودانش والا اور ان احکام کے مصالح واسرار سے واقف ہے۔

ان اللہ کان علیماً حکیماً . (النساء:۱۱)

محتاجی وراثت کا معیار نہیں

جو حضرات "یتیم پوتوں" کو وارث بنانا چاہتے ہیں، وہ عموماً اس سلسلہ میں یتیم بچوں کو محتاجی اور ضرورت مندی کا حوالہ دیتے ہیں — مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ اُصول نہ کتاب وسنت کے مطابق ہے اور عقل ومصلحت سے ہم آہنگ!

قرآن وحدیث میں کہیں اس کا اشارہ تک نہیں ملتا ہے کہ محض محتاجی اور ضرورت کی بنا پر کسی کو "وراثت" کا مستحق ٹھہرایا جائے، ایسے لوگوں کو وراثت کا مستحق قرار دینے کے بجائے قرآن نے صرف اس اخلاقی ہدایت پر اکتفا کیا ہے کہ ان کو بھی کچھ دے دو اور ان کو (تسلی ودلدہی کے لئے) کچھ بھلی بات کہہ دو۔ (النساء:۸)

اور خالص عقلی اعتبار سے بھی یہ ایک نہایت ناممکن العمل اور ناقابل فہم خیال ہے، اگر غربت واحتیاج کو استحقاق میراث کے لئے معیار بنایا جائے تو سوال پیدا ہوگا کہ ایک بیٹا بہت غریب ہو اور دوسرا بہت مالدار، والدین مالدار ہوں اور اولاد محتاج، یا اولاد مالدار ہو لیکن بھتیجے اور بھانجے غریب ومحتاج، تو کیا ان حالات میں دولت وغربت، غناء واحتیاج اور ضرورت اور عدم ضرورت کی بنا پر حصے قائم کئے جائیں گے؟ یا یہ وارث اور محروم الارث قرار دیئے جائیں گے؟ اور کیا اس سلسلے میں کوئی معیار مقرر کرنا اور عملاً اسے برتنا ممکن بھی ہوسکے گا؟

پھر اگر قول وقیاس ہی کی بنا پر تقسیم میراث کے اُصول وضع کئے جائیں تو آخر اسے کیوں کر نظر انداز کیا جاسکتا ہے، کہ وراثت کی تقسیم، اطاعت وخدمت کے لحاظ سے ہونی چاہئے اور آخر کسی شخص کی اس دلیل کو رد کرنے کے لئے کیا جواز رہے گا کہ اگر بیٹا

فرماں بردار ہوتو اس کو وراثت زیادہ ملے اور کم فرماں بردار یا نافرمان ہوتو اسے کم وراثت کا مستحق یا محروم سمجھا جائے؟ اگر یہ نسبتاً معقول سبب " وراثت " کے لئے معیار قرار نہیں پاسکتی تو محض ضرورت اور محتاجی کو کیوں کر اس کا معیار قرار دیا جاسکتا ہے؟

وراثت میں قائم مقامی

یتیم پوتوں کو وارث قرار دینے کے لئے دوسری تجویز جو پیش کی جاتی ہے وہ یہ کہ کیوں نہ "پوتے" کو اپنے باپ کے قائم مقام قرار دیا جائے اور وہ اپنے باپ کے مفروضہ حصہ کا مالک ہو؟

یہ اُصول بھی اولاً تو خود تراشیدہ ہے اور قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف اس قسم کے قانونی ضابطے وضع کرنے کا مطلب دوسرے لفظوں میں (العیاذ باللہ) یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول جس معاشرتی پیچیدگی کو نہ سمجھ سکے اور ایک بے لچک ضابطہ متعین نہ کر سکے اور ہم اپنی "عقل سلیم" کے ذریعہ اس گتھی کو سلجھا رہے ہیں۔

دوسرے اس سے قطع نظر یہ اُصول عقلاً بھی غلط ہے اور عملاً اس کو برتے جانے کا ننانوے فیصد امکان بھی نہیں ہے —— اگر اس قائم مقامی کے اُصول کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا تقاضہ یہ ہوگا کہ اس مرحوم بیٹے کی بیوہ کو بھی اپنے شوہر کے قائم مقام قرار دیا جائے اگر اس کے بال بچے موجود نہ ہوں تو دوسرے بھائی اس کے قائم مقام ہو جائیں اور اپنے بھائی کی جائداد کا باپ سے مطالبہ شروع کر دیں، اس طرح اس قائم مقامی کے اُصول کو جتنی وسعت دی جائے گی وہ اتنا ہی گمبھیر اور پیچیدہ بنتا جائے گا، حیرت ہے کہ جو لوگ ملکی قوانین کی ایک ایک دفعہ میں بال کی کھال نکالنے میں شہرت رکھتے ہیں، وہ آخر اسلامی قوانین اور اس کے اُصول کے سلسلہ میں ایسی طفلانہ باتیں کیسے کہہ دیتے ہیں ——؟

اجماعِ اُمت

اس سے پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ اسلامی اُمت کا "اجماع" ہے، اجماع سے مراد وہ قوانین اور احکام ہیں جن پر کسی عہد کے تمام فقہاء کا اتفاق ہوگیا ہو، یتیم پوتے کی وراثت سے محرومی کا مسئلہ ایسا متفق علیہ ہے کہ اسلام کے چاروں مشہور دبستانِ فقہ، احناف، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کے علاوہ صحابہ کے دور میں بھی یہ متفق علیہ رہا ہے۔(۱)

وصیت وہبہ کی گنجائش

البتہ شریعت نے ایسے حالات میں "وصیت" کا دروازہ کھلا رکھا ہے، وصیت کا مطلب یہ ہے کہ دادا، اپنے اس یتیم پوتے کے لئے اپنی موت کے بعد ایک تہائی جائداد تک مختص کر سکتا ہے، اسی طرح اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ اپنی زندگی ہی میں اپنے پوتے کو اپنی جائداد کا کچھ حصہ دیدے، اسے فقہ کی اصطلاح میں "ہبہ" کہتے ہیں، ایسی گنجائشوں کی موجودگی میں وراثت کے اس قانون کو جامد، بے لچک اور غیر منصفانہ کہنا تو اور بھی عقل میں نہیں آتا!

یتامیٰ کی پرورش کا مسئلہ

پھر شریعت نے ایسے یتیم بچوں کو بے سہارا نہیں چھوڑ دیا ہے۔ یتیم بچوں کے لئے حالات کے اعتبار سے شریعت نے کبھی والدہ کو، کبھی دادا کو، کبھی چچا اور صاحب استطاعت بھائی کو اس کی پرورش و پرداخت اور کفالت کا " قانونی ذمہ دار ٹھہرایا ہے" عموماً نفقہ کے باب میں شریعت کا اُصول یہ ہے کہ کسی شخص کی موت پر جو لوگ جس قدر اس کے مال کے وارث بن سکتے ہیں، وہی حضرات اسی نسبت سے اس کے نفقہ کے ذمہ دار بھی ہوں گے، اس اُصول

---

(۱) عمدة القاری :۱۱/۹۷

کے تحت کبھی تنہا ایک شخص پر اور کبھی اجتماعی حیثیت سے متعدد اشخاص پر اس کا نفقہ واجب ہوگا۔(۱)

پھر یہ نفقہ ان کا کچھ اخلاقی حق نہیں ہوگا، بلکہ قانونی حق ہوگا اور اگر ادا کرنے پر آمادہ نہ ہو تو اس کے خلاف قانون کی تلوار استعمال کی جائے گی اور ایسے یتامیٰ کی کفالت پر مجبور کیا جائے گا۔

شمس الائمہ سرخسی کے بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ جس پر نفقہ کی ادائیگی واجب ہو اور نفقہ ادا نہ کرے تو قاضی اسے قید وحبس کی سزا دے گا۔(۲)

ابہام

''ابہام'' کے معنی کسی لفظ کے غیر واضح ہونے کے ہیں۔

نکاح میں

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نکاح میں مبہم الفاظ کا استعمال کافی ہے بشرطیکہ وہ الفاظ ایسے ہوں کہ ان میں زندگی ہی میں ہمیشہ کے لئے مالک بنائے جانے کا مفہوم پایا جاتا ہو، چنانچہ نکاح وتزویج کے علاوہ ہبہ، تملیک، صدقہ، قرض، صلح، عطیہ اور سلم وغیرہ کے الفاظ سے بھی نکاح منعقد ہوجائے گا، بہ شرطیکہ نیت پائی جائے، اور قرائن دلالت کرتے ہوں کہ یہاں یہی معنی مراد ہے، نیز نکاح کے گواہان بھی سمجھ لیں کہ ان الفاظ سے نکاح ہی مقصود ہے، (۳) امام احمدؒ کے نزدیک صرف نکاح اور تزویج کے الفاظ ہی سے نکاح منعقد ہوگا، دوسرے الفاظ سے نکاح منعقدہ نہ ہوسکے گا، (۴) بلکہ احمدؒ کے نزدیک تو جو شخص عربی زبان میں ایجاب وقبول ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہو، اس کے لئے عربی زبان میں ایجاب وقبول ضروری ہوگا۔(۵)

مہر میں

مہر کی مقدار میں اگر ابہام پیدا ہوجائے، مثلاً کوئی شخص کہے: میں نے روپیہ پر نکاح کیا اور روپیہ کی تعداد اور مقدار مقرر نہیں کی تو نکاح درست ہوجائے گا، البتہ ایسی تمام صورتوں میں مہر مثل واجب ہوگا، (۶) اور وہی مہر ادا کرنا ہوگا۔(۷)

طلاق میں

طلاق جن الفاظ سے دی جاتی ہے وہ دو طرح کے ہیں، صریح اور کنایہ، صریح سے وہ الفاظ مراد ہیں جو قطعیت کے ساتھ طلاق کو بتاتے ہوں، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک طلاق کے لئے لفظ صریح صرف ''طلاق'' ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ''فراق'' اور ''سراح'' بھی اسی درجہ کے الفاظ ہیں۔(۸)

کنایہ وہ الفاظ ہیں جن میں طلاق کے علاوہ دوسرے معانی کا احتمال بھی ہو، ایسے الفاظ سے طلاق اسی وقت واقع ہوگی جب یا تو خود بولنے والا واضح کردے کہ اس کی نیت طلاق دینے کی تھی، یا گفتگو کا سیاق وسباق بتائے کہ یہاں طلاق ہی کے معنی مراد ہیں، اسی کو فقہاء دلالت حال سے تعبیر کرتے ہیں، پس مبہم الفاظ کے ذریعہ نیت یا دلالت حال کی بنا پر طلاق واقع ہوجاتی ہے۔(۹)

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ''طلاق'')

---

(۱) ایسے بے سہاروں کے نفقہ کے سلسلہ میں شریعت کا اُصول یہ ہے کہ اس کے وہ اقرباء جن سے نکاح کرنا اصل رشتہ کے لحاظ سے حرام ہے اور وہ اقرباء جو اس کی وراثت کے مستحق ہوتے ہیں اس کے نفقہ کے ذمہ دار قرار پائیں گے، شمس الائمہ سرخسی: ۲۲۳/۵-۲۲۷ نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

(۲) المبسوط: ۲۲۳/۵　　(۳) الدر المختار: ۱۹۱

(۴) رحمۃ الامۃ: ۲۶۸　　(۵) المغنی: ۹۰/۷

(۶) کما یترشح بالجزئیات الفقهیه　　(۷) وإذا فسدت التسمية او تزلزلت يجب مهر المثل، عالمگیری: ۳۰۳/۱

(۸) رحمۃ الامۃ: ۲۸۴　　(۹) ہدایہ: ۳۴۷/۲

بیع میں

خرید وفروخت کے معاملات میں فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ صریح عبارتوں کا ہونا ضروری نہیں، کوئی بھی لفظ جو مالک بنانے کے لئے بولے جاتے ہوں، بیع کے انعقاد کے لئے کافی ہیں۔

کل لفظین ینبئان عن التملیک علی صیغة الماضی او الحال ینعقد بهما البیع . (۱)

دعویٰ واقرار میں

دعویٰ میں ضروری ہے کہ مدعی اپنا مدعا غیر مبہم طور پر پیش کردے، ابہام کے ساتھ دعویٰ قابل قبول نہیں ہوتا، ولا یقبل الدعویٰ حتی یذکر شیئاً معلوماً فی جنسه وقدره ۔(۲)

جہالت اور ابہام اقرار کے صحیح ہونے میں رکاوٹ نہیں ہے اگر کسی مبہم شئی یا مقدار کا اقرار کرلیا جائے تو بھی اقرار معتبر ہوگا اور قاضی اس سے بیان ووضاحت کا مطالبہ کرے گا۔

واذا اقر الحر العاقل البالغ بحق لزمه اقراره مجهولاً کان ما اقر به او معلوماً . (۳)

یہی رائے دوسرے فقہاء مالکیہ اور شوافع کی بھی ہے۔(۴)

بہ معنی انگوٹھا

ابہام کے ایک معنی انگوٹھے کے بھی ہیں —— انگوٹھا ہاتھ کا ایک جزو ہے، اس لئے جو احکام ہاتھ سے متعلق ہیں وہ انگوٹھے سے بھی متعلق ہوں گے، مثلاً وضو اور غسل میں ہاتھ کا دھونا اور تیمم میں ہاتھ کا مسح کرنا ضروری ہے تو انگوٹھے کا بھی دھونا اور مسح کرنا ضروری ہوگا، اس لئے یہاں انگوٹھے سے متعلق صرف دو مسئلوں کے نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

انگوٹھے کی دیت

ایک مسئلہ تو دیت کا ہے، دیت میں فقہاء نے تمام انگلیوں کا ایک ہی حکم رکھا ہے، کہ ہر انگلی کی دیت جان کی مجموعی دیت کا دسواں حصہ ہوگی، وفی کل اصبع من أصابع الید أو الرجل عشر الدیة،(۵) —— لہٰذا انگوٹھے کی دیت بھی دس اونٹنی ہوگی۔

انگوٹھا بہ حیثیت وسیلۂ ثبوت

اللہ تعالیٰ نے مختلف انسانوں کے درمیان ایک گونہ یکسانیت بھی رکھی ہے اور بہت سے اُمور میں ہر انسان کو ایک انفرادیت اور تشخص سے نوازا گیا ہے، جس کے ذریعہ ایک انسان بمقابلہ دوسرے انسان کے پہچانا جاتا ہے، ایسے ہی تشخصات میں انگوٹھے کے نشانات ہیں، کہ ہر شخص کا نشان انگوٹھا ممتاز اور مشخص ہوا کرتا ہے، اسی لئے آج کل جو لوگ دستخط نہیں کرسکتے، ان کا نشان ابہام لیا جاتا ہے، کیوں کہ دستخط اور مہر کا مقصد بھی شخصیت کی شناخت ہے اور یہ مقصد نشان انگوٹھا سے زیادہ بہتر طور پر پورا ہوتا ہے، کیوں کہ انسان اپنا دستخط بدل سکتا ہے اور مہر تبدیل کی جاسکتی ہے، لیکن نشان ابہام تبدیل نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا یہ مقصد کو زیادہ بہتر طور پر پورا کرتا ہے۔

اگر کسی دستاویز پر نشان انگوٹھا لے لیا جائے تو یہ نشان معتبر ہوگا اور یہ تحریر صاحب نشان کی سمجھی جائے گی، کیوں کہ ثبوت کا ایک طریقہ قرینہ قاطعہ بھی ہے،(۶) —— اور نشان ابہام کم سے کم قرائن قاطعہ کے درجہ میں تو ضروری رکھا جاسکتا ہے۔

---

(۱) عالمگیری :۳/۴، کتاب البیوع ، الباب الثانی

(۲) الهدایه:۳/۱۸۵، کتاب الدعویٰ

(۳) حوالۂ سابق

(۴) کما یترشح من الجزئیات التی ذکرت فی رحمة الامة :۲۱،کتاب الاقرار

(۵) البحر الرائق:۹/۸۴

(۶) البحر الرائق :۷/۲۰۵

ابوالقاسم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے صاحبزادہ کا اسم گرامی قاسم تھا، اسی نسبت سے آپ ﷺ نے اپنی کنیت ابوالقاسم اختیار فرمائی، ابوالقاسم نام رکھنے کا کیا حکم ہے اور کیا آپ ﷺ کے اسم مبارک محمد یا احمد کے ساتھ ابوالقاسم بطور کنیت رکھنا درست ہوگا، یہ بات ایک گونہ وضاحت طلب ہے۔

ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کے نام یعنی محمد سے بچہ کو موسوم کیا جائے اور ابوالقاسم کنیت نہ رکھی جائے، **سموا باسمی و لا تکنوا بکنیتی**۔(۱)

اس حدیث کی تشریح میں شارحین کے درمیان تھوڑا سا اختلاف ہے، ملا علی قاری نے طیبیؒ سے اس کی تفصیل نقل کی ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ محمد اور احمد نام ہو یا نہ ہو، بہر حال ابوالقاسم کنیت رکھنا درست نہیں، یہی رائے امام شافعیؒ اور اہل ظاہر کی ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا، آپ کے وصال کے بعد تنہا کنیت ابوالقاسم رکھنا یا محمد واحمد ناموں کے ساتھ ابوالقاسم کنیت سے موسوم کرنا دونوں ہی صحیح ہے، یہی رائے مالکیہ اور اکثر سلف صالحین کی ہے۔(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کی ممانعت اس لئے تھی کہ عربوں میں عموماً لوگوں کا تعارف کنیت کے ذریعہ ہوتا تھا، اگر یہی نام اور یہی کنیت دوسرے لوگ بھی رکھیں تو اشتباہ اور التباس پیدا ہو جانے کا قوی اندیشہ تھا، یہود جو اپنی بد طینتی اور انبیاء و رسل کے ساتھ تضحیک و تمسخر میں اپنی مثال آپ ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استہزاء کے لئے اس التباس واحتمال سے فائدہ بھی اٹھاتے تھے، وہ ابوالقاسم کے لفظ سے آواز دیتے اور جب آپ متوجہ ہوتے تو کہتے کہ میری مراد آپ ﷺ سے نہیں تھی، ایک موقعہ پر جب اسی طرح کا التباس پیش آیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام رکھو، میری کنیت نہ رکھو، **تسموا باسمی و لا تکتنوا بکنیتی**۔(۳)

اس حدیث میں گو اس کی وضاحت نہیں ہے کہ نام اور کنیت دونوں کے اجتماع سے آپ ﷺ نے منع فرمایا یا مطلقاً صرف کنیت سے، لیکن صحاح کی بعض دوسری روایتوں میں آپ کی صراحت موجود ہے کہ آپ نے دونوں کے اجتماع کو ناپسند فرمایا، (۴) اس رائے کے حق میں سب سے واضح دلیل محمد بن حنفیہ کی روایت ہے جو خولہ بنت جعفر کے بطن سے حضرت علی ؓ کے صاحبزادہ ہیں، وہ اپنے والد حضرت علی ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے بعد مجھے کوئی بچہ دے تو میں اس کو آپ ہی کے نام سے موسوم کروں...... رسول اللہ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی۔(۵)

اتباع

''اتباع'' کے معنی پیروی کے ہیں اور پیروی سے مراد کسی کے عمل کو نقل کرنے کے ہیں، قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے آپ ﷺ کی فعلی حدیثوں کا حجت ہونا اور اُمت کے لئے اس کا واجب الاتباع ہونا

(۱) مسلم:۲/۲۰۶، ترمذی:۲/۱۱۱
(۲) مرقاۃ المفاتیح ، باب الاسامی :۹/۱۰۵
(۳) بخاری، حدیث نمبر:۳۱۱۴
(۴) ابوداؤد ، عن جابر، حدیث نمبر:۴۹۶۵
(۵) ابوداؤد ، عن محمد بن حنفیہ عن ابیہ، حدیث نمبر:۴۹۶۷

معلوم ہوا۔

فقہ کی کتابوں میں اتباع کی بحث خصوصیت سے اقتداء اور امام کے پیچھے نماز ادا کرنے کے سلسلہ میں آتی ہے، چنانچہ اس بات پر اتفاق ہے کہ عام طور پر امام کی اتباع واجب ہے، یہاں تک کہ اگر مقتدی درود پڑھنے یا اس کے بعد کی دُعاء پڑھنے سے پہلے امام سلام پھیردے تو مقتدی کو چاہئے کہ امام کے ساتھ سلام پھیردے، اسی طرح رکوع اور سجدہ کی تسبیحات تین دفعہ پڑھ بھی نہ پائی تھی کہ امام اُٹھ گیا تو مقتدی کو بھی امام کی متابعت میں اٹھ جانا چاہئے،(۱) البتہ اگر قعدۂ اولیٰ میں مقتدی کا تشہد پورا ہونے سے پہلے امام کھڑا ہوجائے، یا قعدۂ اخیرہ میں تشہد پورا ہونے سے پہلے سلام پھیردے، تو بہتر ہے کہ مقتدی تشہد پورا کرکے اٹھے اور سلام پھیرے۔(۲)

پانچ اُمور میں اتباع واجب ہے

پانچ اُمور ہیں کہ جن میں امام کی اقتداء بہر حال واجب ہے، جنی نماز کے ان افعال کو اگر امام نہ کرے تو مقتدی بھی ان کو چھوڑ دے گا۔

(۱) تکبیرات عیدین۔

(۲) قعدۂ اولیٰ۔

(۳) سجدۂ تلاوت۔

(۴) سجدۂ سہو۔

(۵) دُعاء قنوت۔

بشرطیکہ رکوع کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہو، اگر رکوع کے فوت ہوجانے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر دُعاء قنوت پوری کرکے رکوع میں چلا جائے۔(۳)

چار چیزیں، جن میں امام کی اقتداء نہ کی جائے

چار اُمور وہ ہیں جن میں امام کی اقتداء نہیں کی جائے گی :

۱) امام نماز میں سجدہ کا اضافہ کردے۔

۲) عیدین کی تکبیرات زائدہ صحابہ سے جس تعداد میں ثابت ہیں ان سے بھی زیادہ کہنے لگے۔(۴)

۳) نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد پانچویں تکبیر کہے۔

۴) چوتھی رکعت میں قعدہ اخیرہ کرکے بھولے سے پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوجائے۔

اب اگر امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے رُجوع کرلیا، قعدہ میں بیٹھا اور سلام پھیرا تو مقتدی بھی اس کے ساتھ سلام پھیردے اور اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کرلیا اور اب تک اس کو تنبہ نہیں ہوا تو مقتدی سلام پھیردے، اس طرح ان کی نماز مکمل اور درست ہوجائے گی اور اگر امام قعدۂ اخیرہ کے بغیر اٹھ گیا تو اب امام اور مقتدی سبھوں کی نماز فاسد ہوجائے گی۔(۵)

نو چیزیں کہ امام انھیں نہ کرے تب بھی مقتدی کرے

۱) امام آغاز نماز میں رفع یدین نہ کرے، تب بھی مقتدی رفع یدین کرے۔

۲) امام ثناء پڑھے بغیر سورۂ فاتحہ شروع کردے تو مقتدی ثناء پڑھ لے۔

۳) امام رُکوع کی تکبیر چھوڑ دے تو مقتدی کہے۔

۴) امام سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر نہ کہے تو مقتدی کہے۔

۵) امام رکوع اور سجدہ میں تسبیح نہ پڑھے تب بھی مقتدی

---

(۱) عالمگیری ۱/۹۰، خلاصۃ الفتاوی ۱/۱۵۹-۱۶۰

(۲) هندیه ۱/۹۰

(۳) خلاصۃ الفتاوی ۱/۱۶

(۴) هدایه ۱/۹۰، مطبوعہ بیروت

(۵) خلاصۃ الفتاوی ۱/۱۶۱، عالمگیری ۱/۹۰

پڑھے گا۔

۶) امام رُکوع سے اٹھتے ہوئے تسمیع (سمع اللہ لمن حمدہ) نہ کہے تب بھی مقتدی (ربنا لک الحمد) کہے گا۔

۷) امام تشہد نہ پڑھے تب بھی مقتدی تشہد پڑھے۔

۸) امام سلام پھیرنا چھوڑ دے تب بھی مقتدی سلام پھیریں گے۔

۹) ایامِ تشریق میں امام تکبیر تشریق کہنا بھول جائے اور نماز سے فارغ ہو کر چلا جائے تو مقتدی بطور خود تکبیر کہہ لیں گے۔(۱)

اتقان

''اتقان'' کے معنی مضبوط اور قابل اعتماد ہونے کے ہیں، یہ علم حدیث کی اصطلاح ہے، چوں کہ محدثین قبول حدیث کے معاملہ میں بہت حزم اور احتیاط سے کام لیتے ہیں، اس لئے انھوں نے مستقل اُصول و قواعد متعین کئے ہیں کہ کن لوگوں کی روایت قبول کی جاسکتی ہے اور کن کی نہیں اور وہ کیا اوصاف ہیں جن کا راوی میں پایا جانا ضروری ہے کہ اگر ان میں سے کوئی وصف راوی میں مفقود ہو تو اس کی حدیث رد کردی جائے۔

اہل اُصول کی شرطوں کا ماحصل یہ ہے کہ چار چیزیں راوی کے لئے بنیادی طور پر ضروری ہیں :

۱-عقل

عقل سے مراد یہ ہے کہ راوی کے اندر کلام میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے، چاہے وہ بالغ ہو یا نابالغ، روایت کی ادائیگی اور دوسروں تک اس کو پہنچانے کے لئے بالغ ہونا بھی ضروری ہے، حالت نابالغی کی روایت قابل قبول نہیں ہوگی، البتہ روایت کے تحمل یعنی روایت کے دوسرے سے اخذ اور تحصیل کے وقت بالغ ہونا ضروری نہ ہوگا، (۲) چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا گیا کہ بچہ کا سماع حدیث کس عمر میں معتبر ہوگا؟ فرمایا: **إذا عقل وضبط** ۔(۳)

چنانچہ بعض وہ صحابہ جن سے کثرت سے حدیثیں منقول ہیں انھوں نے نابالغی ہی میں حدیثیں سنی تھیں، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ ایسے ہی راویوں میں ہیں۔

۲-اسلام

قبول روایت کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ راوی مسلمان ہو، اس لئے کہ جب تک کوئی شخص مسلمان نہ ہو، نقل حدیث میں مخلص اور امین نہیں ہوسکتا، البتہ اگر کسی نے حالتِ کفر میں کوئی روایت سنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی واقعہ کو ملاحظہ کیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد اس کو روایت کیا تو ان کی روایت قبول کی جائے گی، ابن صلاح کہتے ہیں :

وتقبل رواية من تحمل قبل الاسلام وروى بعده. (۴)

چنانچہ سیرت کے تاریخی واقعات، قبل نبوت آپ ﷺ کے حالات عموماً ایسے ہی راویوں سے مروی ہیں۔

۳-عدالت

روایت کے قبول کئے جانے کے لئے تیسری اور سب سے اہم شرط راوی کا عادل ہونا ہے، عدالت کی تعریف اور اس کی تشریح میں محدثین کی عبارتوں میں بہت کچھ اختلاف اور تفاوت ہے جس پر انشاء اللہ اپنی جگہ گفتگو کی جائے گی، یہاں خطیب بغدادی کی اس

(۱) خلاصة الفتاوی:۱/۱۶۱، عالمگیری :۱/۹۰

(۲) الکفایہ ، باب ماجاء فی صحة رواية الصغير

(۳) مقدمہ ابن الصلاح ، النوع الرابع والعشرون :۵۰

(۴) حوالۂ سابق

جامع تشریح پر اکتفا کیا جاتا ہے :

جس آدمی کے بارے میں معروف ہو کہ وہ فرائض و واجبات کو ادا کرتا ہے، منہیات و فواحش سے باز رہتا ہے، اپنے بول میں حزم و احتیاط کی راہ کو نہیں چھوڑتا، اس کی راست گوئی معروف ہو، وہ عادل ہے۔ (۱)

راوی کی عدالت کبھی اس طرح معلوم ہوتی ہے کو اہل فن اس کی ثقاہت کی شہادت دیں اور کبھی استفاضہ و شہرت کے ذریعہ، کہ وہ اپنی علمی حیثیت میں اس قدر ممتاز اور معروف ہو کہ ایک دو آدمیوں کی گواہی اور شہادت سے بے نیاز ہو جائے۔ (۲)

۴۔ضبط

راوی کے لئے چوتھی ضروری شرط ضابط یعنی قوی الحفظ ہونا ہے، ضابط سے ایسا شخص مراد ہے، جو اپنے قوت حفظ اور فہم و ذکاء کی وجہ سے روایت کو صحیح طور پر سمجھ کر محفوظ کر لے اور بوقت ضرورت اسی طرح اس کو دوسروں تک پہنچائے۔ (۳)

ضبط کا اندازہ دوسرے ثقہ اور معتبر راویوں سے اس کی روایت کے تقابل کے ذریعہ ہوا کرتا ہے، اگر اس کی مرویات اپنے مفہوم اور مرادات کے اعتبار سے عموماً ثقہ راویوں کی روایات سے میل کھاتی ہوں تو وہ ضابط تسلیم کیا جائے گا اور اگر اکثر اس کی حدیثیں دوسرے ثقہ راویوں کے خلاف ہوں اور کہیں کہیں مضامین کی یکسانیت بھی ہو تو اس کی حدیث قابل قبول نہ ہوگی۔ (۴)

یہاں راوی کے اوصاف کے سلسلہ میں نہایت اختصار کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے اور متعدد اہم مباحث سے گریز کیا گیا ہے، انشاء اللہ خود راوی، عدالت اور ضبط کے تحت ان مباحث پر ایک گونہ تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

اتکاء

ٹیک لگانے اور سہارا لینے کے معنی ہیں، آگے کی طرف سہارا لیا جائے تو اس کو "استناد" کہتے ہیں اور پیچھے کی جانب ٹیک لیا جائے تو "اتکاء" ہے۔

نماز میں

بلا عذر نماز میں ٹیک لگانا مکروہ ہے، لیکن اگر معذور ہو اور اس کے بغیر کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو تو ٹیک لگا کر نماز ادا کرے گا، لاٹھی اور خادم کا سہارا بھی لے سکتا ہے، و کذلک لو قدر علی ان یعتمد علی عصا او علی خادم له فانه یقوم و یتکئ۔ (۵)

جو شخص کھڑا ہونے پر قادر ہو اور بیٹھ کر نماز ادا کرے لیکن بیٹھنے کے لئے بھی دیوار، کسی انسان یا کسی اور چیز کا سہارا لئے بغیر چارہ نہ ہو تو ٹیک لے کر نماز ادا کرے۔ (۶)

خطبہ میں

ابوداؤد شریف میں حضرت براء بن عازب ؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ کے دوران مدینہ میں لاٹھی یا کمان کا سہارا لیا ہے، اس لئے ابن امیر الحاج کا خیال ہے کہ خطبہ میں عصا کا سہارا لینا درست ہے، (۷) لیکن عام طور پر فقہاء احناف نے لکھا

---

(۱) الکفایہ :۸۰

(۲) مقدمہ ابن صلاح ، النوع الثالث والعشرون

(۳) علوم الحدیث و مصطلحہ :۱۲۸

(۴) تدریب الراوی :۱۱۰

(۵) عالمگیری :۱/۱۳۶

(۶) حوالۂ سابق

(۷) ابوداؤد کی روایت کو طحاوی کے بقول ابن سکن نے صحیح قرار دیا ہے، اس کے علاوہ متعدد ضعیف روایتیں ہیں جو اس کو تقویت پہنچاتی ہیں، حافظ نور الدین ہیثمی نے اس سلسلہ میں چار روایتیں نقل کی ہیں طبرانی کی عبد اللہ بن زبیرؓ سے جس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں طبرانی ہی کی ابن عباسؓ سے، اس کی سند میں ابوشیبہ ہیں اور طبرانی نے ہی سعد القرظ مؤذن رسول اللہؐ سے اور اس کے بارے میں بھی ہیثمی کا فیصلہ ہے کہ "اسنادہ ضعیف" (دیکھئے مجمع الزوائد: ۲/۱۸۷، باب علی ای شئ یتکئ الخطیب)۔

ہے کہ جو علاقے بزور شمشیر اسلام کے زیر نگیں آئے ہیں وہاں کمان کا سہارا لے کر خطبہ دیا جائے گا اور جو علاقے یونہی مسلمانوں کے زیر اقتدار آئے ہوں وہاں عصا وغیرہ نہیں لیا جائے گا، طحطاویؒ کہتے ہیں کہ وفیہ اشارۃ الی انہ یکرہ الاتکاء علی نحو عصا وقوس ،(۱) عالمگیری میں ''خلاصہ'' اور ''محیط'' کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ یکرہ ان یخطب متکئاً علی قوس او عصا ۔(۲)

چنانچہ امام شافعیؒ کے نزدیک خطیب کا عصا یا کمان یا کسی اور چیز پر ٹیک لگانا بہتر ہے، امام صاحب خود کہتے ہیں: ویعتمد الذی یخطب علی عصا او قوس او ماالشتبهما ،(۳) یہی رائے ابن قدامہ نے حنابلہ کی نقل کی ہے۔(۴)

راقم الحروف کا خیال ہے کہ جب حدیث میں اتکاء کا ثبوت خطبہ کے درمیان موجود ہے تو اس کو فقہاء احناف کا مکروہ قرار دینا محل نظر ہے، کم سے کم مباح تو تسلیم کرنا ہی ہوگا، البتہ ہمارے زمانہ میں بعض لوگوں کا خطبہ میں عصا پر اصرار یقینی طور پر مکروہ اور ناپسندیدہ عمل ہے۔

اس سلسلہ میں معقول اور مبنی بر انصاف بات وہ ہے جو مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے لکھی ہے :

قلت : فی الدرالمختار وفی الخلاصۃ : ویکرہ أن یتکئ علی قوس أو عصا وفی ردالمحتار : (۱:۳۸۶۲:۱۳) ونقل القهستانی عن المحیط أن اخذ العصا سنة کالقیام الخ قلت : اخذ العصا للاستراحة ونحوها مستحب إذا احتاج إلیها ولم یثبت علیه دوامه صلی الله علیه وسلم فالقول بتاکده لا یصح واما الکراهة فهی تتحقق عند الالتزام کما افاده شیخی فهذا غیر خفی علی عالم منصف . (۵)

میں کہتا ہوں : درمختار اور خلاصہ میں ہے کہ کمان اور عصا کا ٹیک لگانا مکروہ ہے اور ردالمحتار میں ہے کہ قہستانی نے محیط سے نقل کیا ہے کہ قیام ہی کی طرح عصا کا لینا بھی مسنون ہے، میں کہتا ہوں: عصا کا لینا استراحت کے لئے ہے اور اس طرح کا عمل بوقت حاجت مستحب ہوتا ہے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر دوام ثابت نہیں، لہٰذا اس کی تاکید کا قول صحیح نہیں اور اس کا التزام کرنا کراہت کا باعث ہے، جیسا کہ میرے شیخ حضرت تھانویؒ کا نقطۂ نظر ہے اور یہ کسی منصف مزاج صاحب علم سے مخفی نہیں۔

کھانے کے درمیان

کھاتے ہوئے بلا عذر ٹیک لگا کر بیٹھنا خلاف سنت ہے کہ یہ رزق الٰہی کی تعظیم و منزلت کے خلاف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں ایسی نشست کو پسند فرمایا ہے جس میں تواضع اور انکساری کا اظہار ہوتا ہو، ترفع اور تعلّی ظاہر نہ ہوتی ہو، ارشاد فرمایا: لا آکل متکئاً، میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا،(۶) گو بعض فقہاء نے اس طرح کھانے کی اجازت دی ہے منقول صاحب خلاصہ کے : ولا بأس بالاکل متکئاً او مکشوف الرأس وهو المختار ، لیکن اس حدیث کی موجودگی میں طبیعت اس کو قبول نہیں کرتی کہ اس عمل کو کم

(۱) طحطاوی علی مراقی الفلاح :۲۹۹

(۲) عالمگیری :۱/۷۶

(۳) کتاب الام :۱/۲۰۰، ادب الخطبة

(۴) ویستحب ان یعتمد علی قوس أو سیف او عصا ، المغنی :۲/۷۷-۷۸

(۵) اعلاء السنن :۸/۷۳

(۶) ابوداؤد :۲/۵۲۹

از کم خلاف مستحب بھی نہ مانا جائے، چنانچہ امام طحاوی کا خیال ہے کہ تھکن اور بیماری وغیرہ کی وجہ سے ٹیک لگا کر کھایا جائے تو ایسی صورت میں کوئی مضائقہ نہیں، اما اذا کان فی حال اعیاء وتعب بدن او علة تدعوه الی الاتکاء فلا بأس۔(۱)

اتلاف

''اتلاف'' کے معنی کسی شئ کو ضائع اور ہلاک کر دینے کے ہیں، چاہے اصل شئ ضائع ہو جائے یا اس سے نفع اٹھانے کی صلاحیت فوت ہو جائے۔

لان اتلاف الشئ اخراجه من ان یکون منتفعا به منفعة مطلوبة منه عادة . (۲)

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو جو بھی نعمتیں دی ہیں وہ قابل احترام اور قدر شناسی کی حقدار ہیں، اس لئے بلا سبب نہ دوسرے کے سامان کو ضائع کرنا جائز ہے اور نہ اپنے املاک کو، لیکن فرق یہ ہے کہ انسان اگر اپنی املاک کو تلف کرے، تو یہ گناہ تو ہوگا، کہ اسراف میں داخل ہے، لیکن اس کی وجہ سے کوئی ضمان واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ کوئی شخص خود اپنے آپ کو تاوان ادا کرے، اس کی کوئی افادیت نہیں ہے، دوسرے کی املاک کو تلف کرنے سے ضمان کا حکم بھی متعلق ہے۔

اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اتلاف یا تو انسان کا ہوگا، یا انسان کے علاوہ دوسری چیزوں یعنی حیوانات اور جمادات کا، انسانی اتلاف سے قصاص اور دیت کا حکم متعلق ہے، یہ بحث اپنی جگہ مذکور ہوگی، حیوان اور دوسری اشیاء کے اتلاف کے سلسلہ میں حکم یہ ہے کہ چاہے جس قسم کی بھی حلال شئ ہو، تلف کرنے والا اس کا ضامن ہوگا، چاہے جانور کو مار ڈالے، کپڑے کو جلا دے، درخت کاٹ لے، پھل کا رس بہا دے، یا کوئی عمارت گرا دے، خواہ مالک کے قبضہ میں رہتے ہوئے، یا زبردستی اس کو اپنے قبضہ میں لے کر، ہر صورت میں تلف کرنے والا اس کا ضامن ہوگا۔(۳)

تلف شدہ مال کا ضامن ہونے کے لئے چار باتیں ضروری ہیں: اول یہ کہ تلف کی جانے والی شئ مال ہو، اگر وہ مال ہی نہ ہو، جیسے مردار، خون، مردار کا چمڑا، تو اس کو ضائع کرنے کی وجہ سے ضامن نہیں ہوگا، دوسرے وہ قابل قیمت بھی ہو، اگر شریعت کی نگاہ میں وہ شئ قیمت نہیں رکھتی ہو، تو ضامن نہیں ہوگا، جیسے مسلمان کی شراب اور سور کو ضائع کر دیا جائے، چاہے ضائع کرنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلم، غیر مسلموں کے حق میں چوں کہ یہ دونوں چیزیں مال ہیں، اس لئے اگر ان کی یہی اشیاء کسی مسلمان یا غیر مسلم نے تلف کر دی، تو اسے اس کی مروجہ قیمت ادا کرنی ہوگی، اس سلسلہ میں ایک قابل ذکر مسئلہ یہ ہے کہ اگر لہو ولعب کا کوئی آلہ جیسے بربط یا طبل وغیرہ توڑ دے، تو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک تو اس کا توڑنے والا ضامن نہیں ہوگا، کیوں کہ آلات لہو ولعب شراب کی طرح قابل قیمت نہیں ہیں، لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی صنعت اور بناوٹ کو نظر انداز کر کے اصل شئ یعنی لکڑی وغیرہ کی جو قیمت ہوگی اس کا وہ ضامن ہوگا، اسی طرح اگر کسی دروازہ پر تصویریں کندہ تھیں اور کسی شخص نے انھیں جلا دیا، تو تصویری نقوش سے قطع نظر اصل دروازہ کی قیمت کا وہ ضامن ہوگا۔(۴)

تیسری شرط یہ ہے کہ تلف کرنے والا اس لائق ہو کہ اس پر ضمان عائد کیا جاسکے، چنانچہ اگر جانور کسی انسان کا مال تلف کر دے تو بعض خاص صورتوں کے علاوہ جانور کے مالک پر تاوان واجب نہیں —— چوتھی شرط یہ ہے کہ یہ ضمان واجب قرار دینا مفید بھی ہو،

(۱) المعتصر من المختصر :۲/۳۰۷

(۲) بدائع الصنائع :۶/۱۶۵

(۳) حوالۂ سابق

(۴) بدائع الصنائع :۶/۱۷۰

اسی لئے حربی کا مال تلف کرنے کی وجہ سے مسلمان پر اور دارالحرب میں مسلمان کا جو مال حربی تلف کردے، اس پر ضمان نہیں، کیوں کہ دارالاسلام اور دارالحرب کے درمیان روابط کے نہ ہونے کی وجہ سے ضمان کا ادا کرنا اور وصول کرنا بہ ظاہر ممکن نہیں ہوگا۔

اگر نابالغ بچہ کسی کا مال تلف کردے، تو وہ بھی ضامن ہوگا، اسی طرح مخمصے کی حالت میں جان بچانے کے لئے دوسرے کی چیز کھالینا جائز ہے، لیکن ضمان اس کا بھی ادا کرنا ہوگا، ضمان واجب ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تلف کرنے والا اس بات سے واقف ہو کہ وہ دوسرے کا مال ہے، اگر کسی مال کو اپنی ملکیت سمجھ کر تلف کردیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ یہ تو دوسرے کا مال تھا، تب بھی وہ ضامن ہوگا، کیوں کہ اتلاف ایک امر واقعی ہے، جو علم وآگہی پر موقوف نہیں ہے، اس لئے وہ ضامن تو ہوگا، البتہ ناواقفیت کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوگا۔

ضامن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر تلف کی جانے والی شئ مثلی ہو، تو اس کا مثل ادا کیا جائے اور مثلی نہ ہو تو اس کی قیمت ادا کی جائے۔(۱)

مختلف فقہی احکام پر بھی اتلاف کا اثر ہوتا ہے، جیسے مال زکوٰۃ کا اتلاف، فاسد معاملات میں مبیع کا اتلاف، کرایہ پر لی ہوئی شئ کا کرایہ دار کے ہاتھوں اتلاف، کاریگر کے ہاتھوں سامان کا اتلاف، غاصب، امین، عاریت پر لینے والے شخص اور جس کے پاس مال رہن رکھا جائے ان چیزوں کا اتلاف —— یہ احکام ان ہی الفاظ کے ذیل میں مذکور رہوں گے۔

اثبات

''اثبات'' کے معنی کسی چیز کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے ہیں، شریعت میں مختلف اُمور کو ثابت کرنے کے لئے دلیل اور ذرائع اثبات کے الگ الگ احکام ہیں، اس میں چند اُصول بنیادی ہیں :

۱) اقرار۔
۲) شہادت و گواہی۔
۳) یمین یعنی قسم۔
۴) نکول یعنی قسم کھانے سے انکار۔
۵) قرائن قاطعہ۔
۶) قاضی کی ذاتی واقفیت۔
۷) عرف وعادت۔
۸) اہل فن کی رائیں۔

اس کے علاوہ بھی مختلف بنیادیں ہیں جس کی اساس پر قاضی فیصلے کرتا ہے، (۲) جس کی تفصیل قضاء اور مذکورہ الفاظ کے ذیل میں آئے گی۔

اثر

''اثر'' علم حدیث کی اصطلاح ہے، اثر کا اطلاق کس پر ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور تقریرات پر، صحابہ کے اقوال وافعال پر یا تابعین کے؟ اس بارے میں اہل اصطلاح کے یہاں کسی قدر اختلاف ہے :

۱) جو کچھ حضور ﷺ اور صحابہ سے ثابت ہو اسے ''خبر'' اور جو کچھ تابعین سے ثابت ہو اس کو ''اثر'' کہیں گے۔(۳)

---

(۱) ملخص از : بدائع الصنائع :۶/۱۷۲-۱۷۱، باب الغصب مع تحقیق محمد عدنان

(۲) ملاحظہ ہو: معین الحکام القسم الثانی فی انواع البینات وما یتنزل منزلها ویجری مجراها

(۳) مقدمہ : شیخ عبدالحق

۲) اثر کا اطلاق تینوں پر ہوگا، چنانچہ امام طحاویؒ نے اپنی کتاب کو جو زیادہ تر مرفوع حدیثوں پر مشتمل ہے "شرح معانی الآثار" سے طبری نے اپنی کتاب کو جس میں صرف مرفوع حدیثیں نقل کی گئی ہیں "تہذیب الآثار" سے موسوم کیا ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دُعائیں منقول ہوں ان کو "ادعیہ ماثورہ" سے کہا جاتا ہے۔

فقہاء خراسان سے ابن صلاح نے اور دوسرے فقہاء سے ابوالقاسم نورانیؒ نے نقل کیا ہے کہ مرفوع حدیثوں پر "خبر" اور صحابہ کے اقوال وافعال پر "اثر" کا اطلاق کیا جاتا ہے۔(۱)

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ "اثرت الحدیث" کے معنی ہیں میں نے اسے روایت کیا (رویتہ) اس لئے تمام ہی روایات پر اثر کا اطلاق ہوسکتا ہے۔(۲)

تاہم تیسری اصطلاح یعنی صحابہ سے منسوب روایات پر اثر کا اطلاق زیادہ معروف اور مروج ہے، (جہاں تک "آثار صحابہ" کی شرعی حیثیت ہے، تو "آثار" کے تحت اس پر گفتگو ہو چکی ہے)۔

اجارہ

اجارہ اس معاملہ کو کہا جاتا ہے جس میں ایک فریق کی طرف سے منفعت کی پیش کش ہو اور دوسرے کی طرف سے معاوضہ اور اُجرت کی، (۳) مثلاً ایک شخص کی طرف سے مکان ہو جس میں رہنے کی اجازت دی جائے اور دوسرے کی طرف سے اس کا کرایہ ادا ہو، تو یہ "اجارہ" کہلائے گا۔

اگر ایک طرف سے منفعت اور فائدہ حاصل کرنے کا وقتی مجاز بنانے کے بجائے اس کا مکمل مالک بنادیا جائے تو اسے "بیع" کہتے ہیں اور اگر اس استفادہ کا کوئی معاوضہ وصول نہ کیا جائے تو اسی کا نام "اعارہ" یا "عاریت" ہے۔

اجارہ کے جائز ہونے پر تقریباً تمام فقہاء اسلام کا اتفاق ہے، صرف "اسماعیل ابن علیہ" نامی بزرگ اس کو درست نہیں سمجھتے تھے۔(۴)

اجارہ کے لئے ایک ایسے تمام الفاظ استعمال کئے جاسکتے ہیں، جو ایک طرف سے استفادہ کا حق دینے اور دوسرے کی طرف سے اس کا معاوضہ وصول کرنے کو بتلاتے ہوں، فقہ کی مختلف جزئیات کو سامنے رکھنے سے یہ اُصول معلوم ہوتا ہے۔(۵)

شرائط

اجارہ کے صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ ایک فریق کی طرف سے منفعت اور استفادہ کی نوعیت اور دوسرے کی طرف سے اُجرت اور معاوضہ کی مقدار متعین ہو جائے، (۶) یہی حضرت امام شافعیؒ کی بھی رائے ہے۔(۷)

منافع کی تعیین اور وضاحت کبھی تو مدت کے ذریعہ ہوگی، مثلاً یہ کہ زمین یا مکان وغیرہ کرایہ پر لیا جائے، یہاں کرایہ داری کی مدت متعین کردی جائے تو کافی ہے اور کبھی اشارہ اور مسافت کا اظہار کر کے منفعت متعین ہو سکے گی، مثلاً میرا یہ سامان فلاں جگہ تک پہنچادو اور کبھی محض معاملہ کے نام لینے ہی کی وجہ سے منفعت متعین ہو جائے گی، جیسے کپڑے رنگنا یا سینا وغیرہ۔(۸)

غرض وقت ومدت، جگہ اور مسافت، یا کام اور صنعت، ——

(۱) مقدمہ ابن صلاح :۹
(۲) تدریب الراوی :۱/۱۸۔
(۳) المختصر للقدوری :۱۰۰
(۴) المیزان الکبری :۲/۱۰۶
(۵) ایسی جزئیات کے لئے ملاحظہ ہو: الفتاوی الهندیه :۴/۴۰۹
(۶) الهدایه:۳/۲۷۷،خلاصۃ الفتاوی:۳/۱۰۳
(۷) متن الغایة والتقریب :۳۳
(۸) متن الغایة والتقریب :۲۷۸

یہی تینوں چیزیں منفعت اور حق استفادہ کو متعین کریں گی۔(۱)

اجارہ کے صحیح ہونے کے لئے دونوں فریق کی رضامندی اور منفعت کا ممکن الحصول ہونا بھی ضروری ہے، اگر کسی ایسی چیز پر اجارہ کیا گیا جس کا حاصل کرنا دشوار ہو تو اجارہ صحیح نہیں ہوگا، مثلاً یہ کہ میں جنگل سے ہرن پکڑ کر لاؤں گا، اسے تمہیں کرایہ پر دیتا ہوں۔

اسی طرح ایسی منفعت پر بھی اجارہ درست نہیں جو شرعاً ناجائز اور حرام ہو مثلاً گانا، بجانا، قوالی وغیرہ ——— اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جس پر اجارہ کر رہا ہے وہ ایسی ہو کہ عرف اور سماج میں اس کا معاوضہ وصول کیا جاتا ہو، اگر عام طور پر اس کا معاوضہ نہ لیا جاتا ہو تو اجارہ صحیح نہیں ہوگا، مثلاً یہ کہ تم میرے درخت پر کپڑا سکھاؤ گے اور یہ معاوضہ ادا کرو گے۔

نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اگر اموال منقولہ کو جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائے جاسکتے ہوں کرایہ پر دینا چاہے تو وہ اس کے قبضہ میں ہوں اور یہ بھی کہ منفعت کی اُجرت میں بھی ''منفعت'' ہی نہ دی جائے، مثلاً یہ کہ تم کو میں اپنا مکان کرایہ پر دیتا ہوں اور اس کا کرایہ یہ ہے کہ میں تمہارے مکان میں رہوں گا، ایسی صورت میں اجارہ درست نہیں ہوگا۔(۲)

اجارہ فاسدہ

اجارہ کی اس صورت کو کہتے ہیں جس میں دونوں فریق کی جانب سے ایسی چیز کو معاوضہ اور بدل بنایا جائے جس کو شریعت جائز قرار دیتی ہے، لیکن کسی دوسری بات کے پیش آجانے کی وجہ سے وہ معاملہ فاسد ہو جائے مثلاً کرایہ پر دینے والا یہ شرط لگا دے کہ سامان تو میں آج سے کرایہ پر دیتا ہوں، لیکن ابھی ایک ہفتہ میں اس سے استفادہ کروں گا۔(۳)

اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ اس میں ''اُجرت مثل'' واجب ہوتی ہے، یعنی طے شدہ معاملے سے ہٹ کر بازار میں اس کی جو اُجرت ادا کی جاتی ہو، یہ بھی اس وقت ہے جب دوسرا فریق پہلے فریق کی اس شی سے فائدہ اٹھا ہی لے، ورنہ تو واجب ہے کہ اس معاملے کو فوراً ہی ختم کر دیا جائے اور فریقین اپنی طرف سے ادا کئے ہوئے معاوضے واپس لے لیں۔(۴)

اجارۂ باطلہ

اجارہ کی اس صورت کو کہتے ہیں جس میں کسی ایسی چیز کی ''اُجرت'' پر معاملہ طے پائے، جو شرعاً درست نہیں ہو، یا اس پر اُجرت لینا درست نہیں ہو، مثلاً نغمہ و سرور اور رقص وغیرہ پر معاوضہ طے پانا، ''یا نر جانوروں'' کے ''مادہ جانوروں'' سے جفتی کرنے کی قیمت وصول کرنا۔(۵)

اجارۂ باطلہ کا حکم یہ ہے کہ اس میں بھی اُجرت واجب نہیں ہوتی۔(۶)

اجارۂ لازمہ

اجارہ کی وہ صورت مراد ہے جس میں ''اُجرت ادا کرنے والے'' شخص کو کسی عذر اور مجبوری کے بغیر تنہا اپنی طرف سے معاملہ کو کالعدم کرنے کا اختیار باقی نہیں رہے ——— اور یہ اس وقت ہوگا جب وہ خود اس شی کو دیکھ چکا ہو، غور و فکر کی کوئی مہلت نہ لی ہو اور نہ بعد کو چل کر اس میں کوئی ایسا عیب ظاہر ہوا ہو، جس سے ''اجارہ'' پر لینے والے کے لئے استفادہ مشکل ہو جائے۔

(۱) ہدایہ: ۳/۲۷۸، کتاب الاجارہ
(۲) الفتاویٰ الھندیہ: ۳/۵۰۵
(۳) الھدایہ: ۳/۲۸۵
(۴) الھدایہ: ۳/۲۸۵
(۵) ہدایہ: ۳/۲۲۰، کتاب الاجارات
(۶) الھدایہ: ۳/۲۸۵

اجارہ کی نوعیت

مجموعی طور پر اجارہ دو قسم کا ہوتا ہے، کبھی تو اُجرت اور معاوضہ کسی شئی سے استفادہ اور نفع اندوز ہونے کا ادا کیا جاتا ہے، مثلاً مکان، دکان وغیرہ کا اجارہ اور کبھی کسی آدمی کے عمل اور اس کی صنعت کا، مثلاً درزی اور حجام وغیرہ کو کپڑا سینے اور بال تراشنے کی اُجرت۔(۱)

عقد اجارہ کا فسخ

''اجارہ'' میں جس سے استفادہ پر معاملہ طے پایا، اگر بعد کو چل کر اس میں کوئی ایسا عیب آشکار ہوا کہ اس کے باوجود استفادہ دشوار ہو، تو بالاتفاق اس شخص کو یہ حق ہوگا کہ وہ اس معاملہ کو ختم اور کالعدم کردے۔(۲)

اور اگر ایسا کوئی عیب تو نہ ہو، لیکن جس مقصد کے تحت کسی شئی کو اجارہ پر لیا تھا، اب وہ اس سے مجبور اور قاصر ہوگیا ہے تو بھی اسے حق ہوگا کہ ''اجارہ'' کو ختم کردے۔

مثلاً کسی نے ایک مکان کرایہ پر لیا کہ اس میں دکان لگائے گا اور تجارت کرے گا اور سوء اتفاق کہ اس کا سرمایہ ہی ضائع ہوگیا، تو امام ابوحنیفہؒ کے یہاں اب اسے حق ہوگا کہ اس معاملہ کو ختم کردے، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی رائے اس سے مختلف ہے۔(۳)

دینی کاموں پر اُجرت

اجارہ کے سلسلے میں ایک اہم مسئلہ دینی کاموں پر اُجرت کا ہے، دینی کاموں سے وہ خدمات مراد ہیں جو مسلمانوں ہی سے متعلق ہیں، بہ حیثیت مسلمان انجام دی جاتی ہیں اور دراصل اس کے نفع و ضرر اور اس پر اجر و ثواب اور اس سے غفلت و بے اعتنائی پر عذاب و عقاب کا علاقہ بھی آخرت ہی سے ہے، اخلاص اور ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ دنیا میں اس کی کوئی قیمت وصول نہ کی جائے، اگر ان خدمات کی بھی قیمت متعین کی جانے لگے تو آخر عبادت گاہوں اور تجارت گاہوں میں کیا فرق باقی رہ جائے گا؟ انھیں طاعات میں قرآن مجید اور علوم دینیہ کی تعلیم، امامت و اذان وغیرہ داخل ہیں۔

لیکن اس مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آج کے دور میں اگر آپ ''خادمین دین'' پر یہ دروازہ بند کردیں اور گویا عملاً اس پر مجبور کردیں کہ وہ اپنے متعلقین کی ضروریات کی تکمیل اور کسب معاش کے لئے طلب مال کی اس ریس میں شریک ہوجائیں جو آج ہر بڑے چھوٹے کو دیوانہ کئے ہوئی ہے تو اس سے دین کا سخت خسارہ ہوگا، علوم اسلامی کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ مسدود ہوکر رہ جائے گا، مساجد میں اوقات نماز کی پابندی اور اہل اور لائق موذنین کی فراہمی مشکل ہوکر رہ جائے گی اور اس طرح دین کے ایک تقاضا کی تکمیل کرکے بہت سی مصلحتیں بھینٹ چڑھ جائیں گی۔

تصویر کے یہ دو رُخ ہیں اور ضروری ہے کہ ان دونوں کو سامنے رکھ کر کوئی فیصلہ کیا جائے۔

پھر اس سلسلہ میں نصوص اور کتاب و سنت کی تصریحات بھی مختلف ہیں، بعض سے جواز معلوم ہوتا ہے اور بعض سے ناپسندیدگی کا اظہار اور اس کا نادرست ہونا، چنانچہ اسی بناء پر امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک تعلیم قرآن پر اُجرت لی جاسکتی ہے، جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کسی بھی اطاعت پر اُجرت لینا درست نہیں ہوگا اور نہ اس قسم کا اجارہ ہی صحیح ہوگا، یعنی اگر کسی شخص نے کسی سے

(۱) الفتاوی الهندیه :۴/۴۱۱، بدائع الصنائع :۴/۱۶　(۲) الهدایه :۳/۲۹۸
(۳) المیزان الکبریٰ :۲/۱۰۷

اُجرت پر یہ معاملہ طے کیا کہ وہ ایک ماہ اس کو قرآن مجید کی تعلیم دے اور بطور اُجرت پچاس روپئے لے لے، اول تو یہ معاملہ ہی صحیح نہیں ہوگا، یعنی وہ ایک ماہ کے لئے اس کے یہاں جا کر اسے پڑھائے یہ ضروری نہیں، دوسرے اگر اس نے ایک ماہ پڑھا بھی دیا تو اس کی کوئی اُجرت پڑھنے والے پر واجب نہ ہوگی۔

فریقین کے دلائل

جو لوگ تعلیم قرآن کی اُجرت کے قائل ہیں ان کی دلیل حسب ذیل ہے :

۱) کچھ صحابہ ؓ کا گذر ایک قبیلہ کے چشمہ کے پاس سے ہوا، چشمہ والوں میں سے ایک صاحب نے سوال کیا، کیا آپ میں کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے، ایک صحابی گئے انھوں نے سورہ فاتحہ پڑھ کر پھونکا اور اُجرت میں چند بکریوں کا معاملہ طے کیا اور بکریاں لے کر لوٹے، دوسرے صحابہ ؓ نے اس عمل کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور کہنے لگے، تم نے کتاب اللہ پر اُجرت لے لی، مدینہ طیبہ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا! آپ ﷺ نے فرمایا :

ان احق ما اخذتم علیه اجراً کتاب الله . (۱)

سب سے زیادہ تم جس چیز پر اُجرت لینے کے حقدار ہو وہ کتاب اللہ ہے۔

جو لوگ تعلیم قرآن پر اُجرت کے قائل نہیں ہیں ان کی دلیل یہ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا :

اقرؤا القرآن ولا تاکلوا به . (۲)

قرآن پڑھو اور اس کے ذریعہ نہ کھاؤ۔

۲) حضرت عثمان بن ابی العاص ؓ سے آپ ﷺ نے فرمایا :

ان اتخذ مؤذنا فلا یاخذ علی أذانه اجراً . (۳)

اگر تو مؤذن بنے تو اس پر اُجرت نہ لینا۔

لیکن یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ سلف صالحین اور امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں علماء ارباب افتاء کو اپنی ضروریات کی تکمیل اور زندگی گذارنے کے لئے بیت المال کی جانب سے وظائف ، جاگیریں اور بڑی اعانتیں مقرر تھیں جس سے فراخی اور وسعت کے ساتھ ان کی ضروریات پوری ہو جاتی تھیں، خلافت راشدہ کے اختتام ، مملکت کی اسلامی تعلیمات سے دوری اور خدا ناترس بادشاہوں سے علماء کے استغناء کی بنا پر یہ صورت ختم ہوگئی اور ان کے لئے بظاہر اپنی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے کوئی سہارا باقی نہ رہا۔

ان حالات میں یہ بات ناگزیر ہوگئی کہ بڑی مصلحتوں کے تحفظ کے لئے دینی خدمات پر اُجرت لینے کی اجازت دی جاتی ، چنانچہ فقیہ ابواللیث کا مشہور قول ہے کہ میں تین چیزوں کو ناجائز سمجھتا تھا اور اس کا فتویٰ دیتا تھا، جن میں سے ایک تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کا مسئلہ بھی ہے، مگر پھر تعلیم قرآن کے ضائع ہونے کے اندیشہ سے اس کی اجازت دے دی۔ (۴)

مگر اس وقت یہ اجازت صرف تعلیم قرآن کی حد تک تھی جیسا کہ صاحب کنز جو ساتویں صدی کے ہیں اور صاحب ہدایہ جو چھٹی صدی کے ہیں، کی آراء سے معلوم ہوتا ہے پھر مختصر وقایہ کے مصنف نے جن کی وفات ۶۷۳ھ میں ہے، تعلیم فقہ پر اُجرت کو جائز قرار دیا، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ امامت، اذان اور ہر قسم کی دینی تعلیم کے لئے اُجرت لینا درست اور جائز قرار پایا، علامہ شامی کے

(۱) بخاری ، عن ابن عباسؓ ، حدیث نمبر : ۵۷۳۷
(۲) حوالۂ سابق
(۳) ترمذی ، حدیث نمبر : ۲۰۹
(۴) رسائل ابن عابدین

رسائل جو "رسائل ابن عابدین" سے معروف ہیں، میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں :

ائمہ ثلاثہ ابوحنیفہؒ، ابویوسفؒ و محمدؒ کی تمام منقول روایتیں اس پر متفق ہیں کہ طاعت پر اجیر رکھنا باطل ہے، لیکن ان حضرات کے بعد جو اہل تخریج و ترجیح گذرے ہیں، انھوں نے تعلیم قرآن پر اُجرت کے جائز ہونے کا فتویٰ ضرورۃً دے دیا، اس لئے کہ پہلے معلموں کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے جو ختم ہوگئے، پس اگر اُجرت دینے اور لینے کو ناجائز کہا جائے تو قرآن کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، جس میں دین کا ضیاع ہے، اس لئے کہ معلمین بھی تو کھانے کمانے کے محتاج ہیں، اصحاب تخریج و ترجیح ان حضرات کے بعد گذرے، انھوں نے اذان و اقامت کے بارے میں جواز اُجرت کا فتویٰ دے دیا، اس لئے کہ یہ دونوں شعائر دین میں سے ہیں، اس لئے ضرورۃً ان دونوں کے بارے میں بھی اُجرت لینا جائز قرار دیا، پس یہ ان لوگوں کے فتاویٰ ہیں جو امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے بعد گذرے ہیں اور یہ انھوں نے اس یقین کے ساتھ دیا کہ اگر وہ حضرات بھی ان کے دور میں ہوتے تو وہ بھی یہی کہتے اور اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیتے، تمام متون و شروح و فتاویٰ، بالاتفاق اس بات کو نقل کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا چیزوں کے علاوہ اور چیزوں پر اُجرت لینا جائز نہیں اور اس کی علت، ضرورت بیان کرتے ہیں، یعنی "دین ضیاع کا خطرہ" اور اس علت کی ان حضرات نے تصریح کی۔(۱)

اس کے علاوہ تعلیم قرآن پر اُجرت کے جائز ہونے کی جو منصوص دلیلیں اور نظیریں ہیں وہ بھی بہت قوی ہیں، اس کے برخلاف روایات تعلیم قرآن پر اُجرت کے نادرست ہونے کو بتلاتی ہیں وہ عموماً مبہم ہیں اور اس مقصد میں واضح نہیں نیز ان کی تطبیق کی یہ شکل بہت بہتر ہے کہ جس سے جائز نہ ہونا معلوم ہوتا ہے، اس کو تقویٰ پر محمول کیا جائے اور یہ حکم ان علماء کے بارے میں ہو جو اس کے ضرورت مند نہ ہوں اور اس سے مستغنی ہوں اور جہاں اجازت ہے، وہ از روئے فتویٰ ہو اور ان لوگوں کے لئے جو واقعی اس کے ضرورت مند ہیں، جیسا کہ بیہقی کی روایت میں ہے: جن چیزوں پر تم اُجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اُجرت کا حقدار قرآن مجید ہے، احق ما اخذتم علیه اجراً کتاب الله ۔(۲)

احناف کے یہاں ناجائز ہونے کے باوجود چوں کہ ضرورۃً اس کی اجازت دی گئی ہے، اس اس لئے انھیں اُمور میں اُجرت لینی درست ہوگی جو ایک طرف تو ایسی ضرورت ہو کہ اس کو نظر انداز کر دینے سے دین کی بڑی مصلحتوں کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو، دوسری طرف وہ کام خود ایسا ہو کہ اس کے لئے مستقل وقت درکار ہو۔

ایصال ثواب کی اُجرت

ایصال ثواب پر اُجرت لینا درست نہیں، اس لئے کہ یہ نماز اور تعلیم قرآن کی طرح کوئی ضرورت نہیں اور فتاویٰ قاضی خاں میں تو صراحت ہے کہ تلاوت قرآن وغیرہ کی اُجرت لے لینے کے بعد اس کا کوئی اجر و ثواب باقی نہیں رہتا جو خود پڑھنے والے کو ملے، یا وہ اس بات کا حقدار ہو کہ کسی زندہ یا مردہ تک پہنچائے، چنانچہ علامہ

---

۱) رسائل ابن عابدین :۱/۱۴۱

۲) المیزان الکبریٰ :۲/۱۰۹، کتاب الاجارہ، امام عبدالوہاب شعرانی کا رجحان بھی دونوں حدیث میں تطبیق دینے کی طرف ہے۔

شامی نقل کرتے ہیں :

وقد قال القاضی خان إذا اخذ الاجر فی مقابلة الذکر یمنع استحقاق الثواب ومثله فی فتح القدیر فی اخذ المؤذن الاجر ولو علم انه لا ثواب له لم یدفع فلسا واحد فصاروا یتوصلون الی جمع الحطام الحرام بوسیلة الذکر والقرآن وصار الناس یعتقدون ذالک من اعظم القرب وهو من اعظم القبائح . (۱)

قاضی خان نے کہا ہے کہ ذکر کے مقابلہ میں جب اُجرت لی جائے تو ثواب کا استحقاق باقی نہیں رہے گا، یہی بات فتح القدیر میں مؤذن کی اُجرت کے سلسلہ میں ہے اور اگر (پڑھوانے والوں کو) علم ہو جائے کہ اس کا ثواب نہیں تو وہ ایک پیسہ نہیں دیں گے، لہٰذا یہ لوگ ذکر وقرآن کو حیلہ بنا کر مالِ حرام جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں، لوگ اسے بڑے ثواب کی بات سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہ بدترین کام ہے۔

علامہ شامیؒ نے جن کو ماضی قریب کے فقہاء وعلماء میں خاص امتیاز وشہرہ حاصل ہے، فرماتے ہیں :

وقد اطبقت المتون والشروح والفتویٰ علی نقلهم بطلان الاستیجار علی الطاعات الافیما ذکرو عللوا ذلک بالضرورة وهی خوف ضیاع الدین وصرحوا بذلک التعلیل فکیف یصح ان یقال ان مذهب المتاخرین صحة الاستیجار علی تلاو ة المجردة مع عدم الضرورة المذکورة فانه لو مضی الدهر ولم یستاجر احد احدا علی ذلک لم یحصل به الضرر بل الضرر صار فی الاستیجار علیه صار القرآن مکسبا حرفة یتجر بها وصار القاری منهم لا یقرأ إلا للأجرة وهو ریاء المحض الذی هو ارادة العمل لغیر الله تعالیٰ فمن این یحصل له ثواب الذی طلب المستاجر ان یهدیه . (۲)

متون، شرحیں اور فتاویٰ اس بات پر متفق ہیں کہ مذکورہ چیزوں کے علاوہ طاعات میں، کسی کو اُجرت پر رکھنا ناجائز ہے اور اس کی وجہ انھوں نے ضرورت بتائی ہے یعنی دین کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ اور ان لوگوں نے اس وجہ کی تصریح کر دی ہے، پھر یہ کہنا کیوں کر درست ہوگا کہ متاخرین کا مذہب مذکورہ ضرورت کے بغیر بھی محض تلاوتِ قرآن پر اُجرت لینے کا جواز ہے؟ اس لئے کہ اگر ایک زمانہ گذر جائے اور کوئی کسی کو اس کام کے لئے اُجرت پر نہ رکھے تو بھی کوئی نقصان نہ ہوگا، بلکہ نقصان اس پر اُجرت لینے میں ہوگا کہ قرآن ذریعہ معاش بن جائے گا، اس کے ذریعہ تجارت کی جانے لگے گی اور قرآن پڑھنے والا انھیں میں سے ہو جائے گا، وہ خالصتاً اللہ کے لئے کچھ بھی نہ پڑھے گا، بلکہ محض اُجرت کے لئے پڑھے گا اور یہ محض ریاء ہے جس میں غیر اللہ کے لئے عمل کرنا مقصود ہے، پھر وہ خود ہی کہاں ثواب کا مستحق ہوگا کہ اُجرت پر رکھنے والا اس سے اجر کا طلب گار ہوگا؟

علامہ رملیؒ نے اسے بدعت قرار دیا ہے، علامہ بدرالدین عینیؒ نے بنایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے :

الآخذ والمعطی آثمان فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالأجرة لایجوز . (۳)

(۱) رسائل ابن عابدین: ۱/۱۳-۱۴ (۲) شرح عقود رسم المفتی: ۳۷ (۳) دیکھئے: ردالمحتار: ۹/۷۷، باب الاجارة الفاسده

لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہیں، حاصل یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں اُجرت پر قرآن کے پڑھنے کا جو رواج ہو گیا ہے وہ ناجائز ہے۔

اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کا فتویٰ ہے:

صورت اول ایں کہ ثواب قرآن خواندہ خود را بعوض مبلغ کذا بدست کسے بہ فروشند، ایں صورت محض باطل است، بالا جماع اہل سنت، صورت دوم آں کہ شخصے را برائے ختم نمودن قرآن بمزدوری بگیرند و ثواب آں ختم بمستاجر برسد، وایں صورت نزد حنفیہ جائز نیست۔(۱)

پہلی صورت خود پڑھے ہوئے قرآن کا ثواب اتنی رقم کے بدلے کسی شخص سے فروخت کردے قطعاً باطل ہے اور اس پر اہل سنت کا اجماع ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی اور شخص کو قرآن ختم کرنے کی مزدوری پر رکھے اور اس ختم کا اجر مزدوری پر رکھنے والے کو پہنچائے، یہ صورت احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

اس لئے ایصالِ ثواب پر اُجرت لینا درست نہیں۔

وعظ و پند کی اُجرت

اسی حکم میں اتفاقی وعظ اور تقریر وغیرہ بھی شامل ہیں اور ان پر اُجرت لینا جائز نہیں، اس لئے کہ اس کی وجہ سے کوئی شعار دینی متاثر نہیں ہوتا، نہ دین کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، ہاں اگر کسی کو خاص اسی کام کے لئے رکھ لیا جائے اور وعظ و نصیحت تبلیغ و دعوت ہی اس کی مستقل ذمہ داری اور ڈیوٹی قرار پائے تو اب اس پر اُجرت لینی جائز ہوگی۔

تراویح کی اُجرت اور اس کے جواز و عدم جواز کی صورتیں

اسی طرح نماز تراویح میں قرآن مجید کے ختم کرنے پر اُجرت لینا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نماز تراویح میں ختم قرآن پاک کچھ ضروری نہیں، سنت مؤکدہ تراویح کی نماز ہے اور وہ عام چھوٹی سورتوں میں بھی ادا کی جاسکتی ہے، اس لئے ضرورت نہیں پائی گئی، جیسا کہ ابھی علامہ شامی کی تصریح گذر چکی ہے کہ جہاں دین کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو وہاں محض تلاوت قرآن پاک پر اُجرت لینا دینا صحیح نہیں ہوگا۔

ہاں اگر حافظ قرآن کی طرف سے کچھ مطالبہ نہ ہو اور نہ ایسا ہو کہ حافظ صاحب اسی توقع پر گئے ہوں کہ اگر ان کو یہ اُجرت نہ دی جاتی تو وہ قرآن نہ پڑھتے، یا ان کو ناگوار خاطر ہوتا، پھر لوگوں نے یہ رقم بطیب خاطر پیش کی ہو تو اُمید ہے کہ اس کے لینے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔

ہمارے زمانہ میں چوں کہ اس کا تعامل بہت زیادہ ہو گیا ہے اور حفاظ قرآن بھی اپنی معاشی حالت کے اعتبار سے تعاون کے مستحق ہوتے ہیں، اس لئے جواز کے لئے یہ حیلہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ تراویح کے ساتھ ان کو ایک دو وقت کی نماز کے لئے امام مقرر کر دیا جائے اور تراویح میں جو کچھ دینا مقصود ہو اسے امامت کی تنخواہ کے بطور دے دیا جائے، مولانا تھانویؒ اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے بھی لکھا ہے۔(۲)

مدرسین اور ائمہ کی تعطیلات اور رخصتوں کی تنخواہ کا مسئلہ

یہاں ایک مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ مدرسین اور خادمین دین جن کو ہفتہ میں ایک دن تعطیل کا ہوا کرتا ہے، یا سال میں بعض طویل تعطیلات دی جاتی ہیں ان تعطیل کی تنخواہ دی جائے گی یا نہیں؟

---

(۱) فتاوی عزیزی: ۱/۸

(۲) کفایت المفتی: ۳/۳۶۵

تو اس سلسلہ میں یہ اُصول ذہن میں رکھنا چاہئے کہ مدرسہ کی انتظامیہ کی حیثیت عوام کی طرف سے وکیل اور نمائندہ کی ہے اور مدرسین بالواسطہ عوام کے اجیر ہوتے ہیں، اس طرح چندہ دینے والے عام لوگ و مدرسین کے لئے جتنے دنوں کی رخصت باتنخواہ اور عام تعطیل کو گوارا کریں اتنے دنوں اساتذہ کے لئے اس کا حق حاصل ہے، یہی حال بیماری کی رخصت کا بھی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ہر چندہ دینے والے سے اس کی تحقیق اور اس پر رائے لینا بہت دشوار ہے، ان حالات میں عرف و عادت کا اعتبار ہے اور عرف یہ ہے کہ مدرسہ کی بڑی تعطیلات عموماً مشہور ہیں اور باتنخواہ اتفاقی اور مرض کی وجہ سے رخصت کا ضابطہ بھی عام ہے، اس کے باوجود عام مسلمان مدرسوں کا تعاون کرتے ہیں، اور اس پر اعتراض نہیں کرتے، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انھیں یہ رخصتیں اور تعطیلات گوارا ہیں، لہٰذا ان کی تنخواہ لینی اور دینی جائز ہوگی، ـــــ علامہ ابن نجیم مصریؒ نے ''العادۃ محکمۃ'' کے اُصول کے تحت اسے جائز رکھا ہے اور یہی رائے فقیہ ابواللیث کی بھی ہے، اور اسی کو علامہ شامیؒ نے اختیار کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

حیث کانت البطالۃ فی یوم الثلثاء والجمعۃ وفی رمضان والعیدین یحل الاخذ وکذا لو بطل فی یوم غیر معتاد لتحریر درس الا إذا نص الواقف علی تقیید الدفع بالیوم الذی یدرس فیہ …… قال الفقیہ ابواللیث ان یاخذ الاجر من طلبۃ العلم فی یوم لا درس فیہ ارجو ان یکون جائزاً۔ (۱)

جہاں منگل اور جمعہ کو، نیز رمضان و عید میں تعطیل رہا کرتی ہے، ان دنوں کی تنخواہ لینا حلال ہے، ایسے ہی اگر خلاف عادت کسی دن درس بند کرنے کے لئے فرصت دیدی تو بھی تنخواہ لے سکتا ہے، سوائے اس کے کہ وقف کرنے والے نے صرف انھیں ایام کی تنخواہ دینے کی تصریح کر دی ہو، جس میں درس ہوا کرتے ……فقیہ ابواللیث نے کہا کہ اگر استاذ طلباء سے ایسے دن کی اُجرت بھی لے جس میں درس نہ ہوا ہو تو اُمید ہے کہ وہ جائز ہوگا۔

جزوِ عمل کو اُجرت بنانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُجرت کے سلسلہ میں جو ہدایات دی ہیں، ان میں ایک حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی جفتی کی اُجرت اور قفیز طحان سے منع فرمایا ہے، (۲) قفیز طحان سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں یوں سمجھا جائے کہ قفیز ایک پیمانہ تھا، جس سے چیزوں کی مقدار متعین کی جاتی تھی اور طحان کے معنی ہیں آٹا پیسنے والے کے، رواج یہ تھا کہ لوگ آٹا پیسنے والے کو گیہوں وغیرہ دیتے، اور کہتے کہ اسی میں سے اتنے قفیز تمہاری اُجرت ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی صورت کو منع فرمایا، فقہاء نے اس ممانعت کے دائرہ کو وسیع کیا اور یوں کہا کہ عامل ہی کے عمل کے ایک جزء کو اُجرت بنانا درست نہیں، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور بعض اور فقہاء اس کی ممانعت کے قائل ہیں، (۳) امام احمدؒ، اوزاعیؒ اور بعض اور فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں، (۴) امام مالکؒ سے دونوں طرح کے اقوال نقل کئے گئے ہیں، (۵) جن حضرات نے اس روایت کو قبول نہیں کیا

---

(۱) ردالمحتار: ۳/۳۸۰
(۲) سنن البیہقی مع الجوھر النقی: ۵/۳۳۹، دار قطنی مع التعلیق، المغنی: ۳/۴۵
(۳) اعلاء السنن: ۱۶/۱۸۳، باب قفیز الطحان
(۴) عمدۃ القاری: ۱۲/۱۲۶
(۵) تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۳۲۰

ہے، ان کے پیش نظر یہ حدیث پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی، ابن حجر نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، (۱) اور علامہ ابن قدامہ مقدسی نے ابن عقیل سے نقل کیا ہے کہ یہ درجۂ استدلال کو نہیں پہنچتی، هذا الحديث لا نعرفه ولا يثبت عندنا حجيته۔ (۲)

اس اختلاف کی وجہ سے جن مسائل میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں :

۱) ایک شخص اپنا جانور دوسرے کے حوالے کرے کہ وہ اس کی پرورش کرے اور جو بچہ جانور کو پیدا ہو، وہ ان دونوں کے مابین مقررہ تناسب کے مطابق تقسیم ہو جائے، جن حضرات نے ''قفیز طحان'' والی صورت کو جائز قرار دیا ہے، ان کے نزدیک یہ صورت بھی جائز ہوگی اور جن حضرات نے اس سے منع کیا ہے وہ اس صورت کو بھی منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جانور کے بچے اور دودھ جانور کے اصل مالک کی ملکیت ہیں اور دوسرا شخص جانور کی پرورش کی معروف اُجرت کا حقدار ہے۔ (۳)

ہندو پاک کے علاقہ میں جانوروں کے معاملہ میں جس طرح یہ مروج ہے، اس کے تحت عرف کی رعایت کرتے ہوئے اس کی اجازت ہونی چاہئے۔

۲) اگر بنکر کو سوت دیا جائے کہ وہ اس سے کپڑے بن دے اور آدھا کپڑا بطور اُجرت لے لے، یہ صورت مانعین کے نزدیک جائز نہیں، مجوزین کے نزدیک جائز ہے اور احناف میں بھی مشائخ بلخ نے عرف کی رعایت کرتے ہوئے اس کی اجازت دی ہے۔ (۴)

۳) درزی کو کپڑا دیا کہ وہ اسے چھانٹے اور سلے، پھر اسے فروخت کرے اور اس پر جو نفع حاصل ہو اس کی محنت کے بدلہ حاصل ہونے والے نفع کے نصف کا وہ حقدار ہوگا —— یہ صورت بھی امام احمدؒ کے نزدیک جائز ہوگی۔ (۵)

۴) قصاب سے جانور ذبح کرایا جائے اور اُجرت طے کی جائے کہ چمڑا بطور اُجرت دے دیا جائے گا یا گیہوں وغیرہ پیسنے کو دیا اور معاملہ اس طرح طے پایا کہ بھوسا یا خود آٹے کی ایک مقدار بطور اُجرت ادا کی جائے گی۔ (۶)

۵) روئی، زیتون وغیرہ کے پھل توڑنے پر مزدور رکھا اور اس کے لئے توڑے جانے والے پھل اور روئی ہی سے کچھ حصہ کو اُجرت مقرر کیا، (۷) ہمارے زمانہ میں کھیت کی کٹائی اور پھل توڑوائی میں بھی اسی طرح اُجرت مقرر کی جاتی ہے۔

۶) آج کل مختلف تجارتوں میں کمیشن کا طریقہ مروج ہو گیا ہے، یعنی کمپنی اپنا مال فروخت کرنے والوں کو بجائے تنخواہ متعین کرنے کے فیصد متعین کر دیتی ہے، کہ مثلاً جتنی فروخت ہوگی، اس کا دس فیصد اسے بہ طور اُجرت دیا جائے گا، یہ مسئلہ بھی اسی اختلاف رائے پر مبنی ہوگا۔

بہت سے دینی اور عصری اداروں میں جو لوگوں کے تعاون پر چلا کرتے ہیں، اب یہ طریقہ مروج ہوتا جا رہا ہے کہ انھیں متعینہ تنخواہ دینے کے بجائے کچھ فیصد اُجرت دے دی جائے، اس میں مدرسہ والے اپنے لئے یہ عافیت سمجھتے ہیں کہ اگر تنخواہ مقرر کی جائے تو ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ محنت میں کمی کرے، کیوں کہ اسے بہر حال

(۱) الدراية على هامش الهداية:۳/۲۸۹
(۲) المغنی :۵/۸
(۳) المغنی:۵/۷
(۴) عناية على الهدايه على هامش فتح القدير :۴۰-۳۹
(۵) اعلاء السنن :۱۶/۱۷۸
(۶) الفقه الاسلامی وادلته:۴/۷۵۱
(۷) عمدة القاری :۶/۱۶۶

متعینہ اُجرت ادا کرنی ہے، یہ تناسب اُجرت اسے محنت کرنے پر مجبور کرتی ہے اور مدرسہ کا نقصان نہیں ہوتا، کام کرنے والوں کے پیش نظر یہ بات ہوتی ہے کہ جتنی محنت کریں گے، اتنی زیادہ انھیں اُجرت ملے گی، اس لئے دونوں ہی فریق اس میں اپنے لئے عافیت محسوس کرتے ہیں، بدقسمتی سے بعض مقامات پر دیانت و امانت کی کمی اور خدا ترسی کے فقدان کی وجہ سے لوگ ایسا تناسب متعین کر لیتے ہیں جو ان مدات کے مفاد میں نہیں ہوتا جن کے لئے لوگ رقمیں دیا کرتے ہیں، اس لئے یہ مسائل موجودہ دور میں علماء کے لئے گہرے فکر اور توجہ کے طالب ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: راقم الحروف کی تالیف ''اسلام اور جدید معاشی مسائل:۳۱۹-۳۲۳)۔

تعویذ پر اُجرت

تعویذ کی حیثیت چوں کہ علاج کی ہے، اس لئے فقہاء نے تعویذ پر لی جانے والی اُجرت کو جائز اور صحیح قرار دیا ہے،(۱) اس کے جواز کے لئے اس حدیث کو بھی دلیل بنایا گیا ہے، جس کا اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

ان احق ما اخذتم عليه اجراً كتاب الله .

اُجرت کے لئے سب سے زیادہ مناسب کتاب اللہ ہے۔

لیکن ابن شہاب زہری اور بعض فقہاء نے اس کو تعلیم قرآن مجید پر اُجرت حاصل کرنا قرار دیا اور یہ ناجائز کہا ہے،(۲) اس لئے اس سے بچنا بہتر ہے۔

ناجائز کاموں کی ملازمت

جس طرح خود کسی ناجائز اور خلاف شرع کام کرنا درست نہیں اسی طرح ایسے کاموں میں ملازمت اور تعاون بھی درست نہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے والے کی طرح شراب نچوڑنے والے، پینے والے، اٹھانے والے، وہ جس کے لئے اٹھا کر لے جائی جائے، پلانے، فروخت کرنے والے اس کی قیمت کھانے والے، خریدنے والے اور وہ جس کے لئے خریدی جائے ان سب پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔(۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے انگور کو فصل کٹنے پر روک رکھا، تا کہ وہ کسی یہودی اور عیسائی یا ایسے شخص کے ہاتھ بیچ دے گا جو اس سے شراب بناتا ہو تو وہ جانتے بوجھتے آگ میں گھس پڑا۔(۴)

اس لئے بینک، انشورنس، شراب خانوں، قحبہ خانوں کی ایسی ملازمت جائز نہیں ہوگی جس میں آدمی سود، قمار، شراب یا قحبہ کے کاروبار کا ذریعہ بنے اس کی طرف لوگوں کو دعوت دے، سود کے حساب و کتاب لکھے، ہاں چپراسی وغیرہ کی ملازمت کی جا سکتی ہے، کیوں کہ اس کا براہ راست اس کاروبار سے کوئی تعلق نہیں۔

غیر اسلامی ملک میں کلیدی عہدہ عدلیہ کی ملازمت

ایک اہم سوال یہ ہے کہ ایک غیر اسلامی مملکت کے کلیدی عہدوں، صدارت، وزارت تحفظ و دفاع، عدلیہ اور رکنیت، پارلیامنٹ وغیرہ پر فائز ہونا جائز ہوگا یا نہیں؟ جب کہ ایک سیکولر اور غیر مذہبی ریاست ہونے کے لحاظ سے اسے اسلامی قانون اور منصوص احکام کے خلاف فیصلوں میں شریک ہونا اور اس کی تنفیذ کا ذریعہ بننا پڑے گا۔

---

(۱) دیکھئے: الجامع لاحکام القرآن:۱۰/۱۵-۱۶،بدرالدين عيني ، البنايه:۳/۶۵۳،فتاوىٰ عزيزيه :۴۳

(۲) عمدة القارى :۵/۶۷۴

(۳) ابن ماجه : باب لعنة الخمر على عشرة أوجه ، رقم الحديث :۳۳۸۰

(۴) طبرانى فى الاوسط

اُصولی طور پر ظاہر ہے یہ بات جائز نہ ہوگی، اس لئے کہ معصیت کی ملازمت سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ وہ کسی گنہگارانہ اور خلاف شرع بات کا اور اس کے نفاذ وترویج کا ذریعہ بنے اور عملاً حاکمیت الٰہی کا انکار کرے۔

مگر اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر مسلمان ایسی ملازمتوں سے یکسر کنارہ کش اور سبکدوش ہوجائیں تو اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ اسلام کے بچے کھچے آثار اور مسلمانوں کے دینی، تہذیبی اور دنیوی مفادات کا تحفظ دشوار ہوجائے گا اور مسلمان اس مملکت میں سیاسی اعتبار سے مفلوج، تہذیبی اور مذہبی لحاظ سے مجبور اور اچھوت شہری بن کر رہ جائیں گے، اس لئے اس عظیم تر مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے عہدوں کو بھی قبول کیا جائے گا، بلکہ مصلحتاً ان کے حصول کی سعی کی جائے گی، البتہ دل میں اس ''غیر اسلامی نظام'' کی طرف سے ایک چبھن، اس پر بے اطمینانی اور اسلام کی بالاتری کا احساس تازہ رہنا چاہئے اور موجودہ حالات کو ایک ''مجبوری'' کے طور پر گوارا کرتے رہنا چاہئے۔

اس کی دلیل حضرت یوسف علیہ السلام کا فرعون مصر کے خزانے کی وزارت کی ذمہ داری قبول کرنا، بلکہ اس کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا ہے، چنانچہ فقہاء کے یہاں بھی ایسی نظیریں موجود ہیں، مثلاً یہ کہ زکوٰۃ کی تقسیم کا کام ایسے شخص کو لے لینا باعث اجر قرار دیا جو عدل کے ساتھ اس کام کو کرسکتا ہو، تاکہ ظلم سے تحفظ ہوسکے۔

ویوجر من قام بتوزیعها بالعدل ...... بان یحمل کل واحد بقدر طاقته لانه لو ترک توزیعها الی الظالم ربما یحمل بعضهم مالا یطیق فیصیر ظلماً علی ظلم ففی قیام العارف بتوزیعها بالعدل تقلیل للظلم فلذا یوجر . (۱)

وہ شخص ماجور ہوگا جو عدل کے ساتھ تقسیم کا فریضہ انجام دے ...... کہ وہ ہر ایک پر اس کی طاقت کے بقدر لازم کرے، اس لئے اگر وہ اس کی تقسیم کا کام کسی ظالم کو سونپ دے تو بسا اوقات وہ بعض لوگوں پر ان کی طاقت سے زیادہ لازم کردے گا اور یہ ظلم بالائے ظلم ہوجائے گا، لہٰذا ایسے آدمی کا اس ذمہ داری کو قبول کرنا جو عدل کے ساتھ تقسیم سے واقف ہو ظلم کو کم کرے گا اس لئے وہ ماجور ہوگا۔

اجازت

''اجازت'' کے معنی کسی چیز کو درست اور جائز قرار دینے کے ہیں۔

فقہ کی کتابوں میں اس کا استعمال نکاح فضولی وغیرہ کے مسائل میں آتا ہے اور وہ یہ کہ اگر ایک تیسرا شخص خود اپنی رائے سے کسی آدمی کا نکاح کردے اور بعد کو چل کر اس کو اس کی اطلاع دے تو اسے اختیار ہوگا، اگر چاہے تو اس نکاح کی اجازت دے دے اور اس کر برقرار رکھے ورنہ مسترد کردے۔ (۲)

اجبار

''اجبار'' کے معنی مجبور کرنے کے ہیں، بعض حالات میں شریعت حقوق کی نگہداشت اور مصالح کی رعایت کی غرض سے بعض افراد کو بعض پر ولی اور نگراں کا درجہ دیتی ہے، ''یہ ولی'' عام فقہاء کے یہاں دو طرح کے ہوتے ہیں، ولی مجبر اور ولی غیر مجبر، ولی مجبر کو ولایت اجبار حاصل ہوتی ہے اور ولی غیر مجبر کو نہیں، ولی مجبر اپنے اختیار کو استعمال کرنے میں میں اپنا آپ مالک ہوتا ہے،

(۱) ردالمحتار قبیل باب المصرف من کتاب الزکوٰۃ

(۲) المختصر للقدوری :۱۶۳

''ولی غیر مجبر'' اپنی مرضی کو نافذ کرنے میں اپنے ماتحت سے استمزاج کا پابند ہوتا ہے۔

نکاح میں ولایت اجبار

امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ''ولایت اجبار'' یہ ہے کہ ولی اپنی بات ماتحت پر نافذ کرنے کے موقف میں ہو، خواہ وہ اس پر رضامند ہو یا نہ ہو، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ہر ''ولی'' کو ''ولایت اجبار'' حاصل ہے، یعنی ہر ولی اپنے اقدام میں آزاد ہے اور ماتحت کو آمادہ کرنے کا پابند نہیں، ان اولیاء کی فہرست میں جس طرح باپ دادا ہیں، اسی طرح علی الترتیب دوسرے اقرباء چچا بھائی وغیرہ بھی ہیں، یہ ولایت اور نگرانی کا حق نابالغ لڑکے اور لڑکی اور پاگل مرد وعورت چاہے بالغ ہوں یا نابالغ پر حاصل ہوتا ہے ولی ان کا نکاح ان کی رضامندی کے بغیر بھی کرسکتا ہے۔

فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر باپ دادا نے نابالغی میں بحالت ہوش وحواس نکاح کردیا اور وہ پہلے اپنے اختیارات کے غلط استعمال میں بدنام نہیں ہے، تو اب وہ نکاح لازم ہوجائے گا اور بالغ ہونے کے بعد وہ اس نکاح کے باقی رکھنے یا مسترد کردینے کے حقدار ہوں گے، اسی کو فقہ کی اصطلاح میں ''خیارِ بلوغ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔(۱)

اجتہاد

اسلامی شریعت ایک ابدی شریعت ہے، یہ قیامت تک آنے والے مسائل کا حل ہے اور خدا کی طرف سے آیا ہوا وہ آخری دین ہے کہ اب اس کے بعد کسی نئے دین اور نئی شریعت کی حاجت نہیں رہی، ''إن الدین عند اللہ الاسلام'' جہاں ابدیت اور دوام اور ہر زمانہ و ہر عہد میں قیادت و رہبری کی صلاحیت اس شریعت کا امتیاز ہے، وہیں اس کا بڑا وصف اس کی جامعیت، مسائل زندگی میں تنوع کے باوجود رہنمائی اور توازن واعتدال کے ساتھ ان کا حل ہے، خلوت ہو یا جلوت، ایوانِ سلطنت اور قصر حکومت ہو یا مفلس کا خانۂ بے چراغ، حاکم ہوں یا محکوم، دیوانِ قضا کی میزان عدل ہو یا ادب وسخن کی بزم ہو یا حق و باطل کا رزم ہو یا خدا کی بندگی اور اس کے حضور نالۂ نیم شبی اور آہ سحر گاہی ہو یا بندگانِ خدا کے حقوق ہوں کون سا مرحلہ ہے جس کو اس نے اپنے نور ہدایت سے محروم رکھا ہے اور زندگی کا کون سا عمل ہے جس کا سلیقہ اس شریعت نے نہیں سکھایا ہے —— حقیقت یہ ہے کہ تہذیب کی جو تجلی آج انسانیت کی اُفق پر نظر آتی ہے اور تمدن وشائستگی کے جو کچھ مظاہر آنکھوں کو ٹھنڈی کرتے ہیں وہ سب اسی دین کے چشمۂ صافی کی لائی ہوئی بہار اور پیغمبر اسلام کے خورشید رسالت کی تابانیاں اور جلوہ سامانیاں ہیں اور انسانی سماج میں جہاں جو ناشائستگی نظر آتی ہے وہ اسی چشمۂ فیض سے محرومی اور بے التفاتی کا نتیجہ ہے۔

لیکن سمندر کی طرح رواں دواں اور پہاڑ کی پگڈنڈیوں کی طرح نشیب وفراز کی حامل بلکہ ان سے بڑھ کر تغیر پذیر انسانی زندگی ہمیشہ اور ہر مسئلہ میں رہبری آسان نہیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مقاصد طے کردیئے جائیں، لیکن وسائل و ذرائع کا حکم متعین کرنے میں لچک رکھی جائے اسلام کے بنیادی مأخذ قرآن و حدیث نے یہی کیا ہے، تجارت کا پورا نظام اس بات پر مبنی ہے کہ نکاح عفت وعصمت اور محبت وسکون کا سامان ہو، انفاق کی تمام صورتوں کا منشاء غرباء کی بہتر طور مدد ہے، عدل و قضا کے تمام احکام کی روح بے قصور کا بری الذمہ ہونا اور ظالم کا ماخوذ ہونا ہے، امارت وامامت کا مقصد عدل کا قیام، ظلم کا سدباب اور مسلمانوں کی ہیئت اجتماعی کی حفاظت ہے۔

(۱) ہدایہ:۲/۳۲۰، الفقہ علی المذاہب الاربعہ:۴/۲۹-۳۰، اقسام الولی

شریعت اسلامی کی یہی ابدیت، جامعیت اور وسائل و ذرائع سے متعلق لچک دار رہبری "اجتہاد" کی ضرورت پیدا کرتی ہے، اجتہاد کے ذریعہ بدلے ہوئے حالات و ادوار میں شریعت کے اصل منشاء و مقصد کو سامنے رکھ کر نو پیدا اور تغیر پذیر جزئیات و مسائل اور ذرائع و وسائل کی بابت رہنمائی کا فرض انجام دیا جاتا ہے، مثلاً شریعت نے کسی معاملہ کو ثابت کرنے کے لئے گواہان کی شہادت کو ضروری قرار دیا ہے، انصاف کا حصول اس بات پر موقوف ہے کہ گواہان سچے ہوں، امام ابوحنیفہؒ نے اس بات کو یقینی بنانے کے لئے یہ اُصول مقرر کیا کہ جو گواہ عدالت میں پیش ہوں، ان کا تزکیہ کیا جائے، خفیہ و اعلانیہ ہر دو طرح اس بات کی تحقیق کی جائے کہ یہ گواہان فاسق نہیں ہیں، لیکن بعد کو فقہاء نے دیکھا کہ اب فسق اس قدر عام ہوگیا ہے کہ اب تزکیہ اور گواہوں کے سلسلہ میں یہ اُصول انصاف رسانی میں معاون ہونے کے بجائے انصاف کے حصول کو اور مشکل بنا دیتا ہے، چنانچہ بعد کے فقہاء نے "تزکیہ" کی شرط کو گواہی قبول کرنے کے لئے شرط نہیں مانا ہے، یہی کارِ اجتہاد ہے، شریعت کا اصل منشاء انصاف رسانی ہے، لیکن یہ مقصد کبھی تزکیہ کے ذریعہ پورا ہوتا ہے، کبھی تزکیہ سے صرف نظر کر کے، مجتہد شریعت کے اصل منشاء کو پیش نظر رکھ کر ان معاملات میں جن کے متعلق نص کی صریح ہدایات موجود نہیں، طریق کار کی بابت احکام مقرر کرتا ہے —— اس سے اجتہاد کی اہمیت و ضرورت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اجتہاد، لغت و اصطلاح میں

"اجتہاد" کا لفظ "جہد" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی مشقت وکلفت کے ہیں: اس لئے کسی ایسے کام میں پوری پوری کوشش صرف کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں جو کلفت و مشقت کا باعث ہو، رائی کا دانہ اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھا جائے تو اہل لغت اس کو "اجتہاد" نہیں کہتے، لیکن چکی کے پتھر اٹھانے کو اجتہاد کہتے ہیں کہ اس میں کلفت و مشقت ہے۔ (۱)

اصطلاح میں اجتہاد یہ ہے کہ احکام شرعیہ کی تحقیق کے لئے وہ آخری درجہ کی سعی کی جائے کہ بہ ظاہر اس سے زیادہ سعی و کوشش ممکن نہ ہو (۲) —— شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اجتہاد کی حقیقت کو نسبتاً تفصیل سے واضح کیا ہے، فرماتے ہیں:

> "اجتہاد" فروعی شرعی احکام کو اس کے تفصیلی دلائل سے اخذ کرنے میں پوری پوری سعی و کوشش کرنے کا نام ہے، یہ دلائل بنیادی طور پر چار قسم کے ہیں: "کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع اور قیاس" اس سے معلوم ہوا کہ چاہے اس مسئلہ پر گذشتہ علماء نے بھی بحث کی ہو یا نہ کی ہو، اب اجتہاد کرنے والا گذشتہ علماء کی رائے سے اتفاق رکھتا ہو یا اختلاف، احکام کے ماٰخذ یعنی دلائل اور مسائل اور مسائل کی صورتوں سے آگہی میں کسی اور نے بھی تعاون کیا ہو یا نہ کیا ہو، بہر صورت یہ کوشش "اجتہاد" ہے۔ (۳)

تاہم اجتہاد کے ذریعہ جس رائے تک پہنچا جاتا ہے اور جو حکم مقرر کیا جاتا ہے، وہ غالب گمان ہی کا درجہ رکھتا ہے نہ کہ یقین کا۔ (۴)

اجتہاد کی روح

"اجتہاد" کی حقیقت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اجتہاد شارع کی نصوص کو محدود کرنے اور اپنی رائے اور خواہش کے

(۱) المستصفی: ۳۵۰/۲
(۳) عقد الجید: ۶
(۲) الإحکام: ۱۶۹/۳، المحصول: ۳۸۹/۲، مختصر الروضۃ: ۵۷۵
(۴) الإحکام: ۱۶۹/۳

دائرہ کو وسیع کرنے کا نام نہیں ؛ بلکہ اجتہاد کے ذریعہ نصوص اور شارع کی ہدایات وتعلیمات کے اطلاق کو وسیع کیا جاتا ہے اوران صورتوں کو بھی آیات وروایات کے ذیل میں لے آیا جاتا ہے، جن کا نصوص میں صراحت کے ساتھ ذکر نہیں آتا ہے، مثلاً حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے روزہ کی حالت میں بیوی سے جماع کرلیا تو اسے کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا، اس حدیث میں صراحتاً صرف روزہ میں جماع ہی کی وجہ سے کفارہ واجب ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن فقہاء نے اپنے اجتہاد کے ذریعہ اس حکم کے دائرہ کو ان لوگوں تک بھی وسیع کیا جو قصداً خوردونوش کے ذریعہ روزہ توڑ دیں، اجتہاد کی روح اوراس کی اصل اسپرٹ یہی ہے کہ اس کے ذریعہ نصوص کی صریح وواضح ہدایات کے دائرۂ عمل کو ان مسائل تک بڑھادیا جائے جن کی بابت صریح احکام موجود نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجتہاد

اجتہاد کے سلسلہ میں اُصولیین نے اس بات پر بھی بحث کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اجتہاد فرمایا یا نہیں —— بحیثیت مجموعی اس سلسلہ میں تین نقاطِ نظر پائے جاتے ہیں :

پہلا نقطۂ نظر

ایک گروہ کی رائے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرعی احکام اورانتظامی معاملات میں اجتہاد کے مکلّف یا کم سے کم اس کے مجاز تھے، چنانچہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام ابویوسفؒ اور عام اُصولیین کی طرف یہی رائے منسوب ہے،(۱) امام ابواسحاق شیرازی بھی اسی کے قائل ہیں،(۲) اسی کو علامہ آمدی نے اختیار کیا ہے اور امام شافعیؒ کی طرف بھی اس کی نسبت کی ہے،(۳) یہی نقطۂ نظر امام فخر الدین رازیؒ،(۴) اور قاضی بیضاویؒ(۵) کا بھی ہے۔

امام غزالیؒ کے اقوال میں گو تعارض معلوم ہوتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں توقف اختیار کرنے کی طرف مائل ہیں،(۶) لیکن اپنی بعض دوسری تحریروں میں انھوں نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ آپ قواعد میں تو اجتہاد نہیں کرتے تھے لیکن فروع میں اجتہاد فرماتے تھے۔(۷)

یہی رائے عام طور پر حنفیہ کی بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش آمدہ واقعات ومسائل کے بارے میں اولاً وحی کا انتظار کرنے پر مامور تھے، لیکن اگر انتظار کے بعد بھی وحی نازل نہ ہوتی تو آپ کو اجتہاد ورائے پر عمل کرنے کی اجازت تھی، اگر آپ کا اجتہاد درست ہوتا تو اسے برقرار رکھا جاتا اور اگر لغزش ہوتی تو متنبہ فرمادیا جاتا،(۸) —— اس طرح آپ ﷺ کا اجتہاد بھی نص کے درجہ میں ہے، یہی رائے جمہور کی ہے کہ آپ سے اجتہاد میں خطا بھی ہوسکتی تھی لیکن آپ کو اس غلطی پر قائم نہیں رکھا جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متنبہ فرمادیا جاتا تھا۔(۹)

دوسرا نقطۂ نظر

دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد نہیں فرماتے تھے، یا اجتہاد پر مامور ہی نہیں تھے، اشاعرہ، اکثر معتزلہ اور متکلمین کی یہی رائے ہے،(۱۰) اسی کو ابومنصور ماتریدی

---

(۱) تیسیر التحریر:۴/۱۸۵، کشف الاسرار:۳/۳۸۶
(۲) دیکھئے: التبصرہ في أصول الفقه:۵۲۱، مع تحقیق ڈاکٹر محمد حسن ہیکو
(۳) الإحکام فی اصول الاحکام:۴/۲۲۲
(۴) المحصول: مع تحقیق ڈاکٹر طٰہ جابر فیاض علوانی:۲قسم:۳/۹
(۵) منهاج الاصول مع تحقیق سلیم شعبانیه:۱۳۶
(۶) المستصفی:۲/۳۵۶
(۷) دیکھئے: المنخول مع تحقیق ڈاکٹر محمد حسن هیکو:۴۶۸
(۸) دیکھئے: أصول السرخسی:۳/۹۱، کشف الاسرار:۳/۳۸۶
(۹) التقریر والتحبیر:۲/۳۰۰، الاحکام للآمدی:۴/۲۹۱
(۱۰) کشف الاسرار:۳/۳۸۶، تیسیر التحریر:۴/۱۸۵

نے ترجیح دیا ہے،(۱) علامہ ابن حزم اپنے مزاج خاص کے مطابق بڑی شدت کا مظاہرہ کیا ہے کہ انبیاء کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ وہ اجتہاد سے بھی کام لیا کرتے تھے، کفر عظیم ہے، ان من ظن ان الاجتهاد يجوز لهم في شرع شريعة لم يوح اليهم فيها فهو كفر عظيم۔ (۲)

ان حضرات کے پیش نظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحىٰ. (النجم :۳-۴)

آپ اپنے خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے آپ کا کلام وحی ہے جو آپ پر اتاری جاتی ہے۔

اس لئے اجتہاد جو رائے پر مبنی ہوتا ہے نہ کہ وحی پر، کیوں کر آپ کے شایان ہوسکتا ہے؟ پھر یہ کہ وحی علم کا معصوم ذریعہ ہے اور اجتہاد میں خطا کا احتمال موجود ہے، یہ کیوں کر درست ہوسکتا ہے کہ جس کے پاس معصوم ذریعہ علم موجود ہو وہ غیر معصوم ذریعہ سے استفادہ کرے۔

تیسرا نقطۂ نظر

تیسرا گروہ وہ ہے جس نے اس میں توقف اختیار کیا ہے، قاضی شوکانی نے علامہ صیرفی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ کو بھی اس مسئلہ میں توقف تھا؛ کیوں کہ انھوں نے اس مسئلہ میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں اور کسی کو ترجیح نہیں دی، یہی رائے قاضی ابوبکر باقلانی اور امام غزالیؒ کی بھی ہے۔ (۳)

ترجیح

اس سلسلہ میں صحیح نقطۂ نظر وہی معلوم ہوتا ہے جو جمہور کا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر منصوص مسائل و واقعات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجتہاد کے مجاز تھے اور آپ نے اجتہاد فرمایا بھی ہے —— ان حضرات کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے :

۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ان انزلنا اليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما اراك الله . (النساء:۱۰۵)

ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں، جو اللہ آپ کو سمجھائے۔

یہاں ’’آپ کو سمجھائے‘‘ میں اجتہاد کی طرف واضح اشارہ ہے، یعنی احکام خداوندی کی روشنی میں اجتہاد کے ذریعہ آپ کی جو رائے بنے، (۴) علامہ قرطبی نے بھی ’’بما اراك الله‘‘ میں قیاس کو شامل رکھا ہے۔ (۵)

۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا :

وشاورهم في الأمر . (آل عمران :۱۵۹)

آپ ان سے اہم اُمور میں مشورہ فرمایئے۔

امر سے مراد اہم معاملات ہیں جس میں احکام شرعیہ بھی داخل ہیں اور مشورہ ظاہر ہے کہ ان ہی اُمور میں لیا جاسکتا ہے، جن کے بارے میں نص موجود نہ ہو، جن اُمور کی بابت نصوص موجود ہوں ان میں مشورہ لینے کا کوئی معنی نہیں۔ (۶)

۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ولو ردوه إلى الرسول وإلى اولي الأمر منهم

(۱) دیکھئے: ارشاد الفحول: ۲۵۵

(۳) دیکھئے: ارشاد الفحول : ۲۵۶

(۵) الجامع لاحکام القرآن: ۳۷۶/۵

(۲) الاحکام لابن حزم مع تحقیق : شیخ احمد محمد شاکر : ۱۳۲/۵

(۴) احکام القرآن للجصاص: ۳۷۹/۲

(۶) دیکھئے: الاحکام للآمدی : ۲۲۳/۴

لعلمه الذین یستنبطونه منهم . (النساء:۸۳)

اگر لوگ اس معاملہ کو رسول کی طرف اور اپنے میں سے ذمہ داروں کی طرف لوٹا دیتے ہوتے تو ان میں سے جو لوگ استنباط کر سکتے ہیں وہ اسے سمجھ لیتے۔

غور کیجئے! کہ اس میں استنباط کی نسبت اولی الأمر کی طرف بھی کی گئی ہے اور رسول کی طرف بھی، گویا استنباط کا حکم دونوں ہی سے متعلق ہے،(۱) اور استنباط اجتہاد ہی سے عبارت ہے۔

۴) ایک خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ اپنے والد کی طرف سے حج کر سکتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارے باپ پر دَین ہوتا تم اسے ادا کرتی یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کا دَین زیادہ قابلِ ادائیگی ہے، فدین الله أحق بالقضاء (۲) —— صاف ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں آپ ﷺ نے قیاس واجتہاد سے کام لیا ہے۔(۳)

۵) حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ روزہ دار کا بوسہ لینا ناقضِ صوم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے پانی سے کلی کی اور اسے منھ میں حرکت دی تو کیا تم پانی پینے والے سمجھے جاؤ گے؟(۴) —— یعنی جیسے منھ میں پانی ڈالنا پانی پینے کا ابتدائی عمل ہے لیکن اسے پانی پینا نہیں سمجھا جاتا اسی طرح بوسہ جماع کے تمہیدی افعال میں سے ہے لیکن یہ خود جماع کے حکم میں نہیں ہے، یہاں بھی آپ ﷺ نے قیاس سے کام لیا ہے۔

۶) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

انما اقضی بینکم فیما لم ینزل علی فیه . (۵)

میں تم لوگوں کے درمیان ایسی چیزوں کے بارے میں خود فیصلہ کرتا ہوں جن کی بابت مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی۔

اس لئے صحیح یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اجتہاد فرمایا کرتے تھے اور آپ کا اجتہاد کرنا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ آپ اپنی خواہش سے کچھ کہیں، جو کچھ کہتے ہیں وحی الٰہی سے کہتے ہیں، کیوں کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجتہاد کے مجاز تھے تو یہ اجتہاد بھی من جانب اللہ ہوا اور جب آپ کو اجتہادی لغزش پر قائم نہیں رکھا جاتا تھا، تو آپ کا اجتہاد بھی علم کا معصوم ہی ذریعہ ہے اور وحی الٰہی کے حکم میں ہے، جس میں غلطی کا احتمال نہیں۔

عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کا اجتہاد

یہ بات تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ایک بڑی تعداد ان حضرات کی تھی جو مقام اجتہاد پر فائز تھے، اس سلسلہ میں فقہاء صحابہ کی بابت علامہ ابن قیم کا بیان اور فتاویٰ کی قلت وکثرت کے اعتبار سے صحابہ اصحابِ افتاء کی درجہ بندی لائق مطالعہ ہے اور اصحابِ نظر کی نظر سے مخفی نہیں ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی اجتہاد کیا ہے اور کیا ہے تو آپ کی موجودگی میں یا اس وقت جب وہ آپ کے پاس نہیں تھے؟ —— علماءِ اُصول نے اس پر بھی بحث کی اور بحیثیت مجموعی اس سلسلہ میں چار نقاط نظر ہیں:

پہلی رائے

اول یہ کہ صحابہ نے عہد نبوی میں اجتہاد کیا ہے، اجتہاد آپ کے سامنے بھی کیا ہے اور آپ کے پیچھے بھی، یہی رائے امام محمدؒ کی

(۱) دیکھئے: احکام القرآن للجصاص :۲/۲۱۵، مفاتیح الغیب :۱۰/۲۰۵

(۲) بخاری، حدیث نمبر:۷۳۱۵

(۳) کشف الاسرار :۳/۳۸۹

(۴) ابوداؤد، حدیث نمبر:۲۳۸۵، مستدرك حاکم :۱/۴۳۱

(۵) ابوداؤد، کتاب الاقضیه، حدیث نمبر:۳۵۸۵

ہے،(۱) اسی کے قائل قاضی بیضاویؒ، امام غزالیؒ، علامہ آمدیؒ اور امام رازیؒ ہیں،(۲) اور یہی نقطۂ نظر علامہ ابن حاجب مالکیؒ کا ہے۔(۳)

دوسری رائے

دوسری رائے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے تو صحابہ اجتہاد نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کی عدم موجودگی میں کیا کرتے تھے، یہ رائے امام جوینی کی ہے،(۴) بعض اور اہل علم کی طرف یہ رائے منسوب ہے،(۵) اور یہی معتزلہ میں قاضی عبدالجبار کا نقطۂ نظر ہے۔(۶)

تیسری رائے

تیسری رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف قاضیوں اور والیوں کو اجتہاد کی اجازت تھی دوسروں کو نہیں۔(۷)

چوتھی رائے

چوتھا نقطۂ نظر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صحابہ کے لئے اجتہاد کی گنجائش ہی نہیں تھی، اکثر معتزلی علماء جیسے قاضی ابوعلی جبائی اور ابو ہاشم وغیرہ اسی کے قائل ہیں۔(۸)

ترجیح

حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے پہلا نقطۂ نظر ہی زیادہ درست ہے، صحابہ کا رسول اللہ ﷺ کی عدم موجودگی میں اجتہاد کرنا بھی ثابت ہے اور آپ کی موجودگی میں بھی اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ خود رسول اللہ علیہ وسلم نے انھیں اجتہاد کرنے کی تلقین فرمائی ہے، ــــ حضور ﷺ کی عدم موجودگی میں صحابہ کے اجتہاد کے چند واقعات اس طرح ہیں :

۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل ؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو ان سے دریافت فرمایا کہ جب کوئی معاملہ پیش آئے گا تو کیسے فیصلہ کروگے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا: کتاب اللہ کے ذریعہ، آپ نے فرمایا: اگر کتاب اللہ میں نہیں ملے تو؟ حضرت معاذ عرض کناں ہوئے: سنت رسول کے ذریعہ، آپ نے استفسار فرمایا: اگر سنت میں بھی نہ ملے؟ حضرت معاذ عرض گذار ہوئے: کہ اجتہاد کروں گا اور اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کروں گا، اجتهد رائي ولا آلو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہوکر ان کے سینہ کو تھپتھپایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے آپ کے قاصد کو بھی وہی فکر عنایت فرمائی جو آپ ﷺ کے منشاء کے مطابق تھی،(۹) ــــ اس حدیث میں بالکل صاف ذکر ہے کہ حضرت معاذ کے تذکرہ اجتہاد پر آپ کو بڑی مسرت ہوئی، گویا آپ نے انھیں اجتہاد کرنے کی ترغیب دی۔

۲) مشہور واقعہ ہے کہ ایک سفر میں حضرت عمر ؓ اور حضرت عمار بن یاسر ؓ دونوں ساتھ تھے، دونو ہی کو غسل کی ضرورت پیش آئی، پانی میسر نہیں تھا، حضرت عمر ؓ نے تیمم کو وضو کا بدل نہیں سمجھا اور فجر کی نماز قضا ہونے دی، بعد کو جب پانی ملا تو نماز کی قضا فرمائی، حضرت عمار بن یاسر ؓ ریت میں لوٹ گئے،

---

(۱) دیکھئے: التقریر والتحبیر: ۳/۳۰۱، تیسیر التحریر: ۴/۱۹۴

(۲) دیکھئے: منهاج الوصول: ۷۶، المستصفی: ۲/۲۵۴، الاحکام: ۴/۲۳۶، المحصول: ۲/۳/۲۵

(۳) منتهى الوصول: ۲۱۰

(۴) دیکھئے: البرهان: ۲/۱۳۵۲

(۵) دیکھئے: التقریر والتحبیر: ۳/۳۰۲، نهایة السؤل للاسنوی: ۳/۲۶۹

(۶) دیکھئے: مسلم الثبوت مع الفواتح بزیل المستصفی: ۲/۳۷۵

(۷) دیکھئے: تیسیر التحریر: ۴/۱۹۴، الاحکام للآمدی: ۴/۲۳۵

(۸) المعتمد لابی الحسین بصری: ۲/۲۱۳، الاحکام للآمدی: ۴/۲۳۶

(۹) ابوداؤد، حدیث نمبر: ۳۵۹۲، ترمذی، حدیث نمبر: ۱۳۲۷

انھوں نے سوچا کہ وضو کا تیمم چہرہ اور ہاتھ کا مسح ہے تو غسل کا تیمم پورے جسم کا مسح ہونا چاہئے، واپس آنے کے بعد آپ ﷺ کے سامنے مسئلہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ تیمم کی جو کیفیت قرآن میں بیان کی گئی ہے، وہ جیسے بوقت ضرورت وضو کا قائم مقام ہے اسی طرح وہی تیمم غسل کا قائم مقام ہے، (۱) —— اس واقعہ میں حضرت عمر ؓ اور عمار ؓ دونوں نے اجتہاد فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجتہاد پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

۳) حضرت عمرو بن العاص ؓ غزوہ ذات السلاسل میں بھیجے گئے، ایک رات بڑی شدید ٹھنڈک تھی، انھوں نے غسل کرنے کی بجائے تیمم کر کے اپنے رفقاء کو نماز پڑھائی، صحابہ کو اس پر تأمل تھا، انھوں نے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص ؓ سے استفسار فرمایا کہ تم نے اپنے ساتھیوں کو حالت جنابت میں نماز پڑھائی، حضرت عمرو ؓ نے عرض کیا: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، ولا تقتلوا انفسکم، (النساء:۲۹) اس لئے میں نے تیمم کر کے نماز پڑھائی، آپ ہنسے اور کچھ نہیں فرمایا، (۲) —— یہاں واضح طور پر حضرت عمرو بن العاص ؓ نے اجتہاد سے کام لیا اور حضور ﷺ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔

رسول ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کا اجتہاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بھی صحابہ کے اجتہاد کرنے کے متعدد واقعات موجود ہیں:

۱) واقعہ بنو قریظہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ ؓ کو حکم بنایا اور ان کے فیصلہ کو سراہا اور ارشاد فرمایا: قضیت بحکم اللہ، (۳) —— آپ ﷺ نے اسے اللہ کا فیصلہ ممکن ہے کہ حد محاربہ (المائدہ:۳۳) کے مطابق قرار دیا ہو، پس حضرت سعد بن معاذ ؓ نے بنو قریظہ کو محاربین پر قیاس فرمایا۔

۲) رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمی اپنا مقدمہ لائے، آپ نے حضرت عمرو بن العاص ؓ سے فرمایا: کہ وہ اس کا فیصلہ کریں، حضرت عمرو بن العاص ؓ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا آپ کی موجودگی میں ہم فیصلہ کریں؟ آپ ؓ نے فرمایا: ہاں! حضرت عمرو ؓ نے عرض کیا: میں کس بنیاد پر فیصلہ کروں؟ بما اقضی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اجتہاد کرو، اگر تم نے صحیح اجتہاد کیا تو تمہارے لئے دس اجر ہے اور اگر اجتہاد میں غلطی کی تو ایک اجر ہے۔(۴)

۳) غزوۂ بنو قریظہ کے موقع سے رسول اللہ نے غزوۂ احزاب کے ساتھ ہی اعلان فرمایا کہ سب لوگ بنو قریظہ میں نماز عصر ادا کریں، اب بعض حضرات نے تو نماز میں تاخیر ہونے کے باوجود بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز ادا کی اور بعض نے ارشاد نبوی کی روح پر نظر رکھتے ہوئے سوچا کہ اصل مقصود یہ ہے کہ تاخیر نہ کی جائے، اس لئے انھوں نے راستہ میں نماز ادا کرتے ہوئے جلد سے جلد پہنچنے کی کوشش کی، رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر آیا، لیکن آپ نے دونوں میں سے کسی کے رویہ پر بھی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔

۴) ایک غزوہ کے موقع پر حضرت ابو قتادہ ؓ نے ایک کافر کو قتل کر ڈالا تھا اور اس مقتول کے سامانِ جنگ جسے عربی زبان میں ''سلب'' کہتے ہیں پر ایک دوسرے مجاہد نے قبضہ کر لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے، حضرت ابو بکر ؓ نے ان صاحب

---

(۱) بخاری، حدیث نمبر:۳۴۶-۳۴۵، مسلم، حدیث نمبر:۳۶۸
(۲) بخاری، کتاب التیمم، ابو داؤد، حدیث نمبر۳۳۴
(۳) بخاری، حدیث نمبر:۳۱۲۱، مسلم، حدیث نمبر:۱۷۶۸
(۴) سنن دار قطنی، کتاب الاقضیہ والاحکام:۴/۲۰۳، مستدرک حاکم:۴/۸۸

کو مخاطب کرکے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا کا ایک بندہ خدا کی راہ میں جہاد کرے اور کے ہاتھوں قتل کئے گئے آدمی کا ''سلب'' جس کا وہ حقدار ہے تم لے لو، یہ گویا حضرت ابوبکر ﷺ کا اجتہاد تھا، حضور اکرم ﷺ نے سنا اور فرمایا: صدق ابوبکر و صدق فتواہ۔(۱)

غرض کہ صحابہ آپ کی موجودگی میں بھی اور عدم موجودگی میں بھی اجتہاد کیا کرتے تھے، چنانچہ قاسم ابن محمد نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان و علی ﷺ عہد نبوی میں فتاویٰ دیتے تھے، (۲) اور سہل بن ابی حثمہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تین مہاجرین حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی ﷺ اور تین انصار حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت ﷺ فتویٰ دیا کرتے تھے۔(۳)

اس میں جہاں اُمت کے لئے اجتہاد کے جواز کو بتانا مقصود تھا وہیں ایک بڑی حکمت یہ تھی کہ اس طریقہ پر صحابہ کی تربیت ہوا کرتی تھی اور افراد گری اور شخصیت سازی بھی ملحوظ تھی، کیوں کہ آپ ﷺ اس بات پر خصوصی توجہ دیتے تھے کہ دین کے ہر میدان میں افراد تیار رہیں اور کہیں کسی کام میں خلا نہ پیدا ہو۔

اجتہاد کی شرطیں

ظاہر ہے کہ اتنی اہم اور نازک ذمہ داری ہر کس و ناکس کو نہیں سونپی جاسکتی، اس کے لئے اخلاص وللّٰہیت، تقویٰ، خدا ترسی اور حزم و احتیاط کا وصف بھی مطلوب ہے اور عمیق علم، ذکاوت و فراست، وسیع نظر نیز زمانہ آگہی بھی، چنانچہ اہل علم نے اس طرف خصوصی توجہ دی ہے اور متعین کرنے کی کوشش کی ہے کہ مجتہد کو کن اوصاف کا حامل ہونا چاہئے؟ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ وہ علمی اعتبار سے احکام شریعت کے مراجع قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس (عقل) کا احاطہ رکھتا ہو (۴) امام بغوی نے ان چار کے علاوہ عربی زبان کا بھی ذکر کیا ہے (۵) ــــ مناسب ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک کا علاحدہ ذکر کیا جائے اور ان سے متعلق ضروری وضاحت کی جائے۔

قرآن کا علم

کتاب اللہ میں ان آیات سے واقفیت ضروری ہے جو احکام سے متعلق ہوں، عام طور پر مصنفین نے لکھا ہے کہ ایسی آیات کی تعداد پانچ سو ہے (۶) مگر محققین کا خیال ہے کہ یہ تحدید صحیح نہیں ہے، کیوں کہ قرآن میں احکام صرف اوامر و نواہی میں نہیں ہیں، قصص و واقعات اور مواعظ میں بھی فقہی احکام نکل آئے ہیں، (۷) شوکانی کی یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اگر فہم صحیح میسر ہو اور تدبر سے کام لیا جائے تو اس سے کئی چند آیاتِ احکام نکل آئیں اور محض قصص و امثال کے مضامین بھی احکام سے خالی نہ ہوں۔(۸)

چوں کہ قرآن مجید کے بعض احکام منسوخ ہیں، اس لئے ناسخ و منسوخ کے علم سے بھی واقف ہونا چاہئے، (۹) مگر اس کے لئے تمام منسوخ اور ناسخ آیات و روایات کا احاطہ ضروری نہیں، اتنی سی بات کافی ہے کہ جس آیت یا حدیث سے وہ استدلال کررہا ہے وہ منسوخ نہیں ہے، بقول امام غزالیؒ ''لیعلم ان ذلک الحدیث

---

(۱) دیکھئے: ابوداؤد: ۲/۲۷۲
(۲) طبقات ابن سعد: ۲/۳۳۵
(۳) دیکھئے: طبقات ابن سعد: ۲/۳۵۰، سیر اعلام النبلاء: ۱/۴۵۱-۴۵۲
(۴) المستصفیٰ: ۲/۳۵۰
(۵) عقد الجید: ۸۰۷
(۶) المستصفیٰ: ۲/۳۵۰
(۷) شرح مختصر الروضۃ: ۵۷۷
(۸) ارشاد الفحول: ۲۵۰
(۹) المحصول: ۲/۴۹۸

وتلک الآیة لیست من جملة المنسوخ ''نجم الدین طوفی کا بیان ہے :

> یکفیه من معرفة الناسخ أن یعرف أن دلیل هذا الحکم غیر منسوخ ..... ولا یشترط أن یعرف جمیع الاحادیث المنسوخة من الناسخة . (۱)
>
> ناسخ ومنسوخ کے علم میں اس کے لئے یہ کافی ہے کہ یہ جان لے کہ اس حکم کی دلیل منسوخ نہیں ہے ......اور نہ یہ شرط ہے کہ تمام منسوخ احادیث سے بہ مقابلہ ناسخ احادیث کے واقف ہو۔

ہاں ، مجتہد کے لئے پورے قرآن مجید یا ان آیات کا حافظ ہونا بھی ضروری نہیں جن سے احکام متعلق نہیں ہیں ۔(۲)

حدیث کا علم

مجتہد کے لئے ان احادیث سے واقف ہونا ضروری ہے جن سے فقہی احکام مستنبط ہوتے ہوں ، مواعظ اور آخرت وغیرہ سے متعلق روایات پر عبور ضروری نہیں ، ایسی حدیثیں گو ہزاروں کی تعداد میں ہیں لیکن بہ قول غزالی ورازی وہ غیر محدود بھی نہیں ہیں ، (۳) بعضوں کی رائے ہے کہ ایسی احادیث کی تعداد بارہ سو ہے ، (۴) لیکن اس تحدید سے اتفاق مشکل ہے۔

حدیث سے واقفیت کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے صحیح ومعتبر ہونے سے واقف ہو ، خواہ یہ واقفیت براہ راست اپنی تحقیق پر مبنی ہو یا کسی ایسے مجموعۂ حدیث سے روایت نقل کی گئی ہو جس کی روایت کو ائمہ فن نے قبول کیا ہے ، (۵) یہ بھی معلوم ہو کہ حدیث متواتر ہے ، یا مشہور یا خبر واحد ؟ اور راوی کے حال سے بھی آگہی ہو ، (۶) اب چوں کہ روایات میں وسائط بہت بڑھ گئے ہیں ، راویوں کو طویل مدت گذر چکی ہے اور ان کے بارے میں تحقیق دشوار ہے ، اس لئے بخاری ومسلم جیسے ائمہ نے جن راویوں کی توثیق کی ہے ، ان پر ہی اکتفاء کیا جائے گا ، (۷) اسی طرح جن روایات کو بعض اہل علم نے قبول نہیں کیا ہے ، ان کے راویوں کی تو تحقیق کی جائے گی ، لیکن جن احادیث کو اُمت میں قبول حاصل ہو چکا ہے ، ان کی اسناد پر غور وفکر کی ضرورت نہیں ۔(۸)

البتہ مجتہد کے لئے یہ ضروری نہ ہوگا کہ وہ تمام احادیث احکام کا حافظ بھی ہو ، اگر اس کے پاس احکام سے متعلق احادیث کا کوئی مجموعہ ہو اور اس سے استفادہ کرے تو یہ بھی کافی ہے ، اہل علم نے خاص طور پر اس سلسلہ میں ''سنن ابی داؤد'' کا ذکر کیا ہے ۔(۹)

اجماعی احکام کا علم

جن مسائل میں کسی رائے پر اُمت کے مجتہدین کا اتفاق ہو جائے تو اس سے اختلاف درست نہیں ، اس لئے مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ اجماعی احکام سے بھی واقف ہو ، البتہ تمام اجماعی اور اختلافی مسائل کا احاطہ ضروری نہیں ، (۱۰) بلکہ جس مسئلہ میں اپنی رائے دے رہا ہو اس کے بارے میں اسے واقف ہونا چاہئے ، (۱۱) یہ جاننا بھی ضروری نہیں کہ اس پر اجماع کیوں ہے ؟ بلکہ اس قدر معلوم ہو کہ اس مسئلہ میں اتفاق ہے یا نہیں ؟ (۱۲) یا غالب گمان

---

(۱) شرح مختصر الروضة :۵۹۰
(۲) المستصفی:۲/۳۵۰،المحصول:۲/۴۹۸
(۳) المستصفی:۲/۳۵۱،المحصول :۲/۴۹۸
(۴) فواتح الرحموت:۲/۳۶۳
(۵) مختصر الروضة:۵۷۵
(۶) فواتح الرحموت:۲/۳۶۳
(۷) المحصول:۲/۹۹-۴۹۸
(۸) المستصفی:۲/۳۵۲
(۹) المستصفی:۲/۳۵۱،المحصول:۲/۴۹۸
(۱۰) المستصفی:۲/۳۵۱
(۱۱) الابہاج:۳/۲۵۵
(۱۲) مختصر الروضة: ۵۷۵

ہو کہ یہ مسئلہ اس دور کا پیدا شدہ ہے،(۱) کیوں کہ اجماع ان ہی مسائل میں ممکن ہے، جو پہلے واقع ہو چکے ہیں۔

قیاس کے اُصول وطریق کا علم

چوں کہ احکام شریعت کا بہت بڑا حصہ قیاس پر مبنی ہے اور مجتہد کی صلاحیت اجتہاد کا بھی اصل مظہر یہی ہے؛ بلکہ حدیث میں اجتہاد ہی کا لفظ آیا ہے،(۲) جس سے فقہاء نے قیاس پر استدلال کیا ہے، اس لئے قیاس کے اُصول وقواعد اور شرائط وطریق کار سے واقفیت بھی ضروری ہے، اس لئے قیاس اجتہاد کے لئے نہایت اہم اور ضروری شرط ہے(۳) —— امام غزالیؒ نے قیاس کی بجائے ''عقل'' کا لفظ استعمال کیا ہے جس میں مزید عموم ہے اور قیاس بھی اس میں داخل ہے۔(۴)

عربی زبان کا علم

احکام شریعت کے دو اہم مصادر قرآن اور حدیث کی زبان ''عربی'' ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ عربی زبان سے واقفیت نہایت ضروری ہے اور کار اجتہاد کے لئے بنیاد و اساس کا درجہ رکھتی ہے، عربی زبان کے لئے عربی لغت اور قواعد سے واقف ہونا چاہئے، اتنی واقفیت ہو کہ محل استعمال کے اعتبار سے معنی متعین کر سکے، صریح اور مبہم میں فرق کر سکے، حقیقی اور مجازی استعمال کو سمجھ سکے، فن لغت اور نحو وصرف میں کمال ضروری نہیں، اس قدر واقفیت ہونی چاہئے کہ قرآن و حدیث کی متعلقات سمجھ لیں،(۵) —— یہ قول امام رازیؒ اس کا لغت میں اصمعی اور نحو میں سیبویہ و خلیل ہونا مطلوب نہیں ہے۔(۶)

بعض قابل لحاظ اُمور

علم کلام اور کتبِ فقہ میں جو جزئیات مذکور ہیں،(۷) ان سے آگہی مجتہد کے لئے ضروری نہیں، کیوں کہ یہ وہ جزئیات ہیں جو قوتِ اجتہاد کے نتیجہ میں وجود میں آئی ہیں، اس لئے یہ ثمرۂ اجتہاد ہے نہ کہ شرط اجتہاد۔(۸)

ان علوم میں مہارت وعبور یا مذکورہ تفصیل کے مطابق آگہی ''مجتہد مطلق'' کے لئے ضروری ہے، جو تمام مسائل و احکام میں رائے دیتا ہے، وہ لوگ جو کسی ایک شعبۂ زندگی کے مسائل و احکام میں اجتہاد کرنا چاہیں، ان کے لئے اس کے حسب حال علم کی ضرورت ہوگی، مثلاً قیاسی مسئلہ ہو تو حدیث میں مہارت مطلوب نہ ہوگی،(۹) اسی طرح ''مجتہد مطلق'' سے کم تر درجہ کے مجتہد کے لئے بھی اجتہاد کے لئے ضروری علوم میں اس درجہ و معیار کی مہارت و حذاقت درکار نہ ہوگی، جن کا اوپر ذکر آیا ہے۔

مقاصدِ شریعت سے آگہی

اجتہاد کے لئے ایک اہم اور ضروری شرط مقاصد شریعت سے واقفیت ہے اور یہ واقفیت بہ درجۂ کمال و تمام مطلوب ہے، عام طور پر اہل علم نے اس کا مستقل اور علاحدہ ذکر نہیں کیا ہے، لیکن امام ابو اسحاق شاطبیؒ نے اس کی طرف خصوصی توجہ دی ہے، وہ اجتہاد کے لئے دو بنیادی وصف کو ضروری قرار دیتے ہیں، مقاصد شریعت سے مکمل آگہی، ''فهم المقاصد الشرعيه على كمالها'' اور

(۱) المحصول:۴۹۸/۲
(۲) الابہاج:۲۵۵/۳
(۳) المستصفی:۳۵۱/۲
(۴) المستصفی:۳۵۲/۲
(۵) المستصفی:۳۵۳/۲
(۶) الاحکام:۱۷۰/۴
(۷) المحصول:۴۹۹/۲، ملخصاً
(۸) المستصفی:۳۵۳/۲
(۹) المستصفی:۳۵۳/۲

استنباط کی صلاحیت (۱) —— میرا خیال ہے کہ مقاصدِ شریعت سے پوری پوری واقفیت نہایت اہم شرط ہے، غور کیا جائے تو فقہاء کے یہاں استنباط و اجتہاد کے خاص نہج —— استحسان، مصالح مرسلہ، سد ذرائع وغیرہ —— دراصل اسی لئے ہیں کہ اجتہاد کو احکام شریعت نے عمومی مقاصد سے ہم آہنگ رکھا جائے اور مجتہد کا اصل کام یہی ہے کہ وہ مقاصدِ شریعت کو ہمیشہ سامنے رکھے اور ان کو پورا کرنے والے وسائل و ذرائع کو اس نقطۂ نظر سے دیکھے کہ وہ موجودہ حالات میں شریعت کے بنیادی مقاصد و مصالح کو پورا کرتے ہیں یا نہیں؟

زمانہ آگاہی

اجتہاد کے لئے ایک نہایت اہم اور ضروری شرط جس کا عام طور پر صراحتاً ذکر نہیں کیا گیا ہے، یہ ہے کہ مجتہد اپنے زمانہ ژور حالات سے بہ خوبی واقف ہو، عرف و عادت، معاملات کی مروجہ صورتوں اور لوگوں کی اخلاقی کیفیات سے آگاہ ہو کہ اس نے بغیر اس کے لئے احکام شریعت کا صحیح انطباق ممکن نہیں، اسی لئے محقق فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے زمانہ اور عہد کے لوگوں سے یعنی ان کے رواجات و معمولات اور طور و طریق سے باخبر نہ ہو وہ جاہل کے درجہ میں ہے، من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔ (۲)

مجتہد کے لئے زمانہ آگہی دو وجوہ سے ضروری ہے، اول ان مسائل کی تحقیق کے لئے جو پہلے نہیں تھے، اب پیدا ہوئے ہیں؛ کیوں کہ کسی نو ایجاد شئی یا نو مروج طریقہ پر محض اس کی ظاہری صورت کو دیکھ کر کوئی حکم لگا دینا صحیح نہیں ہوگا، جب تک اس کی ایجاد اور رواج کا پس منظر معلوم نہ ہو، وہ مقاصد معلوم نہ ہوں جو اس کا اصل محرک ہیں، معاشرہ پر اس کے اثرات و نتائج کا علم نہ ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ سماج کس حد تک ان کا ضرورت مند ہے؟ کوئی بھی مجتہد اپنی رائے میں صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

دوسرے بعض ایسے مسائل میں بھی جو گو اپنی نوعیت کے اعتبار سے نو پید نہیں ہیں، لیکن بدلے ہوئے نظام و حالات میں ان کے نتائج میں فرق واقع ہو گیا ہے، غور مکرر کی ضرورت ہوتی ہے، یہ ایک نہایت اہم پہلو ہے جو فقہ اسلامی کو زمانہ اور اس کے تقاضوں سے ہم آہنگ رکھتا ہے، اکثر اہل علم نے اس نکتہ پر روشنی ڈالی ہے، علامہ قرافی نے لکھا ہے کہ منقولات پر جمود دین میں گمراہی اور علماء اور سلف صالحین کے مقاصد سے ناواقفیت ہے، (۳) حافظ ابن قیمؒ نے اپنی معروف اور مایۂ ناز تالیف ''اعلام الموقعین'' میں اس موضوع پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے، (۴) علامہ شامیؒ نے عرف و عادت میں تغیر پر ایک مستقل رسالہ تالیف کیا ہے، اس رسالہ سے علامہ موصوف کی ایک چشم کشا عبارت نقل کی جاتی ہے :

> بہت سے احکام ہیں جو زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ بدل جاتے ہیں؛ اس لئے کہ اہل زمانہ کا عرف بدل جاتا ہے، نئی ضرورتیں پیدا ہو جاتی ہیں، اہل زمانہ میں فسادِ (اخلاق) پیدا ہو جاتا ہے، اب اگر حکم شرعی پہلے کی طرح باقی رکھا جائے تو یہ مشقت اور لوگوں کے لئے ضرر کا باعث ہو جائے گا اور ان شرعی اُصول و قواعد کے خلاف ہو جائے گا، جو سہولت اور آسانی پیدا کرنے اور نظام کائنات کو بہتر اور عمدہ طریقہ پر رکھنے کے لئے ضرر و فساد کے ازالہ پر مبنی ہے۔ (۵)

---

(۱) الموافقات: ۴/ ۶۷
(۲) قاضی خاں علی ھامش الھندیہ: ۱/ ۲۳۸
(۳) کتاب الفروق: ۱/ ۱۷۷
(۴) اعلام الموقعین: ۲/ ۱۵
(۵) رسائل ابن عابدین: ۱/ ۱۲۶

ایمان وعدل

اجتہاد کے لئے ایک نہایت اہم شرط شریعت اسلامی پر پختہ ایمان وایقان اور اپنی عملی زندگی میں فسق وفجور سے گریز واجتناب ہے، آمدیؒ نے اس کو شرط اولین قرار دیا ہے کہ وہ خدا کے وجود، اس کی ذات وصفات اور کمالات پر ایمان رکھتا ہو، رسول کی تصدیق کرتا ہو، شریعت میں جو بھی احکام آئے ہیں، ان کی تصدیق کرتا ہو، (۱) موجودہ زمانہ میں تجدد پسند اور بزعم خود ''روشن خیالوں'' کو اجتہاد کا شوق جس طرح بے چین ومضطرب کئے ہوا ہے، علاوہ علم میں ناپختگی کے ان کی سب سے بڑی کمزوری ذہنی مرعوبیت، فکری استقامت سے محرومی اور مغربی عقیدہ وثقافت کی کورانہ تقلید کا مرض ہے، ان کے ہاں اجتہاد کا منشاء زندگی کی اسلامی بنیادوں پر تشکیل نہیں ہے، بلکہ اسلام کو خواہشات اور مغرب کی مرضیات کے سانچہ میں ڈھالنا ہے، یہ اسلام پر حقیقی ایمان اور تصدیق سے محرومی کا نتیجہ ہے، ظاہر ہے جو لوگ اس شریعت پر دل سے ایمان نہیں رکھتے ہوں، جن کا ایمان ان لوگوں کے فلسفہ وتہذیب پر ہو، جو خدا کے باغی اور اس کے دین وشریعت کے معاند ہوں، ان سے اس دین کے بارے میں اخلاص اور صحیح رہبری کی توقع رکھنا راہزنوں سے جان ومال کی حفاظت کی اُمید رکھنے کے مترادف ہے۔

ایمان کی تخم سے جو برگ وبار وجود میں آتا ہے وہ ''عمل صالح'' ہے، اس لئے مجتہد کو گناہوں سے مجتنب اور شریعت کے اوامر کا متبع ہونا چاہئے، اسی کیفیت کا نام اصطلاح میں ''عدالت'' ہے؛ کیوں کہ اس کیفیت کے پیدا ہوئے بغیر کسی شخص کی رائے پر اعتماد واعتبار نہیں کیا جا سکتا، (۲) —— حدیث کے قبول کئے جانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے راوی دینی اعتبار سے قابل اعتبار ہوں، شریعت کے احکام پر عمل پیرا ہوں اور ممنوعات سے بچتے ہوں، راوی دین کے احکام کو پہنچانے کا کام کرتے ہیں اور مجتہدین ان ہدایات کے معتبر اور نامعتبر ہونے کو پرکھتے اور ان سے احکام کا اخذ واستنباط کرتے ہیں، خدا ناترس راویوں کو روایات میں تحریف کے لئے جو موقع حاصل ہے، خشیت سے عاری مجتہدین کے لئے تحریف معنوی کے اس سے زیادہ مواقع ہیں، اس لئے ظاہر ہے کہ مجتہدین کے لئے عدل واعتبار کا حامل ہونا زیادہ ضروری ہے۔

شرائط اجتہاد کا خلاصہ

پس اجتہاد کے لئے جو شرطیں ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ عملی اعتبار سے وہ شریعت پر کامل یقین رکھتا ہو اور کردار کے اعتبار سے فاسق وفاجر نہ ہو، علمی اعتبار سے ایک طرف اُصول فقہ میں عبور ومہارت رکھتا ہو اور دوسری طرف عربی زبان ولغت اور اُسلوب بیان سے پوری طرح آگاہ ہو، زمانہ شناسی اور عرف وعادت اور مروجہ معاملات ونظام کی واقفیت میں بھی ان کا پایہ بلند ہو، اسلام کی علمی تاریخ میں جن علماء نے اجتہاد کا فریضہ انجام دیا ہے اور اُمت میں جن کے اجتہادات کو قبول عام اور نقش دوام حاصل ہوا ہے، یہ سب وہ تھے جو اپنے زہد وتقویٰ میں بھی اور اپنی ذہانت، دقت نظر، عمیق فکر اور علم وآگہی میں بھی تاریخ کی ایسی ہی نادرۂ روزگار ہستیاں تھے۔ رحمهم الله رحمة واسعة.

جزوی اجتہاد

اجتہاد اور صلاحیت اجتہاد سے ایک اہم مسئلہ ''تجزیٔ اجتہاد'' کا متعلق ہے، یعنی مجتہد کے لئے تمام مسائل واحکام میں اجتہاد کی صلاحیت کا حامل ہونا ضروری ہے یا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص بعض مسائل میں تقلید اور دوسرے مجتہدین کی رائے پر عمل کی راہ

(۱) الاحکام: ۴/۱۷۰

(۲) المستصفی: ۲/۳۵۰

اختیار کرے؟ صفی ہندی نے اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے کہ وہ اجتہاد میں تجزی اور بعض شعبوں میں اجتہاد اور بعض میں تقلید کے قائل تھے،(۱) یہی بات بحر العلوم فرنگی محلی نے کہی ہے،(۲) اسی کے قائل امام غزالیؒ ہیں،(۳) ابن ہمامؒ نے بھی اسی کو حق قرار دیا ہے،(۴) اور امام رازیؒ، قاضی بیضاویؒ اور علامہ آمدیؒ جیسے اہل تحقیق علماء بھی تجزی اجتہاد کی رائے رکھتے ہیں۔(۵)

جو لوگ اجتہاد میں تجزی کے قائل ہیں ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر مجتہد کے لئے تمام مسائل و احکام میں اجتہاد و بصیرت ضروری ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسے "عالم الکل" ہونا چاہئے، پھر تو مجتہدین کا وجود ہی ممکن نہ رہے گا، کیوں کہ بہ ظاہر یہ ناممکنات میں سے ہے کہ کوئی شخص دین و شریعت کے معاملہ میں "عالم الکل" ہو(۶) —— دوسرے جن اہل علم کو ہم نے درجۂ اجتہاد پر متمکن مانا ہے، ان سے بھی ایسی صراحتیں منقول ہیں کہ انھوں نے بعض مسائل میں اپنی رائے دینے سے گریز کیا یا لاعلمی کا اظہار فرمایا، امام مالکؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ ان سے چالیس مسائل دریافت کئے گئے تو صرف چار کا جواب مرحمت فرمایا اور ۳۶ مسائل میں اپنی ناواقفیت ظاہر کرنے پر اکتفاء کیا۔(۷)

ایسے جزوی اجتہاد کے لئے خاص اس مسئلہ اور اس کے ضروری متعلقات سے واقفیت کافی ہے،(۸) قیاسی مسئلہ ہو تو قیاس سے واقف ہو،(۹) ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی خاص شعبۂ زندگی میں اجتہاد کرے، مثلاً فرائض یا قانون حدود میں مجتہد ہو، دوسرے ابواب میں اجتہاد نہ کر سکتا ہو(۱۰) —— جزوی اجتہاد کا یہ اُصول نہایت مفید اُصول ہے، زمانہ کی ضروریات پوری کرنے اور ہر عہد کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ایسا ہو سکتا ہے کہ مختلف شعبوں میں فقہی بصیرت اور فنی علم و آگہی رکھنے والے افراد یا افراد کا ایک مجموعہ میسر آجائے، مثلاً ایک عالم جو اسلامی معاشیات سے پوری طرح واقف ہو اور اپنے عہد کے معاشی نظریات اور نظام پر بھی اس کو عبور ہو، وہ خاص ان مسائل میں اجتہاد کی ضرورت کو پورا کرے جو معاشیات سے متعلق ہیں، یہی حال دوسرے شعبۂ حیات کا بھی ہے۔

جن مسائل میں اجتہاد کیا جاسکتا ہے

اجتہاد کا ایک رکن ان مسائل کی تعیین ہے جن میں اجتہاد کیا جاسکتا ہے، ایسے مسائل کو "مجتہد فیہ" کہا جاتا ہے، مجتہد فیہ مسائل میں اگر کوئی شخص اجتہادی غلطی کر جائے تب بھی گنہگار نہیں ہوگا،(۱۱) یہ وہ عملی اور فروعی احکام ہیں جن میں کوئی قطعی دلیل موجود نہ ہو،(۱۲) اعتقادی مسائل میں اجتہاد کی گنجائش نہیں اور اس میں غلطی باعث گناہ ہے،(۱۳) جن مسائل میں قطعی دلیل موجود ہو، مثلاً نماز پنجگانہ اور زکوٰۃ کی فرضیت وغیرہ، ان میں بھی اجتہاد کو دخل نہیں،(۱۴) اسی لئے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ "مجتہد فیہ" وہ مسائل ہیں جن میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہو،(۱۵) اس کا منشاء بھی یہی ہے،

---

(۱) ارشاد الفحول:۲۵۵
(۲) فواتح الرحموت:۲/۳۶۴
(۳) المستصفی:۲/۳۵۴
(۴) تیسیر التحریر:۴/۲۴۶
(۵) دیکھئے: المحصول:۴/۴۹۹، الابہاج:۲/۲۵۶، الاحکام:۲/۱۷۱
(۶) فواتح الرحموت:۲/۳۱۴
(۷) المستصفی:۲/۳۵۴
(۸) الاحکام:۲/۱۷۱
(۹) الابہاج:۲/۳۵
(۱۰) اعلام الموقعین:۴/۲۱۶
(۱۱) المستصفی:۲/۳۵۴
(۱۲) المحصول:۲/۴۹۹
(۱۳) حوالۂ سابق
(۱۴) المستصفی:۲/۳۵۴
(۱۵) ارشاد الفحول:۲۵۲

کیوں کہ جو احکام قطعی اور یقینی دلیلوں سے اخذ کئے جائیں، وہ عام طور پر اُمت کے درمیان ''مسلمات'' کا درجہ رکھتے ہیں اور ان پر اجماع و اتفاق پایا جاتا ہے، ایسے مسائل میں اجتہاد و اختلاف کا موقع نہیں۔

دراصل احکام شریعت کے استنباط میں دو باتیں بنیادی عناصر ہیں، ایک نصوص کا ذریعۂ ثبوت، قرآن تو تمام تر قطعی اور یقینی ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے، حدیث متواتر بھی قطعی غیر مشکوک ذریعہ سے مجتہدین تک پہنچی ہے، اس کے علاوہ جو حدیثیں ہیں ان کا ذریعۂ نقل وثبوت اس درجہ یقینی نہیں، ان کو ''ظنی الثبوت'' کہا جاتا ہے —— دوسرے نصوص کی اپنے معنی پر دلالت —— بعض نصوص اپنے معنی پر اس درجہ صراحت و وضاحت کے ساتھ دلالت کرتے ہیں کہ ان میں کوئی ابہام نہیں ہوتا، یہ ''قطعی الدلالۃ'' ہیں، بعض الفاظ اور عبارتیں جس مضمون کو بتلاتی ہیں ان میں ایک سے زیادہ معنوں کا احتمال رہتا ہے، مثلاً ''ب'' ایک سے زیادہ معنی رکھنے والے مشترک الفاظ، تعبیر میں کنایہ و استعارہ اور اصل معنی کی بجائے کسی اور استعمالی معنی کی طرف عدول، ان کو ''ظنی الدلالۃ'' کہا جاتا ہے، پس ایسی تمام نصوص جو اپنے ذریعۂ ثبوت یا مقصد و مراد پر دلالت کے اعتبار سے ''ظنی'' ہوں اور وہ احکام جو قیاس سے ثابت ہوں ''ظنی'' ہیں، ان نصوص اور قیاس سے جو مسائل متعلق ہوں وہ مجتہد فیہ ہیں اور یہی مجتہدین کے غور و تدبر اور سعی و جہد کا میدان ہیں۔

اس توضیح سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جو لوگ اجتہاد کے نام پر شریعت کے مسلمات اور اُمت کی متفقہ باتوں ہی پر خط نسخ پھیرنے کے درپے ہیں اور تعدد ازدواج، مردوں کے لئے حق طلاق اور حدود و قصاص وغیرہ جیسے قطعی احکام سے انحراف کی راہ اختیار کررہے ہیں، وہ اجتہاد نہیں کے بلکہ دین وشریعت سے کھلواڑ اور تلعب کے خواہاں ہیں اور اسلام کے نام پر وہ کچھ کرنا چاہتے ہیں جن کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ والی اللہ المشتکی۔

کار اجتہاد

اب دیکھنا چاہئے کہ کار اجتہاد ہے کیا؟ اور مجتہد کو کسی نتیجہ تک پہنچنے کے لئے کن مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے؟ —— ان کو فقہاء نے تحقیق مناط، تخریج مناط اور تنقیح مناط سے تعبیر کیا ہے، ''مناط'' اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کوئی چیز لٹکائی جائے، ''ذات انواط'' زمانۂ جاہلیت میں ایسے درخت کو کہا جاتا تھا جس سے اسلحہ لٹکائے جائیں، رسّی کو ستون سے باندھنے کو کہا جاتا تھا، نطت الحبل بالوتد، اسی لئے ''مناط'' علت کو کہتے ہیں، کیوں کہ علت ہی سے احکام متعلق ہوتے ہیں، (۱) علت کے سلسلہ میں مجتہد کو دو بنیادی کام کرنے ہوتے ہیں، ایک اس بات کی تحقیق کہ شریعت کے کسی حکم کی علت کیا ہے؟ دوسرے یہ کہ یہ علت کہاں اور کن صورتوں میں پائی جاتی ہے؟ ان دونوں کاموں کے لئے جو طریق کار اختیار کیا جاتا ہے، اس کو تنقیح، تخریج اور تحقیق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تنقیح مناط

شریعت میں ایک حکم دیا گیا ہو اور یہ حکم کس صورت میں ہوگا؟ اس کو بھی بیان کردیا گیا ہو، لیکن جو صورت ذکر کی گئی ہو، اس میں مختلف اوصاف پائے جاتے ہوں، شارع نے اس خاص وصف کی صراحت نہیں کی ہے، جو اس صورت میں مذکورہ حکم کی وجہ بنائے، اس کو تنقیح مناط کہتے ہیں، اسی کو شاطبی نے لکھا ہے کہ تنقیح مناط میں وصف معتبر کو وصف نامعتبر (ملغی) سے ممتاز کیا جاتا ہے۔ (۲)

(۱) مختصر الروضۃ مع الشرح: ۲۳۳/۳

(۲) الموافقات: ۹۰/۴

عام طور پر اس سلسلہ میں اس مثال کا ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک دیہاتی شخص جس نے رمضان کے روزہ میں اپنی بیوی سے صحبت کرلی تھی، آپ ﷺ نے اس کو کفارہ ادا کرنے کا حکم فرمایا، اب اس صورت میں کئی باتیں جمع ہیں، اس شخص کا دیہاتی ہونا، بیوی سے صحبت کرنا، خاص اس سال کے رمضان میں اس واقعہ کا پیش آنا، یہ ایسی باتیں نہیں ہیں کہ کفارہ واجب ہونے کا سبب بنتیں، لہٰذا اور رمضان المبارک میں قصداً روزہ کا توڑنا ہی اس حکم کی اساس بن سکتا ہے، یہی "تنقیح مناط" ہے، اسی طرح قرآن مجید نے "خمر" کو حرام قرار دیا ہے، خمر انگوری شراب کو کہتے ہیں، اس میں مختلف خصوصیات موجود ہیں، اس کا انگوری ہونا، میٹھا ہونا، کسی خاص رنگ کا ہونا اور نشہ آور ہونا، مجتہد ان تمام اوصاف میں نشہ آور ہونے کی کیفیت کو خمر کے حرام ہونے کی علت قرار دیتے ہیں اور باقی دوسرے اوصاف کو اس کے لئے موثر نہیں مانتے، غرض مختلف اوصاف میں سے اس خاص وصف کے ڈھونڈ نکالنے کو "تنقیح مناط" کہتے ہیں، جو نص میں مذکور حکم کے لئے بنیاد و اساس بن سکتے ہیں۔

تخریج مناط

نص نے ایک حکم دیا ہو اور اس کی کوئی علت بیان نہ کی ہو، مجتہد علت دریافت کرتا ہے کہ اس حکم کی علت کیا ہے؟ اس عمل کا نام تخریج مناط ہے، (۱) —— مثلاً ارشاد خداوندی ہے کہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع نہ کیا جائے، (النساء: ۲۳) حدیث میں بعض اور رشتہ دار عورتوں کے جمع کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، (۲) مگر کوئی علت مقرر نہیں کی گئی کہ دو بہنوں کو کیوں نہ جمع کیا جائے، فقہاء نے تلاش و تتبع سے کام لیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس کی وجہ سے دو محرم عورتوں کو بہ یک وقت نکاح میں جمع کرنا ہے، لہٰذا کسی بھی دو محرم رشتہ دار عورتوں کو بہ یک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام قرار پایا، یہی تخریج مناط ہے۔

میرا خیال ہے کہ تخریج مناط اور تنقیح مناط میں کوئی جوہری فرق نہیں ہے، دونوں ہی کا منشاء نصوص میں مذکور کسی حکم کی علت دریافت کرنا ہے، فرق غالباً صرف اس قدر ہے کہ تنقیح مناط میں مختلف ممکنہ علتوں میں سے ایک کی تعیین ہوتی ہے، جیسے روزہ کے کفارہ میں علت روزہ کی حالت میں جماع بھی ہوسکتا ہے اور قصداً روزہ توڑنا بھی ہوسکتا ہے، شوافع نے جماع کو علت مانا ہے اور حنفیہ نے مطلقاً مسکر اور نشہ آور ہونے کو علت سمجھا ہے اور حنفیہ نے نشہ آور ہونے اور انگوری مرکب ہونے کو، جب کہ تخریج مناط میں ایسے وصف کو علت بنایا جاتا ہے، جس کا اس حکم کے لئے مؤثر ہونا بالکل بے غبار ہو اور اس میں تنقیح و تہذیب کی ضرورت پیش نہ آئے۔

تحقیق مناط

"تحقیق مناط" کی دو صورتیں ہیں، (۳) ایک یہ کہ کوئی متفق علیہ یا نص سے صراحتاً ثابت شدہ قاعدہ شرعی موجود ہو، مجتہد کسی خاص واقعہ میں دیکھتا ہے کہ اس میں یہ قاعدہ موجود ہے یا نہیں؟ مثلاً مُحرِم کے لئے قرآن مجید نے یہ قاعدہ مقرر کردیا ہے کہ اگر وہ شکار کرے تو اسی کے مثل بہ طور جزاء ادا کرے، (مائدہ: ۹۵) اب مجتہد متعین کرتا ہے کہ گائے کا مثل کون جانور ہے؟ جنگلی گدھے کا مماثل کس پالتو جانور کو سمجھا جائے؟ یہ تحقیق مناط کی پہلی صورت ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ نص میں کوئی حکم بہ صراحت علت ذکر کیا گیا ہے یا اس حکم کے لئے کسی خاص بات کے علت ہونے پر

---

(۱) شرح مختصر الروضة: ۲۴۲

(۲) صحيح مسلم : باب تحريم الجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها في النكاح ، رقم الحديث: ۱۴۰۸

(۳) شرح مختصر الروضة: ۳۵-۲۳۳

اجماع ہے، مجتہد کسی غیر منصوص صورت یا اس صورت میں جس کے متعلق صریحاً فقہاء کا اجماع موجود نہیں، دیکھتا ہے کہ یہ علت یہاں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ جیسے آپ ﷺ نے بلی کے جوٹھے کو فرمایا کہ ناپاک نہیں ہے، اس لئے کہ یہ ان میں سے ہے جن کی تم پر بہت زیادہ آمد و رفت کا سلسلہ رہتا ہے، انھا من الطوافین علیکم والطوافات، اب مجتہد غور کرتا ہے کہ چوہے وغیرہ میں بھی یہی علت پائی جاتی ہے؟ اور کیا کتے بھی اسی زمرہ میں آتے ہیں؟ عام فقہاء چوہے اور اس قسم کے بلوں میں رہنے والے جانوروں کو تو اس حکم میں رکھتے ہیں، کتوں کو نہیں رکھتے، مالکیہ کا خیال ہے کہ یہ علت کتوں میں بھی ہے، اس لئے اس کا جوٹھا بھی پاک ہے اور اس کے جوٹھے برتنوں کو دھونے کا حکم قیاس کے خلاف ہے۔

غرض افراد و واقعات کے بارے میں یہ تحقیق کہ ان میں وہ علت و خاص پائی جاتی ہے یا نہیں؟ تحقیق مناط ہے، چوری کی سزا ہاتھ کا کاٹا جانا ہے؛ لیکن کیا جیب کترا اور کفن چور پر بھی چور کا اطلاق ہوسکتا ہے؟ گواہ کے لئے عادل ہونا ضروری ہے؛ لیکن فلاں اور فلاں شخص عادل کے زمرہ میں آتا ہے یا نہیں؟ نشہ حرام ہے، لیکن فلاں، فلاں مشروبات کیا نشہ آور اشیاء کے زمرہ میں داخل ہیں؟ —— یہ تحقیق وانطباق تحقیق مناط سے عبارت ہے۔(۱)

مجتہد کے دوسرے کام

احکام کی علتوں کو دریافت کرنا اور ان کو پیش آمدہ مسائل پر منطبق کرنا مجتہد کا بنیادی کام ہے؛ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس کو صرف اتنا ہی کرنا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس کا دائرہ کار نہایت وسیع ہے، مجمل نصوص کی مراد کو پہنچنا اور مشترک المعنی الفاظ کے مصداق کی تعیین بھی اس کی ذمہ داری ہے، عربوں کے استعمال اور محاورات کے مطابق شارع کی تعبیرات سے معنی اخذ کرنا بھی اس کا فریضہ ہے، حدیثوں کے معتبر اور نامعتبر ہونے کی تحقیق بھی اسے کرنی ہے، متعارض دلیلوں میں ترجیح و تطبیق سے بھی اس کو عہدہ برآ ہونا ہے، اس کے علاوہ اخذ واستنباط اور بحث و تحقیق کے کتنے ہی کوچوں سے اسے گزرنا ہے اور آبلہ پائی کرنی ہے۔

کیا کوئی عہد مجتہد سے خالی ہوسکتا ہے؟

اجتہاد سے متعلق ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ کوئی عہد مجتہد سے خالی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ —— حنابلہ، شوافع میں ابو اسحاق اور زبیری نیز ابن دقیق العید کے نزدیک کوئی زمانہ مجتہد سے خالی نہیں ہوسکتا، (۲) ابن صلاح نے لکھا ہے کہ ائمہ فقہ و حدیث کی کتابوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ "مجتہد مطلق" کے بغیر اجتہاد کا فرض کفایہ ادا نہ ہوسکے گا، (۳) اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ بعض ادوار مجتہدین سے خالی ہوسکتے ہیں، اسی کو آمدی نے صحیح قرار دیا ہے، (۴) یہی رائے ابن ہمامؒ اور ابن حاجب کی ہے، (۵) امام غزالیؒ، رافعیؒ، رازیؒ وغیرہ بھی اپنے اپنے عہد کو مجتہد سے خالی مانتے تھے، (۶) علامہ آمدی نے تفصیل سے اس سلسلہ میں حنابلہ اور جمہور کے نقطۂ نظر کو واضح فرمایا ہے اور دونوں کے دلائل ذکر کئے ہیں، نیز ان لوگوں کا رد کیا ہے جو مجتہد کے وجود کو ہر دور میں ضروری مانتے ہیں، (۷) تاہم شوکانی کا خیال ہے کہ کوئی زمانہ ایسے علماء سے خالی نہیں رہا ہے جو مقام اجتہاد پر فائز تھے، چنانچہ ابن عبدالسلام، ابن دقیق العید، ابن

---

(۱) اصول الفقہ لأبی زھرہ :۲۳۰، ارشاد الفحول:۲۳۳

(۲) تیسیر التحریر:۴/۲۴۰

(۳) ارشاد الفحول:۲۵۳

(۴) الاحکام:۴/۲۳۹

(۵) تیسیر التحریر :۴/۲۴۱

(۶) ارشاد الفحول ۲۵۳

(۷) الاحکام:۴/۲۴۰-۲۳۸

سید الناس، زین الدین عراقی، حافظ ابن حجر اور جلال الدین سیوطی (جن میں سے ہر ایک اپنے سے پہلے ذکر شدہ بزرگ کے شاگرد ہیں) مقام اجتہاد پر فائز تھے۔(۱)

حقیقت یہ ہے کہ ہر دور میں مجتہد کے لازمی طور پر پائے جانے کے سلسلہ میں کوئی قوی دلیل موجود نہیں، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوئے اور ہوئے تو ان کی آراء کو اُمت میں قبول و اعتبار حاصل نہیں ہوسکا، البتہ ''مجتہد منتسب'' کے درجہ کے لوگ قریب قریب ہر عہد میں پیدا ہوتے رہے ہیں، واقعہ ہے کہ اکثر مؤلفین نے ان اشخاص و افراد کی تعیین میں ایک گونہ بخل یا ضرورت سے زیادہ احتیاط کی راہ اختیار کی ہے، جو ''مجتہد منتسب'' قرار دیئے جانے کے حقدار ہیں، شوکانی نے جن علماء کا نام لیا ہے، ان کے علاوہ ابن ہمامؒ، امام طحاویؒ، ماضی قریب کے علماء میں حضرت شاہ ولی اللہؒ وغیرہ کو محض اصحاب ترجیح یا اصحاب تخریج کے زمرہ میں رکھنا محل نظر محسوس ہوتا ہے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی یہ بات قرین صواب معلوم ہوتی ہے کہ :

> فما يظن في من كان موافقاً لشيخه في اكثر المسائل لكنه يعرف لكل حكم دليلا ويطمئن قلبه بذلک الدليل وهو على بصيرة من امره انه ليس بمجتهد ظن فاسد و كذلک مايظن من ان المجتهد لا يوجد في هذه الازمنة اعتماداً على الظن الاول بناء فاسد على فاسد . (۲)

یہ جو خیال ہے کہ جو شخص اکثر مسائل میں اپنے شیخ سے موافقت رکھتا ہو، لیکن ہر حکم کی دلیل سے واقف ہو، اس کا قلب اس دلیل سے مطمئن ہو، اور وہ اپنی رائے میں بصیرت رکھتا ہو، مجتہد نہیں ہے، یہ غلط اور فاسد خیال ہے اور اس خیال پر مبنی یہ خیال کہ مجتہد ان ادوار میں نہیں پائے جاتے، ایک فاسد خیال پر دوسرے فاسد خیال کی بنیاد رکھنا ہے۔

شاہ صاحب نے خود بھی چوتھی صدی کے بعد دروازۂ اجتہاد عملاً بند ہوجانے کا اعتراف کیا ہے، اس کے باوجود یہ تحریر اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ مختلف ادوار میں ''مجتہد منتسب'' کے وجود کے قائل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ارشاد میں یہ فرمایا ہے کہ ہر صدی میں مجدد پیدا ہوتے رہیں گے، (۳) اس سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اُمت کبھی بانجھ اور علمی و اصلاحی اعتبار سے بے فیض اور جامد نہیں ہوگی، اس میں عقائد و اعمال اور علوم و فنون کے سوتے جگانے والے اور ان کی احیاء و تجدید کا فریضہ انجام دینے والے ہر عہد میں اٹھتے اور اپنا فرض ادا کرتے رہیں گے۔

اجتہاد جو باقی ہے!

البتہ اجتہاد کی ایک قسم ایسی ہے جب تک دنیا باقی ہے، اس کا سلسلہ جاری و ساری رہے گا، علامہ شاطبی نے اجتہاد کی بحث کا آغاز کرتے ہوئے لکھا ہے :

> الاجتهاد على ضربين : احدهما لايمكن ان ينقطع حتى ينقطع اصل التكليف و ذالک عند قيام الساعة ، والثاني يمكن ان ينقطع قبل فناء الدنيا ، فاما الاول فهو الاجتهاد المتعلق بتحقيق المناط وهو الذي لا خلاف بين الامة في قبوله . (۴)

اجتہاد کی دو قسمیں ہیں، ان میں ایک وہ ہے کہ اس وقت تک اس کا ختم ہونا ممکن نہیں، جب تک انسان

(۱) ارشاد الفحول :۲۵۴
(۲) عقد الجید:۲۷
(۳) ابوداؤد : عن ابی ھریرۃ ، باب ماینکر فی قرن المائۃ ۲/۵۸۹
(۴) الموافقات :۴/۵۷

> سے شریعت کا خطاب منقطع نہ ہو جائے اور یہ قیامت قائم کئے جانے کے خاتمہ سے پہلے ختم ہونا ممکن ہے، پہلی قسم وہ اجتہاد ہے جو تحقیق مناط سے متعلق ہے اور اُمت میں اس کے مقبول ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

"تحقیق مناط" کیا ہے؟ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کی مساعی نے گو کتاب وسنت کے احکام کے شرح وبیان اور توضیح کا کام بڑی حد تک مکمل کردیا ہے، لیکن ہر عہد کے حالات پر ان کی تطبیق کا کام باقی ہے اور یہ کام اس عہد کے علماء کر سکتے ہیں، نہ یہ دروازہ بند ہوا ہے اور نہ اس کا بند کیا جانا ممکن ہے، آج کی دنیا میں سینکڑوں نو پید مسائل ہمارے سامنے ہیں، خصوصیت کے ساتھ طب ومیڈیکل، سائنس، معاشیات اور بین قومی تعلقات کے شعبوں میں ایسے بے شمار مسائل موجود ہیں، جو اہل علم کی توجہ کا مرکز ہیں اور اولین توجہ کے حقدار ہیں۔

مجتہد فی المذہب

جو لوگ عملاً چوتھی صدی ہجری کے بعد دروازۂ اجتہاد کو بند قرار دیتے ہیں، وہ جہاں اجتہاد کی ایک خاص صورت کو باقی مانتے ہیں جس کا تعلق احکام کی تطبیق وتعبیر سے ہے، وہیں مجتہد کی بھی مختلف صورتیں اور درجات مانتے ہیں، مجتہد کے تین درجات ہیں، مجتہد مستقل، مجتہد فی المذہب اور مجتہد فی المسائل، (۱) —— مجتہد مطلق یا مجتہد مستقل سے وہ فقہاء مراد ہیں جو خود استنباط احکام کے اُصول وقواعد مقرر کریں، یہ اجتہاد کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور ائمہ اربعہ اسی مقام پر فائز ہیں۔

مجتہد فی المذہب: وہ فقہاء ہیں جو مجتہد مطلق کے مقرر کئے ہوئے اُصول وقواعد کی روشنی میں احکام کے استنباط کی صلاحیت رکھتے ہیں، یہ فروعی اور عملی احکام میں تو مجتہد ہوتے ہیں؛ لیکن اُصول استنباط میں مجتہد مطلق کے مقلد اور متبع، عام طور پر امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو اس درجہ میں رکھا گیا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو اُصول میں امام ابو حنیفہ کا مقلد قرار دینا قرین انصاف نہیں، معنی حقیقی کو چھوڑ کر کب معنی مجازی مراد لیا جائے گا؟ اس میں صاحبین کا امام صاحب سے اختلاف معروف ہے، نجاست کے "خفیفہ" قرار دیئے جانے کا معیار فقہاء کے درمیان اس کے بارے میں اختلاف رائے ہے یا نصوص کا تعارض؟ یہ بھی مشہور ہے، امام صاحب اور صاحبین کے درمیان فروعی احکام میں جس کثرت کے ساتھ اختلاف ہوا ہے، وہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ اُصول میں بھی ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہو، اُصول میں اتفاق کے بعد اس کثرت سے اختلاف پایا جانا ناقابل تصور ہے۔

مجتہد فی المذہب کو کن اوصاف کا حامل ہونا چاہئے؟ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

> مجتہد فی المذہب کو احادیث اور آثار سے اس درجہ واقف ہونا چاہئے کہ وہ حدیث صحیح اور سلف صالحین کی اتفاقی آراء سے اختلاف کا مرتکب نہ ہو، نیز اسے فقہی دلائل سے بھی اس حد تک آگاہ ہونا چاہئے کہ اپنے فقہاء کے اقوال کے مأخذ کو سمجھ سکے، فتاویٰ سراجیہ کی اس عبارت کا کہ "اس شخص کے لئے فتویٰ دینا جائز نہیں جو علماء کی اراء، ان کے دلائل ومأخذ اور لوگوں کے معاملات سے واقف نہ ہو" کا منشاء

(۱) شرح عقود رسم المفتی :۲۸-۲۹

یہی ہے۔(۱)

آگے شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ جس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے درمیان اختلاف ہو، اس میں مجتہد فی المذہب کو چاہئے کہ دلیل کے اعتبار سے قوی، قرین قیاس اور لوگوں کے لئے سہولت بخش رائے کو اختیار کرے، اسی لئے بہت سے فقہاء احناف نے امام محمدؒ کے قول کے مطابق مستعمل پانی کے پاک ہونے اور صاحبین کے قول کے مطابق بٹائی داری جائز ہونے کی رائے اختیار کی ہے، نیز ظہر وعشاء کے اوقات کے سلسلہ میں بھی صاحبین کی رائے پر فتویٰ دیا گیا ہے، اسی طرح فقہاء شوافع میں امام رازیؒ نے فی زمانہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کا فتویٰ دیا ہے، ابن عُجیل نے زکوٰۃ کے تین مسائل میں امام شافعیؒ کی رائے کے خلاف رائے اختیار کی ہے،(۲) —— شاہ صاحبؒ کی ان تصریحات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مجتہد فی المذہب کی ذمہ داریاں کس درجہ اہم ہیں اور ان کا دائرۂ عمل کس قدر وسیع ہے؟

مجتہد فی المسائل

تیسرا درجہ ''مجتہدین فی المسائل'' کا ہے، علامہ شامیؒ کے بہ قول یہ وہ لوگ ہیں جو نہ اُصول میں مجتہد مطلق سے اختلاف کر سکتے ہیں اور نہ فروع میں ؛ البتہ جن مسائل و واقعات میں صاحب مذہب امام سے کوئی رائے منقول نہ ہو، ان میں اجتہاد کرنے کا حق رکھتے ہیں، اس طبقہ میں خصافؒ، امام طحاویؒ، کرخیؒ، حلوانیؒ، سرخسیؒ، بزدویؒ اور قاضی خاںؒ وغیرہ ، (۳) مگر واقعہ ہے کہ ان فقہاء کے بارے میں یہ خیال —— کہ یہ اُصول و فروع میں اپنے امام کی رائے سے سر متجاوز نہیں کرتے اور اختلاف کو شجرِ ممنوعہ جانتے تھے، صحیح نہیں ہے، ان حضرات نے بہت سے مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے سے اختلاف کیا ہے اور امام کرخی نے تو بعض اُصولی احکام میں بھی امام صاحب سے اختلاف کیا ہے، مثلاً امام ابوحنیفہؒ کا یہ معروف نقطۂ نظر ہے کہ عام کے بعض افراد کی تخصیص کر لی جائے، پھر بھی وہ حجت باقی رہتا ہے، امام کرخی کا خیال تھا کہ اب وہ حجت ہی باقی نہیں رہتا ، (۴) —— شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مجتہد فی المذہب کے بعد ''متبحر فی المذہب'' کا ذکر کیا ہے اور جو تفصیل لکھی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے علمی وفقہی مقام کے اعتبار سے مجتہد فی المسائل سے فروتر ہوتا ہے، مگر اس کے باوجود اس کو یہ حق دیتے ہیں کہ اگر امام کی رائے کو حدیث کے خلاف پائے تو حدیث پر عمل کرنا اور امام کے قول کو ترک کر دینا جائز ہے،(۵) اس لئے مجتہد فی المسائل کو اپنے امام کی رائے کا اس درجہ مقلد اور پابندِ محض قرار دینا صحیح نہیں۔

میرے خیال میں منتسب کے بارے میں شوافع کی اصطلاح زیادہ درست ہے کہ یہ اُصول و فروع کسی میں بھی امام کے مقلد نہیں ہوتے ، البتہ اجتہاد و استنباط کا نہج کسی صاحبِ مذہب امام کے مطابق ہوتا ہے،(۶) فقہاء شوافع میں مزنیؒ، ابوثورؒ اور ابوبکر بن منذرؒ وغیرہ کا شمار اسی طبقہ میں کیا گیا ہے اور اسی اصطلاح کے اعتبار سے امام ابو یوسف ، محمد ، زفر رحمہم اللہ وغیرہ کو مجتہد منتسب قرار دیا جا سکتا ہے۔

مجتہد فی المسائل گو اکثر مسائل میں مقلد ہوتا ہے؛ لیکن ایسا جمود بھی نہیں برتتا کہ کسی بھی مسئلہ میں امام کی رائے سے انحراف و اختلاف کو روا نہ جانتا ہو ، شاہ صاحب کی تحریروں کا منشاء بھی یہی

---

(۱) عقد الجید:۴۵-۴۴

(۲) حوالۂ سابق :۵۰-۴۹

(۳) شرح عقود رسم المفتی :۲۹-۳۰

(۴) اصول السرخسی:۱/۱۴۴، فصل فی بیان حکم العام اذا خصص منہ شئ

(۵) عقد الجید:۵۳-۵۲

(۶) .مقدمہ المجموع:۴۳

ہے، مجتہد فی المسائل کو مالکیہ ''مجتہد مخرج'' (۱) اور شوافع وحنابلہ ''اصحاب وجوہ'' (۲) کہتے ہیں۔

پس جن فقہاء نے چوتھی صدی ہجری کے بعد عملاً سلسلۂ اجتہاد کو مسدود مانا ہے، ان کے ہاں صرف ''مجتہد مطلق'' ہی کا سلسلہ بند ہے، نہ کہ مجتہد فی المذہب اور مجتہد فی المسائل کا اور حقیقت یہ ہے کہ اس درجہ کا اجتہاد بھی مختلف ادوار کے نو پید مسائل کے حل کے لئے کافی ہے۔

شورائی اور اجتماعی اجتہاد

اجتہاد کے لئے ایک طرف اعلیٰ درجہ کی ذکاوت، وسعت علمی، دوسری طرف زمانہ آگہی اور وقت کے مروجہ نظام حیات اور عرف و معاملات پر نظر اور تیسری طرف ورع وتقویٰ اور اعتبار واستناد کے لحاظ سے درجۂ کمال مطلوب ہے، اشخاص وافراد میں بہ یک وقت ان تینوں باتوں کا اجتماع مشکل سے ہو پاتا ہے اور ہو تو قوم وملت میں اس کو پایۂ اعتبار بہت کم حاصل ہو پاتا ہے؛ اس لئے موجودہ علمی اور اخلاقی انحطاط کی فضا میں یہ بات زیادہ مناسب ہے کہ ایسی مختلف صلاحیتوں کے حامل افراد واشخاص کے مجموعہ کو ضروری مسائل میں ''اجتہاد'' کی ذمہ داری سونپی جائے اور اجتماعی اور شورائی طریقہ پر نئے مسائل کئے جائیں۔

قرآن مجید نے اہم معاملات میں مشورہ کا حکم دیا ہے، ''وشاورھم فی الامر'' (آل عمران: ۱۵۸) ان ''اہم معاملات'' ظاہر ہے کہ اس طرح کے فقہی اور شرعی احکام بھی داخل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہبط وحی ہونے کے باوجود ایسے بعض مسائل میں صحابہ ؓ سے مشورہ فرمایا ہے اور اس سلسلہ کا مشہور واقعہ نماز کی جماعت کے لئے اعلان کا طریقۂ کار ہے، جو بالآخر ''اذان'' کے مشروع ہونے کا باعث ہوا، حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ جس مسئلہ میں قرآن مجید کی صراحت موجود نہ ہو، اس میں کیا کیا جائے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے مواقع پر اُمت کے ''فقہاء عابدین'' کو جمع کیا جائے اور مشورہ کیا جائے، تنہا ایک شخص کی رائے پر فیصلہ نہیں کیا جائے:

قال : شاوروا فیہ الفقھاء والعابدین ولا تمضوا فیہ رأی خاصۃ . (۳)

حضرت عمر ؓ کے ہاں اجتماعی اجتہاد کو خاص اہمیت دی جاتی تھی، عہد فاروقی میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، شراب نوشی کی سزا، سنہ ہجری کی ابتداء، عراق کی مفتوحہ اراضی کو بیت المال کی ملکیت میں رکھنا، نماز جنازہ کی تکبیرات، شرعی اوزان میں مختلف اوزان مروجہ، درہم میں ایک خاص مقدار کی تعیین وغیرہ، حضرت عمر ؓ بعض اوقات اجتماعی طور پر کوئی رائے قائم کرنے کے لئے ایک مسئلہ پر ایک ایک ماہ بھی غور وبحث کرتے، (۴) —— تابعین کے عہد میں مدینہ کے فقہاء سبعہ نے اجتماعی اجتہاد کی اس روایت کو آگے بڑھایا اور بقول عبداللہ بن مبارک اس سات رکنی کمیٹی کے اجتماعی غور وفکر اور اظہار رائے کے بغیر قاضی کسی نئے مسئلہ میں فیصلے صادر نہیں کرتا۔ (۵)

ائمہ اربعہ میں امام ابوحنیفہؒ کا یہ خاص نہج تھا، وہ اس طرزِ اجتہاد کے زبردست نقیب تھے، امام صاحب کے اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کے اس ذوق اور طریق کا ذکر کیا ہے، اس سلسلہ

(۱) مالک لابی زھرہ: ۲۷۲

(۲) مقدمۃ المجموع: ۴۳، العدۃ فی اصول الفقہ: ۵/۲۳-۱۲۲

(۳) مجمع الزوائد: باب فی الإجماع، رقم الحدیث: ۸۳۴

(۴) فجر الاسلام: ۲۴۰، باب: ۲، فصل: ۳

(۵) تہذیب التہذیب: ۳/۴۳۷، ترجمہ سالم بن عبداللہ

میں اسلامی تاریخ کے مایۂ ناز محقق علامہ شبلی کا ایک اقتباس نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے :

میمون بن مہران سے منقول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے جب مقدمات آتے تو کتاب اللہ پر نظر کرتے ، اگر اس میں فیصلہ کی بنیاد مل جاتی تو اس سے فیصلہ فرماتے ، کتاب اللہ میں نہ مل پاتا اور رسول اللہ ﷺ سے کچھ مروی ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے ، ......سنتِ رسول نہ پاتے تو سر برآوردہ اور ممتاز لوگوں کو جمع فرماتے ؛ "جمع رؤس الناس و خیارھم" اور ان سے مشورہ کرتے ، اگر وہ کسی بات پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے ...... سرخسی کی مبسوط میں ہے کہ حضرت عمرؓ باوجود خود فقیہ ہونے کے صحابہ سے مشورہ کرتے ، جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو کہتے کہ علیؓ اور زیدؓ اور فلاں فلاں کو میرے پاس بلالاؤ —— چنانچہ ان سے مشورہ کرتے اور جس بات پر اتفاق ہو جاتا اس کے مطابق فیصلہ فرماتے ، شعبی سے منقول ہے کہ معاملات حضرت عمرؓ کی خدمت پیش ہوتے تو بعض اوقات ایک ایک ماہ اس میں غور کرتے اور اپنے ساتھیوں سے مشورہ فرماتے اور کبھی ایک ہی مجلس میں سو سو فیصلے فرماتے ۔(۱)

واقعہ ہے کہ فی زمانہ نئے مسائل پر غور و فکر کا سب سے محفوظ اور مناسب طریقہ یہی ہے کہ جس کو حضرت عمرؓ اور بعد کے ادوار میں امام ابوحنیفہؒ نے اختیار فرمایا ۔ وباللہ التوفیق وھو المستعان ۔

مجتہدین سے خطا کا مسئلہ

اجتہاد کے ذیل میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کیا کوئی مجتہد "خاطی" اور "غلط نتیجہ اخذ کرنے والا" بھی کہلا سکتا ہے؟ یا ہر ایک کو "صائب" اور اپنے اجتہاد میں "درست" کہا جائے گا؟ اس میں علماء اُصول کی رائیں مختلف ہیں ۔

معتزلہ ابو بکر اصم اور بعض دیگر حضرات کا خیال ہے کہ ہر مجتہد "مصیب" ہے گو ان کی رائے میں کتنا بھی تضاد اور تعارض ہو ، (۲) بعض حضرات نے اس رائے کی نسبت امام ابوالحسن اشعریؒ ، قاضی ابوبکر باقلانیؒ ، امام ابوحنیفہؒ ، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کی طرف ہے (۳) اور بعض نے امام مالکؒ کے اصحاب ابن شریح اور امام غزالیؒ کی طرف بھی اسی رائے کا انتساب کیا ہے (۴) اور بعض مصنفین نے تو ائمہ اربعہ سے بھی یہی رائے نقل کی ہے ، (۵) شاہ ولی اللہ دہلویؒ بھی اس کے قائل ہیں اور انھوں نے اس پر بہت زور دیا ہے ، کہ اختلافی مسائل میں کوئی ایک ہی مجتہد "مصیب" ہوگا ، وہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ ان کی صریح رائے نہیں ہے ، بلکہ ان کی بعض تصریحات کی روشنی میں لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے ، شاہ صاحب کا نقطۂ نظر ہے کہ ان راویوں کا اختلاف ایسا ہی ہے کہ جیسے ایک ہی حرف کے لئے مختلف قرأتوں میں سے کسی کو اختیار کرنے میں اختلاف کے باوجود ہر ایک کو "مصیب" تصور کیا جاتا ہے ۔(۶)

دوسری رائے ہے کہ ان میں سے کوئی ایک ہی مصیب اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے والا اور دوسرا "خاطی" اور غلط نتیجہ تک پہنچنے والا تصور

(۱) سیرت النعمان :۵۶-۲۵۵

(۲) الاحکام فی اصول الاحکام

(۳) شرح جامع الجوامع للمحلی علی ھامش الآیات البینات لاحمد بن قاسم العبادی :۴/۲۵۶

(۴) حصول المامول :۱۰۶

(۵) فصول البدائع فی اصول الشرائع :۱۳۱۷

(۶) عقد الجید :۱۳-۱۵

کیا جائے گا اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے، آمدی نے ائمہ اربعہ کے علاوہ ابوالحسن اشعری، ابن فورک اور ابواسحاق اسفرائنی سے بھی یہی نقل کیا ہے، (۱) اور ابن ملک عبداللطیف اور ابن عینی زین الدین (شارحین منار) نے اس پر اجماع اُمت کا دعویٰ کیا ہے، (۲) احناف میں سے اکثر نے ابوحنیفہؒ کی یہی رائے نقل کی ہے، (۳) قاضی بیضاویؒ نے یہی رائے امام شافعیؒ سے نقل کی ہے، (۴) شاہ صاحبؒ نے قاضی بیضاویؒ کی اس روایت پر تنقید کی ہے اور امام شافعیؒ کی تصنیف ''کتاب الام'' کے اوائل سے ایک عبارت نقل کر کے استدلال کیا ہے کہ خود امام شافعیؒ کی رائے اس سے مختلف تھی، مگر حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ کا استدلال محل نظر ہے اور عبارت سے اس کے خلاف مفہوم اخذ کرنے کی بھی گنجائش موجود ہے۔

راقم الحروف کی رائے میں ائمہ اربعہ، عام فقہاء، مجتہدین اور صحابہ اختلافی مسائل میں کسی ایک ہی کو ''مصیب'' رکھنے والوں کے بارے میں شدید لب ولہجہ بھی اختیار کر لیتے تھے، گویہ کسی نفسانیت پر مبنی نہیں ہوتا تھا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ وراثت میں عول کے قائل نہ تھے، حضرت علی ﷺ اور حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے ان کی تغلیط کی اور ابن عباس ﷺ اس مسئلہ پر اتنے حساس تھے کہ اپنے مخالفین کو ''مباہلہ'' کی بھی دعوت دیتے تھے، زید بن ثابت ﷺ کو ایک فقہی مسئلہ پر ابن عباس ﷺ نے کہا کہ کیا ان کو اللہ کا خوف نہیں ہے، (۵) حضرت عائشہؓ نے کسی فقہی اختلاف کی بنا پر زید بن ارقم ﷺ کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ تائب نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کے حج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کو باطل کر دے گا، امام شافعیؒ نے فقہاء احناف و مالکیہ کی ایک فقہی اصل ''استحسان'' کے بارے میں فرمایا کہ یہ ایک نئی شریعت وضع کرنے کے مرادف ہے، (۶) بعض معاصر قاضیوں کے ایک فیصلہ کو امام ابوحنیفہؒ نے جور و ظلم قرار دیا، (۷) اس طرح کے اور بھی بہت سے آثار و قرائن موجود ہیں۔

نیز احادیث و آثار صحابہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قاضی اجتہاد کرے تو صحیح نتیجہ تک پہنچنے پر دو اور ''خطا کرنے'' کی صورت میں ایک اجر ملے گا۔ (۸)

حضرت ابوبکر ﷺ نے ''کلالہ'' کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ میری رائے ہے اگر درست ہو تو اللہ کی توفیق سے ہے اور غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے، خدا اور رسول اس سے بری ہیں، حضرت عمر ﷺ کسی مسئلہ پر اپنی رائے لکھانے کے بعد لکھاتے تھے، یہ عمر ﷺ کی رائے ہے، اگر غلط ہو تو اس کا ذمہ دار عمر ﷺ ہے اور درست ہو تو خدا کی طرف سے ہے، حضرت عمر ﷺ نے ایک بار کسی عورت کی تادیب کی، جس کی وجہ سے اس کا حمل ساقط ہو گیا، انھوں نے حضرت عثمان ﷺ اور عبدالرحمن بن عوف ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا، ان دونوں حضرات نے کہا کہ میرے خیال میں آپ پر کچھ واجب نہیں، حضرت علی ﷺ نے اس رائے سے اختلاف کیا، ''دیت'' واجب قرار دی اور کہا کہ ان دونوں سے اجتہادی غلطی ہو گئی ہے۔ (۹)

---

(۱) الاحکام فی اصول الاحکام: ۲۴۷ (۲) شرح المنار لابن الملك

(۳) امام فخر الاسلام بزدوی: الاصول علی ہامش کشف الاسرار: ۱۱۳۶، ابن عابدین شامی: نسمات الاسحار علی شرح افاضۃ الانوار علی ''المنار'': ۲۳۶ (۴) عقد الجید: ۱۳

(۵) الاحکام فی اصول الاحکام: ۲۱-۲۵۲ (۶) فصول البدائع فی اصول الشرائع: ۴۲۲

(۷) فصول البدائع فی اصول الشرائع: ۴۲۰ (۸) ترمذی: ۱/ ۲۴۷ (۹) الاحکا فی اصول الاحکام: ۲۵۰

شاہ صاحبؒ نے ہر مجتہد کو مصیب قرار دینے پر دلائل سے زیادہ تمثیلات سے سمجھانے کی کوشش کی ہے، مگر اکثر جگہ ان کے پیش کردہ شواہد ان کے استدلال کے لئے ناکافی ہیں، بلکہ بعض تو شاید ان کے مخالف نقطۂ نظر پر دلالت کرتے ہیں، بہر حال فی الجملہ اس پر سبھوں کا بہ شمول شاہ صاحبؒ اتفاق ہے کہ جہاں اختلاف اس لئے ہوا ہو کہ کسی فقیہ تک حدیث پہنچ ہی نہ سکی ہو وہاں یقیناً وہ ''مجتہد'' خاطی کہلائے گا اور دوسرا مصیب۔(۱)

اجتہادی غلطی کا حکم

بشر بن غیاث المریسی، ابوبکر اصم، ابن علیہ، اصحاب ظواہر، امامیہ اور بعض دیگر حضرات کا خیال ہے کہ مجتہد سے اگر اجتہاد میں غلطی ہو جائے تو گنہگار ہوگا اور عند اللہ اس کا مواخذہ ہوگا، (۲) جیسا کہ دین کی اُصولی تعلیمات اور اعتقادات میں غلطی قابل عفو نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ صحابہ نے بہت سے مسائل میں اختلاف رکھنے والوں کے حق میں سخت لب ولہجہ استعمال کیا ہے۔

اہل سنت والجماعت اور تقریباً تمام ہی فقہاء اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ اجتہادی غلطی نہ صرف یہ کہ عند اللہ معاف ہے، بلکہ اس کی کوشش کا اجر بھی اس کو مل کر ہی رہے گا، بشرطیکہ اس نے اپنی حد تک استنباط، نتائج اخذ کرنے اور اس کی تحقیق کرنے میں کوئی کوتاہی روا نہ رکھی ہو۔

اس بات پر کہ اخلاص وجہد کے بعد جو ''اجتہادی خطا'' ہو وہ معاف ہے، متعدد احادیث وآثار دلالت کرتے ہیں، چنانچہ اوپر آچکا ہے کہ آپ نے عمرو بن العاص ﷺ سے فرمایا اگر تم نے صحیح فیصلہ کیا تو دو، ورنہ ایک نیکی کے مستحق ہو، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث بھی ابھی مذکور ہوئی کہ مصیب کے لئے دو، اور مخطی کے لئے ایک اجر ہے۔

لیکن اگر کسی مسئلہ میں یہ تحقیق وجستجو کی کوتاہی، غفلت او پرواہی سے غلط رائے قائم کرلی تو ایسی غلطی عند اللہ گناہ اور مواخذ کا باعث ہوگی، (۳) —— اور اگر کوئی شخص محض اپنی ایک رائے کا ثابت کرنے کی غرض سے کتاب وسنت پر نظر ڈالے اور توڑ مروڑ کر اس سے نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کرے تو ظاہر ہے کہ یہ دین کے ساتھ کھلواڑ کرنے کے مترادف ہوگا، واللہ ھو یھدی السبیل، عہد حاضر میں جس طرح بعض ''مدعیانِ اجتہاد'' رائیں قائم کرتے ہیں اور محدود و معمولی مطالعہ کی روشنی میں فقہاء سلف پر سخت تنقیدیں شروع کردیتے ہیں، ان کو یہ پہلو ضرور پیش نظر رکھنا چاہئے :

جہاں تک ''اعتقادات'' اور ایمان کے باب میں ''اجتہادی غلطی'' پر گناہ کی بات ہے، تو وہ اس لئے کہ کتاب وسنت میں ایسے احکام بالکل صریح اور ناقابل تاویل ہیں، اس لئے وہاں ''غلطی'' کوتاہی اور کج روی ہی کی وجہ سے پیدا ہوسکتی ہے، اس کے برخلاف فقہی احکام سے متعلق بہت سی احادیث وآیات میں عموماً احتمال اور ایک سے زیادہ مفہوم اخذ کرنے کی گنجائش ہے اور شاید یہی شریعت کا منشاء بھی ہے، (۴) اسی طرح صحابہ کا شدید لب ولہجہ ان کی حمیت ایمانی اور ان کے جوشِ اخلاص کا نتیجہ تھا اور یا اس لئے کہ وہ معاملے میں ''اپنے گمان کے مطابق'' فریق مخالف کو تحقیق وتلاش میں کوتاہی سے کام لینے والا تصور کرتے تھے۔

○○○○

(۱) عقد الجید:۱۸

(۲) فصول البدائع :۴۲۲، الاحکام فی اصول الاحکام :۴۴۳

(۳) فصول البدائع :۴۲۳، الاحکام فی اصول الاحکام :۴۴۷

(۴) حصول المامول فی علم الاصول :۱۰۳

اجذم

''جذام'' کوڑھ کو کہتے ہیں، اس کے مریض کو''اجذم'' کہا جاتا ہے۔

جذام کو بدترین اور شدید عیب تصور کیا گیا ہے، (ھو الفحش المعیوب) چنانچہ غلام اور باندی اس مرض میں مبتلا ہو اور خریدنے والے کو پہلے سے اس کا علم نہ رہا ہو تو جائز ہے کہ خریدار اس کو واپس کردے، (۱) اس لئے کہ یہ ایک عیب ہے، جس سے اس کو ناواقف اور لاعلم رکھا گیا ہے۔

جذام کی بنا پر فسخ نکاح

اسی طرح اگر شوہر کو جذام ہو تو چاہے نکاح سے پہلے سے ہو یا بعد میں ہوا ہو، عورت کو امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک حق ہوگا کہ اپنا نکاح فسخ کرالے، امام شافعیؒ کے نزدیک یہ حق صرف اس وقت ہے جب یہ مرض نکاح کے بعد پیدا ہوا ہو، اگر نکاح سے پہلے مرض تھا، اسی حال میں نکاح کیا تو اب علاحدگی اور فسخ نکاح کا حق نہ ہوگا، پھر امام احمدؒ کے نزدیک بیوی کی طرح شوہر کو بھی حق ہوگا کہ چاہے تو نکاح کالعدم کردے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے یہاں یہ حق صرف عورتوں کو حاصل ہوتا ہے، مردوں کو نہیں، مرد اگر چاہے تو طلاق دے سکتا ہے، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں یہ ایسا عیب نہیں ہے جس کی وجہ سے طرفین میں سے کسی کو بھی فسخ نکاح کا دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہو۔ (۲)

مگر چوں کہ امام صاحب کی رائے پر عمل دشوار ہے، اس لئے امام مالکؒ کا مسلک اس معاملہ میں زیادہ قابل قبول ہے۔

(''ابرص'' کے تحت اس پر گفتگو ہو چکی ہے)

اُجرت

کسی بھی چیز سے استفادہ یا صنعت وکاریگری کی جو قیمت ادا کی جائے اس کو 'اُجرت' کہتے ہیں، مثلاً مکان کا کرایہ یا درزی کی سلائی کا معاوضہ، شریعت نے اسے جائز قرار دیا ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ جس کام کا معاوضہ ادا کیا جائے، وہ مباح اور درست ہو ناجائز نہ ہو۔ (۳)

پھر وہ تمام چیزیں جو خرید و فروخت کے معاملے میں ''قیمت'' بن سکتی ہیں، ''اُجرت'' بھی بن سکتی ہیں، (۴) شرعاً ایسے معاملات میں درستگی کے لئے ضروری ہے کہ اُجرت معلوم اور متعین ہو، مثلاً یہ کہ فلاں کام کی اُجرت اتنے روپے ہوگی۔ (۵)

''اُجرت'' لحہ بہ لحہ ثابت ہوتی ہے، یعنی فرض کیجئے کہ کسی کو چھ گھنٹہ کے لئے مزدوری پر رکھا اور اس کی اُجرت چھ روپے مقرر ہوئی تو وقت کے لحاظ سے اس کی اُجرت تقسیم ہو جائے گی، اگر اس نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا تو اسی لحاظ سے رقم کا مستحق ہوگا۔ (۶)

ادائیگی میں عجلت

جونہی متعلق آدمی اپنا کام کرلے اس کی اُجرت کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ مزدور کو اس کی اُجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو، (۷) اور اگر پہلے یہ شرط لگادی ہو کہ اُجرت پہلے لے لوں گا

---

(۱) الفتاویٰ الهندیه :۳/۶۷،الباب الثامن فی خیار العیب ، الفصل الاول

(۲) المیزان الکبریٰ :۲/۱۳۰،باب الخیار فی النکاح والرد بالعیب وکتاب الفقه علی المذاهب الاربعه :۴،العیوب التی یفسخ بها النکاح

(۳) درمختار:۵/۱ (۴) الهدایه:۳/۲۷۷،درمختار و ردالمحتار:۵/۳

(۵) الهدایه:۳/۲۷۷ (۶) درمختار:۵/۳،علی هامش ردالمحتار (۷) ابن ماجه ، کتاب الاحکام

تو پیشگی اُجرت ادا کرنی واجب ہوگی۔(۱)

(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: "اجیر")

اجل

اجل کے معنی "مدت" کے ہیں۔

بیع کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کا تعلق اجل اور مدت سے ہے، ایک وہ کہ جس میں مبیع یعنی سودا نقد ادا کردیا گیا ہو اور قیمت اُدھار ہو، اسے بیع مؤجل یا بیع الی اجل کہتے ہیں اور اگر قیمت تو فی الفور ادا کردی جائے مگر مبیع بعد کو ادا کی جائے تو اسے بیع سلم کہتے ہیں۔

ان دونوں صورتوں میں ایسی مدت متعین کی جانی ضروری ہے، جو متعین بھی ہو اور فریقین کو معلوم بھی ہو، اس لئے اگر مدت متعین ہی نہ کی جائے، یا مدت متعین تو کی جائے، مگر فریقین کو اس کا علم نہ ہو تو یہ معاملہ صحیح نہیں ہوگا، مثلاً کہا جائے کہ عیسائیوں کی عید کے دن ہم فلاں چیز ادا کردیں گے اور طرفین میں سے کسی ایک کو یہ معلوم نہ ہو کہ عیسائیوں کی عید کب ہوتی ہے؟ ایسی اجل (مدت) کا مقرر کرنا صحیح نہیں ہوگا، مدت کے بارے میں یہ حکم ان تمام ہی معاملات کے لئے ہے جن میں مدت مقرر کی جائے۔

اجارہ میں

اجارہ میں بھی بعض ایسی صورتیں ہیں کہ ان میں مدت ہی کے ذریعہ اجارہ کی مقدار کا تعین ہوتا ہے، مثلاً اگر مکان کرایہ پر لیا جائے، تو مدت متعین کرکے ہی اس بات کو متعین کیا جاسکتا ہے کہ کرایہ دار کس مقدار میں مکان سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔

مضاربت میں

اسی طرح اگر مضاربت پر (جس میں ایک آدمی کا سرمایہ دوسرا شخص کاروبار میں لگا کر فریقین نفع میں شریک ہوتے ہیں)، میں اگر صاحب سرمایہ ایک مدت متعین کردے تو یہ تعیین صحیح ہوگی اور مدت کے گذرتے ہی ان دونوں کا معاملہ ختم ہوجائے گا اور جائز نہ ہوگا کہ وہ دوسرا شخص اب اس سرمایہ میں کوئی تصرف کرے، یہی حال وکالت کا بھی ہے، یعنی اگر کسی شخص نے کسی کام کے لئے آدمی کو اپنا نمائندہ اور وکیل بنایا اور اس کے لئے ایک مدت متعین کردی تو جونہی مدت تمام ہوگی، وکالت اور نمائندگی کا حق ختم ہوجائے گا۔

عاریت میں

عاریت میں درحقیقت کوئی مدت متعین نہیں ہوتی، عاریت پر دینے والا جب بھی چاہے اپنے سامان کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے، البتہ اگر مالک زمین نے کسی کو دس سال نفع اُٹھانے کے لئے زمین دی، اس نے اس میں تعمیر کرلی یا پودے لگادیئے، اب عاریت پر دینے والا اس مدت کے پوری ہونے سے پہلے یہ چیز واپس لینا چاہتا ہے تو اسے حق ہے کہ واپس لے لے اور دوسرے شخص کو عمارت یا درخت کے اکھاڑنے کا پابند کرے، البتہ قبل از وقت واپسی کی وجہ سے اسے جو نقصان ہوا ہے، اس کی تلافی اسے کرنی ہوگی اور مکان یا درخت کو اکھاڑنے کی وجہ سے اس کی قدر میں جو کمی واقع ہوئی، وہ صاحب زمین کو ادا کرنی ہوگی۔

مزارعت میں

مزارعت، یعنی بٹائی کے معاملے میں بھی صاحبین —— جو اس کو جائز قرار دیتے ہیں —— ضروری سمجھتے ہیں کہ مزارعت کی مدت بھی متعین کردی جائے، مثلاً ماہ دو ماہ، سال دو سال، وغیرہ، تاکہ یہ آئندہ کسی اختلاف کا باعث نہ بنے، یہی حکم "مساقات" یعنی پھلوں کی بٹائی داری کا ہے کہ ایک شخص کی زمین ہو اور دوسرا

---

(۱) الفتاویٰ الهندیہ: ۵۰۶/۳

درخت لگائے، اس کے صحیح ہونے کے لئے بھی ضروری ہے کہ طرفین نے کوئی مدت متعین کر لی ہو، نیز اگر اس مدت معینہ پر کھیتی تیار نہ ہو سکے تو کھیتی زمین میں لگی رہنے دی جائے گی؛ اس لئے کہ اسی میں طرفین کا فائدہ ہے۔

البتہ بٹائی دار پر اس زائد مدت کا کرایہ زمین ادا کرنا واجب ہوگا اور اس مدت میں کھیتی پر جو کچھ خرچ ہوگا، اس کی ذمہ داری مالک اور بٹائی دار دونوں پر نصف نصف ہوگی۔

نامرد شوہر

اگر شوہر نامرد ہو، یعنی جنسی کمزوری کی وجہ سے بیوی سے مباشرت پر قادر نہ ہو، یا خصی یعنی آختہ ہو تو قاضی اس کو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے گا، اگر اس ایک سال میں وہ صحت مند ہو گیا تو اس کا نکاح باقی رہے گا ورنہ عورت کے مطالبہ پر نکاح فسخ کر دیا جائے گا اور اگر وہ مجبوب ہو، یعنی اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہو، نیز اس کی بیوی فسخ نکاح کے لئے فریاد رس ہو تو اس کا نکاح فی الفور فسخ کر دیا جائے گا، اس لئے کہ اس مرض سے صحت ممکن نہیں۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: "عنین")

مہر مؤجل

مہر بھی دو قسم کا ہے، ایک وہ جس کی ادائیگی فی الفور واجب ہوگی اور اسے مہر معجل کہتے ہیں، دوسرے وہ جس کی بعد میں ادائیگی کا وعدہ ہو، مہر مؤجل ہے، پہلی قسم کے مہر میں عورت کو حق حاصل ہوگا کہ وہ شوہر کو مہر کی ادائیگی تک نفس پر قدرت نہ دے اور اگر مہر مؤجل ہو تو عورت اس بات کی حقدار نہ ہوگی۔(۱)

اجل کی دو قسمیں

مدت اگر بالکل متعین ہو تو اس کو "اجل معلوم" کہتے ہیں، ایسی مدت کو جس میں تھوڑا بہت فرق ہو سکتا ہے "اجل متقارب" کہتے ہیں، مثلاً: "کھیت کاٹنے تک یا حج سے واپسی تک کی مدت" اس لئے کہ کھیت کاٹنے اور حج سے واپسی میں تھوڑا بہت فرق ہو سکتا ہے، لیکن غیر معمولی فرق نہیں ہوتا اور اگر مدت غیر متعین اور انتہائی موہوم ہو تو اسے "اجل متفاحش" کہتے ہیں، مثلاً ہوا چلنے تک۔(۲)

بعض معاملات میں صرف "اجل معلوم" ہی معتبر ہے، بعض میں "اجل متقارب" بھی، "اجل متفاحش" کسی معاملہ میں یہاں تک کہ "مہر مؤجل" کے معاملے میں بھی معتبر نہیں ہے۔

(مختلف احکام میں "اجل" کی فقہی حیثیت جاننے کے لئے دیکھئے: "سلم، مہر، بیع، کفالہ")۔

اجلاء

"جلاء" کسی کو اس کے وطن، اس کے شہر اور اس کے مقام قیام سے نکال دینے کو کہتے ہیں، اسی کو اُردو زبان میں جلاوطن کرنا یا شہر بدر کرنے سے تعبیر کرتے ہیں، امام شافعیؒ اور بعض دیگر فقہاء کنوارے آدمی کے زنا کر لینے کی صورت میں ۱۰۰ کوڑوں کے علاوہ ایک سال کے لئے جلاوطنی کی سزا تجویز کرتے ہیں،(۳) حدیث میں اسی کو "تغریب عام" سے تعبیر کیا گیا ہے،(۴) اسی طرح راہزنی کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے قرآن میں "نفی من الارض" کا لفظ وارد ہوا ہے، ان حضرات کے نزدیک اس سے بھی جلاوطنی ہی مراد ہے۔(۵)

(۱) الھدایہ :۲/۳۳۳،باب المھر
(۲) المختصر للقدوری : باب البیع الفاسد
(۳) کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ :۵/۶۴
(۴) مسلم:۲/۶۹
(۵) درمنثور :۶/۶۸

امام ابوحنیفہؒ کے یہاں "نفی من الارض" سے قید مراد ہے،(۱) اور زنا میں بھی اصلاً جلاوطنی کی سزا نہیں ہے، بلکہ قاضی مصلحتاً یہ سزا دے سکتا ہے۔(۲)

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: "زنا، تغریب")

اجماع

عربی زبان میں اجماع کے دو معنی ہیں: ایک پختہ عزم و ارادہ کے اور دوسرے اتفاق کے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فاجمعوا امرکم ، (یونس:۷۱) یہاں اجماع پختہ ارادہ کے معنی میں ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا صیام لمن لم یجمع الصیام من اللیل ، (۳) اس حدیث میں نیت یعنی پختہ ارادہ کرنے کے معنی مراد ہیں، شیخ ابوعلی فارسی فرماتے ہیں کہ جب لوگ ایک جماعت کی صورت اختیار کرلیں تو کہا جاتا ہے: اجمع القوم ، عام طور پر جب یہ لفظ اتفاق کے معنی میں آتا ہے تو اس کے ساتھ "علی" کا استعمال ہوتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے: اجمعوا علی کذا ۔(۴)

فقہاء کی اصطلاح میں اجماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی زمانہ میں کسی واقعہ پر اُمت کے مجتہدین کے اتفاق کا نام ہے، علامہ شوکانی نے اجماع کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :

> اتفاق مجتهدی أمة محمد صلى الله عليه وسلم بعد وفاته فی عصر من الأعصار علی أمر من الامور . (۵)

نیز علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں :

> الإجماع عبارة عن اتفاق جملة اهل الحل و العقد من أمة محمد صلى الله عليه وسلم فی عصر من الأعصار علی حکم واقعه من الوقائع . (۶)

الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ مختلف اہل علم نے یہی تعریف کی ہے، اس تعریف کا ماحصل یہ ہے کہ :

○ اجماع کے لئے سبھوں کا اتفاق ضروری ہے، اگر زیادہ تر لوگوں کی رائے ایک ہو اور نسبتاً کم لوگوں کی رائے اس کے خلاف ہو تو جمہور کے قول کو اجماع نہیں کہیں گے۔

○ اتفاق، مجتہدین اُمت کا معتبر ہے نہ کہ عوام کا، اسی کو علامہ آمدی نے "اہل حل" وعقد سے تعبیر کیا ہے، یہی تعبیر امام غزالی نے اختیار کی ہے، اتفاق اهل الحل و العقد ، (۷) ابن نے اتفاق المجتہدین کی تعبیر استعمال کی ہے ، (۸) علامہ اسنوی نے بھی "مجتہدین" کا لفظ لکھا ہے، (۹) اور دستور العلماء میں بھی "اتفاق المجتهدین" کو اجماع کہا گیا ہے، (۱۰) لہٰذا اہل حل وعقد سے مجتہدین ہی مراد ہیں، علامہ آمدی نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔(۱۱)

○ یہ بھی معلوم ہوا کہ اجماع، اُمت محمدیہ کے امتیازات میں سے ہے، دوسری اُمتوں کا اتفاق نہ اجماع کہلائے گا اور نہ حجت ہوگا۔

○ اجماع سے مراد آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی مسئلہ پر

---

(۱) کشاف :۳۳۶/۲
(۲) ہدایہ:۵۱۲/۲
(۳) ابوداؤد، حدیث نمبر:۲۴۵۴، ترمذی، حدیث نمبر:۷۳۰
(۴) دیکھئے: ارشاد الفحول :۷۱
(۵) دیکھئے: ارشاد الفحول:۷۱
(۶) الاحکام :۲۵۴/۱
(۷) المنخول للغزالی:۳۰۳
(۸) منتهی الوصول و العمل:۵۲
(۹) التمهید للاسنوی:۴۵۱
(۱۰) دستور العلماء :۳۹/۱
(۱۱) دیکھئے: الإحکام فی اصول الاحکام :۲۸۴/۱

اُمت کا متفق ہونا ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں تو وحی کا سلسلہ جاری تھا، جو علم کا معصوم ذریعہ ہے، اس لئے اُمت کے اجماع کی ضرورت نہیں۔

○ ''کسی بھی زمانہ'' سے مقصود یہ ہے کہ اجماع عہد صحابہ یا کسی خاص دور کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ کسی بھی عہد میں اجماع منعقد ہوسکتا ہے۔

○ اجماع بنیادی طور پر عملی فروعی احکام سے متعلق ہے، لیکن اعتقادی مسائل میں بھی اجماع ممکن ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر ﷺ کی افضلیت اور خلفاء اربعہ کا استحقاق خلافت وغیرہ کا ثبوت اجماع سے ہے، اسی طرح بعض عقائد جن پر صرف خبر واحد ہی دلیل ہے، اجماع ہی کی بنا پر ان کو حکم قطعی کا درجہ حاصل ہوا ہے۔

اجماع کی حجیت

''اجماع'' پر بعض حضرات نے قیاس اور خود اجماع سے استدلال کیا ہے، مگر علمی اور فنی حیثیت سے وہ بہت کمزور ہیں، اس سلسلے میں متعدد آیات اور روایات بھی پیش کی جاتی ہیں، جن میں سے درج ذیل آیت اور روایت شاید اجماع کو ثابت کرنے کے لئے نسبتاً زیادہ واضح ہے :

○ من یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی ونصله جنهم .

جو ہدایت واضح ہوجانے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کے علاوہ دوسروں کی راہ چلے گا، ہم اس کو اس کی راہ پر پھیر دیں گے۔

اجماع کی حجیت پر جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں :

○ ان الله لا یجمع اُمتی او قال أمة محمد علی الضلالة . (۱)

○ ان امتی لا تجتمع علی ضلالة . (۲)

اس سلسلہ میں سب سے صریح اور واضح روایت وہ ہے جسے علامہ ہیثمی نے معجم اوسط کے حوالہ سے سیدنا حضرت علی ﷺ سے روایت کیا ہے :

قلت : یا رسول الله : الامر ینزل بنا ، لم ینزل فیه قرآن ، ولم تمض فیه منک سنة ؟ قال : شاوروا فیه الفقهاء والعابدین ولا تمضوا فیه رای خاصة . (۳)

اس سلسلہ میں علامہ ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' میں ''باب فی الاجماع'' کے تحت اور روایتیں بھی نقل کی ہے۔

صحابہ کے آثار بھی اس پر شاہد ہیں، چنانچہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے مروی ہے :

اذا لم تجد الامر فی کتاب الله ولا سنة نبیه فانظر ما اجتمع علیه الناس وما اجمع علیه المسلمون . (۴)

جب تم کسی بات کو کتاب اللہ اور سنت رسول میں نہ پاؤ، تو ایسی چیز کو دیکھو جس پر لوگ اکٹھا ہوں اور مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کا مشہور قول یہ ہے مشہور قول ہے کہ مسلمان جسے بہتر سمجھیں وہ بہتر ہے اور جسے برا سمجھیں وہ برا ہے، ماراه مسلمون حسنا فهو عند الله حسن ، وما راٰه سیئاً

(۱) ترمذی ، باب الفتن ، باب لزوم الجماعة　(۲) ابن ماجه:۳۸۳
(۳) مجمع الزوائد:۱/۱۷۸، باب فی الاجماع، ہیثمی نے اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی ہے۔
(۴) سنن الدارمی : مقدمه

فھو عند اللہ سیئ۔(۱)

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اس اُمت کے غلطی پر متفق نہ ہونے کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معنوی طور پر تواتر سے ثابت ہے،(۲) اس کے علاوہ غور کیجئے کہ کسی دور کے تمام فقہاء مجتہدین جو علم وفہم اور ورع وتقویٰ ہر دو اعتبار سے اپنے عہد کے ممتاز ترین لوگ ہیں، کسی نا قابل انکار دلیل شرعی اور نا قابل صرف نظر مصلحت کے بغیر ایک رائے پر متفق ہو سکتے ہیں؟ اس لئے عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اجماع کو حجت ہونا چاہئے۔

اجماع دلیل قطعی ہے یا ظنی؟

اجماع کے حجت ہونے کے بعد بھی یہ بحث باقی رہ جاتی ہے، کہ یہ حجت قطعی ہے یا ظنی؟ اور پھر اسی سے یہ بات متعلق ہے کہ جو شخص کسی اجماع کا انکار کرتا ہو وہ دائرہ اسلام میں باقی رہتا ہے یا کافر ہو جاتا ہے؟ —— ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ حجت قطعی ہے، اس لئے اجماع تمام ادلہ شرعیہ پر مقدم ہوگا، اس سے اختلاف کرنے والا کافر ہوگا، یا اسے گمراہ اور بدعتی قرار دیا جائے گا صیرفی بن برہان اور حنفیہ میں قاضی ابوزید دبوسی اور شمس الائمہ وغیرہ اس کے قائل ہیں، دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اجماع کی حیثیت دلیل ظنی کی ہے، فخر الدین رازی اور علامہ آمدی وغیرہ کا میلان اس قول کی طرف ہے، تیسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جن صورتوں کے اجماع ہونے پر اہل علم نے اتفاق کیا ہے، وہ دلیل قطعی ہے اور جس کے اجماع ہونے میں اختلاف ہے، جیسے اجماع سکوتی، یا بعض اہل علم کے قول کے مطابق ایسا اجماع جس سے ایک دو مجتہد اختلاف رکھتے ہوں، دلیل ظنی ہے۔(۳)

یہ تیسرا نقطۂ نظر ہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے، اسی لئے علامہ بزدوی اور بعض احناف نے اجماع کے کئی درجات کئے ہیں، جن اُمور میں صحابہ کا اجماع ہو، وہ کتاب اللہ اور حدیث متواتر کے درجہ میں ہے، جن پر باقی لوگوں نے اتفاق کیا ہو، وہ حدیث مشہور کے درجہ میں ہے اور جس مسئلہ میں پہلے اختلاف رہا ہو اور بعد میں کسی ایک رائے پر اتفاق ہو گیا ہو، وہ خبر واحد کے حکم میں ہے،(۴) —— یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ بحیثیت اجماع معتبر ہونے میں اتفاق واختلاف اور ذریعۂ نقل کے اعتبار سے اجماع کے مختلف درجات مانے جائیں اور اسی لحاظ سے ان کا حکم ہو۔

کیا ہر اجماعی حکم کا انکار کفر ہے؟

یہیں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر اجماعی مسئلہ کے منکر کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا؛ بلکہ علامہ شوکانی نے تو ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ اجماع صرف موجب عمل ہے نہ کہ موجب علم، **واختار بعضھم فی الکل انہ یوجب العمل والعلم۔(۵)**

امام غزالی کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ اگر جماع کسی دلیل قطعی جیسے قرآن یا خبر متواتر پر مبنی ہو، تب ہی اس کے منکر کو کافر کہا جا سکتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں :

> والفقھاء إذا أطلقوا التکفیر لخارق الإجماع، أرادوا بہ إجماعا یستند إلی أصل مقطوع من نص او حبر متواتر . (۶)

علامہ آمدی نے بھی کہا ہے کہ اجماع ظنی کا انکار موجب تکفیر نہیں ہے، ان کے نزدیک تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ اجماعی مسئلہ اسلام کے مفہوم اور اس کی حقیقت میں داخل ہو، جیسے توحید و

---

(۱) مسند احمد ۱/۳۷۹

(۲) دیکھئے: فواتح الرحموت ۲/۱۵-۱۶

(۳) ارشاد الفحول: ۷۸-۷۹

(۴) حوالۂ سابق: ۷۹

(۵) حوالۂ سابق

(۶) المنخول: ۳۰۹

رسالت اور عباداتِ خمسہ، تو اس کا انکار کرنے والا کافر ہوگا اور اگر وہ حقیقتیں اسلام میں داخل نہ ہوں، جیسے خرید وفروخت کا حلال ہونا، اجارہ کا درست ہونا وغیرہ تو اس کا انکار کفر نہیں ہوگا، (۱) —— بہر حال قولِ راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ اجماع ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہو، اس کے انکار پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ واللہ اعلم

کن لوگوں کا اجماع معتبر ہے؟

جیسا کہ اجماع کی تعریف میں ذکر کیا گیا: اجماع کسی بھی عہد کے مجتہدین کے اتفاق سے عبارت ہے، اس سلسلہ میں علماء اُصول کے درمیان کسی قدر اختلافِ رائے پایا جاتا ہے، یہاں اس کا تذکرہ مناسب ہوگا:

○ بعض حضرات اجماع میں عوام کے اتفاق واختلاف کا بھی اعتبار کرتے ہیں، لیکن یہ قول مرجوح ہے۔ (۲)

○ اگر بعض مجتہدین بدعت کے قائل اور متبع ہوں تو کیا ان کا اختلاف اجماع کے ثابت ہونے میں حارج ہوگا —— ؟ اگر اس کی بدعت موجب کفر ہو تو اس کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر کفر کے درجہ تک نہ پہنچی ہو، بلکہ جس بدعت کا ارتکاب کرتا ہے، وہ موجب تفسیق ہو تو اس کا اختلاف بھی اجماع کے منعقد ہونے میں مانع ہوگا، (۳) بعض حضرات نے یوں فرق کیا ہے کہ اگر وہ بدعت کی طرف داعی بھی ہو تو اس کا اختلاف کرنا معتبر نہیں، اگر بدعات کی دعوت نہیں دیتا ہو تو اس کا اختلاف معتبر ہوگا۔ (۴)

○ ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ صحابہ کا اجماع ہی معتبر ہے، یہ رائے اصحابِ ظواہر کی ہے، شوکانی نے ابن حبان کو بھی اسی نقطۂ نظر کا حامل قرار دیا ہے اور اسی طرح کا قول امام احمد بن حنبل کی طرف بھی منسوب ہے، جمہور کے نزدیک صحابہ کے اجماع کا معتبر ہونا تو متفق علیہ ہے؛ لیکن اجماع کا انعقاد صحابہ پر منحصر نہیں، اس لئے کہ جن آیات اور احادیث سے اجماع کو ثابت کیا جاتا ہے، ان میں ''اُمت'' میں شامل ہیں، اس لئے صحابہ کے ساتھ اجماع کو مخصوص نہیں کیا جاسکتا۔ (۵)

تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ زیادہ تر اجماعی احکام وہی ہیں جن پر عہد صحابہ اور خاص کر عہد فاروقی میں اتفاق ہوا ہے۔

○ اس سلسلہ میں ایک سوال یہ ہے کہ اگر کوئی تابعی عہد صحابہ میں مقام اجتہاد کو پہنچ گیا ہو، صحابہ کسی مسئلہ میں متفق ہوں، لیکن وہ تابعی اس سے اختلاف رکھتا ہو تو کیا اس اختلاف کا اعتبار ہوگا، یا وہ اختلاف غیر معتبر ہوگا اور اس مسئلہ کو اجماعی تصور کیا جائے گا؟ —— اسماعیل بن علیہ، بن برہان اور بعض اہل علم کے نزدیک اس تابعی کا اختلاف معتبر نہیں ہوگا اور جمہور فقہاء کے نزدیک یہ اختلاف معتبر ہوگا اور اس مسئلہ کو اجماعی نہیں سمجھا جائے گا، اسی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ہدی کے جانور کا ''اشعار'' اجماعی مسئلہ نہیں ہے؛ کیوں کہ ابراہیم نخعی اس کو مکروہ قرار دیتے تھے، ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ اکابر صحابہ نے بعض مسائل میں تابعین سے رُجوع کیا ہے اور ان کی رائے کی اتباع کی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی بات دریافت کی جاتی تو حسن بصری سے رُجوع ہونے کا مشورہ دیتے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بعض باتیں دریافت کی گئیں تو مسروق کی طرف اشارہ کردیا کہ ان سے دریافت کرلو، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تابعین میں سے اہل علم اور اصحابِ نظر کو خود صحابہ کتنی اہمیت دیتے

(۱) الإحکام :۱/۳۴۴
(۲) الاحکام للآمدی :۱/۲۸۴
(۳) المنخول:۳۱۰،الإحکام اللآمدی:۱/ ۲۸۷
(۴) دیکھئے:ارشاد الفحول :۸۰
(۵) الإحکام للآمدی :۱/۲۸۸، إرشاد الفحول :۸۱

تھے، اس لئے ان کے اختلاف کونظر انداز نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا ان کے اختلاف رائے کے ساتھ اجماع کا تحقق نہیں ہوسکتا۔(۱)

○ امام مالکؒ کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ وہ صرف اہل مدینہ کے اتفاق کو اجماع قرار دیتے تھے اور صرف اسی کو اجماع کے منعقد ہونے کے لئے کافی سمجھتے تھے،(۲) بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ مدینہ کے فقہاء سبعہ —— سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد بن ابی بکر، خارجہ بن زید بن ثابت، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث، سلیمان بن یسار اور عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمہم اللہ —— کے اتفاق کو امام مالک کے اختلاف کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔(۳)

لیکن امام مالکؒ کی طرف اس نسبت کو محقق مالکی فقہاء نے غلط قرار دیا ہے، چنانچہ ابوبکیر، ابویعقوب رازی، طیالسی، قاضی ابوالفرج اور قاضی ابوبکر وغیرہ نے یہی کہا ہے۔(۴)

مالکی علماء نے امام مالکؒ کے اس قول کی مختلف توجیہات کی ہیں، بعض حضرات کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ اہل مدینہ کی روایت کو دوسروں کی روایت پر ترجیح حاصل ہوگی، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اجماع اہل مدینہ سے اجماع صحابہ مراد ہے، ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اہل مدینہ سے اجماع صحابہ مراد ہے، ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اہل مدینہ کے اجماع پر عمل کرنا بہتر ہے لیکن اس کی مخالفت بھی ممنوع نہیں،(۵) —— قاضی عبدالوہاب مالکی کی رائے یہ ہے کہ جو اُمور استدلال سے متعلق ہیں ان میں امام مالک 'اجماع اہل مدینہ' کو حجت نہیں مانتے، لیکن جو اُمور نقل سے متعلق ہیں اور نسل در نسل ہوتے آئے ہیں ان میں اہل مدینہ کا اجماع حجت ہے، جیسے صاع اور مد نامی پیمانہ کی مقدار، اذان و اقامت کے کلمات، وغیرہ، یہی نقطۂ نظر علامہ باجی مالکی کا بھی ہے۔(۶)

امامیہ اور زیدیہ کے نزدیک اہل بیت کا اجماع ہی اصل اجماع ہے، لیکن یہ درست نہیں اس لئے کہ ظاہر ہے کہ اُمت صرف اہل بیت کا نام نہیں۔(۷)

شیعہ حضرات ''اہل بیت'' کے اجماع کو حجت قرار دینے کے لئے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں :

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس أھل البیت ویطھر کم تطھیرا ۔ (احزاب:۳۲)

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے یعنی اہل بیت سے نجاست کو دور کردے اور تم کو اچھی طرح پاک کردے۔

لیکن یہ استدلال دو وجوہ سے غلط ہے :

اول: تو آیت کا سیاق وسباق بتاتا ہے کہ یہاں اہل بیت سے ازواج مطہرات مراد ہیں، چنانچہ پوری آیت حسب ذیل ہے :

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیة الاولیٰ واقمن الصلوٰة واٰتین الزکوٰة واطعن اللہ ورسولہ ۔ (احزاب:۳۳)

دوسرے: ''رجس'' کا مفہوم یہ ہے کہ معاشرہ کو گندگی سے محفوظ رکھیں گے، نہ یہ کہ اجتہادی خطا اور غلطی بھی ان سے سرزد نہ ہوگی۔

اسی طرح بعض حضرات نے خلفاء راشدین یا حضرات

(۱) إرشاد الفحول :۸۱، الإحکام للآمدی :۱/۲۹۹

(۲) الإحکام للآمدی :۱/۳۰۲

(۳) دیکھئے:المنخول للغزالی:۳۱۴

(۴) حاشیہ المنخول للدکتور محمد حسن ھیتو:۳۱۴

(۵) الإحکام للآمدی :۱/۳۰۳

(۶) إرشاد الفحول :۸۲

(۷) الإحکام للآمدی :۱/۳۰۵، إرشاد الفحول :۸۳

شیخین کے اتفاق کو اجماع کے لئے کافی سمجھا ہے، امام احمد اور حنفیہ میں قاضی ابو حازم کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے، لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک اجماع کے لئے یہ کافی نہیں، بلکہ اگر کسی صحابی کو اس رائے سے اختلاف ہو تو اجماع منعقد نہیں ہوگا۔(۱)

کیا اکثریت کا نقطۂ نظر اجماع ہے؟

اگر کسی مسئلہ میں اکثریت کی رائے ایک ہو اور کچھ لوگوں کی رائے اس کے خلاف تو اس اختلاف کا اعتبار ہوگا یا نہیں اور اس مسئلہ کو اجماعی سمجھا جائے گا یا اختلافی؟ اس میں بھی مختلف نقاط نظر پائے جاتے ہیں، ابن جریر طبری، ابوبکر رازی، معتزلہ میں ابوالحسین خیاط اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کے نزدیک کچھ لوگوں کا اختلاف اجماع کے منعقد ہونے میں مانع نہیں ہوگا، اور جمہور کے نزدیک اجماع کے لئے ایک عہد کے تمام مجتہدین کا اتفاق ضروری ہے، اس لئے اگر ایک دو شخص کو بھی اختلاف ہو تو اجماع منعقد نہیں ہوگا، (۲) —— بقول امام غزالیؒ اگر ایک طرف تین اشخاص ہوں اور دوسری طرف تین ہزار، تب بھی اجماع منعقد نہیں ہوگا، (۳) جمہور کی رائے قوی ہے، کیوں کہ اجماع کو اس ارشاد نبوی ﷺ کی بنیاد پر دلیل شرعی مانا گیا ہے کہ ''میری اُمت غلطی پر متفق نہیں ہو سکتی'' اور اُمت کا لفظ پوری اُمت کو شامل ہے نہ کہ اُمت کے بعض افراد کو۔

کیا اجماع کے لئے کوئی تعداد متعین ہے؟

اجماع کے لئے کیا کوئی تعداد بھی متعین ہے؟ اس سلسلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے ہے، ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ ہر دور کے مجتہدین کا کسی بات پر متفق ہو جانا اجماع کے منعقد ہونے کے لئے کافی ہے، یہی جمہور فقہاء کا نقطۂ نظر ہے، دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس رائے سے اتفاق کرنے والوں کی تعداد اتنی کثیر ہو کہ ان سب کا غلطی پر اتفاق کر لینا نا قابل تصور ہو، یہ امام الحرمین کی رائے ہے، (۴) امام غزالی کا رجحان بھی اسی طرف ہے، (۵) —— جمہور کی رائے قوی ہے کیوں کہ ہر دور میں اتنے مجتہدین کا فراہم ہونا کہ ان کی تعداد درجۂ تواتر کو پہنچے مستبعد ہے، لہٰذا پھر بعد کے ادوار میں اجماع نا قابل تصور ہو جائے گا۔

کیا مجتہدین کے لئے ان کے عہد کا گذر جانا ضروری ہے؟

انسان کی آراء میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور مجتہدین بہت سے مسائل میں ایک رائے قائم کر کے پھر دوسری رائے کی طرف رُجوع کرتے ہیں، اسی بنیاد پر یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر کسی دور میں مجتہدین نے ایک رائے پر اتفاق کر لیا ہو تو چوں کہ رائے سے رُجوع کرنے کا امکان باقی ہے، اس لئے ان مجتہدین کا عہد گزرنے کے بعد اس کو اجماع سمجھا جائے یا ابھی سے اسے اجماع تصور کیا جائے؟ —— اس سلسلہ میں تین اقوال ذکر کئے جاتے ہیں:

اول یہ کہ اس عہد کا گزر جانا، (انقراض عصر) ضروری نہیں، —— یہ رائے جمہور فقہاء اکثر حنفیہ، شوافع، اشاعرہ اور معتزلہ کی ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ اس زمانہ کا گزر جانا ضروری ہے، یہ رائے امام احمد بن حنبل اور ابوبکر بن فورک کی طرف منسوب ہے۔

تیسری رائے یہ ہے کہ اگر اجماع تمام مجتہدین کی صراحت سے منعقد ہوا ہو تو اس عہد کا گزر جانا ضروری نہیں اور اگر کچھ لوگوں

(۱) الإحكام للآمدي: ۱/۳۰۹، إرشاد الفحول: ۸۳

(۲) الإحكام للآمدي: ۱/۲۹۴

(۳) المنخول: ۳۱۲

(۴) الإحكام للآمدي: ۱/۳۱۰

(۵) المنخول: ۳۱۳

نے صراحتاً اپنی رائے ظاہر کی ہو اور کچھ حضرات نے سکوت اختیار کیا ہو تو اس عہد کا گزر جانا ضروری ہے، اس کو علامہ آمدی نے ترجیح دی ہے۔(۱)

ایک اور نقطۂ نظر امام جوینی کا نقل کیا گیا ہے کہ اگر اجماع کی سند و اساس کی کوئی دلیل قطعی ہو تو ان مجتہدین کے وفات پا جانے کے بعد ہی اسے اجماع سمجھا جائے گا اور اگر اس کی بنیاد دلیل پر ہو تب بھی پورے عہد کا گزر جانا تو ضروری نہیں، لیکن یہ ضروری ہے کہ اس پر ایک طویل عرصہ گزر جائے۔(۲)

اختلاف کے بعد اتفاق

اگر کسی مسئلہ میں اہل علم کے درمیان پہلے اختلاف رہ چکا ہو اور اس مسئلہ میں دو رائے پائی جاتی ہوں، بعد کے عہد میں مجتہدین کسی ایک رائے پر متفق ہو جائیں تو کیا اختلاف رائے کے بعد اتفاق پیدا ہو جانے سے اجماع منعقد ہو جائے گا؟ —— اس میں اختلاف ہے، مثلاً صحابہ کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف تھا، تابعین نے ایک رائے پر اتفاق کر لیا تو ایسی صورت میں کیا تابعین کا متفق ہو جانا اجماع کہلائے گا؟ اس میں دونوں طرح کے نقاط نظر موجود ہیں: امام احمد بن حنبل، ابو الحسن اشعری، امام الحرمین، امام غزالی، ابو بکر صیرفی اور متعدد علماء اُصول کہتے ہیں کہ اس سے اجماع منعقد نہیں ہوگا اور آئندہ آنے والے مجتہدین کو ان دونوں میں سے کسی بھی رائے کو اختیار کرنے کی گنجائش ہوگی، (۳) جب کہ بہت سے فقہاء احناف، شوافع، معتزلہ کے نزدیک اجماع منعقد ہو جائے گا، (۴) ابو الحسین بصری نے اسی کو اکثر لوگوں کا قول قرار دیا ہے، واجازه أكثر الناس، (۵) اور یہی نقطۂ نظر امام فخر الدین رازیؒ کا ہے۔(۶)

یہ دوسرا نقطۂ نظر زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ امامت ابو بکر ﷺ کے بارے میں پہلے اختلاف تھا، پھر حضرت علی ﷺ کی بیعت کے بعد اجماع ہو گیا، ام ولد باندی کے فروخت کے سلسلہ میں صحابہ ﷺ کے درمیان اختلاف تھا، تابعین کے دور میں اس کے ناجائز ہونے پر اتفاق ہو گیا۔ واللہ اعلم

ایک رائے پر اتفاق کے بعد مخالف رائے پر اتفاق

اجماع سے متعلق اس نکتہ پر بھی اُصولیین نے بحث کی ہے کہ ایک رائے پر اجماع ہونے کے بعد پھر کیا اس کی مخالف رائے پر بھی اجماع منعقد ہو سکتا ہے؟ اس کی دو صورتیں ممکن ہیں، ایک یہ کہ جن لوگوں نے پہلے اجماع کیا ہو، ان ہی حضرات نے بعد میں یہ اتفاق رائے رُجوع کیا ہو، تو جن حضرات کے نزدیک اجماع کی تکمیل کے لئے اجماع کرنے والوں کی وفات ضروری ہے، ان کے نزدیک چوں کہ ابھی اجماع متحقق ہی نہیں ہوا ہے، اس لئے اس کے برعکس رائے پر اتفاق کر لینا معتبر ہوگا اور جن حضرات کے نزدیک اجماع کے لئے ان حضرات کی وفات (انقراض عصر) ضروری نہیں، ان کے نزدیک اب اس کے برعکس رائے پر اتفاق کرنے کا اعتبار نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پہلی رائے پر اجماع کرنے والے ایک عہد کے ہوں اور دوسری رائے پر اجماع کرنے والے دوسرے عہد کے، یہ صورت بالاتفاق درست نہیں، جب پہلی رائے پر اجماع ہو چکا ہے، تو وہی واجب التسلیم ہوگی، البتہ اس سلسلہ میں ابو عبد اللہ بصری کا اختلاف نقل کیا گیا ہے۔(۷)

(۱) الإحكام ۱/۷-۲۱۹
(۲) المستصفى ۱/۹۲
(۳) الإحكام للآمدي ۱/۳۳۷
(۴) الإحكام للآمدي ۱/۳۳۷
(۵) المعتمد ۲/۵۱۷
(۶) دیکھئے إرشاد الفحول ۸۴
(۷) إرشاد الفحول ۸۵

اجماع سکوتی

اجماع کس طریقہ پر منعقد ہوتا ہے؟ اس اعتبار سے اس کی دو صورتیں ہیں ، اجماع صریحی اور اجماع سکوتی —— اجماع صریحی یہ ہے کہ تمام مجتہدین تحریری طور پر یا زبانی صریح عبارت میں یا اشارتاً کسی رائے کی صراحت کردیں، جو لوگ اجماع کو حجت مانتے ہیں، ان کے نزدیک اجماع صریحی کے حجت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

اجماع سکوتی سے مراد یہ ہے کہ بعض مجتہدین تو قول یا فعل کے ذریعہ اتفاق کا اظہار کریں اور بقیہ حضرات اس سے واقف ہونے اور غور وفکر کی مناسب سہولت ملنے کے باوجود سکوت اختیار کریں،(۱)—— اجماع سکوتی کے معتبر ہونے یا نہ ہونے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے، علامہ شوکانی نے اس سلسلہ میں بارہ اقوال ذکر کئے ہیں،(۲) دو قول زیادہ مشہور اور اہم ہیں، ایک یہ کہ اس سے اجماع منعقد نہیں ہوگا اور نہ اس طرح کا اتفاق حجت شرعی سمجھا جائے گا، بقول امام غزالی ، امام رازی ، علامہ آمدی یہ امام شافعی کا قول جدید ہے، علامہ جوینی نے اسے فقہ شافعی کا قول ظاہر قرار دیا ہے، اسی کے قائل اصحاب ظواہر بھی ہیں اور بعض احناف کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔(۳)

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بھی اجماع ہے اور حجت شرعی کا درجہ رکھتا ہے، اس کے قائل اکثر احناف ، بعض شوافع اور امام احمد بن حنبل ہیں ،(۴) امام غزالی کا رجحان یہ ہے کہ اگر کوئی قرینہ اس بات پر موجود ہو کہ جن لوگوں نے صراحتاً اپنی رائے ظاہر نہیں کی ہے وہ بھی اس پر راضی تھے، تب یہ اجماع متصور ہوگا۔(۵)

حنفیہ کے یہاں بھی اجماع سکوتی کے معتبر ہونے کے لئے چار شرطیں ہیں، اول یہ کہ جن لوگوں نے سکوت اختیار کیا ہے، ان سے صراحتاً یا اشارتاً اس رائے کی موافقت یا مخالفت ثابت نہ ہو، دوسرے انھوں نے اس رائے سے واقف ہونے اور غور وفکر کی مناسب مدت گزر جانے کے باوجود خاموشی اختیار کی ہو، تیسرے وہ مسئلہ اجتہادی نوعیت کا ہو اور اس میں اجتہاد کی گنجائش ہو، چوتھے جن لوگوں نے سکوت اختیار کیا ہے، وہ مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے لوگ ہوں۔(۶)

حنفیہ کے نزدیک اگر اجماع سکوتی کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس سے معلوم ہو کہ بقیہ حضرات کا خاموش رہنا اس سے اتفاق کی بنیاد پر ہے تو اس کا درجہ اجماع صریحی کا سا ہوگا، جیسا کہ حضرت ابو بکر ﷺ نے مانعین زکوۃ سے جہاد کیا اور تمام صحابہ ﷺ نے اس پر سکوت اختیار کیا اور اگر ایسا قرینہ موجود نہ ہو تو اس اجماع کا درجہ اجماع صریحی سے کمتر ہوگا۔(۷)

کیا پہلوں کے مقابلہ کسی نئی رائے کا اظہار اجماع کی خلاف ورزی ہے؟

اجماع سے متعلق ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں پہلے دو قول رہ چکے ہوں تو اب بعد میں آنے والوں کے لئے انھیں دونوں میں سے کسی ایک کی اتباع ضروری ہوگی ، یا ان کے لئے گنجائش ہوگی کہ ان دو کے علاوہ کوئی اور رائے قائم کریں؟ —— اس سلسلہ میں تین نقاطِ نظر پائے جاتے ہیں :

(۱) المدخل إلی علم أصول الفقه للدوالیبی :۳۵۱
(۲) دیکھئے: إرشاد الفحول :۸۵-۸۴
(۳) إرشاد الفحول :۸۴، الاحکام للآمدی :۱/۳۱۲
(۴) الإحکام للآمدی :۱/۳۱۲
(۵) دیکھئے: المنخول :۳۱۹
(۶) دیکھئے: فواتح الرحموت :۲/۲۳۲
(۷) دیکھئے: فواتح الرحموت :۲/۲۳۲

اول: یہ کہ تیسری رائے قائم کرنا درست نہیں ہوگا، کیوں کہ گویا ان دومختلف آراء پر فی الجملہ اجماع ہو چکا ہے، علامہ آمدی نے لکھا ہے کہ یہی جمہور کا قول ہے، (۱) امام غزالی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور لکھا ہے کہ تیسری رائے قائم کرنا خرق اجماع ہے، یہی امام شافعیؒ کا نقطۂ نظر ہے، (۲) قاضی ابوالطیب، طبری، رویانی، صیرفی اور دوسرے اُصولیین کی بھی یہی رائے ہے اور استاذ ابومنصور نے اسی کو جمہور کا قول قرار دیا ہے۔ (۳)

دوسرا قول جواز کا ہے، ان کے نزدیک اس کی حیثیت اجماع کی نہیں ہے، ابن برہان اور ابن سماعہ نے بعض احناف نیز اصحابِ ظواہر سے یہ رائے نقل کی ہے، قاضی عیاض نے داؤد ظاہری کی طرف اس کی نسبت کی ہے، لیکن ابن حزم کو اس نسبت سے اختلاف ہے۔ (۴)

تیسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر یہ تیسرا قول ان دونوں کے مکمل طور پر منافی نہ ہو بلکہ ایک حد تک ایک قول، ایک حد تک دوسرے قول سے موافقت رکھتا ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، مثلاً ایک قول یہ ہے کہ طہارت رکھتا ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، مثلاً ایک قول یہ ہے کہ طہارت کی تمام صورتوں میں نیت ضروری ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ بعض صورتوں میں ضروری ہے اور بعض صورتوں میں ضروری نہیں تو یہ درست نہیں ہوگا اور اسے اجماع کی خلاف ورزی (خرقِ اجماع) تصور کیا جائے گا، لیکن اگر کسی عہد کے مجتہدین میں سے بعض طہارت کی تمام صورتوں میں نیت کو ضروری قرار دیتے ہیں اور بعض کسی صورت میں بھی نیت ضروری ہونے کے قائل نہیں ہیں، اب اس عہد کے بعد کوئی مجتہد بعض صورتوں میں نیت کو ضروری قرار دیتا ہے اور بعض میں نیت کو ضروری قرار نہیں دیتا تو یہ پہلی دونوں آراء کے مکمل طور پر منافی نہیں ہے، بلکہ اس میں ایک حد تک نیت ضروری قرار دینے والوں کی تائید ہے اور ایک حد تک نیت ضروری قرار نہ دینے والوں کی، اس لئے یہ صورت درست ہوگی، علامہ آمدی نے اسی کو ترجیح دیا ہے، (۵) ابن حاجب مالکی، اُصولیین کی ایک جماعت اور متاخرین شوافع کا رجحان اسی طرف ہے، —— پہلی رائے قوی معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ جب کسی عہد میں دو آراء پر اتفاق ہو گیا تو اب اس کی حیثیت ''سبیل المومنین'' (مومنین کے طریقہ) کی ہوگئی، لہٰذا آئندہ اس کی مخالفت گویا اس راستہ سے انحراف کرنے کے مترادف ہوگا، ابوالحسین بصری معتزلی (متوفی: ۴۳۶ھ) نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ (۶)

کیا اجماع کا تعلق صرف احکام سے ہے یا دلائل سے بھی؟

اجماع کے ذیل میں ایک بحث یہ بھی کی گئی ہے کہ اگر کسی عہد میں کسی آیت کی ایک تشریح کی گئی ہو، کسی حدیث کا ایک مفہوم متعین کیا گیا ہو یا کسی نص کی کوئی خاص علت قرار دی گئی ہو تو کیا آئندہ آنے والے مجتہد کو اس آیت کی دوسری تفسیر، اس حدیث کی دوسری تشریح یا اس حکم کو کوئی اور علت متعین کرنا درست ہوگا؟ —— اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ بعد کو مجتہد نے جو تفسیر و توضیح کی ہے، اگر پہلوں نے اسے فاسد اور نادرست قرار دیا ہو تو یہ اجتہاد نادرست و نامعتبر ہوگا، اگر اس رائے کو بھی صحیح قرار دیا گیا ہو تو وہ اجتہاد درست ہوگا، اور اگر اس سے سکوت اختیار کیا گیا ہو تو اس صورت کے بارے میں ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ اب کسی نئی تفسیر و توضیح یا حکم کی نئی علت متعین کرنا درست نہیں، (۷) لیکن جمہور کے

(۱) الإحکام للآمدی: ۱/۳۳۰
(۲) دیکھئے: المنخول: ۳۲۰-۳۲۱
(۳) إرشاد الفحول: ۸۶
(۴) إرشاد الفحول: ۸۶
(۵) الإحکام للآمدی: ۱/۱۳۳
(۶) دیکھئے: کتاب المعتمد فی أصول الفقه: ۲/۵۰۵، مع تحقیق ڈاکٹر حمید اللہ
(۷) إرشاد الفحول: ۸۷

نزدیک اس میں کچھ حرج نہیں، کیوں کہ اجماع کا تعلق احکام سے ہے نہ کہ دلائل سے اور آیات واحادیث کی تفسیر وتوضیح نیز علتوں کے استخراج واستنباط کا تعلق دلائل سے ہے۔(۱)

نقل کے اعتبار سے اجماع کی قسمیں

اجماعی احکام کی نقل و روایت کے اعتبار سے فقہاء نے دو قسمیں کی ہیں:(۲)

اول اجماع بہ نقل متواتر، یعنی جس عہد میں اجماع ہوا ہے، اس عہد سے آج تک اتنی بڑی جماعت اس کی ناقل ہو کہ بہ ظاہر جھوٹ پر ان کا اتفاق ممکن نہ ہو، اس کے ثابت ومعتبر ہونے پر وہ تمام لوگ متفق ہیں، جو اجماع کو دلیل شرعی مانتے ہیں، جیسے حضرت ابوبکر ؓ کی خلافت اور مانعین زکوٰۃ سے جہاد کے درست ہونے پر اجماع۔

اس سلسلہ میں ایک اصطلاحی اختلاف یہ ہے کہ اگر صحابہ کے دور میں اجماع ہوا ہو اور تواتر سے ثابت ہو تو اسے "اجماع متواتر" کہتے ہیں اور اگر عہد صحابہ کے بعد کوئی اجماع منعقد ہوا اور تواتر کے ساتھ منقول ہو، تو اسے حنفیہ "اجماع مشہور" کا نام دیتے ہیں، اجماع متواتر واجب العمل بھی ہے اور واجب الاعتقاد بھی، گویا وہ حکم قرآنی کے درجہ میں ہے، اس لئے اس کا انکار کفر ہے اور اجماع مشہور حدیث مشہور کے درجہ میں ہے، اس سے علم طمانینت حاصل ہوتا ہے، اس پر عمل کرنا واجب ہے، جو انکار کرتا ہو، اسے گمراہ قرار دیا جائے گا، لیکن تکفیر نہیں کی جائے گی، (۳) لیکن اس طرح کے اجماع کی شاید ہی کوئی عملی مثال مل سکے۔

تیسری صورت اجماع بنقل خبر واحد کی ہے، مثلاً تابعین کے دور میں اُم ولد باندی کی خرید وفروخت کے ناجائز ہونے پر اجماع، اس کے حجت ہونے میں اختلاف ہے، عام طور پر حنفیہ، شوافع اور حنابلہ خبر واحد کو بھی اجماع کے ثبوت کے لئے کافی سمجھتے ہیں، (۴) ابوحسین بصری معتزلی نے بھی اسی کو ترجیح دیا ہے، (۵) قاضی ابوالحسن ماوردی اور امام الحرمین کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے، (۶) بعض حنفیہ وشوافع اور امام غزالی اسے خبر واحد کے درجہ میں رکھتے ہوئے دلیل ظنی کا درجہ دیتے ہیں۔

احتیاطی تعبیر

بعض اہل علم احتیاطاً اس طرح کی تعبیر اختیار کرتے ہیں کہ مجھے فلاں مسئلہ میں کسی اختلاف کا علم نہیں، لا اعلم فیہ خلافا، یوں تو اس طرح کی تعبیر مختلف اہل علم کے یہاں ملتی ہے، لیکن خاص طور پر امام احمدؒ کے یہاں اس طرح کی عبارت کثرت سے پائی جاتی ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ اگر کوئی مجتہد جو اجماعی او راختلافی احکام سے واقف ہے، ایسا کہے، تو یہ اجماع سمجھا جائے گا ، لیکن محققین کے نزدیک یہ درست نہیں، اب دیکھئے کہ امام مالک نے مدعیٰ علیہ کے قسم سے انکار کے بعد مدعی پر قسم لوٹانے کا ذکر کرتے ہوئے مؤطا میں لکھا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، حالاں کہ صحابہ میں حضرت عثمان ؓ، حضرت ابن عباس ؓ اور بعد کے لوگوں میں امام ابوحنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہ کو اس سے اختلاف ہے، اور ان کے نزدیک اگر مدعیٰ علیہ قسم کھانے سے انکار کر جائے تو مدعی پر قسم نہیں لوٹائی جائے گی، اسی طرح امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کم سے کم تن گایوں میں زکوٰۃ ہے، میں اس بارے میں کسی اختلاف سے واقف نہیں، حالاں کہ بعض فقہاء اونٹ پر قیاس

(۱) دیکھئے: کتاب المعتمد: ۲/ ۱۷-۵۱۴، الاحکام للآمدی: ۱/ ۳۶-۳۳۴
(۲) کتاب المعتمد فی اصول الفقہ: ۲/ ۵۳۲
(۳) فواتح الرحموت: ۲/ ۲۴۲-۲۴۶، نور الانوار: ۲۲۲-۲۲۳
(۴) الاحکام للآمدی: ۱/ ۳۴
(۵) کتاب المعتمد: ۲/ ۵۳۲
(۶) ارشاد الفحول: ۸۹

کرتے ہوئے گائے میں بھی زکوٰۃ واجب ہونے کا نصاب پانچ قرار دیتے ہیں، اس لئے صحیح یہی ہے کہ "لا اعلم فیہ خلافا" (میں اس بارے میں کسی اختلاف سے واقف نہیں) کی تعبیر سے اجماع ثابت نہیں ہوتا۔ (۱)

سندِ اجماع

یہ بات ظاہر ہے کہ پوری اُمت کا کسی رائے پر متفق ہو جانا ایک غیر معمولی واقعہ ہے، اس لئے ضرور ہے کہ کسی دلیل ہی نے ان سب کو ایک رائے پر متفق کیا ہوگا، خواہ یہ دلیل قرآن کی کوئی آیت ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد ہو، یا کوئی اور شئی؟ اسی کو سندِ اجماع کہتے ہیں، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اجماع کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں، لیکن جمہور کے نزدیک اجماع کے لئے کسی اساس اور سند کا ہونا ضروری ہے، سند اجماع یا تو کتاب اللہ ہوگی یا سنتِ رسول یا ان دونوں سے اخذ کیا ہوا قیاس، مثلاً "جدہ" (نانی اور دادی) سے نکاح حرام ہے، اور اس کی بنیاد قرآن کی آیت حرمت علیکم امھاتکم ہے، کیوں کہ جدات ہی اُمہات کی اصل ہیں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ سے پہلے کھانے کی چیز کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے، یہ مضمون مختلف روایتوں میں آیا ہے، چنانچہ قبضہ سے پہلے اشیاء میں خوردنی کی ممانعت پر اُمت کا اجماع ہو چکا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزوں میں سود کو منع فرمایا ہے، ان چھ اشیاء میں چاول کا ذکر نہیں ہے، لیکن ان چھ اشیاء پر قیاس کرتے ہوئے چاول میں بھی سود کی حرمت پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، کبھی مصلحت بھی سندِ اجماع ہوتی ہے، چنانچہ مصلحت ہی کی بنیاد پر صحابہ نے جمع قرآن کے مسئلہ پر اجماع واتفاق کیا تھا۔

یہ جمہور کا نقطۂ نظر ہے، شیعہ، امام داؤد ظاہری اور ابن جریر طبری کے یہاں قیاس سند اجماع نہیں ہو سکتا۔ (۲)

اجماع — موجودہ دور میں

یہ بات گذر چکی ہے کہ اجماع ائمہ مجتہدین کا معتبر ہے، تو سوال یہ ہے یہ موجودہ دور میں اجماع جیسے اہم ماخذ شرعی سے استفادہ کی کیا صورت ہے؟ — اس سلسلہ میں راقم الحروف اجتہاد کے ذیل میں یہ بات لکھ چکا ہے کہ مجتہدین مطلق کے علاوہ مجتہد کے بعض اور مدارج بھی ہیں، جیسے مجتہد فی المذہب اور مجتہد فی المسائل، اس نوع کے مجتہدین ہر دور میں پیدا ہوئے ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے، اسی طرح اجتہاد کی ایک خاص قسم تحقیق مناط، یعنی احکام شرعیہ کی تطبیق کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اسی لئے اس دائرہ میں رہتے ہوئے آج بھی اجماع کا تحقق ہو سکتا ہے، پھر مواصلات اور ابلاغ کے ذرائع کی کثرت اور وسعت نے آج پوری دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کر کے رکھ دیا جائے، دنیا کے مختلف ملکوں اور علاقوں میں فقہی اکیڈمیوں اور دارالافتاء کے قیام نے اہل علم کو ایک دوسرے سے تعارف کا موقع فراہم کیا ہے اور ایک دوسرے کے نقطۂ نظر سے واقف ہونا نسبتاً آسان ہو گیا ہے، اس لئے موجودہ حالات میں اجماع جیسی اہم دلیل شرعی سے استفادہ کرنا ممکن بھی ہے اور درست بھی، علماء اور عالم اسلام کے ارباب حل وعقد کو اس پر غور کرنا چاہئے۔

اجماعی اور اختلافی مسائل پر اہم کتابیں

اہل علم نے احکام فقہیہ پر اس پہلو سے بھی قلم اُٹھایا ہے کہ کن مسائل پر فقہاء کا اتفاق ہے اور کن مسائل میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے؟ یہ کتابیں اس بات کو جاننے کے لئے بڑی اہم ہیں

(۱) دیکھئے: ارشاد الفحول: ۹۰

(۲) إرشاد الفحول: ۷۹، الإحکام للآمدی: ۱/۳۲۶

کہ کون سے احکام اجماعی اور اتفاقی ہیں اور اختلافی احکام میں بوقت عدول کرنے کی حدود کیا ہیں؟ کیوں کہ جن فقہاء مجتہدین کی اتباع پر اُمت کے سوادِ اعظم کا اتفاق رہا ہے، ان کی آراء سے باہر نکل جانا خطرہ سے خالی نہیں ہے اور اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ یہ خروج وعدول اتباع نفس اور اتباع شیطان کے زمرہ میں آجائے۔

اتفاقی اور اجماعی احکام کے سلسلہ میں دو کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں :

- كتاب الاجماع
  علامہ ابوبکر مندری (متوفی:۳۱۸ھ)
- موسوعة الاجماع
- سعدی ابوحبیب (حفظہ اللہ)

جن کتابوں میں فقہاء کے متفق علیہ اور مختلف فیہ دونوں طرح کے اقوال کو نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے ان میں سے چند اہم مطبوعہ کتابیں اس طرح ہیں :

- اختلاف الفقهاء
  امام ابوجعفر محمد بن طبری (متوفی:۳۲۱ھ)
- اختلاف الفقهاء
  امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی (متوفی:۳۲۱ھ)
- المحلى
  علامہ ابومحمد علی بن حزم ظاہری (متوفی:۴۵۶ھ)
- حلية العلماء
  علامہ سیف الدین شاشی قفال (متوفی:۵۰۷ھ)
- الإفصاح عن معاني الصحاح
  علامہ ابوالمظفر یحییٰ بن حبیرہ (متوفی:۵۶۰ھ)
- بداية المجتهد
  علامہ محمد بن احمد بن رشد قرطبی (متوفی:۵۹۵ھ)
- رحمة الأمة في اختلاف الائمة
  ابوعبداللہ محمد دمشقی
- السيل الجرار
  علامہ محمد بن علی شوکانی (متوفی:۱۲۵۰ھ)
- كتاب الفقه على المذاهب الاربعة
  شیخ عبدالرحمٰن الجزیری (متوفی:۱۹۴۱ء)
- الفقه الاسلامي وأدلته
  شیخ وہبۃ زحیلی حفظہ اللہ
- الميزان الكبرىٰ
  امام عبدالوہاب شعرانی (متوفی:۱۵۶۵ء)

اجمال

''اجمال'' کے معنی کسی شی کے ایسے مبہم ہونے کے ہیں، کہ اس میں یکساں طور پر دو مختلف معنوں کا احتمال ہو اور ان میں کسی ایک معنی کو ترجیح نہ دی جاسکے —— اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک کسی دلیل اور قرینہ سے اس کا وہی مفہوم متعین اور واضح نہ ہوجائے، اس پر عمل کرنے میں توقف اور انتظار سے کام لیا جائے۔(۱)

مجمل کی وضاحت اور بیان کے مختلف ذرائع ہیں، ابن سمعانی نے اس کی چھ صورتیں ذکر کی ہیں :

۱) قول کے ذریعہ: چنانچہ قرآن مجید کے اکثر مجمل احکام کی تشریح آپ ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے فرمائی ہے۔

۲) دوسرے : افعال جیسے : قرآن کا حکمِ نماز مجمل ہے، ''اقیموا الصلوٰة'' آپ ﷺ نے اپنے عمل کے ذریعہ اس کو واضح فرمایا: ''صلّو كما رأيتموني أصلّي''۔

۳) تیسرے: تحریر اور نوشتوں کے ذریعہ، جیسے زکوٰۃ کا حکم

(۱) نورالانوار :۹۳

کتاب اللہ میں مجمل ہے، اس کی تعداد و شرط کا تعین آپ ﷺ کے ان مکاتیب و خطوط سے ہوتا ہے جو آپ ﷺ نے بعض گورنروں کو تحریر فرمائے تھے۔

۴) چوتھے: اشارہ کے ذریعہ، جیسے آپ ﷺ نے فرمایا: مہینہ دن ۲۹ یا ۳۰ ہی ہوں گے، قمری مہینے اس سے زیادہ دنوں کے نہیں ہوسکتے، آپ ﷺ نے انگلیوں کے اشارہ سے اس کو واضح فرمایا۔

۵) پانچویں: اس طرح کہ آپ ﷺ نے کسی حکم کی علت اور سبب واضح فرمایا ہو۔

۶) چھٹا: طریق ''اجتہاد'' ہے، بعض حضرات نے بیان اجمال کی ایک اور صورت ''ترک نبوی'' کو قرار دیا ہے کہ آپ ﷺ کا کسی کام کو ترک کر دینا اور نہ کرنا بھی بعض مواقع پر مجمل کے لئے بیان ہوتا جاتا ہے، چنانچہ آگ میں پکی ہوئی اشیاء کے کھانے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟ اس سلسلے میں روایتیں مختلف ہیں اور متعارض بھی، لیکن یہ روایت آپ ﷺ کا آخری عمل ایسی اشیاء کے کھانے کے بعد وضو نہ کرنے کا تھا ''آخر الامرین ترک الوضوء محامست النار'' نے اس تعارض کو رفع کر دیا ہے۔(۱)

(اجمال سے متعلق مختلف پہلوؤں کے مطالعہ کے لئے ''مجمل'' اور ''بیان'' کے الفاظ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے)۔

اجیر

مزدوروں کا مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جس کو گزشتہ نصف صدی کے اہم ترین مسائل میں شمار کیا جاسکتا ہے، دنیا کی ساری بہار دراصل ان ہی کے دم سے ہے، بلند قامت عمارتیں ہوں، صاف ستھری سڑکیں ہوں، یا دیہات کے سبزہ زار کھیت اور بل کھاتی ہوئی نہریں، سب کو ان ہی کے خون و پسینہ اور قوت بازو سے غذا ملتی ہے، یہ بھی عجیب ستم ظریفی ہے کہ معاشی ترقی اور خوشحالی میں سب سے کم حصہ مزدوروں کو ملتا ہے، حالاں کہ وہ سب سے زیادہ اس کے حقدار تھے، یہاں اس بات کی وضاحت کر دینی مناسب ہوگی کہ جب ہم مزدور کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے صرف وہ جفاکش طبقہ ہی مراد نہیں ہوتا جو جسمانی محنتوں اور مشقتوں کے کام کرتا ہے، بلکہ وہ ملازمین بھی مراد ہوتے ہیں جو لکھنے پڑھنے یا دوسرے دماغی کے کام کرتے ہیں۔

اسلام نے دوسرے شعبہ ہائے زندگی کی طرح اس باب میں بھی مفصل اور واضح ہدایات دی ہیں جس میں آجر اور مزدور دونوں ہی کے حقوق کی رعایت بھی ہے اور اعتدال و توازن بھی ہے۔

مزدوروں کی اہمیت

سب سے پہلے تو اسلام نے مزدوروں کو ایک بلند مقام اور منصب کا حامل قرار دیا، عام طور پر اس طبقہ کو کمتر اور حقیر گردانا جاتا تھا — جواب تک باقی ہے — کی نفی کی، آپ ﷺ نے فرمایا:

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال یا دس سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کی مزدوری کی۔(۲)

☆ حلال روزی کی تلاش میں محنت و کاوش کو عنداللہ پورے ایک سال امام عادل کے ساتھ جہاد سے افضل قرار دیا۔(۳)

☆ چھوٹے بچے، ماں باپ اور خود اپنی کفالت کے لئے دوڑ دھوپ (سعی) کو آپ ﷺ نے اللہ کی راہ میں جدوجہد بتایا۔(۴)

---

(۱) ارشاد الفحول: ۱۷۲، علامہ شوکانی نے مجمل اور اس سے متعلق مباحث پر تفصیل سے گفتگو کی ہے، دیکھئے: الباب السادس: ۱۶۷-۱۷۷

(۲) ابن ماجه: عن عتبه بن منذرؓ: ۱۷۶/۲

(۳) ابن ماجه: ۱۵۵۱، مجمع الزوائد: ۱۰۱/۴-۱۰۲، ابن عساكر عن عثمانؓ

(۴) بخاری: ۳۰۱/۱، طبرانی عن كعب بن عجرةؓ

☆ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پاکیزہ عمل یہ ہے کہ آدمی خود اپنے ہاتھوں کمائے،(۱) اور خدا کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی ہی کھایا کرتے تھے۔(۲)

☆ اللہ تعالیٰ ایسے مومن بندہ کو پسند کرتا ہے جو صنعت و حرفت سے واقف ہو اور اس سے کام لیتا ہو، ان اللہ یحب المومن المحترف۔(۳)

آپ ﷺ نے فرمایا تمام انبیاء کرام نے بکریاں چرائی ہیں اور فرمایا خود میں بھی چند قیراطوں پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔(۴)

☆ ایک بار آپ ﷺ نے حضرت حکیم بن حزام سے ارشاد فرمایا: سب سے حلال کمائی وہ ہے جس میں دونوں پاؤں چلیں، ہاتھ کام کریں اور پیشانی عرق آلود ہو۔(۵)

ان ہدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں مزدوروں کو ایک معزز اور مؤقر مقام حاصل ہے اور دوسرے پیشوں اور طبقوں سے ان کی حیثیت کم نہیں ہے۔

اُجرت کی مقدار

اس کے بعد مزدوروں کے حقوق کا مسئلہ آتا ہے، جس میں سب سے بنیادی اور اولین چیز اُجرت کی مقدار کا تعین ہے، اس پر اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے سلسلہ میں ہدایات دی ہیں کہ :

وہ تمہارے بھائی ہیں جن کو خدا نے تمہارے ماتحت رکھا ہے، لہٰذا خدا نے جس کے ماتحت اس کے بھائی کو کیا ہو اس کو چاہئے کہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھائے، جو خود پہنے وہی اس کو پہنائے، اس کو ایسے کام کی تکلیف نہ دے جو اس کے لئے دشوار ہو، اور اگر ایسے کام کی ذمہ داری سونپ ہی دے تو پھر اس کی مدد کرے۔(۶)

پیغمبر اسلام ﷺ اور ان کے اصحاب کا اس ہدایت پر مکمل عمل تھا، ان کے غلام اور خدام ان کے ساتھ وہی کھانا کھاتے تھے جو وہ خود کھایا کرتے تھے، غلاموں اور ان کے مالکوں کے کپڑے ایک ہی معیار کے ہوتے تھے، ایک بار ایک ہی قسم کی چادر حضرت ابوذر غفاری ﷺ اور ان کے غلام اوڑھے ہوئے تھے، ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ وہ چادر بھی خود ہی اوڑھ لیں تا کہ اس کا جوڑا ہو جائے اور غلام کو کوئی اور چادر دے دیں، حضرت ابوذر ﷺ نے اس سے انکار کرتے ہوئے حضور ﷺ کی اس ہدایت کا حوالہ دیا کہ جو خود پہنو وہی اس کو پہناؤ۔(۷)

اس سے معلوم ہوا کہ مزدوروں اور ملازمین کی اُجرت اس قدر ہونی چاہئے کہ کم از کم خوراک اور پوشاک کے معاملہ میں اس کا معیار زندگی مالکین اور افسروں کے مساوی اور یکساں ہو۔

دوسرے اُجرت کی مقدار اتنی ہو کہ وہ اہل وعیال کی بھی اسی سطح پر پرورش کر سکے، حسب ضرورت خادم رکھ سکے اور مکان بنا سکے، آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہمارا عامل (ملازم) بنے اسے چاہئے کہ بیوی حاصل کر لے، خادم نہ ہو تو ایک خادم رکھ لے اور مکان نہ ہو تو ایک مکان فراہم کر لے۔(۸)

---

(۱) بیہقی عن علیؓ، طبرانی عن ابی بردہؓ، عن المقدام معدیکرب، ابن ماجہ:۱/۲

(۲) بخاری:۱/۲۷۸،عن ابی ہریرة و مقدامؓ

(۳) طبرانی عن ابن عمرؓ، مجمع الزوائد عن ابن عمرؓ: ۴/ ۱۰۶

(۴) بخاری، ابن ماجه عن ابی ہریرة، ابن ماجه :۱/۱۵۵

(۵) دیلمی عن حکیم بن حزامؓ

(۶) بخاری : ۲/۸۹۴، کتاب الآداب، باب ماینهی عن السباب اللعن، ابو داؤد:۲/۷۰۲، باب فی حق المملوك

(۷) بخاری : ۲/۸۹۴، کتاب الآداب، باب ماینهی عن السباب اللعن ابو داؤد :۲/۷۰۱-۷۰۲

(۸) مسند احمد :۴/۳۱۳، حدیث نمبر:۱۷۹۸۰

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد فرمایا: میرا ذریعہ معاش میرے اہل وعیال کے لئے کافی تھا، اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول کردیا گیا ہوں، اس لئے ابوبکر کے عیال اسی سرکاری مال میں سے کھائیں گے اور ابوبکر مسلمانوں کے لئے کام کریں گے۔(۱)

اُجرت کی ادائیگی

اُجرت کے سلسلہ میں اس اُصولی ہدایت کے بعد کہ ان کی جملہ ضروریات زندگی کی تکمیل کی جائے، اسلام نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ اُجرت کی مقدار پہلے واضح کردی جائے اور مبہم نہ رکھی جائے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی إستجارۃ الاجیر حتی بین لہ اجرہ ۔ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مزدور سے کام لینے سے منع فرمایا، تاآنکہ اس کی اُجرت واضح کردی جائے۔

پھر آپ ﷺ کا معمول تھا کہ کسی کو اس کی مزدوری کم نہ دیتے تھے، (۳) آپ ﷺ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کا دشمن ہوں گا، ان میں سے ایک وہ ہے جو کسی مزدور کو اُجرت نہ دے، **رجل استاجر اجیراً فاستوفی منہ ولم یعطیہ اجرہ ۔(۴)**

مزدوری کی اُجرت جلد سے جلد ادا کردینی چاہئے، آپ ﷺ نے فرمایا: مزدور کی اُجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو،

اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ۔(۵)

فقہاء نے لکھا ہے کہ اُجرت ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں، یا تو خود آجر قبل از کام اُجرت دے دے یا مزدور نے پیشگی مزدوری دینے کی شرط لگا دی ہو، اب بھی اس کو کام سے پہلے ہی مزدوری دینی ہوگی، یا مزدور اپنے کام کی تکمیل کردے تو کام کی تکمیل کے ساتھ اُجرت ادا کرنی ہوگی۔(۶)

کاموں کی مقدار

مزدور سے کتنا کام لیا جائے ؟ اسلام نے اس کی بھی وضاحت کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا غلاموں سے کوئی ایسا کام نہ لو جو ان کی طاقت وقدرت سے ماوراء ہو۔(۷)

یہ ایک اُصول ہے جس کی روشنی میں کام کی نوعیت، مقدار اور اوقات تینوں ہی کا تعین کیا جاسکتا ہے، مثلاً اُصولِ صحت کی رو سے جن کاموں کو روزانہ چھ گھنٹے کیا جاسکتا ہے، ان ملازمین کے لئے یہی اوقاتِ کار ہوں گے اور جو کام آٹھ گھنٹے کئے جاسکتے ہیں، ان کے لئے روزانہ آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی ہوگی۔

عموماً بعض لوگ کم عمر بچوں یا دراز عمر بوڑھوں سے اتنا کام لینا چاہتے ہیں، جتنا جوان اور توانا آدمیوں سے، اسلامی تعلیم کے تحت یہ غلط اور ظالمانہ حرکت ہے، جس پر قانون کے ذریعہ پابندی بھی عائد کی جاسکتی ہے، اسی طرح جو مستقل ملازمین ہیں، ضروری ہے کہ ان کے لئے ہفتہ میں ایک دن آرام کے لئے رکھا جائے، اپنے اقرباء اور رشتہ داروں سے ملنے کے لئے تعطیل لازمی ہے اور بیماروں کے لئے خصوصی رخصتیں ہوں، فقہ کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔(۸)

حسن سلوک

مزدوروں کے ساتھ مالکین اور ذمہ داروں کا کیا سلوک ہونا

---

(۱) بخاری عن عائشہ ۱/۲۷۸
(۲) السنن الکبری للبیہقی ، مجمع الزوائد ۴/۱۷۴
(۳) بخاری عن انس ۲/۳۰۵
(۴) بخاری عن ابی ہریرۃ ۲/۳۰۲
(۵) ابن ماجہ ، بیہقی ، مجمع الزوائد ۴/۱۷۵
(۶) الفتاوی الھندیہ ۴/۴۱۳
(۷) مؤطا امام مالک ۳۸۵، مسلم ۲/۵۲
(۸) ردالمحتار ۳/۳۸۰

چاہئے؟اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ تمہارے بھائی ہیں،انھم اخوانکم ،(۱) یعنی ان سے سلوک حاکمانہ نہیں بلکہ برادرانہ ہونا چاہئے ،قرآن پاک میں حضرت شعیب علیہ السلام کی بحیثیت آجر یہ صفتیں بیان کی گئی ہیں :

ما ارید ان اشق علیک ستجدنی ان شاء الله من الصالحین . (القصص :۲۷)

میں تم کو تکلیف دینا نہیں چاہتا،انشاءاللہ تم مجھے صالح ونیک پاؤ گے۔

گویا آجر کا سلوک مزدوروں کے ساتھ ایسا ہو کہ اس کو تکلیف اور کسی بھی طرح کی ذہنی ،جسمانی یا عملی مشقت نہ دے اور اس کے ساتھ نیک سلوک روا رکھے،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہمیں اس کا عملی نمونہ ملتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے خاص خدام میں تھے اور بچپن سے جوانی تک آپ ﷺ کے ساتھ رہے،مگر کبھی اس کی نوبت نہیں آئی کہ آپ ﷺ نے انھیں ''اُف'' بھی کہا ہو، یا پوچھا ہو کہ یہ کیوں کیا، اور یہ کیوں نہیں کیا؟(۲) آپ ﷺ کے خادموں میں ایک یہودی لڑکا تھا،وہ بیمار پڑا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے ،(۳) اسی حسن سلوک کا ایک حصہ یہ ہے کہ اگر کوئی مشکل کام اس کو سونپا جائے تو اس کی انجام دہی میں بذاتِ خود بھی مدد کرے۔ (۴)

منافع میں شرکت

اسلام اس بات کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے کہ مزدور کاروباری نفع میں شریک ہوں،''مضاربت'' کی اصل یہی ہے، مضاربت یہ ہے کہ ایک شخص کا سرمایہ ہو اور دوسرے آدمی کا عمل اور محنت ، پھر اس سے جو نفع حاصل ہو اس کو باہم متعینہ تناسب مثلاً پچاس فیصد وغیرہ کے حساب سے تقسیم کردیا جائے، یہاں دوسرے فریق کو جو کچھ نفع مل رہا ہے،وہ عامل ہی کی حیثیت سے ہوگا —— اس کی طرف اس حدیث میں بھی اشارہ موجود ہے،جس میں آپ ﷺ نے کھانا پکانے والے خادم کو کھانے میں سے کم از کم ایک دو لقمہ کھلانے کی تلقین کی ہے۔(۵)

حقوق کا تحفظ

مزدوروں کے حقوق کے سلسلے میں اسلام نے صرف اخلاقی ہدایات ہی سے کام نہیں لیا ہے، بلکہ اس کو قانونی تحفظ بھی بخشا ہے اور حکومت کے لئے مداخلت کی گنجائش رکھی ہے ، چنانچہ قاضی ابوالحسن ماوردی (م:۴۵۰ھ) ''محتسب'' کے فرائض پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :

> اگر کوئی شخص مزدور و ملازم (اجیر) پر زیادتی کرے، مثلاً اُجرت کم دے یا کام زیادہ لے تو محتسب ایسا کرنے سے روکے اور حسب درجات دھمکائے اور اگر زیادتی اجیر کی طرف سے ہو،مثلاً کام کم کرے اور اُجرت زیادہ مانگے تو اس کو بھی روکے اور دھمکائے اور اگر ایک دوسرے کی بات کا انکار کریں تو فیصلے کا حق حاکم کو ہے۔(۶)

نقصانات کی ذمہ داری

سوال یہ ہے کہ مزدور یا ملازم سے کوئی چیز ضائع ہوجائے تو اس کا ضامن کون ہوگا؟ —— اس سلسلہ میں تھوڑی تفصیل ہے، مزدور اور ملازمت کی دو صورتیں ہیں،ایک یہ کہ معاملہ کی بنیاد کام ہو،

(۱) ابو داؤد:۲/۷۰۱،باب فی حق المملوک
(۲) شمائل ترمذی : عن انسؓ :۲۳، مسلم:۲/۲۵۳
(۳) بخاری:۵،کتاب الصلوٰۃ
(۴) مسلم:۲/۵۲،بخاری:۱/۹
(۵) ابوداؤد :۲/۵۳۸،ترمذی:۲/۷،بخاری:۲/۸۲۰،مسلم :۲/۵۲
(۶) الأحکام السلطانیه للماوردی (مترجم):۳۹۹،باب:۲

دوسرے یہ کہ معاملہ کی اساس وقت ہو، پہلے کی مثال سلائی وغیرہ ہے کہ آپ کسی کو کپڑا سینے کو دیں، یہاں وہ وقت کا پابند نہیں ہے، بلکہ کام کا پابند ہے، کہ کپڑا سی کر دے، دوسرے کی مثال اس طرح ہے کہ کسی کو آپ مدرس مقرر کریں کہ وہ روزانہ پانچ یا چھ گھنٹے تعلیم دے، یہاں وہ وقت کا پابند ہے اور اس میں حاضری کا مکلّف ہے، چاہے طلبہ ہوں یا نہ ہوں اور پڑھانے کی نوبت آئے یا نہ آئے اسی طرح دن بھر کے لئے کسی مزدور کو مکان کی تعمیر کے لئے رکھا جائے، یہاں وہ اس بات کا پابند ہے کہ وہ دن بھر اپنا وقت دے۔

پہلے قسم کے ملازم کو ''اجیر مشترک'' اور دوسری قسم کے ملازم کو ''اجیر خاص'' کہتے ہیں، اجیر مشترک سے کوئی چیز ضائع ہوجائے تو وہ خود اس کا ضامن ہوگا اور تاوان ادا کرے گا، اجیر خاص سے اس کی زیادتی اور ارادہ کے بغیر جو سامان ضائع ہوجائے، وہ اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔(۱)

بندھوا مزدور

بندھوا مزدور کی ظالمانہ رسم باوجود اس تمدنی ارتقاء اور علم وروشن خیالی کے اب بھی بعض علاقوں میں موجود ہے، مگر اسلام میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، اسلام اس کو انسان کا خالص نجی مسئلہ تصور کرتا ہے، کہ وہ کسی کا کام کرے یا نہ کرے، نہ صرف ایک فرد دوسرے فرد کو بلکہ حکومت بھی کسی فرد اور شہری کو اس پر مجبور نہیں کر سکتی، سوائے اس کے کہ کبھی ایسے غیر معمولی حالات پیدا ہوجائیں کہ قومی اور اجتماعی مصلحت کے تحت افراد کو کسی عمل پر مجبور کرنا پڑے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے نکاح، خرید وفروخت وغیرہ دوسرے معاملات کی طرح اس میں بھی طرفین کی رضامندی اور آمادگی کو ضروری قرار دیا ہے،(۲) اسی طرح اسلام میں ہر شخص کو نقل وحرکت اور ایک جگہ سے دوسری جگہ آمد ورفت کی آزادی حاصل ہے اور یہ اس کا خالصۃً ذاتی وشخصی مسئلہ ہے، وہ جہاں اور جس شہر وعلاقہ میں جا کر مزدوری اور ملازمت کرنا چاہے، کر سکتا ہے۔

من يهاجر في سبيل الله يجد في الارض مراغماً كثيراً وسعة . (النساء:۱۰۰)

مزدوروں کی ذمہ داریاں

جہاں مزدور اور ملازمین کے یہ حقوق ہیں، وہیں ان کی ذمہ داریاں اور فرائض بھی ہیں، جن کی طرف قرآن مجید نے دو مختصر لفظوں میں اشارہ کردیا ہے، حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس بنیاد پر اپنا ملازم متعین کیا، وہ ان کی صاحبزادیوں کی یہ اطلاع تھی کہ :

يا ابت استاجره إن خير من استاجرت القوى الامين . (القصص :۲۶)

ابا جان! ان کو مزدور رکھ لیجئے، بہترین مزدور جسے آپ رکھیں گے، وہ ہوگا جو طاقتور اور امانت دار ہو۔

یہاں اچھے مزدوروں کی دو صفات بیان کی گئی ہیں، ایک قوت وصلاحیت اور دوسرے امانت ودیانت، اس سے معلوم ہوا کہ اہلیت کے بغیر کسی کام کی ذمہ داری نہ لے، اسی لئے فقہاء نے فاتر العقل طبیب (**الطبيب الماجن**) کو علاج سے روک دینے کا حکم دیا ہے۔(۳)

دوسرے یہ کہ وہ اپنے کاموں، ذمہ داریوں اور سونپی گئی اشیاء کے معاملہ میں امین اور دیانت دار ہو، اگر مفوضہ کام میں وہ قصداً کوئی نقص رہنے دے یا متعینہ وقت کا اپنی ذمہ داریوں کے لئے پورا پورا استعمال نہ کرے تو یہ بات دیانت کے خلاف ہوگی، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ عدل کے ساتھ وزن کرو میں یہ بھی داخل

(۱) فتاویٰ عالمگیری :۴/۵۰۰،الدر المختار :۶۵۸

(۲) وأما ركنها فالإيجاب والقبول ، الفتاوى الهنديه :۴/۴۰۹

(۳) الأشباه والنظائر لابن نجيم

ہے کہ ملازمین اپنے اوقاتِ ملازمت کا پورا پورا خیال رکھیں ۔(۱)

امانت میں بھی داخل ہے کہ رشوت نہ لے، رشوت یہ ہے کہ اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کی انجام دہی کا الگ سے پیسہ وصول کرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بڑی شدت سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے :

الراشي والمرتشي كلاهما في النار . (۲)

رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں ہی دوزخ میں ہیں۔

رشوت صرف وہی نہیں ہے جو رشوت کے نام پر لی جائے بلکہ وہ رقم بھی رشوت میں داخل ہے جو عام لوگ کسی کے عہدہ سے متاثر ہوکر "ہدیہ" اور "نذر و دنیاز" کے نام سے پیش کریں، رشوت کی یہ وہ قسم ہے جس میں اچھے خاصے لوگ مبتلا ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ جو شخص کسی کے لئے سفارش کرے وہ اس کے لئے تحفہ بھیجے اور وہ اس کو قبول کرے، اس نے بہت بڑا سود لیا، (۳) اور حضرت عمر ﷺ نے عاملوں کو ہدایا و تحائف بیت المال میں جمع کرنے کا حکم دیا تھا، اسی لئے فقہاء نے قاضی کے لئے فریقین مقدمہ سے ہدیہ قبول کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔(۴)

ناجائز ملازمتیں

ایسی چیزوں کی ملازمت اور مزدوری جائز نہیں ہے جو معصیت اور گناہ ہو، اس لئے کہ جس طرح گناہ کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح گناہ کے لئے سبب اور ذریعہ بننا اور اس میں تعاون بھی ناجائز ہے اور جو جس درجہ کا گناہ ہو اس میں تعاون بھی اسی درجہ کا گناہ ہے، چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں :

لا يجوز الاستيجار على شئ من الغناء والنوح والمزامير ولا أجر لهم . (۵)

مزامیر، نوحہ خوانی اور گانے بجانے وغیرہ کے کاموں پر کسی کو اجیر رکھنا درست نہیں ہے اور وہ اُجرت کے حقدار نہیں ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے جب ان کاموں کے لئے ملازم رکھنا درست نہ ہوگا اور اگر کوئی شخص معاملہ طے پا جانے کے بعد یہ کام کر ہی لے تو اُجرت واجب نہ ہوگی، تو خود کسی شخص کا ایسی ملازمت اختیار کرنا کیوں کر جائز ہوگا اور اس ملازمت کا فائدہ ہی کیا ہوگا جس پر کوئی مزدوری نہ ملے؟

اسی حکم میں سنیما ہال کی ملازمت، گانے بجانے کے کام، انشورنس کی ایجنسی اور انشورنس کمپنی اور بینک کی ایسی ملازمتیں ہیں جن میں سودی کاروبار لکھنا پڑے یا اس کا لین دین کرنا پڑے۔

عمر ملازمت کے درمیان سبکدوشی

ملازمت کے سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ عمرِ ملازمت اور درمیان میں سبکدوشی اور معطلی کا ہے، یہاں یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ ملازمت کے احکام کا اصل مدار فریقین کا باہمی معاہدہ ہے، اگر کسی ریاست کا قانون ہو کہ اس کے یہاں ملازم اپنی عمر کے ۵۵ یا ۵۸ سال تک ملازمت پر برقرار رہے گا تو یہ گویا ملازم اور حکومت کے درمیان ایک معاہدہ ہے کہ ملازم اپنی عمر اس کو پہنچنے تک کارگزار رہے گا اور حکومت اس کو اجیر رکھے گی۔

اب کسی معقول وجہ اور عذر کے بغیر دونوں ہی اس مدت کی

(۱) معارف القرآن مصنفہ : مفتی محمد شفیع صاحبؒ

(۲) طبرانی عن عبداللہ بن عمرو : الراشي والمرتشي في النار ، مجمع الزوائد ۴/۳۵۹

(۳) ابوداؤد عن امامہ ۲/۲۹۹

(۴) بدائع ۵/۴۵۰، ط : دارالکتاب دیوبند ، ھندیہ ۳/۳۳۰

(۵) فتاویٰ عالمگیری ۴/۴۴۹

تکمیل کے پابند ہوں گے ، نہ حکومت کو اختیار ہوگا کہ وہ اسے معزول کردے اور نہ ملازم کو حق ہوگا کہ بلاوجہ اور حکومت کی رضامندی کے بغیر اس کام سے سبکدوش ہوجائے ، چنانچہ فقہاء مکان کرایہ پر لگانے کے احکام ان الفاظ میں لکھتے ہیں :

لو قال اجرتک هذه الدار سنة ، کل شهر بدرهم جاز بالاجماع ، فلا یملک احدهما الفسخ قبل تمام السنة من غیر عذر ۔ (۱)

اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے تم کو یہ مکان ایک سال کے لئے کرایہ پر دے دیا ہے ، ہر ماہ کے بدلہ ایک درہم ، تو بالاتفاق جائز ہے اور فریقین میں سے کوئی ایک سال کی تکمیل تک بلا عذر اس معاملے کو توڑ نہیں سکتے ۔

ہاں ! اگر کوئی عذر پیش آجائے تو یک طرفہ اقدام کیا جاسکتا ہے ، مثلاً ملازم کی غیر قانونی اور مجرمانہ حرکتوں پر حکومت معزول کرسکتی ہے اور ملازم اپنی ناسازی صحت وغیرہ کی بنا پر کام چھوڑنا چاہے تو چھوڑ سکتا ہے ، یہ حکم جس طرح سرکاری محکموں کا ہے ، ایسے ہی پرائیوٹ اداروں کا بھی ہے ۔ (۲)

بچہ مزدوری

یہ ایک اہم مسئلہ ہے ، جو موجودہ حالات میں بڑی اہمیت اختیار کرگیا ہے ، اس سلسلہ میں اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ نابالغ بچوں کو کسب معاش پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ، لہٰذا اگر باپ کمانے پر قادر ہو تو کما کر بچوں کا نفقہ ادا کرے گا اور اگر کمانے پر قادر نہ ہو تو قرض لے کر نفقہ ادا کرے گا ، تاکہ بچے زیور علم سے آراستہ ہوسکیں ، چنانچہ عالمگیری میں ہے :

اگر تنگ دست شخص کو نابالغ لڑکا کا ہو اور وہ شخص کمانے پر قادر ہو ، تو اس پر واجب ہے کہ کسب معاش کرے ، اور بچوں کی ضروریات پوری کرے ، اگر وہ کمانے اور بچوں کی ضروریات پوری کرنے سے انکار کرے تو اسے اس پر مجبور کیا جائے گا ، یا قید کرلیا جائے گا اور اگر کمانے پر قادر نہ ہو تو قاضی اس کا نفقہ متعین کردے گا اور ماں کو حکم دے گا کہ وہ شوہر نام پر قرض لیتی رہے اور بعد میں مرد سے اسے وصول کرلے ۔ (۳)

اسی طرح بالغ ہونے کے بعد بھی جب تک لڑکے طلب علم میں مشغول رہیں اور کسب معاش عاجز ہوں ، ان کا نفقہ باپ کے ذمہ رہے گا اور ان کی ذمہ داری ہوگی کہ ان کا نفقہ ادا کرتے رہیں ، فقہاء نے گو اس کے ساتھ علوم شرعیہ میں اشتغال کی شرط لگائی ہے ، لیکن چوں کہ دوسرے نافع علوم بھی انسانیت کے لئے ضرورت اور شریعت میں مطلوب اور پسندیدہ ہیں ، اس لئے ان کا بھی وہی حکم ہوگا ، وکذا طلبة العلم اذا کانوا عاجزین عن الکسب لا یهتدون الیه لا تسقط نفقتهم عن آبائهم اذا کانوا مشتغلین بالعلوم الشرعیه الخ ، (۴) اس سے معلوم ہوا کہ اسلام بنیادی طور پر اس کے خلاف ہے کہ بچوں کو تعلیم و تربیت کے بجائے مزدوری میں لگایا جائے اور اس طرح اس کے مستقبل کو ضائع کرکے رکھ دیا جائے ، البتہ مجبوری کی صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں ۔

○ ○ ○ ○

(۱) الهندیه : ۴/۴۱۶ ، الباب الثالث فی الأوقات التی علیها عقد الإجارة
(۲) یہ مقالہ "مزدور و ملازمین" کے عنوان سے مستقل طور پر بھی طبع ہوچکا ہے ۔
(۳) هندیه : ۱/۵۶۱ ، نیز دیکھئے : مجمع الانهر : ۱/۴۹۶
(۴) فتاویٰ هندیه : ۱/۵۶۳ ، نیز دیکھئے : فتاوی قاضی خاں : ۱/۴۴۵ ، مجمع الانهر : ۱/۵۰۰ ، ردالمحتار : ۵/۳۴۱

ضروری یادداشت